آشیانوں کے متلاشی

اسلم راہی ایم اے

پوس کی تاریک ٹھنڈی رات اپنے انجام اپنی انتہا کو پہنچ رہی تھی ہر شے رات کے ہدف سے آزادی اور ہر چیز درد نہاں سے نجات کی فکر میں لگی ہوئی تھی بے انت زمانوں سے رواں دھرتی معدوم دعاؤں کے بھنور میں ڈوبے الفاظ کی طرح چپ اور خاموش تھی۔ شہر کی سڑکوں اور شاہراہوں کے کنارے جلتے دودھیا بلبوں کے باعث روشنی و تیرگی کی ستیزہ کاری کے مناظر آہستہ آہستہ اپنا دامن سمیٹنے لگے تھے۔ جگہ جگہ محلے محلے بستی بستی فجر کی اذانیں لاؤڈ اسپیکروں پر بلند ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ چاروں طرف جذبوں کی سچائی اور روح کی بالیدگی پھیلنے اور بکھرنے لگی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ تیرہ شبی کی دھواں دھار چادر کے اندر کرنوں کے آنچل سے ٹھنتے والے اجالے بیدار ہونے لگے تھے۔ مشرق سے سورج طلوع کے آثار واضح اور نمایاں ہونے لگے تھے۔ خزاں کے مارے درختوں پر ستانے والے پرندے بیداری سے بغلگیر ہو کر ایسی آوازیں نکالنے لگے تھے جیسے اجالوں کے شاعر اندھیری رتوں کی گھٹن سے نجات حاصل کرنے کی خاطر نئی رتوں کے طالب اور اجالوں کے خواہاں بن کر سوچوں کی تنظیم سے اپنی ذات کے لئے رفعت حرمت کا عہد کرنے لگے ہوں۔ لوگ اب بیدار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ چار سو پھیلی خاموشی کے سمندر اور تنہائی کے بحر میں آوازیں آہستہ آہستہ اپنا رنگ جمانے لگیں تھیں۔

ایسے میں سفید رنگ کی ایک ٹویوٹا کار اپر مال پر فراٹے بھرتی ہوئی ایئرپورٹ کی طرف جا رہی تھی۔ کار کے اسٹیرنگ پر ڈھلی ہوئی عمر کا ایک ایسا شخص بیٹھا

ہوا تھا۔ جس کی عمر کسی بھی طور پر ساٹھ سال سے کم نہ رہی ہوگی جبکہ کار کی پچھلی نشست پر ایک خوبصورت اور نوجوان لڑکی چپ اور گم سم بیٹھی ہوئی تھی۔
کار بڑی تیزی سے فورٹریس اسٹیڈیم کے پاس سے گزرنے والے پل پر سے ہوتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی۔

سڑکوں اور شاہراہوں کی ویرانیاں ختم ہو رہی تھیں۔ خزاں کے سایوں میں من کے گھور اندھیروں کے اندر ٹوٹے آدرش جڑنے اور جواں مرگ خواہشیں' سوکھے جذبوں کی قبروں سے زندگی کے آثار کی نشاندہی کرنے لگیں تھیں۔

سفید رنگ کی وہ کار اپر مال سے اب دائیں طرف مڑ گئی تھی۔ پھر وہ مزید آگے بڑھتی اور مڑتی ہوئی ائرپورٹ کے سامنے آن رکی تھی پچھلی نشست پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے دروازہ کھولا اپنا پرس سنبھالا اور پھر اسٹیرنگ پر بیٹھے ہوئے اس بوڑھے شخص کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگی۔ میاں جی آپ یہیں بیٹھیں میں اندر جاتی ہوں اور خود عروج کو لے کر آتی ہوں۔ جواب میں اس بوڑھے نے گاڑی کا سوئچ آف کرتے ہوئے انتہائی پدرانہ شفقت اور نرمی سے کہا ثروت میری بیٹی تم جاؤ میں یہیں بیٹھ کر انتظار کرتا ہوں۔ ہاں میری ضرورت محسوس کرو تو بلا لینا۔
جواب میں وہ لڑکی جس کا نام ثروت کہہ کر پکارا گیا تھا اپنا پرس سنبھالتی اور اثبات میں اپنا سر ہلاتی ہوئی ائرپورٹ کی عمارت میں داخل ہو گئی تھی۔

ثروت نام کی وہ لڑکی جونہی اندرون ملک آمد کے گیٹ کے سامنے گئی۔
ائرپورٹ سیکورٹی کی ایک لیڈی انسپکٹر بڑی تیزی سے اس کی طرف بڑھی اور مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کر کے وہ کہنے لگی۔ ڈاکٹر ثروت میں کافی دیر سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔ جس فلائیٹ کو آپ دیکھنا چاہتی ہیں۔ وہ ابھی ابھی پہنچی تو ہے لیکن مسافر ابھی آنا شروع نہیں ہوئے میرے ساتھ آئیں میں آپ کو بیگج بیلٹ کی طرف لے جاتی ہوں اور جس لڑکی کو آپ نے ریسیو کرنا ہے وہیں مل لیں گے۔ اس لڑکی نے جسے ڈاکٹر ثروت کہہ کر پکارا گیا تھا چپ چاپ اس لیڈی انسپکٹر کے ساتھ ہولی۔ راستے میں وہ بار بار اس کا شکریہ بھی ادا کرتی جا رہی تھی

تاہم وہ دونوں بیگج بیلٹ کے پاس جا کھڑی ہوئیں تھیں تھوڑی دیر تک دونوں خاموش رہیں پھر لیڈی انسپکٹر نے ثروت کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔
ڈاکٹر ثروت آپ کسے ریسیو کرنے آئی ہیں۔ کیا یہ آپ کی کوئی عزیز ہے۔ جسے آپ اتنی اہمیت دے رہی ہیں کہ ائرپورٹ کے اندر داخل ہو کر آپ اس کا استقبال کرنا چاہتی ہیں لیڈی انسپکٹر کے اس سوال پر ثروت کچھ سنجیدہ ہو گئی تھی پھر وہ اسے جواب دیتے ہوئے کہنے لگی۔

سنو انسپکٹر تمہارا سوال میرے لئے کافی مشکل ہے بہرحال جب تک فلائیٹ کے مسافر یہاں نہیں پہنچتے میں تمہیں تفصیل بتاتی ہوں سنو جس لڑکی کو میں ریسیو کرنے آئی ہوں اس کا نام عروج ہے اس کے والد بھی ائرپورٹ سے باہر اپنی کار میں بیٹھے ہوئے ہیں ان کا نام رضوان ہے۔ یہ بہت بڑے لوگ ہیں۔ میرے والد بھی ان کے دفتر میں ملازم تھے۔ دفتر ہی کے کام کے سلسلے میں ان کا ایکسیڈنٹ ہوا اور وہ فوت ہو گئے۔ میری ماں پہلے ہی مر چکی تھی باپ کے مرنے کے بعد رضوان صاحب مجھے گھر لے گئے اور میری پرورش ان کی بیٹی عروج کے ساتھ ہونے لگی۔ میں انہیں کے یہاں پلی بڑھی جس طرح رضوان صاحب نے جنہیں ہم صرف میاں جی کہہ کر پکارتے ہیں اپنی بیٹی کو ڈاکٹر بنایا اس طرح مجھے بھی انہوں نے ایم بی بی ایس کرایا۔ اس کے بعد وہ مجھے اپنی بیٹی کے ساتھ بیرون ملک تعلیم کے لئے بھیجنا چاہتے تھے لیکن میں نہیں گئی۔ ان کی بیٹی عروج جسے میں ریسیو کرنے آئی ہوں ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم مکمل کرنے کے بعد لندن سے لوٹ رہی ہے۔ اس کی اس غیر موجودگی میں میری شادی بھی ہو چکی ہے اور میرے میاں کو تم نے دیکھ ہی رکھا ہے۔ اب رہا سوال کہ میں اسے کیوں اتنی اہمیت دے رہی ہوں اور کیوں ائرپورٹ کے اندر آکر اس کا استقبال کر رہی ہوں تو اس کے پیچھے بھی ایک بہت بڑا راز اور اسرار ہے۔ اس پر لیڈی انسپکٹر نے چونک کر پوچھا وہ کیا؟

ثروت اس لیڈی انسپکٹر پر کچھ انکشافات کرنا ہی چاہتی تھی پر وہ خاموش ہی رہی اس لئے کہ مسافر اب ائرپورٹ کی عمارت میں داخل ہونا شروع ہو گئے

تھے۔ لہٰذا ثروت نے اسے مخاطب کر کے کہا تم اس وقت اپنا کام کرو میں پھر کسی وقت تمہیں پورے حالات سناؤں گی اس پر لیڈی انسپکٹر وہاں سے چلی گئی اور ثروت بڑے غور اور انہماک سے ائرپورٹ کی عمارت میں داخل ہونے والے مسافروں کو دیکھنے لگی تھی۔

تھوڑی دیر ہی بعد بھاری پرس اٹھائے ایک لڑکی جب ائرپورٹ کی عمارت میں داخل ہوئی تو ثروت اسے دیکھ کر بے پناہ خوشی کا اظہار کرنے لگی تھی اور وہ تیزی سے اس کی طرف بھاگی۔ ائرپورٹ میں داخل ہونے والی وہ لڑکی شبنم فشاں فطرت اور سحر کے نور جیسی خوبصورت تھی اس کے سلگتے لب و رخسار اسے بھرے بادلوں کی طرح پرکشش اور بھیگے کھیتوں جیسا شاداب بنائے ہوئے تھے۔ مجموعی طور پر وہ آنے والی لڑکی نیلے شفاف اتھلے پانی میں تیرتے سفید پھول جیسی پرکشش اور حسین تھی۔ ثروت بھاگ کر اس لڑکی سے لپٹ گئی اور اس کی پیشانی چومتے ہوئے وہ کہنے لگی۔ عروج تم کیسی ہو۔ اس پر وہ لڑکی تھوڑی دیر تک بڑی حیرت اور تعجب سے ثروت کو دیکھتی رہی پھر وہ ایک بار پھر اسے اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے پوچھنے لگی ثروت تم یوں ائرپورٹ کی عمارت کے اندر آ کر مجھے ریسیو کرنے میں کیسے کامیاب ہو گئیں اس پر ثروت مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ یہ کام میں نے ائرپورٹ سیکیورٹی کی ایک لیڈی انسپکٹر کے ذریعے سے کیا ہے وہ میری جاننے والی ہے۔ دراصل تمہیں ریسیو کرنے کے لئے میاں جی بھی میرے ساتھ آئے ہوئے ہیں۔ وہ باہر کار میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے ملنے سے پہلے میں تمہیں ان پورے حالات سے آگاہ کر دینا چاہتی ہوں۔ جو دبے دبے الفاظ میں میں تمہیں خطوط لکھتی رہی ہوں۔

پہلے تم مجھے بتاؤ کہ کیا تمہاری امی بھی تمہارے ساتھ آئیں ہیں اس پر آنے والی لڑکی جس کا نام عروج تھا۔ بڑی دھیمی آواز میں کہنے لگی نہیں وہ میرے ساتھ نہیں آئیں۔ ان کا بھتیجا جس کے ساتھ میری منگنی ہو چکی ہے۔ ان دنوں لندن میں قیام کیے ہوئے ہے۔ وہ وہاں اپنا ایکسپورٹ کا کوئی کام سیدھا کرنا چاہتا ہے لہٰذا میری ماں نے اسی کے ساتھ قیام کر رکھا ہے۔ وہ چند ماہ تک وہیں ٹھہرے رہیں گے۔ اس لئے کہ وہ گوجرانوالہ سے اسٹین لیس اسٹیل کا سامان جو زیادہ تر باورچی خانے میں استعمال ہوتا ہے اس کی ایکسپورٹ کی کوشش کر رہے ہیں اس کے لئے انہوں نے لندن کی کچھ پارٹیوں سے کانٹیکٹ بھی کیا ہے اور اس سلسلے میں انہیں خاطر خواہ کامیابی ہوئی ہے۔ انہوں نے کچھ آرڈر حاصل کر کے یہاں بھجوائے بھی ہیں اور ان کا دوسرا بھائی گوجرانوالہ سے اسٹین لیس اسٹیل کا یہ سامان انہیں ایکسپورٹ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بہرحال میری ماں اپنے بھتیجے اور میرے منگیتر کے ساتھ چند ماہ تک لندن ہی میں قیام کیے رہیں گی یہاں تک کہنے کے بعد عروج جب خاموش ہوئی تو ثروت نے پھر بڑی رازداری سے پوچھا۔

جو خطوط میں تمہیں لکھتی رہی ہوں کیا وہ خطوط تمہاری ماں نے تو نہیں پڑھ لیے۔ اس پر عروج سر جھٹک کر کہنے لگی نہیں ہرگز نہیں وہ خطوط تم مجھے کالج کے ایڈریس پر لکھتی رہی ہو اور میں انہیں پڑھ کر پھاڑ دیتی رہی ہوں لہٰذا تمہارے ان خطوط کا میری ماں کو علم نہیں ہے۔ لیکن تم خطوط میں یہ کیا لکھتی رہی ہو کہ میرے اور بھائی بہن بھی ہیں اس پر ثروت کہنے لگی ہاں میں نے تمہیں ٹھیک لکھا تھا۔ تمہارے اور بھی بہن بھائی ہیں۔ تم اکیلی نہیں ہو اس پر عروج خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی پھر تو بہت ہی اچھا ہے۔ میں تو اپنے آپ کو اس دنیا میں اکیلا ہی سمجھتی رہی ہوں تمہارے خطوط پڑھ کر اور یہ جان کر کہ میرے اور بھی بہن بھائی ہیں یقین جانو میری خوشی میں کچھ ایسا اضافہ ہوا جس کا اظہار میں الفاظ میں نہیں کر سکتی اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ وہ میرے دوسرے بہن بھائی کہاں ہیں۔ کیوں وہ ہمارے ساتھ نہیں رہ رہے وہ ان دنوں کس جگہ قیام کیے ہوئے ہیں۔ اس پر ثروت کہنے لگی تم میرے ساتھ آؤ وہ بیگیج بیلٹ کے ایک طرف کھڑے ہو کر میں تمہیں تمہارے خاندان کی پوری تفصیل بتاتی ہوں عروج چپ چاپ ثروت کے ساتھ ہولی دونوں ایک کونے میں جا کھڑی ہوئیں پھر ثر...

بولی۔ اور کہنے لگی۔ پہلے یہ بتاؤ تم نائٹ کوچ سے کیوں آئی ہو۔ عروج کہنے لگی۔ ایک روز کراچی میں اپنی ایک ساتھی کے ہاں قیام کیا تھا۔ بس نائٹ کوچ کے سوا سیٹ ہی نہ ملی۔ تم مجھے اصل حالات سناؤ۔ ثروت پھر بولی اور کہنے لگی۔

سنو عروج ثمینہ خاتون جو اس وقت اپنے بھتیجے فرخ کے ساتھ لندن میں بیٹھی ہوئی ہیں اور جسے تم اپنی اصل اور سگی ماں سمجھتی ہو وہ تمہاری ماں نہیں ہے۔ اس پر عروج کا چہرہ پیلا پڑ گیا او روہ عجیب سے انداز میں ثروت کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔ اگر ثمینہ خاتون میری ماں نہیں ہے تو پھر میری سگی اور اصل ماں کون اور کدھر ہے اس پر ثروت کہنے لگی۔ بیچ میں مت بولو۔ جو کچھ میں کہنے والی ہوں وہ پوری تفصیل سے سنو۔ اس کے بعد جو بھی سوال تم مجھ سے کرو گی اس کا جواب میں تمہیں دوں گی۔

سنو عروج تمہاری اصل اور تمہاری سگی ماں کا نام طاہرہ ہے۔ تمہارا باپ رضوان تمہاری ماں طاہرہ کے ساتھ بڑی خوش و خرم زندگی بسر کرتے رہے۔ تمہارے باپ رضوان تمہاری ماں طاہرہ کے پھوپھی زاد بھی تھے یہ شادی بڑی کامیاب تھی اور تمہاری ماں ہی کی وجہ سے تمہارے باپ نے وہ ترقی کی جو آج تم لوگ دیکھتے ہو ورنہ شادی کے وقت تمہارے باپ یعنی میاں جی بالکل قلاش اور غریب تھے۔ تمہاری ماں طاہرہ نے ان کے ساتھ مل کر خوب جدوجہد کی۔ وہ گریجویٹ تھیں۔ پہلے انہوں نے اپنے گھر میں اسکول کھولا اس سے انہوں نے کافی پیسہ کمایا پھر تمہارے باپ کے ساتھ مل کر انہوں نے امپورٹ اور ایکسپورٹ کا چھوٹا موٹا کام شروع کیا۔ شروع میں وہ لوگ گارمنٹس کی برآمدگی کا کام کرنے لگے تھے پھر ان کے کام نے کچھ ایسی ترقی کی کہ بعد میں انہوں نے ایک ٹریولنگ ایجنسی کا کام شروع کیا۔ اس کے بعد انہوں نے ایکسپورٹ آف مین پاور کا لائنس بھی لے لیا۔ یوں دیکھتے ہی دیکھتے دن رات وہ ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے اپنے عروج تک جا پہنچے۔ یہاں تک کہ وہ وقت بھی آیا کہ ایران کی حکومت کے ساتھ امریکہ کے تعلقات خراب ہو گئے اور ایران سے امریکہ کو جو کاٹن کی ایکسپورٹ کا کوٹہ جاتا تھا اس سے لوگوں نے فائدہ اٹھانا شروع کیا۔ تمہارے باپ نے بھی اس سے خوب فائدہ اٹھایا۔ یہاں سے وہ کاٹن کی بنی ہوئی اشیاء حاصل کرتے جن میں زیادہ تر ہوزری کا سامان ہوا کرتا جو وہ فیصل آباد سے لیتے پھر انہوں نے اپنا ایک آدمی ایران میں رکھا۔ جسے وہ یہاں سے کاٹن کا سامان خرید کر بھیجتے۔ وہاں وہ اس سامان پر میڈان ایران کی مہریں لگا کر امریکہ کو ایکسپورٹ کر دیتے۔ اس طرح انہوں نے خوب پیسہ کمایا اور یہ لوگ کروڑوں سے ارب پتی تک جا پہنچے۔

ایران کی اس ایکسپورٹ سے قبل میاں جی کی بدقسمتی کہ ان کے دفتر میں ایک سیکریٹری نے ملازمت حاصل کی جو انتہا درجے کی خوبصورت اور پرکشش تھی اور یہ سیکریٹری یہی ثمینہ خاتون ہی تھی جسے تم آجکل اپنی سگی اور اصل ماں سمجھے ہوئے ہو۔ سیکرٹری کی حیثیت سے کام کرتے ہوئے اس ثمینہ خاتون نے تمہارے باپ پر ڈورے ڈالنے شروع کیے۔ یہاں تک کہ میاں جی نے تمہاری والدہ یعنی طاہرہ خاتون کو بتائے بغیر ثمینہ سے شادی کر لی اور اس کی رہائش کا ایک علیحدہ انتظام کر دیا۔

ان دنوں میاں جی کے حواس پر یہ ثمینہ خاتون پوری طرح چھا چکی تھی۔ پھر مزید بدقسمتی کہو یا اسے قدرت کا ایک بدترین حادثہ کہ ثمینہ خاتون اور تمہاری ماں کے ہاں تقریباً" ساتھ ساتھ بچے ہوئے دونوں کو میاں جی نے پرائیوٹ اسپتال کے ایک ہی کمرے میں رکھا لیکن ثمینہ خاتون انتہائی بری اور انتقامی عورت ہے اس کے ہاں ایک ایسی بچی نے جنم لیا جس کی پیدائش کے وقت ہی ٹانگیں خراب تھیں یعنی وہ اپاہج تھی۔ جبکہ تمہاری ماں کے ہاں جڑواں بچے پیدا ہوئے ایک تم اور ایک تمہارے بھائی جس کا نام آفاق ہے۔ ثمینہ خاتون نے بڑی ساز بازی سے کام لیا۔ اس کی بچی کی پیدائش کے وقت ہی نرسوں نے اسے بتا دیا تھا کہ اس کی بچی کی ٹانگیں خراب ہیں اور وہ چل پھر نہیں سکے گی لہٰذا ثمینہ خاتون نے ولادت کے وقت موجودہ نرس سے ساز باز کر کے ایک ایسا کام کیا جس کے برے نتائج بعد

میں سب کو بھگتنے پڑے اور وہ یوں کہ اس نے اپنی اپاہج بچی کو تو تمہاری ماں کو دے دیا اور تمہیں لے کر اس نے خود پالنا شروع کر دیا۔ اس نے اپنی اپاہج بچی تمہاری اصل ماں کے حوالے کر دی اور اس کی صحیح بیٹی یعنی تمہیں اس سے لے کر خود پال لیا۔ تمہاری ماں کو اسکی خبر نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے کہ تمہاری موجودہ ماں یعنی ثمینہ خاتون کے ہاں بچی کچھ پہلے ہوئی تھی جبکہ تم نے اس کے بعد جنم لیا تھا۔ لہٰذا اس ثمینہ خاتون نے پہلے ہی ساز باز کر کے اپنی بچی تم سے تبدیل کر لی اس طرح تمہیں اصل ماں سے جدا کر دیا گیا۔

اس کے بعد یہ ثمینہ خاتون اپنی سازش کا جال مزید پھیلاتی چلی گئی۔ اس کے ہاں مزید کوئی اولاد نہ ہوئی جس پر اسے تشویش پیش ہوئی۔ ڈاکٹروں سے مشورہ کرنے کے بعد اسے یہ خبر ہوئی کہ اس کے ہاں مزید کوئی اولاد نہیں ہو سکتی لہٰذا اس نے تمہاری طرف دھیان دینا شروع کیا۔ اسے یہ بھی خدشہ تھا کہ اگر تمہاری اصل ماں یعنی طاہرہ خاتون بھی میاں جی کے ساتھ رہی تو اس کے چونکہ دو بیٹے ہیں لہٰذا اس کے بیٹے ہی ساری جائداد کے مالک اور وارث ہو جائیں گے لہٰذا اندر ہی اندر اس ثمینہ خاتون نے میاں جی کو تمہاری ماں سے متنفر کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ وقت بھی آیا کہ تمہاری ماں اور میاں جی کے درمیان لڑائی جھگڑا اور فساد رہنے لگا جس کے نتیجے میں تمہاری ماں کو میاں جی نے طلاق دے کر فارغ کر دیا۔ تمہاری ماں بیچاری اپنے بھائی کے پاس چلی گئی او رمیاں جی نے دوسرا بڑا ظلم یہ کیا کہ طلاق دیتے وقت تمہاری ماں کو کچھ بھی نہ دیا اور تمہاری ماں اپنے کپڑوں اور اپنے بچوں کو سمیٹ کر چلی گئی۔ میاں جی شاید ایسا نہ کرتے لیکن یہ سب کچھ انہوں نے اس ثمینہ خاتون کے کہنے پر کیا تھا۔

تمہاری ماں بیچاری اپنے بھائی کے پاس جا کر رہنے لگی جن کی کوئی اولاد نہ تھی۔ ان کی بیوی بانجھ تھی جو مر چکی تھی اور ان دنوں انہوں نے موہنی روڈ کے قریب ایک عمارت میں قیام کر رکھا تھا۔ تمہارے ماموں جن کا نام کرامت اللہ

ہے گو وہ پڑھے لکھے ہیں لیکن شروع ہی سے وہ ایک پینٹر کا کام کرتے تھے اس میں کچھ زیادہ آمدنی نہ تھی بہرحال وہ اپنی بہن اور اس کے بچوں کا پیٹ پالتے رہے۔ تمہاری ماں نے بھی بڑی بھاگ دوڑ کی۔ ایک دو جگہ اسکول میں نوکری کر کے بیچاری بچوں کو تعلیم دلواتی رہی لیکن اسی تگ و دو میں اسے ٹی بی ہو گئی۔ اس کے بھائی یعنی تمہارے ماموں کرامت نے بہت علاج کروایا۔ لیکن وہ ایک دکھی خاتون تھی جانبر نہ ہو سکی۔ لہٰذا اسی بیماری نے ان کی جان لے لی۔ یہاں تک کہتے کہتے ثروت کو رک جانا پڑا کیونکہ عروج بیچاری اپنی ماں کے مرنے کا سن کر سسکیاں اور ہچکیاں لے کر رونے لگی تھی۔

گفتگو کا سلسلہ جاری رکھنے کے بجائے ثروت اب روتی اور سسکیاں لیتی ہوئی عروج کو سنبھالنے لگی تھی۔ کچھ دیر تک ایسا ہی سماں رہا۔ عروج بیچاری ہچکیاں لے لے کر روتی رہی اور ثروت اسے سنبھالتی رہی۔ یہاں تک کہ عروج نے اپنے بہتے آنسو پونچھ لیے اپنے آپ کو کسی قدر سنبھالا پھر اس نے ثروت کو مخاطب کر کے پوچھا میری بہن یہ تو کہو میرے ماموں میری دونوں بہنیں اور میرے دونوں بھائی کہاں رہتے ہیں اس پر ثروت پھر بولی اور کہنے لگی۔

سنو عروج گو میاں صاحب نے ناعاقبت ''اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمہاری ماں کو طلاق دی تھی۔ اسی طلاق کی وجہ سے شاید وہ بیچاری ٹی بی جیسے موذی مرض کا شکار ہوئی۔ پھر اسی بیماری کے باعث وہ چل بسی۔ لیکن بعد میں میاں صاحب کو اس کا احساس ضرور ہوا انہوں نے اپنے بچوں کو تلاش کر لیا تھا اور وہ ان سے ملنے جایا کرتے تھے اکثر میں نے ان کا پیچھا کیا۔ کئی بار میں نے دیکھا کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں اور اپنی دونوں بیٹیوں کو منا کر اپنے گھر لانا چاہتے تھے پر وہ دونوں معاملے میں شدت پسند ہو چکے ہیں۔ تاہم ان چاروں کا آپس میں ایک مثالی اتفاق اور اتحاد ہے۔ میاں صاحب سے میرے خیال میں وہ شدید نفرت کرتے ہیں اور جب کبھی بھی یہ ان سے گفتگو کرنے یا انہیں منانے جاتے ہیں تو

وہ ان سے گفتگو کرنے کے بھی روادار نہیں میاں صاحب کی ان سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ وہ چاروں بہن بھائی ایک بار پھر انہیں ابو' باپ یا پاپا کہہ کر پکاریں۔ لیکن وہ چاروں بہن بھائی بھی اپنی جگہ پر ایسے اولو العزم ہیں کہ انہوں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ میاں صاحب کو باپ تسلیم کر کے نہیں دینا۔

میں سمجھتی ہوں کہ ان دنوں میاں صاحب کی اپنے ان چاروں بچوں سے محبت اپنے عروج پر پہنچ چکی ہے ریگل چوک کے پاس جس عمارت میں وہ چاروں بہن بھائی اپنے ماموں کے ساتھ رہتے ہیں وہ عمارت ایک ایسی عورت کی تھی جس کے چار بیٹے ہیں اور چاروں کے چاروں اس وقت کینیڈا میں ہیں۔ اس عورت کے ان چار بیٹوں میں سے دو ڈاکٹر ہیں اس عمارت کے سامنے اس عورت نے اپنے ان بیٹوں کے لئے اسپتال قائم کرنے کے لئے ایک نئی عمارت بنوائی تھی۔ اسی عمارت کو میاں صاحب نے خرید کر تمہارے لئے اسپتال بنا دیا ہے اسی عمارت کے سامنے ایک اور عمارت ہے۔ جو شاید مغلیہ دور کی بنی ہوئی ہے ۔ اسی عمارت کے اندر تمہارے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں اور ماموں رہتے ہیں۔ یہ عمارت بھی میاں صاحب نے خرید لی ہے اور تمہیں سن کر حیرت ہو گی کہ یہ عمارت خرید کر میاں صاحب نے اپنے چھوٹے بیٹے آفاق کے نام کر دی ہے۔ یہاں تک کہتے کہتے ثروت کو چپ ہونا پڑا اس لئے کہ عروج بولی اور فوراً اس نے پوچھا۔

ثروت میری بہن پہلے یہ تو کہو کہ میری بہنوں اور میرے بھائیوں کے نام کیا ہیں۔ اس پر ثروت ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگی۔

سنو عروج سب سے بڑے تمہارے بھائی ہیں جن کا نام آصف ہے اس سے چھوٹی تمہاری بہن صدف اور اس کے بعد تم آفاق دونوں جڑواں بہن بھائی ہو۔ جبکہ تمہاری دوسری بہن کا نام صوبیہ ہے اور وہ تمہاری سوتیلی ماں یعنی ثمینہ خاتون کی بیٹی ہے۔ میں تمہیں یہ بھی بتاتی چلوں کہ اپنے بہن بھائیوں کا سامنا کرتے وقت تمہیں کچھ دشواریوں کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔اس پر عروج نے چونک کر پوچھا وہ کیا۔ ثروت کہنے لگی۔ وہ کچھ یوں کہ تمہارے بڑے بھائی آصف اور تمہاری اپاہج بہن جو تمہاری سوتیلی ماں ثمینہ خاتون سے ہے شکل آپس میں ملتی جلتی ہے اور یہ دونوں اپنی شکل و صورت میں میاں صاحب پر ہیں جبکہ صدف' آفاق اور تمہاری شکل و صورت آپس میں ملتی ہے جب تم اپنے بہن بھائیوں کے پاس جاؤ گی تو وہ تمہیں میرے خیال میں کسی قدر تمہاری ان سے ملتی جلتی صورت کی بناء پر شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھیں گے بہرحال تم محتاط رہنا۔ اور یہاں ایک بات میری یاد رکھنا اگر تم نے ان سے گھلنے ملنے یا اپنا آپ ظاہر کرنے میں جلد بازی سے کام لیا تو یاد رکھنا جس طرح وہ میاں صاحب سے نفرت کرتے ہیں اس طرح وہ تم سے بھی نفرت کرنا شروع کر دیں گے۔ اور پھر زندگی بھر تم اپنے بہن بھائیوں کی محبت اور ہمدردی حاصل نہ کر سکو گی۔

تمہارا چھوٹا بھائی جس کا نام آفاق ہے وہ تمہاری دونوں بہنوں صدف اور صوبیہ کی کمزوری ہے وہ دونوں نہ صرف یہ کہ دیوانگی کی حد تک اس سے محبت کرتی ہیں اور اس کا خیال رکھتی ہیں بلکہ جو وہ بات کہتا ہے وہ ان دونوں کے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ وہ اس بناء پر کہ ایک تو صدف اور آفاق دونوں کی شکل و صورت آپس میں ملتی ہے اور پھر میں نے ان کے ماموں سے یہ بھی سنا ہے کہ یہ دونوں بہن بھائی شکل و صورت میں اپنی ماں طاہرہ پر ہیں جو تمہاری سگی ماں تھی۔ آفاق کا چہرہ چونکہ اپنی ماں پر ہے لہٰذا اس کے ماموں کرامت اور یہ دونوں بہنیں اور بڑا بھائی آصف بھی اسے دیوانگی کی حد تک پیار کرتے ہیں۔ چھوٹا بھائی جس کا نام آفاق ہے۔ اسے اس کے ماموں او ربہنیں اور بھائی پیار میں افی کہہ کر پکارتے ہیں۔

جہاں تک تمہارے بڑے بھائی کا تعلق ہے وہ بیچارہ بڑا ہمدرد انسان ہے۔ ابھی تک اس کی شادی بھی نہیں ہوئی۔ جس وقت میاں صاحب نے تمہاری ماں کو طلاق دی دے تھی تو وہ اپنے بہن بھائیوں میں چونکہ سب سے بڑا تھا لہٰذا

ساری ذمہ داری ماموں کے بعد اسی پر آن پڑی تھی۔ تمہاری ماں نے اور ماموں نے بتیری کوشش کی کہ وہ اپنی تعلیم مکمل کرے جس وقت میاں صاحب نے تمہاری ماں کو طلاق دی اس وقت وہ آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا پر یہ ایسا سیانہ ایسا درد مند اور دانشمند بیٹا ہے کہ سکول کے بعد یہ ایک ورکشاپ میں چلا جاتا اور وہاں ڈسٹنگ پینٹنگ کا کام سیکھتا رہا پھر اس نے آٹھویں کے بعد چھوڑ دیا اور ڈسٹنگ پینٹنگ کا کام باقاعدہ کرنے لگا اور اپنی ماں کو کچھ کما کے دینے لگا ساتھ ہی ساتھ پرائیوٹ طور پر اس نے اپنی پڑھائی بھی جاری رکھی اور ڈسٹنگ پینٹنگ کی حیثیت سے کام کرتے ہوئے اس نے میٹرک بھی کر لیا۔

جہاں تک تمہارے چھوٹے بھائی آفاق کا تعلق ہے جسے پیار سے افی کہہ کر پکارتے ہیں۔ تو وہ ایم ایس سی فائن آرٹ ہے اس نے جس وقت ایف ایس سی کیا۔ تو تمہاری ماں طاہرہ فوت ہو گئیں۔ ماں کے مرنے کا اسے ایسا صدمہ دکھ اور غم ہوا کہ اس نے پڑھائی ترک کر دی پھر یہ گھر سے ہی بھاگ گیا۔ اسے شروع سے ہی مصوری پسند تھی اور یوں جانو کہ وہ بچپن ہی سے پینٹنگ کرتا تھا چونکہ تمہارے ماموں بھی پینٹر تھے لہٰذا مصوری کی ابتدائی تعلیم اس نے اپنے ماموں ہی سے حاصل کی۔ ایف ایس سی کرنے کے بعد جب تمہاری ماں مر گئی تو اس افی کو ایسا صدمہ پہنچا کہ یہ گھر سے ہی بھاگ گیا۔ کچھ عرصہ یہ چنیوٹ میں رہا اس کے بعد کچھ عرصہ گوجرا اور سرگودھا کے ایک شہر سلاں والی میں رہا۔ یہاں یہ لکڑی کی ڈیکوریشن کا کام سیکھتا رہا اور اس کام میں اس نے خوب مہارت کی اس کے بعد یہ کراچی بھاگ گیا وہاں بھی کچھ عرصہ یہ مصوری اور لکڑی کی اشیاء بنانے کا کام کرتا رہا پھر تمہارے بڑے بھائی آصف کو کراچی میں اس کے ٹھکانے کا علم ہو گیا لہٰذا وہ کراچی گیا اور آفاق کو لاہور لے آیا۔ دوبارہ اسے کالج میں داخل کرایا گیا۔ اس کا خیال رکھا گیا اور اس کی ڈھارس بندھائی گئی۔ یہاں تک کہ اس نے فائن آرٹ میں ایم ایس سی کر لیا۔ اب اس نے پبلک سروس کمیشن کا امتحان دے

رکھا ہے اور رزلٹ کا انتظار کر رہا ہے۔ تاہم یہ ایسا محنتی بچہ ہے کہ ایبٹ روڈ پر جو سینما ہیں ان میں سے زیادہ کے فلموں کے پوسٹر یہی بناتا ہے کچھ فلمساز اداروں سے بھی اس کا کنٹیکٹ ہے وہاں بھی یہ فلموں کے پوسٹر بناتا ہے کچھ پبلشرز سے بھی اس کے رابطے ہیں انہیں کتابوں کے ٹائٹل بنا کے دیتا ہے پھر پینٹنگ کی ایک دکان میں بھی پارٹ ٹائم جاب کرتا ہے اس کے علاوہ رات کے وقت اپنے گھر میں بھی مصوری کرتا ہے۔ اور مختلف چیزیں بنا کر بازار میں فروخت کرتا ہے۔

جہاں تک تمہاری بڑی بہن کا تعلق ہے تو وہ گریجویٹ ہے اور ڈیوس روڈ پر کسی فرم میں ملازمت کرتی ہے۔ تمہاری دوسری بہن صوبیہ نے بھی بی اے کیا ہوا ہے لیکن چونکہ یہ اپاہج ہے اور بیساکھیوں کے سہارے چلتی ہے۔ شروع میں اس نے بھی ایک پرائیویٹ سکول میں ملازمت شروع کی تھی لیکن اسکول کی اسٹوڈنٹ چونکہ اس کی بیساکھیوں اور اس کی معذوری کا مذاق اڑاتی تھیں۔ لہٰذا اس نے اسکول میں پڑھانا ترک کر دیا آج کل وہ بے کار ہی ہے۔ اور گھر پہ ماموں کے پاس رہتی ہے۔

جہاں تک تمہارے اسپتال کا تعلق ہے وہ تو بالکل مکمل ہے۔ میں نے اور میرے شوہر نے دن رات محنت کر کے اس کی تکمیل کا کام کیا ہے اس لئے کہ میاں صاحب تو وہاں جا نہیں سکتے۔ اگر میاں صاحب وہاں جائیں تو تمہارے بہن بھائیوں کو بھی خبر ہو جائے کہ یہ عمارت ان کے باپ نے خریدی ہے لہٰذا میرے خیال میں وہ فوراً" وہاں سے نکل کر کسی اور طرف چلے جائیں اس لئے میاں صاحب تو پس منظر میں ہی رہے ہیں میں اور میرے میاں نے یہ سارا کام کیا ہے۔ تمہارے اسپتال میں دو آپریشن تھیٹر بھی مکمل ہو چکے ہیں۔ ہر طرح کے اسپشلسٹوں سے بھی رابطہ قائم ہو چکا ہے اور ان کے ساتھ دن اور وقت بھی مقرر کئے جا چکے ہیں۔ اب صرف تمہاری آمد کا انتظار تھا۔ میاں صاحب کہہ رہے تھے جونہی عروج آئے وہ صوبائی وزیر صحت کے ہاتھوں اسپتال کا افتتاح کر کے اس کا

کام شروع کر دیں گے۔

تمہارے اسپتال کی عمارت کے ساتھ جو میاں صاحب نے عمارت خریدی ہے جو انہوں نے اپنے چھوٹے بیٹے آفاق کے نام کی ہے۔ اس میں بھی بھانت بھانت کے لوگ رہتے تھے۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ یہ ایک پرانی مغلیہ دور کی عمارت ہے اس کے تین کمرے تمہارے بہن بھائیوں کے پاس ہیں باقی کے کمرے بھی مختلف لوگوں کے پاس ہیں جن سے ملکر تمہیں ان سے متعلق خود بخود معلومات ہو جائے گی۔ ہاں جو سب سے زیادہ اہمیت کی بات ہے وہ یہ کہ اس عمارت کے دو کمرے ایک ایسی لڑکی کے پاس ہیں جو اپنی ملازمہ کے ساتھ وہاں رہتی ہے۔ یقین جانو میں نے اپنی زندگی میں ایسی خوبصورت اور پرکشش لڑکی نہیں دیکھی۔ میں اس کا بغور جائزہ لیتی رہی ہوں۔ وہ تمہارے چھوٹے بھائی آفاق یعنی افی سے ٹوٹ کر پیار کرتی ہے۔ پہلے عام لوگوں کا خیال تھا کہ وہ کہیں ملازمت کرتی ہے اور اپنی کسی رشتے دار خاتون کے ساتھ اس نے اس عمارت میں دو کمرے کرائے پہ لے رکھے ہیں اور وہاں رہتی ہے لیکن میں شروع سے ہی اس لڑکی سے متعلق شک اور شبے میں تھی۔ پھر میرے شک اور شبے کو ایک روز اس وقت تقویت ہوئی جب میں نے اس لڑکی کو ایک روز مال پہ ہنڈا سوک چلاتے ہوئے۔ دیکھا اس کے بعد پھر میں نے اسے ایک بار انار کلی میں شاپنگ کرتے ہوئے دیکھا ایک مرتبہ وہ خود پیجرو چلا رہی تھی۔

لہٰذا میں اس لڑکی سے متعلق مزید شک اور شبے میں پڑ گئی۔ پھر میں نے ایک روز اسکا پیچھا کیا۔ تب مجھ پر انکشاف ہوا کہ وہ لڑکی کسی بہت بڑے سرمایہ دار کی بیٹی ہے۔ اس کی رہائش گلبرگ مین مارکیٹ کے قریب ہے۔ پھر میں نے اس لڑکی کے متعلق معلومات حاصل کیں تو پتا چلا اس کا تعلق ایک بڑے یوں کہہ سکتی ہو کہ ارب پتی خاندان سے ہے۔ فیصل آباد میں ان کی ملیں بھی ہیں۔ لاہور میں بھی ان کا وسیع کاروبار ہے وہ ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہے۔

مزید پتا چلا کہ وہ چونکہ تمہارے چھوٹے بھائی افی سے محبت کرتی ہے لہٰذا اس نے افی پر یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ کسی بڑے خاندان سے تعلق رکھتی ہے بلکہ اس نے عمارت کے لوگوں اور افی پر یہی ظاہر کیا ہوا ہے کہ وہ ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھتی ہے اور لاہور کے کسی آفس میں ملازمت کرتی ہے۔ جو عورت اس کے ساتھ رہ رہی ہے اسے وہ اپنی رشتے دار بتاتی ہے جبکہ حقیقت میں وہ اس کی ملازمہ ہے۔ جو کچھ میں اس لڑکی کے متعلق سمجھی ہوں وہ کچھ یوں ہے کہ وہ لڑکی جس کا نام سندس ہے تمہارے چھوٹے بھائی آفاق سے بے پناہ محبت کرتی ہے۔ اسے شاید خدشہ تھا کہ اگر وہ اپنے اصل روپ میں آفاق کے سامنے آئی تو شاید وہ اسے ایک امیر و کبیر لڑکی جان کر اسے کوئی اہمیت نہ دے اور اس کی طرف مائل ہونے کی کوشش نہ کرے۔ جبکہ ایک متوسط طبقے کی لڑکی کی حیثیت سے شاید وہ آفاق کی محبت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

اور سنو عروج ایسا ہی ہوا۔ میں تمہارے اسپتال کی تکمیل کے سلسلے میں چونکہ گذشتہ کئی ماہ سے اس عمارت میں آجا رہی ہوں لہٰذا میں نے تمہارے بھائی آفاق اور اس لڑکی کا بغور جائزہ لیا ہے شروع میں تمہارا بھائی اس لڑکی میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ بس اس سے اجنبی اور بیگانہ سا رہا لیکن اب مجھے یہ احساس ہونے لگا ہے کہ اب اس کی بیگانگی ختم ہو رہی ہے اور وہ اگر اس لڑکی سے محبت نہیں کرتا تو اس کے دل میں اس کے لئے تھوڑی بہت ہمدردی یا محبت کی رمق اور چاہت کی کرن ضرور پیدا ہو چکی ہے۔ پہلے میں نے دیکھا کہ وہ اس لڑکی کے کمرے میں نہیں جاتا تھا اب وہ لڑکی بلائے یا نہ بلائے اس کے کمرے میں جاتا ہے اس کے پاس بیٹھتا بھی ہے۔ اس کے ساتھ گپ شپ بھی کرتا ہے جب کہ تمہارا یہ بھائی اپنی ماں کے مرنے کے بعد انتہا درجے کا سنجیدہ ہو چکا ہے اور کسی کے ساتھ بھی فالتو گفتگو نہیں کرتا۔

میں نے اکثر دیکھا ہے کہ آفاق اب اس لڑکی کہ نام جس کا سندس ہے تے

گپ شپ بھی کرنے لگا ہے تاہم ابھی تک وہ اس لڑکی کے ساتھ باہر گھومنے نہیں جاتا اور اس لڑکی نے کئی بار کوشش کی کہ اسے اپنے ساتھ لے کر کہیں جائے لیکن ابھی تک یہ افی اس پر آمادہ نہیں ہوا۔ یہ تو تمہارے چھوٹے بھائی کے حالات ہیں لیکن میں تمہارے بڑے بھائی سے متعلق بھی تم پر ایک انکشاف کرنا چاہتی ہوں بشرطیکہ تم اسے سننے اور برداشت کرنے کا حوصلہ رکھو۔ ثروت کے ان الفاظ پر عروج نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر اس نے کسی قدر فکر مند انداز میں پوچھا۔

میرے بڑے بھائی سے متعلق تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ ثروت جواب دیتے ہوئے بولی۔ تمہارے "بھائی کے متعلق میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ وہ بڑا دکھی انسان ہے۔ چند ماہ قبل اسے جوائنڈیکس ہو گیا تھا پھر اس پر سرخ باد کا حملہ ہوا ان دونوں بیماریوں سے یہ بیچارہ بڑی مشکل سے بچا اسے میو ہسپتال کے گوجرانوالہ وارڈ میں داخل کیا گیا تھا وہیں اس کے پتے کا آپریشن ہوا۔ اسی آپریشن کے دوران ڈاکٹروں پر یہ انکشاف ہوا کہ اس کے جگر سے جو نالی آنت کی طرف جاتی ہے اس میں کینسر ہے وقتی طور پر اس کے

اوپر کے حصے جگر کے قریب سے ایک اور نالی ڈاکٹروں نے متبادل راستے کے طور پر لگا دی ہے تاہم تمہارے دوسرے بہن بھائیوں کو اس کا علم نہیں کہ ان کے بڑے بھائی کو کینسر ہے۔ اس لئے کہ آپریشن کرنے والے ڈاکٹروں نے انہیں بتایا ہی نہیں ان ڈاکٹروں کو کسی نے یہ بتا دیا تھا کہ یہ پکی مسلی فیملی ہے اور جس کا یہ سربراہ ہے لہٰذا ڈاکٹروں نے اس کی بیماری کو چھپائے رکھا۔ تاہم اس کی بیماری کے دوران میرا ان کے ہاں آنا جانا تھا۔ میں اسپتال میں اس کی عیادت بھی کرتی رہی تمہاری دونوں بہنیں بھی میرے پاس اٹھتی بیٹھتی رہیں اور اب میری وہ خوب جاننے والی ہو چکی ہیں۔ میں نے اسپتال سے پتا کرالیا تھا کہ تمہارے بھائی کو کینسر ہے تاہم ابھی اس کی اس کینسر کی بیماری کا کسی اور کو پتا نہیں ہے اسپتال والوں

نے جو اس کا ڈسچارج سرٹیفکیٹ دیا تھا وہ بھی میں نے لے کر پھاڑ دیا تھا تاکہ تمہاری بہنوں کو اس کا علم نہ ہونے پائے۔ یہاں تک کہنے کے بعد ثروت کو پھر رکنا پڑا اس لئے کہ دکھ اور غم کے باعث عروج کی آنکھوں سے پھر آنسو بہہ نکلے تھے اور ثروت ایک بار پھر اسے سنبھالنے لگی تھی۔

کچھ دیر بعد عروج جب سنبھلی تو ثروت پھر بولی اور کہنے لگی میں سلسلہ کلام یہیں ختم کرتی ہوں باقی کے حالات تمہیں اپنے بہن بھائیوں سے ملنے کے بعد خود ہی معلوم ہو جائیں گے ۔

لیکن ایک بات میری یاد رکھنا کہ فی الحال ان پر اپنی اصلیت ظاہر نہ کرنا اگر ایسا کرو گی تو ساری عمر پچھتاتی رہو گی اس لیے کہ وہ تم پر اعتبار نہیں کریں گے جب کہ وہ خود میاں صاحب پر بھی ان دنوں اعتبار نہیں کر رہے میاں صاحب اکثر و بیشتر ان سے ملنے جاتے ہیں لیکن وہ چاروں ان سے ملنے سے ہی انکار کر دیتے ہیں لہٰذا میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ ان کے اندر رہو ان کی خاطر خدمت کرو ان سے میل ملاپ رکھو ان کی ہمدردی ان کی درد مندی حاصل کرنے کی کوشش کرو پھر کسی مناسب موقع پر پہلے اپنے ماموں پر اس بات کا انکشاف کرنا کہ تو ان کی سگی بھانجی ہے پھر دوسرے نمبر پر اپنی بہن صدف سے رابطہ قائم کرنا وہ بڑی نرم اور حساس طبیعت کی لڑکی ہے وہ تمہاری گفتگو سن کر ضرور تمہیں اہمیت دیگی اور دوسرے بہن بھائیوں کو بھی تمہیں اپنانے پر آمادہ کرے گی ثروت شاید کچھ اور بھی کہتی پر اتنی دیر تک بیگج بیلٹ چل پڑی تھی لہٰذا عروج نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا آؤ اپنا سامان دیکھیں پھر باہر نکلتے ہیں میاں صاحب بڑی بے چینی سے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے دونوں اس کونے سے نکل کر ایک طرف آئیں عروج جب سامان کے لئے ٹرالی لینے گئی تو ثروت نے خود لپک کر ایک ٹرالی کھینچ لائی عروج مسکراتے ہوئے کہنے لگی ایک ٹرالی سے کام نہیں چلے گا میرے پاس کم از کم دو ٹرالی کا سامان ہے اس لیے کہ جو تم مجھے خط میں لکھتی رہی ہو کہ میرے

اور بہن بھائی بھی ہیں تو میں اپنے ان بہن بھائیوں کے لئے لندن سے بہت سا سامان بھی خرید کر لائی ہوں یہ ساری تفصیل جو تم نے مجھے اب بتائی ہے مجھے تم نے خط میں لکھ دی ہوتی اس پر ثروت بڑی ہمدردی سے کہنے لگی یہ تفصیل میں نے خطوں میں اس لیے نہیں لکھی کہ اس طرح تم فکر مند ہوتیں اور تمہاری پڑھائی کا حرج ہوتا یہ تو میں نے تمہاری بہتری اور بھلائی ہی کے لئے کیا ہے عروج جواب میں کچھ کہتی لیکن خاموش رہی چونکہ اس کا سامان آگیا تھا لہٰذا عروج کے کہنے پر ثروت نے قریب کھڑے دو پورٹر لڑکوں کو ہائر کیا جو ان کی نشاندہی پر سامان اٹھا اٹھا کر ٹرالیوں میں رکھنے لگے پھر وہ ائرپورٹ کی عمارت سے باہر نکلنے لگے تھے۔

سامان کی ٹرالیاں جب رضوان کی کار کے قریب آکر رکیں تو وہ چونکے کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلے بڑی تیزی سے لپکتے ہوئے عروج کی طرف بڑھے اور اسے پیشانی پر دو تین بوسے دیئے اور پھر وہ کسی قدر فکر مند ہو گئے اور عروج کی طرف دیکھتے ہوئے انھوں نے بڑی بے چینی میں پوچھا تمہاری آنکھیں سوج رہیں ہیں کیا تم روتی رہی ہو بیٹی،عروج نے ٹالتے ہوئے کہا پوری تفصیل میاں جی گاڑی میں بیٹھ کر بتاتی ہوں میرے پاس سامان تو اتنا ہے کہ یہ اپنی گاڑی کی ڈگی میں نہیں آئے گا اس پر رضوان ائرپورٹ کی عمارت کی طرف جاتے ہوئے کہنے لگے تم دونوں بہنیں سامان کے پاس کھڑی رہو میں رینٹ اے کار سے دو کاریں کرائے پر حاصل کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ تین گاڑیوں میں تمہارا سامان باآسانی آسکے گا عروج نے میاں جی کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھوڑی دیر بعد میاں جی نے دو اور گاڑیوں کا انتظام کیا اور سامان لانے والے دونوں پورٹر لڑکے تینوں گاڑیوں کی ڈگیوں میں سامان رکھ کر اور اپنا معاوضہ لے کر چلے گئے تھے۔

سامان جب رکھا جا چکا تو میاں جی گاڑی میں بیٹھ گئے عروج ان کے ساتھ اگلی نشست پر بیٹھی تھی جب کہ ثروت پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی تھی کار میں بیٹھتے ہوئے عروج نے رینٹ اے کار کے ڈرائیوروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم دونوں تھوڑی دیر کے لیے رکو پھر چلتے ہیں اس کے بعد وہ میاں جی کے ساتھ بیٹھی اور بڑے غور سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

میاں جی آج میں آپ سے ایک بات پوچھتی ہوں جس پر میری زندگی کا انحصار اور دارومدار ہے میں مانتی ہوں آپ نے میری بہترین پرورش کی ہے زندگی بھر میرا کوئی کہا نہیں ٹالا آج بھی وعدہ کیجئے جو میں پوچھوں گی وہ آپ سچائی اور حقیقت کے ساتھ کہیں گے عروج کے یہ الفاظ سن کر میاں جی کو کچھ تشویش ہوئی تھی وہ چونکے تھے اسٹیرنگ پہ ہاتھ رکھے ہی رکھے کہنے لگے تم پوچھو بیٹی میرا ضمیر پہلے سے مجرم ہے میں جان چکا ہوں تم کیا پوچھو گی میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ جو کچھ بھی تم پوچھو گی سچ کہوں گا اس پر عروج پھر بولی اور کہنے لگی۔

میاں جی کیا یہ ثمینہ خاتون میری سگی ماں ہے اس سوال پر میاں جی کا چہرہ پیلا ہو گیا تھا ان کی آنکھوں اور چہرے پر دنیا بھر کی اداسیاں اور افسردگیاں رقص کرنے لگیں تھیں پھر انھوں نے تھوک نگلتے ہوئے اپنا گلا صاف کیا اور بڑی مشکل سے کہنے لگے بیٹے مجھے اس حقیقت سے انکار نہیں ہے کہ ثمینہ خاتون تمہاری سگی نہیں سوتیلی ماں ہے اس پر عروج بری طرح برس پڑی اگر یہ میری سگی نہیں سوتیلی ماں ہے تو میں آپ سے پوچھتی ہوں میری حقیقی اور میری اصل اور سگی ماں کہاں ہے اس پر میاں جی مجرمانہ سے انداز میں کہنے لگے۔

بیٹے تمہارے بولنے کے انداز اور تمہاری گفتگو سے یوں لگتا ہے جیسے ثروت نے تمہیں سب تفصیل بتا دی ہے گو میں نے ثروت سے تمہیں یہ سارے حالات بتانے کے لیے کہا نہیں لیکن دلی طور پر میں خود بھی چاہتا تھا کہ تمہیں ان حالات کا اب علم ہو ہی جانا چاہئے بیٹے اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے اس ساری داستان اس ساری کہانی میں ایک مجرمانہ کردار ادا کیا ہے شاید ثروت تمہیں یہ بھی بتا چکی ہو گی کہ تم اکیلی نہیں ہو تمہاری دو بہنیں اور دو بھائی

اور بھی ہیں دوسری بہنوں میں سے صدف تمھاری سگی بہن ہے اور جو دوسری جس کا نام صوبیہ ہے اور جو اپاہج ہے وہ ثمینہ خاتون سے ہے بہرحال وہ بھی تمھاری بہن ہے تمھارے دو بھائی ہیں بڑے کا نام آصف ہے اور چھوٹے کا نام آفاق ہے دیکھو میری بیٹی تیری ماں کا نام طاہرہ تھا وہ انتہائی مخلص انتہائی وفا شعار اور قربانی اور ایثار کا جذبہ رکھنے والی خاتون تھی یہ میری ہی بدبختی تھی میری بچی کہ میں اس کی قدر نہ کرسکا دراصل اس ساری بدبختی اس ساری تباہی کی محرک یہ ثمینہ خاتون ہے کاش میں نے اس عورت کو اپنے ہاں ملازم نہ رکھا ہوتا کاش میں نے اس سے شادی نہ کی ہوتی تو آج مجھے یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا کہ مجھے خود میرے بیٹے اور بیٹیاں باپ تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں عروج نے دیکھا اس موقع پر میاں جی کی آنکھوں سے موسلادھار سے انداز میں آنسو بہہ نکلے تھے وہ خاموش ہو گئے تھے کہ ان کی آواز ٹوٹنے اور بکھرنے لگی تھی ہلکی ہلکی ہچکیاں اور سسکیاں ان کے گلے سے نمودار ہونے لگیں تھیں ان کی یہ حالت دیکھتے ہوئے عروج بیچاری بھی پگھلنے لگی تھی تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہی اس کی اپنی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ نکلے تھے پھر کسی قدر میاں جی نے اپنے آپ کو سنبھال لیا ذرا کھنکار کر گلا انھوں نے صاف کیا اپنی بھیگی آنکھیں رومال سے خشک کیں گردن مجرمانہ انداز میں ان کی جھکی رہی انتہائی بے بسی کی حالت میں ان کے ہاتھ اسٹیرنگ پر پھیلتے رہے پھر عروج کی طرف دیکھے بغیر وہ لرزتی اور کپکپاتی آواز میں کہنے لگے۔

سن عروج میری بیٹی اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اپنے ضمیر کا قیدی اور اپنی اولاد کا بدترین مجرم ہوں میں وہ شخص ہوں جو انائے حرص و ہوس کے آگے جھک کر اپنے دامن میں آگ بھرتا رہا تمھاری ماں طاہرہ میرے لیے شب نگاروں میں کرنوں کے طائر اور ایسی ہنسی تھی جو بکھر کر قہقہوں میں ڈھلتی تھی وہ میرے جذبوں کی بنیاد ہی نہیں بلکہ میرے لیے اور میرے بچوں اور میرے مستقبل کے لیے ڈھلی ڈھلی صبح کھلی کھلی دھوپ کرن کرن جگمگاہٹ اور کلی کلی مسکراہٹ تھی یہ میری اپنی ہی بدقسمتی تھی کہ اسے چھوڑ کر میں عکس خیال کے رنگ جمال کے پیچھے بھاگتا رہا میں مجرم آہٹوں کا تعاقب کرتا رہا دھیمے دھیمے میں خزاں رسیدہ درختوں سے باتیں کرنے والی ہواؤں کے پیچھے پڑا رہا یوں میں اپنی ذات کے حصار قرب طاہرہ کی محبت اور اپنی اولاد کے جذبہ ایثار سے محروم ہو کر دھند میں لپٹی احساس کی وحشت کا شکار ہو کر رہ گیا۔

عروج میری بیٹی مجھے اس سے انکار نہیں کہ مجھ سے غلطیاں ہوئیں تمھاری ماں سے جس وقت میری شادی ہوئی تھی اس وقت میں ایک قلاش اور غریب ترین انسان تھا اس مقام تک مجھے پہنچانے میں تمھاری ماں طاہرہ کا خون پسینہ شامل ہے اس نے دن رات ایک کر کے نہ صرف اپنے گھر کو سنبھالا بلکہ پیسہ کمانے کے بھی فن مجھے اسی نے سکھائے وہ ایک پڑھی لکھی خاتون تھی اور پھر یہ کہ اجنبی اور ناآشنا بھی نہ تھی میری قریبی رشتے دار تھی وہ بیچاری میرے ماموں کی بیٹی تھی پر میں نے اس کے ساتھ دغا اس کے ساتھ بے وفائی کی مجھے اس کاروبار میں جس میں آجکل کروڑوں روپے کما رہا ہوں اسی نے لگایا اسی نے اس کاروبار کی بنیاد رکھی میری بدقسمتی دیکھو کہ اسے ہی میں نے اس سارے کام سے محروم کر کے بلکہ اپنے آپ سے بھی جدا کر دیا میری بیٹی میری بچی میں جانتا ہوں صدف صوبیہ اور آصف اور آفاق کی طرح تم بھی مجھ سے نفرت کرنے لگو گی لیکن اس میں تم لوگوں کا کوئی قصور نہیں میں نے کام ہی ایسے کیے ہیں میرے جرائم ہی ایسے مجرمانہ ہیں کہ ان کے عوض جس قدر بھی مجھ سے نفرت کی جائے کم ہے دیکھو میری بیٹی تمھارے سامنے میں نے اپنے جرائم کو تسلیم کر کے اپنا بوجھ کافی حد تک ہلکا کر لیا ہے اب تمھاری مرضی جو چاہے میرے حق میں فیصلہ کرو میں اسے بخوشی قبول کر لوں گا۔

لیکن ایک بات میں تم سے کہوں میری بچی کہ یہ بات ذہن میں رکھنا ہے

شک وقتی طور پر اس ثمینہ خاتون کے ابھارنے اور انگیخت کرنے پر میں نے تمھاری ماں کو طلاق دے دی تھی لیکن میں اسے دل سے نہ نکال سکا میں اپنے بچوں کو نہیں بھول سکا جب اس ثمینہ خاتون کا مکروفریب اور اس کی عیاریاں مجھ پر ظاہر ہوئیں تو میں اپنی بیوی اور اپنے بچوں کو تلاش کرنے کے لیے نکلا میں نے شہر کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن دیر ہو چکی تھی جس وقت میرے بچے ریگل چوک کی ایک عمارت کے قریب مجھ سے ملے میری بیٹی اس وقت تک تمھاری ماں ظاہرہ اس دنیائے فانی سے کوچ کر چکی تھی یہاں تک کہتے کہتے میاں جی رک گئے ان کی آنکھوں سے پھر موسلادھار آنسو بہنے لگے تھے ان کی باتوں سے عروج پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ وہ بیچاری گردن جھکا کر ہچکیوں اور سسکیوں میں رونے لگی تھی کار کے اندر تھوڑی دیر تک ایسا ہی سماں رہا جب کہ پچھلی نشست پر بیٹھی ثروت بھی رو رہی تھی اور ہاتھ آگے بڑھا کر عروج کے کندھے دباتے ہوئے اسے ڈھارس اور تسلی دینے کی بھی کوشش کر رہی تھی کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا پھر عروج نے اپنے آپ کو سنبھالا اور میاں جی کو وہ مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

میاں جی اگر آپ برا نہ مانیں تو میں اپنے بہن بھائیوں کے پاس جا کر رہوں گی اس پر میاں جی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگے یہ غضب مت کرنا بیٹی اگر تم نے ابھی جا کر ان پر ظاہر کر دیا کہ تم ان کی بہن ہو تو وہ یہ کبھی تسلیم نہیں کریں گے کہ تم ثمینہ خاتون کی بیٹی کے بجائے ان کی ماں کے بطن سے ہو میری بیٹی ماں کی بے بسی اس کی لگاتار بیماری نے ان سب کو ہٹ دھرم اور ضدی بنا دیا ہے خصوصیت کے ساتھ چھوٹا بیٹا آفاق باقی کی نسبت سب سے زیادہ ضدی ہے میں نے ایک بار اس کے ماموں کرامت اللہ سے بات کی تھی اس کا کہنا یہ تھا کہ یہ ضدی اور ہٹ دھرم اس لئے ہے کہ باقی بچوں کی نسبت یہ ماں سے زیادہ پیار اور محبت کرتا تھا اس کا ماموں کہتا تھا کہ میٹرک کرنے تک یہ اپنی ماں ہی کے ساتھ سوتا رہا ہے اور رات کے پچھلے پہر جب اس کی ماں کو عبادت یا گھر کے کام کاج کے لیے اٹھنا ہوتا تھا تو وہ اس کے سامنے گول سا تکیہ رکھ دیتی تھی تاکہ وہ اسی سے لپٹ کر سوتا رہے ماں کی بے بسی اور اس کی بیماری اور موت نے چھوٹے کو انتہائی جذباتی اور ضدی بنا دیا ہے خصوصیت کے ساتھ میرے خلاف میری تو وہ کوئی بات سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہے نہ ہی مجھے باپ کہنے پر وہ آمادہ ہے لہٰذا میری بیٹی اگر تو بھی ان کے اندر جا کر رہے گی تیرے ساتھ بھی وہ ایسی ہی ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کریں گے اور تو بھی ان کے ساتھ اپنے رشتے اور اپنے روابط کو مستحکم کرنے کے لئے ترس کر رہ جاؤ گی۔

اس پر عروج نے کچھ سوچا پھر وہ اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہنے لگی میاں جی پہلے مجھے یہ بتایئے کہ جس عمارت میں آپ نے میرے لئے اسپتال قائم کیا ہے وہ ہے کیسی اور کتنی بڑی ہے اس پر میاں جی بولے اور کہنے لگے دیکھ بیٹی وہ کافی بڑی عمارت ہے چار منزلوں پر مشتمل ہے گراؤنڈ فلور میں زیادہ تر دکانیں ہیں جن میں میڈیکل اسٹور کچھ فروٹ اور کچھ جنرل اسٹور کی دکانیں بھی ہیں اور ان سے ہی تمھیں اچھی خاصی آمدنی ہو گی اسپتال کی ریسپشن ایمرجنسی اور او۔ پی۔ ڈی وغیرہ سب نیچے ہیں فرسٹ فلور پر دو آپریشن تھیٹر کے علاوہ زنانہ اور مردانہ سرجیکل وارڈ ہیں میڈیکل اور دیگر وارڈ اوپر کی منزلوں پر ہیں یہ عمارت شروع ہی میں ہسپتال ہی کے لیے بنائی گئی تھی جس خاتون نے یہ عمارت بنائی تھی اس کے دونوں بیٹے ڈاکٹر تھے اور کینیڈا میں مقیم تھے وہ اپنے بیٹوں کو منگوا کر یہاں ہسپتال کھلوانا چاہتی تھی لیکن اس کی خواہش پوری نہ ہو سکی اس کے بیٹے مستقل طور پر کینیڈا میں سیٹل ہو گئے اور اپنی ماں کو بھی انھوں نے وہیں بلا لیا لہٰذا اس خاتون نے وہ عمارت ہمارے ہاں بیچ دی اس پر عروج پھر بولی اور پوچھنے لگی۔

میاں جی گراؤنڈ فلور میں کچھ کمرے خالی نہیں ہیں اس پر میاں جی پھر بولے کہنے لگے عمارت کے سامنے والے حصے میں تو دکانیں ہیں ایک سائیڈ پہ ریسپشن اور ایمرجنسی ہے دوسری سائیڈ پہ او۔پی۔ڈیز ہیں او۔پی۔ڈیز کے ساتھ

ی زنانہ اور مردانہ علیحدہ انتظار گاہیں ہیں ہاں عمارت کے پشت کی طرف کچھ
کمرے خالی ہیں جنھیں اسپیشل روم کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے اس پر عروج
فوراً بولی اور کہنے لگی۔

میاں جی انھی کمروں میں میں اپنی رہائش رکھوں گی ثروت اور اس کے میاں
کی رہائش بھی وہیں ہو گی اس طرح ہم تینوں اسپتال میں رہ کر اسپتال کو بہتر طور
پر چلانے کے ساتھ ساتھ اس کی اچھی نگرانی بھی کر سکیں گے اس عمارت میں
رہتے ہوتے میں اپنے بہن بھائیوں سے میل ملاپ رکھ سکوں گی ان سے ملتی
رہوں گی ان سے ہمدردانہ رویہ اور برتاؤ کا مظاہرہ کروں گی اور مجھے امید ہے کہ
ایک نہ ایک روز وہاں رہتے ہوئے میں اپنے بہن بھائیوں کا دل جیتنے میں کامیاب
ہو جاؤں گی اور جس روز میں ایسا کروں گی میں سمجھوں گی میں نے زندگی بھر
کامیابیاں حاصل کر لی ہیں سنیں میاں جی جب وہ مجھ سے مانوس ہو جائیں گے
مجھے امید ہے کہ میں انھیں آپ سے بھی مانوس کرنے میں کامیاب ہو جاؤں
لہٰذا ہم سب کی بہتری اسی میں ہے کہ مجھے گھر میں رہنے کے بجائے اسپتال ہی میں
رہائش کرنی چاہیے تاکہ میں اپنے بہن بھائیوں سے رابطہ رکھ سکوں۔

ہاں میاں جی ثروت یہ بھی بتا رہی تھی کہ اسپتال کے سامنے کی ایک عمارت
میں میرے بہن بھائی رہ رہے ہیں اس میں دوسرے بھی کرایہ دار ہیں اور یہ کہ
عمارت بھی آپ نے خرید لی ہے ثروت کہہ رہی تھی کہ وہ کسی مغلیہ دور کی
عمارت لگتی ہے اور بوسیدہ ہے اس پر میاں جی چونک کر بولے اور کہنے لگے
بیٹی نہ مغلیہ دور کی ہے اور نہ ہی بوسیدہ ہے عمارت بڑی خوبصورت صاف
ہے اس موقع پر ثروت بھی فوراً بولی اور کہنے لگی میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ بوسیدہ
ہے بلکہ میں نے یہ کہا تھا کہ مغلیہ دور کی لگتی ہے تاہم عمارت اتنی بری
ہے مضبوط ہے صاف ستھری ہے عروج پھر بولی اور کہنے لگی میں تو یہ خیال کر
تھی کہ اس عمارت کو بھی گرا کر نئی عمارت کھڑی کی جائے تاکہ میرے بہن

اس میں سکون اور آرام کے ساتھ رہ سکیں اس پر میاں جی بولے اور کہنے لگے
عمارت بہت اچھی ہے بیٹے یہ عمارت بھی اسی خاتون کی تھی جس نے اسپتال بنایا
تھا در حقیقت وہ عورت انتہائی ہمدرد اور مہربان تھی اس نے اسپتال کے سامنے
والی عمارت لوگوں کو جان بوجھ کر کم کرائے پر دے رکھی تھی اگر ایسا نہ ہوتا تو
میرے بچے اس عمارت میں ہرگز نہ رہ سکتے اس لیے کہ اگر کوئی صحیح کرایہ لینے
والا ہوتا تو اس کا کافی کرایہ ہوتا جو تمھارے بہن بھائی ادا نہ کر سکتے اس عورت
کی مہربانی اور رحمدلانہ رویہ ہی کی وجہ سے وہ وہاں رہ سکے تھے ورنہ عمارت وہ
بہت اچھی اور خوب ہے تم خود دیکھ لینا اور اس قابل نہیں ہے کہ اسے گرا کر پھر
سے بنایا جائے وہ کافی بڑی عمارت ہے اور بہت سے کرایہ دار اس میں رہتے ہیں
لیکن وہ سب کچھ میلے اور پسماندہ سے لوگ ہیں جنھیں عمارت کی مالک خاتون نے
شاید خود جمع کر لیا تھا تاکہ وہ غریب لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کر سکے دیکھ بیٹی
کہیں اس عمارت کو گرا کر نئی عمارت بنانے کے چکر میں نہ پڑ جانا ورنہ تمھارے
بہن بھائی وہاں سے اٹھ جائیں گے اور اگر ایک بار وہ اس عمارت سے نکل گئے تو
پھر تم انھیں تلاش نہیں کر سکو گی اس لیے کہ جس وقت تمھاری ماں کو طلاق
ہوئی تھی اور وہ گھر سے گئی تھی تو اس وقت اس کا بھائی یعنی تمھارے ماموں
کرامت اللہ موہنی روڈ میں حیدر بلڈنگ میں رہتا تھا حیدر بلڈنگ میں چھوٹے
چھوٹے کمرے اٹیچ باتھ کے ساتھ بنے ہوئے ہیں اور پوری عمارت کرائے پر
چڑھی ہوئی ہے تمھارا ماموں بیچارہ پینٹر تھا اور پوسٹر اور سائن بورڈ لکھ کر گزارا
کرتا تھا تمھاری ماں بھی تمھارے بہن بھائیوں کو لے کر کرامت کے پاس موہنی
روڈ چلی گئی لیکن وہ چونکہ سب مل کر ایک کمرے میں نہیں رہ سکتے تھے لہٰذا
کرامت نے بھاگ دوڑ کر کے اس موجودہ عمارت میں اپنے لیے تین کمرے
حاصل کر لئے پھر انھیں لے کر وہ اسی عمارت میں شفٹ ہو گیا مجھے جب اپنی
غلطی کا احساس ہوا اور میں نے اپنے بیوی بچوں کو تلاش کرنا شروع کیا تو پہلے میں

موہنی روڈ ہی گیا تھا میں نے حیدر بلڈنگ میں ان کا بڑا پتا کیا لیکن وہاں کسی کو خبر نہ تھی کہ وہ کہاں اور کدھر شفٹ ہو گئے ہیں بہرحال میں شہر کی مختلف سڑکوں اور گلیوں میں ہر روز ان کی تلاش میں نکلتا تھا آخر کار میں نے انھیں یہاں رہتے ہوئے دیکھ لیا میں نے کافی انھیں منانے سمجھانے اور اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن وہ چاروں بہن بھائی کسی کی بات مانتے ہی نہیں ہیں ان کا ماموں کرامت شاید ایسا کرنے پر آمادہ ہو جاتا لیکن وہ بھی ان چاروں کے آگے بے بس اور مجبور ہے اس لیے کہ اس کی اپنی کوئی اولاد نہیں اس بیچارے نے شادی تو کی تھی لیکن اس کی بیوی مر گئی تھی اس کے بعد اس نے شادی کی ہی نہیں بس وہ ان چاروں ہی کو اپنی اولاد سمجھتا ہے اور بے پناہ ان سے محبت کرتا ہے وہ وہی کرتا ہے جو وہ چاروں کہتے ہیں وہ چاروں اپنے ماموں سے انتہا درجے کی محبت کرتے ہیں لہٰذا بیٹی تم عمارت کو از سر نو بنانے کی کوشش نہ کرنا اگر تم ایسا کرو گی تو وہ عمارت سے نکل جائیں گے تو پھر تم کبھی بھی انھیں تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکو گی۔
ہاں میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ جس عمارت میں تمہارے بہن بھائی رہ رہے ہیں اس میں سے بھی کچھ کرایہ دار نکل کر جا چکے ہیں اس عمارت میں بھی کچھ کمرے خالی ہیں وہ بھی تم دیکھ لینا اگر تم چاہو تو وہاں بھی تم رہائش رکھ سکتی ہو لیکن میں تمھیں یہی مشورہ دو نگا کہ فوراً اپنے بہن بھائیوں پر اپنا آپ ظاہر نہ کرنا آہستہ آہستہ ان کے اندر گھلتے ملتے رہنا ان کا اعتماد حاصل کرنے کے بعد پھر کسی مناسب موقع پر اپنا آپ ظاہر کرنا اس طرح میرے خیال میں شاید تم اپنے بہن بھائیوں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہو اس پر عروج بولی اور کہنے لگی۔

اگر ایسا ہے تو میاں جی پھر چلیں یہاں سے سیدھا پہلے گھر چلتے ہیں اور آپ کو ڈراپ کرنے کے بعد میں اپنے سارے سامان سمیت اس عمارت میں شفٹ ہو جاؤں گی اس پر میاں جی پھر بولے اور کہنے لگے تمہارا کہنا درست ہے پر یہ ٹویوٹا کار جس میں ہم بیٹھے ہیں یہ نہ لے کر جانا اس لئے کہ اس کار میں اکثر ان سے ملنے جاتا رہا ہوں اور اس کار کو وہ پہچان لیں گے اور جان جائیں گے کہ تمہارا میرے ساتھ تعلق ہے۔ اس طرح میری طرح وہ تم سے بھی نفرت کرنے لگیں گے گھر میں اور بہت گاڑیاں ہیں ہنڈا سوک ہے پجیرو ہے ان میں سے کوئی تم لے جانا اور مستقل اپنے استعمال میں رکھنا عروج نے میاں جی کی اس بات سے اتفاق کیا پھر وہ فیصلہ کن انداز میں کہنے لگی میاں جی اگر یہ بات ہے تو پہلے گھر چلیں میں فی الفور اپنے بھائیوں اور اپنی بہنوں کو دیکھنا چاہتی ہوں اس کے ساتھ ہی میاں جی نے اپنی گاڑی سٹارٹ کر دی تھی اور ان کے اشارے پر رینٹ اے کار والوں کی دونوں گاڑیاں بھی ان کے پیچھے پیچھے ایر پورٹ کے پارکنگ ایریا سے باہر نکلنے لگیں تھیں۔ عروج کے باپ رضوان نے سیون اپ فیکٹری کے قریب ایک وسیع و عریض اور شاندار کوٹھی کے سامنے کار روکتے ہوئے ہارن دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ملازم نے کوٹھی کا گیٹ کھول دیا اور تینوں کاریں آگے پیچھے کوٹھی میں داخل ہو گئی تھیں کوٹھی کے ملازم اور ملازمائیں کاروں کے اردگرد جمع ہو گئے تھے وہ سب عروج کو آتے دیکھ کر بے حد خوشی کا اظہار کر رہے تھے عروج نیچے اتری انتہائی تپاک اور خوشی کے ساتھ وہ ان سے ملی۔ پھر ایک ملازم نے عروج کو مخاطب کر کے پوچھا۔ بی بی جی میں آپکا سامان اتاروں۔ اس پر عروج نے مسکراتے ہوئے کہا نہیں میرا سارا سامان ہسپتال کی طرف جائے گا جس پر وہ سارے ملازم اور ملازمائیں کچھ خاموش اور افسردہ سے ہو کر رہ گئے تھے۔ اتنی دیر تک رضوان اور ثروت بھی نیچے اتر گئے تھے پھر رضوان نے عروج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا میری بیٹی یہ گیراج میں پجیرو اور ہنڈا سوک بھی کھڑی ہے دونوں میں سے جس کا چاہو انتخاب کر لو اس پر عروج کہنے لگی میاں جی میں ہنڈا سوک لے کر جاؤں گی اس پر رضوان اپنے ملازموں سے کہنے لگے دیکھو ٹویوٹا کی ڈگی میں جس قدر سامان رکھا ہے یہ سارا ہنڈا کی ڈگی میں رکھ دو پھر رضوان رینٹ اے کار

کی دونوں گاڑیوں کی طرف آئے اور ان کے ڈرائیوروں کو مخاطب کر کے کہنے لگے تم دونوں یہاں سے ریگل چوک کی طرف جاؤ گے تمہاری گاڑیوں میں جو سامان ہے وہ ہمارے ہسپتال میں وہاں اترے گا پے منٹ میں نے کر دی ہے وہاں سے تم سامان اتار کر چلے جانا اس پر دونوں ڈرائیوروں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اتنی دیر تک ملازموں نے ٹویوٹا سے سامان نکال کر ہنڈا میں رکھ دیا تھا پھر رضوان عروج اور ثروت کے پاس آئے اور عروج کو مخاطب کر کے وہ پھر کہنے لگے۔

عروج میری بیٹی ثروت مجھے بتا چکی ہے کہ تیرے بڑے بھائی آصف کو کینسر ہے اور کینسر بھی اسے جگر کا ہے دیکھ میری بیٹی اس سے پہلے میں نے اولاد کی قدر نہ کی تھی اور طاہرہ کو طلاق دی تھی لیکن اب میرے پاس پچھتاوے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ میری بیٹی اگر کبھی ایسا موقع آئے کہ میرے بیٹے کی زندگی خطرے میں پڑ جائے تو یاد رکھنا میرا جگر نکال کر میرے بیٹے کو لگا دینا میں اپنی جان اپنے جسم کا آخری قطرہ بھی اپنے بچوں کیلئے وقف کر دینے کیلئے تیار ہوں۔ دیکھ میری بیٹی ثمینہ خاتون نے میری آنکھیں کھول دی ہیں پہلے اس نے دھوکہ دہی سے کام لے کر مجھ سے تیری ماں کو طلاق دلوائی بعد میں یہ آہستہ آہستہ میرے اکاؤنٹ سے جو اس کے ساتھ سانجھا تھا بھاری بھاری رقمیں نکال کر اپنے بھائیوں اور اپنے بھتیجوں کو دیتی رہی۔ کئی بار میں نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑا بھی پر میں مجبور تھا اس لئے کہ وہ مجھ پر پوری طرح حاوی ہو چکی تھی۔ اگر میرے بچے میری بیٹیاں میرے ساتھ ہوتیں تو پھر میں اس پر قابو پانے میں کامیاب ہو جاتا اس لئے کہ اس کے بھائی اس کے بھتیجے انتہا درجے کے سرکش باغی اور بدمعاش قسم کے لوگ ہیں اس نے اپنے بھتیجے کے ساتھ جو تمہاری منگنی کرائی تھی وہ بھی میری مرضی کے خلاف تھی۔ اس لئے کہ اس کا بھتیجا فرخ میرے معیار پر نہیں اترتا وہ اخلاق اور کیریکٹر کا بھی کوئی اچھا انسان نہیں تاہم اس موقع پر میں مجبور تھا سن میری بیٹی اگر تو اسے پسند کرے تو میں اس سے تیری شادی کر دوں گا لیکن یہ زبردستی کا

معاملا نہیں اگر تو اس کو ناپسند کر دے تو دنیا کی کوئی طاقت اب تمہیں اس سے بیاہ نہیں سکتی۔ اس لئے میرے بچے خواہ مجھے اب دھتکار ہی کیوں نہ دیں۔ میں اب ہر صورت میں انہیں اپنانے کا تہیہ کر چکا ہوں دیکھ میری بیٹی تو ایسا نہ کرنا ان چاروں کی طرح تو بھی مجھ سے نفرت نہ کرنے لگنا۔ اگر تو نے بھی ایسا کیا تو پھر یاد رکھنا تیرا باپ جیتے جی مر جائے گا۔

رضوان کے یہ الفاظ سن کر عروج پس اور پگھلی سی گئی تھی۔ تیزی سے وہ آگے بڑھی رضوان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے وہ کہنے لگی میاں جی آپ کیسی باتیں کرتے ہیں آپ میرے باپ ہیں میں کبھی اور کسی بھی حالت میں آپ کو بھول نہیں سکتی۔ عروج کا یہ جواب سن کر رضوان خوش ہو گئے تھے پھر وہ بڑی تیزی سے اندر گئے اور دو چیک بک وہ لے آئے دونوں چیک بک انہوں نے عروج کو تھماتے ہوئے کہا دیکھ میری بیٹی مجھے شک تھا کہ ثمینہ خاتون بھی تمہارے ساتھ آئے گی اور وہ آتے ہی جائیداد کے سلسلے میں کوئی نہ کوئی جھگڑا کھڑا کرنے کی کوشش کرے گی۔ اس لئے کہ وہ مجھ سے پہلے ہی یہ احتجاج کر چکی ہے کہ جس قدر میری جائیداد ہے وہ تمہارے اور اس کے بھتیجے یعنی تمہارے منگیتر کے نام آدھی آدھی کر دینی چاہئے اس طرح وہ اپنے بھائیوں اور بھتیجوں کو نوازنا چاہتی ہے لیکن میں نے ایسا نہیں کیا میری بیٹی یہ دو مختلف بنکوں کی چیک بکیں ہیں ان بنکوں کی برانچیں تمہارے ہسپتال کے قریب ہی ایم مال پر ہیں یہ دونوں اکاؤنٹ اس وقت کے تمہارے نام سے چل رہے ہیں جب یہاں تم ایم بی بی ایس میں پڑھتی تھیں ان دونوں اکاؤنٹوں کے اندر میں نے اس قدر رقوم نز کرا دی ہیں کہ ان سے اگر تم پانچ اور بھی ہسپتال کھولنا چاہو تو کھول سکتی ہو دیکھو میری بیٹی ان دونوں بنکوں میں تمہارے نام اس قدر سرمایہ ہے کہ اگر تم ساری عمر کچھ بھی نہ کرو تب بھی اپنی دونوں بہنوں اور اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ تم اپنی زندگی انتہائی ٹھاٹھ اور خوشی کے ساتھ گزار سکتی ہو۔

عروج نے دونوں چیک بکس رضوان سے لے لیں بڑی ممنونیت سے وہ انہیں دیکھتی رہی پھر بڑے ڈوبے ہوئے لہجے میں وہ کہنے لگی میاں جی میں الفاظ نہیں رکھتی کہ آپ کا شکریہ ادا کر سکوں کاش ایسا ہی سلوک آپ نے میری ماں ایسا ہی سلوک آپ نے میرے بھائیوں اور میری بہنوں سے کیا ہوتا اس پر رضوان تھوڑی دیر خاموش رہے پھر وہ دوبارہ بولے اور کہنے لگے سن میری بیٹی میں اب کل سے حرکت میں آنے والا ہوں۔ جس قدر میری جائیداد ہے وہ میں آصف آفاق صدف اور صوبیہ کے نام کرنے والا ہوں اس طرح کر کے کم از کم میں اپنے ضمیر کو مطمئن کر سکوں گا اور اپنی اولاد کی نگاہوں میں سرخرو ہو سکوں گا ثمینہ خاتون پہلے ہی میری کمائی سے اپنی ذات اپنے بھائیوں اور اپنے بھتیجوں کو خوب نواز چکی ہے اب مزید اسے میری طرف سے کچھ حاصل نہیں ہو گا دیکھ میری بیٹی اب تو جا اور دیکھ گاہے بگاہے مجھے ٹیلیفون پر اپنے بھائیوں اپنے ماموں اور اپنی بہنوں کی خیرو عافیت سے مجھے آگاہ کرتی رہنا ان کا خیال رکھنا میں سمجھوں گا کہ جو کام مجھے کرنا چاہئے تھا وہ تم نے کرنا شروع کر دیا ہے دیکھ میری بیٹی وہ انتہائی کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اس حالت میں انہیں دیکھ کر میرا دل روتا ہے۔ میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا ہے۔ تو کھل کر ان کے سامنے نہ آنا انہیں ایک دم نوازنا بھی شروع نہ کر دینا۔ اس طرح وہ مشکوک ہو جائیں گے اور اگر ایسا ہوا تو یاد رکھنا وہ ہماری اس عمارت کو چھوڑ کر کہیں چلے جائیں گے اور اگر ایک بار وہ چلے گئے تو ہم دونوں باپ بیٹی پھر زندگی بھر انہیں تلاش نہ کر سکیں گے آہستہ آہستہ ان کے قریب آنا ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ ان کے دل جیتنے کا جو کام میں نہیں کر سکا میری بیٹی تو وہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گی اس پر عروج بڑے عزم اور بڑی ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگی میرے باپ آپ مطمئن رہئے۔ انشاءاللہ وہ وقت ضرور آئے گا جب آپ اپنی اولاد کی نگاہوں میں سرخرو ہوں گے میں سمجھوں گی وہی دن میری کامیابی کا دن ہو گا۔

میاں جی جہاں تک ثمینہ خاتون کے بھتیجے فرخ سے شادی کرنے کا سوال ہے آپ جانتے ہیں میں نے نہ اس سے محبت کی ہے نہ وہ میری پسند ہے بس آپ نے اس سے میری منگنی کی اور میں خاموش ہو رہی لیکن اب میں اس کا جائزہ لوں گی اس کے اخلاق اس کی سیرت کو جانچوں گی اگر وہ میرے معیار پر پورا اترا تو اس سے شادی کروں گی ورنہ انکار کر دوں گی اور ہاں میاں جی اس سلسلے میں میں اپنی بڑی بہن سے بھی مشورہ کروں گی اس لئے کہ ماں کے مرنے کے بعد اب میری وہ بڑی بہن ہی میری ماں ہے۔ اس کا مجھ پر حق ہے اور یہ کہ میں اسے موقع فراہم کروں گی کہ وہ اپنا حق استعمال کر سکے۔ رضوان نے آگے بڑھ کر عروج کی پیشانی چومتے ہوئے کہا میری بیٹی تو نے میرا دل خوش کر دیا ہے اب تم جاؤ مجھے امید ہے کہ تم اپنے کام میں کامیاب رہو گی اس پر عروج اور ثروت دونوں ہنڈا میں بیٹھ گئیں اور اسے گیراج سے نکال کر گیٹ کی طرف لے جانے لگیں تھیں ملازم نے بھاگ کر گیٹ کھول دیا تھا پھر گاڑی باہر نکلی رینٹ کار والوں کی دونوں گاڑیاں بھی ان کے پیچھے ہو لیں جبکہ رضوان ٹویوٹا کو گیراج میں کھڑی کرنے کے بعد کوٹھی کے اندر چلے گئے تھے۔

ریگل چوک کے قریب ہی مال روڈ سے آکر ملنے والی ایک سڑک کے اندر جا کر ایک چار منزلہ اور بہت بڑی عمارت کے سامنے ثروت نے عروج کو کار روک لینے کو کہا ثروت نے ایک طرف کر کے کار روک لی پھر ثروت کہنے لگی سامنے یہ جو سفید رنگ کی عمارت ہے یہی تمہارا ہسپتال ہے ذرا ہارن دو۔ عمارت کے چوکیدار دروازہ کھولیں گے پھر گاڑی اندر لے جانا ثروت کے کہنے پر عروج نے ہارن دیا جس پر ایک چوکیدار نے فوراً دروازہ کھول دیا تینوں گاڑیاں آگے پیچھے اندر داخل ہوئیں ثروت اور عروج دونوں نیچے اتریں اس پر گیٹ کے پاس کھڑے دو چوکیدار بھاگتے ہوئے ثروت کے قریب آ کھڑے ہوئے تھے ثروت نے ان

دونوں کو مخاطب کر کے کہا۔ دونوں ڈرائیور کہاں ہیں اس پر وہ چوکیدار بولا اور کہنے لگا۔ ڈاکٹر صاحب وہ دونوں ہسپتال کے پیچھے پارکنگ ایریا میں ہیں ثروت بولی ان دونوں کو فوراً بلا کر لاؤ۔ چوکیدار بھاگتا ہوا چلا گیا تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ڈرائیوروں کو بلا لایا ثروت نے اس بار عروج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ یہ دونوں ہسپتال کے چوکیدار ہیں اور یہ دونوں ڈرائیور ہیں ایک کا نام سلیم اور دوسرے کا لطیف ہے۔ یہ جو سلیم ہے یہ سمجھ لیں کہ ہنسی کا گول گپا بھی ہے اسے مسٹر دویا بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے اور جب یہ باتیں کرنے پر آتا ہے اور لطیفے سناتا ہے تو پھر ہنسا ہنسا کر پیٹ میں بل ڈال دیتا ہے اب آپ آگئی ہیں پر دیکھئے گا یہ کیسے کیسے شوشے اور لطیفے چھوڑتا ہے پھر ثروت نے دونوں ڈرائیوروں اور دونوں چوکیداروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا یہ ڈاکٹر عروج ہیں تمہارے اس ہسپتال کی مالک ہیں آج ہی یہ لندن سے آئی ہیں دیکھو پہلے ان کا سامان سارا اٹھا کے اندر ریسپشن روم میں رکھو یہ جو ہمارے ساتھ دو گاڑیاں ہیں یہ کرائے کی ہیں پہلے انہیں خالی کرو تاکہ یہ واپس جانے کے قابل ہوں۔ دونوں چوکیدار اور ڈرائیور حرکت میں آئے تینوں کاروں سے سارا سامان نکال کر انہوں نے ریسپشن روم میں رکھ دیا تھا رینٹ اے کار کی دونوں کاریں واپس چلی گئیں دونوں ڈرائیور اور چوکیدار سامان رکھنے کے بعد جب واپس آئے تو عروج نے اپنا پرس کھول کر چاروں کو پچاس پچاس روپے دیئے پھر ان سے کہا تم اپنے کام میں لگ جاؤ وہ چاروں وہاں سے ہٹ کر اپنے کام میں لگ گئے تھے جبکہ عروج ثروت کو لے کر ریسپشن روم میں آئی وہاں وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئیں پھر عروج ثروت کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ثروت اب بتاؤ کہ میرے بہن بھائی کہاں رہتے ہیں اس پر ثروت اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اسے کہنے لگی ایسا ہے تو پھر میرے ساتھ آؤ۔ سنو اگر ان سے ملنا ہے تو ابھی مل لو اس لئے کہ تھوڑی دیر تک صدف تو اپنے آفس چلی جائے گی وہ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ ڈیوس روڈ کے کسی آفس میں سیکرٹری ہے چھوٹا جس کا نام آفاق ہے وہ بھی چلا جائے گا اس لئے وہ کسی پینٹر کی دکان کے علاوہ ایبٹ روڈ پر سینماؤں کی فلموں کے پوسٹر بھی بناتا ہے۔ وہ بھی صبح جاتا ہے اور شام کو گھر لوٹتا ہے دن کو صرف صوبیہ یعنی تمہاری لنگڑی بہن یہاں ہوتی ہے اور وہی بیچاری اپنے ماموں اور اپنے بڑے بیمار بھائی آصف کا خیال رکھتی ہے۔ ثروت کے ساتھ ساتھ عروج ہسپتال کی عمارت کے صحن میں آئی اور ہسپتال کے عین سامنے سڑک کے دوسری طرف ایک دو منزلہ عمارت کی طرف اشارہ کر کے وہ کہنے لگی یہ ہے وہ عمارت جس میں تمہارے بھائی بہن رہتے ہیں اس ہسپتال کے ساتھ ساتھ میاں جی نے یہ عمارت بھی خرید لی ہے تھوڑی دیر تک عروج اس عمارت کا بغور جائزہ لیتی رہی پھر وہ ثروت سے کہنے لگی تم تو کہتی تھیں کہ یہ کوئی مغلیہ دور کی پرانی عمارت ہے کون کہتا ہے کہ یہ مغلیہ دور کی ہے دیکھو اس میں بڑی اینٹ لگی ہوئی ہے مغلیہ دور کی چھوٹی اینٹ تو نہیں اس میں اور پھر عمارت بھی خوبصورت ہے باہر سے تو صاف ستھری ہے اندر کیا ہے یہ میں نہیں جانتی اس پر ثروت مسکراتے ہوئے کہنے لگی میں نے تو بس یونہی کہہ دیا تھا کہ مغلیہ دور کی عمارت ہے لیکن بہرحال عمارت اتنی بری نہیں اچھی ہے اب تم آؤ میرے ساتھ میں تمہیں تمہارے بہن بھائیوں سے ملاتی ہوں پر دیکھنا ان کی حالت دیکھ کر جذباتی نہ ہو جانا ورنہ راز کھل جائے گا اور جو کام تم کرنا چاہتی ہو ساری عمر نہ کر سکو گی ہاں میں تمہیں سندس نام کی اس لڑکی سے بھی ملاؤں گی جو ہے تو کروڑ پتی لیکن تمہارے چھوٹے بھائی آفاق کی خاطر وہ اس عمارت میں ٹھہری ہوئی ہے اس کے ساتھ اس کی بوڑھی ملازمہ بھی ہے میں نہیں جانتی یہ سندس تمہارے چھوٹے بھائی آفاق کو کب سے جانتی ہے آفاق سے اس کی چاہت اور محبت کی وجہ کیا ہے تاہم وہ اسے پسند کرتی ہے اور میرے خیال میں پسند بھی دیوانگی کی حد تک کرتی ہے میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ یہ آفاق پہلے تو اس میں دلچسپی نہیں لیتا تھا لیکن اب لگتا ہے کہ وہ اس میں دلچسپی

لینے لگا ہے بلکہ اسے پسند بھی کرنے لگا ہے بہرحال آؤ ان سے ملتے ہیں لیکن نہیں آؤ پہلے تمہیں میں ہسپتال کا ایریا دکھاتی ہوں اس کے بعد تمہارے بہن بھائیوں کی طرف چلتے ہیں عروج چپ چاپ ثروت کے ساتھ ہولی تھی۔

ثروت نے پہلے عروج کو ہسپتال کا نچلا حصہ دکھایا جس کے اندر ایمرجنسی او پی ڈی ریسپشن' لیبارٹری' ایکسرے پورشن' سرجنوں اور اسپیشلسٹوں کے مختلف کمرے' میڈیکل آفیسر' کا کمرہ اور وہ خاص اور مخصوص کمرہ جو عروج کیلئے رکھا گیا تھا پھر وہ دونوں لفٹ کی طرف آئیں۔ اوپر کی منزل میں انہوں نے پہلے دونوں آپریشن تھیٹر دیکھے پھر اوپر کی منزل پر بنے ہوئے وہ ایرکنڈیشنڈ کمروں کا معائنہ کرتی رہی تھیں جو اسپیشل رومز کے طور پر استعمال کئے جانے تھے اس کے بعد وہ لفٹ کے ذریعے تیسری اور چوتھی منزل کی بھی طرف گئیں وہاں جو مختلف شعبوں کے وارڈ تھے انہوں نے ان کا بھی بغور جائزہ لیا اس کے بعد پھر وہ نیچے آئیں۔

اس کے بعد دونوں ہسپتال کے احاطے میں سے گزرتی ہوئیں پارکنگ ایریا کی طرف گئیں وہاں دو ایمبولینس کھڑی تھیں ایک ٹویوٹا اور دوسری سوزوکی وین کھڑی تھی انہیں دیکھتے ہی ڈرائیور سلیم اور لطیف بھی بھاگتے ہوئے وہاں آگئے تھے ثروت عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگی تمہارے ہسپتال کی یہ دونوں ایمبولینس ہیں عروج تھوڑی دیر تک ان ایمبولینسوں کو اندر اور باہر سے دیکھتی رہی دونوں ڈرائیور ان کے پاس کھڑے رہے پھر عروج نے ثروت کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

ہسپتال کے عملے سے متعلق کیا پروگریس ہے اس پر ثروت بولی اور کہنے لگی سب اسپیشلسٹوں کے ساتھ کانٹیکٹ ہو چکا ہے اور ان کے دن مقرر ہو چکے ہیں اور انہیں ان کے کمرے بھی دکھائے جا چکے ہیں جہاں انہیں آکر اپنے اپنے شعبے کے مریضوں کو دیکھنا ہے میل اور فیمیل نرس بھی رکھی جا چکی ہیں۔ وارڈ بوائے' لیبارٹری' ایکسرے' الٹرا ساؤنڈ میں کام کرنیوالا عملہ' آپریشن تھیٹر کے ٹیکنیشن سب

رکھے جا چکے ہیں اس کے علاوہ آفس سٹاف' اکاؤنٹ' صفائی اور ڈسپنسری کا عملہ بھی رکھا جا چکا ہے جب تم چاہو گی انہیں ان کے پتوں پر نوٹس بھیج کر بلایا جا سکتا ہے ایک ریسپشنسٹ بھی رکھی جا چکی ہے۔ ہسپتال کیلئے مالی کا انتظام یہ سلیم ڈرائیور کہتا ہے کہ وہ خود کر لے گا ایک ریسپشنسٹ اور رکھنی ہے وہ تم اپنی مرضی سے رکھ لینا اس لئے کہ ایک ریسپشنسٹ ڈے ٹائم اور دوسری نائٹ کو ہوا کرے گی اب ہم میرے خیال میں دوسری عمارت کی طرف چلتے ہیں عروج نے کوئی جواب نہ دیا بس وہ چپ چاپ ثروت کے ساتھ ہولی تھی۔

دونوں ہسپتال کی عمارت سے نکل کر سڑک پر آئیں عمارت کے اس سمت جو لمبی قطار میں دکانیں تھیں جو اس وقت بند تھیں ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی یہ ساری تمہارے ہسپتال کی دکانیں ہیں اور سب کی سب ہی کرائے پر چڑھی ہوئی ہیں۔ ان میں سے کچھ میڈیکل سٹور ہیں کچھ جنرل اور کچھ فروٹ کی دکانیں ہیں اب آؤ میں تمہیں تمہارے بہن بھائیوں کی طرف لے کر چلتی ہوں۔

دونوں نے سڑک پار کی اور سامنے والی دو منزلہ عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ثروت نے کہا یہ ہے وہ عمارت جو ہسپتال کے علاوہ میاں جی نے خریدی ہے اس پر عروج اس عمارت کا بغور جائزہ لیتے ہوئے بولی اور کہنے لگی۔

ثروت تم ہو بڑی غیر ذمہ دار تم تو کہتی تھیں یہ عمارت قدیم مغلیہ دور کی بنی ہوئی ہے جبکہ میں سمجھتی ہوں کہ یہ عمارت بہترین حالت میں ہے میں دیکھتی ہوں کہ یہ عمارت چھوٹی اینٹ کی نہیں بڑی اینٹ کی ہے اس لحاظ سے تم کیسے کہتی ہو کہ یہ مغلیہ دور کی ہے باہر سے یہ عمارت مجھے شاندار بلکہ بہترین دکھائی دے رہی ہے اب اندر اس کی کیا حالت ہے یہ میں نہیں جانتی اس پر ثروت قہقہہ لگانے لگی وہ تو میں نے یوں ہی کہہ دیا تھا کہ مغلیہ دور کی ہے لیکن بہرحال عمارت اتنی پرانی بھی نہیں ہے اچھی ہے اور اس میں رہا جا سکتا ہے ہاں اندر سے تو اس کے

رنگ و روغن کی حالت کچھ خستہ ہو چکی ہے اگر اس کو ری پینٹ کروا دیا جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہترین عمارت بن سکتی ہے بہرحال آؤ اندر چلتے ہیں اور جن کی خاطر تم آئی ہو ان سے میں تمہیں ملاتی ہوں ثروت چپ چاپ آگے بڑھنے لگی عروج اس کے پیچھے ہو لی تھی۔

دونوں اوپر کی منزل میں جانے کے بعد ایک کمرے میں داخل ہوئیں اس کمرے میں چھوٹے سے ایک میز کے ارد گرد پانچ افراد بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے ان پانچ میں سے دو نوجوان لڑکیاں دو لڑکے اور ایک بوڑھا شخص تھا۔ عروج اور ثروت کو دیکھتے ہی بڑی لڑکی کھڑی ہو گئی اور ثروت کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگی آیئے ڈاکٹر ناشتہ کیجئے اس پر ثروت بولی اور کہنے لگی یہ ہسپتال اور اس عمارت کی مالک ڈاکٹر عروج ہیں۔ یہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی لندن سے لوٹی ہیں میں انہیں تو تم لوگوں سے ملانے کیلئے لائی تھی پھر ثروت عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگی ڈاکٹر عروج یہ لڑکی جو آپ سے مخاطب ہے یہ صدف ہے جو بیٹھی ہوئی ہے اس کی چھوٹی بہن ہے اس کا نام صوبیہ ہے جو لڑکا صوبیہ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے ان کا بڑا بھائی آصف اور جو صدف کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے وہ ان کا سب سے چھوٹا بھائی آفاق ہے اور دائیں طرف جو بزرگ بیٹھے ہیں وہ ان کے ماموں کرامت اللہ ہیں۔

عروج صدف اور اپنے چھوٹے بھائی آفاق کو دیکھ کر دنگ رہ گئی ان دونوں کی شکلیں آپس میں اور خود عروج سے انتہا درجے کی ملتی تھیں۔ کرامت اللہ تھوڑی دیر تک بڑے انہماک اور غور سے عروج کی طرف دیکھتے رہے پھر وہ کہنے لگے ڈاکٹر ثروت بڑے تعجب اور حیرت انگیزی کی بات ہے کہ ڈاکٹر عروج کی شکل میری بیٹی صدف اور میرے بیٹے آفاق سے حیرت انگیز طور پر ملتی ہے اس پر ثروت فوراً بولی اور کہنے لگی۔ ڈاکٹر عروج کی صرف شکل ہی نہیں ان سے ملتی بلکہ اور بہت سی چیزیں بھی ملتی ہیں اس پر صدف فوراً بولی اور پوچھنے لگی وہ کیا ثروت نے جواب دیا وہ یہ کہ تم دونوں کی ماں اور ڈاکٹر عروج کی ماں کا نام بھی ایک ہے

اس پر صدف نے فوراً پوچھ لیا۔

کیا نام ہے ان کی ماں کا اس پر عروج خود بولی اور کہنے لگی۔ ہے نہیں تھا۔ تم لوگوں سے غائبانہ تعارف ڈاکٹر ثروت کے ذریعے تھا یہ مجھے خطوط میں تمہارے متعلق تفصیل سے لکھتی رہی ہے تم لوگوں کی ماں کی طرح میری ماں کا نام بھی طاہرہ تھا۔ لیکن بدقسمتی سے چند برس پیشتر ایک ہوائی حادثے میں میری ماں مر گئی جس پر میرے باپ نے دوسری شادی کر لی اب میری سوتیلی ماں کا رویہ میرے ساتھ اچھا اور مناسب نہیں ہے اب میں لندن سے اپنی میڈیکل کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد گھر نہیں گئی بلکہ ایرپورٹ سے سیدھی ادھر آگئی ہوں اب میں یہیں ہسپتال ہی میں رہوں گی اس لئے کہ میری سوتیلی ماں مجھے برداشت کرنے کیلئے ہرگز تیار نہیں ہے صدف تھوڑی دیر تک غور سے عروج کی طرف دیکھتی رہی پھر وہ دکھ میں کہنے لگی۔

لگتا ہے ڈاکٹر عروج آپ کے حالات بھی ہم ہی جیسے ہیں ہم بھی سوتیلی ماں کے ڈسے ہوئے چار افراد ہیں دو بہنیں اور دو بھائی۔ باپ ہمارا بھی بڑا سنگدل تھا کہ اس نے ہماری ماں کو طلاق دے کر گھر سے نکال باہر کیا اور وہ بھی ایک ایسی عورت کی خاطر جس میں کوئی خلوص اور مہربانی نہ تھی یہاں تک کہنے کے بعد صدف چونکی اور پھر ثروت اور عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ میں بھی کتنی احمق ہوں آپ دونوں کھڑی ہیں آیئے ہمارے ساتھ مل کر ناشتہ کیجئے دیکھئے ہمارے گھر میں صرف پانچ ہی کرسیاں ہیں میں ایک چارپائی آگے کھینچ لیتی ہوں ہم لوگ اس پر بیٹھ جاتے ہیں آپ کرسیوں پر بیٹھ جایئے اس پر عروج مسکراتے ہوئے کہنے لگی پہلے یہ تو بتائیں آپ ناشتہ کیا کر رہے ہیں اس پر صدف بولی اور کہنے لگی ہم لوگوں نے کیا ناشتہ کرنا ہے بس سادہ سا کھانا ہے ڈبل روٹی ہے' سیب کا جام' آلو کے چپس اور چائے بس یہی ہماری کل کائنات ہے عروج سارے سامان کو دیکھ کر کہنے لگی اگر ہم دونوں بھی بیٹھ گئیں تو پھر ڈبل روٹی کم ہو جائے گی اس

پر صدف بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگی آپ دونوں بیٹھیں تو سہی ڈبل روٹی کم نہیں ہو گی۔ ڈبل روٹی اور بھی گھر میں بہت ہے اس پر عروج بولی پھر تو میں ضرور آپ لوگوں کے ساتھ ناشتہ کروں گی اس لئے کہ میں نے ناشتہ ابھی تک نہیں کیا۔ صدف کہنے لگی آپ لوگ بیٹھیں میں چارپائی آگے کھینچ لیتی ہوں انی میرے بھائی تم بھی اٹھ کر میرے ساتھ چارپائی پر بیٹھ جاؤ عروج فوراً آگے بڑھی اور کہنے لگی نہیں بھائی کو مت اٹھائیے اسے بیٹھا رہنے دیجئے آپ بھی جس کرسی پر بیٹھی ہوئی تھیں اسی پر بیٹھ جائیے میں آپ کے ساتھ بیٹھ جاؤں گی اور ڈاکٹر ثروت آپ کی چھوٹی بہن کے ساتھ بیٹھ جائیں گی اس پر صدف کچھ ہچکچا ہی رہی تھی کہ عروج نے آگے بڑھ کر صدف کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ بٹھالیا ثروت بھی صوبیہ کے ساتھ بیٹھ گئی پھر وہ سب مل کر ناشتہ کرنے لگے تھے۔

ناشتے کے بعد صدف برتن سمیٹ کر باورچی خانے میں رکھ آئی تھی اتنی دیر تک عروج اور ثروت دونوں اٹھ کر قریبی چارپائی پر بیٹھ گئیں تھیں صدف جب لوٹی تو ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی آپ دونوں یہ کیا غضب کرتی ہیں آپ دونوں یہیں بیٹھیں ہم لوگ چارپائیوں پر بیٹھ جاتے ہیں اس پر عروج پھر اٹھی اپنی بڑی بہن کا بازو پکڑ کر کھینچا اور اپنے پہلو میں بٹھاتے ہوئے کہا آپ ویسے ہی میرے ساتھ بیٹھ جائیں۔ دراصل آپ لوگوں کو دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ آپ چاروں بہن بھائیوں اور ماموں کے درمیان انتہا درجے کا اتفاق اور پیار ہے۔ آپ لوگوں سے متعلق ڈاکٹر ثروت مجھے بڑی تفصیل کے ساتھ کہتی رہی ہیں اور یقین جانیئے مجھے آپ لوگوں کو دیکھنے کا بے انتہا شوق تھا میں ابھی ابھی ایرپورٹ سے آئی ہوں پہلے میں نے ہسپتال کا معائنہ کیا ہے اس کے بعد میں سیدھی آپ ہی لوگوں کی طرف آئی ہوں اس پر صدف بولی اور کہنے لگی۔

یہ تو آپ جیسی بہن کی بڑی مہربانی اور نوازش ہے عروج نے فوراً صدف کی بات اچک لی اور کہنے لگی اگر آپ نے مجھے بہن کہا ہے تو پھر آنے والے دنوں

میں مجھے بہن ہی سمجھئے اس ناطے سے آپ میری بڑی بہن صوبیہ میرے برابر کی آصف میرے بڑے بھائی اور آفاق میرے چھوٹے بھائی ہیں میں اپنی ماں کی اکلوتی اولاد تھی اب میں سمجھوں گی کہ آپ لوگوں کی صورت میں مجھے دو بہنیں اور دو بھائی مل گئے ہیں جبکہ ماموں بونس میں ہاتھ آئے ہیں اس پر صدف، صوبیہ، آصف آفاق اور کرامت اللہ نے بھرپور قہقہہ لگایا وہ سب عروج کی باتوں سے بے حد محظوظ اور خوش ہوئے تھے اس کے بعد صدف نے پھر عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ڈاکٹر عروج اس پر عروج فوراً بولی اور کہنے لگی دیکھئے صدف میری بہن آپ وعدہ خلافی کر رہی ہیں تھوڑی دیر پہلے میرا آپ کے ساتھ عہد ہوا تھا کہ آپ مجھے اپنی بہن سمجھیں گی جبکہ آپ مجھے اجنبیت برتتے ہوئے ڈاکٹر کہہ کر مخاطب کر رہی ہیں اب کے بعد آپ مجھے ڈاکٹر نہیں بہن کہہ کر مخاطب کریں گی بالکل ایسے ہی جسطرح آپ اپنی چھوٹی بہن صوبیہ کو مخاطب کرتی ہیں بس یوں سمجھ لیں کہ آج کے بعد آپ کی ایک نہیں دو چھوٹی بہنیں ہیں جس طرح آپ اپنی چھوٹی بہن کا نام لے کر مخاطب کرتی ہوں گی اس طرح مجھے بھی کیجئے اور ہاں مجھے یہ تو بتائیے کہ آپ کے یہ چھوٹے بہن بھائی آپ کو کیا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اس پر صدف نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا چھوٹے کیا بڑے سبھی مجھے سسٹر کہتے ہیں آصف بھائی یہی کہتے ہیں انی اور صوبیہ بھی مجھے سسٹر کہتے ہیں۔ عروج کہنے لگی تو پھر آج سے میں بھی آپ کو سسٹر ہی کہہ کر مخاطب کروں گی۔ اور ہاں بڑی بہن کی حیثیت سے آپ مجھے میرا نام لے کر مخاطب کیا کریں گی اس پر صدف فوراً بولی اور کہنے لگی کچھ عجیب سا لگتا ہے عروج نے اس کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا کوئی عجیب نہیں لگتا بس آج سے میرا نام لیکر پکارا کریں گی۔

کمرے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر صدف دوبارہ عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگی جس عمارت میں آپ بیٹھی ہوئی ہیں کبھی اس کے سارے کمرے

کرائے پر چڑھے ہوئے تھے اور یہاں بڑی رونق اور گہما گہمی ہوا کرتی تھی لیکن جب سے آپ نے یہ عمارت خریدی ہے اور لوگوں نے یہ دیکھا کہ سامنے والی ہسپتال کی عمارت بھی آپ نے خرید لی ہے تو لوگوں میں یہ چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ انہیں یہ عمارت بھی خالی کرنی پڑے گی لہٰذا بہت سے کرایہ دار یہ عمارت چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ نیچے دو کرائے دار رہ گئے ہیں وہ بھی کرائے کا مکان کہیں اور تلاش کر رہے ہیں کیونکہ ان کا بھی خیال ہے کہ جب نئی مالکن آجائے گی تو وہ ہسپتال کی خاطر یہ عمارت بھی خالی کرا دے گی اس حوالے سے میری بہن آپ سے یہ کہوں گی۔ عروج نے پھر صدف کی بات اچک لی اور کہنے لگی آپ مجھے آپ نہ کہہ کر مخاطب کریں۔ بڑی بہن کی حیثیت سے میں آپ کو آپ کہہ کر مخاطب کروں گی لیکن آپ میرے لئے یہ لفظ استعمال نہ کریں اس پر صدف مسکرائی اور کہنے لگی ہاں تو میں یہ کہنے والی تھی کہ اگر اس عمارت کو تم نے خالی کرانا ہی ہو تو پلیز ہمیں کم از کم ایک ماہ پہلے بتانا تاکہ ہم کہیں اور اپنی رہائش کا بندوبست کر لیں اس لئے کہ کرائے کا کوئی مناسب مکان تلاش کرنا بڑی دشواری اور مشقت کا کام ہے۔ آج کل اول تو کوئی مناسب مکان کرائے پر ملتا ہی نہیں اور اگر ملتا ہے تو ایسے مکانوں کے کرائے اس قدر زیادہ ہیں جو ہم جیسے لوگ ادا نہیں کر سکتے۔ صدف جب خاموش ہوئی تو عروج بڑے پیار بڑی شفقت بڑی ہمدردی میں صدف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

سنو سسٹر آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ آپ سے یہ عمارت خالی کرا لی جائے گی۔ ڈاکٹر ثروت کے خطوط کے باعث مجھے تو لندن ہی میں آپ لوگوں سے ایک طرح کی شفقت اور ایک طرح کا والہانہ لگاؤ ہو چکا ہے۔ لہٰذا اسی لگاؤ کی بنا پر آپ لوگوں سے یہ یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ کوئی بھی آپ سے اس عمارت میں کمرے ہیں خالی نہیں کرا سکتا آپ لوگ جب تک چاہیں یہاں رہیں اور اب اگر آپ جانا بھی چاہیں گی تو میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔ اس لئے کہ مجھے بھی

طرح آپ لوگ بھی دکھی لوگ لگتے ہیں ایسے لوگوں سے مجھے ہمدردی اور پیار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہاں رہتے ہوئے میں سمجھتی ہوں کہ آپ کی صحبت میں میرا وقت بھی خوب گزرے گا عروج کی اس گفتگو سے شاید صدف کو کچھ حوصلہ ہوا تھا لہٰذا وہ پھر بولی اور کہنے لگی۔

اگر یہ بات ہے تو پھر میں اس موقع پر جبکہ مالک مکان کی حیثیت سے موجود ہو یہ کہنا پسند کروں گی کہ اس عمارت کے اندر کچھ مرمت کا کام بھی کیجئے ہمارے باتھ روم کی ٹونٹیاں بوسیدہ ہو کر ٹوٹنے والی ہیں اور کبھی کبھی اکھڑ بھی جاتی ہیں جنہیں میں یا میرے بھائی اکثر کس دیتے ہیں اس کے علاوہ کمروں میں اور بھی ریپئرنگ کا کام ہے اگر یہ ہو جائے تو ہمارے لئے کم از کم یہاں رہتے ہوئے کچھ آسانیاں ہی پیدا ہو جائیں گی۔ عروج فوراً جواب دیتے ہوئے بولی۔ سسٹر آپ بالکل کوئی فکر نہ کریں آپ دیکھئے گا کہ میں اس عمارت کو کیا سے کیا بنا دیتی ہوں اب میں آگئی ہوں اب آپ کو کسی بھی طرح کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ثروت مجھے بتا رہی تھی کہ آپ کسی آفس میں سیکرٹری کے طور پر ملازمت کرتی ہیں۔ میرا آپ سے مشورہ ہے کہ آج اپنے آفس سے چھٹی کیجئے اور آج ہی آپ ہسپتال کی عمارت کی دشتی حصے میں جو کمرے خالی ہیں ان میں شفٹ ہو جایئے کل سے اس عمارت کی مرمت اور وائٹ واشنگ کا کام شروع ہو جائے گا پہلے اس کے اندر باہر سے مرت کا کام ہو گا اس کے بعد یہ عمارت اندر باہر سے ایسی پینٹ کرائی جائے گی کہ آپ اسے پہچان نہیں سکیں گی کہ یہ پہلے والی عمارت ہے اس کے اندر اور بھی باتھ کا یا دوسرا مرمت کا کام ہے وہ بھی مکمل کروا دیا جائے گا۔ اس پر صدف عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی اگر آپ کہتی ہیں تو میں چھٹی کر ہی لیتی ہوں پھر وہ اپنے بھائی آفاق کی طرف دیکھ کر کہنے لگی افی تم نے ایبٹ روڈ کی طرف تو جانا ہی ہے جاتے وقت میرے دفتر میں میری لیو کی ایپلیکیشن بھی دیتے جانا جواب میں آفاق نے بڑے پیارے انداز میں اپنا سر اثبات میں ہلا دیا

تھا۔ صدف پھر بولی اور کہنے لگی ہاں انی میری لیو کی درخواست بھی خود ہی لکھ لینا جواب میں آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگا پہلے بھی تو یہ کام میں ہی کیا کرتا تھا کونسا آپ لکھ کے دیا کرتی تھی اس بار ڈاکٹر عروج اپنے بھائی آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی آفاق بھائی میرا خیال ہے آپ سسٹر کی لیو کی اپلیکیشن بھی دینے کے بعد واپس گھر آجائیں آپ بھی آج چھٹی کریں اس لئے کہ مجھے آپ سے بھی ایک بہت بڑا بلکہ زبردست کام ہے اس پر آفاق نے چونک کر پوچھا وہ کیا۔ عروج بڑی شفقت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ آپ سسٹر کی اپلیکیشن دے کر واپس آئیں تو پھر میرے بھائی کہوں گی کہ تم سے کیا کام میں نے لینا ہے اس پر آفاق زور دیتے ہوئے کہنے لگا آپ بتائیں تو سہی مجھ سے کیا کام لینا ہے تاکہ کچھ پتا تو چلے عروج بولی اور کہنے لگی۔

سنو میرے بھائی ڈاکٹر ثروت مجھے بتا چکی ہے کہ آپ نا صرف یہ کہ فائن آرٹ میں ایم ایس سی ہیں بلکہ ایک بہترین آرٹسٹ اور مصور ہیں آپ سے میں دو کام لینا چاہتی ہوں پہلا کام یہ کہ آپ مجھے میرے ہسپتال کے نام کا بورڈ لکھ کر دیں گے بورڈ کا انتظام ایک دو دن میں ہو جائے گا اور یہ کام بھی جلد ہی ہونا چاہئے اس لئے کہ عنقریب ہم لوگ ہسپتال کا افتتاح کرنے والے ہیں دوسرا کام جو آپ سے لینا چاہتی ہوں وہ یہ کہ ہسپتال کے اندر جس قدر سنگل اور اسپیشل روم ہیں ان کے لئے اس کے علاوہ مختلف وارڈوں' انتظامی شعبہ کے دفتروں میں لگانے کیلئے آپ مجھے کچھ بہترین سینریاں بنا کر دیں۔ اس کے لئے میں آپ کو انتہائی معاوضہ ادا کروں گی میں چاہتی ہوں کہ آپ اس کام کی ابتدا آج ہی کر دیں اس پر آفاق خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا دیکھئے ڈاکٹر یہ کام کوئی اتنا اہم نہیں ہے اسے تو میں رات کے وقت بھی کر سکتا ہوں۔ دراصل میری دشواری یہ ہے کہ دن کے وقت میں ایبٹ روڈ اور ڈیوس روڈ کے سنگم کے قریب ایک پینٹر کی دکان پر کام کرتا ہوں۔ وہاں چھوٹا موٹا کام آتا رہتا ہے وہاں مجھے کچھ معاوضہ بھی مل

جاتا ہے اس کے علاوہ کچھ فلموں کے پوسٹر بھی وہاں آتے ہیں وہ بھی میں وہاں بیٹھ کر بنا لیتا ہوں کچھ فلموں کے پوسٹر مجھے سینماؤں کے اندر جا کر بھی بنانے پڑتے ہیں اس لئے شام تک تو میں کافی مصروف رہتا ہوں تاہم میں آپ کے یہ دونوں کام رات کے وقت کر دیا کروں گا۔ اور مجھے امید ہے کہ بہت جلد میں انہیں نپٹانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ امید ہے کہ میری اس تجویز پر آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا اس پر عروج مسکراتے ہوئے کہنے لگی نہیں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ بہرحال جس طرح بھی ہو سکے میرا کام نکال دیجئے گا یہاں تک کہنے کے بعد عروج تھوڑی دیر کیلئے رکی پھر وہ اپنے بڑے بھائی آصف کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولی اور کہنے لگی۔

آصف بھائی ڈاکٹر ثروت مجھے بتا رہی تھیں کہ آپ کئی ماہ تک میو ہسپتال میں داخل رہے ہیں اور یہ کہ آپ کا وہاں آپریشن ہوا تھا اب آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں۔ اس پر آصف نے شکر گزار سے انداز میں عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا بس کچھ اچھا ہی محسوس کر رہا ہوں ڈاکٹر پہلے کی نسبت بہتری محسوس ہوتی ہے۔ پہلے تو میں خود اٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ صدف یا آفاق مجھے سہارا دے کر بٹھاتے تھے اور پانی پلاتے تھے۔ اب آپ دیکھتی ہیں کہ میں اٹھتا بیٹھتا ہوں چلتا پھرتا ہوں تاہم ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق پین کی اور وٹامن سی کی گولیاں بکثرت استعمال کر رہا ہوں اپنے بڑے بھائی کی یہ گفتگو سن کر عروج کچھ اور افسردہ سی ہو گئی تھی اس کے چہرے پر بڑی تیزی سے تاسف اور دکھ کے سائے لہرائے تھے تاہم جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور اس بار وہ اپنی ماں سے سوتیلی بہن صوبیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے پوچھنے لگی صوبیہ بہن تم ان دنوں کیا کر رہی ہو۔

صوبیہ بیچاری چہرے سے کچھ سنجیدہ اور حساس لڑکی لگتی تھی تھوڑی دیر تک اس نے بڑے غور سے عروج کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی میں پہلے ایک سکول میں

پڑھاتی تھی پھر مجھے کچھ مجبوریوں کی وجہ سے چھوڑ دینا پڑا۔ اس کے بعد میں نے سلائی میں ڈپلومہ کیا ہے تاہم ان دنوں میں گھر رہ کر اپنے ماموں اور اپنے بڑے بھائی کی خدمت کرتی ہوں اور یہی میری سب سے بڑی ملازمت ہے اس پر عروج مسکراتے ہوئے کہنے لگی پھر تو تم میری بہن واقعی بہت بڑا اور عظیم کام سرانجام دے رہی ہو میں سمجھتی ہوں تم خوش قسمت ہو جسے اپنے ماموں اور بڑے بھائی کی خدمت کا موقع مل رہا ہے۔ ماں کے بعد ماموں ہی ممتا کی نشانی ہے۔ اور باپ کے بعد بڑا بھائی شفقت پدری کا مرکز بن جاتا ہے اتنا کہنے کے بعد عروج تھوڑی دیر کیلئے رکی پھر وہ سب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ کرامت ماموں' آفاق اور آصف بھائی اگر آپ تینوں کو ایک اعتراض نہ ہو تو میں صدف اور صوبیہ دونوں بہنوں کو آج اپنے ساتھ لے جاؤں۔ ڈاکٹر ثروت بھی میرے ساتھ ہوں گی ہم لوگ ہسپتال کیلئے کچھ ٹی وی سیٹ خریدنا چاہتے ہیں۔ کرامت بولے اور کہنے لگے تم دونوں کو ساتھ لے جاؤ ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ عروج نے اس بار آصف بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ آصف بھائی آپ کو۔ آصف بھی فوراً بولا آپ دونوں بہنوں کو ساتھ لے جائیں اس میں اعتراض کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ عروج نے اس بار آفاق کی طرف دیکھا اور آفاق بھائی آپ؟ جواب میں آفاق مسکراتے ہوئے بولا۔ آپ مجھ سے کیوں پوچھتی ہیں ماموں اور بڑے بھائی سے تو آپ کو جواب مل گیا ہے میں تو ویسے ہی ان دونوں سے چھوٹا ہوں مجھ سے نہ اجازت لینے کی ضرورت ہے اور نہ ہی میں نے کبھی ان کے کاموں میں دخل اندازی کی ہے میں نے تو بس اپنے آپ کو ان دونوں بہنوں' بڑے بھائی اور ماموں کی خدمت کیلئے وقف کر رکھا ہے۔ اس پر عروج فخریہ سے انداز میں آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی یقیناً آپ جیسا بیٹا' آپ جیسا بھائی قابل فخر ہے۔ جو اپنے ماموں اپنے بھائی اور بہنوں کے متعلق اس قسم کے خیالات رکھتا ہے اس کے ساتھ ہی آفاق اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی بڑی بہن صدف کی طرف وہ دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سسٹر میں اب اپنی تیاری کرتا ہوں تاکہ آپ کی ایپلیکیشن دینے کے بعد میں سیدھا ایبٹ روڈ کی طرف نکل جاؤں گا اس کے ساتھ آفاق وہاں سے ہٹا اور دوسرے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔ عروج نے اس کا بغور جائزہ لیا وہ نا صرف یہ کہ شکل و صورت کا خوبصورت تھا بلکہ دراز قد تھا اور انتہائی متناسب جسم رکھتا تھا تاہم عروج کو اس بات کا افسوس اور تاسف ہوا کہ اس کا وہ بھائی سادہ سے کپڑے اور پاؤں میں ایک سستی سی چپل پہنے ہوئے تھا تاہم اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اس بار وہ صدف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

سسٹر آپ کب تک ہسپتال کی عمارت میں شفٹ ہو سکتی ہیں اس پر صدف پھر بولی اور کہنے لگی جس وقت آپ چاہیں ہمارا کیا ہے ہمارے پاس تو سامان ہی مختصر سا ہے عروج پھر کہنے لگی تو پھر آج ہی شفٹ ہو جائیں صدف دوبارہ بولی اگر ایسا ہے تو پھر میں انی کو روک لیتی ہوں تاکہ وہ شفٹنگ کر لے۔ اس کے علاوہ ہمارا کون ہے جو سامان اٹھا کے ہسپتال کی عمارت میں لے جائے گا۔ اس پر عروج فوراً بولی اور کہنے لگی نہیں آپ انی کو جانے دیجئے آپ کی شفٹنگ کا انتظام میں خود کرالوں گی۔ ہسپتال کے دو چوکیدار ہیں دو ڈرائیور ہیں انہیں استعمال کریں گے اور فوراً آپ کی شفٹنگ کریں گے کل سے اس عمارت کی مرمت اور وائٹ واشنگ کا کام شروع کر دیا جائے گا۔

اس موقع پر کرامت اور آصف دونوں ماموں بھانجے نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اشارہ کیا پھر وہ دونوں اپنی جگہ پر سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے ساتھ ہی کرامت عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھو بیٹی تم چاروں بہنیں بیٹھ کر باتیں کرو میں اور آصف اپنے کمرے میں جا کر آرام کرتے ہیں اس کے ساتھ ہی کرامت اللہ اور آصف اس کمرے سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف چلے گئے تھے ماموں اور بڑے بھائی کے جانے کے بعد عروج کسی قدر زیادہ بے تکلف ہو کر

صوبیہ سے پوچھنے لگی صوبیہ بہن تم آفاق سے چھوٹی ہو کہ بڑی تم دونوں کے
چہرے اور شکل و صورت سے میں کم از کم یہ نہیں اندازہ لگا سکی کہ تم دونوں بہن
بھائیوں میں بڑا کون اور چھوٹا کون ہے اس پر صوبیہ مسکراتے ہوئے کہنے
لگی۔ آفاق مجھ سے چھوٹا ہے لیکن صرف پانچ منٹ اس پر عروج مصنوعی حیرت
اور تعجب سے صوبیہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی صرف پانچ منٹ سے تمہارا
کیا مطلب۔ عروج کی اس حیرت پر صوبیہ مسکرانے لگی تھی جبکہ صدف نے بھی
ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں عروج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ دراصل صوبیہ اور آفاق
دونوں جڑواں بہن بھائی ہیں صوبیہ کی پیدائش کے پانچ منٹ بعد آفاق پیدا ہوا تھا
اس لئے صوبیہ اپنے آپ کو اس سے پانچ منٹ بڑا خیال کرتی ہے اور پانچ منٹ
بڑا ہونے کے ناطے سے وہ اس کی عزت اور قدر بھی بڑی بہن ہی کی طرح کرتا
ہے۔ ویسے بھی وہ ایک انتہائی ہمدرد' دردمند' غمگسار اور مخلص بھائی ہے۔ بات
بات پہ ہم دونوں بہنوں کا خیال رکھتا ہے رات کو بیٹھ کر بیچارہ ماموں اور بڑے
بھائی کو دباتا بھی ہے۔ جب اس کے پاس پیسے ہوتے ہیں تو ہم دونوں بہنوں' بھائی
اور ماموں کیلئے کوئی نہ کوئی چیز بھی لے آتا ہے میں سمجھتی ہوں میں اور صوبیہ
دونوں بہنیں انتہائی خوش قسمت ہیں کہ ہمیں آفاق اور آصف جیسے بھائی ملے
ہوئے ہیں جب آصف بھائی بیمار نہیں تھے تو ہمیں اپنے باپ کی کمی کا احساس تک
نہیں ہوتا تھا لیکن ان کی بیماری نے ہمیں مجبور کر کے رکھ دیا ہے۔ اپنی بڑی بہن
کی گفتگو سن کر عروج بیچاری پس کر رہ گئی تھی تاہم وہ بڑے صبر و تحمل سے کام
لیتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھی۔

اپنی بہن کی اس گفتگو کے جواب میں عروج کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ
دوسرے کمرے سے کسی کی آواز سنائی دی شاید کوئی عروج کے ماموں کو مخاطب کر
کے کہہ رہا تھا۔ ماموں یہ آصف صدف کہاں ہے اس نے آج دفتر نہیں جانا اس
پر عروج چونک سی پڑی اور صدف کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پوچھنے لگی مسٹر یہ کون
ہے جو آپ کا پوچھ رہا ہے۔ جواب میں صدف مسکراتے ہوئے کہنے لگی بس یوں
سمجھو میری بہن یہ ہمارا تیسرا بھائی ہے جس کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں پھر
وہاں بیٹھے ہی بیٹھے صدف نے بلند آواز میں کہا برکت بھائی تھوڑی دیر کیلئے ماموں
کے پاس بیٹھیں میں آپ کے پاس ابھی آتی ہوں اس کے بعد وہ عرج سے مزید
کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عروج نے خود ہی بولتے ہوئے صدف سے پوچھ لیا۔

صدف بہن یہ کون ہے جسے آپ اپنا تیسرا بھائی کہہ رہی ہیں اور جس کے
متعلق آپ نے ابھی ابھی یہ کہا ہے کہ اس کے آپ پر بڑے احسانات ہیں جواب
میں صدف کہنے لگی۔ دیکھو ڈاکٹر بہن لوگ اسے بدمعاش سمجھتے ہوئے اس سے
خوفزدہ اور لرزاں رہتے ہیں لیکن ہمارے لئے یہ رحمت کا فرشتہ ہے آپ کے
ہسپتال کے سامنے جو عمارت ہے وہ اسی برکت بھائی کی ہے اس عمارت میں نیچے
ان کی کافی دکانیں ہیں اس علاقے میں سب سے بڑی دودھ دہی کی دکان انہی کی
ہے شہر سے باہر ان کا اپنا بھینسوں کا باڑہ بھی ہے جہاں سے دودھ سوزوکی وین کے
ذریعے یہ یہاں لا کر فروخت کرتے ہیں ان کی بڑی مہربانی کہ یہ صبح سویرے مجھے
اپنی گاڑی میں دفتر بھی چھوڑ آتے ہیں جب ہماری ماں بیمار تھی اور اس کے علاج
کیلئے ہمارے پاس کچھ نہیں تھا تو یہ برکت بھائی ہی تھے جو ہمارے کام آتے
رہے۔ یہ ہمیں پیسے دیتے رہے اور ہم اپنی ماں کا علاج کراتے رہے پہلے انہوں
نے ہماری ماں کا مفت علاج کرانا چاہا لیکن ہم نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا انہوں
نے ہمیں رقم دینا چاہی وہ بھی ہم نے قبول نہ کی۔ ہم نے ان سے کہا کہ آپ
ہمیں ادھار دے دیں۔ اس سے ہم اپنی ماں کا علاج کرواتے ہیں پھر آہستہ آہستہ ہم
اس ادھار کو اتار دیں گے۔

اس برکت بھائی کی بڑی مہربانی کہ یہ اس پر آمادہ ہو گئے ان سے قرض لے
کر ہم اپنی ماں کا علاج کرواتے رہے اس کے بعد ماموں کا علاج اور بڑے بھائی کا
جو آپریشن ہوا ہے اس کے لئے بھی ہم انہی سے قرضہ لیتے رہے ہیں ان کی خاصی

بڑی رقم ہمارے ذمہ ہے اور وہ آہستہ آہستہ ہم ہر ماہ انہیں کچھ نہ کچھ ادا کر کے اتارتے چلے جا رہے ہیں لوگ برکت بھائی کو قاتل، خونی اور بدمعاش خیال کرتے ہیں لیکن ہمارے لئے یہ ایک مخلص بے حد رحم دل اور پر خلوص انسان ہیں۔

اپنی بہن کی یہ باتیں سن کر عروج بیچاری مزید پس کر رہ گئی تھی وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ صدف پھر بولی اور کہنے لگی یہ برکت بھائی ہماری ہی نہیں بلکہ اہل محلہ میں جو بھی غریب یا ضرورت مند ہے اس کی مدد کرتے رہتے ہیں سنو ڈاکٹر بہن اس محلے میں ایک بہت بڑا فلاحی ادارہ بھی ہے ایک صاحب پہلے اس محلے میں رہا کرتے تھے پھر اچانک اس کے پاس نجانے کہاں سے اتنی دولت آگئی کہ انہوں نے فلمیں بنانا شروع کر دیں ان کی فلمیں بڑی کامیاب ہوئیں پھر جو عمارت یہاں ان کے پاس اس محلے میں تھی جس میں وہ رہائش رکھے ہوتے تھے وہ عمارت انہوں نے ایک فلاحی ادارے میں تبدیل کر دی اور خود گلبرگ کی طرف چلے گئے اب یہ برکت بھائی اور کچھ دوسرے لوگ ہی اس فلاحی ادارے کو چلا رہے ہیں اس فلاحی ادارے کا نام "آسرا" رکھا ہوا ہے اس کے دو حصے ہیں ایک مردوں کیلئے دوسرا عورتوں کیلئے اس آسرے میں عموماً بے سہارا یا بیوہ عورتیں پناہ لئے ہوئے ہیں یا وہ بوڑھے جن کو ان کی اولاد چھوڑ دیتی ہے یا ان کا کوئی سہارا یا آسرا نہیں رہتا وہ بھی اس فلاحی ادارے میں آکر رہتے ہیں اس آسرا نامی فلاحی ادارے کے زیادہ اخراجات برکت بھائی ہی برداشت کرتے ہیں ویسے اہل محلہ بھی دل کھول کر اس آسرا نامی فلاحی ادارے کیلئے رقوم مہیا کرتے ہیں اس طرح اس فلاحی ادارے میں بہت سے بوڑھے اور بیوہ عورتیں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد صدف جب خاموش ہوئی تو عروج بولی اور کہنے لگی ذرا اپنے اس برکت بھائی کو یہاں تو بلاؤ میں بھی اس سے ملنا پسند کروں گی عروج کے یوں کہنے پر صدف اپنی جگہ سے اٹھی اور پھر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد صدف لوٹی اس کے ساتھ دو اشخاص تھے ایک پینتیس برس کے قریب کا جوان ہو گا اور دوسرا پچپن ساٹھ کی عمر کا ایک بوڑھا تھا۔

صدف دونوں کو لے کر کمرے میں داخل ہوئی صدف پہلے کی طرح عروج کے پاس بیٹھ گئی جبکہ وہ دونوں اشخاص ٹیبل اور کرسیوں کے قریب ہی ایک چارپائی پر بیٹھ گئے تھے۔ پھر صدف عروج کو مخاطب کرتے ہوئے اس جوان شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی یہ برکت بھائی ہیں پھر اس بوڑھے کا تعارف کراتے ہوئے کہا اور یہ گل بابا ہیں یہ ہمارے انتہائی مہربان شفیق اور وطن اور قوم کے انتہائی مخلص انسان ہیں اس کے بعد صدف پھر بولی اور دونوں اشخاص کو مخاطب کر کے کہنے لگی گل بابا اور برکت بھائی یہ ڈاکٹر عروج ہیں جو سامنے والے ہسپتال کی مالک ہیں یہ آج ہی لندن سے لوٹی ہیں اور یہ یہیں مستقل طور پر ہسپتال کی عمارت ہی میں رہیں گی جبکہ دوسری ڈاکٹر ثروت ہیں انہیں تو آپ دونوں خوب اچھی طرح جانتے ہیں یہاں تک کہنے کے بعد صدف جب خاموش ہوئی تو عروج خود بولی اور برکت کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

برکت بھائی اس میری بہن صدف نے آپ کی بڑی تعریف کی ہے اس کا کہنا ہے کہ لوگ تو آپ کو خونی بدمعاش اور قاتل کہتے ہیں لیکن آپ ان کے لئے ایک مخلص بھائی کی حیثیت رکھتے ہیں کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ لوگ آپ کو کیوں قاتل اور خونی سمجھتے ہیں جبکہ صدف بہن کا کہنا ہے کہ آپ ایک انتہائی مہربان اور ہمدرد بھائی ہیں جواب میں برکت مسکراتے ہوئے بولا اور کہنے لگا۔

ڈاکٹر بہن یہ ایک لمبی کہانی ہے آپ سن کر اکتا جائیں گی اب جبکہ آپ آہی گئی ہیں اور یہیں آپ کو رہنا ہے تو خود آپ کو میرے اور گل بابا کے متعلق لوگوں کی زبان سے تفصیل کے ساتھ معلوم ہو جائے گا۔ اس پر عروج اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہنے لگی نہیں بھائی میں خود آپ کے منہ سے آپ کے متعلق کچھ سننا پسند کروں گی برکت ہار مانتے ہوئے کہنے لگا اچھا ڈاکٹر بہن میں آپ کو بتاتا ہوں پہلے مجھے اپنی بہن صدف سے بات کرنے دو اس کے بعد برکت نے صدف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا سنو میری بہن ماموں کہہ رہے تھے کہ آج تم

دفتر نہیں جاؤ گی کیا یہ سچ ہے جواب میں صدف بولی ہاں یہ ڈاکٹر عروج کی وجہ سے میں نے آج دفتر سے چھٹی کر لی ہے یہ مجھے اپنے ساتھ بازار لے جانا چاہتی ہیں یہ ہسپتال کیلئے کچھ چیزیں خریدنا چاہتی ہیں اس پر برکت خوش ہوتے ہوئے کہنے لگا ٹھیک ہے میری بہن اگر تمہیں دفتر نہیں جانا تو پھر میں تفصیل سے اس ڈاکٹر بہن کو اپنے متعلق بتاؤں گا یہاں تک کہنے کے بعد برکت تھوڑی دیر کیلئے رکا کھنکار کر اس نے گلا صاف کیا پھر وہ بولا اور عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو ڈاکٹر بہن میرا تعلق ایک ایسے ضلع سے ہے جو لڑائی جھگڑے دنگے فساد اور کورٹ کچہری کو آباد کرنے میں بڑا معروف اور مشہور ہے اسی شہر کے ایک گاؤں میں میں پیدا ہوا میرا تعلق ایک غریب خاندان سے ہے میرے والد کا ایک ہی بھائی تھا جس قدر زمین میرے باپ کے حصے میں آتی تھی اس سے میرا والد دستبردار ہو گیا اور ساری زمین اپنے بڑے بھائی کو دے دی وہ اس لئے کہ میرا باپ رنگ سازی کا کام جانتا تھا وہ یہ کام گاؤں ہی میں کرتا تھا اور اس سے اسے اچھے پیسے مل جاتے تے جس سے ہماری گزر بسر ہو جاتی تھی جس گاؤں سے میرا تعلق ہے وہ کافی بڑا ہے اس طرح میرا تایا زمین کو جوت کر اپنی گزر بسر کرنے لگا جب کہ میرا باپ اپنے ہی گاؤں میں کپڑے رنگنے کا کام کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتا رہا۔

میں نے میٹرک تک پڑھا اس کے بعد میں فوج میں بھرتی ہو گیا میرا ایک چھوٹا بھائی بھی تھا اور اس بھائی سے بڑی میری ایک بہن بھی تھی جبکہ دوسری طرف میرے تایا کا کوئی بیٹا نہ تھا بس اس کی دو ہی بیٹیاں تھیں اور ان کی منگنی اس نے مجھ سے اور میرے چھوٹے بھائی کے ساتھ کر رکھی تھی۔

دیکھ ڈاکٹر بہن برا ہو اس ناموافق وقت کا جس نے ہمارے گھر اور اس گاؤں کے ماحول کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ہوا کچھ یوں ہمارے قریبی گاؤں کا ایک بدمعاش تھا جس کی رشتہ داری ہمارے گاؤں کے چوہدریوں سے تھی یہ بدمعاش ہمارے گاؤں آیا اور دوسرے دن اس نے اپنے کچھ لباس اور چند پگڑیاں میرے باپ کو رنگنے کیلئے دیں میرا باپ اسے اچھی طرح جانتا تھا بڑی محنت اور بڑی جانفشانی سے اس نے کام کیا اور ساری چیزیں اسے خوب رنگ کر دیں جس وقت وہ بدمعاش چیزیں لینے آیا تو میرے باپ نے بڑی انکساری سے وہ چیزیں اسے پیش کیں جب وہ جانے لگا تو میرے باپ نے اس سے معاوضہ طلب کیا جواب میں اس نے میرے باپ کے منہ پر تھپڑ مارا اور کہنے لگا کہ تم مجھے جانتے نہیں ہو۔ کیا کبھی کسی نے مجھ سے کام کرنے کا پہلے بھی معاوضہ طلب کیا ہے اس وقت دکان میں میرا چھوٹا بھائی اور بہن بھی تھے میرا بھائی آگے بڑھا جواب میں اس نے بھی اس بدمعاش کے منہ پر طمانچہ دے مارا۔ بس یہی ہماری بدبختی بن گئی وہ بدمعاش اور اس کے ساتھی حرکت میں آئے انہوں نے میرے باپ اور بھائی دونوں کو قتل کر دیا میری بہن کو اٹھا کر وہ لے گئے پہلے انہوں نے اسے بالکل برہنہ کر کے گاؤں کے اندر گھمایا پھر اسے ہمارے گھر چھوڑ گئے میری بہن یہ صدمہ برداشت نہ کر سکی رات کو اس نے اپنے گھر میں اپنے گلے میں رسہ باندھ کر خود کشی کر لی تھی۔ یہاں تک کہنے کے بعد برکت کافی دیر خاموش رہا اس لئے کہ اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے تھے اس کی آواز کپکپا اور ڈوب کر رہ گئی تھی تھوڑی دیر تک وہ بیچارہ اپنے آنسو پونچھ کر اپنے آپ کو ضبط کرتا رہا پھر وہ کسی قدر سنبھالا لینے کے بعد دوبارہ بولا اور مزید کہنے لگا۔

دیکھو ڈاکٹر بہن گاؤں کے ایک شخص کو جو میرے ساتھ ہی فوج میں تھا اور چھٹی پر آیا ہوا تھا اس سے مجھے اپنے گھر کی تباہی اور بربادی کی خبر ہوئی۔ میرے تایا نے مجھے اطلاع نہیں دی تھی وہ بیچارہ نہیں چاہتا تھا کہ میں بھی اس دنگے فساد کی نظر ہو جاؤں وہ مجھے زندہ اور سلامت دیکھنا چاہتا تھا اس کا خیال تھا کہ جب یہ بات آئی گئی ہو جائے گی تو میں بھی اسے فراموش کر کے چپ ہو جاؤں گا لیکن یہ بات میری غیرت' میری حمیت' میری عزت' میری ناموس پر ایک ایسی ضرب تھی

جسے کسی بھی صورت برداشت نہ کیا جا سکتا تھا۔ سنو ڈاکٹر بہن میں شروع میں بڑا بزدل بڑا کمزور اور ڈرپوک مشہور تھا جہاں لڑائی جھگڑا دنگا فساد ہوتا میں وہاں سے دور بھاگ جاتا تھا میرے تایا کا بھی یہ خیال تھا چونکہ میں لڑائی جھگڑوں میں حصہ لینے والا نہیں لہٰذا اس حادثے کو بھی میں فراموش کر دوں لیکن ڈاکٹر بہن ایسا نہیں ہوا اس حادثے نے میری غیرت میری حمیت پر ایسی ضرب لگائی کہ میرے جسم کی نس نس اور بال بال سے سارے خدشے سارے ڈر اور سارے خطرات اس حادثے نے نکال کر رکھ دیئے اس حادثے کے تحت فوج سے چھٹی لے کر گھر آگیا۔

پہلے میں اس حادثے کے عینی شاہدوں سے ملا جس سے مجھے یہ علم ہوا کہ میرے باپ میرے بھائی کے قتل اور میری بہن کو گاؤں میں برہنہ پھرا کر بے آبرو کرنے میں ناصرف یہ کہ گاؤں کے جاگیردار کے گھر آئے ہوئے اس کے مہمان ذمہ دار ہیں بلکہ گاؤں کا چوہدری اور جاگیردار بھی اس میں شامل ہیں ان خبروں کے تحت میں گاؤں کے چوہدری سے ملا اس سے شکایت کی کہ میری بہن کو کیوں بے آبرو کیا گیا میں نے اس چوہدری سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ وہ بدمعاش جس نے یہ کام کیا اس سے میرا انتقام لیا جائے یا یہ کہ اسے میرے حوالے کیا جائے تاکہ میں خود اس سے انتقام لے سکوں پھر جانتے ہو ڈاکٹر بہن اس جاگیردار اس چوہدری نے مجھے کیا جواب دیا۔

اس نے میری ان باتوں پر بھرپور قہقہے لگائے میری باتوں کا مذاق اڑایا اور میری حیثیت کی تضحیک کی میرا خوب تمسخر اڑایا اور یہ بات مجھے انتہائی ناگوار گزری اور آخر میں وہ کہنے لگا کہ میری بہن کو بے آبرو کرنے والے اور میرے بھائی میرے باپ کو قتل کرنے والے اس علاقے کے مانے ہوئے بدمعاش اور جاگیردار ہیں اور اس نے یہ بھی کہا کہ ایسے لوگ اس طرح کی حرکتیں کرتے ہی رہتے ہیں جن لوگوں سے وہ اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں وہ ایسی حرکتیں برداشت کرتے ہی رہتے ہیں لہٰذا اس جاگیردار اور چوہدری نے مجھے یہ مشورہ دیا کہ میں بھی اگر اپنی زندگی چاہتا ہوں تو خاموش رہوں اس نے مجھے دھمکی دی کہ اگر میں نے اس معاملے کو پولیس یا کورٹ کچہری لے جانے کی کوشش کی تو مجھے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔

اور سنو ڈاکٹر بہن اب میں نے اپنی زندگی اپنی جان کو اہمیت دینی بند کر دی تھی میں نے موت کو گلے لگانے کا عزم کر لیا تھا اس جاگیردار کی یہ گفتگو سن کر میرے اندر ایک مزید انقلاب برپا ہوا پہلے تو میں اخبار اور رسالوں کی حد تک یہ بات پڑھا کرتا تھا کہ ہمارے ملک میں بدمعاشی' زیادتی' بگاڑ' معاشرتی برائیوں' معیشتی ناگواریوں کے ذمہ دار چوہدری' جاگیردار' وڈیرے' خاں' ملک اور سردار ہیں لیکن اس روز اس چوہدری سے بالمشافہ گفتگو کرنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ جو باتیں میں اخبار اور رسائل میں پڑھتا رہا ہوں وہ درست ہی ہیں لہٰذا میں نے سوچا کہ اگر میں ان کے خلاف پولیس کے پاس جاتا ہوں تو میری کہیں بھی شنوائی نہ ہو گی الٹا پولیس پکڑ کر مجھے بند کر دے گی نہ کوئی میری ضمانت کرانے والا ہو گا نہ کوئی مجھے ان کے ہاتھوں ان کی مار سے بچانے والا ہو گا لہٰذا میں نے خود ہی ایسے لوگوں کے خلاف حرکت میں آنے کا فیصلہ کیا گویا مجبوراً میں نے قانون کو ہاتھ میں لے لیا۔ دیکھو میری بہن سب سے پہلا کام جو میں نے کیا وہ یہ تھا کہ اس حلقے میں ایک شخص کے پاس گھوڑی تھی جو اس علاقے میں اپنی تیز رفتاری اور برق رفتاری کے باعث بڑی مشہور تھی میں نے دو ایک بار اس سے رابطہ قائم کیا اور اس سے گھوڑی خریدنے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن مجھے پتہ چلا کہ وہ کسی بھی صورت اس گھوڑی کو فروخت کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے کہ وہ گھوڑ دوڑ میں حصہ لیا کرتا تھا اور گھوڑی کی وجہ سے وہ شرطوں کے باعث بھاری بھاری رقمیں جیتا کرتا تھا جب اس شخص نے وہ گھوڑی فروخت کرنے سے انکار کر دیا تب میں حرکت میں آیا۔ سب سے پہلے میں نے اپنے لئے اسلحہ حاصل کیا پھر

ایک رات میں اپنے ضمیر کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر گھوڑی کے مالک کے گھر میں داخل ہوا اور آدھی رات کو میں نے اس کے ہاں سے گھوڑی چرا لی یہ میری زندگی کی پہلی چوری تھی جو میں نے مجبوری اور حالات کی تلخی اور دباؤ کے تحت کی تھی اس گھوڑی پر سوار ہو کر اور اسلحے سے لیس ہو کر میں اسی رات کی تاریکی میں اس گاؤں کی طرف گیا جس گاؤں کے بدمعاش نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر میرے بھائی میرے باپ کو قتل کیا میری بہن کو بے آبرو کر کے اسے خودکشی کرنے پر مجبور کیا۔

صبح کے وقت میں اس کے گاؤں میں داخل ہوا۔ اس بدمعاش کا پتہ کرتے ہوئے میں اس کی حویلی میں داخل ہوا نہ وہ مجھے چہرے سے جانتا تھا نہ میں اسے پہچانتا تھا۔ میں اس کی حویلی میں داخل ہوا میری خوش قسمتی کہ وہ بدمعاش مجھے اپنی حویلی میں مل گیا۔ وہ بھینسوں کا ایک بہت بڑا باڑہ تھا جس میں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ قیام کئے ہوئے تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ اس کے ساتھی بھی باہر آئیں اور میں اس کے ساتھ ان کا بھی خاتمہ کروں۔

لہٰذا اس سے میں نے اپنا تعارف یہ کہہ کر کرایا کہ جس گاؤں کے رنگ ساز اور اس کے بیٹے کو قتل کر کے تم نے اس کی بیٹی کو برہنہ کر کے بے آبرو کیا ہے۔ اسی گاؤں کے چوہدری نے جو تمہارا رشتے دار ہے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس رنگ ساز کا بیٹا جو فوج میں ہے چھٹی لے کر آ گیا ہے اور وہ تمہارے قتل کے درپے ہے۔ اور تمہیں تلاش کرتا پھرتا ہے۔ اور میں نے اسے تنبیہہ کی کہ اس گاؤں کے چوہدری کا کہنا ہے کہ وہ ہر وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ محتاط رہے۔ میری یہ گفتگو سن کر اس بدمعاش نے ساری گفتگو کو قہقہے میں ٹال دیا۔ اس نے اندر بیٹھے ہوئے اپنے سارے ساتھیوں کو بڑی شیخی اور گھمنڈ میں باہر بلایا اور مجھ سے کہنے لگا کہ اس قدر ساتھیوں اور اس قدر بدمعاش رفیقوں کے ہوتے ہوئے وہ اکیلا فوجی میرا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ سن بہن جو میں چاہتا تھا وہی ہوا جب اس نے اپنے سارے بدمعاش ساتھیوں کو باہر بلایا تب گھوڑی پر بیٹھے ہی بیٹھے میں حرکت میں آیا۔

گھوڑی کی زین کے ساتھ چمڑے کا ایک تھیلا تھا۔ جس کے اندر میں نے اپنا سارا اسلحہ رکھا ہوا تھا۔ اس اسلحے میں میرے پاس نئی اور عمدہ قسم کی ایک کار بائن بھی تھی جس کے اندر میں نے پہلے سے لوڈڈ میگزین لگا رکھی تھی گو اس کا سیفٹی کیچ لگا ہوا تھا تھیلے میں اندر ہاتھ ڈال کر پہلے میں نے سیفٹی کیچ ہٹایا پھر میں نے کاربائن نکال کے پہلے بڑے بدمعاش کو نشانہ بنایا۔ پھر میں نے اس کے سارے ساتھیوں کو بھی بھون کر رکھ دیا تھا۔

زندگی میں یہ میرا پہلا قتل تھا اس کے بعد میں اپنے گاؤں واپس گیا اور وہ چوہدری وہ جاگیردار جو اس بدمعاش کا رشتہ دار تھا اس کا بھی میں نے خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد میں نے چند شرفاء سے مشورہ کیا اور ان بدمعاشوں اور قاتلوں کے نام حاصل کئے جو ان دنوں میرے ضلع کی اس تحصیل میں موجود تھے۔ اس طرح میں نے اپنے باپ اور بھائی کے مرنے اور اپنی بہن کے بے عزت ہونے کے بعد ایک زہریلے اور زخمی سانپ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ میں نے اس تحصیل کے اندر جتنے نامی گرامی اور خونخوار قسم کے بدمعاش تھے سب کو میں نے باری باری قتل کیا اس طرح میں نے کوئی تیس قتل کئے ہوں گے۔

بس ایک بدمعاش مجھ سے بچا وہ اس پوری تحصیل میں ہی نہیں بلکہ پورے ضلع کے علاوہ پورے صوبے میں سب سے بڑا بدمعاش گنا جاتا پورے ملک میں اس کا بڑا رعب داب اور بڑی شہرت اور ناموری تھی۔ میں اس کا بھی خاتمہ کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے ساتھ اس کے حواری اس قدر ہوتے تھے کہ مجھے اس پر ہاتھ ڈالنے کا موقع نہیں ملا۔ اس بدمعاش سے متعلق میں یہ بھی نشاندہی کر دوں کہ اس بدمعاش کی اتنی بڑی بڑی مونچھیں تھیں کہ اپنی مونچھوں کے دونوں طرف وہ ایک ایک لیموں رکھ کر کھڑا ہو جایا کرتا تھا۔ پولیس والے اور انتظامیہ

کے لوگ اس سے خوف زدہ رہتے تھے۔ بہرحال میں اس بدمعاش کو ختم نہ کر سکا۔

اپنی تحصیل میں قاتلوں اور بدمعاشوں کا خاتمہ کرنے کے بعد میں مزید بھاگا دوڑا نہیں نہ مفرور کی حیثیت سے میں نے کوئی کارروائی کی بلکہ میں خود تھانے پیش ہوا اور اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ عدالت کے روبرو میں نے جس قدر قتل کیئے تھے ان کا اقرار بھی کیا۔ بہرحال میرا مقدمہ چلنے لگا مجھے جیل بھیجا گیا اب حالات کی ستم ظریفی دیکھیئے کہ جیل میں مجھے چند ہی ہفتے ہوئے تھے کہ وہ بدمعاش جسے میں قتل کرنا چاہتا تھا اور نہ کر سکا جو اپنی دونوں مونچھوں پر لیموں رکھا کرتا تھا وہ بھی کسی کیس کے سلسلے میں اسی جیل میں پہنچ گیا۔

ڈاکٹر بہن تم لوگوں کو یہ سن کر حیرت اور تعجب ہو گا کہ اس بدمعاش کے آنے کے بعد جیل میں ووٹنگ ہوئی کہ قیدیوں میں سے کون قیدی ان سارے قیدیوں کی نمبرداری کرے گا۔ میں نے بھی نمبرداری کے لئے انتخاب لڑا لیکن اس مونچھوں والے بدمعاش سے میں ہار گیا دو ایک بار میری تکرار بھی اس مونچھوں والے بدمعاش سے ہوئی لیکن جیل میں جس قدر قیدی تھے وہ سارے اس کے ساتھ تھے اور سارے ہی اس کے چیلے چانٹے تھے۔ لہٰذا ایک دو بار اس مونچھوں والے بد معاش نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر میری خوب پٹائی بھی کی بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس نے مجھے بڑا مارا۔ بہرحال میں اکیلا تھا مجبور ہو کر پٹتا رہا۔ ان کے ہاتھوں مار کھاتا رہا یہاں تک کہ وہ بدمعاش جس سزا میں آیا تھا اسے پوری کر کے اور رہائی حاصل کر کے چلا گیا۔

اب میں نے اس کے خلاف اپنی کارروائی کی ابتداء کرنی چاہی۔ اس کی رہائی کے چند روز بعد میں بھی جیل سے بھاگ گیا۔ اور اس کی تاک میں رہا۔ ایک روز آدھی رات کے وقت میرے شہر کے مشرق میں دو دریاؤں جیسے برساتی نالے ہیں اس کا گاؤں بھی ان برساتی نالوں کے قریب تھا بس میں اس کی تاک میں رہا ایک

روز جب وہ کہیں واردات کرنے کے بعد اکیلا اس برساتی نالے کو عبور کر رہا تھا۔ میں اس برساتی نالے میں ہی اس کے سامنے آیا میں نے اپنی کاربائن تان لی اور اسے اپنا اسلحہ پھینک دینے پر مجبور کر دیا۔ جب وہ اپنا اسلحہ پھینک چکا تو میں نے بھی اپنا اسلحہ پھینک دیا پھر ہم خالی ہاتھ ایک دوسرے کے سامنے آئے میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کتنی طاقت اور قوت رکھتا ہے یقین کرنا میری بہن اس نالے میں میں نے اسے مار مار کر ہلاک کر دیا۔ پھر میں نے ریت کے اندر ایک گڑھا کھودا۔ سر کے بل اس بدمعاش کو میں نے اس ریت کے گڑھے میں ایک ستون کی طرح کھڑا کر دیا۔ صبح میں واپس تھانے میں گیا اور تھانے والوں سے میں نے کہا کہ میں فلاں فلاں قاتل اور مجرم ہوں اور یہ کہ فلاں بدمعاش کو میں نے مار کر اس کا جسم نالے میں الٹا کھڑا کر دیا ہے اس کے بعد مجھے جیل بھیج دیا گیا بہرحال پولیس نے اس کی لاش کو قبضہ میں کر لیا۔ اس طرح میں اپنی تحصیل میں تقریباً" سارے بڑے بڑے بدمعاشوں اور قاتلوں کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اس کے بعد کورٹ کچہری میں میرا مقدمہ چلا میرے تایا نے میری پیروی کرنا چاہی پر میں نے اسے منع کر دیا مجھے خدشہ تھا کہ اگر میرے تایا نے میری پیروی کرنا چاہی تو وہ بدمعاش جو میرے ہاتھوں مارے گئے ہیں ان کے عزیز و اقارب میرے تایا اور اس کی بیٹیوں کو بھی ظلم و ستم کا نشانہ بنائیں گے۔ یہ بات میں نے اپنے چچا یعنی اپنے تایا کے بھی کانوں میں ڈال دی۔ لہٰذا میرا تایا اس بات سے باز رہا۔ اب چونکہ میں نے اپنے جرائم کا اقبال بھی کر لیا تھا۔ لہٰذا مجھے پھانسی کی سزا ہوئی۔ میں یہ صرف کتابوں اور رسائل ہی میں پڑھتا تھا کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ لیکن اپنے معاملے میں میں نے اس کا عملی مظاہرہ دیکھا ہے۔ مجھے پھانسی ہوئی بھی لیکن قدرت نے میرے لئے ایسا موقع فراہم کیا کہ میری پھانسی کی سزا معاف کر دی گئی۔ اور آج آپ دیکھتی ہیں کہ میں آپ لوگوں کے سامنے

ہوں اور سنو ڈاکٹر بہن اس کے بعد میں نے جدوجہد شروع کی میں لاہور چلا آ
یہاں ایک بھینس رکھی اس کا دودھ بیچتا رہا۔ ایک سے دو۔ دو سے چار سے
اتنی بھینسیں میری بڑھیں کہ گننے والے کا انکا شمار کرنے میں کچھ وقت لگنے لگا
پھر آپ کے ہسپتال کے سامنے جو عمارت ہے یہ میں نے خریدی دودھ دہی
کاروبار کرنے لگا۔ اب اللہ کا بڑا فضل ہے۔ خداوند قدوس نے مجھے اس قدر نوا
ہے۔ کہ جس کا شمار نہیں۔ لیکن میری بہن یہ عزت یہ شہرت یہ ناموری مجھے
بدمعاشی سے حاصل ہوئی۔ جس وقت میں برکت اللہ تھا اس وقت مجھے کوئی پوچھ
ہی نہیں تھا مجھے رنگو یا بکو کہہ کر لوگ مخاطب کرتے تھے آج بھی جب میں لوگو
سے یہ کہوں کہ میں برکت اللہ ہوں تو کوئی اہمیت نہیں دیتا میں اگر یہ کہوں کہ
میں بکا بدمعاش ہوں تو لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں۔ کانپتے ہیں میری راہ چھوڑ دیتے
ہیں۔ اس شہر کے چھوٹے بڑے بدمعاش سب ہی میری شکل و صورت اور میری
شخصیت سے آگاہ ہیں اور رنگو کے حوالے سے ہی میری قدرو منزلت کرتے ہیں
پولیس والے بھی مجھے خوب جانتے ہیں۔ اور رنگو بدمعاش ہی کی نسبت سے
مجھے عزت و توقیر دیتے ہیں بہرحال میں نے صرف اپنے مرنے والے باپ' بھائی
اور بہن کا انتقام لیا۔ اس کے بعد جیل سے نکلنے کے بعد میں نے کبھی کسی پر
اور زیادتی نہیں کی۔ بلکہ کوشش یہی کرتا ہوں کہ جہاں تک مجھ سے ممکن ہو سکے
کسی غریب اور ضرورت مند کی مدد کروں۔ سنو ڈاکٹر بہن اس ہسپتال کے چلانے
میں آپ کو اگر کوئی دشواری ہو۔ تو اپنے اس برکت بھائی کو ضرور یاد رکھئے گا
میں آپ لوگوں کی ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔ جس قدر زندگی میں گناہ اور ظلم
کئے ہیں ان کی تلافی کے لئے میں اللہ سے روز معافی مانگتا ہوں۔ اور اپنی زندگی
میں نے ضرورت مندوں اور غرباء کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ اتنا کہنے کے بعد
برکت جب خاموش ہوا تو عروج بولی اور کہنے لگی۔

برکت بھائی آپ کے حالات سن کر بڑا دکھ ہوا کہ کچھ زیادتی اور ظلم کر۔

والوں نے آپ کو جیل جانے پر مجبور کر دیا۔ بہرحال اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے
اب ایک اچھا اور نیک راستہ اختیار کیا ہے۔ آپ کے حالات تو میں نے سنے اس
کے بعد عروج نے اس بوڑھے شخص کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا آپ بھی تو کچھ
کہیئے اب چونکہ مجھے بھی یہاں رہنا ہے ہسپتال چلانا ہے۔ اور آپ لوگوں کے
ساتھ واسطہ بھی پڑتا رہے گا۔ لہٰذا مجھے آپ سے متعلق پوری آگاہی ہونی چاہئے۔
اس پر وہ بوڑھا تھوڑی دیر خاموش رہا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں چمڑے کا ایک
تھیلا پکڑ رکھا تھا۔ جو اس نے فرش پر رکھ دیا۔ پھر وہ بولا اور کہنے لگا۔

سنو بیٹی نام میرا پورا تو گل احمد ہے لیکن لاہور شہر کے لوگ مجھے عموماً" گل
بابا ہی کہہ کر پکارتے ہیں۔ میرا تعلق پشاور سے ہے۔ قصہ خوانی بازار کے ایک
اندرونی محلے کا میں رہنے والا ہوں۔ اپنی اولاد میں میرے صرف دو بیٹے ہی ہیں۔
بیٹی کوئی نہیں اگر ہوتی تو شاید کچھ نہ کچھ میری خدمت ضرور کرتی۔ بیٹے شادی
کے بعد بیٹے نہ رہے۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی مجھے اپنی بیویوں کی وجہ سے
اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ نہ تھا۔ اور میں خود اتنا گیا گزرا اور پست نہیں تھا کہ
زبردستی بیٹوں میں سے کسی کے ساتھ رہوں۔ میری دونوں بہوئیں کچھ تیز مزاج کی
ہیں اور انھوں نے میرے دونوں بیٹوں کو اپنی گرفت میں لے لیا لہٰذا بیٹے اپنی
بیویوں سے ڈرتے ہیں اور کوئی بھی مجھے اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ نہیں۔ اس
صورتحال میں میں نے پشاور سے ہجرت کی اور لاہور چلا آیا۔ یہاں پہلے سے
میرے کچھ جاننے والے تھے تاہم میں نے ان میں سے کسی کے ہاں قیام نہیں کیا۔
پہلے میں نے موہنی روڈ میں اپنی رہائش کے لئے ایک کمرہ حاصل کیا۔ ان دنوں یہ
صدف اور صوبیہ کے ماموں کرامت اللہ بھی وہیں رہا کرتے تھے۔ ان سے میری
پرانی جان پہچان ہے۔ میں یہاں دو کام کرتا ہوں۔ دن بھر میں دھونئے کا کام کرتا
ہوں پھر گل بابا نے اپنے چمڑے کے تھیلے سے لوہے کا تین خانوں کا اگردان نکالا
جسے عموماً" دھونئے استعمال کرتے ہیں اور وہ اگردان عروج کو دکھاتے ہوئے گل بابا

کہنے لگے کہ دیکھ بیٹی اس میں جو بیچ کا خانہ ہے اس میں تو میں آگ کے انگارے گرم رکھتا ہوں۔ باقی دو خانوں میں ایک میں لوبان اور دوسرے میں ہرمل کے دانے رکھتا ہوں۔ آگ پہ لوبان اور ہرمل ڈال کے میں گلی گلی کوچے کوچے دکان دکان جاتا ہوں۔ لوگ میرے چہرے سے بھی آشنا ہیں۔ میری قدر بھی کرتے ہیں۔ میری عزت بھی کرتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ دے دیتے ہیں۔ جس ٹھیلے یا ریڑھی کے پاس جاتا ہوں وہ فروٹ بھی دے دیتا ہے وہ اپنے بڑے تھیلے میں ڈالتا رہتا ہوں۔ جو میں نے کندھے سے لٹکائے رکھا ہوتا ہے۔ پھر اپنے چمڑے کے تھیلے سے گل بابا نے پیتل کا ایک بہت بڑا ٹل نکالا اور مسکراتے ہوئے وہ عروج سے کہنے لگا۔

جگہ جگہ دکان دکان میری بیٹی میں دھونی دے کے رقم حاصل کرتا ہوں۔ پر یہ کام میں سارا دن نہیں کرتا۔ یہ کام میں صرف ظہر کی نماز تک کرتا ہوں۔ با کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوپہر کے وقت شروع کرتا ہوں اور مغرب تک اس کام کو جاری رکھتا ہوں۔ دن میں جو وقت میرے پاس بچتا ہے اس میں میں اپنی زندگی کے اصل مقصد اور مدعا پر خرچ کرتا ہوں۔ یہاں میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ دھونئے کا کام کرنے کے دوران جو مجھے پھل یا دوسری اشیاء ملتی ہیں وہ میں اپنے محلے کے آسرا نام کے فلاحی ادارے کے حوالے کر دیتا ہوں۔ اس میں جو بیوہ عورتیں اور بوڑھے مرد رہتے ہیں وہ اسے کھا پی لیتے ہیں اور جو رقم مجھے ملتی ہے اس میں نشر و اشاعت کے کاموں پر خرچ کرتا ہوں۔

اس پر عروج بولی اور پوچھنے لگی۔

گل بابا آپ کس قسم کی نشر و اشاعت کا کام کرتے ہیں اس پر گل بابا ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا دیکھ بیٹی میں اشتہار چھپواتا ہوں پوسٹر اور اسٹیکر چھپواتا ہوں اور انھیں شہر کی گلیوں کوچوں بجلی کے کھمبوں عمارتوں کی دیواروں پر چسپاں کرتا رہتا ہوں بس یہی میری زندگی کا مقصد اور ماٹو ہے عروج پھر بولی اور پوچھنے لگی لیکن یہ جو آپ اشتہار پوسٹر یا اسٹیکر چھپواتے ہیں یہ کاہے کے متعلق ہوتے

ہیں اس بار گل بابا چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا دیکھ بیٹی یہ اشتہارات یہ پوسٹر یہ اسٹیکر مسلمانوں کی طبقاتی تقسیم گروہ بندی' صوبائی تعصب' برادری ازم' نسل پرستی' لسانی تفاخر اور وطنی تنافر کے خلاف ہوتے ہیں میرا جہاد قومیت کے تعصب کے خلاف ہے جس نے مسلمانوں میں اونچ نیچ' شریف و کمین' برتری اور کمتری کے امتیازات کھڑے کر دیئے ہیں اسی تعصب اسی گروہ بندی اور طبقاتی تقسیم نے مسلمانوں کے اندر نفرت و عداوت تحقیر و تذلیل' ظلم و ستم اور دیگر شیطانی وسوسے اور فلسفے کھڑے کر دیے ہیں بس انھی شیطانی فلسفوں کے خلاف میرا جہاد ہے بیٹی مسلمان خواہ گورا ہو یا کالا مشرق کا رہنے والا ہو یا مغرب کا جنوب سے تعلق رکھتا ہو یا شمال سے بہرحال وہ مسلمان ہے ان سب کی ایک ہی قوم ہے اور ان سب کا تعلق صرف مسلم قومیت سے ہے اسکے علاوہ جتنی بھی قومیتیں ہم کھڑی کرتے ہیں وہ جعلی ہیں ان سے صرف ہم ایک دوسرے سے متعارف تو ہو سکتے ہیں لیکن انہیں ہم اپنی معاشرتی بنیاد سمجھ کے زندگی نہیں بسر کر سکتے کہ یہ بنیادیں انسانیت کے نام پر عمومیت کے ساتھ ایک طمانچہ ہیں اور خصوصیت کے ساتھ مسلمان کے لئے یہ ایک زہر قاتل ہیں۔

دیکھ میری بیٹی میرے ان اشتہاروں سے ان پوسٹروں اور میرے ان اسٹیکروں سے قوم کے نام میرا یہی پیغام ظاہر ہوتا ہے کہ ہم سب مسلمان ہیں بھائی بھائی ہیں یہ جو لسانی' طبقاتی' صوبائی اور برادری تقسیم ہے اسکی کوئی حیثیت نہیں یہ سب ہماری خود ساختہ لکیریں ہیں جو ہم نے کھینچ کر ایک دوسرے کے خلاف نفرت اور تعصب کی ابتداء کر دی ہے بس اسی نفرت اور اسی تعصب کے خلاف میرا جہاد ہے۔ تھا اور رہے گا۔ دیکھ بیٹی میرے پاس جو پیتل کا ٹل ہے جب میں کسی گلی' کسی کوچے' کسی چوراہے' کسی سڑک پر کھڑے ہو کر بجاتا ہوں تو لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ میں کیا کرنے لگا ہوں میرے گرد حلقہ بنا کر کھڑے ہو جاتے ہیں مجھے بڑے غور سے سنتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس کام کی میں ان سے کوئی اجرت طلب

نہیں کرتا وہ جانتے ہیں کہ میری نیت صاف ہے میں اپنی پاکستانی قوم کی بہتری اور فلاح
کے لئے یہ سارے کام انجام دیتا ہوں اور ان لوگوں کی بڑی شرافت ہے ان لوگوں کی
بڑی مہربانی ہے کہ یہ لوگ مجھے امدادی رقوم سے خوب نوازتے ہیں انھی لوگوں کی
وجہ سے میں اپنے نشر و اشاعت کے کام کو آگے بڑھاتا جا رہا ہوں۔

عروج گل بابا کی اس گفتگو سے بے حد متاثر اور خوش ہوئی پھر وہ بولی اور
کہنے لگی۔ گل بابا آپ کے اس نیک کام میں میں بھی حصہ لونگی میں ابھی اپنی اس
ساتھی ڈاکٹر ثروت اس صدف اور صوبیہ کے ساتھ بازار جا رہی ہوں ہسپتال کے
لیے مجھے کچھ سامان خریدنا ہے میں آتی دفعہ آپ کے لئے ایک دستی اسپیکر بھی
لے آؤنگی جس میں سیل استعمال ہوتے ہیں آپ اپنے اس تبلیغی مشن کا کام
اسپیکر کے ذریعے سے ادا کیا کریں اس طرح آپ کے کام میں اور آسانی پیدا ہو
گی اور لوگ آپ کو بہتر اور واضح طور پر سن سکیں گے اس اسپیکر اور سیل کے
سارے اخراجات میرے ذمہ ہونگے آپ ان کی کوئی فکر نہ کریں اس پر گل بابا
خوش ہو گئے اور کہنے لگے دیکھ بیٹی ابھی تو میں اپنے اس دھونئے کے کام کو انجام
دینے کے لئے نکل رہا ہوں ظہر کی نماز کے قریب میں واپس لوٹوں گا اس وقت
میں تم سے وہ اسپیکر لے لوں گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میرے کام میں معاون
ثابت ہو گا عروج پھر بولی اور اس بار وہ برکت کو مخاطب کر کے کہنے لگی برکت
بھائی آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں ہے کہ آپ نے جو قتل کئے تھے اور ان کے جرم
میں جو آپ کو پھانسی کی سزا ہوئی تھی اس سے آپ کیسے بچے اس پر برکت
مسکراتے ہوئے کہنے لگا دیکھ ڈاکٹر بہن یہ ایک راز ہے جس کے متعلق میں نے
ابھی تک کسی کو کچھ نہیں بتایا لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ پھانسی سے میں کیسے بچا
لیکن میں ٹال جاتا ہوں ابھی میں اسے بتانا نہیں چاہتا اگر بتا دوں تو یوں سمجھو کہ
میری زندگی کا سارا سسپنس اور ساری جستجو ہی ختم ہو کر رہ جائے گی بہرحال آپ
لوگوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ کسی مناسب موقع پر ضرور بتاؤں گا کہ پھانسی سے
میری گلو خلاصی کیسے ہوئی دیکھو ڈاکٹر بہن اب میں جاتا ہوں گل بابا کو بھی اپنے
ساتھ لے جاتا ہوں اسے راستے میں اتارتا جاؤں گا۔

برکت اور گل بابا ابھی اپنی جگہ سے اٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ اس کمرے
میں ایک نوخیز و نوعمر اور ایک انتہائی حسین لڑکی گاتی مسکراتی خوشبو شباب کے
اثرات سے مغلوب عشرت و مسرت کے راگ اور عبودیت کے الاپ کی طرح
داخل ہوئی اس کا درخشاں چہرہ ازل کے اسرار ابد کے رموز سے بھرپور اور زیست
کے شوق سے لبریز تھا اس کی ہنستے چھلکتے ساغر سی سحر آفریں آنکھوں میں چٹختی
چنگاریوں عشرت گاہ رنگ و نور قمقموں کی ذو فشانی زمزموں کی ساحری لذتوں کی
نکہتوں اور مستیوں کے سرود بے کراں کا سا سماں تھا۔

اس طلسم کیف و نزہت لڑکی کی چال ہیبنی کی ریشمی لہر سیلاب جمال ہوا کی
ریشمی موجوں پر اڑتے وصل کے سایوں طلسم رنگ و آہنگ کے احساس نشاط
جیسی تھی۔

عروج نے اس سراپا جمال اور رومانوں کی شیریں یاد جیسی لڑکی کو بڑے غور
اور انہماک سے دیکھا تھا اس لڑکی کا جائزہ لیتے ہوئے اس نے محسوس کیا کہ اس
لڑکی کے ریشم سے گلابی ہونٹوں پر قرطاس وقت پر تبسم گل سے لکھے حروف نغمہ و
آتش کے سنگم میں ملکوتی پھبن اور ریشمی تبسم رقص کناں تھا اس لڑکی کا شفق کی
موج میں ڈھلتا جسم حسن کا عبادت خانہ لگ رہا تھا مجموعی طور پر وہ لڑکی نفس در
نفس موج نظر نظر رقص بہار رگ و جاں دکھائی دے رہی تھی اس لڑکی کا آتشیں
چہرہ اس کے بھرے بازو اور الماس و گوہر جسم اسے ایک حادثے سے قیامت بنائے
ہوئے تھا کمرے میں داخل ہوتے وقت اس کے بند کلیوں کے فشار جیسے ہونٹوں
کے سرور میں صبح کے پھولوں کا رس اور اس کی پیشانی کی چمک میں چاند کی نرم لو
موجیں مار رہی تھا کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس لڑکی نے اپنی آواز کی
طلسماتی جھنکار لہجہ کی شیرینی اور تبسم کی نرمی میں وہاں بیٹھے سب لوگوں کو سلام

کہا پھر وہ آگے بڑھتی ہوئی صدف کے قریب آ بیٹھی تھی تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی پھر وہ نووارد لڑکی بولی اور عروج کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگی۔

اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ ڈاکٹر عروج ہیں سامنے بننے والے اسپتال کی مالک میرے خیال میں آپ ابھی ابھی لندن سے سیدھی ادھر ہی آئی ہیں اس لڑکی کی اس گفتگو پر عروج نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر اس نے اپنی بہن صدف کی طرف سوالیہ سے انداز سے دیکھا صدف اس استفہامیہ کیفیت کو سمجھ گئی تھی لہٰذا وہ فورا بولی اور اس لڑکی کا تعارف کراتے ہوئے وہ عروج سے کہنے لگی دیکھو ڈاکٹر بہن یہ سندس ہے اسی عماررت میں اس نے دو کمرے کرائے پر لے رکھے ہیں یہ اپر مال کے ایک آفس میں کام کرتی ہے ہمارے ساتھ اس کا رویہ نہایت مخلصانہ اور مہربان ہے اس کے ساتھ اس کی خالہ بھی رہ رہی ہے صدف کو بولتے بولتے رک جانا پڑا اس لئے کہ بیچ میں عروج بولی اور سندس کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگی۔

سندس تم سے مل کر مجھے انتہائی خوشی ہوئی تم سے غائبانہ تعارف تو ڈاکٹر ثروت کے ذریعے پہلے ہی ہو چکا تھا اور میں واقعی تم سے ملنے کی بھی بڑی شائق تھی تمھاری خوبصورتی اور تمھارے لب و لہجہ اور سلوک کی ڈاکٹر ثروت نے تعریف کی تھی اس تعریف سے میں نے تمھیں کچھ زیادہ ہی پایا ہے پر یہ تو کہو کہ میرے متعلق تمھیں کس نے بتایا کہ میرا نام عروج ہے اور میں یہاں پہنچی ہوئی ہوں اس پر حسین سندس مسکراتے ہوئے کہنے لگی یہ ساری باتیں ابھی ابھی مجھے آفاق نے کہی ہیں سندس کے اس بے ساختہ سے جواب پر عروج کے چہرے پر خوش کن مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ اپنے سامنے بیٹھے برکت کو مخاطب کر کے کہنے لگی برکت بھائی آپ گل بابا کے ساتھ تھوڑی دیر یہیں بیٹھیں میں اس عمارت کے سارے کمروں کا جائزہ لے لوں پھر اس عمارت سے متعلق مجھے آپ سے گفتگو کرنی ہے۔برکت فورا جواب میں بولا اور کہنے لگا تم فکر نہ کرو میری بہن تم پوری عمارت دیکھ آؤ میں یہیں بیٹھ کر بابا کے ساتھ تمھارا انتظار کرتا ہوں اس پر عروج صدف سندس اور صوبیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی کیا تم تینوں بھی میرے ساتھ نہیں آؤ گی تاکہ اس عمارت کا جائزہ لیں اور اس کے بعد میں اس کی مرمت اور اس کی وائٹ واشنگ کا کام شروع کروا سکوں صدف اور سندس فورا اٹھ کھڑی ہوئیں صوبیہ نے بھی قریب پڑی ہوئی اپنی دونوں بیساکھیاں سنبھال لیں وہ کھڑا ہونا چاہتی تھی کہ صدف بھاگ کر آگے بڑھی اسے سہارا دیکر اوپر اٹھایا پھر وہ عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگی آئیے چلیں عروج نے تھوڑی دیر تک بڑے غور اور تاسفانہ سے انداز میں صوبیہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی صوبیہ بہن اگر تمھیں چلنے میں تکلیف ہو تو تم یہیں بیٹھی رہو اس پر صدف نے اعتراض کرنے سے انداز میں کہا اسے ہم صوبیہ نہیں بلکہ منی کہہ کر پکارتے ہیں ماموں' میں' بڑا بھائی اور چھوٹا سبھی اسے منی ہی کہتے ہیں یہ نام اسے بچپن ہی میں ماں نے دیا تھا تب سے اس کا یہی نام چلا آ رہا ہے صوبیہ پکارنے پر یہ اکثر سنتی بھی نہیں اس لیے کہ ماں کا دیا ہوا منی کا لفظ اسے بڑا عزیز اور بڑا چہیتا ہے اپنی بڑی بہن کی یہ باتیں سن کر عروج بیچاری بار بار پس جاتی تھی پر فورا ہی اپنے آپ کو سنبھال لیتی تھی بہرحال صدف سندس اور صوبیہ کو لے کر وہ عمارت کا جائزہ لینے لگی تھی۔

اس کمرے سے نکلتے ہوئے صدف نے عروج سے کہا جس کمرے میں ابھی آپ بیٹھی ہوئیں تھیں یہ کمرہ میرا اور منی کا ہے اور اس میں ہم دونوں بہنیں رات کو سوتی ہیں یہ سمجھ لیں کہ یہ ہمارا بیڈ روم ہے پھر وہ ساتھ والے کمرے میں گئیں اس میں عروج کا ماموں کرامت اللہ اور آصف اپنے اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے تھے عروج نے بڑے غور سے اس کمرے کا جائزہ لیا کرامت اللہ اور آصف کے سامنے میز پر جو دوائیاں پڑی ہوئی تھیں انہیں بھی غور سے دیکھتی رہی پھر کمرے سے نکل کر وہ ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئی اس موقع پر صدف پھر

بولی اور کہنے لگی وہ جو کمرہ ابھی تم نے دیکھا ہے یہ میرے ماموں اور بڑے بھائی کا ہے اور یہ کمرہ جس میں ابھی داخل ہوئی ہو یہ میرے چھوٹے بھائی آفاق کا ہے۔

عروج نے اس کمرے کا بھی بغور جائزہ لیا دیواروں پر رنگ و روغن اکھڑا ہوا تھا فرش کے ایک کونے میں چھوٹا سا ایک اسٹینڈ تھا جس پر معمولی سی اور کم قیمت کی ایک اسکرین رکھی تھی جس پر کوئی آدھی نا مکمل تصویر بھی بنی ہوئی تھی۔ اسٹینڈ کے ساتھ لٹکتی ہوئی پلاسٹک کی ایک ٹوکری میں رنگوں کے ڈبے اور برش وغیرہ پڑے ہوئے تھے کمرے کے دائیں طرف ایک بستر بھی لگا ہوا تھا جس کے سامنے چھوٹا سا ایک ٹیبل اور دو کرسیاں بھی لگی ہوئیں تھیں بس یہی اس کمرے کی کل کائنات تھی جب اس کمرے سے عروج نکلنے لگی تو صدف کہنے لگی یہ تین کمرے ہمارے پاس ہیں اس کمرے سے نکل کر پھر وہ اس کے ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئی اس موقع پر عروج نے اپنی بڑی بہن صدف کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ سسٹر یہ آپ کا چھوٹا بھائی آفاق کدھر چلا گیا اس بار صدف کے بجائے سندس فوراً ہی بولی اور کہنے لگی انھوں نے چونکہ صدف باجی کے دفتر میں اپلیکیشن دینے جانا ہے لہٰذا وہ اپنے باتھ میں نہا رہے ہیں سندس کا یہ جواب سن کر عروج بے حد خوش اور مطمئن ہوئی پھر وہ اس کمرے میں داخل ہوئی اس کمرے میں ڈھلی ہوئی عمر کی ایک خاتون تھی جو اس کمرے کی صفائی ستھرائی کر رہی تھیں اس موقع پر سندس پھر بولی اور عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگی ڈاکٹر عروج یہ کمرہ میری خوابگاہ ہے اور یہ جو سامنے خاتون ہیں یہ میری خالہ ہیں ان کا نام خورشید ہے اس عمارت میں زیادہ تر لوگ انھیں خورشید آنٹی کہہ کر پکارتے ہیں یہ کمرہ اور اس کے ساتھ والا کمرہ دونوں ہمارے تصرف میں ہیں اس کمرے میں میں ہوتی ہوں اور ساتھ والے کمرے میں میری خالہ ہوتی ہیں عروج نے باری باری کمروں کا جائزہ لیا پھر وہ سارے کمروں کا جائزہ لینے کے بعد چھت پر بھی گئی پھر نیچے والی منزل کے بھی سارے کمروں کا جائزہ لیا اس کے بعد وہ سب کے ساتھ واپس اسی کمرے میں آ کر بیٹھ گئی تھی جس کمرے سے وہ اٹھ کر گئی تھی۔

تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی طاری رہی پھر عروج بولی اور برکت کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگی برکت بھائی آپ سے میں دو کام لینا چاہتی ہوں آپ کی داستان سن کر مجھے آپ سے ہمدردی ہو گئی ہے جو ایک بہن کو بھائی سے ہوتی ہے پہلا کام جو میں آپ سے لینا چاہتی ہوں وہ یہ کہ میں نے اس عمارت کا بغور جائزہ لیا ہے اس میں خاصی مرمت اور وائٹ واشنگ کا کام ہے آپ مجھے کچھ ایسے لوگ مہیا کریں جو اس عمارت کی مرمت کے علاوہ وائٹ واشنگ بھی کریں اس عمارت میں گرم اور ٹھنڈے پانی کی لائنوں کو جاری کریں جس قدر بیسن ہیں وہ سارے تبدیل کر دیئے جائیں گے نئے بیسن لگائے جائیں گے ٹونٹیاں میں نے دیکھی ہیں اکثر ٹوٹی ہیں عمدہ قسم کی ٹونٹیاں باتھ روم اور بیسن میں لگائی جائیں گی اس کے علاوہ عمارت کے اوپر دو بڑے گیزروں کے نصب کرنے کا بھی انتظام کیا جائے گا اب یہ بتایئے کہ یہ کام آپ کب تک کر سکتے ہیں میں چاہتی ہوں کہ اسپتال کے افتتاح سے پہلے پہلے یہ عمارت بالکل مرمت اور وائٹ واش ہو کر تیار ہو جائے جب تک اس عمارت کی وائٹ واش اور مرمت ہوتی ہے اس وقت تک جتنے بھی اوپر کی منزل پر لوگ رہتے ہیں ان سب کو اسپتال کی عمارت میں شفٹ کر دیا جائے گا پھر جب یہ عمارت تیار ہو جائے گی تو سب لوگ اسی عمارت میں واپس آ جائیں گے اس کے بعد ہم اسپتال کا افتتاح کریں گے یہاں تک کہنے کے بعد عروج جب خاموش ہوئی تو برکت بولا اور کہنے لگا۔

دیکھو ڈاکٹر بہن میرے لیے یہ کوئی مشکل اور دشوار کام نہیں ہے اس قسم کے کافی لوگ میرے واقف ہیں اگر آپ آج ہی یہ عمارت خالی کر دیں تو کل سے اس کی مرمت کا کام شروع ہو جائے گا اور میرے خیال میں ایک ہفتے تک عمارت کی مرمت بھی ہو جائے گی وائٹ واشنگ بھی ہو جائے گی اس کی پانی کی لائنیں اور ٹونٹیاں بھی درست کر دی جائیں گی اور اس کے اوپر گیس کے گیزر

بھی نصب کر دیئے جائیں گے برکت کا یہ جواب سن کر عروج بے حد خوش ہوئی پھر وہ مطمئین انداز میں بولی اور کہنے لگی اچھا بھائی ایک کام تو ہوا دوسرا کام جو میں آپ سے لینا چاہتی ہوں وہ یہ کہ اس محلے کے سارے سرکردہ اور اہم لوگوں کی مجھے ایک فہرست تیار کر کے دیجئے تاکہ ہم جب اس اسپتال کا افتتاح کرائیں اور اس سلسلے میں ہم ضیافت کا اہتمام کریں تو اس ضیافت میں ان سب لوگوں کو مدعو کیا جائے تاکہ ان کو خبر ہو کہ ان کے محلے میں ایک نئے اسپتال نے آپریشن شروع کیا ہے اس پر برکت پھر چھاتی تانتے ہوئے بولا اس کی بھی آپ فکر نہ کریں یہ لسٹ آپ کو میں کل مہیا کر دوں گا عروج مزید کچھ کہتے کہتے رک گئی کیونکہ اس موقع پر اس کا چھوٹا بھائی آفاق کمرے میں داخل ہوا تھا کمرے میں داخل ہونے کے بعد آفاق اپنی بڑی بہن صدف کو مخاطب کر کے کہنے لگا سسٹر میں جا رہا ہوں آپ کی اپلیکیشن بھی لیتا جا رہا ہوں قبل اس کے کہ صدف جواب میں کچھ کہتی عروج پہلے ہی بول پڑی اور آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی آفاق بھائی یہ آپ کیا معاملہ کرتے ہیں کہ ناشتہ کرنے کے بعد آپ نہاتے ہیں اس پر آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگا کہ یہ غلطی آج ہی ہوئی ہے دراصل میں آج دیر سے سو کر اٹھا ہوں اس وقت ناشتہ تیار تھا میں نے زندگی میں ایسا موقع کم ہی آنے دیا ہے کہ میں نے اپنے ماموں اور بھائی بہنوں کے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ نہ کیا ہو اس لیے میں نے پہلے سب کے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کر لیا بعد میں میں نے نہایا عروج کے خاموش ہونے کے بعد صدف بولی اور آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی دیکھو افی جاؤ لیکن شام کو جلدی گھر لوٹ آنا اور ہو سکتا ہے کہ تمہارے آنے تک ہم اسپتال کی عمارت میں شفٹ ہو چکے ہوں للذا تم ادھر ہی آ جانا آفاق کوئی جواب دیئے بغیر جب مڑنے لگا تو برکت بولا اور آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آفاق بھائی رکو میری سوزوکی وین باہر کھڑی ہے گل بابا بھی میرے ساتھ رہے ہیں تم بھی چلو میں تمھیں ڈیوس روڈ پر صدف بہن کے دفتر پر اتار دوں؟ تم اپلیکیشن وہاں دیکر اپنے کام پر چلے جانا اس موقع پر سندس بھی بولی اور کہنے لگی پھر برکت بھائی مجھے بھی ساتھ لے چلیں مجھے بھی جاتی دفعہ مال پر اتار دیجئے گا اس پر برکت اپنی جگہ پر کھڑا ہوتا ہوا بولا اس میں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے میری بہن آؤ گاڑی ہے ہی تم سب لوگوں کی میں تو بس تم سب کا ڈرائیور ہوں اس پر سب نے ایک قہقہہ لگایا اس کے بعد برکت اور گل بابا نے سب سے خدا حافظ کہا پھر وہ آفاق اور سندس کو لے کر عمارت کے اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

برکت گل بابا آفاق اور سندس کے جانے کے بعد عروج بھی اپنی جگہ کھڑی ہو گئی اس کی طرف دیکھتے ہوئے ثروت بھی کھڑی ہو گئی پھر عروج صدف کو مخاطب کر کے کہنے لگی صدف بہن میں اور ڈاکٹر ثروت ہسپتال کی عمارت کی طرف جاتے ہیں میرا سامان وہاں بکھرا پڑا ہے اسے میں نے درست بھی کرنا ہے آپ دونوں بہنیں بھی تیار ہو کر وہیں آ جائیں وہیں سے پھر ہم مارکیٹ چلتے ہیں صدف نے عروج کی ہاں میں ہاں ملا دی پھر عروج ثروت کو لے کر اس عمارت سے نکل کر اسپتال کی طرف چلی گئی تھی ثروت کے کہنے پر اسپتال کے چوکیداروں نے ریسپشن میں رکھا ہوا ڈاکٹر عروج کا سارا سامان اسپتال کے پشتی کمروں میں رکھ دیا تھا عروج نے ان کمروں کا جائزہ لیا وہ انتہائی خوبصورت کمرے تھے اور ہر ایک میں ایئر کنڈیشنر لگا ہوا تھا سامان درست کرنے سے پہلے عروج ثروت کو لے کر ایک نشست پر بیٹھ گئی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

سنو ثروت مجھے اپنے بہن بھائیوں کی حالت دیکھ کر انتہائی دکھ اور صدمہ ہوا ہے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میرے بہن بھائی اس قدر [illegible]

قدر لاچارگی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے میں ان کے لئے فی الفور کچھ کر بھی نہیں سکتی اگر میں نے ایسا کیا تو مجھے خدشہ ہے کہ یہ کہیں مجھ سے بدظن نہ ہو جائیں اور اگر ایسا ہوا تو میرے پاس ساری عمر کے پچھتاوے کے سوا کچھ نہ رہے گا دیکھو میری بہن ابھی مارکیٹ جانا ہے اور مارکیٹ جانے سے پہلے تم یہ اندازہ لگا لو کہ ہمیں کتنے ٹی وی لینے ہیں اسپتال کے جس قدر سنگل اور اسپیشل رومز ہیں ہر ایک میں ایک ٹی وی سیٹ ہو گا اور جو وارڈ ہیں ان میں سے ہر ایک وارڈ میں ایک ایک بڑا ٹی وی سیٹ ہو گا اس کے علاوہ دو فریج بھی لینا ہوں گے یہ تو کہو کہ یہاں بجلی کی کیا پوزیشن ہے لوڈشیڈنگ تو ضرور ہوتی ہو گی اس پر ثروت بولی اور فوراً کہنے لگی لیکن اس لوڈشیڈنگ کا تمہارے اسپتال پر کچھ اثر نہ ہوا کرے گا اس لئے کہ تمہارے اسپتال کی پشت میں جو گیراج ہے اس کے قریب یہ جو بجلی کا سب اسٹیشن نما ایک کمرہ ہے وہ جنریٹر ہاؤس ہے تمہارے پاپا نے بہترین جنریٹر نصب کرا رکھا ہے اور اس جنریٹر کو چلانے کے لیے ایک آپریٹر بھی بھرتی کیا جا چکا ہے لہٰذا تمہیں بجلی کی لوڈشیڈنگ سے متعلق فکر مند نہیں ہونا چاہیئے عروج تھوڑی دیر خاموش رہی پھر وہ دوبارہ بولی اور کہنے لگی۔

دیکھو ثروت مارکیٹ جانے سے پہلے لسٹ بنا لو کہ کیا کیا چیزیں ہمیں مارکیٹ سے خریدنی ہیں جس قدر ٹی وی اسپتال کے لئے خریدنے ہیں ان سے دو ٹی وی زیادہ لئے جائیں گے ایک میرے ذاتی تصرف کیلئے اور دوسرا ٹی وی میں اپنے بہن بھائیوں کو دوں گی اس پر ثروت نے چونک کر دیکھا وہ تم کیسے دو گی اس طرح تو وہ تمہارے متعلق مشکوک ہو جائیں گے اس پر عروج فوراً بولی کہ میں انہیں یہ کہوں گی کہ غلطی سے ایک ٹی وی فالتو آگیا ہے لہٰذا جب تک ہمیں اسپتال میں اس کی ضرورت نہیں پڑتی یہ ان ہی کے تصرف میں رہے گا میرا خیال ہے کرنے سے انھیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا ثروت نے تحسین آمیز نگاہوں سے عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ہاں یہ تمہارا کمال کا بہانہ ہے اور ہاں میں تم سے یہ بھی کہوں کہ تم نے اپنے بہن بھائیوں سے ملتے وقت خوب نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا ہے اور جس قدر تم نے ان سے اچھا سلوک اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے کیا ہے میں اس کی بھی تعریف کرتی ہوں اور ہاں تم نے سندس سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار نہیں کیا اس پر عروج مسکراتے ہوئے بولی اور کہنے لگی۔

وہ لڑکی واقعی انتہا درجے خوبصورت اور پرکشش ہے کم از کم میں نے آج تک ایسی خوبصورت اور پرکشش لڑکی نہیں دیکھی اگر وہ میرے بھائی آفاق کو پسند کرتی ہے تو پھر سنو ثروت میں اپنے بھائی سے اس کی شادی کا ایسا عمدہ اہتمام و انتظام کروں گی کہ دنیا دیکھے گی اور دنگ رہ جائے گی اور ہاں یہ تو کہو کہ تمہارے شوہر نامدار ابھی تک نہیں آئے اس پر ثروت شرماتے ہوئے کہنے لگی وہ کچھ دیر سے آتے ہیں اس لیے کہ اسپتال نے ابھی تو کام کرنا شروع نہیں کیا اس لیے وہ کچھ تاخیر ہی سے آتے ہیں عروج مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ صدف اور صوبیہ دونوں بہنیں آگئیں انھیں دیکھتے ہوئے عروج اور ثروت بھی اٹھ کھڑی ہوئیں چاروں کار میں بیٹھیں اور اسپتال کی عمارت سے نکل گئیں تھیں۔

○

مال کی ایک برانچ سے عروج نے کچھ رقم نکلوائی اس کے بعد وہ ہال روڈ پر آ گئیں تھیں کار ایک جگہ انھوں نے پارک کر دی پھر وہ الیکٹرانس کی مختلف دکانوں کا جائزہ لینے لگی آخر ایک دکان میں وہ داخل ہوئیں اور ڈاکٹر ثروت نے جو سامان کی لسٹ بنائی تھی وہ دکان کے مالک کو پیش کی اس لسٹ کو دیکھتے ہوئے اس دکاندار کی باچھیں کھل گئیں تھیں سب سے پہلے اس نے چاروں کو بیٹھنے کو کہا ان کے لئے ٹھنڈا منگوایا پھر وہ بڑی خوش طبعی میں کہنے لگا دونوں قسم کے ٹی وی جو آپ نے اس میں لکھے ہیں وہ ہم آپ کو مہیا کر دیں گے بلکہ جو دو فریج آپ نے

اس لسٹ میں لکھے ہیں وہ بھی ہم خود ہی آپ کو سستے داموں لے دیجئے اس پر
عروج بولی اور کہنے لگی چھوٹے بڑے دونوں قسم کے جو ٹی وی اس لسٹ میں لکھے
ہیں وہ ہمیں سونی کے چاہئیں اور یہ ٹی وی اور فریج ہمیں اسپتال کے لئے چاہئیں
امید ہے کہ آپ اس میں ہمیں ضرور کچھ رعایت کر دیں گے دکاندار بولا اور کہنے
لگا جو ریٹ ہم لگائیں گے وہ آپ باہر نکل کر مارکیٹ کی کسی دکان سے معلوم کر
لیں اس سے زیادہ نہیں کم ضرور ہوں گے اس پر عروج بولی اور کہنے لگی اگر یہ
بات ہے تو آپ سارا سامان نکلوایئے اور حساب کر کے ہمیں بتایئے کہ آپ کو
ہمیں کیا ادا کرنا ہے اس میں دونوں فریج کی قیمت بھی لگا دیجئے گا اور ہاں میں
آپ کو یہاں نقد ادائیگی نہیں کروں گی اس پر دکاندار نے چونک کر کہا۔

آپ بے فکر رہیں بی بی میں آپکا سارا سامان نکلواتا ہوں باہر ایک وین کھڑی
ہے اس میں آپکا سارا سامان بھجواتا ہوں۔ اپنا ایک آدمی آپ کے ساتھ کر دوں گا
آپ اس کے ہاتھ رقم بھجوا دیجئے گا۔ اس پر عروج پھر بولی اور کہنے لگی نہیں میں
ایسا بھی نہیں کروں گی آپ یہ سارا سامان نکلوایئے میں آپ کو چیک دے دیتی
ہوں سامان یہیں رہے گا میں نے کچھ دوسری چیزوں کی شاپنگ بھی کرنی ہے
جب تک میں وہ سامان خرید کر لوٹوں آپ اپنے آدمی کو بھیج کر مال کی برانچ سے
چیک کی رقم منگوا لیجئے اس کے بعد میں سارا سامان آپ کی دکان سے اٹھوا لوں
گی۔ عروج کی یہ بات سن کر دکاندار خوش ہو گیا تھا پھر وہ جلدی جلدی حساب
لگانے لگا تھا۔

حساب لگانے کے بعد کاغذ اس دکاندار نے عروج کے سامنے رکھ دیا عروج
نے چیک بک نکالی اتنی رقم کا چیک کاٹنے اور دستخط کرنے کے بعد اس کے
حوالے کر دیا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور کہنے لگی ہم اب جاتے ہیں ہمارے
آنے تک آپ یہ سارا سامان وین میں رکھوا دیجئے گا اپنے آدمی کو بھیج کر اس
چیک کی رقم بھی منگوا لیجئے گا۔ اس کے بعد میں سارا سامان یہاں سے اٹھوا لوں

گی۔ عروج جب جانے لگی تو دکاندار نے بڑی خوش طبعی میں کہا بی بی دو منٹ
آپ کو زحمت ہو گی۔ میرا آدمی ٹھنڈا لینے گیا ہے وہ پیجئے پھر تشریف لے جایئے
گا۔ اس پر عروج کو پھر بیٹھنا پڑا۔ تھوڑی ہی دیر بعد دکاندار کا آدمی بوتلیں لے آیا
چاروں نے بوتلیں پیں پھر وہ دکان سے نکل گئیں تھیں۔

○

اس کے بعد چاروں انارکلی کی طرف گئیں تھیں وہاں سے انہوں نے ڈھیر
ساری کینوس کلر پلیٹیں آرٹ برش' ہارڈ قلم' فلیٹ اور راؤنڈ کلر مکس کرنے کیلئے
السی کا تیل' ولسن اینڈ نیوٹن کمپنی لندن کے ڈھیروں میں ٹیوب کلر اس کے علاوہ
اسپرے مشین اور مصوری میں استعمال ہونے والا دوسرا سامان اس نے خریدا۔ یہ
سارا سامان اس نے گاڑی کی ڈگی میں رکھ لیا۔ جبکہ ڈھیروں کینوس جو اس نے
خریدے تھے وہ اس نے دکاندار کو ہسپتال کا پتہ لکھوایا اور اس سے یہ کہہ دیا کہ وہ
سارے کینوس' ہسپتال کے پتے پر وہ پہنچا دیں۔

اس کے بعد وہ چاروں پھر ہال روڈ پر آئیں اس وقت تک دکاندار نے دونوں
فریج اور جس قدر ٹی وی کا آرڈر انہوں نے دیا تھا وہ ٹویوٹا وین میں سارا سامان
لدوا دیا تھا جونہی عروج نے کار دکان کے سامنے کھڑی کی دکاندار بھاگتا ہوا آیا اور
بولا بی بی آپکا سامان سارا تیار ہے۔ اس پر عروج نے خوش ہوتے ہوئے کہا اس
وین والے سے کہیں ہمارے پیچھے پیچھے آئے۔ دکاندار نے فوراً وین کے ڈرائیور
کو بلایا اور اس سے کہا کہ کار کے پیچھے پیچھے ہو لے۔ اس طرح عروج سارا سامان
لے کر ہسپتال کی طرف چلدی تھی۔

کار جب ہسپتال کے سامنے آئی تو عروج نے دیکھا ہسپتال کے سامنے برکت
اپنی عمارت کی، دکان کے قریب کھڑا تھا۔ کار عروج نے ہسپتال کے باہر ہی روک

دی تھی۔ پھر وہ ثروت کو مخاطب کر کے کہنے لگی ثروت میری بہن دین والے سے
کہو کہ وین ہسپتال کے احاطے میں لے جائے۔ دونوں چوکیداروں اور ڈرائیوروں
کو لگاؤ کہ سارا سامان اٹھا کر کمرے میں رکھوا دیں جس میں میرا سامان پڑا ہوا
ہے۔ کار کی ڈگی سے آفاق کیلئے جو پینٹنگ کا سارا سامان لائے ہیں۔ اسے بھی
نکال کر اسی کمرے میں رکھوا دو۔ ابھی تھوڑی دیر تک کینوس لئے وین بھی پہنچ
جائے گی۔ اور یہ سامان بھی اسی کمرے میں رکھواؤ۔ ثروت فوراً کار سے اتر کر
ڈرائیوروں اور چوکیداروں کو ہدایات جاری کرنے لگی تھی۔ عروج بھی کار سے
اتری او برکت کی طرف بڑھی برکت نے بھی اسے اپنی طرف آتے دیکھ لیا تھا۔
لہٰذا وہ بھاگتا ہوا آیا اور عروج سے کہنے لگا ڈاکٹر بہن تم نے کیوں زحمت کی مجھے
خود بلا لیا ہوتا۔ کہیئے کوئی کام ہے مجھ سے۔ عروج فوراً بولی اور کہنے لگی برکت
بھائی مجھے دو ایک ایسے کام یاد آگئے ہیں جو میں آپ سے لینا چاہتی ہوں آپ
تھوڑا وقت نکال کر میرے ساتھ آئیں۔ اس پر برکت انکساری سے بولا اور کہنے
لگا ڈاکٹر بہن یہ تم کس قسم کی باتیں کرتی ہو۔ میں تو اپنا سارا وقت بھی تم لوگوں
کیلئے وقف کرنے کیلئے تیار ہوں۔

برکت کے اس جواب پر عروج نے مڑ کر ثروت کی طرف دیکھا اور پھر اسے
کہا سنو ثروت تم صدف اور منی کے ساتھ مل کر یہ سارا سامان رکھواؤ۔ گاڑی کو
بھی اندر لے جاؤ میں برکت بھائی سے بات کر کے آتی ہوں۔ جواب میں ثروت
گاڑی کو ہسپتال کے احاطے میں لے گئی تھی۔ عروج پھر برکت کو مخاطب کر کے
بولی اور کہنے لگی برکت بھائی آپ میرے ساتھ آئیں برکت چپ چاپ اس کے
ساتھ ہو لیا عروج برکت کو لے کر ریسپشن روم میں آئی۔ ایک نشست پر خود بیٹھی
سامنے والی نشست پر اس نے برکت کو بیٹھنے کیلئے کہا برکت جب اس نشست پر
بیٹھ گیا تب عروج بولی اور برکت کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

سنو برکت بھائی صبح میں آپ سے ایک کام کہنا بھول ہی گئی تھی اور وہ یہ کہ

آپ مجھے لکڑی کا ایک کافی بڑا بورڈ بنوا دیں جس پر میں ہسپتال کا نام لکھواؤں
گی۔ اس پر برکت فوراً بولا اور کہنے لگا ڈاکٹر بہن بورڈ بنوانے کی کیا ضرورت
ہے۔ ہسپتال کے سامنے جو فیس ہے اس میں کافی جگہ ہے اسی فیس والی دیوار کے
اوپر ہی ہسپتال کا نام لکھوا دیں وہ خوبصورت بھی لگے گا۔ بورڈ کو کہاں لکھوانے
کے بعد وہاں اوپر ٹانگتے پھریں گے۔ اس پر عروج برکت کی اس تجویز کو پسند کرتے
ہوئے کہنے لگی ہاں برکت بھائی تمہاری تجویز تو درست ہے میرے خیال میں ایسا
ہی کرتے ہیں بورڈ بنوانے کی کوئی ضرورت نہیں ہسپتال کے فیس پر ہی ہسپتال کا
نام لکھوا دیتے ہیں۔ اس پر برکت بولا اور بڑی عاجزی اور انکساری میں وہ عروج کو
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ڈاکٹر بہن اگر تم برا نہ مانو تو ایک بات کہوں گو میری آپ کی آج ہی کی
ملاقات ہے اور اس سے پہلے ہم ایک دوسرے کیلئے اجنبی اور ناآشنا تھے لیکن اب
چونکہ ہمسائیگی ہے اکٹھے رہنا ہے ملنا جلنا بھی ہو گا لہٰذا اسی مستقبل کے ناطے اور
تعلق سے میں ایک بات آپ سے کہتا ہوں عروج بولی اور کہنے لگی۔ برکت بھائی
آپ بلا جھجک کہیئے آپ بھائی ہیں اور بھائیوں کا بہنوں پر اور بہنوں کا بھائیوں پر
حق ہوتا ہے اسی حق کے تحت آپ کہیں مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہیں۔ اس پر
برکت بولا اور کہنے لگا دیکھ بہن میری یہ جو ہسپتال کا نام آپ نے لکھوانا ہے یہ
آپ آفاق سے لکھوایئے گا کام تو آپ نے بہرحال کسی سے کرانا ہی ہے آفاق کر
لے گا تو اس بیچارے کو چار پیسے مل جائیں گے سنو ڈاکٹر بہن یہ جو فیملی یہ جو
خاندان ہے اس جیسا مخلص' اس جیسا وفادار اس جیسا محبت اور چاہت کرنے والا
خاندان میں نے کبھی نہیں دیکھا یہ چاروں بہن بھائی اور ان کا ماموں بیچارے
بڑے مجبور اور بے بس ہیں۔ انتہائی کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں
کئی بار میں نے ان کی مدد کرنا چاہی لیکن یہ اتنے غیور اتنے عزت نفس کے دلدادہ
لوگ ہیں کہ یہ میری کوئی بھی امداد قبول ہی نہیں کرتے۔ دیکھ بہن ان کی ماں بڑی

مفلس بڑی جواں ہمت عورت تھی اس نے اپنی اولاد کیلئے بہت کچھ کیا میں جب یہاں آیا تو یہ پہلے سے آپ کی اس عمارت میں رہ رہے تھے۔ کاش میں پہلے آتا تو ان کی ماں کا کچھ کر سکتا۔ ان کی ماں کو ٹی بی تھی۔ ان کے پاس اس قدر رقم نہیں تھی کہ یہ اس کا علاج کروا سکتے۔ میں نے کئی موقعوں پر ان کی امداد کرنا چاہی لیکن انہوں نے قبول نہ کی تاہم انہوں نے مجھ سے قرض لینا پسند کیا۔ بیچارے مجھ سے قرض لیتے رہے ماں کا علاج کراتے رہے۔ اور اپنی گزر بسر بھی کرتے رہے۔ پھر اس بڑی لڑکی صدف کو ملازمت مل گئی ان کا بڑا بھائی آصف بھی اچھے پیسے کماتا تھا لیکن بیچارہ بیمار پڑ گیا۔ ان کے ماموں کو دمہ کا مرض ہے وہ بیچارہ کام نہیں کر سکتا ورنہ وہ بھی لوگوں کے سائن بورڈ لکھ کر اور پینٹنگ کا دوسرا کام کر کے کچھ کما ہی لیتا تھا اس بیچار نے بھی اپنی بہن اور اپنی بھانجیوں اور بھانجوں کیلئے بڑی جدوجہد کی ہے۔ وہ بھی اب بیچارہ مجبور اور لاغر ہو چکا ہے صدف بیچاری سروس کر کے کچھ کماتی ہے۔ اس میں سے کچھ قرض کی واپسی کیلئے مجھے دے دیتی ہے۔ کچھ سے اپنا گھر بھی چلاتی ہے میں منع بھی کرتا ہوں کہ جب تم لوگوں کے حالات ٹھیک ہو جائیں گے تو میرا قرض اتار دینا۔ ابھی تم لوگ اپنی گزر بسر کرو لیکن میں کیا کروں وہ مانتے ہی نہیں ہیں۔

یہاں تک کہتے کہتے برکت کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس نے دیکھا کہ عروج بیچاری رونے لگی تھی۔ اس کی ہچکیاں اس کی سسکیاں اس کے گلے میں پھنس رہی تھیں اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ برکت نے فوراً ہمدردی میں ڈوبی ہوئی آواز میں پوچھا ڈاکٹر بہن یہ کیا اس پر عروج نے فوراً اپنے آپ کو سنبھالا اور کہنے لگی برکت بھائی میرے بھی حالات ان چاروں سے ملتے جلتے ہیں میری بھی ماں مر گئی تھی باپ نے دوسری شادی کر لی تھی اب میری ماں یعنی میری سوتیلی ماں اس قدر مجھ سے نالاں ہے کہ وہ مجھے گھر میں ہی نہیں گھسنے دیتی۔ باپ کی مہربانی کہ اس نے یہ ہسپتال اور دوسری عمارت خریدی ہے اب میں ہسپتال

چلاؤں گی اور یہیں رہوں گی اور سنو برکت بھائی ہسپتال کے نام کا بورڈ میں آفاق ہی سے لکھواؤں گی بلکہ میں آفاق کو مزید کام دے رہی ہوں۔ ہسپتال کے سارے کمروں اور وارڈوں کے اندر سیڑیاں لگوانا چاہتی ہوں اور یہ ساری سیڑیاں میں آفاق ہی سے بنواؤں گی۔ اس کے لئے میں سامان بھی لے آئی ہوں۔ اسے میں ہر چیز مہیا کروں گی اور آپ دیکھیں گے کہ میں اسے اس کام کا بہترین معاوضہ بھی دوں گی۔ ایسا معاوضہ جسے پا کر وہ یقیناً خوش ہو جائے گا۔

سنو برکت بھائی میری ساتھی ڈاکٹر ثروت آپ اسے جانتے ہی ہوں گے وہ مجھے ہماری اس عمارت میں رہنے والے کرایہ داروں سے متعلق تفصیل سے لکھتی رہی ہے وہ ان چاروں بہن بھائیوں اور ان کے ماموں اور ان کی مرنے والی ماں کے متعلق بھی مجھے تفصیل سے لکھتی رہی ہے ان لوگوں سے میرا پہلے ہی غائبانہ تعارف ہے یوں سمجھو کہ انگلستان میں تعلیم کے دوران ہی ان لوگوں کو میں بن دیکھے پسند کرنے لگی تھی۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ میں ان چاروں بہن بھائیوں اور ان کے ماموں کیلئے انگلستان سے بہت سی اشیا لے کر آئی ہوں۔ کسی مناسب موقع پر میں یہ انہیں دوں گی۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ کہیں لینے سے انکار نہ کر دیں۔ اس پر برکت بولا اور کہنے لگا ہاں ایسا تو وہ کریں گے لینگے نہیں لیکن اگر آپ کسی طریقے سے دیں تو میرے خیال میں شاید لے لیں۔

کمرے میں تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی اس کے بعد برکت پھر بولا اور عروج کو مخاطب کر کے وہ پوچھنے لگا ڈاکٹر بہن آپکا ایک کام تو ہوا دوسرا کام آپ مجھ سے کیا لینا چاہتی ہیں۔ اس پر عروج پھر بولی اور کہنے لگی میں آپ سے یہ جاننا چاہتی ہوں کہ ان لوگوں نے آپ سے کس قدر رقم قرض لے رکھی ہے اور اگر یہ رقم میں آپ کو ادا کر دوں تو آپ کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض تو نہ ہو گا۔ اس پر برکت بڑی حیرت تعجب سے عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا دیکھ ڈاکٹر بہن اگر ایسا ہوتا تو میں ان سے قرض کی یہ رقم لینے سے انکار ہی کر دیتا اگر میں

آپ سے ان کی قرض لی ہوئی رقم لے لوں اور پھر انہیں یہ کہوں کہ آپ نے ان کا قرض لوٹا کر دیا ہے تو وہ نہ صرف مجھ سے خفا ہوں گے بلکہ مجھے خدشہ ہے کہ وہ آپ سے بھی میل ملاپ ترک کر دیں گے۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ وہ بڑے غیور لوگ ہیں سارے کام وہ اپنی مدد آپ کے تحت کرتے ہیں عروج تھوڑی دیر تک سوچوں میں گم رہی پھر وہ دوبارہ بولی اور برکت کو مخاطب کر کے کہنے لگی برکت بھائی یہ صدف اور آفاق کرتے کیا ہیں اس پر برکت پھر بولا اور کہنے لگا۔

صدف نے تو آپ کو بتا دیا ہو گا کہ وہ ڈیوس روڈ کے ایک آفس میں کام کرتی ہے یہ وہاں سیکرٹری ہے ٹائپنگ کرتی ہے ٹیلیکس اور فیکس چلاتی ہے دیگر بھی دفتر کا بیچاری کام کرتی ہے آفاق نے فائن آرٹ میں ایم ایس سی کر رکھا ہے۔ پبلک سروس کمیشن کا بھی اس نے امتحان دیا ہوا ہے ابھی تک رزلٹ نہیں آیا تاہم یہ ایک دکان میں کام کرتا ہے وہ دکان ایک اچھے پینٹر کی ہے وہاں بیٹھ کر یہ پوسٹر لکھتا ہے سائن بورڈ بناتا ہے اس کے بعد یہ ایبٹ روڈ بھی جاتا ہے وہاں یہ سینموں کی فلموں کے بورڈ بناتا ہے اور میں آپ سے یہ کہوں کہ یہ اعلیٰ پائے کا ایک مصور ہے پہلے اسے ایبٹ روڈ میں فلموں کے بورڈ بنانے کا کام نہیں ملتا تھا لیکن جب اس نے چند فلموں کے بورڈ بنائے تو اب ہر ایک کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ فلموں کے بورڈ اسی سے بنوائیں وہاں بھی میں نے ہی اسے متعارف کروایا تھا اس لئے کہ کچھ سینما کے مالک میرے جاننے والے ہیں یہاں تک کہنے کے بعد برکت تھوڑی دیر کیلئے رکا دوبارہ بولا اور کہنے لگا۔

دیکھو ڈاکٹر بہن اگر تو بھی میری طرح ان سے ہمدردی رکھتی ہے اور ان کی مدد کرنا چاہتی ہے تو پھر ایک کام اور کر دیکھو صدف کی چھوٹی بہن جس کا نام صوبیہ ہے اسے عموماً "منی" ہی کہہ کر پکارا جاتا ہے یہ پہلے ایک سکول میں پڑھاتی تھی لیکن تم جانتی ہو کہ یہ بیچاری اپاہج ہے لوگ اس کا ٹھٹھہ اور مذاق کرتے تھے اس کی تضحیک کرتے تھے لہٰذا اس نے سکول چھوڑ دیا اور میں یہ بھی کہوں کہ اس نے سلائی میں ڈپلومہ بھی کر رکھا ہے میری خواہش ہے کہ اگر آپ کے ہسپتال میں کوئی جگہ ہو تو آپ اسے اپنے ہسپتال میں کوئی اچھی سی ملازمت دے دیں بیچاری چار پیسے کماتی رہے گی اور اسطرح ان کی گزر بسر اچھی ہونے لگے گی اس وقت ان کا گزارا صدف کی تنخواہ اور جو بیچارہ یہ آفاق کما کر لاتا ہے۔ اس پر بے ماموں ان کا بیمار ہے اس کے علاج پر بھی خرچہ ہوتا ہے ابھی ان کے بھائی کا آپریشن ہوا ہے اس پر بھی ان کا کافی خرچہ اٹھ گیا ہے اب اس کی خوراک اس کی دوائیوں کا بھی انہیں انتظام کرنا پڑتا ہے ان پر بھی ان کے کافی پیسے خرچ ہو جاتے ہیں اس طرح یہ بیچارے بڑی مشکل سے گزر بسر کرتے ہیں ڈاکٹر بہن قسم پیدا کرنے والے کی کبھی کبھی جی چاہتا ہے کہ جس قدر سرمایہ اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب کچھ ان چاروں بہن بھائیوں کے نام کر دوں اور خود ایک بڑے بھائی کی حیثیت سے عمر بھر ان کی خدمت کرتا رہوں لیکن کیا بتاؤں یہ میری کوئی مدد قبول کرنے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے۔

برکت جب خاموش ہوا تو عروج پھر بولی اور کہنے لگی دیکھو برکت بھائی اگر میرے ہسپتال میں جگہ نہ بھی ہو تب بھی میں اس منی کو اپنے یہاں ضرور ملازمت دلواؤں گی۔ ڈاکٹر ثروت نے ہسپتال کیلئے ایک ریسپشنسٹ پہلے ہی رکھ لی ہے اب میں اس منی کو بھی ہسپتال میں ریسپشنسٹ رکھ لوں گی ہلکی پھلکی ڈیوٹی ہو گی جسے یہ اپاہج ہونے کے باوجود آسانی سے ادا کر سکے گی اور ہاں برکت بھائی میں نے یہ بھی ارادہ کر رکھا ہے کہ کوئی اچھا اور مناسب موقع جان کر میں ان کی بڑی بہن صدف کی بھی ملازمت چھڑوا دوں گی اور اسے بھی اپنے ہسپتال میں مناسب اور معقول تنخواہ پر رکھ لوں گی اس طرح دونوں بہنیں میرے پاس رہتے ہوئے باحفاظت اپنی گزر بسر کر سکیں گی یہ صدف بیچاری نجانے وہاں آفس کے کس طرح کے ماحول میں ملازمت کرتی ہو گی کس طرح اور کیسی کیسی اسے مالکوں کی باتیں سننا پڑتی ہوں گی بہرحال برکت بھائی تم [illegible] میں ان چاروں بہن بھائیوں کیلئے کیا

کچھ کرتی ہوں۔

عروج کی اس گفتگو پر برکت نے بے حد خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ڈاکٹر بہن بھلا ہو آپ کا قسم پیدا کرنے والی کی آپ نے تو میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ اگر آپ ان دونوں بہنوں کو اپنے ہاں ہسپتال میں رکھ لیں تو مجھے دلی سکون ہو گا اس طرح یہ دونوں بہنیں آپ کے ہسپتال میں محفوظ اور سکون میں رہ کر اپنی روزی کماتی رہیں گے خدا کرے اس آفاق نے جو پبلک سروس کمیشن کا امتحان دے رکھا ہے اس کا رزلٹ آجائے تو مجھے امید ہے اسے بھی کوئی اچھی نوکری مل جائے گی پھر ان لوگوں کی حالت کچھ بہتر ہو جائے گی یہ آفاق اچھی شکل و صورت اور قد کاٹھ کا ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور سیرت کے لحاظ سے بھی بڑا بے مثالی انسان ہے۔ وہی دونوں بہنوں بیمار ماموں اور بھائی کا بڑا خیال رکھتا ہے دن رات انہی کی خدمت اور بہتری کیلئے بیچارہ جدوجہد کرتا رہتا ہے شام کو لوٹتا ہے تھکا ہارا اس کی زیادہ سوسائٹی میرے پاس ہے یا گل بابا کے پاس اور اس آفاق کی مزید خوش قسمتی یہ کہ آپ کی اس عمارت میں وہ سندس نام کی جو لڑکی رہتی ہے۔ میں دیکھتا ہوں بلکہ جائزہ لے چکا ہوں کہ وہ لڑکی اسے پسند کرتی ہے یہ پہلے اس میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا تھا لیکن اس کا طرز عمل بتاتا ہے کہ شاید یہ بھی اس لڑکی سے محبت کرنے لگا ہے اور اسے چاہنے لگا ہے اس لئے کہ میں ان دونوں کو کئی بار اکٹھے بیٹھے اور گپ شپ کرتے دیکھ چکا ہوں۔ وہ لڑکی بھی انتہا درجہ کی خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاقی لحاظ سے بڑی عمدہ اور مثالی ہے۔ اور اگر یہ دونوں شادی کر لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں کا بہترین نباہ ہو گا۔ پر اس آفاق کی شادی سے پہلے ہم سب کو مل کر آفاق کے بڑے بھائی آصف کے علاج اور اس کی شادی کا اہتمام کرنا ہو گا۔ برکت کی یہ باتیں سننے کے بعد عروج نے اسے بڑی ارادت مندی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

برکت بھائی آپ جو بھی ان چاروں بہن بھائی کی بہتری کیلئے کرنا چاہئیں گے آپ دیکھیں گے کہ میں اس کام میں سب سے آگے آگے ہوں گی۔ پر برکت بھائی یہ تو کہو کہ ان کا بڑا بھائی آصف کب سے بیمار ہے عروج کے اس استفسار پر برکت تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر بولا اور کہنے لگا۔

دیکھو بہن یہ آصف بڑا محنتی بڑا باہمت انسان ہے جب ان کی ماں زندہ تھی تو وہ اسے پڑھانا چاہتی تھی پر اس شخص نے مڈل کرنے کے بعد ڈسٹنک پینٹنگ کا کام شروع کر دیا تعلیم کے دوران ہی یہ کام سیکھتا رہا تھا پھر ڈسٹنک پینٹنگ کا کام کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے نائٹ سکول اٹینڈ کر کے میٹرک بھی کر لیا۔ پر گھر کے اخراجات بڑھ گئے تھے ماں ٹی بی میں مبتلا تھی ماموں کا کام چھوٹ چکا تھا اسے دمہ تھا اور جب وہ پینٹ کا کام کرتے تھے تو ان کا دمہ زیادہ زور کر جاتا تھا لہٰذا یہ بیچارہ ماموں کو کام بھی نہیں کرنے دیتا تھا۔ گھر کا کام کاج چلانے کیلئے اور اخراجات پورے کرنے کیلئے ان دنوں اخراجات بھی ان کے بہت زیادہ تھے۔ اس لئے کہ صدف، صوبیہ اور آفاق تینوں پڑھ رہے تھے اکیلا یہ آصف کمانے والا تھا یہ بیچارہ دن رات محنت کرتا ڈسٹنک پینٹنگ سے جو کچھ حاصل ہوتا اس کے علاوہ یہ ادھر ادھر بھی محنت مزدوری کرنے چلا جاتا تھا۔

دیکھ بہن تجھے تعجب ہو گا کہ ایک روز میں میو ہسپتال کے سامنے سے گزر رہا تھا تو میں نے اس آصف کو خون دینے والے لوگوں کی قطار میں کھڑے دیکھا اسے اس قطار میں کھڑے دیکھ کر مجھے بڑا دکھ اور صدمہ ہوا۔ نجانے یہ بیچارہ کتنا عرصہ پہلے سے اپنا خون بیچ بیچ کر گھر کا خرچہ چلاتا رہا تھا اس کا ذکر میں نے اس کی ماں سے تو نہیں صدف سے کیا صدف کی زبان سے صوبیہ اور آفاق کو بھی علم ہو گیا تب یہ تینوں بہن بھائی مل کر اس سے سخت ناراض ہوئے اور یہ کام پر آتے جاتے اس کی کڑی نگرانی کرنے لگے تھے خاص کر آفاق اس کے پیچھے پیچھے رہتا تھا۔ یہ پھر کہیں خون بیچنے نہ چلا جائے۔ آصف کی اس حرکت سے آفاق کو بھی بڑا دھچکا لگا بیچارہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ کسی پینٹر کی دکان پر جا کر کام کرنے لگا اور

کچھ پیسے کمانے لگا پھر میں نے اسے ایبٹ روڈ کے سینماؤں میں فلموں کے پوسٹر بنانے پر بھی لگا دیا اب یہ اچھے پیسے کما لیتا ہے لیکن آصف کی بدقسمتی کہ وہ بیمار ہو گیا پہلے ہی اس کے پتے کا آپریشن ہوا ہے اور جب سے انہیں یہاں دیکھ رہا ہوں یہ دو بار انتہائی موذی اور سخت قسم کے ٹائیفائیڈ میں بھی مبتلا ہو چکا ہے یہاں تک کہنے کے بعد برکت جب ذرا رکا تو عروج پھر بولی اور پوچھنے لگی۔

برکت بھائی کیا آپ بتا سکیں گے کہ ان کی ماں کہاں دفن ہے اس پر برکت کہنے لگا ڈاکٹر بہن تم کسی دن وقت نکالنا میں تمہیں ان کی ماں کی قبر پر لے کر چلوں گا میں تو اکثر وہاں جاتا رہتا ہوں فاتحہ پڑھنے کیلئے وہ بڑی نیک بڑی باہمت خاتون تھی اپنی اولاد کیلئے اس نے اپنی حدود سے باہر نکل کر محنت اور جدوجہد کی تھی پر افسوس زندگی نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ ٹی بی جیسے مرض میں مبتلا ہو گئی اور اس دنیا سے بیچاری چلتی بنی۔ عروج پھر بولی اور برکت سے کہنے لگی برکت بھائی کچھ وقت نکال کر مجھے نا صرف یہ کہ محلے کی اہم شخصیت سے ملایئے بلکہ اس محلے میں جو آسرا نام کا فلاحی ادارہ چل رہا ہے میں اسے بھی دیکھنا پسند کروں گی اس پر برکت اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا ڈاکٹر بہن میں ابھی تو جاتا ہوں تم بھی اپنا سامان وغیرہ لگا کر سیٹ ہو جاؤ پھر شام کو میں تمہیں آسرا میں لے کر جاؤں گا اس کے ساتھ ہی برکت اٹھ کر ہسپتال سے نکل گیا جبکہ عروج ریسپشن روم سے نکلی عین اس وقت کینوس اٹھائے ایک سوزوکی وین ہسپتال کے احاطے میں داخل ہوئی اس وین کو عروج نے ہاتھ کے اشارے سے ہسپتال کی پشت کی طرف جانے کا اشارہ کیا خود بھی اس کے پیچھے پیچھے ہسپتال کے پشتی حصے کی طرف گئی پھر وہ وین سے سارے کینوس اتروا کر ایک کمرے میں رکھوانے لگی تھی وین والا جب چلا گیا تو عروج اس کمرے میں آئی جس میں صدف صوبیہ اور ثروت بیٹھی ہوئی تھیں ان کے قریب بیٹھتے ہوئے عروج ثروت کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

دیکھو صدف بہن میرے خیال میں پہلے تم لوگوں کی شفٹنگ کر لیں ان کے بعد کمروں کی تقسیم اور ان کی سجاوٹ کا کام کرتے ہیں اس پر صدف بولی اور کہنے لگی ہماری شفٹنگ کا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے وہ تو فی الفور ہو جائے گی لیکن اس سندس کی شفٹنگ کا کیا ہو گا اس کے پاس تو سامان بھی کافی ہے اور پھر وہ یہاں موجود بھی نہیں ہے کیا ایسا ممکن نہیں کہ وہ آجائے تو پھر شفٹنگ شروع کریں اسے کوئی اعتراض بھی نہ ہو اس پر عروج بولی اور کہنے لگی اسے کیا اعتراض ہو سکتا ہے میرے خیال میں اس کی خالہ یہیں ہے اس کے ساتھ مل کر شفٹنگ کی جا سکتی ہے اور پھر سندس کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے بلکہ واپس آکر وہ جب دیکھے گی کہ اس کا سامان شفٹ کر دیا گیا ہے تو میرے خیال میں وہ خوش ہو گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد عروج تھوڑی دیر کیلئے رکی کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ صدف کو مخاطب کرتے ہوئے بولی صدف بہن اب جبکہ یہاں اس کمرے میں آپ دونوں بہنوں میرے اور ڈاکٹر ثروت کے علاوہ کوئی نہیں ہے تو کیا میں آپ سے ایک بات پوچھوں بشرطیکہ آپ مجھے ٹالنے یا حقیقت کو چھپانے کی کوشش نہ کریں اس پر صدف بولی اور کہنے لگی تم پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو مجھے جھوٹ بولنے کی عادت نہیں ہے اس پر عروج فوراً بولی اور پوچھا صدف بہن کیا آپ جانتی ہیں یہ سندس کون ہے اور کیا یہ آپ کے بھائی آفاق کو پسند کرتی ہے۔

عروج کے اس سوال پر صدف کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی لمحہ بھر کیلئے اس نے بڑے غور سے اپنی چھوٹی بہن منی کی طرف دیکھا منی بھی صدف کی طرح ہلکے ہلکے مسکرا رہی تھی پھر صدف بولی اور کہنے لگی۔

جہاں تک سندس کے آفاق کو پسند کرنے کا تعلق ہے میرے خیال میں سندس آفاق سے بے پناہ محبت کرتی ہے اس چیز کا احساس مجھے اور میری چھوٹی بہن ہی کو نہیں بلکہ ماموں اور بڑے بھائی کو بھی اس بات کا علم ہے کہ سندس آفاق کو پسند کرتی ہے جہاں تک بھائی کا معاملہ ہے شروع میں وہ اس میں دلچسپی نہیں لیتا تھا شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہم دونوں بہنوں سے ہچکچاتا تھا پھر جب

ہم دونوں بہنوں نے اسکی خاطر سندس کو اہمیت دینا شروع کی اور اس سے ہم دونوں گھل مل گئیں اسے اپنے پاس بٹھانے اور بلکہ رات کو اسے اپنے پاس سلانے بھی لگیں تب آفاق کو بھی شاید حوصلہ ہوا اور وہ بھی سندس کو اہمیت دینے لگا تھا اب آفاق اسے پسند کرتا ہے میں میری چھوٹی بہن بھائی اور ماموں نے بھی ارادہ کر رکھا ہے کہ کسی مناسب موقع پر سندس کے رشتے داروں سے بات کرنے کے بعد ہم ان دونوں کی نسبت اور سگائی پکی کر دیں گے لیکن یہ کام کرنے سے پہلے ہمیں اپنے بڑے بھائی کا کچھ کرنا ہو گا۔ وہ بیمار ہیں پہلے تو وہ چل پھر نہ سکتے تھے اور اٹھنے کے قابل نہ تھے مگر اب اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے لگے ہیں یہ کچھ ٹھیک ہو جائیں تو ہم چاہتے ہیں کہ کسی مناسب لڑکی سے ان کی شادی کر دیں وہ بیمار ضرور ہیں لیکن میں میری بہن اور میرے ماموں نہیں چاہتے کہ ہمارا بھائی یونہی اکیلا اور مجرد زندگی بسر کرے اور یونہی دنیا سے گزر جائے یہاں تک کہتے کہتے صدف کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں تھوڑی دیر وہ چپ رہی پھر دوبارہ بولتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

جہاں تک سندس کا تعلق ہے کہ وہ کون ہے کہاں کی رہنے والی ہے تو اس سلسلے میں جو معلومات مجھے سندس سے معلوم ہوئی ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ مال کے ایک آفس میں کام کرتی ہے جو خاتون اس کے ساتھ رہتی ہے وہ اس کی خالہ ہے نام اس کا خورشید ہے اس محلے میں وہ خورشید آنٹی کے نام سے مشہور ہے بڑی رحمدل اور پرخلوص عورت ہے ایک بار میں نے اس سے سندس اور آفاق کی چاہت اور محبت کا ذکر کیا تھا اس بات کو اس نے بھی تصدیق کیا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں پھر اس نے مجھے یہ ڈھارس دی کہ ہمیں اس سلسلے میں کوئی تگ و دو کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ خود کسی مناسب موقع پر سندس کے والدین سے بات کرے گی اور سندس اور آفاق کا رشتہ طے کرا دے گی اسی خورشید آنٹی کا کہنا ہے کہ وہ گوجرانوالہ کے رہنے والے ہیں سندس کا کوئی بہن بھائی نہیں ہے تاہم اس کے ماں باپ زندہ ہیں لیکن ڈاکٹر بہن میں اور منی آفاق اور سندس کی اس چاہت سے کسی قدر خوفزدہ اور فکر مند ہیں اس پر عروج فوراً ہم صدف کی بات کاٹتے ہوئے بولی اور پوچھا۔

کیوں کیا ہوا آپ کیوں دونوں کی محبت سے پریشان اور خوفزدہ ہیں اس پر صدف بڑے دکھ کے سے انداز میں کہنے لگی بس ڈاکٹر بہن کیا بتاؤں آپ کو اس پر عروج پھر بولی اور اعتراض کے سے انداز میں کہنے لگی دیکھئے آپ مجھے اور میں آپ کو بہن کہہ چکی ہوں پھر مجھے آپ کہہ کر کیوں مخاطب کرتی ہیں آپ مجھے اسی انداز میں مخاطب کیا کریں جس طرح آپ اپنی چھوٹی بہن منی کو مخاطب کرتی ہیں تاہم چونکہ آپ مجھ سے بڑی ہیں لہٰذا میں لفظ آپ ہی سے مخاطب کر کے آپ سے گفتگو کیا کروں گی۔ اس پر صدف بیچاری شرمسار سی ہو کر کہنے لگی بس ڈاکٹر بہن کیا کروں آپ سے نیا نیا تعارف ہے بہرحال جب میل جول بڑھے گا تو آپ جس طرح کہیں گی میں اس طرح آپ کو مخاطب کرتی رہوں گی عروج پھر بولی اچھا آپ یہ تو بتائیے کہ آپ آفاق اور سندس کے سلسلے میں دونوں بہنیں فکر مند کیوں ہیں اس پر صدف بیچاری دکھ کے سے تاثرات دیتے ہوئے بولی اور کہنے لگی۔

بات یوں ہے عروج بہن کہ ہماری ایک خالہ ہے ہماری ماں کی سگی بہن ہے وہ جن دنوں ہمارے باپ نے ہمیں اور ہماری ماں کو اپنے گھر سے نکال دیا تھا اس وقت آفاق بالکل چھوٹا تھا ہم اپنے ماموں کے یہاں موہنی روڈ جا کر رہنے لگے تھے ہماری خالہ بھی ان دنوں ماموں کی رہائش کے قریب وہیں موہنی روڈ پر رہتی تھی وہ ہمیں اپنے گھر لے جانا چاہتی تھی لیکن ماموں نے ایسا نہ ہونے دیا اور ہمیں اپنے پاس ہی رکھا پھر آہستہ آہستہ وقت گزرتا رہا ان دنوں ہماری خالہ کی حالت بھی ہم جیسی غربت اور تنگی پر مبنی تھی خالہ نے اپنی ایک بیٹی کی منگنی آفاق سے کر دی تھی اس کا نام سحر ہے یہ دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرنے لگے تھے ایک

دوسرے کو چاہنے اور محبت بھی کرنے لگے تھے میری ماں اپنی موت سے پہلے ہم چاروں بہن بھائیوں کی شادی کر دینا چاہتی تھی پر افسوس انہیں اس کا موقع نہ ملا۔

کالج تک آفاق اور سحر ایک دوسرے کو بے پناہ حد تک پسند کرتے تھے پھر میری بہن ایک تبدیلی ایک انقلاب رونما ہوا وہ اس طرح کہ میری خالہ کی ایک ہی بیٹی اور تین بیٹے ہیں وہ تینوں کوئی چکر چلا کر جرمنی چلے گئے وہاں انہوں نے پیسہ کمایا جرمنی سے پھر وہ ناروے چلے گئے وہاں بھی بڑی دولت انہوں نے کمائی حتیٰ کہ وہاں کی انہیں نیشنلٹی مل گئی اور وہاں انہوں نے اپنا ایک ہوٹل بھی قائم کر لیا جس سے انہیں زبردست آمدنی ہوئی اس طرح یوں دیکھتے ہی دیکھتے میری خالہ کی مالی حالت میں ایک انقلاب برپا ہو گیا اور وہ موہنی روڈ سے اٹھ کر شادمان کالونی میں جا کر رہنے لگے جہاں وہ لاہور شہر کی گلیوں میں میلوں پیدل چلا کرتے تھے وہاں اب وہ نت نئی ڈیزائن کی کاروں میں گھومتے ہیں اور گھر کے ہر فرد کیلئے علیحدہ کار ہے اس دولت کا اثر یہ ہوا کہ میری خالہ نے آفاق اور سحر کی منگنی توڑ دی سحر کو بھی نہ جانے کیا ہوا کہ اس نے آفاق کے ساتھ اپنی پرانی محبت اور چاہت کو بھی کوئی اہمیت نہ دی۔

آخر اس سحر کی شادی شادمان ہی کے ایک کاروباری گھرانے میں ہو گئی اس واقعے اس حادثے نے آفاق پر بڑا برا اثر کیا کچھ عرصے کیلئے یہ بیچارہ چپ چپ رہنے لگا تھا بہت کم کسی سے بولتا تھا بس یوں لگتا تھا ہمارے بھائی سے کسی نے زبان تک چھین لی ہو پھر ایسا ہوا کہ سندس یہاں آ نمودار ہوئی یہاں عروج نے صدف کی بات کاٹی اور پوچھا یہ سندس سحر کی شادی سے پہلے یہاں آئی تھی یا بعد میں اس پر صدف کہنے لگی نہیں یہ سحر کی شادی سے پہلے یہاں آئی تھی تاہم اس وقت خالہ نے سحر اور آفاق کی منگنی توڑ دی تھی بہرحال اس سندس کے آنے کے شروع شروع میں آفاق اس کی طرف مائل نہیں ہوا تھا حالانکہ سندس اس کی

طرف مائل تھی پر بعد میں آفاق نے بھی اس میں دلچسپی لینا شروع کر دی اب سندس کی وجہ سے آفاق کافی حد تک سنبھل چکا ہے ہم سے ٹھٹھہ مذاق بھی کرتا ہے اٹھتا بیٹھتا بھی ہے گپ شپ بھی کرتا ہے جبکہ پہلے وہ ایسا نہیں کرتا تھا اب ہم دونوں بہنیں ڈرتی ہیں کہ اگر سندس اور آفاق کی محبت بھی ناکام ہوئی تو ہمارے بھائی کا کیا بنے گا یہ پھر کھو سا جائے گا اسے کم از کم ہم دونوں بہنیں برداشت نہ کر سکیں گی۔

صدف کی گفتگو سے عروج بیچاری اتنی متاثر اور فکر مند ہوئی تھی کہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی آگے بڑھ کر اس نے صدف کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر بڑی محبت اور بڑے لگاؤ میں کہنے لگی نہیں صدف بہن تم فکر مند کیوں ہوتی ہو ایسا کیسے ہو گا پہلے تم دو بہنیں تھی اب تم یوں سمجھو کہ میرے آنے سے تم دو سے تین بہنیں ہو گئی ہو اب میں خود آفاق اور سندس کی اس چاہت اور محبت پر نظر رکھوں گی اور مجھے امید ہے کہ ہم بہت جلد ان دونوں کو ایک دوسرے کا ساتھی بنانے کا اہتمام کریں گے اب ان باتوں کو بھول جائیں پہلے انھیں آپ کی شفٹنگ کا کام شروع کریں پھر کمروں کے اندر سامان بھی سیٹ کرنا ہے صدف اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی جب صوبیہ بھی اٹھنے لگی تو عروج نے اسے کندھوں سے پکڑ کر وہیں بٹھاتے ہوئے کہا نہیں منی تم بیٹھو میری بہن تم کچھ نہیں کرو گی صدف بھی کچھ نہیں کرے گی یہ تو صرف اپنے سامان کی نگرانی کریں گی ساتھ ہی عروج نے ڈاکٹر ثروت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ثروت میری بہن ذرا تم اپنے دونوں ڈرائیوروں اور چوکیداروں کو تو بلاؤ۔ ثروت کمرے سے باہر آئی اور ڈرائیور اور چوکیداروں کو آواز دینے لگی تھی۔

دونوں ڈرائیور اور چوکیدار جب اس کمرے کے باہر آ کھڑے ہوئے تب عروج باہر نکلی اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگی دیکھو تم چاروں جاؤ اس سامنے والی عمارت میں صدف اور سندس کا جس قدر سامان ہے اسے یہاں شفٹ کر دو۔

پر دیکھو سامان ذرا احتیاط سے لانا جب سارا سامان آجائے تو پھر مجھے اطلاع کرنا
اس موقع پر صدف بھی باہر آگئی اور اس ڈرائیور سے جس کا نام سلیم تھا مخاطب
کر کے کہنے لگی دیکھو سلیم بھائی ہمارا سامان تو تم جانتے ہی ہو کہ مختصر سا ہی ہے
لیکن سندس کا کافی سامان ہے اور ہاں اس کے بیس پچیس پودوں کے گملے بھی ہیں
وہ اس نے بڑی احتیاط اور بڑے شوق سے رکھے ہوئے ہیں وہ سنبھال کر لانا
میرے بھائی توڑ پھوڑ نہ دینا۔ اس پر سلیم جو پینتیس چالیس کی عمر کا ہوگا مسکراتے
ہوئے کہنے لگا۔ آپ فکر کیوں کرتی ہیں ابھی دیکھیں میں سارا سامان شفٹ کرواتا
ہوں اس کے ساتھ ہی دونوں ڈرائیور اور چوکیدار سامنے والی عمارت کی طرف
چلے گئے تھے۔

عروج اور صدف پھر کمرے میں آکر بیٹھ گئی تھیں اس موقع پر عروج نے
صدف کو مخاطب کر کے پوچھا صدف بہن لگتا ہے آپ اس ڈرائیور کو پہلے سے
جانتی ہیں صدف کہنے لگی ہاں میں سلیم بھائی کو پہلے سے جانتی ہوں بلکہ اس کے
ساتھ جو دوسرا ڈرائیور ہے وہ بھی ہمارا جاننے والا ہے وہ اس طرح کہ اس سلیم
بھائی نے پہلے اپنی سوزوکی رکھی ہوئی تھی اور یہ اس محلے کے سکول کے بچوں کو
لے کر جاتے تھے اور یہ اس سے اچھے خاصے پیسے کماتے تھے مجھے بھی یہ بیچارے
ان بچوں کے ساتھ دفتر چھوڑ جاتے تھے لیکن کمال کی بات یہ ہے کہ میرے بار بار
تقاضہ کرنے کے باوجود یہ مجھ سے کرایہ نہیں لیتے تھے یہ سلیم بھائی بڑے اچھے
انسان ہیں پہلے یہ کسی گاؤں گوٹھ میں رہتے تھے اس طرح جب سوزوکی لے کر
انہوں نے پیسے کمانے شروع کئے تو برکت بھائی کے جو سامنے والی عمارت ہے اس
کے قریب ہی انہوں نے اپنا مکان لے لیا دوسرا ڈرائیور بھی ان کا ہمسایہ ہے اور
ان کا خوب جاننے والا ہے لیکن بدقسمتی سے سلیم بھائی کی وین کا ایکسیڈنٹ ہو گیا
اور وہ ایک طرح سے ختم ہو کر رہ گئی جس کے نتیجے میں انہوں نے یہاں ملازمت
کرلی ہے ویسے میں آپ سے یہ بھی کہوں کہ ہم لوگ اور محلے کے سارے جاننے

والے انہیں سلیم کے نام سے نہیں بلکہ مسٹر ودیا کے نام سے پکارتے ہیں اس پر
عروج نے تعجب سے صدف کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا وہ کیوں صدف کہنے لگی۔
" ودیا ہی ہو گیا ہے" سلیم بھائی کا تکیہ کلام ہے اور بار بار ہر بات کیلئے یہ
اس جملے کو استعمال کرتے ہیں میں آپ کو سلیم بھائی کا ایک لطیفہ سناتی ہوں ویسے
تو سلیم بھائی خود ایک چلتا پھرتا لطیفہ ہیں کبھی آپ ان سے لطیفے سنیں تو آپ کو ہنسا
ہنسا کر پیٹ میں بل ڈال دیں اس پر عروج کہنے لگی پھر تو سلیم بڑے کام کی شے
ہے اس سے تو ہر روز ایک لطیفہ سننا چاہئے ہاں میری بہن آپ سلیم سے متعلق
کیا لطیفہ سنانے والی تھیں اس پر صدف بولی اور کہنے لگی۔

جن دنوں سلیم بھائی مجھے اپنی سوزوکی میں دفتر لے جایا کرتا تھا ان دنوں ایک
روز ایسا ہوا کہ ان کی وین کو پولیس والوں نے روکا وین کو رکتے ہوئے انہوں نے
کہا "ودیا ہی ہو گیا" اس کے بعد پولیس والے نے ان کا چالان کر دیا۔ جواب
میں یہ بجائے اس کے کہ پولیس والے کی منت سماجت کر کے اپنا چالان ختم
کراتے پولیس والے سے کہنے لگے۔ "ودیا ہی ہو گیا ہے" پولیس والا ان کی باتوں
کو نہ سمجھا اس کے بعد جب یہ سوزوکی میں بیٹھ کر اسے چلانے لگے تو اچانک فٹ
پاتھ کی طرف سے ایک عورت سامنے آئی اسے ان کی سوزوکی کا معمولی سا دھکا
لگا جس کے باعث وہ زمین پر گر گئی سلیم بھائی بڑی تیزی سے باہر نکلا اور اس
عورت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "ودیا ہی ہو گیا ہے" پولیس والے نے
جب یہ دیکھا کہ یہ بندہ "ودیا ہی ہو گیا ہے" تکیہ کلام کے طور پر استعمال کرتا ہے
تو وہ ہنس دیا اور اس نے جو سلیم کا چالان کاٹا تھا اس کا کاغذ سلیم سے واپس لے
لیا اور اس کا چالان ختم کر دیا سلیم نے پھر پولیس والے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا
"ودیا ہی ہو گیا ہے" اس پر پولیس والے نے قہقہہ لگایا جواب میں سلیم بھائی اپنی
سوزوکی میں بیٹھے اور چلتے بنے ویسے بھی آپ پریشان ہوں تو سلیم بھائی سے کہیں
کہ وہ [illegible] اس کے لطیفے ایسے ہیں کہ انسان کا سارا دکھ درد دور ہو کر رہ

جاتا ہے۔ جواب میں عروج نے مسکراتے ہوئے کہا اچھا اس کو فارغ ہونے دو پھر
اس سے لطیفے سنتے ہیں پھر عروج صدف اور ثروت کمرے سے باہر آگئی تھیں اس
لئے کہ دونوں ڈرائیور اور چوکیدار سامان لے کر آئے تھے لہٰذا اس موقع پر عروج
نے صدف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

صدف بہن تم دوپہر کا کھانا تو تیار نہیں کر سکو گی میں سمجھتی ہوں کہ تم سب
لوگوں کیلئے کھانا میں ہوٹل سے منگوا لیتی ہوں اس پر صدف کہنے لگی نہیں شاید
آپ کو معلوم نہ ہو کہ میرے ماموں اور بڑے بھائی پرہیزی کھانا کھاتے ہیں مجھے
ان کے لئے کھانا تیار کرنا ہو گا اس پر عروج پھر بولی اور کہنے لگی ٹھیک ہے ماموں
اور بھائی کے لئے کھانا تیار کر لیتے ہیں تاہم ہم سب لوگ بازار سے کھانا منگوا کر
کھا لیتے ہیں۔ جواب میں صدف کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ عروج پھر بولی اور صدف
کو مخاطب کر کے کہنے لگی منی بہن تم اٹھ کر ماموں اور بھائی کیلئے کھانا تیار کرا
اتنا کہنے کے بعد عروج چونکی اور صدف کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا میں نے منی کو
یونہی کہہ دیا ہے کھانا تیار کرنے کیلئے کیا وہ یہ کام کر سکتی ہے یا نہیں اس پر
صدف مسکراتے ہوئے کہنے لگی نہیں دوپہر کا کھانا پکانا تو منی ہی کرتی ہے پھر اس
کے بعد صدف نے منی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

منی میری اچھی بہن تم ماموں اور بھائی کے پاس چلی جاؤ گیس کا چولہا ابھی
نہیں اکھیڑا گیا وہاں ماموں اور بھائی کیلئے کھانا تیار کر لو۔ پھر جب چولہا اکھڑ جائے
تو مصیبت بن جائے گی۔ منی فوراً ہی اپنی بیساکھیوں کے بل اٹھ کھڑی ہوئی پھر
بڑی تیزی سے ہسپتال کے سامنے والی عمارت کی طرف چلی گئی تھی جبکہ صدف
عروج اور ثروت تینوں مل کر مختلف کمروں میں سامان درست کرن لگی تھیں۔

تھوڑی ہی دیر بعد صدف کی چھوٹی بہن منی اپنی بیساکھیاں ٹیکتی ہوئی
ہسپتال کی عمارت میں لوٹ آئی تھی کام کرتے کرتے صدف رک گئی اور کسی قدر
پریشانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا منی کیا بات ہے ماموں اور بھائی

لئے کھانا نہیں تیار کیا۔ اس پر منی اس کے قریب آتے ہوئے کہنے لگی ماموں اور
بھائی دونوں کو خورشید آنٹی نے کھانا کھلا دیا ہے خورشید آنٹی یہ بھی کہہ رہی تھی۔
کہ سامنے والے میڈیکل اسٹور میں سندس کا فون آیا تھا اور وہ کہہ رہی تھی کہ
آج سب کا کھانا اس کی طرف ہے اور وہ کھانا لے کر تھوڑی دیر تک پہنچنے ہی
والی ہے۔ تاہم بھائی اور ماموں کو خورشید آنٹی نے پرہیزی کھانا تیار کر کے کھلا دیا
ہے عروج نے بھی یہ ساری گفتگو سن لی تھی وہ بھی اپنی بڑی بہن صدف کے
قریب آئی اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی یہ سندس آج بڑی دریا دلی کا
مظاہرہ کر رہی ہے کیا وجہ ہے کوئی خاص معاملہ ہے جو وہ آج سب کو کھانا کھلا
رہی ہے اس پر صدف بولی اور کہنے لگی خاص وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ میرے خیال
میں آپ کی آمد کی وجہ سے اس نے ایسا کیا ہو گا کہ آج سب کو کھانا کھلا دے
اور پھر وہ دل کی بھی بری نہیں ہے۔ جب خرچ کرنے پر آتی ہے تو آگے پیچھے
نہیں دیکھتی کبھی ہزاروں روپیہ لمحوں میں اڑا کر رکھ دیتی ہے۔ اکثر میں سوچتی ہوں
کہ اتنا پیسہ اس کے پاس کہاں سے آتا ہے۔ میرے خیال میں وہ اپنی تنخواہ سے تو
اپنے اخراجات پورے نہیں کر پاتی ہو گی بلکہ اس کے لئے وہ گھر سے رقوم
منگواتی ہو گی۔ صدف کہتے کہتے رک گئی کیونکہ ہسپتال کے احاطے میں ایک کار
داخل ہوئی تھی۔ پارکنگ ایریا میں وہ کار رکی پھر اس میں سے ایک شخص نیچے
اترا۔ عروج ثروت اور صدف کے علاوہ منی بھی چاروں اس کی طرف دیکھنے لگی
تھیں۔ اس موقع پر ثروت نے مسکراتے ہوئے اور کار سے اترنے والے اس
شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا عروج بہن یہ میرے شوہر اور تمہارے بہنوئی
ڈاکٹر ریحان ہیں۔ اس وقت تک وہ شخص قریب آ گیا تھا۔ ثروت نے فوراً عروج
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے شوہر کو مخاطب کر کے کہا ان سے ملئے یہ ڈاکٹر
عروج ہیں۔ ریحان فوراً عروج کیطرف مڑا اور کہنے لگا اپنے شہر میں ہم آپ کو
خوش آمدید کہتے ہیں ویسے مجھے افسوس ہے کہ آپ کی غیر موجودگی میں میری شادی

آپ کی سہیلی ثروت کے ساتھ ہو گئی۔ آپ موجود ہوتیں تو شاید بات کچھ اور ہوتی۔ عروج مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

میں آپ دونوں میاں بیوی کو شادی کی مبارکباد دیتی ہوں ذرا یہ ہسپتال آپریشن میں آجائے پھر آپ کی شادی کی خوشی میں کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں آپ کی دعوت کا انتظام کروں گی۔ اس پر ریحان بولا اور کہنے لگا دیکھو بہن یہ دعوتیں وغیرہ تو ہوتی رہیں گی پر یہ کہئے کہ ہسپتال کے پچھلے حصے میں آپ نے سامان کیا پھیلا رکھا ہے۔ اس پر عروج بولی اور کہنے لگی۔ وہ سامنے والی عمارت جو ہم نے خریدی ہے اس کی اندرونی حالت بہت بوسیدہ ہو رہی ہے جگہ جگہ سے اس کا سیمنٹ اکھڑا ہوا ہے اس کے علاوہ وہ وائٹ واش بھی مانگتی ہے پائپ لائین ٹوٹی اور بیسن انتہائی خستہ حالت میں ہیں۔ اس لئے اوپر کے حصے کو خالی کرا کر سب کو یہاں شفٹ کیا ہے۔ پہلے اوپر کے حصے کی مرمت ہو گی۔ پھر جو نیچے لوگ رہتے ہیں انہیں اوپر شفٹ کر کے نیچے والے حصے کی بھی مرمت کرا دی جائے گی۔ اس پر ریحان بولا اور کہنے لگا نیچے والوں کو تو شفٹ کرنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ اس لئے کہ میرے خیال میں چند دن تک وہ عمارت چھوڑ کر کہیں اور ہی چلے جائیں گے۔ اس لئے کہ انھوں نے پہلے سے نوٹس دے رکھا ہے۔ اس پر عروج بولی اور کہنے لگی چلو یہ تو اور زیادہ اچھا ہو جائے گا اس طرح وہ عمارت خالی ہو جائے گی۔ اور اسے ہم کسی اچھے کام میں لا سکیں گے میرے خیال میں ریحان بھائی جب اس عمارت کے نیچے کا حصہ خالی ہو جائے تو آپ دونوں میاں بیوی بھی یہاں شفٹ ہو جائیں اس لئے کہ آپ کے ایسا کرنے کی صورت میں میرے لئے آسانیاں پیدا ہو جائیں گی کہ رات کے وقت ہسپتال میں اگر ایمرجنسی کھڑی ہوتی ہے تو آپ دونوں میاں بیوی اور میں تینوں مل کر اس سے نبٹ سکتے ہیں۔ اس پر ریحان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ عرج میری بہن تم فکر نہ کرو جونہی اس عمارت کی مرمت مکمل ہوتی ہے میں اور ثروت اپنے پورے سامان کے ساتھ اس میں شفٹ ہو جائیں گے۔

ویسے بھی ہمارے گھر میں اب جگہ تنگ ہو رہی ہے ہم دو بھائی ہیں بڑے بھائی کے بچے بھی ہیں میں تو پہلے ہی سوچ رہا تھا کہ کسی دوسرے مکان میں شفٹ ہوں اب جبکہ آپ مفت میں اس رہائش کی پیش کش کر رہی ہیں تو اسے کون ٹھکرائے گا اس پر عروج نے ہلکا ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا آپ کی اپنی عمارت ہے جب چاہیں آپ اس میں شفٹ ہو جائیں۔ اس موقع پر ریحان صدف اور صوبیہ کیطرف متوجہ ہوا اور بڑی نرمی اور شفقت میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا صدف اور منی میری دونوں بہنو! تم کیسی ہو میرے خیال میں تم دونوں بہنیں آج شفٹنگ میں پھنسی ہوئی ہو یہ آفاق کہاں گیا اسے ساتھ لگا لیا ہوتا اس پر عروج بولی اور کہنے لگی نہیں اسے میں نے ہی کہا تھا کہ وہ اپنے کام پر چلا جائے۔ ساری شفٹنگ تو ہسپتال کے دونوں چوکیدار اور ڈرائیور کر رہے ہیں ہم تو صرف سامان کی ترتیب لگانے والے ہیں۔ اس موقع پر صدف فوراً بولی اور عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

سندس آنے والی ہو گی اس لئے کہ وہ دوپہر کا کھانا گھر آ کر کھاتی ہے اس کے آنے تک میں اس کا کمرہ درست کر دیتی ہوں۔ عروج فوراً کہنے لگی آپ اکیلی کیوں یہ کام کرتی ہیں میں بھی آپ کے ساتھ لگتی ہوں۔ ثروت بھی میرے ساتھ آتی ہے۔ اس پر صدف کہنے لگی آپ باتیں کریں اتنی دیر تک میں اس کے کمرے کے سامان کی سیٹنگ کرتی ہوں۔ صدف وہاں سے ہٹ گئی منی بھی اس کے ساتھ چلی گئی۔ عروج نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور ثروت نے فوراً عروج کی بات اچک لی اور کہا ہاں انہیں پتہ ہے کہ صدف اور منی تمہاری بہنیں ہیں جبکہ آفاق اور آصف تمہارے بھائی اور کرامت اللہ تمہارے ماموں ہیں اس موقع پر عروج شاید مزید کچھ پوچھتی کہ سیفد رنگ کی ایک کار ہسپتال کے احاطے میں داخل ہوئی اور اس کار میں سے سندس آفاق اور ایک نئی لڑکی اترے تھے

سندس کے ساتھ آفاق کو دیکھ کر عروج ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ کار کی آواز سن کر صدف اور منی بھی باہر آگئی تھیں۔ سندس سیدھی صدف کی طرف آئی اور بڑے پیار سے اسے مخاطب کرکے کہنے لگی آپ کیا کر رہی ہیں۔ سسٹر۔ صدف نے ہاتھ میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بڑے پیار سے انداز میں کہا۔ میں تمہارا کمرہ ٹھیک کرنے لگی تھی اس پر سندس بڑے پیار سے بولی اب میں آگئی ہوں۔ خود کرلوں گی آپ کیوں زحمت کرتی ہیں۔ اور ہاں آپ سب لوگوں نے کھانا تو نہیں کھایا اس پر عروج کہنے لگی میں نے تو سنا ہے کہ تم سب کی آج دعوت کر رہی ہو میں تو تمہارے کھانے کا انتظار کر رہی تھی۔ اس پر سندس ہلکا ہلکا قہقہہ لگاتے ہوئے کہنے لگی کھانے کا انتظام تو میں نے سب کا کر دیا ہے اب یہ کہیں کہ کہاں بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر کھانا کھائیں گے۔ میرے خیال میں ہسپتال کے ریسپشن آفس کا کاؤنٹر سب سے بہتر رہے گا میں سب کے لئے ایک ایک لنچ باکس لے کر آئی ہوں۔ میرے خیال میں کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔ پہلے اس سے نمٹ لینا چاہئے کہتے کہتے سندس اچانک چونک سی پڑی اور اپنے اور آفاق کے درمیان کھڑی لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ سب سے کہنے لگی میں بھی کتنی احمق ہوں۔ ان سے ملئے یہ میری دوست فائزہ ہے۔ اس کی گاڑی میں میں آپ سب لوگوں کے لئے لنچ باکس لے کر آئی ہوں۔ اس کے بعد سندس نے فائزہ کا تعارف ان سب لوگوں سے کرایا۔ سندس شاید مزید کچھ کہتی کہ عروج بولی اور اپنے چھوٹے بھائی' آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پوچھنے لگی۔

آفاق بھائی آپ نے کھانا کھا لیا ہے۔ اس پر آفاق بولا کہاں کھا لیا ہے۔ ڈاکٹر بہن میرا تو ابھی وہاں بہت کام تھا یہ سندس آندھی اور طوفان کی طرح وہاں گئی مجھے کام بھی نہیں کرنے دیا اور وہاں سے مجھے گھسیٹ کر واپس لے آئی ہے۔ عروج خوشی کا تاثر دیتے ہوئے کہنے لگی اچھا کیا یہ آپ کو گھسیٹ کر لے آئی ہے۔ میں ویسے ہی چاہ رہی تھی کہ آپ کو جلدی آ جانا چاہئے۔ ہسپتال کے اندر سیڑیاں لگانے کے لئے اور باہر ہسپتال کا نام لکھنے کے لئے میں مختلف رنگوں کی ٹیوب برش اور کینوس لائی ہوں وہ سب دیکھ کر ذرا مجھے بتائیے گا کہ وہ کیسے ہیں اور وہ پورے ہو جائیں گے یا کم پڑیں گے۔ آفاق فوراً" بولا اور کہنے لگا کہاں رکھی ہیں آپ نے ساری چیزیں میں ان سب کا جائزہ لیتا ہوں۔ اس پر سندس بولی اور آفاق کو مخاطب کرکے کہنے لگی۔

اس وقت کسی چیز کا جائزہ لینے کی ضرورت نہیں ہے پہلے کھانا کھائیے پھر دیکھتے ہیں کیا سامان آیا ہے اور اسے کیسے ترتیب دینا ہے۔ اور ہاں عروج بہن وہ ہسپتال کے چوکیدار اور ڈرائیور کہاں ہیں ان کے لئے بھی میں لنچ باکس لے کر آئی ہوں۔ اتنی دیر تک دونوں چوکیدار اور ڈرائیور بھی سامان اٹھائے ہسپتال کے احاطے میں داخل ہوئے تھے۔ پھر سب حرکت میں آئے۔ دونوں چوکیداروں اور ڈرائیوروں نے فائزہ کی کار کی ڈگی سے لنچ باکس نکال کر ہسپتال کے ریسپشن کے کاؤنٹر پر رکھ دئے تھے پھر اسی کاؤنٹر کے دونوں طرف کھڑے ہو کر سب اپنا اپنا لنچ باکس سنبھال کر کھانا کھانے لگے تھے۔

کھانا کھانے کے بعد ثروت کے میاں ڈاکٹر ریحان نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا سو سو کے نوٹوں کی دو گڈیاں نکال کر اس نے عروج کے سامنے رکھتے ہوئے کہا عروج میری بہن ہسپتال کے مین روڈ کے طرف کی دس دوکانیں ہیں ہر دوکان ایک ہزار ماہوار کرایہ پر چڑھی ہوئی ہے اس عمارت کو خریدے دو ماہ ہو چکے ہیں یہ بیس ہزار روپیہ ہے ان دس دوکانوں کا دو ماہ کا کرایہ اور ہاں ہم دونوں میاں بیوی کے ذمے کوئی کام ہو تو بتائیں ورنہ میں اور ثروت ابھی جائیں گے اس پر عروج نے نوٹوں کی وہ گڈیاں سنبھال لیں پھر وہ بولی اور کہنے لگی ریحان بھائی آپ ثروت کے ساتھ مل کر ایسا کریں جو ٹی وی سیٹ میں اور ثروت لائے ہیں وہ آپ ہر وارڈ اور اسپیشل روم میں رکھوا دیں یہ ٹی وی سیٹ کیسے کیسے رکھوانے ہیں ثروت جانتی ہے اس پر ثروت بولی اور کہنے لگی اچھا عروج میں یہ

کام کرنے کے بعد جاؤں گی عروج نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہاں ٹی وی سیٹ رکھوانے کے بعد تم دونوں میاں بیوی چلے جانا اس کے ساتھ ہی ریحان اور ثروت حرکت میں آئے دونوں چوکیداروں اور ڈرائیوروں کو اس نے ساتھ لیا اور سارے ٹی وی سیٹ کمروں میں رکھوانے کے بعد دونوں میاں بیوی وہاں سے چلے گئے تھے۔

دوسری طرف عروج جب صدف صوبیہ سندس اور اس کی دوست فائزہ کو لے کر کمروں کی سیٹنگ کرانے لگی تو آفاق بھی ان کے ساتھ ہو لیا اس موقع پر عروج مڑی اپنے بھائی کو غور سے دیکھا پھر وہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگی انی بھائی آپ ایک کام کریں آپ جا کر ریسپشن روم میں بیٹھیں ہمیں کمرے سیٹ کر لینے دیں بس میں آپ کو ایک تاثر دینا چاہتی ہوں میں آپ کا کمرہ سیٹ کرنے کے بعد آپ کو بلاؤں گی اور پھر پوچھوں گی کہ جو چیزیں ہم آپ کے لیے لے کر آئے ہیں وہ کافی اور مناسب ہیں یا نہیں جواب میں آفاق نے کچھ بھی نہ کہا چپ چاپ جا کر وہ ریسپشن روم میں بیٹھ گیا تھا اس موقع پر سندس بڑی تیزی سے عروج کے قریب آئی اور اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

سسٹر عروج اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں عروج مسکراتے ہوئے کہنے لگی تمہاری باتوں کا کون کافر برا منائے گا کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو اس پر سندس نے بڑی رازدارانہ سی سرگوشی کی اور کہنے لگی مجھے آپ جو بھی کمرہ اس عمارت میں دیں وہ آفاق کے کمرے کے ساتھ ہونا چاہئے سندس کی یہ بات سن کر عروج کھل سی اٹھی تھی پھر وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی اگر تم یہ نہ بھی کہتیں تب بھی میں تمہارا کمرہ آفاق ہی کے کمرے کے ساتھ رکھتی اس لیے کہ میں دو دلوں کے درمیان حائل نہیں ہونا چاہتی انھیں ملانا چاہتی ہوں میں جانتی ہوں کہ تم اور آفاق ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو لہٰذا مطمئن رہو تم دونوں کے کمرے ساتھ ساتھ ہی ہوں گے عروج کا یہ جواب سن کر سندس خوش ہو گئی تھی پھر وہ جھکنے کے سے انداز میں اس کے ساتھ ہو لی تھی۔

عروج صدف صوبیہ سندس اور فائزہ نے مل کر کمروں کی سیٹنگ کا کام شروع کیا بائیں طرف سے پہلا کمرہ کرامت اللہ اور آصف کو دیا گیا دوسرا کمرہ جو قدرے بڑا تھا وہ عروج نے خود لیا اور اسی کمرے میں اس نے اپنی بہنوں صدف اور صوبیہ کے بھی بستر لگا دیئے تھے اس پر صدف اعتراض کرتے ہوئے کہنے لگی عروج بہن یہ جو آپ ہمیں اپنے ساتھ رکھ رہی ہیں اس سے آپ ڈسٹرب تو نہ ہوں گی لوگ آپ کے پاس ملنے جلنے والے آتے رہیں گے شاید مریض بھی آپ کے پاس آئیں ہم دونوں بہنیں تو پھر ویسے ہی آپ کی بیزاری کا باعث بنی رہیں گی اس پر عروج فوراً بولی اور کہنے لگی تم دونوں بہنیں میری بیزاری نہیں بلکہ میری تسلی اور تشفی کا باعث بنی رہو گی جس کسی نے بھی مجھ سے ملنا ہوا وہ مجھے ہسپتال کے دوسرے کمروں میں ملا کرے گا یہاں کوئی بھی نہ آئے گا کوئی عورت کوئی مرد اس کمرے میں داخل نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اس کمرے میں میرے علاوہ میری دو بہنیں بھی رہتی ہیں اور میں انھیں ڈسٹرب نہ ہونے دوں گی دیکھو میری دونوں بہنو میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں کہ تم دونوں کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے دلی اطمینان اور انتہائی خوشی ہو گی صدف بیچاری عروج کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دے سکی اور خاموش ہی رہی اس کے بعد تیسرے کمرے کی سیٹنگ شروع ہوئی تیسرے کمرے میں آفاق کو رکھا گیا تھا جب کہ چوتھا کمرہ سندس کے لئے مختص کر دیا گیا تھا جب سارے کمروں میں سامان سیٹ کر دیا گیا تو سندس نے اپنے پودوں کے سارے گملوں میں سے آدھے اپنے کمرے کے سامنے اور آدھے اس نے آفاق کے کمرے کے سامنے لگا دیئے تھے جب وہ گملے لگا چکی تب عروج اس کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی دیکھو سندس میری بہن میں ایک کام تیرے ذمے لگاتی ہوں سندس فوراً بولی اور کہنے لگی کون سا کام آپ میرے ذمے لگانا چاہتی ہیں اس پر عروج بولی اور کہنے لگی تم اپنی سہیلی فائزہ کو لے

کر آفاق کے لیے جو میں پینٹنگ کا سامان لائی ہوں وہ اس کے کمرے میں سیٹ کرو میں دیکھتی ہوں وہ سامان تم اس کے کمرے میں کیسے لگاتی ہو جب تم وہ سامان لگا چکو تو پھر میں آکر چیک کروں گی اس پر سندس اپنی سہیلی فائزہ کے ساتھ فوراً حرکت میں آئی آفاق کے کمرے میں داخل ہوئی کمرے میں پہلے سے دو بڑی میزیں رکھی ہوئی تھیں سندس اور فائزہ نے پہلے ایک میز کے اوپر سارے کینوس ترتیب کے ساتھ جمانا شروع کیے اس کے بعد وہ دوسری چیزوں کی ترتیب کرنے لگی تھیں۔

سندس سے فارغ ہونے کے بعد عروج پھر صدف اور صوبیہ کے پاس آئی باہر جو ابھی تک دو ٹی وی سیٹ پڑے ہوئے تھے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عروج بڑے تاسفانہ سے انداز میں اپنی بڑی بہن صدف کو مخاطب کر کے کہنے لگی صدف بہن لگتا ہے کہ جیسے ایک ٹی وی فالتو آگیا ہے ریحان اور ثروت دونوں میاں بیوی ہسپتال کے سارے کمروں میں ٹی وی سیٹ رکھ کر جا چکے ہیں جب کہ میں نے اپنے ہی لیے ایک فالتو ٹی وی سیٹ منگوایا تھا اس پر صدف کے بجائے منی فوراً بولی اور کہنے لگی اگر فالتو آگیا ہے تو واپس کر آئیں اس پر عروج کہنے لگی واپس اب وہ تھوڑا ہی لیں گے اب ویسے بھی واپس کرتا ہوا آدمی اچھا بھی نہیں لگتا پھر سوچنے کے سے انداز میں عروج تھوڑی دیر خاموش رہی پھر دوبارہ اپنی بڑی بہن صدف کو مخاطب کر کے کہنے لگی صدف بہن آپ ذرا باہر آئیں صدف فوراً اٹھ کر باہر آگئی عروج پھر بولی اور کہنے لگی یہ دو ٹی وی سیٹ ہیں ان میں سے ایک تو ہم اپنے کمرے میں رکھ لیتے ہیں جب کہ دوسرا ٹی وی سیٹ آپ کے ماموں اور بڑے بھائی کے کمرے میں رکھوا دیتے ہیں اس طرح ان دونوں کا دل بہلا رہے گا اس پر صدف خوفزدہ سے لہجے میں بولی اور کہنے لگی۔

عروج بہن آپ کی بات تو ٹھیک ہے لیکن ماموں اور بھائی کہیں برا ہی نہ مانیں کہ یہ ٹی وی سیٹ کیسے اور کہاں سے آگیا عروج فوراً اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہنے لگی اگر انھوں نے ایسا کہا تو میں خود انھیں جواب دوں گی کہ یہ صدف نے نہیں میں نے رکھوایا ہے تمھیں اس معاملے میں بالکل خوفزدہ ہونے یا ڈرنے کی ضرورت نہیں عروج کی اس گفتگو سے صدف کو کچھ حوصلہ ہوا پھر دونوں بہنیں حرکت میں آئیں ایک ٹی وی سیٹ انھوں نے اپنے کمرے میں رکھ لیا جب کہ دوسرا ٹی وی سیٹ انھوں نے کرامت اللہ اور آصف کے کمرے میں رکھوا دیا تھا تینوں پھر اپنے کمرے میں آکر بیٹھ گئیں اس موقع پر عروج پھر بولی اور صدف اور منی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

سنو میری دونوں بہنوں اب آپ کے ماموں اور بڑے بھائی کے کمرے میں بھی ٹی وی ہے ہم تینوں بہنوں کے کمرے میں بھی ٹی وی سیٹ ہے سندس کے پاس پہلے سے اپنا ٹی وی سیٹ ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ آفاق برا مانے کہ ہر ایک کے کمرے میں ٹی وی سیٹ ہے اور میں رہ گیا ہوں اس پر صدف بولی اور کہنے لگی نہیں وہ میرا ایسا بھائی نہیں ہے بڑا سیانا بڑا ذہین اور بڑا دانشمند ہے وہ اکثر ٹی وی کم ہی دیکھتا ہے سندس ما زبردستی اسے بلا کر اپنے کمرے میں لے جاتی ہے پھر بھی وہ اکثر ٹی وی نہیں دیکھتا اور اگر اسے کبھی ٹی وی دیکھنا ہوا تو ماموں اور آصف بھائی کے پاس بیٹھ کر دیکھ لیا کرے گا اس لیے کہ جب اسے پینٹنگ نہیں کرنی ہوتی فارغ ہوتا ہے تو ماموں اور بھائی کے پاس ہی بیٹھتا ہے کہیں اور نہیں جاتا وہیں بیٹھ کر وہ ٹی وی دیکھ لیا کرے گا صدف کی اس گفتگو سے عروج قدرے مطمئن ہو گئی تھی عروج دوبارہ بولی اور کہنے لگی سنو میری دونوں بہنو آفاق بھائی کو بلا کر اس کا کمرہ دکھانے سے پہلے میں آپ دونوں بہنوں سے ایک انتہائی اہم گفتگو کرنا چاہتی ہوں اس پر صدف نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا وہ کیا عروج پھر بولی اور کہنے لگی دیکھو میری بہنو جب میں لندن میں تھی تو ڈاکٹر ثروت بڑی تفصیل کے ساتھ اپنے خطوط میں مجھے تمھارے متعلق لکھتی رہی ہے تم جانتی ہو کہ میری اور تم لوگوں کی ماں کا نام ایک تھا یہ علیحدہ بات ہے کہ تم

لوگوں کی ماں بیچاری بیمار رہ کر مر گئی جب کہ میری ماں ایک ہوائی حادثے میں
ہلاک ہو گئی میرے باپ نے دوسری شادی کر لی اور میں اپنی سوتیلی ماں سے تنگ
آکر اس ہسپتال میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں تمہارے حالات بھی کچھ میری
ہی طرح ہیں تمہارے باپ نے یہ حماقت کی کہ تمہاری ماں کو گھر سے نکال دیا
جب کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا لندن میں ثروت کے خطوط تمہارے بارے
میں پڑھ پڑھ کر میں بیحد متاثر ہوئی تھی اور میں تم سے ملنے اور دیکھنے کے لئے
بڑی بے چین تھی اسی تاثر کے تحت میری بہنو میں لندن سے تم دونوں بہنوں
تمہارے ماموں اور تمہارے دونوں بھائیوں کے لئے کچھ سامان لے کر آئی ہوں
مجھے امید ہے وہ سامان تم دونوں بہنیں قبول کرنے سے انکار نہیں کرو گی۔

عروج کی یہ ساری گفتگو سن کر صدف تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ
سوچتی رہی پھر اس نے اپنی چھوٹی بہن کی طرف دیکھا اور کہنے لگی منی میری بہن
تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے منی نے بے پروانہ سے انداز میں کندھے
اچکاتے ہوئے کہا سسٹر میں کیا کہہ سکتی ہوں آپ بڑی بہن ہیں میرے لئے ماں کا
درجہ رکھتی ہیں آپ کا ہر فیصلہ میرے لئے حکم ہے جو آپ کہیں گی میں اسے
آمنا صدقنا کہہ دوں گی آپ جانتی ہیں کہ میں نے آپ کے فیصلے سے کبھی اختلاف
ہی نہیں کیا میں نے ہی نہیں بلکہ ماموں آصف بھائی اور آفاق نے بھی کبھی آپ
کے فیصلے کو ٹالنے کی کوشش نہیں کی آپ جو بھی فیصلہ کریں گی ہمیں منظور ہوگا
صوبیہ کے خاموش ہونے پر صدف پھر بولی اور عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

عروج بہن اس سلسلے میں انی سے بات کرتی ہوں پھر آپ کو اپنے فیصلے سے
آگاہ کرتی ہوں۔ عروج نے خوش ہوتے ہوئے کہا ہاں انی کی طرف جائیں ان
سے بات کر لیں اور اسے ساتھ بھی لے آئیں تاکہ اسے اس کا کمرہ بھی دکھا دیں
اس پر صدف فوراً اٹھی پھر وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔

صدف ابھی کمرے سے نکلی ہی تھی کہ چوکیدار بھاگا بھاگا آیا عروج کے
کمرے سے باہر آکر وہ رکا اور کسی قدر بلند آواز میں وہ کہنے لگا میڈم ہسپتال میں
جو کمرہ آپ کے لئے مخصوص ہے اس میں ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی ہے میں نے
کھول کر دیکھا تو کوئی مشتاق صاحب بول رہے تھے وہ فی الفور آپ سے بات کرنا
چاہتے ہیں اس پر صدف نے کچھ سوچا پھر وہ تیزی سے اس چوکیدار کے پیچھے پیچھے
ہو لی تھی۔ چوکیدار ریسپشن کے قریب آرکا تھا جبکہ عروج بڑی تیزی سے چلتی
ہوئی اس کمرے میں داخل ہو گئی تھی جسے ہسپتال میں اس کے لئے مخصوص کیا گیا
تھا چوکیدار جب ریسپشن کے قریب آکر رکا تو اس وقت تک صدف بھی وہاں
پہنچ چکی تھی۔ صدف نے فوراً چوکیدار کو مخاطب کر کے پوچھا کس کا فون تھا۔
اس پر چوکیدار بولا کوئی مشتاق صاحب بول رہے تھے میڈم سے بات کرنا چاہتے
تھے اس پر صدف خاموش ہو رہی اور ریسپشن روم میں داخل ہوئی جہاں پہلے
سے آفاق بیٹھا ہوا تھا۔

دوسری طرف عروج بڑی تیزی سے اس کمرے میں داخل ہوئی تھی جو ہسپتال
میں اس کے لئے مخصوص تھا ریسیور اٹھا کر جب اس نے ہیلو کہا تو دوسری طرف
سے میاں جی کی آواز سنائی دی عروج میری بیٹی میں نے تمہیں فون اس لئے کیا
ہے کہ یہ پوچھوں کہ تم اپنے بہن بھائیوں میں سیٹ ہوئی ہو یا نہیں دیکھو بیٹی
ہسپتال کے سارے ہی ٹیلیفون میرے پاس نوٹ ہیں میں نے اسی لئے اس فون
کو ڈائل کیا جو تمہارے کمرے کے لئے مخصوص ہے اس پر عروج فوراً بولی اور
کہنے لگی ذرا رکیں میں آپ سے ابھی بات کرتی ہوں اس کے ساتھ ہی عروج نے
ریسیور میز پر رکھ دیا پہلے اس نے کمرے کا دروازہ بند کیا دوبارہ میز کے قریب آئی
اپنی کرسی پر بیٹھی ریسیور اٹھایا اور بولی ہاں پاپا اب بولئے کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ
دوسری طرف سے میاں جی کی آواز پھر سنائی دی

بیٹی میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ تم اپنے بہن بھائیوں میں سیٹ ہوئی ہو یا نہیں
اس پر عروج مسکراتے ہوئے کہنے لگی پاپا میں اپنے بہن بھائیوں میں سیٹ نہیں

ہوں گی تو پھر کہاں سیٹ ہو سکوں گی اور میں آپ کو یہ بتا دوں کہ سامنے وا
عمارت کو میں نے خالی کرا لیا ہے اپنے بہن بھائیوں کو اور ایک سندس نام کی لڑ
یہاں رہتی ہے اسے میں نے ہسپتال کی عمارت میں شفٹ کر لیا ہے اور ہاں ا
میں آپ کو ایک نئی بات بھی بتاؤں کہ یہ جو لڑکی سندس ہے جس کا میں نے ابھ
ابھی نام لیا ہے یہ انتہائی خوبصورت اور انتہائی وجیہہ قسم کی لڑکی ہے اور ہاں پاپا
سب سے اچھی بات ہے وہ یہ کہ یہ میرے بھائی آفاق یعنی انی کو پسند بھی کرتی ہے م
چاہتی ہوں کہ کسی مناسب وقت پر ان دونوں کی منگنی کرا دیں گے پر میں الڑ
دھوم دھام سے اپنے بھائی کی شادی کروں گی کہ دیکھنے والے دنگ رہ جائیں گے
اس پر میاں جی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے ہاں بیٹی خدا نے چاہا تو ایسا
ہو گا میں تمہاری اور تمہارے بہن بھائیوں کی ہر خوشی کا احترام کرنے کیلئے ت
ہوں گا اور ہاں بیٹی یہ تو کہو صدف اور منی کیسی ہیں آفاق اور آصف کیسے ہ
کرامت اللہ کس حال میں ہے اس پر عروج دکھ کے سے اظہار میں کہنے لگی ا
کی حالت دیکھ کر مجھے بڑا فسوس ہوا ہے انتہائی کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہے ہ
میں ابھی کھل کر ان کی مدد بھی نہیں کر سکتی اس لئے کہ مجھے ڈر ہے کہ وہ کہ
مجھے پہچان ہی نہ لیں دوسری بڑی مصیبت یہ ہے کہ میری شکل صدف باجی او
آصف بھائی سے ملتی ہے اس لئے وہ اور شکوک میں مبتلا ہو سکتے ہیں یہاں تک
کہنے کے بعد عروج جب خاموش ہوئی تو دوسری طرف سے میاں جی کی آواز
دی۔

دیکھ بیٹی مجھے امید ہے کہ وہ تمہاری طرف سے مشکوک نہیں ہوں گے ا
لئے کہ شہر میں تلاش کرنے کے بعد جب میں پہلی بار ان سے ملا تو نہ صر
کرامت اللہ بلکہ آصف صدف اور منی نے مجھ سے پوچھا کہ آپ اب کی
ہمیں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں اور کیوں ہم سے ملنا چاہتے ہیں تب میں نے ان
کہا تھا کہ میری جو دوسری بیوی تھی اس سے ایک ہی بیٹی تھی وہ خدا کو پیاری
گئی ہے لہٰذا میں، اکیلا تنہا بے اولاد نہیں مرنا چاہتا میں تمہیں اپنے ساتھ لے جانا
چاہتا ہوں لہٰذا مجھے امید ہے کہ وہ تم پر شک نہیں کریں گے اس لئے کہ ان کو
میری زبان سے یہ تو خبر ہو گئی ہے کہ ان کی جو بہن سوتیلی ماں سے تھی وہ مر چکی
ہے میرے خیال میں اب وہ تمہیں شک و شبہ کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے اور
ہاں بیٹی صدف کا خیال رکھنا تمہاری بڑی بہن ہے تمہاری ماں کی جگہ ہے اور
سب سے بڑی بات اس کی شکل تمہاری ماں سے ملتی جلتی ہے آصف بیچارا بیمار
ہے اس کی بھی دیکھ بھال اور نگرانی کرنا اور خود کرامت اللہ بھی دمے کا مریض
ہے اور یہ چاروں پانچوں اس قدر ضدی ہو چکے ہیں کہ میں نے کئی بار کرامت
اللہ کو اور آصف کو علاج کرانے کی پیشکش کی لیکن وہ مانتے ہی نہیں سب سے
زیادہ مخالفت انی کرتا ہے اور بہرحال ایسا کرنے میں وہ حق بجانب بھی ہے اس
لئے کہ اس نے اپنی ماں کو سسک سسک کر مرتے دیکھا ہے میری بیٹی آہستہ
آہستہ ان کی طرف بڑھنے اور ان کے قریب ہونے کی کوشش کرنا میری بیٹی ایک
دم سے ان کے سامنے کھل نہ جانا کہیں وہ تمہیں شک کی نگاہ سے نہ دیکھنے
لگیں۔ اس پر عروج بولی اور کہنے لگی پاپا آپ بے فکر رہیں میں بڑے طریقے سے
اپنے بہن بھائیوں کے قریب ہونے کی کوشش کروں گی سامنے والی عمارت کی
وائٹ واشنگ اور مرمت کا کام کل سے شروع ہو گا جب وہ مکمل ہو جائے گا تو
میں بھی اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ اسی عمارت میں شفٹ ہو جاؤں گی اس پر
میاں جی کی آواز دوسری طرف سے پھر سنائی دی دیکھ بیٹی آج کے بعد تیری
نگاہوں میں میرا نام مشتاق ہے میں نے مشتاق ہی کے نام سے تمہیں فون کیا ہے
اسی طرح تمہارے بہن بھائیوں کو کسی طرح کا شک نہیں ہو گا تم ٹیلیفون پر نہ ہی
کبھی میرا نام لینا اور نہ ہی کبھی مجھے میاں جی کہہ کر پکارنا اس لئے کہ میاں جی کا
لفظ تمہارے بہن بھائیوں کے لئے بھی شناسا ہے پھر بیٹی میں آئندہ فون کرتے
وقت یہ بھی احتیاط کیا کروں گا کہ پہلے میں ٹیلیفون کسی ملازم یا ملازمہ سے ملوایا

کروں گا اور اس سے پوچھ لیا کروں گا کہ دوسری طرف سے کون بول رہا ہے اس
کے بعد میں بات چیت کیا کروں گا۔ اس پر عروج کہنے لگی ہاں پاپا ایسی احتیاط
ہمیں ضرور کرنی چاہئے ایسا نہ ہو کہ ہمارے بہن بھائی پھر روٹھ کر کہیں چلے جائیں
اور میں ساری عمر انہیں تلاش کرتی رہوں اور سرگرداں رہوں اچھا اب میں بات
ختم کرتی ہوں میں ہسپتال کیلئے کچھ سامان لے کر آئی ہوں وہ ٹھیک کروا رہی ہوں
پھر آپ سے بات کروں گی اس کے ساتھ ہی دونوں باپ بیٹی نے ریسیور رکھ دیا
اور عروج کمرے سے باہر آگئی تھی۔

عروج جب ریسپشن کے قریب آئی تو اندر بیٹھی ہوئی صدف نے اس سے
پوچھا ہاں سسٹر انی سے بات ہو گئی اس پر صدف مسکراتے ہوئے بولی ہاں آپ
چلیں میں انی کو لے کر آتی ہوں اور ہاں یہ آپ کا فون کس کا تھا اس پر عروج
کسی قدر بلند آواز میں کہنے لگی میرے پاپا کا تھا ان کا نام مشتاق ہے اس کے ساتھ
ہی عروج آگے بڑھ گئی۔ صدف نے آفاق کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا ہاں آفاق
اب کہو اب تو عروج جا چکی ہے تم اس لئے رکے ہوئے تھے کہ عروج ٹیلیفون کے
کمرے سے جائے تو گفتگو کرو گے اب بتاؤ کہ ہمیں اس کے ساتھ رہنا چاہئے یا
نہیں اس پر آفاق کچھ دیر گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

سسٹر سب سے حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ اس ڈاکٹر عروج کی شکل حیرت
انگیز طور پر میرے اور آپ کے ساتھ ملتی ہے اب اگر ہماری سوتیلی بہن زندہ
ہوتی تو ہم شک کر سکتے تھے کہ یہ وہی ہے جبکہ ابو نے کہا تھا کہ وہ مر چکی ہے اور
پھر ڈاکٹر عروج کے باپ کا نام مشتاق ہے لہٰذا ہمیں اس پر کسی قسم کا شک اور شبہ
نہیں کرنا چاہئے رہی بات اس کے ساتھ رہنے کی تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں
کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ وہ بیچاری بھی ہماری طرح دکھوں اور مصیبتوں کی
ماری ہوئی ہے ہماری طرح اس کی بھی ماں مر چکی ہے اور قسمت کی ستم ظریفی
دیکھیں کہ ہماری طرح اس کی ماں کا نام بھی طاہرہ تھا بس وہ بیچاری میرے خیال

میں ہم سے ملتے جلتے حالات کی وجہ سے ہمارے قریب آکر ہم سے ایک تعلق اور
ایک رشتہ رکھنا چاہتی ہے میں سمجھتا ہوں ہمیں اس کی پیشکش کو ٹھکرانا نہیں
چاہئے اس طرح اس کی دل شکنی ہو گی اور کسی کی دل شکنی کرنا میری بہن اچھی
بات نہیں ہے۔

اور ہاں اگر وہ تم دونوں بہنوں کے ساتھ رہتی ہے تو اس طرح تم دونوں
بہنوں کا بھی وقت اچھا گزرے گا اس لئے کہ وہ یقین بھی دلاتی ہے کہ کوئی اس
کرے میں آکر اس سے نہیں ملے گا اور جہاں تک اس سامان کا تعلق ہے جو وہ
انگلستان سے ہم سب کیلئے لے کر آئی ہے تو اس سلسلے میں میں فیصلہ میری بہن
تم پر چھوڑتا ہوں تم جانتی ہو کہ گھر میں ہمیشہ تمہارا ہی فیصلہ آخری رہا ہے میرے
لئے تم ماں کی جگہ ہو اگر زندگی میں تمہارا کہا ٹالا ہو تو پھر کہو لہٰذا جو فیصلہ تم کرو
ہمارے لئے وہی آخری ہے اس پر صدف بولی اور کہنے لگی۔

دیکھو میرے بھائی یہ ڈاکٹر عروج ہمارے ساتھ انتہائی مہربانی اور شفقت کے
ساتھ پیش آرہی ہے میں اس کی پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے ڈرتی بھی ہوں اس
طرح بے مروتی کا سا اظہار ہو گا اگر میں اس کی پیشکش کو ٹھکراتی ہوں تو میں
سمجھتی ہوں کہ اس کی دل شکنی ہو گی اور اگر میں اس کی چیزوں کو قبول کرتی ہوں
تو پھر تمہیں کسی قسم کا کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا اس پر آفاق فوراً بولا اور کہنے
لگا میں کیوں اعتراض کروں گا میری بہن۔ صدف نے ہاتھ آگے بڑھا کر آفاق کے
دونوں ہاتھ تھام لئے خود بھی کھڑی ہوئی اور اسے بھی کھینچتی ہوئی کہنے لگی اچھا چلو
عروج تمہیں بھی بلا رہی ہے وہ تمہیں تمہارا کمرہ دکھانا چاہتی ہے تمہارے کمرے
کی تیاری پر اس نے خصوصیت کے ساتھ سندس کو لگایا ہوا ہے اور سندس تمہارا
کمرہ تیار کر رہی ہے اور سنو انی تمہارے لئے وہ پینٹنگ کا اس قدر سامان لے کر
آئی ہے کہ تم دیکھ کر دنگ رہ جاؤ گے اس پر آفاق فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں
جب اس کمرے کے سامنے آئے جس میں عروج اور منی بیٹھی ہوئی تھیں تو عروج

فوراً ہی بولی اور آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
آفاق بھائی ابھی آپ اسی کمرے میں آئیں اپنے کمرے میں نہ جائیے!
سندس آپ کا کمرہ تیار کر رہی ہے جب وہ کمرہ تیار کر چکی ہو گی اور آ کر مجھے
اطلاع دے گی تو میں خود آپ کو لے کر آپ کے کمرے میں جاؤں گی اس پر
صدف اور آفاق دونوں بہن بھائی اس کمرے میں داخل ہوئے اور وہ عروج کے
سامنے اور منی کے پہلو میں بیٹھ گئے اس موقع پر عروج پھر بولی اور ان بہن
بھائیوں سے پوچھنے لگی۔
ہاں تم دونوں بہن بھائیوں نے مل کر اب کیا فیصلہ کیا ہے اس پر آفاق
مسکراتے ہوئے کہنے لگا دیکھ ڈاکٹر بہن میں نے کیا فیصلہ کرنا ہے فیصلہ تو اس بڑی
بہن کے ہاتھ میں ہے جو ہمارے لئے ماں کی جگہ ہے جو یہ فیصلہ کرے ہم تو اس
کے پیچھے ہیں اس پر عروج نے مسکراتے ہوئے صدف کی طرف دیکھا اور وہ بڑی
بار انتہائی اور بھرپور اپنایت میں اس سے پوچھنے لگی۔
ہاں باجی آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے کہ اس پر صدف کہنے لگی جو آپ کی
مرضی کریں آفاق کو تو اس معاملے میں کوئی اعتراض نہیں لیکن میں ایک بات
آپ سے کہوں کل کو اگر کہیں آپ کے تعلقات خدا نہ کرے ہمارے ساتھ کشیدہ
ہو جائیں اور آپ اپنی دی ہوئی چیزوں کی واپسی کا مطالبہ کریں تو پھر ہم چاروں
بہن بھائی آپ کو یہ چیزیں کہاں سے واپس کریں گے۔ اس پر عروج فوراً ہی بولی اور
کہنے لگی دیکھ بہن آپ منفی انداز میں کیوں سوچتی ہیں۔ جب آپ لوگ مجھے اپنی
بہن ہی بنا چکے ہیں تو میں اتنی کم ظرف اتنی گھٹیا اور اتنی پست نہیں ہوں کہ اپنے
بہن بھائیوں کو دی ہوئی چیز واپس مانگوں اس پر صدف پرسکون سے انداز میں کہنے
لگی اگر یہ بات ہے تو پھر جو آپ کا جی چاہے کریں صدف کا یہ جواب سن کر
عروج خوش ہو گئی تھی دوبارہ بولی اور کہنے لگی میرے خیال میں پہلے آپ کے
ماموں اور بھائی کو یہاں لانا چاہئے۔ صدف بہن میں اور آپ چلتے ہیں آپ بھائی

کو سہارا دے کر لے آیئے گا میں ماموں کو پکڑ کر لے آؤں گی اس پر صدف بولی
اور کہنے لگی نہیں ماموں تو خود چلتے پھرتے ہیں انہیں کسی سہارے کی ضرورت
نہیں ہے ہاں بھائی ابھی کمزور ہیں انہیں سیڑھیاں اتارنے کیلئے واقعی سہارے کی
ضرورت ہو گی پھر صدف تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد آفاق کو مخاطب کر کے
کہنے لگی دیکھ آفاق تو میرے ساتھ چل تو باری باری دونوں بستر اٹھا کر یہاں لے
آنا ماموں خود آجائیں گے اور بھائی کو سہارا دے کر میں لے آؤں گی۔ اس پر
عروج نے دخل اندازی کی اور کہا نہیں ایسا نہیں ہو گا آپ میرے ساتھ یہیں
بیٹھی رہیں دونوں ڈرائیور جا کر ماموں اور بھائی کے بستر لے آئیں گے اور آفاق
بھائی کو سہارا دے کر یہاں لے آئے گا۔ آفاق نے اس کے ساتھ اتفاق کیا اور
عروج نے آواز دے کر دونوں ڈرائیوروں کو بلایا اور آفاق کے ساتھ بھیج دیا۔
تھوڑی ہی دیر بعد دونوں ڈرائیور کرامت اللہ اور آصف کے بستر اور
مسہریاں اٹھا کر لے آئے صدف اور عروج دونوں نے اپنی نگرانی میں ان دونوں
کے بستر ان کے کمروں میں لگائے اتنی دیر تک کرامت اور آصف بھی آگئے تھے
آفاق آصف کو سہارا دے کر لا رہا تھا اتنی دیر تک صدف اور عروج نے مل کر ان
کا کمرہ درست کر دیا تھا آصف کو اس کے بستر پر لٹا دیا گیا تھا جبکہ کرامت اللہ
کمرے میں لگی ہوئی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئے تھے پھر عروج نے صدف
کی طرف دیکھتے ہوئے کہا صدف بہن جو سامان میں آپ لوگوں کیلئے لے کر آئی
ہوں وہ میں یہیں لے کر آتی ہوں۔ منی کو بھی یہیں بلا لیتے ہیں اس کے ساتھ
ہی صدف کے جواب کا انتظار کئے بغیر عروج باہر نکل گئی تھی۔
عروج کے جانے کے بعد کرامت اللہ نے صدف کو مخاطب کرتے ہوئے
پوچھا کون سا سامان بیٹی اس پر صدف کہنے لگی ماموں یہ جو ڈاکٹر ثروت تھی نا جو
پہلے ہمارے پاس اٹھتی بیٹھتی رہتی ہیں اور جنہوں نے ہسپتال کی تکمیل کا کام سر
انجام دیا ہے وہ اس عروج کی پرانی جاننے والی اور اس کی بہن بنی ہوئی ہیں وہ

اپنے خطوط میں ہمارے حالات عروج کو لکھتی رہی ہیں۔ دراصل یہ ہمارے حالات سے متاثر ہے ہماری ماں کی طرح اس کی ماں بھی مر چکی ہے اور اس کا نام بھی طاہرہ ہے وہ بھی ایک ہوائی حادثے میں ماری گئی تھی بس یہ حالات کی مطابقت اور مماثلت کی وجہ سے یہ ہم لوگوں کو پسند کرتی ہے۔ لہٰذا یہ آتی دفعہ لندن سے ہمارے لئے کچھ سامان لے کر آئی ہے اور وہ سامان ہمیں دینا چاہتی ہے۔ ماموں اگر آپ کہیں تو ہم وہ سامان قبول کرلیں اور اگر آپ ناپسند کریں تو ہم وہ لینے سے انکار کردیں اس پر کرامت اللہ فوراً بولے اور کہنے لگے نہیں بیٹی اگر وہ اپنی خوشی سے کوئی سامان لے آئی ہے تو اسے لے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اتنی دیر تک عروج کمرے میں داخل ہوئی وہ ایک کافی بڑے اٹیچی کو جس کے نیچے پہیے لگے ہوئے تھے گھسیٹتی ہوئی لا رہی تھی منی بھی اس کے ساتھ تھی وہ اٹیچی عروج نے کمرے کے وسط میں لا رکھا پھر اس نے صدف کو مخاطب کر کے کہا صدف میری بہن اور منی آپ دونوں میرے پاس آئیں۔ صدف اور منی دونوں عروج کے پاس آکھڑی ہوئی تھیں عروج فرش پر بیٹھ گئی اس کی طرف دیکھتے ہوئے صدف اور منی بھی فرش پر بیٹھ گئی تھیں پھر عروج نے وہ اٹیچی کیس کھولا اور سامان نکال نکال کر وہ صدف اور منی کو دینے لگی تھی۔

اس سامان میں آصف اور آفاق دونوں بھائیوں کیلئے دو دو گرم سوٹ ان کے ناپ کے صحیح بوٹوں کے جوڑے پہلے سے گرہ لگی دو دو سوٹوں سے میچ کرتی ہوئی ٹائیاں مختلف کلر کی سلی سلائی شرٹیں مختلف رنگوں میں پتلونوں کا کھلا کپڑا رومال جرابیں، گھڑیاں، چھوٹے چھوٹے لاکٹ لگے سونے کی چین، کرامت کیلئے چپل اور بوٹ شلوار قمیصوں کیلئے کپڑا منی اور صدف کیلئے انتہائی قیمتی چار چار سوٹ اس کے بعد منی اور صدف ہی کے لئے جرسیاں اور سویٹر دونوں بہنوں کیلئے جوتے جرابیں گرم شالیں، گھڑیاں، صدف اور منی کیلئے ہاتھوں اور گلے کی سونے کی چینیں اور ہار اس کے علاوہ کچھ اور چیزیں بھی نکال کر اس

کے سامنے رکھ دی تھیں پھر وہ آفاق کی طرف مڑی اور بڑے پیار سے اس سے کہنے لگی۔

آفاق بھائی ایک کام کریں آپ ساتھ والے کمرے میں جائیں وہاں جو نیلے رنگ کا اسی سائز کا اٹیچی ہے وہ گھسیٹ کر لے آئیں اس کے نیچے پہیے لگے ہوئے ہیں اسے اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے آفاق فوراً گیا دوسرا اٹیچی وہ گھسیٹ لایا اور عروج کے سامنے لا رکھا عروج نے اسے بھی کھولا اور اس کے اندر سے انتہائی قیمتی اور نرم پانچ کمبل نکالتے ہوئے اس نے کہا یہ کمبل پانچ ہیں چار آپ چاروں بہن بھائیوں کیلئے اور پانچواں ماموں کیلئے یہ سارا سامان دیکھنے کے بعد کرامت اللہ پہلی بار بولے اور عروج کو مخاطب کر کے بولے۔

عروج بیٹی میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس قدر سامان دے دو گی میں تو سمجھا تھا کہ کوئی چھوٹا موٹا گفٹ ہو گا جسے میرے بچے اور بچیاں لے لیں گی لیکن یہ تو بہت بڑا بوجھ ہے میری بیٹی تم نے تو پوری دکان یہاں کھول دی ہے یہ زیادتی ہے اتنا سارا سامان تو ہمارا کوئی عزیز بھی ہوتا تو نہ دیتا اور پھر تو جانتی ہے میری بیٹی کہ ان چاروں نے کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کی ہے یہ ایسا سامان استعمال کرنے کے عادی بھی نہیں ہیں پھر تو کیوں ان پر اتنا بوجھ ڈالتی ہے بیٹی جسے یہ اتار نہ سکیں اس پر صدف فوراً بولی اور بڑی نرمی سے کہنے لگی۔

ماموں یہ ان پر بوجھ نہیں ہے آپ جانتے ہیں کہ ان کے حالات اور میرے حالات ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں میں عرصہ سے ان چاروں کو جانتی ہوں جب سے ڈاکٹر ثروت نے اپنے خطوط میں ان کا ذکر کیا تھا تب سے میں نے تہیہ کرلیا تھا کہ جب میں واپس جاؤں گی تو ان کے لئے ایسا ہی سامان لے کر جاؤں گی جیسا ایک بہن اپنے بھائیوں اور بہنوں کیلئے لے کر جاتی ہے سو میرے ماموں آپ کو یہ سامان لینے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہئے آپ یہ سمجھیں کہ یہ ان چاروں بہن بھائیوں اور آپ کیلئے ایک بھانجی اور بہن کی طرف

سے گفٹ ہے بس اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کہنا چاہتی۔ کرامت بیچارا خاموش سا ہو رہا۔ عروج نے اس بار صدف اور منی کی طرف دیکھ کر کہنا شروع کیا۔

سنو میری دونوں عزیز بہنوں یہ جس قدر سامان ہے ان دونوں اٹیچی کیسوں میں سنبھال کر رکھ لو اور اپنے استعمال میں لاؤ جس اٹیچی میں کمبل تھے کمبل تو باہر رکھ لو سردی کا موسم ہے انہیں استعمال میں لانا شروع کرو اس اٹیچی میں تم دونوں بہنیں اپنا دوسرا سامان رکھ لو اس گفتگو کے بعد آفاق عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ڈاکٹر بہن آپ کی بڑی مہربانی آپ کا بڑا شکریہ آپ نے یہ چیزیں مجھے میرے بھائی میرے ماموں اور میری دونوں بہنوں کو دیں لیکن میں آپ سے یہ گزارش کروں کہ یہ جو قیمتی سوٹ آپ میرے لئے میرے بھائی میری بہنوں کو مہیا کئے ہیں یہ سوٹ ہم نے لے تو لئے ہیں لیکن یہ ایسے کے ایسے ہی پڑے رہیں گے اس لئے کہ آج کل ٹیلر جو ہیں وہ سلائی کپڑے کی قیمت سے زیادہ لیتے ہیں نہ ہمارے پاس ان سوٹوں کو سلوانے کیلئے رقم ہوتی ہے اور نہ یہ ہم نے پہننے ہیں لہٰذا یہ ان ہی اٹیچیوں میں بند کر دو میرے خیال میں ان ہی کے اندر پڑے پڑے ان کو کیڑا لگ جانا ہے۔

آفاق کی یہ سیدھی اور کھری باتیں سن کر عروج کو بڑا دکھ ہوا اور وہ بولی میرے بھائی کیڑا میں انہیں نہیں لگنے دوں گی آج شام ہی ایک ٹیلر ماسٹر یہاں آئے گا آپ سب لوگوں کا ناپ بھی لے گا کپڑے بھی اپنے ساتھ لے جائے گا اور میرے خدا نے چاہا تو ایک ہفتے کے اندر اندر یہ کپڑے سارے سل کے یہاں آئیں گے اور آپ چاروں بہن بھائی اور ماموں انہیں پہننا شروع کریں گے سن اے بھائی اب میں آپ لوگوں کی بہن ہوں اور بہن کے ناطے میں آپ لوگوں کو مایوس نہیں کروں گی عروج نے پھر بات کا رخ موڑا اور صدف اور منی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ دیکھو میری بہنو تم آفاق بھائی اور ماموں کی باتوں پر نہ جاؤ یہ سارا سامان سنبھالو شام کو ٹیلر آئے گا وہ سارے کپڑے اپنے ساتھ لے جائے گا باقی چیزیں تم لوگ اپنے استعمال میں لاؤ۔ ماموں اور دونوں بھائیوں کی گھڑیاں انہیں دو تم دونوں بہنیں بھی اپنی گھڑیاں لو آفاق اور آصف کے چین بھی انہیں دو تم بھی اپنے چین اور ہار استعمال کیا کرو اس طرح اپنے اپنے بوٹ اور اپنے چپلیں بھی اپنے استعمال میں لاؤ صدف اور منی بیچاری ایک دوسرے کی طرف خوش کن انداز میں دیکھتی ہوئی حرکت میں آئیں۔ سارا سامان انہوں نے اٹیچی میں پیک کر کے ایک طرف رکھ دیا جس اٹیچی میں کمبل تھے وہ انہوں نے خالی کر دیا کمبل انہوں نے ایک طرف کرامت اللہ کے بستر پر رکھ دیئے تھے عین اس وقت سندس کمرے میں داخل ہوئی اور ڈاکٹر عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ دیکھو ڈاکٹر بہن آفاق کا کمرہ تیار ہے آپ آکر دیکھ سکتی ہیں۔ عروج خوش ہوتی ہوئی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پھر وہ بولی اور کہنے لگی آفاق بھائی صدف اور منی بہن میرے ساتھ آؤ آفاق کا کمرے دیکھتے ہیں آفاق صدف اور منی چپ چاپ عروج اور سندس کے ساتھ ہو لئے تھے۔

سب اس کمرے کے دروازے پر آئے جو آفاق کے لئے مخصوص کیا گیا تھا کمرے کے دروازے پر آنے کے بعد عروج رکی اور پھر آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی آفاق میرے بھائی یہ آپ کا کمرہ ہے پہلے آپ اس میں داخل ہوں اور اس کا جائزہ لیں کہ جو سامان ہم خرید کر لائے ہیں کیا یہ ہسپتال کیلئے سینریاں اور تصاویر بنانے کیلئے کافی رہے گا۔ ایک جستجو کے سے انداز میں آفاق اس کمرے میں داخل ہوا اس نے دیکھا کمرے کے بائیں طرف جگ اور گلاس رکھے ہوئے تھے دائیں ہاتھ دو ٹیبل تھے ایک کو رائٹنگ ٹیبل کے طور پر تیار کیا گیا تھا اور دوسرا میز کسی قدر بڑا تھا اسے دیوار کے ساتھ لگا کر اس کے اوپر کینوس کے دو اوپر اور نیچے ڈھیر لگا دیئے گئے تھے۔ اس موقع پر صدف بھی آفاق کے پیچھے پیچھے

رہ کر اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ دونوں میزوں کا جائزہ لینے کے بعد آفاق کمرے کے پہلے اور دائیں کونے کی طرف مڑا وہاں پینٹنگ کے لئے ایک اسٹینڈ بھی رکھا ہوا تھا اور اس پر ایک کینوس بھی جما دیا گیا تھا۔ اسٹینڈ کے ایک طرف کلر پلیٹ اور دوسری طرف پینٹنگ کے برش رکھنے کی جگہ بنی ہوئی تھی یہ ساری چیزیں دیکھتے ہوئے آفاق ایک طرح سے حیرت زدہ سا ہو رہا تھا اس موقع پر سندس بولی اپنی آواز کی پوری مٹھاس اپنے لہجے کی پوری شیرینی اور اپنے انداز میں محبتوں اور چاہتوں کا طوفان لئے وہ آفاق سے کہنے لگی۔

آفاق ذرا سامنے والی الماری کو بھی کھول کر دیکھو آفاق آگے بڑھا اس نے الماری کھولی۔ الماری کے پانچ خانے تھے جن میں جرمنی اور چائنا کے آرٹ برش ہارڈ فلیٹ راؤنڈ قلم پینٹ میں استعمال ہونے والے السی کے تیل کی بوتلیں ولسن اینڈ نیوٹن کمپنی لندن کے بنے ہوئے قیمتی رنگوں کی مختلف سائز کی ٹیوبیں کچھ فالتو کلر پلیٹس رکھی ہوئی تھیں یہ سارا سامان دیکھنے اور اس کا جائزہ لینے کے بعد آفاق عروج کی طرف مڑا او بڑے ممنونیت کے لہجے میں وہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ڈاکٹر بہن تم نے تو میرے کمرے میں پینٹنگ کی اچھی خاصی دوکان کھول دی ہے یہ اس قدر رنگوں کی ٹیوبیں یہ اس قدر قلم اور برش یہ السی کا تیل یہ ڈھیروں کینوس کلر پلیٹس اور دوسرا سامان۔ یہ اس قدر چیزیں کیا کریں گی آپ اس پر عروج بولی اور کہنے لگی بھائی میرے ان کینوس پر آپ ہسپتال کو سجانے کیلئے تصویریں اور سینریاں بنائیں گے اس کے لئے آپ کو ساتھ ساتھ مختلف موضوعات سے متعلق بتاتی بھی رہوں گی۔ اس پر آفاق پھر بولا اور کہنے لگا پر یہ تو بہت زیادہ ہیں عروج کہنے لگے زیادہ ہیں تو پھر کیا جو بچ جائیں گی وہ آپ کے کسی اور کام آجائیں گی آپ اتنا سامان دیکھ کر گھبرا کیوں رہے ہیں آپ میرے ساتھ آئیں مجھے آپ سے کچھ اور بھی کہنا ہے آفاق چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا اس موقع پر سندس بولی اور کہنے لگی عروج بہن اگر آپ اجازت دیں تو میں فائزہ کے ساتھ اب اپنے کمرے کو دیکھ لوں۔ عروج فوراً بولی اور کہنے لگی ہاں تمہاری بڑی مہربانی تم نے بڑی چاہت اور دل لگی کے ساتھ آفاق کا کمرہ تیار کیا ہے اس کے ساتھ ہی سندس اپنی دوست فائزہ کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی اتنی دیر تک سندس کی آنٹی خورشید بھی دوسری عمارت سے بچا کھچا سامان لے کر اس کے کمرے میں آگئی تھی۔

عروج صدف منی اور آفاق دوبارہ اس کمرے میں آکر بیٹھ گئے جو کمرہ کرامت اللہ اور آصف کیلئے مخصوص کیا گیا تھا وہاں بیٹھنے کے بعد عروج ایک بار پھر بولی اور دوبارہ سب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ اب میں آپ سب سے دو موضوعات پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں پہلا موضوع صوبیہ یعنی منی ہے صدف بہن آپ مجھے یہ بتائیں کہ منی دن بھر کیا کرتی ہے۔ اس پر صدف بڑے تاسفانہ سے انداز میں کہنے لگی اس بیچاری نے کیا کرنا ہے آپ جانتی ہیں کہ یہ معذور ہے شروع میں اس نے ایک سکول میں سروس کی تھی لیکن لوگ اس کی معذوری کا مذاق اڑاتے تھے اس لئے سروس اس نے چھوڑ دی۔ حالانکہ یہ میری طرح گریجویٹ ہے اور اس نے اپنی تعلیم گھر میں رہ کر پرائیویٹ طور پر مکمل کی ہے ہاں اس نے سیونگ کا ڈپلومہ بھی کیا ہوا ہے دن بھر گھر رہتی ہے ماموں اور بھائی کا خیال رکھتی ہے میں آفس چلی جاتی ہوں یہ ان کی دیکھ بھال کرتی ہے ان کے لئے کھانا بھی تیار کرتی ہے بس یہی کرتی ہے یہ بیچاری اور اس نے کیا کرنا ہے اس پر عروج بولی اور کہنے لگی۔

دیکھو صدف بہن اگر میں منی کو ہسپتال میں ریسپشن کے کاؤنٹر پر ایک اچھی تنخواہ پر ملازمت دلواؤں تو آپ کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض ہو گا اس پر صدف بولی اور کہنے لگی ہمیں کیا اعتراض ہو گا بلکہ ہم تو آپ کے شکر گزار اور ممنون ہوں گے اس طرح ہمیں اپنا قرض اتارنے میں تھوڑی بہت مدد اور

دھارس ضرور ملے گی۔ اس پر عروج خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی اگر یہ بات ہے تو کل سے منی اس ہسپتال کی باقاعدہ ملازم ہے ریسپشن پر کام کرنے کے لئے ڈاکٹر ثروت نے پہلے سے کچھ اسٹاف رکھا ہوا ہے منی بھی ان میں شامل ہو گی یہ کس وقت ڈیوٹی ادا کرنا چاہے گی یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے اس لئے کہ ریسپشن پر ڈیوٹی شفٹوں میں ہو گی ایک معاملہ تو میرا آپ کے ساتھ طے ہوا اب دوسرے معاملے کی طرف آیئے۔

اس کے ساتھ ہی عروج نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پرس میں ہاتھ ڈالا اور سو سو کے نوٹوں کی دو گڈیاں نکال کر اس نے صدف کی گود میں رکھتے ہوئے کہا یہ رقم سنبھال لو میری بہن۔ صدف ان نوٹوں کو دیکھ کر چونک سی پڑی اور تیز نگاہوں سے اس نے عروج کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کس سلسلے میں میری بہن۔ میں اتنی بڑی رقم سنبھال کر کہاں رکھوں گی ہمارے پاس رقم رکھنے کیلئے تو ایسی کوئی جگہ بھی نہیں ہے اور اگر یہ ہسپتال میں چوری ہو گئی تو میں تو اسے پوری کرنے کے قابل بھی نہیں ہوں کہاں جاؤں گی۔ اس پر عروج کہنے لگی دیکھ میری بہن آپ اس رقم کو اپنے کام میں لا سکتی ہیں آپ جانتی ہیں کہ آفاق کو میں نے ہسپتال کا کام سونپا ہے اور اس کام کیلئے میں نے اسے پینٹنگ کا سارا سامان بھی لا دیا ہے آپ جانتی ہیں کہ مجھے یہ رقم ڈاکٹر ثروت کے شوہر نے دی ہے اور یہ جو ہسپتال کے باہر دکانیں ہیں ان کا کرایہ ہے میں یہ رقم کہاں ہسپتال سے نکل کر بنک میں جمع کراتی پھروں گی آپ اپنے پاس اس رقم کو رکھیں۔ آفاق سے جو میں کام لینا چاہتی ہوں وہ یہ رقم اس کے پورے معاوضے سے کم ہے یوں سمجھیں کہ یہ آفاق کے اس معاوضے کا ایک حصہ ہے آپ اس کو اپنے کام میں لا سکتی ہیں اور اس کا کام دیکھتے ہوئے جو مزید اس کی رقم بنے گی وہ میں بعد میں دوں گی اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا۔

عروج میری بہن میرے کام کی اس قدر رقم تو نہیں بنتی اس پر عروج فوراً بولی اور کہنے لگی یہ میرا کام ہے میں خود بازار سے پتہ کروں گی کہ جو کینوس میں لے کر آئی ہوں اس پر مختلف تصویروں کے کیا ریٹ ہیں اس کے بعد میں خود آپ کے معاوضے کا معاملہ طے کروں گی۔ آپ یوں سمجھیں کہ یہ رقم آپ ہی کی ہے اور آپ اسے اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں اور ہاں آپ سب سے پہلے ہسپتال کے فیس پر ہسپتال کا نام لکھ دیں اس کے بعد دوسرے کام کی ابتدا کریں۔ اس پر آفاق نے فوراً پوچھا۔ کیا نام لکھیں گی آپ ہسپتال کے فیس پر عروج کہنے لگی میں آپ کو لکھ دیتی ہوں۔ عروج نے پرس سے ایک کاغذ نکالا بال پوائنٹ لیا اور اس پر اس نے لکھ دیا۔ "طاہرہ میموریل ہسپتال" وہ چٹ اس نے آفاق کو تھما دی۔ آفاق نے وہ چٹ بڑے غور سے اور شوق سے پڑھی پھر اپنی جیب میں رکھ لی اس کے بعد وہ عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو ڈاکٹر بہن ہسپتال کا نام تو میں اس کے سامنے والے شیڈ پر آج رات ہی کو لکھ دوں گا۔ باقی رہی بات آپ کے ہسپتال کیلئے سینریاں بنانے کی تو یہ کام میں آہستہ آہستہ رات کے وقت کرتا رہوں گا۔ دن میں جو کام میں کرتا ہوں اسے فی الحال میں جاری رکھوں گا۔ اس پر عروج فوراً بولی اور کہنے لگی آفاق میرے بھائی آپ کو کام کے سلسلے میں کوئی پابند تو نہیں کر رہا۔ ہسپتال کا نام آپ بہرحال ایک ہفتے کے اندر لکھ دیں کیونکہ ایک ہفتے تک ہم ہسپتال کا افتتاح کر کے اسے آپریشن میں لے آئیں گے۔ جہاں تک ہسپتال کی سجاوٹ کے لئے سینریوں کا تعلق ہے۔ تو وہ آپ اپنی مرضی سے چاہے مہینے چاہے دو مہینے یا چھ مہینے جب آپ آسانی سے چاہیں بناتے رہیں اس کے لئے آپ پر کوئی دباؤ نہیں ہو گا۔ یہاں تک کہنے کے بعد عروج جب خاموش ہوئی تو کرامت اللہ بولے اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگے۔

عروج بیٹی تو تو ہمارے لئے فرشتہ ثابت ہوئی ہے تیرے آنے سے پہلے ہم
یہ خطرہ محسوس کر رہے تھے کہ ہمیں یہ عمارت خالی کر کے اپنی رہائش کا کہیں دھاڑیں مار مار کر روئے اس کی آنکھوں میں نمی جھانکنے لگی تھی چہرہ پیلا ہو گیا مگر
بندوبست کرنا ہو گا۔ اس سلسلے میں اکثر آفاق سے مشورہ کیا کرتا تھا کہ بیٹے پھر جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کہنے لگی اب جبکہ صدف اور منی نے
آہستہ کہیں مکان دیکھو لیکن آپ کی ساتھی ڈاکٹر ثروت ہمیشہ ہمیں حوصلہ مجھے اپنی بہن بنا لیا ہے تو اس ناطے سے میں آصف اور آفاق کی بھی بہن اور
رہیں کہ کوئی بھی آپ سے مکان خالی نہیں کرائے گا اس لئے ہم نے کرائے آپ کی بھانجی ہوں آپ کے ساتھ یہں رہتے ہوئے آپ دیکھیں گے کہ میری
بندوبست ہی نہیں کیا ورنہ دوسرے سب کرائے دار عمارت خالی کرائے جانے سے کبھی بھی تلخی پیدا نہیں ہو گی اور میں صدف منی آصف اور آفاق کے
خطرہ محسوس کرتے ہوئے نئے مکانوں کی تلاش میں لگ گئے تھے کچھ چلے بھی گئے ساتھ ایسے رہوں گی جیسے یہ چاروں بہن بھائی آپس میں اتفاق اور پیار سے رہتے
میرے خیال میں ایک دو باقی ہیں وہ بھی چلے جائیں گے۔ تمہاری بڑی مہربانی ہے
کہ نہ صرف یہ کہ تم نے اس عمارت کی مرمت اور اس کی وائٹ واشنگ اس موقع پر صدف کو شاید اچانک کوئی بات یاد آ گئی تھی اس نے آفاق کو
سامان کیا ہے بلکہ ہمیں اپنے ہسپتال کی عمارت میں شفٹ کر کے ہمیں در بدر مخاطب کرتے ہوئے پوچھا انی میری لیو (leave) کی اپلیکیشن کس کو دے کر
ہونے سے محفوظ رکھا ہے دیکھو میری بیٹی میں خود دے کا مریض ہوں۔ بیوی مر آئے تھے۔ اس پر آفاق فوراً بولا اور کہنے لگا۔ جنید صاحب کو ہی دے کر آیا ہوں
ہوا مر چکی ہے۔ یہ دو بھانجیاں اور دو بھانجے ہی میری کل کائنات ہیں انہیں پہلے بھی تو اپلیکیشن انہی کے پاس جاتی ہے۔ میرے خیال میں آپ کے آفس
اپنی اولاد ہی سمجھتا ہوں بس اس دنیا میں یہی میری پونجی یہی میرا سرمایہ یہی میرا ایک جنید صاحب یا مالک ہیں جو آنے والے کے ساتھ بہتر سلوک کرتے ہیں
حال اور یہی میرا مستقبل ہیں۔ آئی تو بس یونہی ہیں اس پر صدف پھر بولی اور کہنے لگی اچھا باتیں نہ بناؤ اس کے
دیکھو میری بیٹی یہاں رہتے ہوئے اگر ان چاروں سے تمہارے حق میں کوئی ساتھ ہی اس نے بیس ہزار کے نوٹوں کی دونوں گڈیاں آفاق کی گود میں رکھ دیں
زیادتی یا تلخی ہو جائے تو اسے معاف کر دیا کرنا اس لئے کہ یہ چاروں بیچارے اور کہنے لگی جاؤ یہ رقم برکت بھائی کو دے آؤ۔ اس طرح ہمارے ذمے ان کا جو
حالات کے ڈسے ہوئے ہیں وقت زمانے اور رشتوں نے ان کے ساتھ انتہا در قرضہ ہے وہ کچھ کم اور ہلکا ہو جائے گا۔ عروج نے پہلی بار کسی قدر سختی سے
کی زیادتیاں کی ہیں اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے اپنی ماں کو احتجاج کرتے ہوئے کہا۔ صدف بہن یہ کیا کر رہی ہو برکت بھائی کو رقم دینے کی
سامنے سسک سسک کر مرتے دیکھا ہے یہ چاروں اپنی ماں سے جنون کی حد ضرورت نہیں ہے یہ رقم آپ اپنے پاس رکھیں اپنے روزمرہ کے کام میں لائیں
پیار کرتے ہیں اس لئے یہ ذہنی اور جذباتی طور پر زخمی ہیں میری بچی کبھی اگر دیکھتی ہیں کہ ماموں بیمار ہیں۔ آصف بھائی کی بھی صحت ٹھیک نہیں ہے ان
بات تمہارے طبع کے خلاف بھی کہہ دیا کریں تو تم برا نہ ماننا میری بچی اس کی دوائیوں ان کی خوراک کا بہتر بندوبست کرو۔ جہاں تک برکت بھائی کے قرض
لئے میں تم سے ان کی طرف سے معافی مانگ لیا کروں گا۔ لینے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں برکت بھائی نے میرے ساتھ تفصیل کے
اپنے ماموں کی یہ گفتگو سن کر عروج بیچاری تڑپ سی اٹھی تھی اس کا دل بات کی ہے اسے بھی رقم کی خاص ضرورت نہیں ہے وہ مجھ سے کہہ رہا تھا
صدف زبردستی مجھے ہر ماہ رقم تھما دیتی ہے ورنہ میں اس کی ضرورت محسوس

نہیں کرتا۔ اس پر صدف فوراً بولی اور کہنے لگی۔ عروج بہن برکت بھائی خود
محسوس کریں یا نہ کریں ہم نے تو اپنا بوجھ اتارنا ہے ان کی بڑی مہربانی ان کا
احسان ہے کہ ہماری ماں کی بیماری کے وقت وہ ہمارے کام آتے رہے ہیں
کے علاوہ بھائی کے آپریشن کے وقت بھی انہوں نے ہماری دل کھول کر مدد کی
جس قدر رقم ہمیں چاہئے تھی وہ ہمیں قرض دیتے رہے ہیں۔ لہٰذا میں چاہتی
کہ اس مخلص انسان کا قرض زیادہ دیر نہ رکھا جائے اور جس قدر جلد ممکن
کی رقم انہیں واپس کر دی جائے اس پر عروج ہار مانتے ہوئے کہنے لگی اچھا
باجی جیسے تمہاری مرضی ہے کرو منی آصف اور آفاق کی طرح میں بھی تمہارا
میں ہاں ملاتی رہوں گی۔

قبل اس کے کہ عروج کی ان باتوں کا صدف کوئی جواب دیتی کمرے
دروازے پر برکت نمودار ہوا اس کے ہاتھ میں دودھ سے لبالب بھرا ایک
تھا۔ دروازے پر آنے کے بعد وہ بڑی نرمی بڑی شفقت اور بڑے مؤدبانہ
انداز سے کہنے لگا۔ میرے بھائیو میری بہنو کیا میں اندر آسکتا ہوں اس پر
نے مسکراتے ہوئے کہا برکت بھائی آپ کو پوچھ کر آنے کی کیا ضرورت ہے
بھائی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ہمارے محسن بھی ہیں۔ برکت کمرے میں داخل
دودھ سے بھرا برتن اس نے صدف کے سامنے میز پر رکھا ایک خالی نشست
آفاق کے قریب بیٹھ گیا پھر وہ صدف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دیکھو صدف
چار بجنے والے ہیں چائے کی بڑی طلب ہو رہی تھی میں نے کہا اپنی بہنوں
پاس جاتا ہوں۔ چائے بنائیں گی میں بھی پی لوں گا وہ بھی پی لیں گی اس پر
بولی اور کہنے لگی اس کے لئے آپ کو دودھ لانے کی کیا ضرورت تھی دودھ
سے ہمارے پاس ہے۔ اس پر برکت مسکراتے ہوئے کہنے لگا دیکھ بہن میں
دہی بیچنے والا ہوں میرے پاس دودھ کی کیا کمی ہے تمہاری تو میں ایک عرصہ
منتیں کر کر کے مر گیا ہوں کہ مجھے دودھ کی قیمت ادا نہ کیا کرو لیکن تم ایک
ضدی بہن اور ایک ایسی پتھر قسم کی لڑکی ہو کہ بات کسی کی مانتی ہی نہیں بہرحال
دیکھو بہن چائے کا بندوبست کرو اور ہاں ڈاکٹر بہن آپ نے بہت اچھا کیا جو ان
لوگوں کو اس عمارت سے یہاں لے آئی ہیں یہ کمرے بہت اچھے ہیں اور پھر
انڈیپینڈنٹ ہیں ہر کمرے کے اندر باتھ بھی ہے اور کھانا وغیرہ پکانے کیلئے چھوٹا
سا کچن بھی۔ دراصل یہ عمارت شروع ہی سے ہسپتال کیلئے بنی تھی جتنے بھی اس
میں سنگل روم ہیں سب اٹیچ باتھ اور ہر ایک میں چھوٹا سا ایک باورچی خانہ بھی
ہے۔ صدف اٹھنے لگی تھی کہ منی اپنی بیساکھیوں کا سہارا لے کر اس سے پہلے
اٹھ کھڑی ہوئی اور صدف کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

آپ بیٹھیں باجی میں خود چائے بناتی ہوں صدف نے اسے روک دیا نہیں
تم بیٹھو میں چائے بناتی ہوں۔ صدف نے اپنے چہرے کو ہلا کر آفاق کو کوئی
مخصوص اشارہ کیا جس کے جواب میں آفاق حرکت میں آیا۔ نوٹوں کی دونوں
گڈیاں جو اس نے اپنی گود میں رکھی ہوئی تھیں وہ اس نے اٹھا کر برکت کی گود
میں رکھیں پھر وہ کہنے لگا۔

برکت بھائی یہ بیس ہزار روپیہ ہے گن لیجئے آپ کا جو قرض ہماے ذمے ہے
اس میں سے بیس ہزار کم کر دیجئے۔ برکت نے چونک کر آفاق کی طرف دیکھا اور
پوچھا بھائی میرے یہ رقم کہاں سے آئی۔ اس پر آفاق کی جگہ کرامت اللہ بولے
اور کہنے لگے دیکھ برکت بیٹے اس عمارت میں تم یوں کہہ سکتے ہو کہ ایک فرشتے کا
نزول ہوا ہے۔ عروج بیٹی نے آفاق کو ہسپتال کے اندر لگانے کیلئے سیڑیاں بنانے
کیلئے کہا ہے اور اس کے لئے اس نے آفاق کو یہ بیس ہزار کی رقم ایڈوانس دی
ہے یہ رقم رکھ لو بیٹے اس طرح ان چاروں کا قرض کچھ ہلکا ہو جائے گا۔ برکت
نے وہ رقم رکھ لی پھر وہ ممنونیت سے عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ڈاکٹر
بہن تم واقعی اس عمارت میں اور اس خاندان کیلئے فرشتہ بن کر نمودار ہوئی ہو۔
میری دعا ہے کہ آپ کا اس خاندان کے ساتھ اور ان کا آپ کے ساتھ خوب اور

قابل رشک نباہ ہو اس کے بعد برکت نے آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
آفاق بھائی یہ ساری رقم آپ نے میرے ہی حوالے کر دی اس میں
آپ نے اپنے گھر کے اخراجات کیلئے ماموں اور بھائی کے علاج معالجے کیلئے
رقم اپنے پاس رکھ لی ہوتی اس پر آفاق کہنے لگا نہیں برکت بھائی اس کی ضرور
نہیں ہے ہمارے پاس ماموں اور بھائی کے علاج کیلئے کچھ رقم ہے اس پر برکت
بولا اور کہنے لگا۔ تمہیں قائل کرنا بھی تو بڑا مشکل ہے تم اور صدف دونوں
پیدائشی ضدی اور کٹر قسم کے بہن بھائی ہو۔ اس پر عروج بولی اور آفاق کو مخا
کر کے کہنے لگی دیکھو آفاق میرے بھائی کسی کی مدد اور امداد قبول کر لینے میں کو
حرج نہیں ہے آخر انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔ اس پر آفاق فوراً بولا ا
کہنے لگا۔ ڈاکٹر بہن آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن جب میں ہائی سکول میں پڑھتا
تو ایک لائبریری سے جو کہ موہنی روڈ پر تھی میں نے حکایات کی ایک کتاب
کر پڑھی تھی اس کتاب میں میں نے ایک حکایت ایسی پڑھی جس نے مجھے
متاثر کیا بس وہ حکایت ہی میری زندگی میں ایک انقلاب کا باعث بنی تب سے
نے عہد کر رکھا ہے کہ کسی اور کیلئے بوجھ نہیں بنوں گا بلکہ اپنے ساتھ سا
دوسروں کا بوجھ بھی اٹھانے کی کوشش کروں گا اس پر عروج نے بڑی دلچسپی
اظہار کرتے ہوئے کہا۔ افی بھائی مجھے بھی وہ حکایت سناؤ۔ میں بھی تو وہ حکا
سنوں جس نے آپ کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کیا اتنی دیر تک صدف چ
بنا کر لے آئی تھی سب کیلئے پیالیاں اس نے ٹرے میں سجائی ہوئی تھی اور
ایک کو اس نے ایک ایک پیالی تھما دی تھی خود بھی وہ ان کے پاس بیٹھ کر چا
پینے لگی تھی۔ آفاق نے چائے کی ایک ہلکی سی چسکی لی پھر وہ عروج کی طرف
ہوئے کہنے لگا سو ڈاکٹر بہن میں آپ کو وہ حکایت سناتا ہوں جس نے مجھے
کیا اور جس کے مطابق میں نے اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کی وہ حکایت
یوں ہے کہ

"کہنے والے نے کہا کہ پرانے وقتوں میں ایک عالم اور فلاسفر تھا ایک بار کسی
مہت کسی کام کے سلسلے میں اسے ایک جنگل سے گزرنا پڑا۔ جنگل سے گزرتے
ہوئے اس کی نگاہ ایک ایسی لومڑی پر پڑی جو اپنے چاروں پاؤں سے اپاہج تھی اور
اپنے جسم کو گھسیٹ گھسیٹ کر دائیں بائیں اور آگے پیچھے بڑی مشکل سے ہوتی
تھی وہ فلسفی اس لومڑی کے پاس رک گیا اور کافی دیر تک اس کے پاس کھڑے ہو
کر اس کا جائزہ لیتا رہا آخر اس کے ذہن میں یہ خیال اٹھا کہ چاروں پاؤں سے
اپاہج یہ لومڑی کیسے کھاتی پیتی ہو گی اور کیونکر اس جنگل میں زندہ ہے یہ جاننے
کیلئے وہ فلسفی اس درخت کے اوپر چڑھ گیا جس کے نیچے وہ لومڑی بیچاری پڑی
ہوئی تھی اپنا پانی کا مشکیزہ اور زاد راہ اس نے درخت کی شاخ سے باندھ دیا اور
انتظار کرنے لگا کہ دیکھوں یہ لومڑی کیسے کھاتی پیتی ہے۔
کہنے والے نے کہا کہ اس فلاسفر کو درخت پر چڑھ کر بیٹھے ابھی تھوڑی ہی
دیر ہوئی تھی کہ جنگل میں کسی شیر کے دھاڑنے کی آواز سنائی دی اس پر وہ فلسفی
چونکا خوفزدہ بھی ہوا تاہم وہ حالات کا جائزہ لینے لگا اس لئے کہ وہ درخت پر کافی
بلندی پر تھا اور شیر اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اچانک اس فلسفی کی نگاہ
اپنے سامنے پڑی اس نے دیکھا جنگل سے ایک شیر نمودار ہوا تھا اس نے ایک
ہرن کا شکار کیا تھا اور اس شکار کئے ہوئے ہرن کو وہ اٹھائے لومڑی کے قریب آ
کر بیٹھ گیا شکار کئے ہوئے ہرن میں سے شیر نے خود بھی پیٹ بھر کر کھایا اور جو
باقی بچا وہ وہیں چھوڑ کر چلا گیا اس سے اس لومڑی نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ اس
معاملے نے اس فلسفی کو سوچوں اور تفکرات میں ڈال کر رکھ دیا تھا۔
تاہم حالات کا پوری طرح جائزہ لینے کے لئے اس نے اس درخت پر ہی قیام
کئے رکھا اس نے دیکھا کہ دوسرے روز بھی وہی شیر پہلے دن کی طرح شکار کر کے
لایا اور خود بھی کھایا اور باقی اس لومڑی کے لئے چھوڑ گیا۔ تیسرے دن بھی یونہی
لے سے وہ فلسفی بڑا متاثر ہوا اس نے دل میں سوچا کہ جس طرح یہ

چاروں پاؤں سے اپاہج لومڑی کو خدا رزق دیتا ہے اس طرح میں بھی اگر پڑا رہ
تو خدا مجھے بھی رزق دیگا مجھے کسی قسم کی جدوجہد تکلیف یا دکھ اٹھانے کی ضرو
نہیں ہے اپنے دل میں یہ فیصلہ کرنے کے بعد وہ فلسفی اپنا بچا کھچا پانی اور زا
لے کر درخت سے نیچے اترا اور پھر جنگل سے نکلنے کے لئے اس نے اپنی راہ لی
اس فلسفی نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اب جدوجہد نہیں کرے گا۔ اور ب
جنگل سے نکلنے کے بعد جو پہلی بستی اسے دکھائی دی اس کے کسی معبد میں
رہے گا جس طرح لومڑی کو خدا دیتا ہے اسے بھی دیتا رہے گا۔ بس جنگل
نکلنے کے بعد جو پہلی بستی اسے دکھائی دی وہ اس میں داخل ہوا اس نے دیکھا
کے ساتھ اس بستی میں ایک بوڑھا بھی داخل ہوا تھا جس نے اپنی پیٹھ پر لکڑ
کا ایک کافی بڑا اور بھاری گٹھا اٹھایا ہوا تھا اس فلسفی نے اس بوڑھے لکڑہار
سے اس بستی کا نام پوچھا اور یہ بھی استفسار کیا کہ کیا اس بستی میں کوئی معبد
ہے اس لکڑ ہارے نے چلتے چلتے اس بستی کا نام بھی بتایا اور پوچھا کہ وہ کیوں
سے متعلق استفسار کرتا ہے۔ اس پر اس فلسفی نے جنگل کے اندر جو اس لو
اور شیر کا معاملہ پیش آیا تھا وہ سارا لکڑ ہارے کو کہہ سنایا اور کہنے لگا کہ بس
نے اب ارادہ کر لیا ہے کہ زندگی میں محنت اور جدوجہد نہیں کروں گا۔ بلکہ
معبد میں پڑا رہوں گا۔ اور جس طرح جنگل میں اس کائنات کے مالک نے لو
کو شیر کے ہاتھوں کھلایا۔ اس طرح وہ میری بھی روزی اور میرے بھی رز
بندوبست کرے گا۔

اس فلسفی کی گفتگو سن کر لکڑ ہارے کا چہرہ غصے میں غضبناک ہو گیا لکڑیوں
وہ گٹھا جو اس نے اپنی پیٹھ پر اٹھا رکھا تھا زمین پر دے مارا اور اس فلسفی کو مخاط
کر کے وہ کہنے لگا۔

سن او جاہل بیوقوف فلسفی! میری طرف دیکھ میں تیرے لئے ایک عبرت
ہوں عمر میں تم سے کافی بڑا ہوں بوڑھا اور لاغر ہوں۔ پھر بھی قریبی جنگل

روزانہ لکڑیاں کاٹ کر لاتا ہوں۔ بستی کے بازار میں بیچتا ہوں۔ اس سے جو رقم
مجھے حاصل ہوتی ہے اس سے خود بھی کھاتا ہوں۔ اور اس سے چند لواحقین کو بھی
کھلاتا ہوں۔ یوں جانو کہ میری زندگی اس شیر کی مانند ہے جسے تو نے جنگل میں
دیکھا جو لومڑی کے لئے شکار کر کے لاتا رہا۔ پس اے جاہل فلسفی تو لومڑی سے ہی
متاثر ہوا شیر کے کردار سے تو نے کوئی سبق نہ سیکھا دیکھ۔ بیوقوف انسان! لومڑی/
کا حادثہ دیکھا اس میں یقیناً" زیادہ متاثر کرنے والا کردار شیر ہی کا ہے اس لئے کہ
وہ جدوجہد کرتے ہوئے خود بھی کھاتا ہے اور ایک بے بس اور مجبور جانور کو بھی
کھلاتا ہے لہٰذا تو بھی اپنی زندگی میں ایک اچھا کردار بننے کی کوشش کر اپنے ہاتھ
پاؤں توڑ کر بے بس لومڑی کی طرح پڑا رہنا پسند نہ کر اس طرح تو بوجھ بن جائے
گا۔ ویسا ہی جیسا لومڑی اس شیر پر تھی دیکھ فلسفی اوروں پر بوجھ نہ بن۔ بلکہ
دوسروں کا بوجھ اٹھا کہ تیرا بھی اور ان کا بھی کام آسان ہو۔ لہٰذا ایک لکڑہارے
کی حیثیت سے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ زندگی میں لومڑی بن کر زندگی بسر
نہ کرنا شیر بن کر رہنا۔ کہتے ہیں کہ لکڑ ہارے کی اس گفتگو سے وہ فلسفی ایسا متاثر
ہوا کہ اس نے ارادہ کیا کہ اس لکڑ ہارے کی بات پر ہی عمل کرے گا۔ دنیا میں
چاروں پاؤں سے اپاہج لومڑی کی طرح زندگی بسر نہیں کرے گا بلکہ شیر بن کر رہے
گا۔ پس اس نے محنت مشقت شروع کی اور جلد ہی اس کا شمار اس علاقے کے
رؤسا میں ہونے لگا"۔

دیکھ میری بہن اس حکایت کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے بھی یہ تہیہ کر
رکھا ہے کہ زندگی میں محنت مشقت کرتا رہوں گا۔ خود بھی کھاؤں گا اپنے بہن
بھائیوں کو بھی کھلاؤں گا۔ پر کسی کے سامنے دست طلب دراز نہیں کروں گا۔

آفاق کی اس گفتگو سے عروج بے حد متاثر ہوئی تھی وہ کچھ کہنا ہی چاہتی
تھی کہ صدف نے بولنے میں پہل کر دی اور وہ آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی
دیکھو انی میرے بھائی ہسپتال کا نام ابھی سے لکھنا شروع کر دے۔ رات کو ٹھنڈ اور

سردی میں تم کہاں اوپر چڑھے رہو گے۔ اس پر آفاق نے فوراً" برکت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا برکت بھائی آپ کے پاس ایک لمبی اور کافی بڑی سیڑھی ہوا کرتی تھی تھوڑی دیر کے لئے وہ سیڑھی دیں تا کہ میں ہسپتال کے سامنے اسے لگا کر ہسپتال کا نام لکھ سکوں برکت فوراً بولا اور کہنے لگا دیکھ آفاق بھائی تم فکر نہ کرو میں ابھی جا کر سیڑھی بھجواتا ہوں میرا ایک آدمی تمہیں سیڑھی ہسپتال کے سامنے لگا کر دے گا اور جب تک تم سیڑھی کے اوپر کھڑے ہو کر ہسپتال کا نام لکھتے ہو اس وقت تک وہ آدمی تمہارے ساتھ رہے گا سیڑھی کو پکڑ کر کھڑا رہے گا تا کہ تم آسانی سے اوپر کام کر سکو اور سیڑھی کے کھسکنے یا گرنے کا کوئی خدشہ نہ رہے آفاق اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر وہ کہنے لگا اگر ایسا ہے تو پھر میں اپنا پینٹ اور برش تیار کرتا ہوں تا کہ اپنا کام شروع کر سکوں اس کے ساتھ ہی آفاق اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

آفاق کے جانے کے بعد برکت عروج کو مخاطب کر کے بولا ڈاکٹر بہن جب یہ سامنے والی عمارت آپ کی ہو جائے گی تو آپ اپنی رہائش کہاں رکھیں گی اس پر عروج فوراً بولی اور کہنے لگی رہائش میں اپنی ان دونوں بہنوں ہی کے ساتھ رکھوں گی برکت نے پھر پوچھا اور آپ کے کھانے پینے کا کیا انتظام ہو گا اس پر عروج نے ایک بار غور سے اپنی بڑی بہن صدف کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگی اس سلسلے میں میں صدف بہن سے بات کروں گی دیکھیں یہ کیا کہتی ہیں میں تو چاہتی ہوں کہ اپنا کھانا پینا ان کے ساتھ ہی رکھوں اور جو کچھ اخراجات ہوں گے میں برداشت کرتی رہوں گی اس پر صدف فوراً بولی اور کہنے لگی۔

دیکھو ڈاکٹر بہن آپ بھلے ہم دونوں بھائیوں اور ماموں کے ساتھ کھائیں پئیں لیکن آپ میں اور ہم میں زمین آسمان کا فرق ہے ہو سکتا ہے جو چیزیں ہم اپنے کھانے میں استعمال کریں وہ آپ کو نہ پسند ہوں ہم لوگ سادا سیدھا کھانے والے لوگ ہیں رہی ادائیگی کی بات تو آپ کچھ بھی نہ دیں پھر بھی ہمارے ساتھ

کھائیں پئیں تو کیا فرق پڑتا ہے میں سمجھوں گی کہ ہم دو نہیں تین بہنیں ہیں صدف کا یہ جواب سن کر عروج بے حد خوش ہوئی اور کہنے لگی ہاں یہ معاملہ تو طے ہے کہ اب آپ لوگ دو نہیں بلکہ مجھے ملا کر تین بہنیں ہیں لیکن کھانے پینے کے اخراجات میں ضرور برداشت کروں گی اگر میں نے ایسا نہ کیا تو پھر میرا ضمیر مطمئن نہ ہو گا لہٰذا میرے اور آپ لوگوں کے درمیان یہ بات طے ہو گی کہ صبح کے ناشتے اور شام کے کھانے کے سارے اخراجات میرے ذمے ہوں گے برکت بھائی آپ کی مہربانی ہو گی آپ اپنے جاننے والے کسی قصائی سے کہیں کہ وہ روزانہ دوپہر کے بعد گوشت مہیا کیا کرے اور آپ کی طرف سے ہمیں خالص دودھ بھی ملنا چاہئے کھانے پینے کی دوسری اشیاء کا بندوبست میں خود کر لیا کروں گی عروج کی یہ گفتگو سن کر برکت بڑا خوش ہوا اور کہنے لگا دیکھ ڈاکٹر بہن تو نے ایسی گفتگو کر کے میرا دل خوش کر دیا ہے اب میں چلتا ہوں آفاق کے لئے سیڑھی کا بندوبست کرتا ہوں ہاں پھر شام ہو جائے گی آپ آئیں میرے ساتھ میں آپ کو آسرا کی عمارت دکھاتا ہوں برکت کے ساتھ جانے کے لئے عروج اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اتنی دیر تک آفاق بھی اپنے کمرے سے آ گیا تھا پھر وہ تینوں ہسپتال کے بڑے دروازے کی طرف بڑھے تھے۔

دروازے کے قریب آ کر برکت نے عروج کو مخاطب کر کے کہا ڈاکٹر بہن آپ آفاق کے ساتھ یہیں رکیں میں سیڑھی بھجواتا ہوں اس کے بعد میں آپ کو آسرا کی طرف لے کر جاتا ہوں اتنی دیر تک آفاق اپنا کام شروع کر دے گا بڑے دروازے کے پاس ہی عروج رک گئی آفاق کو خود ہی اس نے اپنے پاس روک لیا تھا جب کہ برکت ہسپتال کی عمارت سے نکل کر سامنے اپنی عمارت کی طرف چلا گیا تھا تھوڑی ہی دیر بعد برکت لوٹ کر آیا اس کے ساتھ اس کا ایک ملازم بھی تھا جو سیڑھی اٹھائے ہوئے تھا اس ملازم کو مخاطب کر کے برکت کہنے لگا یہاں آفاق ہسپتال کی لکھائی کا کچھ کام کرے گا جب تک یہ کام کرتا ہے تم اس کے

ساتھ سیڑھی پکڑ کر رہو گے تاکہ یہ آسانی سے لکھائی کا کام کر سکے اور سنو اب تم آفاق کے ساتھ ہو لو اور جہاں یہ کہتا ہے وہاں سیڑھی لگا کر اس کے کام میں مدد کرو برکت اور عروج کی وہاں موجودگی میں ہی ہسپتال کے سامنے والے حصے پر سیڑھی لگا کر آفاق نے اپنے کام کی ابتداء کر دی تھی۔

ہسپتال کی عمارت سے باہر نکلتے ہوئے عروج نے اپنا پرس کھول کر اس میں سے پانچ پانچ سو کے دو نوٹ نکالے اور وہ نوٹ اس نے برکت کو تھماتے ہوئے کہا برکت بھائی یہ ہزار روپیہ رکھو برکت وہ نوٹ لینے سے ہچکچایا اور کہنے لگا ڈاکٹر بہن پہلے کہو تو یہ رقم آپ مجھے کس سلسلے میں دے رہی ہیں اس پر عروج کہنے لگی برکت بھائی پہلے آپ رقم تو سنبھالیں پھر کہتی ہوں کہ کس سلسلے میں دے رہی ہوں برکت نے دونوں نوٹ سنبھال لئے پھر عروج بولی اور کہنے لگی دیکھو برکت بھائی اس رقم سے گھر کی ضرورت کا سارا سامان کسی دوکاندار کے ذریعے اس کمرے میں پہنچاؤ جس کمرے میں میں صدف اور منی نے رہائش اختیار کی ہے اس گھریلو سامان میں آٹے کی تھیلیاں چائے کے ڈبے چینی ہر قسم کی دالیں مصالح جات مختلف قسم کے نہانے اور ہاتھ منہ دھونے کے صابن روزمرہ کے استعمال میں آنے والی چیزیں شامل ہونی چاہئیں برکت نے تحسین آمیز نگاہوں سے عروج کی طرف دیکھا دونوں نوٹ اس نے اپنی جیب میں ڈال لئے پھر وہ کہنے لگا۔

ڈاکٹر بہن آپ واقعی اس عمارت میں فرشتہ بن کر نمودار ہوئی ہیں جو کام اس خاندان کے لیے میں نہ کر سکا میری بہن وہ تو نے کر دکھایا آخر عورت ہو نا اس لئے تم ایسا کرنے میں کامیاب رہی ہو مجھ سے یہ لوگ ہچکچاتے اور شرم کھاتے ہیں ورنہ ایسی پیش کش میں کئی بار آفاق صدف اور منی کو کر چکا ہوں لیکن میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ یہ لوگ ہیں بڑے غیور آپ نے آتے ہی ان لوگوں پر نہ جانے کیا سحر اور کیا جادو کیا ہے کہ یہ تو آپ کی ہر بات ماننے لگے ہیں اس پر عروج نے مسکراتے ہوئے کہا برکت بھائی آپ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا میں اس سے بھی کھل کر ان کی مدد کروں گی اور میں انھیں بے بس اور کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر نہیں کرنے دوں گی اس پر برکت نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا واہ ڈاکٹر بہن کوئی ڈاکٹر ہو تو آپ جیسی جو جسمانی اور روحانی دونوں ہی علاج کی ماہر ہو یہاں تک کہتے کہتے برکت خاموش ہو گیا اس لئے کہ دونوں اب سڑک کو عبور کرنے کے بعد آسرا کی عمارت کے پاس پہنچ گئے تھے۔

آسرا کی عمارت کے نچلے حصے میں ایک کمرے کے کھلے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے برکت کہنے لگا ڈاکٹر بہن یہ کمرہ گل بابا کا ہے آسرا کی طرف سے یہ کمرہ انھیں مفت اور بغیر کرائے کے ملا ہوا ہے کافی بڑا کمرہ ہے دروازہ کھلا ہے جس کا مطلب ہے گل بابا اپنے کام سے لوٹ آئے ہیں آئیں پہلے گل بابا سے ملتے ہیں گل بابا کے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے عروج نے دیکھا کہ اس کمرے کی سامنے والی دیوار کے کچھ حصے کو پینٹ کر کے اسے بلیک بورڈ میں تبدیل کر دیا گیا تھا اور اس پر کوئی تحریر بھی لکھی ہوئی تھی دور سے اس بلیک بورڈ اور اس تحریر کا جائزہ لیتے ہوئے عروج نے برکت کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

برکت بھائی یہ گل بابا کے کمرے کے سامنے بلیک بورڈ کیسا ہے اور اس پر کیا لکھا ہوا ہے اس پر برکت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا دیکھ ڈاکٹر بہن یہ بلیک بورڈ گل بابا نے ہی بنا رکھا ہے ہر ہفتے گل بابا اس بورڈ پر نئی تحریر لکھتے ہیں ایسی تحریر جس میں پڑھنے والے کے لیے کوئی نصیحت کوئی فلاح اور بہتری کا پیغام ہوتا ہے اس پر عروج نے بڑی جستجو اور بڑے شوق کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا برکت بھائی اگر ایسا ہے تو آئیں دیکھتے ہیں اس ہفتے اس بلیک بورڈ پر گل بابا نے کیا لکھ رکھا ہے برکت چپ چاپ عروج کے ساتھ ہو لیا تھا عروج اس بلیک بورڈ کے سامنے آئی اور اس پر لکھی ہوئی تحریر پڑھنے لگی بلیک بورڈ پر لکھا تھا۔

"اے عورت تیری اصل خو! اصل کمال حسن و جمال نہیں بلکہ حیا

داری اور عفت مابی ہے عورت کی اصل خوبی یہ ہے کہ وہ بے شرم اور بے باک نہ ہو بلکہ نظر میں حیا رکھتی ہو اسی لیے خداوند نے جنت کی نعمتوں کے درمیان عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے سب سے پہلے ان کے حسن وجمال کی نہیں بلکہ ان کی حیاداری اور عفت مابی کی تعریف کی ہے اے عورت! ویسے تو حسن و جمال خوبصورتی اور کشش رکھنے والی عورتیں مخلوط کلبوں اور فلمی نگار خانوں میں بھی جمع ہو جاتی ہیں اور حسن کے مقابلوں میں تو چھانٹ چھانٹ کر ایک سے ایک حسین عورت لائی جاتی ہے مگر صرف ایک بدذوق اور بد کردار آدمی ہی ان سے دلچسپی لے سکتا ہے کسی شریف آدمی کو وہ حسن اپیل نہیں کر سکتا جو ہر بد نظر کو دعوت نظارہ دے اور ہر آغوش کی زینت بننے کے لئے تیار ہو۔"

یہ تحریر پڑھنے کے بعد عروج تھوڑی دیر تک وہاں کھڑی رہ کر کچھ سوچتی رہی پھر وہ برکت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی برکت بھائی اس تحریر سے لگتا ہے جیسے یہ گل بابا کمال درجے کا صاحب علم اور حسن سیرت اور عمدہ اخلاق کا مالک ہو اس پر برکت بولا اور کہنے لگا ہو نہیں میری بہن بلکہ گل بابا ایک عظیم انسان ہے ہر جمعرات کی شام کو گل بابا کے اس کمرے میں خوب محفل جمتی ہے فلموں میں گانے والے اور سازندے بھی اس گل بابا کے پاس آکر جمع ہوتے ہیں آفاق بھی اس محفل میں بڑی باقاعدگی سے حصہ لیتا ہے۔ میں خود بھی آتا ہوں گفتگو کرتے کرتے اچانک عروج کو کوئی خیال گذرا اور وہ برکت سے کہنے لگی برکت بھائی مجھ سے ایک غلطی ہو گئی میں نے گل بابا سے وعدہ کیا تھا کہ میں انھیں بیٹری سیل سے چلنے والا لاؤڈ اسپیکر لا کر دوں گی میں بازار گئی بھی لیکن مجھے وہ خریدنا یاد نہیں رہا برکت بھائی میں آپ کو پیسے دیتی ہوں آپ گل بابا کے لئے وہ اسپیکر ضرور خریدیئے گا اس پر برکت کہنے لگا آپ پیسے دینے کی زحمت کیوں کرتی ہیں اندر گل بابا کے پاس جاتے ہیں اسے رقم دیتے ہیں اور وہ خود ہی اپنی مرضی کا اسپیکر خرید لیں گے۔

عروج نے برکت کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر برکت بولا اور کہنے لگا گل بابا کی یہ تحریر جو آپ نے بورڈ پر پڑھی میں نے آپ کے چہرے سے اندازہ لگایا ہے کہ آپ اس تحریر سے انتہائی متاثر ہوئی ہیں لیکن گل بابا اس تحریر کے علاوہ اور بھی معرکہ انگیز کام کرتے ہیں اکثر یہ شملہ پہاڑی کے چوراہے چڑیا گھر کے سامنے اور انار کلی میں دہلی مسلم ہوٹل کے قریب ایسی فکر انگیز ایسی نصیحت انگیز تقریریں کرتے ہیں کہ آدمی دنگ رہ جاتا ہے کہ یہ گل بابا بول رہا ہے جو دن بھر اپنا اگر دان اٹھائے اور دھونی کا کام کرتے ہوئے لوگوں سے روپیہ روپیہ دو دو روپے جمع کرتا ہے۔

یہاں تک کہتے کہتے برکت کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ گل بابا کے کمرے کا دروازہ آگیا تھا لهذا دونوں اس کمرے میں داخل ہوئے اندر کمرے میں گل بابا اکیلے بیٹھے کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے برکت اور عروج کو دیکھتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے بڑی عاجزی بڑی انکساری بڑی چاہت اور محبت کے ساتھ گل بابا نے دونوں کا استقبال کیا عروج نے کمرے کا جائزہ لیا۔ کمرہ کافی بڑا تھا۔ اسکے پچھلے حصے میں کافی بڑی برآمدہ نما گیلری بھی تھی اسمیں ایک چھوٹا سا باورچی خانہ اور باتھ روم بھی تھا۔ کمرہ جس میں گل بابا بیٹھے ہوئے تھے اسکے اندر گل بابا کی کل کائنات ایک پلنگ تھا جس پر صاف ستھرا بستر لگا ہوا تھا پلنگ کی خالف سمت ایک میز تھا جسکے سامنے کرسی لگی ہوئی تھی۔ میز کے بائیں جانب لکڑی کی ایک الماری تھی جو کتابوں سے بھری پڑی تھی میز کے اوپر ہی گل بابا کا اگردان بھی رکھا ہوا تھا میز کے دائیں طرف لوہے کے اسٹینڈ پر پانی کا مٹکا رکھا ہوا تھا جسے سفید پلیٹ سے ڈھانکا گیا تھا اس مٹکے کے قریب ہی اسٹینڈ کے ساتھ بنی ہوئی جگہ پر پانی پینے کے لئے مٹی کے دو تین پیالے رکھے گئے تھے۔ فرش پر ایک کافی بڑی دری بچھی ہوئی تھی جس پر دو تین گاؤ تکیے جمائے گئے تھے اسی دری پر بیٹھ کر اور ایک گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر گل بابا مطالعہ کر رہے تھے۔

برکت اور عروج کو دیکھ کر گل بابا بڑی تیزی سے اٹھے تھے اور پھر اپنے پلنگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے عروج سے کہا بیٹھو بیٹی میں تمہیں اپنے اس کمرے میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ عروج آگے بڑھکر گل بابا کے قریب دری پر بیٹھ گئی اور کہنے لگی گل بابا میں پلنگ پر نہیں بلکہ آپکے قریب دری پر بیٹھوں گی برکت بھی وہیں پر بیٹھ گیا تھا۔ عروج کو دری پر بیٹھتے دیکھ کر گل بابا کے چہرے پر خوشی کے ایسے اثرات پیدا ہوئے تھے جیسے انکا جی خوش ہو گیا تھا انہوں نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب میز پر رکھی اور کہنے لگے تم دونوں بہن بھائی بیٹھو میں تمہارے لئے چائے بناتا ہوں اس پر عروج فوراً" اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی اور گل بابا سے کہنے لگی گل بابا ہم چائے پینے نہیں آئے بلکہ میں برکت بھائی کو اپنے ساتھ لیکر آئی ہوں تاکہ میں آسرا کی عمارت کو دیکھوں اس پر گل بابا کہنے لگے اگر ایسا معاملہ ہے تو چلو میں بھی تم دونوں کے ساتھ چلتا ہوں تینوں کمرے سے نکل کر آسرا کی عمارت کے صدر دروازے کی طرف بڑھے تھے۔

آسرا کی عمارت میں داخل ہونے کے بعد گل بابا برکت اور عروج آسرا کے دفتر میں داخل ہوئے دفتر کافی بڑا تھا۔ جسکے اندر وال ٹو وال کارپٹ بچھا ہوا تھا سامنے والی دیوار کے قریب کافی بڑا میز اور ریوالونگ چیئر پر ایک بزرگ صورت شخص بیٹھا ہوا تھا۔ گل بابا برکت اور عروج کو دیکھتے ہی اس شخص نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان تینوں کا استقبال کیا عروج نے کمرے کا جائزہ لیا کمرے کی دیواروں کے ساتھ ساتھ عمدہ قسم کے صوفہ سیٹ ڈال کر بہترین نشست کا انتظام کیا گیا تھا۔ میز کے سامنے کچھ فالتو کرسیاں بھی رکھی گئی تھیں اس موقع پر برکت بولا اور عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ڈاکٹر بہن یہ وقار صاحب ہیں برانڈ رتھ روڈ پر انکی دوکانیں ہیں اللہ کا دیا ہوا ان کے پاس سب کچھ ہی ہے اور میں اس موقع پر آپ سے یہ بھی کہوں کہ اس آسرا کے زیادہ تر اخراجات یہ وقار صاحب ہی برداشت کرتے ہیں۔ یہ اس آسرا کے صدر بھی ہیں جواب میں وہ شخص جسکا تعارف برکت نے وقار کے نام سے کرایا تھا فوراً" بولا اور کہنے لگا بیٹی میں نہیں جانتا آپ کون ہیں پر یہ برکت میرے سلسلے میں کچھ زیادہ ہی ارادتمندی اور عقیدت سے کام لیتا ہے ورنہ اس آسرا کو چلانے کیلئے اسکا اپنا بہت حصہ ہے وقار کے خاموش ہونے پر برکت پھر بولا اور کہنے لگا وقار صاحب یہ ڈاکٹر عروج ہیں یہ سامنے والا ہسپتال ان ہی کی ملکیت ہے یہ آج ہی لندن سے لوٹی ہیں ہسپتال ہی کی عمارت میں قیام کریں گی اور ایک ہفتے تک یہ ہسپتال کا افتتاح کروا کے اسکا کام شروع کروانا چاہتی ہیں۔ اس پر وقار بولا اور کہنے لگا۔ ڈاکٹر صاحبہ آپ سے مل کر بے انتہا خوشی ہوئی اب جبکہ آپ اسی ہسپتال میں رہائش اختیار کر رہی ہیں تو اس پوری بستی اور محلے کی بچی ہیں یہاں قیام کے دوران میری بیٹی میری بچی کوئی خدمت ہمارے لائق ہو تو بلا جھجک کہئے۔ اس پر عروج فوراً" بولی اور کہنے لگی برکت بھائی نے آپکے آسرا نام کے فلاحی ادارے کا ذکر کیا تھا لہٰذا مجھے اسے دیکھنے کا شوق ہوا۔ وقار پھر بولا اور کہنے لگا بیٹی آپ کھڑی کیوں ہیں بیٹھئے اس پر گل بابا برکت اور عروج تینوں کرسیاں کھینچ کر بیٹھ گئے۔ عروج پھر کہنے لگی یہ آپ لوگوں کی بڑی ہمت اور جرأت ہے کہ آپ لوگ اپنی مدد آپ کے تحت اس قسم کا ادارہ چلا رہے ہیں اگر ہمارے سب ہی شہری ذہنی طور پر بیدار ہو کر اور اپنے ضمیر کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے اس قسم کے کام کرنے لگیں تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ ملک آپ سے آپ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جانے کے قابل ہو جائے۔ اس پر وقار بولا اور کہنے لگا۔

بیٹی آپکا کہنا درست ہے لیکن ہمارے ہاں احساس ذمہ داری کچھ کم ہی ہے لوگ دوسروں کی عیب جوئی تو فوراً" کرتے ہیں لیکن اپنے دامن اپنے گریبان میں جھانک کر نہیں دیکھتے کہ ان میں کیا خامیاں اور کوتاہیاں ہیں۔ دراصل ہم اس بات کے عادی ہو گئے ہیں کہ دوسروں کی غلطیوں خامیوں کوتاہیوں اورانکی برائیوں اور انکے گناہوں کو خوب اچھالا جائے یہ نہیں دیکھتے کہ جو برائیاں وہ اوروں کی

اچھال رہے ہیں کیا وہ برائیاں انکے اندر موجود نہیں ہیں اگر ہر کوئی اپنی برائی یا
کوتاہی دور کرنے کی کوشش کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاشرہ سالوں بہ
نہیں دنوں میں سنبھل کر رہ جائے۔

وقار صاحب خاموش ہوا تو برکت وقار کو مخالب کر کے کہنے لگا۔ وہ
صاحب ڈاکٹر عروج نے آفاق کی فیملی کے ساتھ قیام کیا ہے اور یہ انکی بہت
بھی کر رہی ہیں اس پر وقار بولا اور کہنے لگا۔ بیٹی یہ تو تم بڑا نیکی کا کام کر رہی
یہ جو آفاق ہے اسکے بہن بھائی اور اسکا ماموں بہت اچھے اور نیک لوگ ہیں اگر
آپ اس فیملی کی مدد کرتی ہیں تو میں سمجھتا ہوں اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں
ہے۔ وقار کی باتوں کا جواب دینے کے بجائے عروج نے اپنے پرس سے چیک بک
نکالی آسرا کے نام پر اس نے دس ہزار کا ایک چیک دستخط کیے پھر چیک پھاڑ کر
اس نے وقار کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ انکل جی اس فلاحی ادارے کیلئے میری
طرف سے یہ حقیر سا نذرانہ ہے۔ وقار نے چیک دیکھا اور بڑی خوشی کا مظاہرہ
کرتے ہوئے وہ کہنے لگے۔ بیٹی یہ حقیر رقم تو نہیں ہے تم نے دس ہزار کا چیک دیا
ہے یہ تو خاصی بڑی رقم ہے۔ عروج پھر بولی اور کہنے لگی انکل میں عنقریب ہسپتال
کا افتتاح کر رہی ہوں اور آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ ہسپتال کے پہلے ماہ کی جو
ہمیں آمدنی ہو گی وہ پوری کی پوری آپکے اس آسرا نام کے فلاحی ادارے کی نذر
ہو گی۔

عروج کے اس اعلان پر برکت اور گل بابا دونوں ہی اسے تحسین آمیز انداز
میں دیکھنے لگے تھے۔ اس موقع پر وقار کچھ کہنا چاہتا تھا کہ آسرا کا ایک ملازم اندر
داخل ہوا اور وقار کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگا۔ صاحب ایک عورت آئی ہے جو
آسرا میں داخلہ حاصل کرنے کیلئے آپ سے ملنا چاہتی ہے۔ معاشرے کی کوئی دکھی
مسلی عورت ہے اسکے ساتھ ایک دس سالہ بچہ بھی ہے۔ اس پر وقار فورا" بولا
اور ملازم سے کہنے لگا۔ اگر ایسا ہے تو اس عورت کو تم نے باہر کیوں کھڑا کر رکھا
ہے۔ اسے اندر لیکر آؤ۔ میں دیکھوں وہ کون ہے اور جانوں کہ وہ کن حالات کی
ماری ہوئی ہے اور کیوں اس آسرا میں پناہ لینا چاہتی ہے۔ اسکے ساتھ ہی وہ ملازم
باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد ڈھلتی ہوئی عمر کی ایک خاتون کمرے میں داخل ہوئی ایک بچہ
بھی اسکے ساتھ تھا۔ جس نے اسکا ہاتھ پکڑ رکھا تھا شاید وہ بچہ اسکا بیٹا تھا اسلئے کہ
اسکی شکل و صورت اس عورت سے ملتی جلتی تھی جونہی وہ عورت کمرے میں
داخل ہوئی وقار نے ایک خالی نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑی شفقت
سے کہا۔ بیٹھو میری بیٹی اور کہو تم کیوں آسرا میں داخلہ لینا چاہتی ہو۔ کون ہو۔
کہاں کی رہنے والی ہو۔ وقار کی یہ گفتگو سنکر اس عورت کی آنکھیں نمناک ہو
گئیں تھیں۔ وہ رو دینے والی تھی اپنے ہونٹ کاٹ رہی تھی پر گل بابا' برکت اور
عروج کی موجودگی میں اس بیچاری نے جلد ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ پھر وہ بولی
اور کہنے لگی۔

صاحبو' نام تو میرا اجالا ہے۔ یہ بچہ جو میرے ساتھ ہے میرا بیٹا ہے اسکا نام
عمران ہے۔ بنیادی طور پر میں بدایوں شہر کی رہنے والی ہوں۔ جب پاکستان بنا تو
چھوٹی سی تھی اپنے کنبے کے ساتھ اس ارض مقدس کیطرف ہجرت کی تھی۔ اس
ہجرت کے دوران ہی اپنوں سے بچھڑ گئی تھی کنبے کے اکثر افراد ہجرت کے دوران
ہندؤں اور سکھوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ میں میرا باپ اور ایک بھائی بچ
نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ لیکن شاید انہونی اور بد نصیبی ہماری تاک میں تھی۔
پاکستان میں داخل ہونے کے بعد حالات کی ستم ظریفی نے کام دکھایا اور ہم تینوں
بھی ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ میں کچھ عرصہ اچھرہ کے مہاجر کیمپ میں دھکے
کھاتی رہی پھر اسی شہر کی ایک نیک دل خاتون مجھے اپنے ساتھ لے گئیں اس نے
مجھے بیٹی بنا کر پالا پوسا اور ایک انتہائی شریف گھرانے میں میری شادی بھی کر دی۔
میرے ہاں اولاد بڑی دیر سے ہوئی اکثر لوگ مجھے بانجھ اور بے اولاد ہی سمجھتے

تھے۔ لیکن میرا شوہر بڑا وفادار تھا۔ اسکے رشتہ داروں نے اسے مشورہ بھی دیا
تیری بیوی بانجھ ہے للذا تو دوسری شادی کر لے لیکن وہ بھلا مانس انسانیت
ایسی محبت کرنے والا اور اپنی بیوی کو ایسا چاہنے والا تھا کہ لوگوں کے اکسانے
باوجود بھی اس نے دوسری شادی نہ کی۔

میری ساس میرے سسر میرے دیور اور میری نندیں بھی اپنے بھائی
میرے شوہر کیطرح شریف اور اچھے اخلاق کے مالک تھے لیکن میری قسمت
شاید صاحبو شروع سے ہی بد نصیبیاں لکھی جا چکی تھیں۔ عمر کے آخری حصے
خداوند نے مجھے یہ بیٹا عنایت کیا۔ لیکن اس بیٹے کی پیدائش کے پانچ سال
میرے گھرانے پر افتاد سی ٹوٹ پڑی۔ میرا شوہر جو ایک مقامی فیکٹری میں کام
تھا ایک حادثے کا شکار ہو کر چل بسا۔ اسکے چل بسنے نے ہی میری زندگی
زیست کو تاریک اور اندھیر بنا کر رکھ دیا۔ ساس سسر رہتے تو شاید میں اپنے
لیکر انکے پاس پڑی رہتی اور میری گزر بسر اچھی ہو جاتی۔ پر اپنے بیٹے کے
یکے بعد دیگرے وہ بھی چل بسے اسلئے کہ میرے شوہر سے وہ بے پناہ محبت کر
تھے۔ اسکی موت کا صدمہ برداشت نہ کر سکے اور خود بھی موت سے بغلگیر
گئے۔

شوہر' ساس اور سسر کے مر جانے کے بعد میں تہی دست اور خالی دامن
کر رہ گئی تھی۔ نندیں اپنے اپنے گھروں میں تھیں دیور اچھے تھے اور ہیں
آپ جانیں جب بیویاں آ جاتی ہیں تو وہ اپنا ہی رخ نکالتی ہیں۔ للذا انکی بیویاں
میں بوجھ اور دوبھر محسوس ہونے لگی۔ میرے خلاف طرح طرح کی باتیں
لگیں تاکہ میں وہ گھر چھوڑ دوں تنگ آ کر انہوں نے میرے چال چلن
شبہات کرنے شروع کر دیئے۔ پر صاحبو یہ ضرب ایسی تھی کہ جو میرے
ناقابل برداشت تھی للذا میں کسی ٹھکانے کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ چند
تک شہر میں گھوم پھر کر واپس گھر چلی جاتی رات کو اپنے بیٹے کو لیکر سو رہتی

مجھے اس آسرے سے متعلق ایک عورت نے تفصیل سے بتایا للذا میں یہاں اپنی
زندگی کے باقی ماندہ دن گزارنے کیلئے چلی آئی ہوں جو باتیں میں نے کہی ہیں اگر
آپ لوگ اسکی تصدیق کرنا چاہیں تو مجھے کوئی کاغذ اور قلم دیں میں اس گھر اس
محلے کا پتہ لکھ دیتی ہوں جہاں میں رہتی رہی ہوں۔ وہاں سے آپ میرے متعلق
گواہی جمع کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد وہ اجالا خاتون خاموش ہو گئی تھی۔
اسکے خاموش ہو جانے پر گل بابا نے تھوڑی دیر تک اسکی طرف ایسی نگاہوں سے
دیکھا جن میں دور دور تک شفقت ہی شفقت محبت ہی محبت اور چاہت ہی چاہت
تھی۔ ایسی محبت ایسی چاہت ایسی شفقت جو ایک باپ اپنی بیٹی کیلئے دیکھتا ہے۔ پھر
گل بابا نے اپنے سامنے بیٹھے وقار کیطرف دیکھا۔ اور کہا۔

وقار صاحب قبل اسکے کہ آپ اس بیٹی سے متعلق کوئی فیصلہ کریں اس بیٹی
کی گفتگو کے جواب میں مجھے بھی کچھ کہنے کی اجازت ہے اس پر وقار نے فراخدلی
سے مسکراتے ہوئے کہا گل بابا آپ کیسی باتیں کرتے ہیں آپ کو کچھ کہنے کیلئے
مجھ سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ اس آسرا سے متعلق جو چاہیں
فیصلہ کریں۔ آپکا ہر فیصلہ ہمارے لئے قابل قبول ہے۔ میں اور اس محلے کے لوگ
جانتے ہیں کہ آپ کوئی بھی غلط فیصلہ نہیں کریں گے۔ اس پر گل بابا بولے اور
اجالا خاتون کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگے۔

دیکھ میری بیٹی عورت لاہور کی ہو یا کراچی کی' پشاور کی رہنے والی ہو یا کوئٹہ
کی وہ پنجابی ہو یا سندھی پٹھان بلوچ ہو یا مہاجر دیکھ میری بیٹی وہ کوئی بھی ہو وہ
اس قوم کی اور اس قوم کے سارے فرزندوں کی ماں ہے۔ بہو ہے۔ بیٹی ہے۔
یہاں تک کہنے کے بعد گل بابا تھوڑی دیر دم لینے کو رکے پھر وہ دوبارہ طوفانی انداز
میں بولتے چلے گئے تھے۔

سن میری بیٹی تیرے جیسی بیٹیاں تیری جیسی مائیں اور بہنیں اس وطن مقدس
کی سرحدوں کا اجالا اور رشتوں کی خوشبو ہیں۔ دیکھ بیٹی ہم تمہیں دھوپ میں تپتے

صرابوں کے سفر' مجبوریوں کے دائروں' اندیشوں کی ریت' پیاسے سراب' لاچار
کی قوسوں کا شکار نہ ہونے دیں گے۔ بے بسی کے ان لمحوں میں سن میری بیٹی
تیرے ٹوٹے خوابوں کے سلسلوں کو جوڑیں گے۔ دیکھ میری بیٹی یہ انسانی زند
حوادث کے درمیان وفورِ غم میں گھرا ہوا ایک تنکا اور مسائل و الجھنوں میں
ایک پرندہ ہے جس پر مسائل کے عقاب شب و روز جھپٹتے ہیں۔ دیکھ اب تو
جگہ پہنچ گئی ہے۔ تیری ہمت' تیری سکت تیرے حوصلوں کی ہم قدر افزائی کر
گے۔ معاشرے کی دوزخ مزاج دھوپ سے تیری حفاظت کریں گے اور تم
چہرے پر گردِ شام کی جھریاں نہ بننے دیں گے۔ دیکھ میری بیٹی میری بچی تجھے
ویران حسرتوں کے جزیروں میں کم ظرفوں کے جال میں ہرگز نہ پھنسنے دینگے۔

گل بابا تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ پھر وہ دوبارہ بولے۔ دیکھ میری
ہمارے اس معاشرے میں بدنصیبی کی دھوپ کے خیمے نصب ہیں۔ غیر ذمہ
لوگ یادوں کی پرچھائیوں میں بے آبروئی کی آگ روشن کرتے ہیں۔ سکو
چھاؤں کے فریب میں دکھ کے الاؤ جلتے ہیں۔ صدیوں کی بوسیدہ چادر اوڑھ کر
حیائی و بے مروتی پنجوں کے بل چلتی سازش کیطرح تیرے جیسی بے سہارا
کیلئے جگہ جگہ لمحہ لمحہ اندیشوں کے گھور اندھیرے۔ من کے روگ کھڑے
ہیں۔ دیکھ میری بیٹی یہ ہوس پیشہ زمانہ ماتا کی لطافتوں اور ماں جیسے لفظ تابندہ
محروم ہوتا جا رہا ہے۔ لب تکلم کی حلاوتوں جیسا' بہن کا مقدس رشتہ اور
میں خوشبو کی شہزادیوں جیسا بیٹی کا لفظ اپنی اہمیت اپنی کشش اس معاشرے
کھوتا جا رہا ہے۔

پر دیکھ بیٹی تو مطمئن رہ ہم تمہیں تاریکیوں کے دشت میں کھونے نہ
گے۔ تجھے دربدری کے لہو میں نہ ڈوبنے دیں گے۔ آسرا کی یہ عمارت
بھٹکے کاروانوں اور بچھڑے طوفانوں میں ٹوٹی کشتیوں کے مسافروں کے
سمجھو میری بیٹی کہ ایک پرسکون منزل اور آرام گاہ ہے۔ سن میری بیٹی میری

یہ معاشرہ پیاسی دھرتی جیسا ہے جس میں ہر کوئی دوسرے کے لہو کی بوند کو ترستا
ہے پھر بھی میری بیٹی میری بچی ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہم تیری زندگی کے
راستے دھول دھول تیری زیست کی جہتیں دھواں دھواں نہیں ہونے دیں گے۔
تجھے کالے دھن کے پجاریوں اور ہوس کے فقیروں کی نذر ہرگز نہیں ہونے دیں
گے۔ دیکھ میری بیٹی جس عمارت میں تم اس وقت بیٹھی ہوئی ہو یہ آسرا ہی کی
عمارت ہے۔ اس عمارت کو یونہی سمجھو ایسا ہی اسے پرسکون اور محفوظ خیال کرو
جیسا اس سے پہلے تمہارا اپنا گھر رہا ہے۔ تم جب تک چاہو اس عمارت میں قیام
کر سکتی ہو اور جب تم یہ دیکھو کہ تمہارے حالات تبدیل ہو گئے ہیں اور کہیں
اور جانا چاہو تو یاد رکھو کوئی تمہاری راہ نہیں روکے گا اس عمارت میں تمہاری
عزت تمہاری عفت تمہاری آبرو محفوظ ہو گی اور جو کوئی تجھے اس عمارت میں میلی
آنکھ سے دیکھے وہ میلی آنکھ پھوڑ دی جائے گی اور جو کوئی بد نیتی سے اس
کمرے میں کسی کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے میری بیٹی یہاں کے لوگ بڑے غیور
اور باحمیت ہیں ایسے لوگوں کا یہ آسرا کے ذمہ دار لوگ ہاتھ ہی کاٹ دیا کرتے ہیں
تو میری بیٹی اس عمارت میں محفوظ اور مامون رہے گی۔ یہاں تک کہنے کے
گل بابا جب رکے تو اجالا نام کی وہ عورت پھر بولی اور کہنے لگی۔

اے میرے بزرگ آپ اپنے لب و لہجے سے مجھے پٹھان لگتے ہیں۔ اس پر
گل بابا مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔ دیکھ میری بیٹی یہ پنجابی یہ پٹھان یہ بلوچ یہ
یہ مہاجر تو فقط ایک پہچان ہے۔ دیکھ میری بیٹی۔ میں پہلے مسلمان ہوں اس
کے بعد پاکستانی اس کے علاوہ میں کچھ نہیں ہوں دیکھ میری بیٹی لوگ مجھے گل بابا
کر پکارتے ہیں تو بھی مجھے اسی نام سے پکار سکتی ہے میں اسی آسرا کی عمارت
ایک کمرے میں رہتا ہوں۔ اس پر اجالا فوراً گل بابا کی بات کاٹتے ہوئے بولی
کہنے لگی۔ گل بابا جو گفتگو آپ نے میرے ساتھ کی ہے اس گفتگو نے مجھے ہلا
کر رکھ دیا ہے اور یہ ماننے اور تسلیم کرنے پر مجبور ہوئی ہوں کہ آج بھی ہمارے

معاشرے دیس کی ہر عورت کو ماں بہن بیٹی خیال کرتے ہیں۔ گل بابا آپ کی اس
گفتگو کے جواب میں میرے پاس مناسب الفاظ نہیں ہیں جو میں آپ کا شکریہ ا
کرسکوں۔ گل بابا پھر بولے اور کہنے لگے۔

دیکھ میری بیٹی میری بچی یہ دیس یہ وطن ہم نے بڑی قربانیاں دے کر حاص
کیا ہے ان قربانیوں سے تم جیسے ہجرت کرنے والے لوگ خوب آگاہ ہو۔ خو
واقف ہو۔ نجانے اس دیس کو حاصل کرنے میں کتنے فرزندوں کے سر کٹے ہو
گے۔ کتنی بیٹیاں ننگے سر ہو کر اپنی عزت اپنی عفت قربان کر گئیں ہوں گی
نجانے کتنی ہی مائیں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اس وطن کی مانگ میں نو
بھر گئی ہوں گی۔ نجانے کتنے باپ اپنے بیٹوں کی قربانی دیتے ہوئے آنے والی نسلو
کو جتا گئے ہوں گے کہ آنے والو وطن اور آزادی یوں حاصل کی جاتی ہے
نجانے کتنے بیٹے اپنے باپوں سے محروم ہونے کے بعد آنے والی نسلوں کے لئے
ایک عبرت خیزی بن گئے ہوں گے۔ دیکھ بیٹی جن لوگوں نے اس دیس کے حصو
کے لئے قربانیاں دیں ان کی قربانیاں ان کے کارنامے آنے والی نسلوں کو اپ
لئے خضر راہ کے طور پر محفوظ رکھنا چاہئے۔ آزادی میری بیٹی ایسی چیز ہے
آسانی سے حاصل نہیں ہوتی اور جب ایک بار یہ کھو جاتی ہے تو قومیں اسے دو
حاصل کرنے کے لئے ایک طویل جدوجہد کا شکار ہو جاتی ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد جب گل بابا خاموش ہو گئے تو وقار بولا اور اجالا کو
مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ اجالا بیٹی مجھے محسوس ہوتا ہے تو ایک پڑھی لکھی خا
ہے اس پر اجالا فوراً" بولی اور کہنے لگی۔ آپ کا اندازہ درست ہے۔ اچھر
مہاجر کیمپ سے جو خاتون مجھے لے گئیں تھیں اس نے نے میرے ساتھ اپ
بیٹیوں جیسا سلوک کیا تعلیم کے جس زیور سے اپنی بیٹیوں کو آراستہ کیا اسی
زیور سے اس نے مجھے بھی سجایا۔ میرے محترم میں لکھ پڑھ سکتی ہوں اس پر
نے ایک قلم اور رجسٹر اجالا کے سامنے رکھتے ہوئے کہا دیکھ میری بیٹی اس ر
میں تو اپنے کوائف بھر دے پھر میں تجھے آسرا کی عمارت کے عورتوں کے
طرف بھجواتا ہوں۔ اجالا نے رجسٹر اور قلم لے لیا اور بڑی تیزی سے اس میں اپ

کوائف بھرنے لگی تھی۔ اجالا جب اس رجسٹر میں اپنے کوائف لکھ چکی تو وقار
نے اپنی پشت پر ایک بٹن دبایا جس کے جواب میں دور کہیں گھنٹی بجی تھی پھر
تھوڑی ہی دیر بعد ایک خاتون کمرے میں داخل ہوئی وقار نے اسے مخاطب کر
کے کہا دیکھ میری بیٹی ایک نیو انٹری آئی ہے یہ خاتون جو اپنے بیٹے کے ساتھ بیٹھی
ہیں ان کا نام اجالا ہے ان کے بیٹے کا نام عمران ہے ان کے کوائف لکھے جا چکے
ہیں۔ اسے اپنے ساتھ عمارت میں لے جاؤ اور اس کے کھانے پینے کا بندوبست
کرو اسے اس کا بستر چارپائی اور دوسرا ضرورت کا سامان بھی مہیا کرو اس پر وہ
کمرے میں آنے والی خاتون اجالا کی طرف بڑھی اور کہنے لگی آؤ میری بہن
میرے ساتھ۔ اجالا اپنے بیٹے عمران کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پھر وہ
وقار کو مخاطب کر کے کہنے لگی انکل کیا اس عمارت میں مجھے کچھ کام بھی کرنے کو
مل جائے گا یوں بیکار پڑی پڑی تو میں ایک حبس کا شکار ہو جایا کروں گی۔ اس پر
وقار فوراً بولا اور کہنے لگا۔ بیٹی تو ایک پڑھی لکھی خاتون ہے اس آسرا کے اندر
بہت سی ایسی عورتیں ہیں جو تعلیم کے زیور سے آراستہ نہیں یہاں قیام کے
دوران تم یہ کام کرو کہ ان عورتوں کو تعلیم دینے کا کام شروع کر دو۔ اس مقصد
کے لئے جس چیز کی تمہیں ضرورت ہوگی میری بیٹی ہم تمہیں مہیا کریں گے۔ وقار
کا یہ جواب سن کر اجالا خوش ہو گئی تھی پھر وہ اپنے بیٹے کا ہاتھ تھامے آسرا کی
عمارت کی اس عورت کے ساتھ چلی گئی تھی۔

اجالا کے جانے کے بعد عروج پھر وقار کو مخاطب کر کے کہنے لگی انکل میں
ایک ہفتے تک ہسپتال کا افتتاح کروانا چاہتی ہوں اور اس سلسلے میں آپ سے
گزارش یہ ہے کہ اس علاقے کے جتنے بھی عمائدین ہیں انہیں ہسپتال کی اس
افتتاحی تقریب میں مدعو کیجئے۔ اس پر وقار فوراً بولا اور کہنے لگا بیٹی تو فکر مند کیوں
ہوتی ہے ہم یہاں ہیں تمہارے ساتھ ہیں تمہارے ہسپتال کی افتتاحی تقریب کے
سارے ہی انتظامات ہم خود کریں گے۔ تمیں کچھ بھی کرنا نہ ہو گا۔ یہ برکت بیٹا

تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ یہ ایک انتہائی متحرک انتہائی جان نثار اور انتہائی مخلص شخص ہے میری بیٹی یہ اکیلا ہی کافی ہے سارے کام یہ خود کرلے گا۔ تمہیں کچھ بھی کرنا نہ پڑے گا۔ اس پر عروج اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔ میں اب چلتی ہوں آپ کا کافی وقت لے لیا۔ عروج کے ساتھ گل بابا اور برکت بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے پھر وہ آسرا کے آفس سے باہر نکل گئے تھے۔

آسرا کی عمارت سے باہر نکلنے کے بعد گل بابا اور برکت سامنے والی عمارت کی طرف آئے پھر برکت بولتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھو ڈاکٹر بہن یہ عمارت میری ہے۔ اسی میں میری رہائش ہے میرے کچھ ساتھی بھی یہیں میرے ساتھ رہتے ہیں۔ اس کے بعد برکت عروج اور گل بابا کو لے کر اپنی اس عمارت کے ایک کمرے میں داخل ہوا اور ایک نشست پر ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگا عروج بہن بیٹھو میں تم سے ایک موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ عروج بیٹھ گئی۔ گل بابا بھی بیٹھ گئے پھر برکت بھی ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔ دیکھو ڈاکٹر بہن میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہسپتال چلانے کے دوران اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ بدتمیزی کرتا ہے یا جھگڑا اور دنگا فساد پر آمادہ ہوتا ہے تو اس کی اطلاع فوراً مجھے کر دیا کرنا میں نہ صرف تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس محلے کا کوئی بھی شخص اس قسم کی بدتمیزی نہیں کرے گا ہاں اگر کوئی باہر سے آکر ایسا کرتا ہے تو اس کا بندوبست ہم خوب کرنا جانتے ہیں۔

دیکھو ڈاکٹر بہن میں نے اور اہل محلہ نے مل کر اس محلے کی حفاظت اور اس کے سکون کا ایک بہترین بندوبست کر رکھا ہے اور وہ اس طرح کہ اس محلے میں چار سڑکیں دوسری سڑکوں سے علیحدہ ہوکر داخل ہوتی ہیں اور جس جگہ سے یہ محلے میں داخل ہونے والی سڑکیں شروع ہوتی ہیں اس کے دونوں طرف چند پکے دوکاندار اس محلے کے خاص آدمی ہیں جو کوئی بھی کار موٹر سائیکل یا اجنبی شخص اس محلے میں داخل ہوتا ہے وہ اس کا ریکارڈ رکھتے ہیں محلے کی ان دوکانوں کے

پاس باری باری کچھ منچلے جوان بھی بیٹھتے ہیں اور اگر کوئی بدمعاشی کرنے کی کوشش کرے تو یہ زندہ دل اور منچلے جوان مار مار کے اس کا بھرتہ نکال دیتے ہیں میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ اس محلے میں داخل ہوکر کوئی بدمعاشی کی جرات نہیں کر سکتا اور اگر کوئی کرے بھی تو اسے ایسی کڑی سزا ملتی ہے کہ وہ آئندہ کبھی اس محلے میں داخل ہونے کی جرات نہیں کرتا۔ یہاں تک کہنے کے بعد برکت جب خاموش ہوا تو عروج بولی اور کہنے لگی۔

برکت بھائی یہ تو اس محلے کا بہترین انتظام ہے میں تو سمجھتی ہوں کہ ایسا انتظام اگر ملک کے سبھی لوگ کریں تو ملک سے بدمعاشی اوباشی ' ڈاکہ زنی اور چوری چکاری کا خاتمہ ہوکر رہ جائے۔ برکت بھائی یہ جو اس محلے کے چاروں طرف آپ نے انتظامات کئے ہوئے ہیں جی نہیں مانتا کہ کسی جگہ ایسے انتظامات ہوں کیا میں آپ لوگوں کے یہ انتظامات اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتی ہوں اس پر برکت بولا اور کہنے لگا کیوں نہیں ڈاکٹر بہن میں ابھی آپ کو لے کر چلتا ہوں۔ اور چاروں ناکوں کا آپ کو معائنہ کرواتا ہوں۔ لوگوں سے آپ کا تعارف بھی ہو جائے گا اور وہ جان جائیں گے کہ آپ ان کے محلے میں بننے والے ہسپتال کی مالک ہیں۔ اس کے ساتھ ہی برکت اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور عروج سے کہنے لگا۔ ڈاکٹر آپ تھوڑی دیر بیٹھئے مجھے ایک کام یاد آگیا ہے میں ابھی ابھی لوٹتا ہوں اس کے ساتھ ہی برکت اٹھ کر باہر چلا گیا۔ جلد ہی لوٹ کر جب دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھا تو عروج نے پھر اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

برکت بھائی گو ایک بھائی کی حیثیت سے میرا آپ کے ساتھ تعارف مختصر سا ہی ہے لیکن مجھے آپ کے حالات اور آپ کی عمارت دیکھتے ہوئے ایک دکھ گلہ اور شکوہ ہے اس پر برکت نے چونک کر پوچھا وہ کیا میری بہن عروج کہنے لگی برکت بھائی آپ کا گھر کتنا بڑا عمدہ اور صاف ستھرا ہے اور یہ عمارت کتنی بڑی ہے جس کے باہر آپ کی دوکانیں بھی ہیں پر یہ گھر اجڑا اجڑا اور سونا سونا دکھائی دیتا

ہے۔ اس گھر میں آپ کی بیوی آپ کے بچے ہونے چاہئیں۔ اس پر برکت بابا
کے سے انداز میں کہنے لگا۔ ڈاکٹر بہن کچھ گذر گئی ہے باقی بھی یونہی گذر جائے
گی۔ کیا کروں گا شادی کر کے اس پر عروج بولی اور کہنے لگی آپ کی وہ تایا زاد
جس کے ساتھ آپ کی منگنی ہوئی تھی اس کا کیا ہوا کیا اس نے شادی کر لی ہے
اس پر برکت تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کئے کچھ سوچتا رہا پھر بولا اور کہنے لگا۔

ڈاکٹر بہن میرا تایا اس حق میں نہیں تھا کہ میں اپنے باپ اور اپنے بہن
کے قاتلوں اور اپنی بہن کے بے آبرو کرنے والوں سے انتقام لوں وہ چاہتا تھا
میں اپنی منسوبہ سے شادی کر کے گاؤں میں خوش حال اور پر امن زندگی بسر کروں
لیکن میں نے تایا کی بات نہیں مانی اور سارے بد معاشوں کا صفایا کر کے رہا میری
اس حرکت سے میرا تایا مجھ سے ناراض ہے۔ جب سے میں لاہور آ کے بیٹھا
ہوں کبھی بھی مجھ سے ملنے نہیں آیا نہ ہی کبھی خط و کتابت کی ہے۔ میرے خیال
میں اسے میرے اس ایڈریس تک کی خبر نہیں ہے۔ رہی بات ڈاکٹر بہن میری
منسوبہ کی تو ملنے جلنے والے لوگوں سے مجھے خبر ہوئی تھی کہ تایا نے اپنی چھوٹی بیٹی
کی تو شادی کر دی جو میرے مرنے والے چھوٹے بھائی سے منسوب تھی لیکن
کی بڑی لڑکی شکیلہ جو میرے ساتھ منسوب تھی سنا گیا ہے کہ اس نے شادی کرنے
سے انکار کر دیا ہے اس نے اپنے باپ اور میرے تایا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا
کہ میرے باپ تو نے ایک بار مجھے برکت سے منسوب کر کے اپنا حق ادا کر دیا
ہے اب تو میری شادی سے متعلق فکر مند نہ ہو۔ بتانے والے نے مجھے بتایا تھا
شکیلہ اپنے باپ کے پاس ہی رہتی ہے اور زمینداری کے کاموں میں بیچاری اپنے
باپ کی مدد کرتی ہے تایا چونکہ مجھ سے ناراض ہے لہٰذا میں اس سے کبھی ملنے
نہیں گیا اور ملنے بھی کیسے جاؤں کہ وہ گاؤں کے گاؤں میرے دشمن ہیں تو
مصلحت کے تحت ہی میں ادھر کا رخ نہیں کرتا۔ ویسے میں کرنا چاہوں تو کسی کی
مجال نہیں کہ میری راہ کا روڑا بنے۔ لیکن میں ایسا کرنے سے پہلو تہی کرتا
ہوں اس پر عروج پھر بولی اور کہنے لگی نہیں برکت بھائی آپ کو شادی کر کے اپنے
گھر کو آباد کرنا چاہئے۔ اس گھر میں آپ کی بیوی ہونی چاہئے۔ ہنستے کھیلتے دوڑتے
بھاگتے بچے ہونے چاہئیں۔ پھر دیکھئے گا کہ آپ کے گھر کی رونق کیسے دوبالا ہوتی
ہے اس پر برکت نے اس موضوع سے چھٹکارہ حاصل کرنے کی خاطر کہا اچھا ڈاکٹر
بہن اس موضوع پر بعد میں کبھی گفتگو ہو گی آئیں میں پہلے آپ کو بستی کے
چاروں ناکے دکھاتا ہوں۔ جہاں پر ہم نے محلے کی حفاظت کے انتظامات کر رکھے
ہیں۔ اس پر عروج اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور چپ چاپ اٹھ کر برکت کے
ساتھ ہولی تھی گل بابا بھی ان کے ساتھ ہو لئے تھے۔

برکت گل بابا اور عروج کو لے کر اس محلے کے مشرقی ناکے کی طرف گیا
جونہی اس نے اپنی سوزوکی وہاں روکی لوگوں نے اسے پہچان لیا اور اس کے گرد
جمع ہو کر اور بڑے پر جوش انداز میں سلام کرنے لگے تھے عروج اور گل بابا بھی
سوزوکی سے باہر نکل گئے تھے۔ برکت کی طرح گل بابا کا بھی احترام اسی طرح لوگ
کر رہے تھے۔ اس پر وہاں جمع ہونے والے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے برکت
نے کہا سنو اس محلے کے غیور باسیو یہ ڈاکٹر عروج ہیں تمہارے محلے میں جو ہسپتال
بنا ہے یہ اس کی مالک ہیں آج ہی لندن سے یہاں پہنچیں ہیں اور اب یہ ہسپتال
ہی کی عمارت میں رہیں گی۔ میں انہیں تمہارے ساتھ تعارف کرانے کے لئے لایا
ہوں۔ دیکھو اب یہ اس محلے کی فرد اور اس کی عزت ہیں اور ان کی حفاظت کے
بھی تم ذمہ دار ہو۔

برکت کے یہ الفاظ سن کر قریبی مکانوں کی نیچے والی اور اوپر والی منزلوں سے
کچھ عورتیں بھی باہر نکل آئیں تھیں اور بڑے تپاک کے ساتھ وہ عروج سے ملنے
لگی تھیں اس کے بعد برکت عروج اور گل بابا کے ساتھ ایک دکان میں داخل ہوا
پھر وہ اس دوکان کے پشتی دروازے سے گذر کر مزید ایک کمرے میں داخل ہوا
جس میں آٹھ دس جوان بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے کچھ کیرم بورڈ کھیل رہے

تھے اور کچھ دوسرے انڈور گیم کرنے میں مصروف تھے۔ برکت اور گل بابا کو دیکھ کر وہ چونک سے پڑے تھے سب نے بڑے پر تپاک انداز میں دونوں کو سلام کیا محلے میں گل بابا اور برکت کی یہ عزت افزائی دیکھ کر عروج خوش ہو رہی تھی سب جوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے برکت کہنے لگا۔

سنو میرے ساتھیو! میرے بھائیو! یہ ڈاکٹر عروج ہیں محلے میں جو نیا ہسپتال ہے یہ اس کی مالک ہیں۔ اب یہ ہمارے ہی محلے میں رہیں گی میں انہیں یہاں دکھانے لایا تھا یہ بڑا تعجب کر رہی تھیں کہ ہم نے چاروں ناکوں پر اس محلے کی حفاظت کے کیا انتظامات کر رکھے ہیں۔ اس کے بعد برکت عروج کی طرف مڑا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ڈاکٹر بہن یہ محلے کے جوان ہیں بڑے زندہ دل بڑے دلیر بھائی ہیں بس اس کمرے میں بیٹھ کر باری باری اس محلے کے جوان محلے کی حفاظت اور نگرانی کے لئے یوں سمجھیں کہ پہرہ دیتے ہیں محلے میں اگر کوئی بدمعاش بدمعاشی کرنے کے لئے داخل ہو تو یہ حالت اس کی ایسی کرتے ہیں جیسے کسی کتے کی حالت بھیڑئے پھاڑ کر کرتے ہیں۔ برکت گل بابا اور عروج کو خبر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ایک جوان بھاگا بھاگا باہر گیا تھا۔ پیپسی کی تین ٹھنڈی بوتلیں اور پلیٹ میں بڑے قرینے سے سجا کر کچھ بسکٹ لے آیا تھا اور اس نے وہ میز پر رکھتے ہوئے عروج کو مخاطب کر کے عجیب سے برادرانہ لہجے میں کہا۔

ڈاکٹر بہن آپ ہمارے محلے میں نووارد ہیں اب آپ ہماری عزت ہیں بہن ہیں چونکہ آپ پہلی بار یہاں آئی ہیں لہٰذا آپ کا استقبال کرنا ہمارا فرض ہے ہم متوسط طبقے کے سادے سے لوگ ہیں اور کسی کی خدمت کے لئے بس یہ بوتل اور بسکٹ ہی پیش کر سکتے ہیں عروج ان جوانوں کے تپاک اور ان کے اس پر عزم سے ایسی متاثر ہوئی کہ اس نے برکت اور گل بابا کے ساتھ بسکٹ کھائے بوتل بھی پی پھر وہ تینوں وہاں سے نکل گئے تھے اس کے بعد برکت گل بابا نے عروج کو محلے کے باقی تینوں ناکے بھی اسی طرح دکھائے تھے اور ان ناکوں پر حفاظت کرنے والے جوانوں نے بھی اس طرح ان کا پر تپاک استقبال اور اسی طرح ان کی خدمت و خاطر کی تھی۔

چاروں ناکے دیکھنے کے بعد برکت نے اپنی سوزوکی ہسپتال کی دوکانوں کے قریب لا کھڑی کی تھی پھر وہ مڑا اور پچھلی نشست پر بیٹھی ہوئی عروج کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا ڈاکٹر بہن میرے خیال میں آپ اترئے آپ کے ہسپتال کی یہ جو دوکانیں ہیں میں آپ سے دوکانداروں کا بھی تعارف کرا دوں۔ اس پر عروج دروازہ کھول کر نیچے اترتی ہوئی کہنے لگی۔ برکت بھائی یہ بہت ضروری ہے اس کے ساتھ ہی برکت اور گل بابا بھی نیچے اتر گئے پھر وہ ہسپتال کی دوکانوں کی طرف بڑھے۔ باری باری برکت اور گل بابا نے سب کے ساتھ عروج کا تعارف کرایا پھر جنرل اسٹور کی ایک دوکان کے سامنے عروج رک گئی اور جنرل اسٹور کے مالک کو مخاطب کر کے کہنے لگی کیا آپ مجھے کاغذ قلم دیں گے میں آپ کو کچھ چیزیں لکھ کر دیتی ہوں آپ مجھے رقم بتائیے میں پیمنٹ کر دیتی ہوں آپ یہ ساری چیزیں ہسپتال میں پہنچا دیں۔ دوکاندار نے فوراً کاغذ اور قلم عروج کو تھما دیا تھا۔ عروج نے اس کاغذ پر جیم، جیلی، بسکٹ کے ڈبے اور دوسری بہت سی کھانے پینے کی اشیاء لکھ دی تھیں دوکاندار نے حساب کر کے عروج کو رقم بتا دی تھی اور عروج ادائیگی کر کے وہاں سے ہٹ گئی تھی۔ اتنی دیر تک برکت کی دوکان پر کام کرنے والا ایک ملازم بھاگا بھاگا وہاں آیا اس کے ہاتھ میں دستی اسپیکر اور پنسل سیل کے کچھ پیکٹ تھے۔ اسپیکر اور سیل اس ملازم نے برکت کو تھمائے اسپیکر کو دیکھتے ہوئے عروج چونک سی پڑی پھر وہ برکت کو مخاطب کر کے کہنے لگی برکت بھائی مجھے اسپیکر کے لئے گل بابا کو پیسے دینے تو یاد ہی نہیں رہے تھے۔ یہ اسپیکر آپ نے کہاں سے منگایا۔ اس پر برکت مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

ڈاکٹر بہن جس وقت آپ میرے گھر گئیں تھیں تو میں نے اسی وقت اپنے

ایک ملازم کو یہ اسپیکر لانے کے لئے بھیج دیا تھا اب آپ کو اسپیکر کے لئے ادائ
کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دراصل مجھے آج تک یہ خیال ہی نہیں گذرا تھا
گل بابا کے کام کے لئے اسپیکر بہت ضروری ہے اس اسپیکر کی ادائیگی میں
اپنے پاس سے کر دی ہے۔ آپ کو اس کی قیمت ادا نہیں کرنا پڑے گی۔ اور سا
ہی دیکھیں میں نے یہ سیلوں کے کتنے پیکٹ گل بابا کو منگوا دیئے ہیں جو ان
پاس کچھ عرصہ چل جائیں گے۔ وہ اسپیکر اور سیل برکت نے گل بابا کو تھما
اور کہا گل بابا آپ جہاں کہیں بھی تقریر کرتے ہیں اب آپ کو اس اسپیکر پر تق
کرتے ہوئے آسانی رہا کرے گی۔ اس سے آپ کی آواز دور دور تک پہنچے گی
پہلے کی نسبت زیادہ لوگ آپ کی باتوں سے مستفید ہو سکیں گے۔ گل بابا نے
اسپیکر اور سیل لے لئے برکت کا شکریہ ادا کیا پھر وہ کہنے لگا اچھا میرے بچو اب
میں اپنے کمرے کی طرف جاتا ہوں اس کے ساتھ ہی گل بابا وہاں سے چلے گئے
گل بابا کے جانے کے بعد برکت عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ڈاکٹر بہن آپ اب ہسپتال کی عمارت میں جائیں میں پہلے دکان کا حساب
کتاب کروں گا۔ شام بھی ہو رہی ہے۔ اس کے بعد مجھے لکشمی چوک کی طرف
جانا ہے۔ اس پر عروج آگے بڑھ کر اسپتال کی سمت گئی جہاں اسپتال کا صد
دروازہ تھا۔ جبکہ برکت اپنی سوزوکی لے کر اپنے گھر کی طرف چلا گیا تھا۔ صد
دروازے کے قریب آ کر عروج ٹھٹک کر رک سی گئی تھی۔ اس نے دیکھا ہسپتا
کے سامنے والے حصے پر آفاق نام لکھ چکا تھا۔ انگلش اور اردو دونوں میں اس
اسپتال کے فیس پر طاہرہ میموریل ہسپتال لکھ دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک صد
دروازے کے قریب کھڑے ہو کر عروج آفاق کے لکھے ہوئے نام کو ہلکی
مسکراہٹ میں دیکھتی رہی پھر وہ ہسپتال میں داخل ہوئی۔ اچانک عروج کی نگا
ریسپشن کی دیوار پر جم گئی تھیں۔ وہاں لکھا تھا۔ آپ دعا کریں ہم دوا کرتے
اللہ شفا دے گا۔ کچھ دیر تک عروج وہاں کھڑی ہو کر بڑے غور انہماک اور خو
کن انداز میں پڑھتی رہی پھر وہ نگاہیں ہٹا کر اس کمرے کی طرف دیکھتی رہ گئی تھی
جو ہسپتال میں اس کے لئے مخصوص تھا۔ اس کمرے کے دروازے کی اوپر والی
دیوار پر آفاق سیڑھی لگائے کچھ لکھ رہا تھا جبکہ برکت کا آدمی سیڑھی کو تھامے
ہوئے تھا۔ عروج بڑے شوق سے آگے بڑھی سیڑھی کے قریب جا کر وہ کھڑی ہو
گئی اور جو کچھ آفاق لکھ رہا تھا اسے بڑے غور سے دیکھنے لگی۔ عروج کے دیکھتے
ہی دیکھتے آفاق نے وہ لکھائی مکمل کر لی تھی۔ عروج کے اس دفتر کے سامنے والی
دیوار پر آفاق نے لکھا تھا "کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی"۔

لکھائی مکمل کر کے آفاق جب سیڑھی سے نیچے اترا تو عروج نے بڑے پیار
بڑی محبت میں اپنے بھائی کو مخاطب کر کے کہا آفاق بھائی آپ نے کمال کی لکھائی
کا مظاہرہ کیا ہے۔ میں آپ کا لکھا ہوا ہسپتال کا نام دیکھ چکی ہوں۔

بہت عمدہ اور انتہائی پیارا انداز ہے آپ کے لکھنے کا۔ اور یہ جو آپ نے
ریسپشن کی دیوار پر لکھا ہے کہ آپ دعا کریں ہم دوا کرتے ہیں اللہ شفا دے گا۔
یہ جملہ آپ نے کہاں سے لکھا اس پر آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

میں ایک بار کراچی گیا تھا کچھ عرصہ میں وہاں کام کرتا رہا ہوں۔ شاید میری
بہن صدف نے آپ کو بتایا ہو۔ وہاں مجھے ایک بار ایم اے جناح روڈ پر رمپا پلازہ
میں جانا ہوا وہاں ایک ڈاکٹر عبد الرزاق میمن بیٹھتے ہیں یہ جملے انھوں نے اپنے
کلینک کے باہر لکھے ہوئے ہیں بس وہی جملے میں نے آپ کے ہسپتال کے لئے
تحریر کر دیئے ہیں۔ عروج پھر بڑی محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ بس آپ
اپنا کام مکمل کر چکے ہیں۔ شام ہو گئی ہے۔ سردی بڑھ رہی ہے۔ اب ختم کیجئے۔
ہاتھ منہ دھوئیے۔ اس کے ساتھ ہی عروج نے برکت کے ملازم کو کہا۔ میرے
بھائی اب یہ سیڑھی لے جاؤ۔ جس مقصد کے لئے یہ سیڑھی منگوائی تھی وہ ہو چکا۔
برکت بھائی کا میری طرف سے شکریہ ادا کر دینا۔ اس کے ساتھ ہی برکت کا ملازم
سیڑھی اٹھا کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ عروج پھر آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی آفاق
بھائی میرے ساتھ آیئے۔ آفاق چپ چاپ عروج کے ساتھ ہو لیا تھا۔

دونوں بہن بھائی جب اسپتال کی پشتی گیلری میں آئے تو وہاں صدف ا
فرج کے پاس کھڑی تھی جو عروج ہسپتال کے دیگر سامان کے ساتھ خرید کر
تھی۔ عروج اور آفاق دونوں جب اس کے قریب آئے تو صدف فوراً بولی
عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ڈاکٹر بہن میری تو اب نظر پڑی کہ یہ دونوں ف
آپ نے برآمدے میں رکھ کر آن کئے ہوئے ہیں۔ میں سمجھی نہیں کہ یہ دو
فریج اکٹھے آپ نے یہاں کیوں رکھ دئے ہیں۔اس پر عروج مسکراتے ہوئے
لگی صدف میری بہن یہ فریج آج کی رات یہیں لگے رہیں گے تا کہ ان
زہریلی گیس نکل جائے کل سے ایک فریج آفاق کے کمرے میں رکھ دیا جائے
اور ایک ہم تینوں بہنوں کے کمرے میں رہے گا اور جب ان کی ہسپتال
ضرورت محسوس ہو گی انھیں اسپتال میں شفٹ کر دیا جائے گا عروج کا جواب
کر شاید صدف مطمئن ہو گئی تھی پھر وہ آفاق کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی
میرے بھائی کیا تم اپنا کام ختم کر چکے ہو اس پر آفاق کہنے لگا ہاں سسٹر میں
لکھائی کا کام تو ختم کر دیا ہے اب آج رات سے انشاء اللہ میں ڈاکٹر بہن کے
سیزیاں بنانے کا کام بھی شروع کردوں گا اس کے ساتھ ہی آفاق رنگوں کی
کلر پلیٹ اور برش اٹھائے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا عین اس وقت جنرل اسٹور
مالک وہ سامان اٹھائے وہاں آگیا جس کی ادائیگی عروج کر آئی تھی وہ سارا
عروج نے اپنے کمرے میں رکھوا دیا اور اسٹور کا مالک وہاں سے چلا گیا تھا کمرے
میں داخل ہو کر صدف نے اس سارے سامان کا جائزہ لیا پھر وہ استفہامیہ
انداز میں عروج کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

ڈاکٹر بہن یہ اتنا ڈھیر سارا سامان آپ کاہے کو خرید لائی ہیں اس پر
مسکراتے ہوئے کہنے لگی کاہے کو سے آپ کا کیا مطلب ہے میری بہن یہ
ضروری سامان ہے اور ہم تینوں بہنوں کی روز مرہ کی زندگی میں کام آنے والا
اس پر تعجب اور پریشانی کا اظہار کرنے کی کون سی بات ہے عروج کا یہ جواب
کر صدف خاموش ہو گئی تھی پھر دونوں بہنیں کمرے میں منی کے پاس بیٹھ کر
آپس میں گفتگو کرنے لگیں تھیں۔

آفاق نے اپنے کمرے میں داخل ہو کر ایک اسکرین اسٹینڈ پر فٹ کی تھی
رنگوں کی پلیٹ اسٹینڈ پر جمائی تھی پھر وہ مختلف رنگوں کا انتخاب کرنے کے بعد
برش بھی اپنی اپنی جگہ پر جمانے لگا تھا شاید وہ اسپتال ہی کے لیے کسی سیزی کے
بنانے کی ابتداء کرنے والا تھا کہ اسی لمحہ خوبصورت اور پرکشش سندس اس کے
کمرے میں داخل ہوئی اس کے آنے پر آفاق تھوڑا سا ٹھٹکا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ
سندس اس کے پہلو میں آ کر کھڑی ہوئی پھر وہ اپنی آواز میں اپنے جسم کی پوری
مٹھاس اور شیرینی بھرتی ہوئی آفاق کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی سنو آفاق میں نے
آج تک تم سے کچھ نہیں مانگا تم سے کوئی فرمائش نہیں کی اگر میں آج تم سے
ایک کام کہوں تو میری خاطر کرو گے اس پر آفاق لاپرواہی کے سے انداز میں
کندھے اچکاتے ہوئے کہنے لگا اگر وہ کام میرے کرنے کا ہوا تو تمہاری خاطر کر
گذروں گا سندس اپنی آواز میں زور پیدا کرتے ہوئے کہنے لگی یوں نہیں پہلے
آپ وعدہ کریں کہ آپ انکار نہیں کریں گے اس پر آفاق کہنے لگا میں کہہ چکا
ہوں کہ اگر میرے بس کی ہوئی تو تمہاری بات ضرور مانوں گا ورنہ صاف انکار کر
دوں گا پر تم کہو تو کیا کہنا چاہتی ہو ہو سکتا ہے تمہارا کام ہو ہی جائے اس پر
سندس نے تھوڑی دیر کچھ سوچا پھر وہ کہنے لگی۔

سنیے آفاق کل جمعہ ہے آپ کو کہیں بھی جانا نہ ہو گا آپ کی چھٹی ہے میری
سہیلی فائزہ جو اپنی کار لے کر آئی ہے یہ کل بھی سارا دن میرے ساتھ رہے گی
میں چاہتی ہوں کہ آپ ہمارے ساتھ کل آؤٹنگ پر چلنے سارا دن گھومیں گے شہر
کے مختلف پارکوں کا چکر لگائیں گے اور بس واپس لوٹ آئیں گے یہاں تک کہنے
کے بعد سندس جب خاموش ہوئی تو آفاق نے تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اس
کی طرف دیکھا پھر وہ دھیمی آواز میں کہنے لگا۔

سنو محترمہ میں دو جوان بہنوں کا بھائی ہوں اور تم جانتی ہو کہ ہم بہن بھائی بڑی مشکل سے گذر بسر کرتے ہیں اگر میں یوں تمہارے ساتھ گھومنے نکل جاؤں تو ذرا یہ تو خیال کرو میری بہنیں اس سلسلے میں میرے متعلق کیا سوچیں گی میں انھیں کوئی غلط تاثر نہیں دینا چاہتا اور نہ ہی اپنی ذات کو اپنی دونوں بہنوں کی نگاہوں میں پست اور ذلیل کروانا چاہتا ہوں اس پر سندس پھر چہکنے کے سے انداز میں بولی اور پوچھنے لگی۔

اور سنو آفاق اگر میں صدف باجی منی اور ڈاکٹر عروج کو بھی اپنے ساتھ جانے پر آمادہ کر لوں تو پھر آپ کا کیا خیال ہو گا اس پر آفاق خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا ہاں اگر میری دونوں بہنیں بھی ساتھ چلی چلیں ڈاکٹر باجی بھی ہمارے ساتھ ہوں تو پھر میں ضرور چلوں گا تم جہاں چاہو گی میں تمہارے ساتھ چلوں گا جہاں لے کے جاؤ گی انکار نہیں کروں گا آفاق کا یہ جواب سن کر حسین سندس ایک طرح سے خوشی میں جھوم اٹھی تھی پھر وہ جوش جذبات میں آفاق کا بازو پکڑ کر زور سے ہلا کر کہنے لگی سنیئے آفاق میں ابھی صدف اور ڈاکٹر باجی کی طرف جاتی ہوں اور اس سلسلے میں ان سے بات کرتی ہوں مجھے امید ہے کہ وہ میرا کہا مان جائیں گے بہرحال آپ کل صبح ہمارے ساتھ پکنک پر جانے کے لیے تیار رہیے گا اس لیے کہ مجھے امید ہے کہ صدف باجی میرا کہا نہیں ٹالیں گی اس پر آفاق اپنے برشوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہنے لگا اچھا تم جاؤ باجی کے پاس پہلے ان سے بات کرو پھر آ کے مجھے ان کے آخری فیصلے سے آگاہ کرنا اس پر سندس پھر بولی اور کہنے لگی میرا ایک کام تو ہو گیا مجھے آپ سے ایک اور کام بھی ہے اس پر آفاق نے غور سے سندس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا دوسرا کام کون سا ہے اس پر سندس پھر بولی اور کہنے لگی۔

دیکھیے آفاق میں آج بازار سے صندل کی ایک خاصی بڑی لکڑی لے کر آئی ہوں وہ لکڑی ابھی میں آپ کے حوالے کرتی ہوں میری آپ سے فرمائش ہے کہ اس لکڑی سے آپ اس لڑکی کا مجھے مجسمہ بنا کے دیں جسے آپ اپنی روح اپنے دل اور اپنی جان سے پسند کرتے ہوں اس کے ساتھ ہی سندس بھاگتی ہوئی اس کمرے سے نکل گئی تھی تھوڑی دیر تک وہ لوٹی اس کے ہاتھ میں صندل کی لکڑی تھی جس کی وجہ سے کمرے میں چاروں طرف خوشبو پھیل گئی تھی صندل کی وہ لکڑی سندس نے آفاق کے سامنے رکھ دی پھر وہ کچھ کہے بغیر بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی آفاق نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا پھر وہ اپنے کام میں لگ گیا تھا۔

صدف عروج اور منی اپنے کمرے میں بیٹھیں باتیں کر رہی تھیں کہ سندس تیزی سے اس کمرے میں داخل ہوئی وہ عروج کے سامنے بیٹھ گئی پھر وہ صدف کو مخاطب کر کے کہنے لگی صدف باجی میں ابھی ابھی آفاق سے بات کر کے آ رہی ہوں میں اور میری سہیلی فائزہ کل پکنک کا پروگرام بنا رہے ہیں کل جمعہ ہے سب کی چھٹی ہے اس لیے میں چاہتی ہوں کہ کل کا دن آؤٹنگ میں گذاریں صدف باجی میں چاہتی ہوں کہ آپ اور منی بھی ہمارے ساتھ چلیں عروج باجی سے بھی میری گذارش ہے کہ وہ بھی ہمارا ساتھ دیں اس لیے کہ میں نے آفاق سے جب جانے کے لیے کہا تو انھوں نے صاف انکار کر دیا میں نے جب ان سے کہا کہ اگر صدف منی اور عروج باجی بھی ہمارے ساتھ جائیں تو پھر آپ کا کیا خیال ہے اس پر وہ کہنے لگے کہ اگر میری بہنیں میرے ساتھ چلیں تو پھر میں ضرور چلوں گا ورنہ میں اکیلا تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا اس لیے میری آپ سے التماس ہے کہ آپ ضرور ہمارے ساتھ کل چلیں اگر آپ نہ گئیں تو آفاق بھی ہمارے ساتھ جانے سے انکار کر دے گا یہاں تک کہنے کے بعد سندس جب رکی تو صدف سے پہلے ہی عروج بولی اور کہنے لگی۔

سنو سندس اگر ایسا ہے تو پھر میرا پروگرام سنو کل جمعہ ہے ہم سب آؤٹنگ کے لیے جائیں گے صدف باجی اور منی بھی ہمارے ساتھ جائیں گی ماموں اور

آصف بھائی کو بھی ہم اپنے ساتھ لے کر جائیں گے پہلے یہ کہو کہ تمھارا پروگرام
کیا ہے اس پر سندس بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

دیکھئے ڈاکٹر بہن کل صبح ہی گھر سے نکلیں گے پہلے شالیمار باغ جائیں گے
وہاں کل ایک فنکشن بھی ہے بڑا مزہ رہے گا وہاں سے نکل کر سیدھے گلشن اقبال
پارک جائیں گے دوپہر کو وہاں سے نکل کر ریس کورس پارک میں آئیں گے
پارک ویو ہوٹل میں کھانا کھائیں گے شام سے پہلے تک اسی پارک میں گھومیں
اس پارک میں شاید آپ جانتی ہوں گی کہ مصنوعی جھیلیں ہیں ان کے
کشتیاں بھی ملتی ہیں پیڈل والی بھی اور انجن والی بھی وہاں انجوائے کریں گے
پارک کے اندر مصنوعی پہاڑیاں بھی بنی ہوئی ہیں۔وہ بھی انجوامنٹ کا ایک
ہیں اس کے علاوہ وہاں سواری کے لیے کرائے پر گھوڑے بھی ملتے ہیں شام
وہاں انجوائے کریں گے شام کو الحمرا جائیں گے آج کل وہاں بہت اچھے
ڈرامے لگے ہوئے ہیں کوئی ڈرامہ دیکھیں گے پھر واپس لوٹ آئیں گے
عروج بولی اور کہنے لگی۔

سنو سندس مجھے تمھارے اس پروگرام سے اتفاق نہیں ہے اس پر
چہکنے کے انداز میں کہنے لگی اگر آپ کو میرا پروگرام پسند نہیں تو آپ کہئے
چاہتی ہیں اس پر عروج بولی اور کہنے لگی دیکھو صبح ناشتہ کرنے کے بعد ذرا
کے ساتھ گھر سے نکلیں گے پہلے گلشن اقبال چلیں گے دوپہر وہیں رہیں گے
کو پیرل کونٹیننٹل ہوٹل آئیں گے وہاں بوفے کھائیں گے وہاں سے نکل کر
کورس پارک میں جائیں گے وہاں شام تک انجوائے کریں گے پارک میں
پھریں گے بھی کشتیوں میں بھی بیٹھیں گے گھوڑوں پر ریس بھی لگائیں گے
سے پہلے پہلے الحمرا جانے کے بجائے گھر لوٹ آئیں گے شام کو کوئی اچھی
مووی لے کر آئیں گے اور سب بیٹھ کے دیکھیں گے الحمرا جانے کا پروگرام
کر دیں گے عروج کا یہ پروگرام سن کر سندس نے فوراً ہاں میں ہاں ملا دی

ہی ڈاکٹر بہن مجھے آپ کا پروگرام منظور ہے اب میں جا کر اس سلسلے میں اپنی
سہیلی فائزہ سے بات کرتی ہوں بہرحال آپ کل صبح جانے کے لیے تیار رہئے گا
اس کے ساتھ ہی سندس وہاں سے اٹھ کر آفاق کے کمرے میں آئی آفاق اسے
دیکھ کر چونکا اور پوچھنے لگا ہاں اب کیا بات ہے اس پر سندس مسکراتے ہوئے کہنے
لگی۔

جناب مصور صاحب گذارش ہے کہ صدف عروج باجی اور منی پکنک پر
جانے کے لیے آمادہ ہیں لیکن یہ پروگرام ڈاکٹر باجی نے خود ہی طے کیا ہے ماموں
اور آصف بھائی کو بھی ساتھ لے جایا جا رہا ہے لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ
حضور کل صبح آپ میرے ساتھ پکنک پر جانے کے لئے تیار رہئے گا اس کے
ساتھ ہی سندس جس طرح آندھی کی طرح کمرے میں داخل ہوئی تھی ویسے ہی وہ
طوفان کی طرح نکل گئی تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد برکت اپنی سوزوکی لے کر اسپتال کے احاطے میں داخل
ہوا پھر وہ سوزوکی سے اترا اور اس کمرے میں داخل ہوا جس میں عروج صدف
سندس منی بیٹھی آپس میں باتیں کر رہی تھیں دروازے پر آکر برکت کھنکھارتے
ہوئے بلند آواز میں کہنے لگا سنو میری عزیز بہنو میں تمھارے لیے سامان لے کر
آیا ہوں چوکیدار سے میں نے کہہ دیا ہے کہ وہ سامان اٹھا کر ڈاکٹر بہن کے کمرے
میں رکھے اب بتائیں سامان آپ کہاں رکھوانا چاہتی ہیں اس پر عروج نے خوشی کا
اظہار کرتے ہوئے کہا برکت بھائی سامان ہمارے کمرے کے باورچی خانے میں
رکھوائیے اس سامان کی تو ہمیں سخت ضرورت ہے چونکہ شام ہو رہی ہے اور ہم
سب بہنوں نے مل کر کھانے پکانے کا بھی کچھ کرنا ہے برکت نے آواز دے کر
چوکیدار کو فوراً سامان وہیں لانے کو کہا اس پر دونوں چوکیدار حرکت میں آئے بڑی
گاڑی سے سوزوکی سے سامان نکال کر انھوں نے اس کمرے کے باورچی خانے میں
لا رکھ دیا تھا پھر وہ چلے گئے تھے برکت نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ رقم نکالی

اور عروج کے سامنے رکھتے ہوئے کہا ڈاکٹر بہن جو آپ نے مجھے رقم دی تھی
میں سے یہ پیسے آپ کے بچ گئے ہیں اور جو سامان آپ نے مجھے بتایا تھا وہ
میں نے آپ کے باورچی خانے میں رکھوا دیا ہے آپ اٹھ کر سامان کا جائزہ
لیں اس پر عروج اٹھی اور سامان کا جائزہ لینے لگی تھی صدف اور منی بھی باورچی
خانے میں جا کر سامان دیکھنے لگیں تھیں اس پر صدف نے اعتراض کرنے
سے انداز میں عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر بہن یہ ڈھیر سارا سامان آپ نے کیوں منگوا لیا یہ تو میں سمجھتی
پورے مہینے کا خرچہ ہی آپ نے ڈلوا دیا اس پر عروج فوراً بولی اور اپنی بڑی
صدف کو مخاطب کر کے کہنے لگی سسٹر کمال ہے بہن بھی کہتی ہیں اور سامان
پر اعتراض بھی کرتی ہیں کبھی بہنیں بھی بہنوں کے خلاف اعتراض کرتی ہیں
میں آپ کی بہن ہوں تو جو میں اپنی مرضی اپنی خواہش سے کرنا چاہتی ہوں وہ
آپ کیوں نہیں کرنے دیتیں ایسا کرنے میں میری خوشی میرا سکون ہے صدف
منی دونوں بہنیں بے چاری عروج کو کوئی جواب نہ دے سکی تھیں پھر وہ تینوں
پہلے کی طرح اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئیں تھیں اس پر برکت پھر بولا اور
لگا۔

دیکھو میری بہنو میں ذرا لکشمی تک جا رہا ہوں تم تینوں بہنوں کو کوئی
منگوانی ہو تو کہو میں آتی دفعہ لیتا آؤں گا اس پر عروج بولی اور کہنے لگی برکت
آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے یہ سامان پہنچا دیا فی الحال تو ہمیں کچھ نہیں
بہرحال میں آپ سے یہ کہوں کہ مجھے آپ جیسے بھائی پر فخر ہے آپ جیسے
مجھے مان ہے قسم خدا کی برکت بھائی یہ آپ کے منہ کی تعریف نہیں میں نے
کم لوگ دیکھے ہیں جو آپ جیسا اخلاق یا رویہ رکھتے ہوں لوگ بھلے آپ کو
کا مانا ہوا بدمعاش اور قاتل سمجھتے رہیں لیکن برکت بھائی آپ ہم تینوں بہنوں
عزیز ترین بھائی ہیں جس پر ہم ہر برے وقت میں بھروسا اور ہر ضرورت کے

انحصار کر سکتے ہیں اس پر برکت چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا میری بہنو کبھی موقع
آیا تو آزما دیکھنا برکت تم تینوں بہنوں کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر دے
گا سنو میری عزیز بہنو برکت نے اونچ نیچ خوشی غم سب کچھ دیکھا ہوا ہے میں
رشتوں ضابطوں اور انسانیت کی قدر کرنے والا انسان ہوں میری بہنوں یہ پیسہ آنی
جانی شے ہے یہ جو مال ہمارے پاس آتا ہے کل کسی اور کے پاس تھا آج ہمارے
پاس ہے اور آنے والے کل کو کہیں اور چلا جائے گا بس انسان کا اخلاق اور اس
کی سیرت ہی باقی رہتی ہے اس کے ساتھ ہی برکت مڑا اپنی سوزوکی میں بیٹھا پھر وہ
اسپتال کی عمارت سے نکل گیا تھا جب کہ صدف عروج اور منی مل کر شام کا کھانا
تیار کرنے میں لگ گئیں تھیں۔

برکت نے اپنی گاڑی لکشمی چوک کے ایک ہوٹل کے سامنے پارک کی تھی
شاید وہ وہاں سے کھانا کھانا چاہتا تھا گاڑی سے اتر کر ابھی وہ دروازہ بند ہی کرنا
چاہتا تھا کہ ایک لڑکی بھاگی بھاگی اور بدحواسی میں اس کے قریب آئی پھر وہ خوب
اونچی اور بلند آواز میں برکت کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی بھائی آپ کہاں رہ گئے
تھے میں تو کافی دیر سے آپ کو تلاش کر رہی ہوں اس لڑکی کی یہ گفتگو سن کر
برکت دنگ رہ گیا تھا اور اس کے چہرے پر غصہ اور غضبناکی کی سلوٹیں گہری
ہونے لگیں تھیں پر وہ آنے والی معصوم و نوخیز لڑکی پھر بولی اور برکت کو مخاطب
کر کے اور ساتھ ہی اس کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہنے لگی۔

میں نہیں جانتی آپ کون ہیں کہاں رہتے ہیں میں غربت اور حالات کے جبر
کی ماری ہوئی ایک لڑکی ہوں۔ سڑکوں پر ماری ماری پھرتی ہوں۔ بھیک مانگتی ہوں
یہ میری مجبوری ہے۔ کچھ بدمعاش اور غنڈے میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں مجھے
بے آبرو کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ پولیس والے بھی ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ وہ
میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ خدا کے لئے ان سے مجھے بچاؤ۔ میں ایک بیوہ
غریب اور کچلی مسلی ماں کی بیٹی ہوں مجھے ان کے ہاتھوں برباد نہ ہونے دو۔

اس لڑکی کی یہ گفتگو سن کر برکت کی حالت بالکل بدل گئی تھی جہاں تھوڑی دیر پہلے اس کے چہرے پر غضبناکی کے تاثرات پیدا ہوئے تھے وہاں اب دور دور تک شفقت اور نرمی پھیل گئی تھی۔ اس نے اندازہ لگایا کہ جس انداز میں اس لڑکی نے اس سے گفتگو کی تھی اس کے انداز اور اس کی آواز کے لوچ نے ایک سماں باندھ دیا تھا جیسے کسی نے کسی کی بصارت رہن رکھ کر اس کی سماعت کے پردے پر شہد گھول دیا ہو۔ برکت نے اس لڑکی کا جائزہ لیا۔ وہ بیچاری کاسہ خوشبو کی طرح معصوم اور کورے کاغذ کی پہلی لکیر کی طرح خوش طبع دکھائی دیتی تھی۔ تاہم اس کے لباس اور اس کی حالت سے لگتا تھا کہ جیسے وہ بیچاری نظروں کی دہلیز پر بے موسموں کی صلیب کا شکار ہو کر رہ گئی ہو۔ اور اس کی اپنی سوچوں نے اسے دن کی سوچوں کا اسیر بنا کر رکھ دیا ہو۔ اپنی بات ختم کرنے کے بعد وہ لڑکی بیچاری تیز کے کتبے کی روایات' ریت پر پڑی خالی سیپیوں' دشت ہجراں کے راستوں' یا امیدوں کی راکھ اور مٹھی میں بند ارادوں کی طرح برکت کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ برکت کو خاموش دیکھ کر وہ زرتار زرتار روشنی جیسی لڑکی دھواں دھواں حسرتوں کی شام حیات کی ملگجی اداسی کی طرح پھر حرکت میں آئی اور برکت سے پوچھنے لگی۔

کیا تم میرا پیچھا کرنے والے ان بدمعاشوں سے مجھے پناہ دے سکتے ہو۔

اس لڑکی کی اس گفتگو پر برکت چونکا اس نے اندازہ لگایا کہ اس لڑکی کی آواز اور اس کے لہجہ میں نادیدہ تتلیوں کی تلاش میں سرگرداں رہنے والے بچوں کی سی معصومیت تھی۔ برکت کو وہ لڑکی لمس طہارت میں قرار کی موج اور آلودہ احساس میں موج شفاف کی طرح لگی تھی۔ اس کا دائم نورانی سرشار اور گفتگو کرنے کا خوبصورت لہجہ جذبوں کی بنیاد پر لمحوں کے جشن جیسا تھا پھر وہ اس لڑکی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دیکھ میں نہیں جانتا تو کون ہے کہاں رہتی پر تو مجھے بھائی کہہ کر پکار چکی ہے دیکھنا میں بھائی کے اس رشتے کی لاج کیسے رکھتا ہوں۔ میں تجھے ان تعاقب کرنے والے بدمعاشوں اوباشوں اور آوارہ بدکرداروں

کے ہاتھ نہیں لگنے دوں گا۔ تیری حفاظت کروں گا میری بہن' برکت کو روپوش ہو جانا پڑا اس لئے کہ تعاقب کرنے والے بدمعاش بھی وہاں پہنچ گئے تھے وہ تعداد میں چار تھے۔ ان کے وہاں پہنچنے سے اس لڑکی کا جسم خوف اور دہشت سے تھر تھر کانپنے اور کپکپانے لگا تھا تاہم برکت کے الفاظ نے اس کے پردے پر گہری لمبی رات اور جنگل کے سے سناٹے میں نخل ثمردار جیسے کچھ جذبے پیدا کر دئیے تھے۔ ان بدمعاشوں کو بالکل اپنے پیچھے کھڑا دیکھ کر اس لڑکی کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی۔ وہ بیچاری فوراً حرکت میں آئی اور برکت کے پیچھے جا کھڑی ہوئی اس کا جسم ابھی تک کپکپا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر سردی کے باوجود پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔ بالکل اس فاختہ کی طرح جو کوؤں کی یلغار میں ٹہنی کے بے روح سینے کی طرح بے کل من اور تپتے تن کی کٹھنائیوں کا شکار ہو کر رہ گئی ہو۔ برکت کے پیچھے کھڑے ہو کر وہ بیچاری صدیوں کی بوسیدہ وراثت خونبہا کی راتوں میں موج سراب کی طرح ان بدمعاشوں کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ قبل اس کے کہ برکت ان تعاقب میں آنے والوں سے کچھ کہتا ان میں سے خود ایک بول پڑا۔ اور برکت کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

یہ لڑکی جسے تم نے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا ہے تمہاری کیا لگتی ہے۔ اس اوباش کے اس سوال پر غصے میں برکت کا چہرہ لال سرخ ہو گیا تھا تاہم اس نے اپنے آپ کو کسی قدر سنبھالا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھو بھائیو کراچی سے لے کر پشاور اور کوئٹہ سے لے کر گلگت کے دور دراز علاقوں تک ہر عورت اپنی لا ہے بہن ہے بیٹی ہے اب تم کہو تم سب اس لڑکی کے ساتھ جو میری پشت پر لئے کھڑی ہے کون سا رشتہ قائم کرنا چاہتے ہو۔ اس پر وہی پہلے والا اوباش بولا اور برکت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ بکو مت اپنی اس گاڑی کے برتے پر ہم سے ٹکرانے کی کوشش مت کرنا۔ یہاں سے دفعان ہو جاؤ اس لڑکی کو ہم جانتے ہیں۔ ہم جانتے نہیں خوب اچھی طرح پہچانتے بھی ہیں۔ یہ مانگنے والی ہے کسی سے

اس کا کوئی رشتہ نہیں اور ایسی لڑکیاں بھیک مانگنے کی آڑ میں جو پیشہ کرتی ہیں ہم بھی جانتے ہیں اور اس سے تم بھی بخوبی آگاہ ہو گے۔ ان بدقوارہ لوگوں کے الفاظ سن کر برکت کے چہرے پر غضبناکیاں رقص کر گئیں تھیں۔ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ پڑی تھیں۔ لگتا تھا لکشمی چوک کی ان جگمگاتی روشنیوں میں برکت برکت نہ رہا تھا۔ رنگو بدمعاش بن گیا تھا۔ پھر اس نے ایک بار اپنے سامنے کھڑے ان سارے بدمعاشوں کا جائزہ لیا۔ اور اس بار وہ اپنی آواز میں ایک طرح کا بھیانک پن پیدا کرتے ہوئے انھیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو شہر کی بہو بیٹیوں کا تعاقب کرنے والو' دوشیزاؤں کے شانوں سے شانے مار کر چلنے والو' شیشے کو میلی آنکھ سے دیکھنے والو' گھر کی آب کو گندہ اور سر بے روا کرنے والو' چہرے کی مقدس ضیاء رشتوں کی حرمت کو پامال کرنے والو' بے ساعت خوابوں کے خمار میں اور رگوں کے مچلتے لہو میں شرارے بھرنے والو' تمہی لوگ ہو جو معاشرے کی بلندیوں کشادگی میں طویل تاریک سرد پستیاں بھرتے ہو۔ تمہی وہ لوگ ہو جو آسمان کی فرازیوں جیسی بہنوں اور بیٹیوں کو خلاؤں کے خاموش مہیب سرد اندھیرے میں جھونک دیتے ہو۔ تمہی وہ لوگ ہو جو زمین کی سوندھی خوشبو چھینتے ہو اور فضا کے گیت پامال کرتے ہو۔ کنجو خورو' مت اس غلط فہمی میں رہنا کہ یہ لڑکی تنہا ہے اور تم اس کا پیچھا کر کے اپنی مرضی اور اپنی من مانی کر سکو گے۔ یہ لڑکی خواہ یہ بھیک ہی مانگنے والی کیوں نہ ہو ہمارے معاشرہ کا ایک حصہ ہے ہماری سوسائٹی کی ایک اکائی ہے۔ اس اکائی کی حفاظت ہم سب کا فرض عین ہے۔ تم میں سے جو بھی یہ زعم اور گھمنڈ رکھتا ہو کہ وہ اس لڑکی کو مجھ سے چھین لے جائے گا وہ ذرا آگے بڑھ کر اس کو ہاتھ تو لگا کے دیکھے اس پر ایک بدمعاش حرکت میں آیا آگے بڑھا برکت کے شانے کو زور سے دھکا دیتے ہوئے اس نے برکت کو پیچھے ہٹایا اور وہ برکت کے پیچھے کھڑی لڑکی کی طرف بڑھا لیکن اس کے ایسا کرنے سے ایک طوفانی انقلاب اٹھ کھڑا ہوا تھا اس لیے کہ عین اسی لمحہ برکت نے اپنی شرٹ کے نیچے ہاتھ ڈالا تھا شاید اس نے اپنی پتلون پر جو بیلٹ باندھ رکھی تھی وہ بیلٹ کھولنے لگا تھا لیکن جونہی اس نے اپنا ہاتھ باہر نکالا اس کے ہاتھ میں چمڑے کی ایک ایسی پٹی تھی جس کے اوپر ایک موٹی اور بھاری زنجیر لگی ہوئی تھی پھر طوفانی اور مشینی انداز میں برکت حرکت میں آیا اور وہ لوہے کی زنجیر گھما گھما کر اس نے بڑی تیزی کے ساتھ ان بدمعاشوں کے شانوں اور ان کی پیٹھوں اور سروں پر مارنی شروع کر دی تھی۔

وہ بدمعاش بھی رنگو کے سامنے جم گئے تھے اور بڑے ماہرانہ انداز میں وہ بھی اپنی ضربوں سے برکت کے جسم کو نشانہ بنانے لگے تھے برکت اپنے آپ کو بچانے کے ساتھ ساتھ ان پر اپنی لوہے کی اس زنجیر کے خطرناک وار کرنے لگا تھا ان میں سے دو بدمعاشوں کی پیشانیاں زنجیر لگنے سے پھٹ بھی گئی تھیں اور ان سے خون بہنے لگا تھا تاہم وہ اور زیادہ سیخ پا ہو کر برکت کے سامنے جمنے کی کوشش کرنے لگے تھے عین اسی موقع پر ایک اور جوان بھاگتا ہوا آیا اور بڑی رازداری سے ان سارے بدمعاشوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

نامرادو اس شخص سے ٹکرا کر کیوں اپنی موت کو دعوت دیتے ہو جس سے تم جھگڑا کر رہے ہو جانتے ہو یہ کون ہے یہ رنگو بدمعاش ہے کسی نہ کسی طرح اس سے اپنی جان چھڑاؤ ورنہ جان سے مار ڈالے گا رنگو کا نام سنتے ہی ان سارے بدمعاشوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں تھیں انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بس وہاں سے وہ فوراً بھاگ لیے تھے برکت نے لوہے کی زنجیر لگی وہ چمڑے کی پٹی دوبارہ اپنی پتلون پر باندھ لی تھی پھر وہ ابھی تک اپنے پیچھے کھڑی لڑکی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ میری عزیز بہن میں جانتا ہوں تو ایک مانگنے والی ہے لیکن عورت یا لڑکی مانگنے والی ہو یا صاحب ثروت ہو وہ اس ملک کی آبرو ہے اس وطن عزیز کی عزت

اور ناموس ہے دیکھ میری بہن تیرا کیا نام ہے اس پر وہ لڑکی بڑی ممنونیت
برکت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی بھائی میرے! نام تو میرا طیبہ ہے لیکن
معاشرہ عورت کی پاکیزگی کو پاکیزگی نہیں رہنے دیتا برکت نے فوراً جیب میں
ڈالا سو روپے کا ایک کڑکڑا نوٹ اس نے لڑکی کو تھماتے ہوئے کہا دیکھ میری
تو فی الحال یہ رکھ لے پھر برکت نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اس لڑکی کو مخاطب
کر کے کہنے لگا تو میرے آنے تک گاڑی میں بیٹھ دیکھ جانا نہیں میرا انتظار کرنا میں
دونوں کے لیے کھانا لے کر آتا ہوں دیکھ میری بہن میرا انتظار کرنا میرے
تک جانا نہیں اس کے ساتھ ہی وہ لڑکی حرکت میں آئی گاڑی میں بیٹھ گئی برکت
نے گاڑی کا دروازہ بند کر دیا پھر وہ بھاگتا ہوا سڑک کے اس پار ہوٹل کی طرف
گیا تھا۔

برکت تیزی سے ہوٹل کے کاؤنٹر پر مالک کے پاس آیا مالک شاید اس کی
حیثیت سے برکت کو جاننے والا تھا اس لیے کہ جونہی برکت کاؤنٹر کے پاس
مالک کاؤنٹر سے اٹھ کھڑا ہوا برکت کو اس نے سلام کیا برکت نے بڑی جلدی
اسے مخاطب کر کے کہا دیکھ بھائی میرے میرے پاس وقت نہیں ہے میں
جلدی میں ہوں دو مرغی کڑاہی گوشت اور دس گرم گرم روٹیاں پیک کر دو
جلدی اور فوراً میں نے جانا ہے اس پر ہوٹل کا مالک فوراً حرکت میں آیا برکت
بیٹھنے کے لیے کرسی اس نے پیش کی اور خود وہ اس کے لیے دو مرغی اور کڑاہی
گوشت تیار کرنے لگا تھا جب گوشت تیار ہو چکا تو کرسی پر بیٹھے ہی بیٹھے برکت
نے ہوٹل کے مالک کو مخاطب کر کے کہا میرا سامان پیک کر دو اور ساتھ میں
اور سلاد بھی خوب دبا کے رکھ دینا ہوٹل کے مالک نے مسکراتے ہوئے اثبات میں
سرہلایا پھر وہ پیک کیا ہوا سامان برکت کے پاس لایا تو برکت نے فوراً پے منٹ
اور اپنا سامان لے کر وہ ہوٹل سے نکل گیا تھا۔

برکت سڑک پار کر کے جب اپنی گاڑی کے پاس آیا تو دنگ رہ گیا گاڑی کا
دروازہ تو بند تھا لیکن طیبہ نام کی وہ لڑکی جسے برکت نے ان بدمعاشوں سے اور
غنڈوں سے بچایا تھا وہ وہاں نہیں تھی دروازہ کھول کر اس نے ساری گاڑی کا
جائزہ لیا لڑکی اندر نہ تھی برکت نے ادھر ادھر جائزہ لیا کہ شاید وہ گاڑی سے باہر
نکل کر کھڑی ہو لیکن وہ دور یا نزدیک کہیں اسے دکھائی نہ دی آخر اس نے ہاتھ
میں پکڑا ہوا گوشت اور روٹیوں کا پارسل سیٹ پر رکھ دیا اور گاڑی کا دروازہ پکڑ کر
وہ سوچنے لگا۔

اس لڑکی کے وہاں نہ ملنے سے برکت نقوش منزل میں اداس یادوں کی طرح
بکھرا بکھرا قربتوں کی دلنشیں ساعتوں میں مسافتوں کے زہریلے لمحوں کی طرح
ویران ویران فراز آدمیت اور وفاؤں کے علم میں سولیوں کے سایوں کی طرح اجڑا
اجڑا ہو کر رہ گیا تھا اس کے چہرے اس کی آنکھوں اس کے انداز سے یوں لگتا تھا
جیسے دنیا بھر کے چاہتوں کے رنگوں میں کسی نے دل آساساعتیں نالہ آہ وبقا گریہ
شبنم سعی رائیگاں اور قصہ الم بھر کر رکھ دیئے ہوں تھوڑی دیر تک برکت گاڑی کا
دروازہ پکڑے یادوں کے شہر کے بند در اور بے تعبیر سپنوں کی طرح الجھا الجھا سا
کھڑا رہا چلمن گراتی شام اب گہری ہوتی جارہی تھی وقت کی ریت کو مٹھی میں بند
کر دینے والے شب کے لمحے دراز ہوتے ہوئے لگے تھے برکت کے تفکرات اور
سوچوں کا سلسلہ بھی بکھرتا جارہا تھا اس کے لب سوختہ پر بے رنگ بے جان سی
مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ اسی طیبہ نام کی لڑکی کو غائبانہ انداز میں مخاطب کر
کے کہنے لگا۔

دیکھ میری بہن تو نے کم از کم میرا انتظار تو کیا ہوتا تو نے شاید مجھے بھی
اوباشوں جیسا سمجھا جنھوں نے تیرا تعاقب کیا دیکھ سجیلے چہروں کے اس شہر کی
ٹھنڈی چاندنی کی کومل کرنوں میں تمھارا چہرہ مجھے شناسا اجنبی لگتا تھا دیکھ میری بہن
میں نہیں جانتا تو سیج سجاتی چاندنی کی کرنوں کی طرح نجانے کس نگر سے نکل کر
میرے سامنے نمودار ہوئی پر تیری ایک ہی جھلک دیکھنے کے بعد مجھے یوں محسوس

ہوا تھا جیسے میری مرجانے والی بہن زندہ ہو کر میرے سامنے آن کھڑی ہوئی ہ اے میری اجنبی بہن تم نے مجھے پر کھا تو ہوتا مجھے جانچا تو ہوتا مجھ پر کم از بھروسا ہی کیا ہوتا پھر تو دیکھتی کہ ایک بھائی اپنی بہن کے ساتھ کیسا عمدہ سلوک کرتا ہے یہاں تک کہنے کے بعد برکت خاموش ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک وہ ویسے کا ویسا ہی الجھا الجھا گاڑی کا دروازہ پکڑے کھڑا ر پھر نجانے اسے کیا خیال گذرا وہ فوراً اسٹیرنگ پر بیٹھا دروازہ اس نے بند کیا گاڑی اسٹارٹ کی اور سامنے کی طرف اس نے بھگا دی تھی میکلو روڈ پر وہ بلور پارک تک چلا گیا تھا لیکن وہ طیبہ نام کی لڑکی اسے کہیں دکھائی نہ دی تھی میکلو روڈ سے ہٹ کر وہ بیڈن روڈ پر چڑھ گیا تھا مال روڈ تک اس نے بیڈن روڈ کو بھی کھنگا لیکن لڑکی کا کہیں نام و نشان نہ تھا وہاں سے وہ واپس آیا کوپر روڈ پر چڑھا وہاں بھی اسے وہ لڑکی نہ ملی کوپر روڈ سے ہٹنے کے بعد وہ رائل پارک کی سڑکوں پر تھوڑی دیر گھومتا رہا لیکن لڑکی کا کہیں نام و نشان نہ تھا ناکام وہ ایبٹ روڈ پر چڑھا اور گاڑی شملہ پہاڑی تک بھگاتا ہوا لے گیا تھا لیکن وہ لڑکی اسے کہیں دیکھائی نہ دی تھی شملہ پہاڑی کا چکر کاٹنے کے بعد وہ ایجرٹن روڈ پر چڑھ گیا وہاں سے وہ میکلو روڈ پر آیا ایک بار اس نے ساری میکلو روڈ دیکھی لیکن وہ لڑکی اسے نہ ملی۔

اس لڑکی کے نہ ملنے کی وجہ سے برکت بے حد اداس ہو گیا تھا تھوڑی تک وہ میکلو روڈ پر گاڑی کھڑی کر کے اندر بیٹھ کر ہی کچھ سوچتا رہا پھر دوبارہ نے گاڑی اسٹارٹ کی اور واپس اپنے گھر کی طرف ہو لیا تھا اپنے گھر میں داخل ہونے کے بجائے برکت نے گاڑی گل بابا کے دروازے پر روک دی تھی پھر کھانے کا پارسل لے کر گاڑی سے نکلا اندر گل بابا کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے برکت کو دیکھتے ہی وہ بڑے تپاک سے پیش آئے اپنے سامنے ایک نشست بیٹھنے کو کہا نشست پر بیٹھتے ہی برکت بولا اور گل بابا سے پوچھنے لگا۔

گل بابا میرے خیال میں ابھی آپ نے کھانا تو نہیں کھایا ہو گا اس پر گل بولا اور کہنے لگا دیکھ برکت بیٹے کھانا تو میں کھا چکا ہوں کیوں کیا بات ہے برکت زور سے بولا اور کہنے لگا گل بابا آپ کے لیے اور اپنے لیے کھانا لایا تھا سوچا تھا دونوں اکٹھے بیٹھ کر کھائیں گے اس پر گل بابا کہنے لگا تو نے دیر کر دی بیٹے کھانا تو میں کھا چکا ہوں دیکھ برکت مجھ سے چھپاؤ نہیں تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو اس پر برکت بے چارہ بول پڑا اور اس لڑکی کے حوالے سے جو حادثہ میکلو روڈ پر پیش آیا تھا وہ تفصیل کے ساتھ سنا ڈالا اس پر گل بابا بولا اور کہنے لگا۔

برکت بیٹے تو نے ایک ضرورت مند لڑکی کی مدد کی خداوند تجھے اس کا صلہ دے گا نجانے وہ کیسی مجبور اور بے بس لڑکی تھی جس کا پیچھا وہ حرام زادے غنڈے بد معاش کر رہے تھے شہر کی سڑکوں پر آوارہ کتوں کی طرح گھومنے والے ان اوباشوں اور بدمعاشوں سے کسی بھی لڑکی کی عزت محفوظ نہیں ہے وہ لڑکی جو تمہیں بظاہر بھیک مانگنے والی لگتی تھی نجانے کس مجبوری کے تحت کس دکھ کے تحت بے چاری سڑک پر آکر ہاتھ پھیلاتی ہو گی خدا اسے اپنی حفظ امان میں رکھے اس پر برکت بولا اور کہنے لگا۔

گل بابا اس لڑکی کی پہلی جھلک دیکھتے ہی مجھے یہ احساس ہوا تھا جیسے میری اپنی مرنے والی بہن زندہ ہو کر اچانک میرے سامنے آن کھڑی ہوئی ہو میں نے ہر سڑک پر اسے دیکھا لیکن میری بدقسمتی وہ مجھے کہیں دکھائی نہ دی کاش میں اس لڑکی کو تلاش کر سکتا اس لڑکی کو دیکھنے کے بعد میں نے اپنے دل میں ارادہ کرلیا تھا کہ میں اس سے بات کروں گا اور اس کی شادی آفاق کے بڑے بھائی آصف سے کرانے کی کوشش کروں گا اس طرح اس آصف کا بھی گھر آباد ہو جائے گا اور اس لڑکی کو بھی اس کی ماں کے ساتھ رہنے کو ایک ٹھکانہ مل جائے گا گل بابا آفاق اور اس کی دونوں بہنوں کی خواہش ہے کہ ان کا بڑا بھائی بے اولاد نہ مرے لہٰذا میں آفاق کے بڑے بھائی آصف کے لیے اس لڑکی کا انتخاب کر چکا تھا پر افسوس

میں اس لڑکی پر اپنے دل کی بات ظاہر نہ کر سکا اس پر گل بابا بڑی نرمی سے
اور کہنے لگا۔

سنو برکت اس لڑکی کی تلاش جاری رکھو اگر انسان کی نیت اور لگن
اور نیک ہو تو پھر اس کے ارادوں کی تکمیل ضرور ہوتی ہے مجھے امید ہے کہ
تم اس کی تلاش جاری رکھو تو تم اسے تلاش کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہو
کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے اسے آفاق لوگوں کے ہاں لے جاؤ وہ بے چارے کھا
گے ورنہ اگر تم نے دیر کی تو تمہارے جانے تک وہ بھی کھانا کھا چکیں ہوں
اور یہ کھانا یوں ہی بیکار ہی جائے گا میرے خیال میں اس لڑکی کے حادثے کی
سے تم نے بھی کھانا نہیں کھایا جاؤ یہ کھانا آفاق لوگوں لے پاس لے جاؤ اور
کے ساتھ بیٹھ کر تم خود بھی کھاؤ اس پر برکت فورا اٹھ کھڑا ہوا گاڑی میں بیٹھا
گاڑی اسٹارٹ کر کے وہ اسپتال کے اندر لے گیا تھا گاڑی کو پارک کرنے کے
وہ کھانے کا پارسل لے کر عروج صدف اور منی کے کمرے کے قریب آیا پھر
آواز میں کہنے لگا میں برکت ہوں کیا میں اندر آ سکتا ہوں اس پر کمرے کے
سے صدف کی آواز آئی برکت بھائی اندر آ جائیں ہم تینوں بہنیں اندر ہی ہیں
کے ساتھ ہی برکت کھانے کا پارسل اٹھائے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

برکت جب کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا منی اپنی جگہ پر بیٹھی ہوئی
تھی جب کہ صدف اور عروج کھانے کے برتن لگا رہی تھی برکت کو دیکھتے
صدف نے کہا برکت بھائی آپ بڑے وقت پر آئے ہیں ہم کھانا کھانے لگے تھے
آیئے آپ بھی ہمارے ساتھ کھانا کھایئے اس پر برکت کہنے لگا میری عزیز بہنو
میں کھانا ہی تو لے کر آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ یہ کھانا تم لوگ بھی کھاؤ کیونکہ
میری ضرورت سے یہ زیادہ ہے اس پر عروج برکت کے قریب آئی اور پوچھنے
آپ کیا لے کر آئے ہیں برکت بھائی برکت نے کھانے کا پارسل عروج کو تھما
ہوئے کہا۔ خود ہی دیکھ لو میری بہن عروج نے پارسل کھول کر دیکھا اور اس سے
جو گرم گرم کھانے کی تازہ خوشبو اٹھ رہی تھی اس کا جائزہ لیتے ہوئے عروج نے
مسکراتے ہوئے کہا کوئی بہت ہی اچھی چیز لائے ہیں آپ پھر جب اس نے کھول کر
کھانے کا جائزہ لیا تو خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

برکت بھائی آپ نے کمال کر دیا یہ تو آپ مرغی کا کڑاہی گوشت لے آئے
ہیں اور روٹی بھی بڑی اچھی پکوا کر لائے ہیں لیکن آپ نے جانے سے پہلے تو اس
کا ذکر نہیں کیا تھا کہ آپ کھانا لے کر آئیں گے اس پر برکت کچھ اداس اور بجھا
بجھا سا ہو گیا اور پھر وہ کہنے لگا میری تینوں عزیز بہنوں یوں سمجھو کہ تمہارے بھائی
کے ساتھ ایک حادثہ پیش آگیا ہے یہ گفتگو سننے کے بعد بے چاری صدف بھی
قریب آ کھڑی ہوئی تھی عروج نے فکر مندی سے پوچھا برکت بھائی کیا حادثہ پیش
آیا آپ کو اور جواب میں برکت نے اس طیبہ نام کی لڑکی کے حوالے سے لکشمی
چوک پر جو حادثہ پیش آیا تھا وہ تفصیل کے ساتھ سنا ڈالا تھا۔

صدف بے چاری برکت کی باتوں سے بڑی متاثر ہوئی پھر وہ کہنے لگی برکت
بھائی آپ نے بہت اچھا کیا کہ اس بے چاری کی غنڈوں کے ہاتھوں جان اور
عزت بچائی لیکن اس نے یہ کیا حماقت کی کہ آپ کی گاڑی سے بھاگ کر چلی گئی
اسے آپ پر بھروسہ اور اعتماد کرنا چاہئے تھا جب آپ نے اس کی عزت بچائی تو
اسے یہ خیال ہونا چاہئے تھا کہ کم از کم عزت بچانے والے کا شکریہ ہی ادا کرتی
اسے آپ کی کار سے بھاگنا نہیں چاہئے تھا اس پر برکت پھر بولا اور کہنے لگا وہ لڑکی
بظاہر بڑی دکھیاری اور مجبور لگتی تھی اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ ایک بیوہ ماں
کی بیٹی ہے اور حالات کی مجبوری کے تحت بھیک مانگتی ہے سنو میری بہنوں میکلوڈ
روڈ پر اچانک جب وہ میرے سامنے آئی تو مجھے یوں لگا جیسے میری بہن زندہ
سلامت ہو کر میرے سامنے آ کھڑی ہو اسے دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی
لیکن مجھے اس بات کا صدمہ ہے کہ وہ نجانے کہاں چلی گئی میں نے اسے بڑا
تلاش کیا میکلو روڈ بیڈن روڈ کوپر روڈ رائل پارک ایبٹ روڈ ایجرٹن روڈ سالڈو

سڑکیں میں نے گھوم لیں لیکن وہ بہن مجھے کہیں ملی نہیں اس پر صدف پھر بولتے ہوئے کہنے لگی۔

برکت بھائی اس لڑکی کو کہیں یہ تو خبر نہیں ہو گئی کہ آپ رنگو ہیں اس پر برکت نے کسی قدر متفکر انداز میں کہا۔ صدف بہن تمہارا کہنا درست ہے جب اس کا تعاقب کرنے والے بدمعاش مجھ سے ٹکرائے تھے۔ میں انہیں مار رہا تھا وہ مجھ پر ضربیں لگا رہے تھے اس وقت ان کا کوئی جاننے والا بھاگا بھاگا آیا تھا اور انہیں مخاطب کر کے اس نے کہا تھا کہ ظالم کے بچو اس شخص سے جھگڑا مول لے کر کیوں اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالتے ہو جس شخص سے تم لڑ رہے ہو یہ رنگو بدمعاش ہے۔ رنگو بدمعاش کا نام سنتے ہی وہ سارے بدمعاش تو بھاگ گئے میرے خیال میں یہ الفاظ اس لڑکی نے بھی سن لئے ہوں گے۔ تبھی وہ میری کار سے بھاگ گئی تھی اور اس نے یہ اندازہ لگایا ہو گا کہ وہ کچھ بدمعاشوں کے ہاتھوں سے بچ کر ایک بڑے بدمعاش کے ہاتھ لگ رہی ہے۔ میرے خیال میں اسی لئے وہ میرا انتظار نہ کر سکی اور بھاگ گئی تاہم میں اللہ کا بڑا شکر گذار ہوں کہ میں نے اسے پہلے سو روپیہ دیا تھا اور کہا تھا کہ میری بہن تم یہ سو روپیہ رکھو اور گاڑی میں بیٹھ کر میرا انتظار کرو میں تمہارے لئے کھانا لے کر آتا ہوں۔ چلو وہ سو روپیہ تو کچھ دن اس بیچاری کے کام آئے گا ہی۔ یہاں تک کہنے کے بعد برکت تھوڑی دیر خاموش رہا پھر وہ دوبارہ بولا اور کہنے لگا۔

سنو میری تینوں عزیز بہنوں اس طیبہ نام کی لڑکی کو دیکھنے کے بعد اپنے دل میں ایک فیصلہ کیا تھا۔ اور وہ فیصلہ یہ تھا کہ اس لڑکی کو اور اس کی ماں کو میں اپنے ہاں لے جاؤں گا اور اس کی شادی تمہارے بھائی آصف سے کر دوں گا۔ تینوں بہنیں اس لڑکی کو دیکھتیں وہ انتہائی خوبصورت انتہائی وجیہہ اور بہترین شخصیت کی مالک ہے۔ قسم خداوند کی وہ بوسیدہ اور سادہ سے کپڑوں میں بھی بڑی پرجمال اور خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔ اب میں اسے تلاش کروں گا اور دیکھوں گا کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ کہاں رہتی ہے پھر میں اسے اگر وہ مجھے مل گئی تو اسے اپنے ہاں لے کر آؤں گا۔ اور اس کا بیاہ آصف سے کراؤں گا۔ اس پر صدف فوراً بولی اور کہنے لگی۔ برکت بھائی اگر ایسا ہو جائے تو آپ کی بڑی مہربانی اور ہم پر احسان ہو گا پھر صدف نے عروج کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ڈاکٹر بہن آپ کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔ عروج فوراً بولی اور کہنے لگی یہ بہت اچھا خیال ہے۔ برکت بھائی نے اگر اس لڑکی کو تلاش کر لیا تو اس کی شادی ضرور ہم آصف بھائی سے کر دیں گے۔ عروج کا یہ فیصلہ سن کر منی اور صدف دونوں خوش ہو گئی تھیں۔

اس کے بعد عروج نے بات کا رخ بدلا اور اپنی بڑی بہن صدف کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگی۔ صدف بہن اب کھانا کھائیں مجھے تو بہت بھوک لگی ہے اس پر صدف کہنے لگی چلئے پھر برتن لگائیں۔ اور کھانا شروع کریں اس پر برکت بولا اور پوچھنے لگا یہ آفاق کدھر گیا ہے عروج نے جواب دیتے ہوئے کہا وہ اپنے کمرے میں اپنے کام میں لگا ہوا ہے۔ میں اسے بلاتی ہوں۔ عروج فوراً باہر نکلی ساتھ والے کمرے میں پہلے اس نے دروازے پر ہاتھ مارتے ہوئے کھٹکایا پھر دروازہ اس نے کھولا اندر آفاق اسٹینڈ کے سامنے کھڑا اسکرین پر کوئی سینری بنا رہا تھا۔ دروازہ پر کھڑے ہی کھڑے عروج نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ آفاق بھائی یہ سارا کام دھندہ چھوڑ دیجئے اور ہمارے ساتھ آکر کھانا کھا لیجئے۔ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ عروج کے پیار اور شفقت بھرے الفاظ سے آفاق ایسا متاثر ہوا کہ اس نے رنگوں کی پلیٹ اور برش ایک طرف رکھ دیئے فوراً باہر بیسن پر وہ آیا ہاتھ منہ اس نے دھویا اور عروج کے ساتھ ہو لیا تھا۔ پھر عروج اور صدف نے کھانے کے برتن کرامت اللہ اور آصف کے کمرے میں میز پر لگا دئے تھے۔ گھر میں پکا ہوا کھانا اور برکت کا لایا ہوا کھانا بھی چن دیا گیا تھا۔ پھر وہ سب مل کر عجیب سی اپنائیت کے ماحول میں مل کر کھانا کھانے لگے تھے۔

گاڑی سے صدف بھی اتر آئی اور دروازے کے قریب جھک کر اس نے
سے کہا۔

ڈاکٹر بن میرے خیال میں آفاق کا ڈائجسٹوں کا پارسل آیا ہے۔ وہ ڈائجسٹ میں
مجھے بھی دیجئے گا۔ اس بار جو آفاق نے کہانی لکھی تھی وہ مجھے اس نے پڑھنے
نہیں دی اکثر جب یہ ڈائجسٹوں میں کہانیاں بھیجتا ہے تو یہ پہلے مجھے پڑھنے کو
ہے۔ اور مجھ سے پوچھتا ہے کہ یہ کیسی رہے گی اس کے بعد یہ ڈائجسٹ میں
ہے لیکن اس بار نجانے اس نے کیسی کہانی لکھی ہے کہ مجھے دکھائے بغیر چو
چوری ہی اس نے ڈائجسٹ کو بھجوا دی۔ عروج نے فوراً پارسل کھول کر
ڈائجسٹ صدف کو تھما دیئے تھے اور وہ دوبارہ جا کر اپنی کار میں بیٹھ گئی تھی۔ اپ
کاپی نکال کر عروج ورق گردانی کرنے لگی تھی۔ باقی ڈائجسٹ اس نے پھر پچھ
نشست پر اپنے ماموں کرامت اللہ کو تھما دیئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی دو
گاڑیاں حرکت میں آئیں اور آگے پیچھے اسپتال کے مین گیٹ سے باہر نکل
تھیں۔

عروج نے سب سے پہلے اس ڈائجسٹ کی فہرست دیکھی۔ فہرست میں
کا نام بھی لکھا گیا تھا اور جو اس نے کہانی لکھی تھی اس کا عنوان تھا "لذت
خواب" لذت خواب کے سامنے صفحہ نمبر دیکھ کر عروج ورق گردانی کرتے لگی
اس نے وہ صفحہ نکالا جہاں آفاق کی لکھی ہوئی کہانی "لذت خواب" تھی۔ کار
کی بڑی بڑی سڑکوں پر اب دوڑنے لگی تھی پر عروج ارد گرد کے ماحول سے
اپنے بھائی آفاق کی لکھی ہوئی کہانی پڑھنے لگی تھی جو کچھ یوں تھی۔

"رات آہستہ آہستہ بیت رہی تھی میں اپنی ماں کی قبر پر چپ خاموش
اداس بیٹھا تھا ہلکی ہلکی بوندا باندی جاری تھی۔ قبرستان میں کوئی پیڑ کوئی سایہ
تھا۔ میرا ذہن کمہار کے چاک کی طرح گردش میں تھا۔ جمائیاں لیتی دھرتی انگڑ
لیتا آسمان چپ اور خاموش تھا۔ چاروں طرف یوں لگتا تھا جیسے ازل اور ابد
آراء ہو گئے ہوں۔ ہر سو دلوں کو اجالتی نکھارتی رفاقتوں کے حسین علم

بکھرے ہوئے تھے۔ مہکتے جنگل، لہکتی فصلیں، چہکتے طیور، چمکتے ستارے برستے
بادل، ہر شے کائنات کی مرضی کے مطابق رواں دواں تھی۔ تلاطموں اور مشکلوں
میں جم جانے والے ارادے میرے مشام خیالات کو متاثر کرتے جا رہے تھے۔
ایسے میں کسی کنج گلشن سے تین ہیولے نکلے وہ تینوں ہیولے فضاؤں کے اندر
بادلوں کی طرح تیرتے ہوئے میرے سامنے میری ماں کی قبر کے قریب آ کھڑے
ہوئے وہ تینوں ہیولے انتہائی خوبصورت عورتوں کے تھے۔ لگتا تھا پرانے دور کی
دیومالائی خواتین قبرستان سے نکل کر میرے سامنے آن کھڑی ہوئی ہوں اور ہر
شے کی رگوں میں انہوں نے ایک مہک بسا کر رکھ دی ہو۔

فضاؤں میں تھوڑی دیر تک خاموشی اور سکوت طاری رہا اور میں ایک عجیب
سی الجھن کے انداز میں ان دیوی نما ہیولوں کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر میرے دیکھتے
ہی دیکھتے ایک ہیولہ حرکت میں آیا۔ پھر وہ ہیولہ نما خاتون بولی اور مجھے مخاطب کر
کے کہنے لگی دیکھ اپنی ماں کی قبر پر تاسف اور افسوس کرنے والے میں جدید دور کی
دیوی ہوں نام میرا ایلوپیتھی ہے میں بیماریوں کے صحرائے شب غم میں زلف بادل
اور برق آئینے بکھیرتی ہوں۔ مریضوں کی مسخ ہوتی ہوئی صورتوں کو تمناؤں کی بقاء
اور مثل شہر خموشاں موت کی وادیوں میں آورش کے ستون کھڑے کرتی ہوں۔
دلِ غم گریہ اور چشم تر اشک رواں کو خوشی اور زیست کی چمک عنایت کرتی ہوں
ہر قصہ الم میں لبوں کا تبسم بھرتی ہوں بدلتے موسموں کے سنگھار میں اداس
راتوں کو جگمگاتی ہوں۔ بیماریوں اور روگ کے اتھاہ جنگل میں لہو کی وادیوں اور
موت کی الجھنوں میں بے اتھاہ جیون ساگر عطا کرتی ہوں۔ بدن کے لئے دھنک
کے رنگ، زندگی کے سفر میں محبت کی ٹھنڈی چھاؤں بچھاتی ہوں۔

میں زمین کے خشک چہرے پر ابر ثمربار ہوں۔ بیماروں اور روگ جھیلتے بدنوں
کے لئے میں بادلوں کے ٹکڑوں میں چھپی محبت کے جزیروں کی کشش ہوں۔ میں
تنہائیت کے سمندر میں تخلیق کے لمحوں کے کرب میں ممتا کی لطافت عطا کرتی
ہوں اور خود کو فضاؤں میں کھلتے گیتوں کا روپ دے کر بکھیر دیتی ہوں۔ میں

انسانی صحت اور توانائی کے لئے بوندوں میں ڈھلتے بخارات پر مبنی بادلوں کا
ایسا ٹکڑا ہوں جس میں انسانیت کی بہتری' بقا' صحت اور دائمی خوشحالی پنہاں
یہاں تک کہنے کے بعد ایلوپیتھی نام کی وہ دیوی خاموش ہو گئی تھی۔

فضاؤں میں تھوڑی دیر تک خاموشی اور سکوت طاری رہا۔ اس کے بعد
دوسرا حسین عورت نما ہیولہ بولا اور بڑی ہمدردی بڑے پیار میں مجھ کو مخاطب
کر کے کہنے لگا۔ دیکھ اپنی ماتا کی موت اور مرگ پر تاسف کرنے والے میں بھی
دیوی ہوں۔ میرا نام ہومیوپیتھی ہے میں جدید اور قدیم کا سنگم ہوں۔ میں نا
سے بھرپور بند کمروں میں بے نام خوشی بکھیرتی ہوں۔ گمشدہ بے خواب راتوں
کاجل سے بھری چشم مسنون کی نچھاور کرتی ہوں۔ بند ذہنوں میں روپوش زمانوں
آہٹ لاکڑی کرتی ہوں۔ پاگل زندگی کو میں جینے کے ذائقے اور زیست کو بیا
کے گھروندوں سے نکال کر شہرت کے غلغلے عزت کے مرحلے سنہری زندگی
تمازت خوابوں کا افسوں عطا کرتی ہوں۔

دیکھ رات کی تنہائی میں اکیلے اپنی ماں کی قبر پر آہ و فغاں کرنے والے
خالی ایوانوں بے حرمت جسموں' سولی پر ٹنگی روحوں کو نیند ایسا داعیہ بن کر
بدن میں گھس جانے والا نشاط زیست اور عارض حسن عطا کر دیتی ہوں۔ بڑی
کڑی بیماریوں اور بڑے بڑے روگ کے اندر میں اپنی بکھری زلفوں کی خوشبو
صدف میں قطرہ شبنم جیسی اپنی کشش ڈال کے رکھ دیتی ہوں۔ دیکھ رات
تاریکی میں مایوس ہونے والے جوان میں سلگتے خیالات سوکھے پھول خشک
وقت کی ٹوٹی ٹہنیوں آرزو کی قبروں وفا کے مزاروں کو طائروں کے قافلوں جیسا
پور زندگی عطا کر دینے والی دیوی ہوں کاش اپنی ماں کی موت سے پہلے
میرے پاس لے کر آئے ہوتے۔ تو میں اس قدر جلدی اسے مرگ و موت
نہ پینے دیتی۔ یہاں تک کہنے کے بعد وہ دیوی بھی خاموش ہو گئی تھی اور
میں پھر پہلے جیسی خاموشی اور سکوت طاری ہو گیا تھا۔

پھر تیسرا ہیولہ حرکت میں آیا اور بولا اور مجھے مخاطب کر کے کہنے

توانائیوں اور امیدوں سے بھرپور جوان یہ مایوسی یہ افسوس کیسا دیکھ ان
کی طرح میں بھی ایک دیوی ہوں نام میرا حکمت ہے میں قدیم ویدوں
حیثیت رکھنے والے یونانی حکماء اور باعظمت مسلمان علماء اور طبیبوں کی
رگ اور ریشے ریشے سے نکتہ جنونی حکمت سے بھرپور ایک دیوی ہوں۔ مجھ
کی دیوی کو گو لوگ قدیم اور فرسودہ خیال کرتے ہیں۔ لیکن میں ایسی نہیں
لوگ میرے متعلق اپنے نظریات رکھتے ہیں۔ ان دونوں دیویوں کا دیا ہوا
جیسا مصالحہ انسانی جسم کے لئے جہاں فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ وہاں وہ کوئی
کوئی ری ایکشن کی صورت میں روگ بھی دے کر جاتا ہے لیکن میں ایک ایسی
ہوں جس کی دی ہوئی دوا امرت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اثر دکھانے میں دریا
ہے پر گاڑیوں کے سائیلنسر سے نکلتے ہوئے دھوئیں کی طرح وہ کوئی رد عمل
ری ایکشن نہیں کرتی۔ دیکھ اے نوجوان میں زندگی کی توانائیوں اور لطافتوں
بھرپور ایک ایسی دیوی ہوں۔

جو بے برگ و بار خشک درختوں کی چھاؤں کو لمبے سفر کی زنجیروں میں باندھ
رکھتی ہے۔ میں قلعہ وقت پر بے سمت دعووں میں گھرے اسرار و کمالات
کی قدرت رکھتی ہوں۔ دیکھ توانائیوں سے بھرپور جوان میں سر پھری تیز
بھی بیماریوں کو نیند اور خواب کی طرح راکھ کرتی ہوں انسانی روگ کے
میں گردش عکس سکون کا ستون بن کر ابھرتی ہوں اور بن اجازت آنکھوں
اترتے روگ کو دھو کر زندگی کی نامکمل نظم کو مکمل کرتی ہوں۔

دکھی انسانیت کی آنکھوں سے بہتے پانی کو امرت کرتی ہوں۔ دشوار وقت
رفتار راہوں میں بیکراں اور گرانی غم میں منزل گم کر دینے والے مریضوں کو
کی نوید عکس منزل روشن راستوں کی کہکشاں اور بے رنگ کرنوں میں کوہ
کر ابھر جاتی ہوں۔

دیکھ میرے مخاطب میں تفکر افلاس میں بھی محبت پیار اور زندگی و زیست کا

اسم اعظم بانٹتی ہوں۔ بیماریوں کی بپھرتی آندھیوں میں روگ کی اندھیری راتو
روشن راستوں کی کہکشاں اور منور راہوں کی کوکھ کھڑی کرتی ہوں۔ جسم
کے کرب میں انسانیت کی خواہشوں اور اس کے خوابوں کی تکمیل کر
ایک دیوی ہوں۔ کاش اپنی ماں کی موت سے پہلے تو نے میرا رخ کیا ہوتا تو
از کم کچھ عرصہ کے لئے تیری ماں کے منہ کو موت و مرگ کا پیالہ نہ لگنے د

فضاؤں میں تھوڑی دیر تک پھر خاموشی اور سکوت طاری رہا۔ ہلکی ہلکی
اور سناٹے اور خاموشی میں تیز ہوائیں کچی پکی قبروں سے ٹکرا کر عجیب طرح
نوحے اور واویلے بلند کر رہی تھیں ان تینوں دیویوں کی تفاخر آمیز گفتگو
بعد میں تھوڑی دیر تک ان کے الفاظ پر غور کرتا رہا۔ پھر میں نے ان تینوں
کی طرف دیکھا اور انہیں مخاطب کر کے کہا۔

سنو زندگی عطا کرنے کے دعوے کرنے والی دیویو میری ماں میری ذات
میرے بہن بھائیوں کے لئے ایک رہبر ایک محبت ایک چاہت ایک آسرا
اس کی موت کے بعد میری اور میرے بہن بھائیوں کی زندگی چھدرے سا
زرد رتوں کے خوف میں مبتلا ہو کر رہ گئی ہے۔ ہماری ماں ہم سب کی
غمگسار و دستگیر، ہم زبان و ہم نوا تھی۔ وہ ہماری متاع و عزت تھی اس کے
جسم و جان میں تھکن پیدا کرنے والی بارود کی بو کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔

سنو امراض سے نجات اور زندگی دینے کے دعوے کرنے والی دیویو
ماں ہم سے ہمیشہ کے لئے روٹھ گئی ہے۔ اس کی جدائی میں ہم سب
اندیشوں کی دھول دھوئیں کی چادر اوڑھ کر وحشت بھرنے والی ہواؤں
ہراس کے سناٹوں تلے دب کر رہ گئے ہیں۔ ماں کے بغیر ہمارے لئے کائنات
فق ہے۔ اس کے ساتھ بیتے دنوں کی دلکشی ہم سے چھین لی گئی ہے اور
کل کی فکر میں ہمیں مبتلا کر دیا گیا ہے۔

سنو اے ناقدان شوق آوارہ اور فلک بوسی کے دعووں کا اعلان

عشق کے رنگین افسانوں اور امید کے شبستانوں کے ارادے رکھنے والی دیویو
خواہشوں کی تتلیوں کے پر دراز کرنے والی دیویو کیا تم لوگ میری ماں کو لوٹا
سکتی ہو کیا تم اس کے مردہ جسم میں روح ڈال کر اسے پھر ہمارا غم گسار ہمارا دستگیر
ہمارا ہم زباں و ہم نوا بنا سکتی ہو۔ کیا تم ہماری کھوئی ہوئی ماں کو لوٹا کر ہماری
زندگی کے گلشن میں رنگ و بو کے آنگن اور ہمارے پر بریدہ جسموں کو خوش
کن اڑان عطا کر سکتی ہو۔ کیا تم ہماری ماں کے بغیر ہمارے بے بسی کے منظر
کے خوابوں میں پھولوں کی پیاس بجھاتی شبنم اور خوابوں کے نگر کو رنگین
و شاداب شگوفے پیدا کر سکتی ہو۔

میری اس گفتگو کے جواب میں ان تینوں دیویوں نے بڑے غور سے ایک
دوسرے کی طرف دیکھا میں نے ان کا جائزہ لیا کہ میری گفتگو سے ان کی آنکھوں
میں پریشانیوں کی جھلک تھی اور ان کے چہرے پر ناامیدیاں سی رقص کرنے والی
تھیں۔ وہ تینوں آپس میں کوئی صلح مشورہ کرنے کے بعد میری استفہامیہ گفتگو کا
جواب دینا ہی چاہتی تھیں کہ عین ان کے پیچھے سے ایک اور ہیولہ نمودار ہوا
پہلی دیویوں کے ہیولوں سے بھی بہت بڑا تھا۔ یہ نیا نمودار ہونے والا ہیولہ زیادہ
زیادہ خوبصورت زیادہ پر کشش اور زیادہ وجیہ تھا اس نئے نمودار ہونے
والے ہیولہ کو دیکھتے ہی وہ تینوں دیویاں یوں بھاگ کر رفو چکر ہوئیں تھیں گویا اس
قبرستان میں ان کی کوئی سب سے بڑی دشمن نمودار ہو گئی ہو۔ بہرحال وہ تینوں
روپوش ہو گئیں نئی نمودار ہونے والی دیوی میری ماں کی قبر کے قریب
سامنے آئی پھر وہ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

سن میرے مخاطب میں موت کی دیوی ہوں۔ لوگ خشک ہواؤں کے برہنہ
دھواں دھواں شام اور روٹھی تمناؤں کی طرح مجھے ناپسند کرتے ہیں لوگ
کہتے ہیں کہ میں کثیر وعدوں کو قلیل دنوں میں اور طویل راتوں کو مختصر ساعتوں
میں تبدیل کر دیتی ہوں لوگ مجھ پر الزام دھرتے ہیں کہ زندگی کے پچھلے دنوں کو

سکڑتے لمحوں میں تبدیل کر دیتی ہوں۔ جبکہ مجھ پر لگنے والے یہ سارے الزا
بنیاد ہیں۔

اصلیت اور حقیقت یہ ہے کہ میں انسان کے دکھ سکھ میں اس کی ہر
شناسا بن کر رہتی ہوں۔ دور تک پھیلے بھیگے ویران راستوں' مٹی کے جاتے ہیں
پن' تنہا سڑکوں' سنسان کونوں میں میں تو دلدار سایوں اور غمگسار لمحوں کی
انسان کے ساتھ ہوتی ہوں۔ اس انسان کے لئے میں تو گذرے کل کی
بیداری کے اسرار نہاں میں ایک امین بن کر نمودار ہوتی ہوں۔ خوابوں
ربطی کو میں انسان کے لئے لمحوں کو ارم بنا دینے والے جذبے پیش کرتی ہوں

لوگ مجھ سے نفرت مجھ سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ میرا نام سنتے
پر کپکپی ان پر خوف اور خدشات طاری ہو جاتے ہیں۔ یہ ساری انسان کی
اس کا دھوکہ اور فریب ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ انسان جب کسی
عارضے میں مبتلا ہو جاتا ہے جب وہ کسی ایسی مصیبت سے دو چار ہوتا ہے
سے چھٹکارہ ممکن نہیں ہوتا۔ جب وہ کسی ایسی بیماری میں گرفتار جو طول
ہے اور اس کی جان نہیں چھوڑتی تو اے میرے مخاطب سن کیا اس دن
میری طلب نہیں کرتے۔ کیا اس وقت لوگ موت نہیں مانگتے اپنے منہ
کہتے ہیں کہ کاش اس بیماری سے موت مجھے نجات دے دے۔ لوگ
خانوں اور اذیتوں سے تنگ آ کر کیوں زہر کے ٹیکے لگواتے ہیں۔ کیوں
کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ میری طلب رکھتے ہیں ان کا خود کشی کرنا اس
غمازی ہے کہ وہ مجھے پسند کرتے ہیں۔

دیکھ میرے مخاطب میں موت کی دیوی اس انسان کو پیاسے سراب
چھلنی کر دینے والی بیماریوں وحشت قلب' نوائے سوگواراں اور وداع گل
سے نجات دیتی ہوں۔ انسان کے چاروں طرف، جب ہیولوں کی بہاریں
ہوتی ہیں اور چاروں طرف خزاں کے دف بجنے لگتے ہیں تب میں ہی فنا

کر انسان کے غم جاں کو نگل جاتی ہوں اور اس انسان کو جدائی کے غبار آلود
تصورات سے نجات دیتی ہوں۔

دیکھ میرے مخاطب لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ مجھ سے خوفزدہ رہتے
ہیں میرا نام سنتے ہی ہلکان ہونے لگتے ہیں۔ لیکن حقیقت اس کے الٹ ہے۔ میں
تو ان کے لئے رفاقتوں کی نادیدہ مسافتوں کی طرح تجسس آمیز ہوں۔ میں تو ایک
صاحب نظر اور محب فکر کی طرح کمال خوش وصفی اور خوش خصالی کے ساتھ
انسانوں پر وارد ہوتی ہوں۔ موج نمکی کی طرح صرف اپنے ایک ہی لمس سے
آنکھوں میں اترنے والے سپنوں کی طرح انسانی جسم پر طاری ہو کر اس سے
گزری ساعتوں کو بھلا دیتی ہوں۔ اس کی زندگی کے سفر کی زنجیر کاٹ کر اسے
زندگی کے یم و پیچ سے نجات دیتی ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ میں چاند کی ریشمی
کرنوں کے پھیلاؤ جیسی اس دنیا میں فنا پذیر ساعتوں کی طرح حرکت میں آ کر خط
تنسیخ کھینچتے ہوئے قتل گاہوں کی تعداد میں اضافہ کرتی ہوں۔ لیکن یہ جھوٹ اور
مجھ پر الزام تراشی ہے۔ میں تو برے وقتوں میں انسان کے کام آتی ہوں۔ اور
بنیادی غموں سے اسے نجات دلا کر رکھتی ہوں۔

دیکھ میرے مخاطب میں' میری موجودگی اور میری ذات کا تصور تو انسان کو یہ
یاد دلاتے ہیں کہ اے انسان یہ زندگی آج ہی آج ہے۔ کل شاید اس کے مقدر
میں کل نہ ہو لہٰذا کل جو قیامت برپا ہونے والی ہے اور تو اپنے رب کے سامنے حاضر
ہونے والا ہے اس کی تیاری کر دیکھ میرے مخاطب موت وہ عنصر ہے جو انسان کو
یاد دلاتا ہے کہ اے انسان تو اس دنیا میں ازلی ہے نہ ابدی' دائمی ہے نہ مستقبل'
بلکہ عارضی ہے ایک روز تجھے یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ یہ دنیا تیری منزل تیرا پکا
ٹھکانہ نہیں بلکہ یہ تو ایک آزمائش ایک امتحان گاہ ہے۔ اس میں زیادہ سے
زیادہ نیکیاں سمیٹ اس لئے کہ جو کل آنے والا ہے یعنی قیامت برپا ہونے والی
ہے اسے تو اپنی نیکیوں کی بناء پر بہتر طور پر دیکھ سکے۔

دیکھ میرے مخاطب یہ زندگی آج ہی آج ہے اور کل کو ہم قیامت کہہ کر پکار سکتے ہیں جس طرح اس دنیا میں وہ شخص سخت ناداں ہے جو آج کے لطف لذت پر اپنا سب کچھ لٹا بیٹھتا ہے اور نہیں سوچتا کہ کل اس کے پاس کھانے کو روٹی اور سر چھپانے کو جگہ بھی باقی رہے گی یا نہیں اسی طرح وہ شخص بھی اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار رہا ہے جو اپنی دنیا بنانے کی فکر میں ایسا منہمک ہے کہ آخرت سے بالکل غافل ہو چکا ہے۔ حالانکہ آخرت ٹھیک اسی طرح آنی ہے جس طرح آج کے بعد کل آنے والا ہے۔ اور وہاں وہ کچھ نہیں پا سکتا اگر دنیا کی موجودہ زندگی میں اس کے لئے کوئی پیشگی سامان فراہم نہیں کرتا۔ دیکھ مخاطب یہ تصور انسان کو خود اپنا محتسب بھی بناتا ہے۔ میرا تصور انسان کو یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ ایک روز اسے یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ پھر کسی وقت اپنے آقا و مالک کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کی حساب وہی سے گذرنا ہے۔ میرا احساس انسان کو یہ یاد دلاتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے وہ آخرت میں اس کے مستقبل کو سنوارنے والا ہے یا بگاڑنے والا اور جب اس کے اندر یہ حس بیدار ہو جاتی ہے تو اسے یہیں ہی اپنا حساب لگا کر یہ دیکھنا نصیب ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے وقت اپنے سرمائے محنت اپنی قابلیتوں اور اپنی کوششوں کو جس راہ پر صرف کر رہا ہے وہ اسے کامیابیوں کی طرف لے جا رہی ہیں یا جہنم کی نامرادیوں کی طرف اسے دھکیلے جا رہی ہیں۔

دیکھ میرے مخاطب گو اس دنیاوی زندگی میں لوگ مجھے ناپسند کرتے ہیں اور مجھ سے نفرت کرتے ہیں موت کا لفظ جب کسی کے منہ سے سنتے ہیں تو پسینہ پسینہ ہو کر کانپنے لگتے ہیں۔ لیکن موت اتنی بری شئے نہیں جتنی انسان نے سمجھ رکھی ہے۔ اس لئے کہ میرا ہونا ہی انسانی غموں سے نجات کا واحد ذریعہ ہے انسان جب بوڑھا ہو جاتا ہے چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہتا۔ جس طرح بچہ دوسروں کی نگہداشت پر بھروسہ کرتا ہے۔ اسی طرح جب بوڑھا بھی دوسروں کی نگہبانی پر

بھروسہ کرنے لگتا ہے تب وہ دن رات خدائے مہربان کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنے لئے موت طلب کرتا ہے۔ میرے مخاطب تو نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہو گا جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس دنیا سے چلتے پھرتے لے جانا۔ یہ ساری باتیں یہ سارے تجربات اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ میں موت ہی وہ واحد ہستی ہوں جو انسان کے دکھوں اور اس کے روگ سے اسے نجات دلانے والی ہوں۔ میں انسان کی روح اس کے جسم کو اپنی گود میں سمیٹ کر اس کی استراحت اور اس کے آرام کا سامان فراہم کرتی ہوں پھر بھی نجانے کیوں لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔

دیکھ میرے مخاطب ابھی ابھی جو تین دیویاں میری آمد سے پہلے یہاں کھڑی تھیں۔ انہوں نے ضرور تمہارے سامنے زندگی عطا کرنے کے دعوے کئے ہوں گے انسانوں پر مہربانی اور احسان کرنے کے دعوے کئے ہوں گے۔ انسانوں کے منہ سے موت کا پیالہ چھین کے اسے امرت فراہم کرنے کے وعدے کئے ہوں گے۔ یہ دیکھ میرے مخاطب یہ تینوں دیویاں انسانی صحت وہ زندگی کا ایک ذریعہ اور واسطہ تو ہیں پر یہ انسان کو زندگی اور صحت دینے پر بذات خود کوئی قدرت نہیں رکھتیں۔ یہ ایسی طاقت نہیں رکھتیں کہ اپنے بل بوتے پر انسان کو صحت دیں۔ خداوند نے ان کے اندر یہ تاثیر ضرور رکھی ہے کہ وہ صحت و زندگی کا ذریعہ بنتی ہیں لیکن اے مخاطب لکھ رکھ کہ موت و صحت عطا کرنا اور ایسے ہی دوسرے عناصر خداوند قدوس نے اپنے ہاتھ میں لے رکھے ہیں کوئی دوسرا ان پر حاوی اور ان میں دخل انداز نہیں ہو سکتا۔ دیکھ اپنی ماں کی قبر پر بیٹھ کر تاسف اور افسوس کرنے والے جو چیز چلی گئی کھو گئی اس پر تاسف اور افسوس کیسا۔ کیا ایک دن تو نے بھی اس دنیا سے کوچ نہیں کرنا کیا تو نے بھی ایک روز اس شہر خموشاں میں آ کر آباد نہیں ہونا۔ پھر کیا تیری نسل بھی آ کر تیری قبر پر آنسو بہاتی رہے۔ اس طرح تو یہ سبھی لوگ اس شہر خموشاں میں آ کر دکھ اور افسوس کا اظہار کرنے کے علاوہ اور دنیا

میں کچھ بھی نہ کریں یوں دنیا کا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جائے۔

دیکھ میرے مخاطب ہمت سے جوانمردی کا مظاہرہ کر موت بری شے نہیں ہے۔ خداوند نے ہر شخص کے لئے اس کا وقت پہلے سے مقرر کر رکھا ہے۔ ہر شخص پر ایک نہ ایک روز یہ آنی ہی ہے۔ موت کا پیالہ ہر کسی کو ایک نہ ایک روز پینا پڑتا ہے۔ لیکن ہمت کر جواں مردی کا مظاہرہ کر اس دنیا کے دکھوں کو چیر کر اپنا راستہ بنا اور ایک کامیاب انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کر کے یہاں سے کوچ کر جا تاکہ تیری آنے والی نسلیں تیرے بہتر کردار اور اچھے اخلاق کی وجہ سے تجھے یاد رکھیں اس کے ساتھ ہی وہ دیوی پلک جھپکتے میں اس شہر خموشاں میں میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

موت کی دیوی کے روپوش ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد ایک پانچویں دیوی دھوئیں جیسے ہیولے کی طرح نمودار ہوئی یہ دیوی سر سے لے کر پاؤں تک پاکیزہ شستہ سفید لباس میں ملبوس تھی۔ اس دیوی کے نمودار ہوتے ہی میرے ذہن میں طوفانوں کا ایک شور اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ میرے لئے چاروں طرف رنگ، خوشبو، گیت، جذبے اور خواب ناچ اٹھے تھے۔ شہر خموشاں کی ان فضاؤں میں یاس و حرماں کی جگہ نرم رتوں کے گیت اور تاریکی کے آبشاروں میں سحر شکن جذبے جوش مارنے لگے تھے۔ اس پانچویں دیوی کے نمودار ہونے پر مجھے یوں لگا جیسے لب دریا اور سر صحرا رگ گل جیسے معجز نما جذبے ہوا کے ساتھ خوشبو بن کر اور رنگوں کی لہروں میں رواں ہو کر منزل کے قریب راستوں کی جھلمل کی طرح چمکنے دمکنے لگے ہوں۔

یہ پانچویں دیوی قبرستان میں کسی صبح گل تر کہیں خواب گل فشاں کسی صحن گلستان کی طرح نمودار ہوئی تھی اس کی آمد پہ میرا وجود جو اس سے پہلے ویران سائے جیسا ساکن تھا۔ ہمراز لمحوں پر مہکتی رتوں، جمال صد رنگ جیسا ہو گیا تھا اور میری نظروں کے کشکول صدائے لالہ رخ جذبوں کی سلگاہٹ کی صورت اختیار کر گئے تھے۔ اس دیوی کے آنے پر مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے نوحہ گری کے جذبوں میں فرحت کے سورج اچانک نمودار ہو گئے ہوں اے قاری اے مخاطب جانتے ہو وہ پانچویں دیوی کون تھی وہ میری مرحوم ماں تھی اور اسی کی روح ایک سراپے کی شکل میں قبرستان کے اس ماحول میں میرے سامنے آن نمودار ہوئی تھی۔

اپنی ماں کو دیکھتے ہی میں اس کی طرف دیکھتا رہ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں مجھے یادوں کے تاروں جیسی لگی تھیں۔ اور اس کا چہرہ شاداب مناظر جیسا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر شاداں کلیوں جیسی مسکراہٹ تھی پھر وہ بولی اور عجیب سے آشنا لہجہ میں وہ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ اے فرزند عزیز تو کیسا ہے اس کی آواز کا مہتاب اس کے لہجہ کا رس مجھے یوں شادماں مجھے یوں خوش کن کر گیا تھا جیسے درد کے بستر پر بچہ اپنی ماں کی آواز سن کر چیکاریں لینے لگتا ہے یا یہ کہ گھنائی شب میں کجلائی صبح کے وقت ملگجی مجبوری کی چادر اوڑھنے والا کوئی خستہ و غمزدہ انسان جو اپنے کھوئے ہوئے سکون کے دکھ میں غلطاں ہو اسے اچانک زمانے بھر کی خوشیاں حاصل ہو گئی ہوں۔ اپنی ماں کو یوں اپنے سامنے مجسم صورت میں دیکھتے ہوئے میں اپنی ماں کی قبر کے قریب ہی سجدہ میں گر گیا پھر میں خداوند کا شکر ادا کرتے ہوئے بلند آواز میں کہنے لگا۔

اے خدائے عز و جل اے قادر و جبار مجھ بندہ ہائے کمترین عاجز و مجبور اور بے بال و پر پر تیرا کس قدر احسان ہے کہ تو نے موت کی اس چاپ جیسے ماحول میں میری ماں کو میرے روبرو کیا اور شہر خموشاں کے اداسی بھرے ماحول کو تو نے اے خداوند اذانوں کے جلو میں صبح نو کے قافلوں کی طرح خوش کن بنا کر رکھ دیا پھر میں نے سجدہ سے اپنا سر اٹھایا اور دوبارہ اپنی ماں کی طرف دیکھا شاید سجدہ میں گر کر جو الفاظ میں نے کہے تھے وہ میری ماں نے سن لئے تھے۔ اس لئے جب میں نے سجدہ سے سر اٹھا کر پھر اپنی ماں کو دیکھا تو میری ماں کے چہرے پر ہلکی ہلکی

مسکراہٹ تھی۔ اس کی آنکھوں میں میرے لئے شفقت بھرے جذبے جوش مار رہے تھے۔ پھر میں نے اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی نرمی اور بڑے پیار میں پوچھا۔

اے میری ماں! اے زمانے میں میری غمگسار و چارہ گر کسی ماں کے مرنے کے بعد اس کے بچوں پر سمتوں کا تعین اور رستوں کا تعین کیوں گم ہو جاتا ہے۔ کیوں وقت کے نغمے ان پر آشوب کی دستک دینے لگتے ہیں۔ اور تاروں کی آہٹ انہیں مضراب خوف دکھائی دینے لگتی ہے۔ ان کی آنکھوں سے کھاری پانی کیوں بہتا ہے۔ اور ادھورے غم سینہ سینہ زہر لمحوں کا رقص کیوں کرتے ہیں۔ اے میری ماں ایسے بچوں کے لئے مزاج خاک سے ناآشنا موسم ہواؤں کو سم آلود رشتوں کو زہر آلود اور وقت کی سرمئی آہوں کو سسکتے خوابوں میں کیوں تبدیل کر دیتا ہے۔ ان بچوں کی زندگی میں وہموں کی سیاہی کیوں پھیلتی ہے۔ صدیوں کے سکوت میں ان کے لمحے کیوں گرانباری آلام کا شکار ہو جاتے ہیں کیوں ان کے لئے لاشعور کے بلکتے اجالے شعور کی سرحد پر نمودار ہو کر ستم کے ستیزہ گر کی طرح جوش مارنے لگتے ہیں۔ میرے ان سوالات پر میری ماں تھوڑی دیر خاموش رہ کر میری طرف دیکھتی رہی اور مسکراتی رہی۔ اس کے ہونٹوں پر موسموں کے رنگوں کی بارش تھی اور اس کا لباس جو بے شکن تھا ہواؤں کے دوش پر لہریں لے رہا تھا۔ پھر میری ماں مجھ سے مخاطب ہوئی اور بڑی نرمی بڑی شفقت اور ممتا بھرے لہجے میں وہ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ دیکھ میرے فرزند یہ زندگی تو موت کا کنواں ہے اس کنویں کے اندر کبھی شب ناچتی ہے کبھی دن رقص کرتا ہے۔ کائنات کی شب ریز تنہائی میں کہیں لہو کی روشنی میں سراب رنگ جوش مارتے ہیں کہیں ظلمت کدوں میں جسموں کا آشوب رنگ دکھاتا ہے۔ دیکھ میرے فرزند وقت کے افلاک پر درو دیوار کی تقدیریں اپنی کھردری انا کی خاطر آنسوؤں کے صحیفے لکھتی ہیں۔

سن غور سے سن میرے بیٹے انسانوں اور رشتوں کے درمیان یہ جدائی یہ دوری ازل سے ہے ابد تک رہے گی۔ اس دنیا میں کوئی آتا ہے کوئی کوچ کرتا ہے۔ انسان کی بدبختی ہے کہ جب یہ خود آتا ہے تو روتا ہوا آتا ہے اور جب رخصت ہوتا ہے تو دوسروں کو رلاتا ہوا جاتا ہے۔ انسانوں کے درمیان یہ جدائی ایک امر واقعی ہے بیٹے مجھے تم کہاں کہاں زمین کھود کے تلاش کرو گے۔ کہاں کہاں تم میری خاطر فلک کریدو گے۔ میری تلاش میں تم کس کس دریا کا رخ موڑو گے۔ کس کس لمحہ کے آگے بند باندھو گے۔ دیکھ بیٹے دنیا کی زندگی نقش آب پر واہموں کی سیاہی اور دوریوں کے ابدی خواب کی طرح ہے جس میں ہر کوئی اپنے اپنے منظر کی تشکیل کی خاطر جدوجہد کرتا ہے۔

اس دنیا میں لوگ تو وقت کی سرمئی آہوں کو ہزیمت کی دھند بکھیر کر رکھ دیتے ہیں اور سوالوں کی یخ بستہ خاموشی کی طرح اوروں کی نگاہوں کو حزین کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں۔ دیکھ میرے بیٹے زندگی کا یہ سفر تھکاوٹ کا ایک دشت ہے۔ اس میں غموں کی شدت بھی ہے جذبات کی حدت بھی۔

میرے بیٹے میرے فرزند دنیا میں زندگی بسر کرتے ہوئے کبھی میری بھی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ شہر کے ان اونچے مکانوں اور پھیلتی روشنی میں کوئی میرا اور میرے بچوں کا بھی اپنا مکان ہو گا۔ پر میرے فرزند میں اپنی جدوجہد کے باوجود تم لوگوں کو اپنی طویل بیماریوں کے سوا کچھ بھی نہ دے سکی۔ دیکھ میرے بیٹے جو کچھ بھی حاصل کرنا اپنی سعی اپنی کوشش اور جدوجہد سے کرنا ورنہ یہ دنیا کے لوگ تو بہاروں کو خزاں' مہتاب شاموں کو تاریک' پھولوں کی خوشبو کو تعفن' خواہشوں کو واہموں' وصل کو ہجر' محبت کو نفرتوں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ شبوں کو یہ لوگ بے اختیار سحر کو بے اعتبار' شجر کو بے سایہ اور مداوائے غم کو دکھ کے راستوں کے سفر میں تبدیل کر کے رکھ دیتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد میری ماں تھوڑی دیر تک خاموش رہی اس کے بعد

وہ پھر اپنے لبوں کی بھرپور نرماہٹ میں دوبارہ بولی۔ ساتھ ہی چلچلاتی دھوپ میں
گھرے نرم سایوں کی طرح اس نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے پھر گہری خاموشی
میں وہ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ آ میرے فرزند میرے قریب آ کہ میں تیری
پیشانی پر بوسہ دوں اور تجھے تیری دنیا بھر کی سرفرازیوں اور کامیابیوں سے نواز
دوں میں اپنی ماں کی اس چاہت پر قبر کے پاس سے طوفانی انداز میں اٹھ کھڑا ہوا
میری ماں نے مجھے اپنے بازوؤں میں سمیٹا میری پیشانی پر اس نے طویل بوسہ دیا
ابھی یہ بوسہ جاری ہی تھا کہ شہر کی مسجدوں کے لاؤڈ سپیکروں میں فجر کی آذانیں
بلند ہونا شروع ہو گئیں تھیں۔ اس کے ساتھ ہی مری نیند کھل گئی میرا وہ خواب
لذت ٹوٹ گیا اور بیداری نے مجھ پر ہجوم کر لیا تھا۔ کاش میرا یہ خواب خواب ہی
رہتا۔ میری پیشانی پر میری ماں کا وہ بوسہ' منجمد اور جامد ہو کر رہ جاتا۔ یا وہ وقت
ہی رک جاتا ساعتیں اور لمحے پتھر ہو کر رہ جاتے خواب ٹوٹنے کے بعد میری زبان
گنگ ہو گئی میں پھر دنیاوی طوفانوں اور بے حسی کی برف کا شکار ہو گیا تھا میری
رگوں میں لہو منجمد ہو کر رہ گیا تھا۔ میری پر خواب آنکھوں کے خوبصورت بے
بے نام خواہشوں کی سرگوشیوں کی طرف روپوش ہو گئے تھے۔ اداسیوں کی خنک
رات کے نوحے اور وقت کی بے ثباتی کے قصے پھر میری چاروں طرف ہجوم کرنے
لگے تھے۔ حروف و معانی کی کشش میرے لئے ختم ہو گئی تھی اور میں ایک بار پھر
تقدیم و ساعت کی زنجیروں میں جکڑ لیا گیا تھا۔ اس خواب لذت کے ٹوٹ جانے
کے بعد اب میں پھر جھلستی' سلگتی' سسکتی' تھکی زندگی کا شکار ہوں نفرت و حسد کے
الاؤ اور اندھیروں کے شیطان میرے چاروں طرف رقص کرتے ہیں۔ اس خواب
کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے کوہستانوں سے سرکتی بیکران وسعت افلاک میں اب
میرے لئے نہ کنارا ہے نہ گہرائی نہ گیرائی بس دور دور تک دنیا کی بے ثباتی اور
اس کی بے اطواری کی دھند چھائی ہوئی ہے۔ کاش میری ماں کے ساتھ ملاقات کے
وہ لمحہ جامد و ساکت ہو جاتا کاش میری پیشانی پر ثبت ہونے والا ماں کا وہ بوسہ

دائمی و مستقل ہو کر رہ جاتا کاش ماں سے گفتگو کی وہ ساعتیں ازلی اور ابدی
حیثیت اختیار کر جاتیں۔ وقت کے پر ٹوٹ جاتے۔ یہ لنگڑا اور بے پروں کا ایک
ایسا پرندہ ہوتا جسے میں ہمیشہ اپنی گرفت میں محفوظ کر کے رکھتا کاش میری ماں کا وہ
ہیولہ ایک امرواقعی بن کر میری تقدیر میری قسمت میں رس گھول دیتا اور اگر ایسا
نہیں تھا تو کاش میں خود ہی ہمیشہ کے لئے اپنی ماں کے پاس پہنچ گیا ہوتا"۔

یہاں تک ڈائجسٹ میں لکھی ہوئی آفاق کی کہانی ختم ہو چکی تھی دونوں
گاڑیاں کب کی گلشن اقبال پارک کے باہر رک چکی تھیں۔ عروج کہانی پڑھنے کے
بعد سر جھکائے سسک سسک کر رو رہی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر
گود میں رکھے ڈائجسٹ پر گر رہے تھے۔ آفاق نے لمحہ بھر کے لئے بڑے غور سے
اس کی طرف دیکھا۔ پھر اس کی گردن مڑی اس نے پچھلی نشست پر دیکھا کہ اس
کی کہانی پڑھنے کے بعد اس کا بھائی آصف اور ماموں بھی دبی دبی سسکیوں میں
آنسو بہا رہے تھے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے آفاق خود بھی کچھ اداس اور بکھرا
بکھرا سا ہو گیا تھا۔ اور دکھ کے مارے اس کا سر گاڑی کے اسٹیرنگ پر جھک گیا
تھا۔

عین اسی لمحہ سندس اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلی شاید وہ گاڑی کے
اندر بیٹھ کر کافی دیر انتظار کرتی رہی تھی کہ آفاق باہر نکلے تو پارک میں داخل
ہوں۔ لیکن جب آفاق کافی دیر تک اپنا سر اسٹیرنگ پر رکھے بیٹھا رہا تو سندس
دروازہ کھول کر باہر آئی اور کسی قدر بلند آواز میں وہ آفاق کو مخاطب کر کے کچھ
کہنے ہی والی تھی کہ پچھلی نشست پر آصف اور کرامت کو روتے دیکھ کر وہ دنگ
رہ گئی تھی پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی یہ
کیسی کہانی آپ نے ڈائجسٹ میں لکھی ہے کہ آپ کی پچھلی نشست پر ماموں اور
آصف بھائی بھی رو رہے ہیں جبکہ ہماری گاڑی میں صدف اور منی بھی دونوں
سسک سسک کر آنسو بہا رہی ہیں۔

سندس آفاق کو مخاطب کر کے مزید کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اچانک اس
نگاہ عروج پر پڑی اس نے دیکھا عروج سسکیاں لیتے ہوئے اپنے ہونٹ بری طر
کاٹ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل نکل کر گود میں رکھے ہوئے
ڈائجسٹ کے اوراق کو بھگو رہے تھے۔ سندس بھاگ کر گاڑی کے دوسرے سر
گئی اپنا سردہ دروازہ سے اندر لے گئی اور بڑی ہمدردی اور بڑی نرمی میں وہ عروج
کا شانہ پکڑ کر اور ہلاتے ہوئے کہنے لگی۔

ڈاکٹر بہن آپ کو کیا ہوا آپ کیوں سسک سسک کر رو رہی ہیں۔ کیا آپ
نے بھی آفاق کی لکھی ہوئی کہانی تو نہیں پڑھ لی۔ اپنے آپ کو سنبھالئے اور باہر
نکلئے ذرا میری گاڑی میں چل کر دیکھئے تو صدف اور منی دونوں بہنیں آفاق کی
کہانی پڑھ کر سسک سسک کر رو رہی ہیں۔ سندس کے ان الفاظ پر عروج بیچاری
تڑپ سی گئی تھی۔ جلدی جلدی دروازہ کھول کر وہ باہر آئی دوسری کار کی طرف
گئی۔ اس نے دیکھا کہ پچھلی نشست پر صدف اور منی دونوں گم سم بیٹھی تھیں
ان کے حلقوں میں سسکیاں پھنس رہی تھیں اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔
عروج نے بڑی ہمدردی اور بڑے پیار میں کہا۔ میری دونوں بہنوں کیوں روتی ہو
باہر آؤ تاکہ پارک میں داخل ہوں۔ پھر عروج کو دیکھتے ہی دیکھتے نجانے منی کو کیا
ہوا کہ وہ بیچاری بری طرح صدف سے لپٹ کر اور اس کے شانے پر سر رکھ کر
دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی۔ یہ منظر عروج کے لئے ناقابل برداشت تھا۔
بیچاری کار سے ٹیک لگا کر انتہائی بے بسی میں اپنا منہ چھپا کر رونے لگی تھی۔

جلد ہی صدف نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ منی کو بھی اس نے ڈھارس
اور تسلی دی پھر دونوں بہنیں دروازہ کھول کر گاڑی سے باہر نکلیں اتنی دیر تک
عروج بھی اپنے آپ کو مکمل طور پر سنبھال چکی تھی۔ دوسری طرف آفاق بھی
کرامت اللہ اور آصف کے ساتھ گاڑی سے اتر کر گاڑی کے دروازے بند کر چکا
تھا۔ سندس کی سہیلی فائزہ بھی گاڑی سے نکل چکی تھی پھر عروج نے سب کے
ٹکٹ لئے اور وہ پارک میں داخل ہو گئے تھے۔

○

دوپہر گئے تک وہ اس پارک میں لطف اندوز ہوتے رہے۔ بچوں کی بنی ہوئی ریل
گاڑی میں بیٹھے اور سفر کرتے رہے۔ جھیل کے اندر تیرنے والی کشتیوں میں بیٹھے۔
چلتی ہوئی آبشار سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ آبشار کی پشت پر بنی ہوئی بھول بھلیوں
میں داخل ہو کر ان سے نکلنے کی کوشش کرتے رہے۔ اور جب کافی گھوم پھر کر تھک
ہار گئے تو پھر وہ سبزہ زار پر بیٹھ کر چائے پینے لگے تھے۔

پھر وہ پارک سے نکلے اور سہ پہر ڈیڑھ بجے کے قریب وہ پرل کونٹی نینٹل ہوٹل
میں داخل ہوئے۔ دونوں گاڑیوں کو انہوں نے ہوٹل کے شرقی پارکنگ ایریا میں کھڑا
کر دیا تھا۔ لابی میں سے گزرتے ہوئے عروج اچانک رک گئی تھی۔ اس نے دیکھا کہ
لابی کی دائیں ہاتھ کی دیوار پر مغلیہ دور کی ایک بہترین اور بڑے سائز کی اقبال مہدی
کی ایک پورٹریٹ بنی ہوئی تھی۔ جس میں بڑے خوبصورت انداز میں ہاتھی اس کا
مہاوت اور ہاتھی کے سامنے گھوڑوں پر مسلح محافظ دکھائے گئے تھے۔ کافی دیر تک عروج
اس پورٹریٹ کو دیکھتی رہی اس کے ساتھ دوسرے بھی سب بڑے غور سے اس
پورٹریٹ کو دیکھنے لگے تھے پھر عروج نے اپنے پہلو میں کھڑے آفاق کو مخاطب کر کے
کہا۔

آفاق بھائی اس تصویر کو غور سے دیکھیں اور ایسی ہی ایک تصویر آپ مجھے بھی
اسپتال کے لئے بنا کر دیں گے۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ تصویر میرے اسپتال کی او۔ پی
۔ ڈی۔ سے باہر جو انتظار گاہ ہے اس کے سامنے والی دیوار پر بنے۔ اس پر آفاق
فوراً عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ڈاکٹر بہن آپ کی تجویز تو بہت عمدہ ہے اور
اچھی ہے۔ لیکن یہ تصویر صرف ایک بار دیکھنے سے تو نہیں بن سکے گی۔ اس کے لئے

مجھے کئی بار اس تصویر کو دیکھنا پڑے گا تب جا کر میں اس کی تکمیل کا کام کر سکوں؛
اس پر عروج بڑی چاہت اور محبت میں آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی' آفاق بر
آپ فکر مند کیوں ہوتے ہیں آپ جتنی بار بھی اس تصویر کو دیکھنا چاہیں گے میں آ
کو اس ہوٹل میں لے کر آئی ہوں اور لے کر آتی رہوں گی' آخر میں آپ کی بہ
ہوں۔ کیا میں آپ کی خاطر یہ کام بھی نہیں کر سکتی۔ عروج کا یہ جواب سن کر آفا
ممنونیت میں اس کی طرف شکر گزار نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا پھر وہ سب آگے بڑ
لابی میں سے گزرنے کے بعد وہ دائیں طرف مڑے اور اس بڑے ہال میں داخ
ہوئے جس میں بوفے کا انتظام تھا۔

بوفے ہال کے اٹینڈنٹ نے ان سب کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کی گنتی کرتے
ہوئے انہیں ایک لمبے میز کی طرف لے جا کر بٹھا دیا گیا تھا۔ میز پر بیٹھنے کے بعد عرو
نے بڑی محبت سے اپنی بڑی بہن صدف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ صدف بر
بوفے شروع کرنے سے پہلے آپ کیا لینا پسند کریں گی۔ عروج کے اس استفسار
صدف کچھ پریشان سی ہو گئی تھی پھر وہ اپنا منہ عروج کے کان کے قریب لے گئی او
بڑی راز داری میں کہنے لگی ڈاکٹر بہن آپ جانتی ہیں کہ ہم بہن بھائی اس ماحول کے
عادی نہیں ہیں ہمیں تو یہ بھی پتہ نہیں کہ ان فائیو اسٹار ہوٹلوں میں بوفے کیسے کھا
جاتا ہے۔ اور بوفے شروع کرنے سے پہلے کس کس چیز سے لطف اندوز ہوا جاتا ہے
آپ اپنی مرضی سے جو کچھ کرنا چاہتی ہیں کر گذریں ہمیں ایسے ہوٹلوں کی روایات اور
ان کے رسومات سے قطعاً" کوئی واقفیت نہیں ہے۔

اپنی بڑی بہن کا یہ جواب سن کر عروج بیچاری دکھ اور صدمے کے باعث کس
قدر اداس اور ویران سی ہو گئی تھی پر جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور سب کو
مخاطب کر کے کہنے لگی میں اپنی بہن صدف کے کہنے پر میں اپنی طرف سے سب کے
لئے آرڈر دیتی ہوں۔ دیکھو میرے ماموں اور سب بہن بھائیو! بوفے شروع کرنے سے
پہلے جس نے کارن سوپ منگانا ہو منگوا لے ورنہ میں تو اپنے لئے فریش اور بنج منگا نے

گی ہوں۔ اس پر سندس بولی اور کہنے لگی میرے لئے بھی فریش اور بنج ہی منگائیے
میرے خیال میں کارن سوپ کوئی بھی نہیں لے گا۔ سندس کے اس جواب پر عروج
نے سب کے لئے فریش اور بنج منگوا لیا تھا۔ اتنی دیر تک ہوٹل کا اٹینڈنٹ بیکری کے
سامان کی ٹوکری ٹیبل پر رکھ گیا تھا۔ جس میں سے اسٹکس نکال کر پہلے عروج اور سندس
نے مکھن لگا کر کھانا شروع کیا پھر باقی سب بھی انھی کی طرح لطف اندوز ہونے لگے
تھے۔ تھوڑی دیر بعد ان کے لئے فریش اور بنج بھی آ گیا۔ اس کے بعد عروج اپنی جگہ
سے اٹھی اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگی آؤ اب کھانا شروع کریں۔ اس کے بعد
وہ اپنے ماموں کرامت اللہ اور بڑے بھائی آصف کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ماموں
کرامت اور بھائی آصف آپ دونوں یہیں بیٹھیں میں آپ دونوں کا کھانا خود یہاں
پہنچاؤں گی آپ کو بوفے ٹیبل تک جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب لوگ چپ چاپ
اور خاموشی کے ساتھ عروج کے پیچھے پیچھے ہو لئے تھے۔

جس طرح عروج کر رہی تھی سب اسی طرح کرتے جا رہے تھے۔ عروج نے جب
آگے بڑھ کر ایک کونے سے پلیٹ اٹھائی تو سب نے اپنی اپنی پلیٹیں لے لیں اس کے
بعد عروج صدف کے پاس آئی پھر وہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگی باجی جو چیزیں میں
آصف بھائی کے لئے رکھنے لگی ہوں وہ آپ اپنی پلیٹ میں رکھتی جائیں آپ کی پلیٹ
ماموں کو دے دیں گے۔ اس کے بعد عروج حرکت میں آئی اور ایک پلیٹ میں وہ ابلی
ہوئی سبزیاں اور سلاد ڈالنے لگی تھی۔ اس کی طرف دیکھا دیکھی صدف بھی ایسا ہی کر
رہی تھی دوسرے لوگ بھی ان کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی پلیٹوں میں وہی کچھ ڈالنے
لگے تھے۔ پھر اپنی پلیٹ عروج نے آصف کے سامنے اور صدف نے اپنے ماموں
کرامت کے سامنے لا رکھی تھی پھر عروج ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
ماموں اور بھائی پہلے آپ دونوں یہ کھائیے اس کے بعد ہم آپ کے لئے دوسری
چیزیں لا کر دیتے ہیں۔ پھر صدف اور عروج بھی ہٹ کر اپنے لئے ابلی ہوئی سبزیاں اور
سلاد رکھنے لگے تھے۔ سب نے پہلے مل کر کچھ ابلی ہوئی سبزیاں اور سلاد لیا اس کے

بعد کھانے کی مختلف اشیاء انہوں نے خود بھی لیں آصف اور کرامت اللہ کو/ واپس ہوئے تھے۔
کھلائیں۔ بعد میں سب سویٹ سے لطف اندوز ہوئے اور آخر میں انہوں نے ؛
فروٹ بھی لیا۔ تھوڑی دیر تک وہیں بیٹھ کر وہ گپ شپ کرتے رہے پھر ہوٹل ر
نکل کر ہوٹل کے شرقی طرف پارکنگ ایریا میں آئے اور اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر
ہوٹل ایریا سے نکل گئے تھے۔

ہوٹل سے نکل کر وہ سیدھے ریس کورس پارک میں گئے کافی دیر تک وہ گراس
لان میں بیٹھے رہے۔ پھر وہ پارک کے دائیں کونے میں بنی ہوئی جھیل اور اس کے
کنارے دونوں پہاڑیوں کی طرف گئے کچھ دیر وہ پہاڑیوں پر چڑھنے اور اترنے کی مش
کرتے رہے جبکہ کرامت اللہ اور آصف بیٹھ کر انہیں بڑے شوق سے دیکھتے رہے۔
اس کے بعد وہ دونوں پہاڑیوں کے سامنے بنی ہوئی جھیل میں کشتی رانی سے
لطف اندوز ہوئے پہلے وہ پیڈل والی کشتیاں چلاتے رہے پھر سارے اکٹھے ہو کر انجن
والی کشتی میں جھیل کے اندر گھومتے رہے کشتیوں سے لطف اندوز ہونے کے بعد وہ
آبشار کی طرف سے جھیلوں کی طرف آنے والی پانی کی چھوٹی سی نہر کے کنارے چلتے
ہوئے پارک ویو ریسٹورنٹ کے گراسی لان میں آ بیٹھے تھے یہاں انہوں نے چائے پی
کافی دیر تک وہاں بیٹھ کر وہ لطف اندوز ہوتے رہے۔ اتنی دیر تک شام ہو گئی تھی۔
اندھیرا فضاؤں میں پھیلتے ہی پارک ویو ریسٹورنٹ کے بائیں طرف جو بڑا آبشار ہے وہ
بھی چل پڑا تھا۔ آبشار کے پاس وہ کافی دیر کھڑے ہو کر بلندی سے گرتے ہوئے پانی کو
دیکھتے رہے۔ وہاں سے ہٹ کر وہ مختلف روشنیوں میں چلنے والے لمبی قطار میں کھڑے
فواروں کو دیکھتے رہے۔ یہاں بھی وہ کافی دیر بیٹھے رہے۔ پھر صدف نے عروج کی
طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

عروج بہن اب چلنا چاہئے کافی دیر ہو گئی ہے۔ شام کا کھانا گھر ہی جا کے کھائیں
گے صبح دفتر جانے کی بھی تیاری کرنی ہے۔ عروج نے اپنی بڑی بہن کی بات ٹالی نہیں
بلکہ اپنی جگہ سے وہ اٹھ کھڑی ہوئی پھر وہ سب پارک سے نکل کر گاڑیوں میں بیٹھے اور

دن بڑی تیزی سے گزر کر ہفتوں میں تبدیل ہونے لگے تھے۔ عروج کا
ہسپتال کا افتتاح ہو چکا تھا۔ اور ہسپتال اب پوری طرح کام کرنے لگا تھا ہسپتال کے
سامنے والی عمارت کی مرمت کے علاوہ اس کی وائٹ واش بھی ہو چکی تھی اور
ہسپتال کے کمروں سے سب لوگ اسی عمارت میں منتقل ہو گئے تھے۔ اوپر کی منزل
کے سارے کمرے کرامت اللہ' آصف' آفاق' صدف' منی' عروج اور سندس کے
تصرف میں آ گئے تھے۔ تین کمرے سندس اور اس کی ملازمہ کو دے دئے گئے
تھے۔ اوپر کے باقی کمروں میں سے ایک کمرہ آفاق کے لئے مختص کر دیا گیا تھا اور یہ
کمرہ سندس کے کمرہ کے ساتھ تھا۔ ایک کمرہ جو قدرے بڑا تھا وہ عروج نے اپنے
صدف اور منی کے لئے مختص کر لیا تھا۔ ایک تیسرے کمرے میں کرامت اللہ اور
آصف کو رکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک خاصہ بڑا کمرہ باورچی خانے میں تبدیل کر
دیا گیا تھا اور اسی کے اندر ڈائننگ ٹیبل بھی لگا دی گئی تھی۔ یہ ساری چیزیں
عروج بازار سے نئی خرید کر لائی تھی ایسے ہی ایک بڑے کمرے کو اسٹور روم میں
تبدیل کیا گیا تھا اور ایک سب سے بڑا کمرہ جو سیڑھیوں کے قریب ترین تھا اسے
ڈرائنگ روم کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔
سارے کمروں کی تزئین از سر نو کی گئی تھی سارے کمروں میں اے۔ سی
لگائے گئے تھے۔ اس کے علاوہ ایک فریج آصف اور کرامت کے کمرے میں رکھا
گیا تھا اور دوسرا صدف اور منی کے کمرے میں عروج نے رکھوا دیا تھا۔ عمارت
کے نیچے والے حصے میں عروج کی سہیلی ڈاکٹر ثروت اور اس کا میاں سیٹل ہو گئے
تھے ان کمروں کی بھی اوپر والے کمروں ہی کی طرح ڈیکوریشن کر دی گئی تھی۔

اوپر نیچے فون بھی لگوا دیئے گئے تھے۔

ایک روز جبکہ جمعہ تھا۔ عروج صدف اور منی اپنے کمرے میں بیٹھی گفتگو کر رہی تھیں اتنی دیر تک کمرے میں آفاق داخل ہوا اور کھنکارتے ہوئے پوچھنے لگا میں اندر آ سکتا ہوں۔ اس پر عروج بڑے پیار سے بولی اور کہنے لگی بھائی میرے آپ اندر نہیں آ سکتے تو پھر اور کس کو اس کمرے میں آنے کی اجازت ہے۔ آپ آئیں میرے پاس آ کر بیٹھیں آفاق آگے بڑھ کر عروج کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ پھر آفاق بولا اور عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں ابھی ابھی ہسپتال سے آ رہا ہوں۔ کچھ سینریاں جو رہ گئی تھیں وہ بھی جس طرح آپ نے کہا تھا۔ اسی طرح کمروں اور دیواروں کے سامنے آویزاں کر آیا ہوں۔ ابھی میرے پاس کافی کینوس بچے ہوئے ہیں مجھے بتا دیں کہ آپ کہاں کہاں سینریاں لگانا چاہتی ہیں تو میں اسی پچویشن کے مطابق بنانا شروع کروں اس پر عروج بولی اور کہنے لگی۔

آفاق میرے بھائی ہسپتال میں جس قدر سینریاں لگ گئی ہیں وہی کافی ہیں۔ جو کینوس آپ کے پاس بچ گئے ہیں انہیں آپ اپنے ذاتی استعمال میں لا سکتے ہیں اب ہسپتال کے لئے مزید سینریوں کی ضرورت نہیں ہے اس پر آفاق فوراً بولا اور کہنے لگا۔ ابھی تو میرے پاس بہت سے کینوس بچے ہوئے ہیں اس کے علاوہ میرے پاس ڈھیروں برش ایسے ہیں جو ابھی استعمال ہی میں نہیں لائے گئے اور پھر مزید یہ کہ ڈھیروں ہی میرے پاس ابھی مختلف رنگوں کی انتہائی قیمتی ٹیوب بھی بچی ہوئی ہیں ان کا آپ کیا کریں گی۔ عروج فوراً بولی اور کہنے لگی کرنا کیا ہے میرے بھائی وہ سب آپ کی ملکیت ہے آپ جیسا چاہیں ان کا استعمال کریں آپ پر اس سلسلے میں کوئی پابندی اور قدغن نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی عروج نے اپنے پرس میں ہاتھ ڈالا اور اس میں سے سو سو کے کچھ نوٹ نکال کر اس نے آفاق کی گود میں رکھتے ہوئے کہا۔ آفاق بھائی یہ پانچ ہزار روپیہ ہے اسے بھی آپ رکھ لیں جو رقم میں نے پہلے آپ کو دی تھی وہ بھی اور یہ جو اب دے رہی ہوں یہ سب آپ کی محنت کا محنتانہ اور معاوضہ ہے۔ اس پر آفاق فوراً بولا اور کہنے لگا۔

ڈاکٹر بہن اگر آج کل کے ماحول اور ڈیمانڈ کو دیکھا جائے تو جو رقم آپ نے پہلے مجھے دی تھی وہ بھی میرے معاوضہ سے کافی زیادہ تھی۔ ابھی تک ہسپتال میں زیادہ سے زیادہ دس بارہ کے قریب سینریاں بن کے لگی ہوں گی۔ اگر ایک ہزار فی سینری لگایا جائے تب بھی آپ کی پہلی رقم میں سے آٹھ دس ہزار روپیہ ہماری طرف زائد بنتا ہے اور اس پر مزید یہ کہ آپ مجھے اور رقم دے رہی ہیں کیا آپ مجھے اپنا مقروض رکھنا چاہتی ہیں اس پر عروج مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

نہیں میرے بھائی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں آپ کی بہن ہوں بہن بھائی کو کیوں مقروض رکھنا چاہے گی وہ رقم جو میں نے پہلے دی تھی وہ بھی اور یہ بھی آپ کا محنتانہ ہے اور یہ آپ کا محنتانہ آپ کی بہن آپ کو خوشی سے دے رہی ہے لہٰذا چپ چاپ یہ نوٹ اٹھائیں اور اپنی جیب میں رکھ لیں عروج نے بات ہی کچھ ایسے لہجے اور انداز میں کی تھی کہ آفاق کچھ بول نہ سکا۔ وہ رقم اس نے اپنی گود سے اٹھا کر چپ چاپ اپنی بڑی بہن صدف کی گود میں رکھ دی تھی۔ اس پر عروج احتجاج اور اعتراض کرنے کے انداز میں بولی اور کہنے لگی۔

آفاق بھائی جو بھی آپ کو رقم ملتی ہے وہ آپ صدف باجی کو تھما دیتے ہیں کیا آپ کی اپنی ذاتی کوئی غرض اور ضرورت نہیں ہے۔ اس پر آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ ڈاکٹر بہن یہ جو دو بہنیں سامنے بیٹھی ہوئی ہیں یہی میری غرض اور میری ضرورت ہیں۔ میری ذات ان سے جدا نہیں ہے یہ ہیں تو میں ہوں یہ نہیں ہیں تو میں بھی مٹی اور راکھ کا ڈھیر ہوں۔ ان دونوں کے دم سے میں زندہ ہوں۔ بلکہ میری انا یہی میری نمود ہیں۔ بڑی بہن کو جب دیکھتا ہوں تو مجھے اپنی ماں یاد آتی ہے اس لئے کہ اس کا چہرہ مہرہ اس کی جسمانی ساخت میری ماں سے ملتی ہے چھوٹی بہن کو جب دیکھتا ہوں تو مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ میرا باپ کون تھا۔ منی

اور آصف دونوں بہن بھائی باپ پر ہیں جبکہ لوگوں کا کہنا ہے کہ میں اور صدف
دونوں بہن بھائی اپنی ماں پر ہیں ۔ اب ماں کے بعد یہ دونوں بہنیں میری بڑی بہنیں
بھی ہیں مائیں بھی ہیں۔ ان کے مجھ پر اس قدر حقوق ہیں کہ میں ادا بھی کرنا
چاہوں تو نہیں ادا کر سکتا۔ لہٰذا ڈاکٹر بہن جو کچھ ملتا ہے میں ان کی گود میں رکھ
دیتا ہوں۔ اس پر عروج تھوڑی دیر خاموش رہی اس کے بعد وہ صدف کو مخاطب
کر کے کہنے لگی۔

صدف بہن یہ رقم بھی کہیں قرض اتارنے کے لئے برکت بھائی کے حوالے
نہ کر دینا اس پر صدف مسکراتے ہوئے کہنے لگی نہیں یہ برکت بھائی کو نہیں دوں
گی۔ اس کی مجھے ضرورت ہے۔ اس پر عروج بڑی جستجو اور تشویش میں پوچھنے
لگی۔ کیا ضرورت آن پڑی ہے میری بہن کو۔ صدف نے فوراً جواب دیتے
ہوئے کہا۔ اس رقم میں سے میں آفاق ' آصف بھائی اور ماموں اور منی کے لئے
کچھ کپڑے خرید کر لاؤں گی۔ عروج فوراً بولی اور پوچھا اور اپنے لئے صدف
بیچاری بڑی انکساری اور عاجزی میں کہنے لگی میری خیر ہے میرے پاس کپڑے ابھی
ہیں۔ اس پر آفاق فوراً بولا اور کہنے لگا سنو باجی اگر آپ اپنے لئے نہ لائیں تو پھر
میرے لئے بھی نہ لے کر آیئے گا۔ صدف ہار مانتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے
کہنے لگی اچھا بابا اپنے لئے بھی لے آؤں گی۔ صدف کے اس جواب پر آفاق اور
عروج دونوں مطمئن ہو گئے تھے۔

عروج بات کو آگے بڑھاتے ہوئے شاید صدف سے مزید کچھ کہنا چاہتی تھی
کہ کمرے کے دروازے پر ہسپتال کا ڈرائیور سلیم نمودار ہوا اسے دیکھتے ہوئے
صدف نے کہا سلیم بھائی اندر آ جائیں باہر کیوں کھڑے ہیں۔ سلیم اندر آ گیا۔ اور
عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ڈاکٹر بہن اگر مجھ سے کوئی ضروری کام نہ ہو تو
میں ذرا لکشمی چوک تک ہو آؤں اس پر عروج فوراً بولی اور کہنے لگی کیا سلیم
بھائی وہاں تک جانے میں تمہیں جلدی تو نہیں ہے۔ اس پر سلیم بولا اور کہنے لگا

ڈاکٹر بہن اتنی جلدی تو نہیں اگر کوئی کام ہو تو کہیئے اس پر عروج کہنے لگی
دیکھو بھائی! اس خالی کرسی پر بیٹھیئے سلیم جب وہاں بیٹھ گیا تو عروج پھر بولی
کہنے لگی۔

بھائی صدف باجی مجھے بتا رہی تھیں کہ تم لطیفے بڑی قسم قسم کے اور شاندار
سناتے ہو آج وقت ملا ہے مجھے بھی ایک دو لطیفے سنا ڈالو تاکہ میں دیکھوں اور
اندازہ کروں کہ تم کیسے لطیفے سناتے ہو اس پر سلیم کچھ سنبھل کر بیٹھا اور عروج کو مخاطب
کر کے کہنے لگا۔

ڈاکٹر بہن اس صدف اور منی بہنوں کو تو میرے آبائی گاؤں کے ایک شخص
نور محمد اور اس کے چچا کے لطیفے بڑے پسند ہیں انہی کے لطیفوں میں سے چند ایک
میں آپ کو سناتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ کو پسند آئیں گے۔ میرے آبائی گاؤں
کا ایک شخص ہے نام اس کا نور محمد ہے اب بھی وہ زندہ اور سلامت ہے اس کا
ایک چچا ہے اس کا نام علی محمد ہے۔ جو کافی بوڑھا ہو چکا ہے۔ لیکن وہ بھی ابھی
زندہ ہے۔ نور محمد نے اپنے گاؤں میں کافی کام سنبھال رکھے ہیں۔ ایک تو وہ ٹیلر
ماسٹر کا کام کرتا ہے۔ دوسرے اس نے گاؤں میں چکی لگا رکھی ہے۔ تیسرے اس
نے جنرل اسٹور کی دکان کھول رکھی ہے چوتھے وہ دو تین گاؤں پر مشتمل جو ڈاک
گھر ہے اسے بھی چلاتا ہے یعنی وہ ڈاکیہ بھی ہے۔ اب بیک وقت جب اسے
ڈھیر سارے کام کرنے پڑتے ہیں تو اکثر وہ بدحواس اور بھول چوک کے علاوہ
ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتا ہے اور اسی افراتفری کے عالم میں اس سے ایسے ایسے
لطیفے سرزد ہوتے ہیں کہ آدمی دنگ رہ جاتا ہے میں اس کے چند لطیفوں میں سے
آپ کو سناتا ہوں۔

یہ لطیفہ ان دنوں کا ہے جب وہ نور محمد سروس فیکٹری میں کام کیا کرتا تھا۔
سروس فیکٹری میں ان دنوں کچھ فوجی سازو سامان بھی بنا کرتا تھا۔ اس سامان میں
فوجیوں کا کٹ بیگ بھی بنتا تھا۔ ڈاکٹر بہن آپ کٹ بیگ تو سمجھتی ہوں گی۔ کٹ

بورا بھی اسے کہ سکتے ہیں۔ اس میں فوجی سامان وغیرہ رکھتے ہیں اور اس کو
جس طرح پائجامہ میں کمربند وغیرہ ڈالتے ہیں اس کے اندر بھی کمربند ڈالا
ہے اور اس کو کھینچ کر اس کا منہ بند کیا جا سکتا ہے۔ ایسا ہی ایک کٹ بیگ نور
نے اپنے گھر میں بھی رکھا ہوا تھا۔

ایک روز جبکہ جمعہ تھا نور محمد کی بیوی سکینہ نے اس روز کپڑے دھوئے
نور محمد نے جمعہ پڑھنے کے لئے جانا تھا۔ صحن میں بیٹھی ہوئی اپنی بیوی کو اس
آواز دے کر پوچھا سکینہ میرا پائجامہ کہاں ہے جمعہ پڑھنے کے لئے جاؤں سکینہ
باہر سے ہی آواز دی اندر پلنگ پر پڑا ہوا ہے پہن لو۔ بدحواسی کے عالم میں نور
اندر گیا ایک تو اندر کمرہ میں اندھیرا تھا لائٹ نہیں تھی۔ دوسرے وہ ہر وقت
بدحواسی ہی میں رہتا تھا بھاگا بھاگا اندر گیا پائجامہ پکڑنے کی بجائے اس نے فوج
کٹ بورا پکڑ لیا اور اسے پائجامہ کی صورت پہننے لگا اپنے دونوں پاؤں اس
کٹ بورے میں ڈال دیئے۔ جب نیچے زمین پر اس کے پاؤں نہ لگے تو شور کرنے
لگا ارے او سکینہ کی بچی کیا تو نے میرا پائجامہ نیچے سے سی دیا ہے اس پر سکینہ باہر
سے بولی اور کہنے لگی میں نے تو تمہارے پائجامہ کو ہاتھ تک نہیں لگایا اس پر نور
محمد کہنے لگا ہاتھ کیوں نہیں لگایا۔ پائجامہ نیچے سے سلا ہوا ہے میرے پاؤں
زمین پر نہیں لگ رہے اس پر سکینہ بھاگی بھاگی آئی اور جب اس نے دیکھا کہ نور
محمد اپنے پائجامہ کی بجائے فوجی کٹ بیگ میں گھسا ہوا ہے تو اس نے اپنے
مخصوص پنجابی لہجہ میں کہا "اونتراں دیا!" یہ پائجامہ نہیں فوجی کٹ بیگ ہے جس
میں تم گھسے ہوئے ہو اس پر نور محمد بیچارہ بڑا شرمندہ ہوا کٹ بیگ سے نکلا پھر
سکینہ نے اسے پائجامہ دیا اور پہن کر جمعہ پڑھنے کے لئے گیا۔

اب دوسرا لطیفہ اور وہ کچھ اس طرح کہ ایک روز نور محمد اپنی اسی معمول
بدحواسی کے عالم میں گھر میں داخل ہوا شام ہو رہی تھی گھر میں نور محمد
بھینسیں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ جونہی وہ گھر میں داخل ہوا اس کی بیوی سکینہ
بھینس کا دودھ دھونے کا کہا۔ ڈاکٹر بہن آپ جانتی ہوں گی کہ بھینس کا دودھ
دوہنے کے لئے پہلے اس کے آگے گدراوا ڈالا جاتا ہے گدراوا آپ سمجھتی ہوں گی۔
کھلی اور بنولے بھگو کر رکھ دیتے ہیں اسے گدراوا کہہ کر پکارتے ہیں اس میں
بھس ملا کر چارہ سا بنا لیتے ہیں بھینس کے لئے نور محمد فوراً" حرکت میں آیا
گدراوے کا مٹکا اٹھا کر اس نے بھینس کے ڈالنے کی بجائے بدحواسی میں **چھوٹی**
کے آگے ڈال دیا۔ ڈاکٹر بہن **چھوٹی** سمجھتی ہیں آپ۔ **چھوٹی** بھی بھینس ہی
ہوتی ہے لیکن وہ ذرا کم عمر بھینس ہوتی ہے یا بس آپ یوں سمجھیں کہ جوان
بھینس جو ابھی دودھ نہ دیتی ہو جس کے تھن نہ بڑھے ہوں یا یوں کہہ لیں کہ جو
ابھی بال بچے والی نہ ہو۔ اسے **چھوٹی** کہہ کر پکارتے ہیں۔ بس نور محمد نے
بدحواسی میں وہ گدراوا بھینس کے آگے ڈالنے کے بجائے **چھوٹی** کے آگے ڈال
دیا پھر بیٹھ تھپتھپائی اور تھنوں کو تاؤ دینے کے لئے اس کے نیچے بیٹھ گیا لیکن
جب اس کے تھن اس کے ہاتھ میں نہیں آئے تو وہ شور کرنے لگا او سکینہ ارے
او سکینہ کی بچی یہ بھینس کے تھن کدھر گئے سکینہ صحن میں بیٹھ کے ہانڈی روٹی کر
رہی تھی۔ اس نے جب دیکھا کہ اس کا شوہر نور محمد بھینس کے بجائے **چھوٹی**
کے نیچے بیٹھا ہوا ہے تو وہ پھر بولی اپنے مخصوص انداز میں او اونتراں دیا یہ بھینس
نہیں **چھوٹی** ہے۔ اور گدراوا تم نے اس کے آگے خراب کر دیا ہے تم اس کے
تھن کہاں تلاش کر رہے ہو۔ نور محمد بیچارہ پھر بدحواسی میں اٹھا چھوٹی کو کھول کر
دوسری طرف باندھا اور بھینس کو وہاں باندھ کر دودھ نکالا۔ یہاں تک کہنے کے
بعد سلیم کو کچھ رک جانا پڑا تھا اس لئے کہ عروج، صدف، منی اور آفاق اس کے
یہ لطیفے سن کر بری طرح ہنس رہے تھے جب وہ تھوڑی دیر بعد رکے اور تھمے تو
سلیم نے پھر کہنا شروع کیا۔

عروج بہن اب تیسرا لطیفہ جو کچھ یوں ہے کہ نور محمد ایک روز جب شہر
ڈاک لے جانے کے لئے روانہ ہونے لگا تو عید قریب آ رہی تھی نور محمد کی بیوی

سکینہ نے نور محمد سے کہا کہ عید قریب آ رہی ہے بیٹی کو بھی سائیکل پر بٹھا کر
لیتے جاؤ اور اسے بازار سے چوڑیاں چڑھوا لانا۔ نور محمد مان گیا۔ بیٹی کو پیچھے بٹھا
شہر لے گیا۔ پہلے چوڑیوں والے کی دکان پر گیا چوڑیوں والا اس کا جاننے والا
اس سے کہنے لگا دیکھو میری بیٹی ہے اسے چوڑیاں چڑھا جس قدر کہتی ہے۔ اتنی
میں میں ڈاک خانے سے ڈاک لے آتا ہوں۔ پھر جاتی دفعہ بیٹی کو لے جاؤں
دکاندار اس کی بیٹی کو چوڑیاں چڑھانے لگا جبکہ خود نور محمد ڈاک لینے چلا گیا بیٹی
عمر نو دس سال کی تھی اس وقت ڈاک لینے کے بعد نور محمد بدحواسی میں بھول
کہ وہ بیٹی کو بھی ساتھ لے کر آیا تھا ڈاک لے کر سیدھا گھر چلا گیا نور محمد
گھر میں داخل ہوا تو اس کی بیوی سکینہ نے پوچھا بیٹی کہاں ہے؟ نور محمد بدحوا
میں تو تھا ہی فوراً" بولا کون سی بیٹی سکینہ نے کہا غضب خدا کا تم اپنی بیٹی کو سا
لے کر گئے تھے نور محمد فوراً" کہنے لگا خدا کی قسم میں تو نہیں لے کر گیا تھا۔ کیا
جھوٹ بکے جا رہی ہو کیوں الزام لگاتی ہو مجھ پر اس پر سکینہ غضبناک ہوئی
کہنے لگی۔ تیرا بیڑہ غرق تو بیٹی کو ساتھ لے گیا تھا چوڑیاں چڑھانے کے لئے۔ ا
پر نور محمد اپنے حواس میں آ گیا اور اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھی کہ واقعی
بیٹی کو ساتھ لے گیا تھا اس نے فوراً" ڈاک کا تھیلا پھینکا بیوی سے کہنے لگا اوہو
ہو ہو میں تو بیٹی کو وہیں چوڑیوں والے کے پاس بھول آیا ہوں۔ پھر بیچارے
سائیکل نکالی۔ بھاگا بھاگا گیا اور بیٹی کو لے کر آیا۔

یہ لطیفہ سن کر بھی آفاق' عروج' صدف اور منی کافی دیر تک ہنستے رہے
اس کے بعد سلیم پھر بولا اور کہنے لگا ڈاکٹر بہن اب چوتھا لطیفہ۔ وہ کچھ یوں ہے
نور محمد کی سالی ایک روز ان کے ہاں ملنے کے لئے آئی وہ ایک قریبی گاؤں میں
رہتی تھی۔ وہ ایک رات رہی پھر اپنی بہن کو بھی ساتھ لے جانا چاہتی تھی لہذا
محمد سے کہا کہ وہ سائیکل پر دونوں کو چھوڑ آئے گاؤں سے باہر ایک پلی تھی اس
پلی کے قریب جا کر نور محمد نے اپنی سائیکل روکی پہلے اپنی سالی کو اس نے آگے

بٹھایا خود گدی پر بیٹھ گیا اور بدحواسی اور جلدی میں اپنی بیوی سے کہنے لگا سکینہ تم
پیچھے بیٹھ جاؤ۔ پھر چلیں۔ سکینہ بے چاری ایک بار جمپ لگا کر بیٹھی لیکن وہ بیٹھ نہ
سکی کاٹھی پر جمنے کے بجائے وہ نیچے زمین پر گر گئی چونکہ اس نے ایک کاٹھی پر
جمپ لگائی تھی لہذا نور محمد یہی سمجھا کہ سکینہ کاٹھی پر بیٹھ گئی ہے یہ احساس ہوتے
ہی نور محمد پیڈل حرکت میں لایا اور سائیکل چلا دی یہ جا اور وہ جا جبکہ اس کی بیوی بے
چاری جو نیچے گر پڑی تھی اسے چوٹ لگی تھی وہ فی الفور بیچاری کوئی آواز نکال کر
نور محمد کو روک ہی نہ سکی اور نور محمد چلتا بنا۔ راستہ میں نور محمد اپنی سالی کے ساتھ
گفتگو کرتا رہا۔ پھر اسے خیال گذرا کہ وہ خود اور سالی گفتگو کر رہے ہیں اس کی
بیوی پیچھے سے نہیں بول رہی پھر اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا اری او سکینہ
ہم دونوں بہن بھائی ہی بولے جا رہے ہیں تم بھی تو کچھ بات کرو جب پیچھے سے
سکینہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پریشان ہوا پیچھے ہاتھ مار کر دیکھا تو اپنی سالی کو مخاطب
کر کے کہنے لگا کہ تمہاری بہن سکینہ کدھر چلی گئی ہے۔ اس پر اس کی سالی نے
چیخ کر کہا بھائی سائیکل تو روکو۔ کہاں جانا تھا بہن نے۔ نور محمد نے جب سائیکل
روکی اس کی سالی بھی نیچے اتری۔ انہوں نے دیکھا پچھلی نشست پر سکینہ تو کوئی
نہیں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس پر اس کی سالی نے پوچھا بھائی تم نے بہن کو بٹھایا بھی
تھا پچھلی نشست پر۔ نور محمد کہنے لگا بالکل وہ خود جمپ لگا کر پچھلی سیٹ پر بیٹھی
تھی نجانے راستے میں کہاں غائب ہو گئی ہے۔ پھر نور محمد سالی کو کہنے لگا تم
یہیں رکو میں پیچھے جا کر پتہ کرتا ہوں کیوں اتری ہے نور محمد نے پھر پیچھے سائیکل
دوڑائی۔ بیوی اس کی ابھی تک پلی ہی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ نور محمد اسے
مخاطب کر کے کہنے لگا۔ بھلی مانس تم سائیکل سے اتر کیوں گئیں جمپ لگا کر بیٹھی تو
تھیں۔ سکینہ کہنے لگی پھر اپنا وہی مخصوص انداز اوتراں دیا! میں بیٹھی کب تھی
میں تو جمپ لگا کر بیٹھنے لگی تھی کاٹھی سے نیچے گر گئی تھی تم نے سائیکل کو ہوا کے
گھوڑے پر سوار کرا دیا اور یہ جا وہ جا میری طرف دیکھا ہی نہیں۔ بڑا شرمسار ہوا

نور محمد بیچارہ بیوی کو بٹھایا سالی تک لے گیا اور پھر دونوں کو سائیکل پر بٹھا کر
سسرال لے گیا تھا۔

ڈاکٹر بن اب پانچواں لطیفہ یہ لطیفہ نور محمد کے چچا کا ہے اور اس کے
نام علی محمد تھا۔ علی محمد تھوڑا سا نابینا ہے کم دکھائی دیتا ہے اسے۔ اس کی
کافی چھوٹے قد کی ہے اس کا نام چراغ بی بی ہے۔ ایک روز چراغ بی بی
لگی شام کا وقت ہو رہا تھا۔ بیچاری شاید جانوروں کے لئے چارہ لینے گئی تھی
دفعہ اپنے سسر سے کہہ گئی چچا میں نے دال پکا کے لکڑی کے ستون کے
دی ہے روٹی بھی پکا دی ہے تم میری غیر موجودگی میں کھا لینا۔ علی محمد کو
بڑی لگی ہوئی تھی بھوک نے جو کھانا پکنے کا مژدہ سنایا تو وہ فوراً اس طرف
دال کی ہانڈی اور روٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ آپ جانتی ہیں ڈاکٹر بن پرانے
میں گاؤں کے اندر عموماً چھت کو سہارا دینے کے لئے لکڑی کے ستون ہوا
تھے جسے ہم لوگ اپنی زبان میں تھمی کہہ کر پکارتے ہیں۔ اب ایک تو شام
والی تھی دوسرے علی محمد کو ویسے ہی کچھ کم دکھائی دیتا تھا بیچارہ حرکت
لکڑی کی ڈوئی سنبھالی اور ہانڈی سے دال نکالنے لگا لیکن ہوا یوں کہ وہ
پکڑے ہوئے تھا۔ لہٰذا دال نہیں ڈل رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ ڈوئی
اندر ہلا ہلا کر دال ڈالنے کی کوشش کرتا رہا اور ساتھ ہی ساتھ کبھی
رکابی میں انگلی ڈال کر اندازہ بھی لگا لیتا کہ دال ڈوئی نے رکابی میں ڈالی
نہیں کافی دیر تک جب وہ کوشش کرتا رہا اور ڈوئی کے ذریعہ رکابی میں
بڑا غصہ آیا اسے اس پر علی محمد غصیلا بہت ہے۔ قریب ہی جو دیوار
لکڑی کا ستون تھا غصہ میں لکڑی کی ڈوئی کو اس نے دیوار اور لکڑی
کے بیچ میں دیا پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے ڈوئی کڑاک کر کے تو
کہنے لگا نہیں نہیں ٹھنڈی رہو۔ کافی دیر سے لگا ہوا ہوں دال ڈالنے
ہی ڈال کے نہیں دے رہی۔ یہاں تک سلیم نے ... ختم کیا تو

کافی دیر تک بھرپور قہقہہ لگائے رکھا جس کی بناء پر سلیم کو کچھ دیر خاموش ہونا
پڑا۔ جب وہ پھر اس کی طرف متوجہ ہوئے تو سلیم پھر کہنے لگا۔

"ڈاکٹر بن اب چھٹا لطیفہ بھی نور محمد کے چچا علی محمد ہی کے متعلق ہے ہوا
کچھ یوں کہ آپ جانتی ہیں پرانے وقتوں میں گاؤں کے مکانوں کی چھتیں کچی ہوتی
تھیں۔ اب بھی اکثر مکانوں کی چھتیں کچی ہی ہوتی ہیں اور جب بارشیں وغیرہ
ہوتی تھیں تو کتے بلیاں وغیرہ چھت کھود جایا کرتے تھے جس کی وجہ سے بارش
کے دنوں میں چھت لیک کرنے لگتے تھے۔ ایسی ہی ایک کتیا علی محمد کی چھت پر
کھود جایا کرتی تھی اور علی محمد اس کتیا کی تلاش اور کھوج میں تھا کہ کبھی یہ ملے تو
اس کتیا کی خبر لوں۔ علی محمد کی یہ بھی صفت ہے کیوں کہ وہ نابینا ہے اس لئے ہاتھ
میں ایک لاٹھی ضرور رکھتا ہے۔ علی محمد کو یہ خبر ضرور تھی کہ جو کتیا اس کی چھت
کھودتی ہے وہ سرخ رنگ کی ہے ایک روز بارش کا سماں تھا ساون کے دن تھے علی
محمد کی بہو نام جس کا چراغ بی بی تھا اس روز سرخ رنگ کے ریشمی کپڑے پہنے
ہوئے تھی چراغ بی بی سیڑھیوں کے ذریعہ چھت پر جانے لگی۔ بارش کا امکان تھا
اس نے سوچا کیڑوں نے کوئی بل نہ بنا لیا ہو یا کسی بلی یا کتیا نے چھت نہ کھود دی
ہو اگر ایسا ہو تو وہ لپائی کر کے برابر کر دے تاکہ بارش کی صورت میں چھت لیک
نہ کرے۔ جس وقت چراغ مٹی کا ایک دابڑا لے کر سیڑھیوں پر چڑھنے لگی تھی
میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ وہ قد کی ذرا چھوٹی ہی تھی اور سرخ رنگ کے ریشمی
کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس وقت علی محمد بھی باہر سے گھر میں داخل ہوا چونکہ
بارش ہونے والی تھی علی محمد کے ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ اس نے جب اپنی بہو چراغ
کو سیڑھیاں چڑھتے دیکھا تو وہ یہی سمجھا کہ سرخ کتیا چھت کھودنے کے لئے
سیڑھیوں پر چڑھ رہی ہے میں پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ کچھ نابینا ہے۔ اسے کم نظر آتا
ہے اسے یقین ہو گیا کہ آج چونکہ بارش ہونے والی ہے اور اس سرخ کتیا نے
اگر چھت کھود دی تو رات بھر چھت لیک کرتی رہے گی اور وہ لوگ سو نہیں سکیں

گے لہٰذا وہ فوراً لاٹھی کو حرکت میں لایا اور دھما دھم تین چار لٹھ پوری قوت
اس نے سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اپنی بہو چراغ بی بی کی کمر پر دے ماریں۔ بے
بیچاری بلیٹاں لیتی ہوئی سیڑھیوں سے نیچے گر گئی اس پر علی محمد زور سے نعرہ
لگاتے ہوئے کہنے لگا نہیں نہیں ٹھنڈی رہو۔ کئی دنوں سے تمہاری تلاش میں
چھت کھود کر ہمیں اذیت اور مصیبت میں ڈال دیتی تھی آج بڑے دنوں بعد
نظر آئی ہو علی محمد ابھی مزید کچھ کہتا کہ سیڑھیوں سے نیچے گرنے کے بعد اس
بہو شور کرنے لگی چاچا تیرا بیڑا غرق ہو تو نے تو لٹھ مار کر میری کمر ہی توڑ دی
اس پر علی محمد پریشان ہو کر کہنے لگا ارے چراغ تم ہو بیٹی میں تو سمجھا وہ سرخ
چھت کھودنے کے لئے سیڑھیاں چڑھ رہی ہے۔ اس پر سب نے ایک لمبا بھر
اور لگا تار قہقہہ لگایا اور اس قہقہہ میں سلیم بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا تھا

تھوڑی دیر بعد سلیم پھر بولا اور عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ڈاکٹر
آج کے لئے میرے خیال میں لطیفوں کا سلسلہ یہیں تک کافی ہے اب اگر
اجازت دیں تو میں تھوڑی دیر کے لئے لکشمی چوک ہو آؤں۔ اس پر عروج
نری سے کہنے لگی ہاں ودیا بھائی تم ہو آؤ۔ کون تمہیں منع کر سکتا ہے اس
ساتھ ہی سلیم اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔ سلیم کے جانے کے بعد عروج تھوڑی
تک کچھ سوچتی رہی پھر وہ اپنے بھائی آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

آفاق بھائی اس وقت جب کہ میں بھی بہن کی حیثیت سے آپ کے ر
ہوں۔ آپ کی بڑی بہن صدف اور دوسری بڑی بہن منی بھی بیٹھی ہوئی ہے
میں ایک بات بہن کی حیثیت سے آپ سے پوچھوں تو آپ وعدہ کرتے ہیں
آپ سچ کہیں گے؟ اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا ڈاکٹر بہن اب تو آپ میرے
ایسے ہی ہیں جیسے صدف اور منی ہیں آپ پوچھیں میں سچ کہوں گا میری
بہنیں جانتی ہیں کہ میں جھوٹ بولنے کا عادی نہیں سو آپ سے بھی جھوٹ
کہوں گا۔ اس پر عروج نے فوراً پوچھ لیا۔

آفاق بھائی یہ کہیئے کہ کیا آپ سندس کو پسند کرتے ہیں۔ عروج کے اس
اچانک سوال پر آفاق چونک سا پڑا تھا۔ گہری نگاہوں سے ایک بار باری باری اس
نے صدف اور منی کی طرف دیکھا پھر وہ دھیمی مگر ہلکی مسکراہٹ میں عروج کی
طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا ڈاکٹر بہن یہ سوال پوچھنے سے آخر آپ کا مطلب کیا
ہے؟ اس پر عروج بھی ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگی۔ جو کچھ میں نے پوچھا ہے
پہلے آفاق بھائی اس کا جواب دو۔ پھر میں آپ کو بتاؤں گی کہ میں نے آپ سے یہ
سوال کیوں پوچھا ہے۔ آفاق تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر وہ بولا
اور عروج سے کہنے لگا۔

ڈاکٹر بہن یہ بات صدف اور منی جانتی ہیں کہ سندس مجھے پسند کرتی ہے۔
بس اس سے آگے آپ خود ہی سمجھ جائیں کہ کیا معاملہ ہے۔ آفاق کے اس گول
مول سے جواب پر عروج مسکرائی پھر کہنے لگی نہیں آفاق بھائی یوں کام نہیں چلے
گا۔ یہ تو معاملہ طے شدہ ہے کہ سندس آپ کو پسند کرتی ہے۔ لیکن میں تو یہ جاننا
چاہتی ہوں کہ آپ بھی اسے پسند کرتے ہیں یا نہیں۔

اس پر آفاق کسی قدر مسکراتے اور شرماتے ہوئے کہنے لگا ڈاکٹر بہن بس
یوں سمجھئے کہ یہ معاملہ یک طرفہ نہیں ہے۔ یعنی دونوں طرف ہے آگ برابر لگی
ہوئی اور یہ معاملہ میری دونوں بہنوں۔ بڑے بھائی اور ماموں کے علم میں بھی
ہے۔ اس پر عروج پھر بولی اور کہنے لگی بس آفاق بھائی میں آپ سے یہی کچھ سننا
چاہتی ہوں۔ اب آپ میرا فیصلہ بھی سنیئے میں اس سلسلے میں پہلے سندس سے
بات کروں گی پھر میں سندس کے ماں باپ سے ملنے کی کوشش کروں گی۔ انہیں
سارا معاملہ سمجھاؤں گی اس کے بعد ساری رسومات کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ کی
اور سندس کی منگنی کا اہتمام کیا جائے گا۔ اس پر آفاق فوراً بولا اور کہنے لگا ڈاکٹر
بہن یوں نہیں۔ آپ جانتی ہیں کہ میرا بڑا بھائی بھی ہے پہلے میرے بڑے بھائی اور
میری دونوں بہنوں کا کچھ ہو گا اس کے بعد میں اپنا گھر آباد کرنے کی کوشش کروں

ا۔ جواب میں عروج فوراً" بولی اور کہنے لگی۔

آفاق میرے بھائی اب جب کہ میں صدف اور منی ہی کی طرح آپ
ن ہوں تو آپ آصف بھائی سے متعلق بھی فکر مند نہ ہوں۔ ان کا گھر بھی
ر ہی آباد کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس سلسلے میں برکت بھائی بھی ہم
'ون کر رہے ہیں۔ رہی بات دونوں بہنوں کی تو آپ دیکھیں گے کہ بہن
ثیت سے میں آپ کے ساتھ کیسا عمدہ اور بہترین تعاون کرتی ہوں۔ یہاں تک
لینے کے بعد عروج جب تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوئی تو آفاق بولا اور عروج
خاطب کر کے کہنے لگا۔

عروج بہن آپ کچھ ایسے اقدامات کر رہی ہیں۔ جس سے مجھے شبہ ہو
ہے کہ ہمیں ایک نہ' ایک روز اس عمارت سے بھاگنا پڑیگا۔ اس پر عروج
تشویش انگیز انداز میں آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ آفاق بھائی یہ کیسی
باتیں کر رہے ہیں اللہ نہ کرے کہ آپ لوگوں کو یہاں سے بھاگنا پڑے اور میں
اقدام کر رہی ہوں جسکی بناء پر آپ یہاں سے بھاگنا چاہیں گے۔ اس پر آفاق
اور کہنے لگا۔ آپ نے دیکھا جہاں تک اس عمارت کی مرمت اور وائٹ واشنگ
تعلق ہے وہ تو کسی حد تک قابل قبول تھی لیکن ہم دیکھتے ہیں آپ نے اسکے
بہترین ڈرائنگ روم کا بھی بندوبست کیا ہے ایک علیحدہ اسٹور کا اہتمام کیا گیا ہے
باورچی خانہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ اسکے علاوہ تقریباً" ہر کمرے میں آپ نے ا
ی لگا دیئے ہیں فون لگوا لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قدر انتظام ہوچکنے کے بعد
پہلے کرائے میں تو اس عمارت میں نہیں رہ سکیں گے اور اگر کرایہ بڑھے گا تو
ہمارے لئے وہ ناقابل برداشت ہوگا اور جب ناقابل برداشت ہو گا تو پھر ہم یہاں
سے بھاگنے پر مجبور تو ہونگے ہی اس پر عروج فوراً بولی اور کہنے لگی۔

آفاق بھائی آپ مجھے انتقامی کاروائی کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ آفاق فوراً
بولا کیسی انتقامی کاروائی میری بہن۔ اس پر عروج فیصلہ کن انداز میں بولی اور کہنے
لی بھی انتقامی کاروائی یہ ہے کہ آج کے بعد آپ کوئی کرایہ وغیرہ ادا نہیں
ریں گے۔ اس بار صدف بولی اور کہنے لگی۔ عروج بہن یہ کیسے ممکن ہے۔ پھر
ہم کیسے اس عمارت میں رہ سکیں گے۔ اس پر عروج فوراً" بولی اور کہنے لگی اس
مارت کی مالک میں ہوں اور مالک کی حیثیت ہی سے میں آپ سے کہہ رہی ہوں
کہ آج کے بعد آپ لوگ کوئی کرایہ وغیرہ ادا نہیں کریں گے اور یہی میری آپ
لوگوں کے خلاف انتقامی کاروائی ہے اور یہ بھی آپ لوگ کان کھول کر سن لیں
کہ میں آپ لوگوں کو یہاں سے جانے نہیں دونگی اسلئے کہ اب میں آپ لوگوں
کی بہن ہوں۔ بہن اپنے ماموں اپنے بھائیوں اور اپنی دوسری بہنوں کو کیسے یہاں
سے جانے دیگی۔ اس پر صدف بولی اور کہنے لگی۔ ڈاکٹر بہن یہ تو آپکی بڑی مہربانی
اور آپکی عنایت ہے پر بغیر کرایہ کے ہم کیسے اور کیونکر یہاں رہ سکیں گے۔ اسطرح
تو ہم کسر نفسی کا شکار ہوجائیں گے۔ عروج فورا بولی اور کہنے لگی اس میں کوئی
کسر نفسی نہیں ہے جو کرایہ آپ اس سے پہلے ماہوار ادا کرتی رہیں ہیں وہ اپنے
پاس آپ جمع کرتی رہیں۔ اگر کبھی مجھے ضرورت پڑی تو میں آپ سے لے لوں گی
اللہ اسکی کبھی کوئی ضرورت پیش نہ آئیگی۔ صدف بولی اور کہنے لگی اور کبھی آپکو
رقم کی ضرورت پڑ گئی اور ہمارے پاس نہ ہوئی تو ہمارا کیا حشر نشر ہوگا۔ عروج فوراً
کہنے لگی کوئی حشر نشر نہیں ہوگا مصیبت تو آپکو اس وقت پڑیگی حشر نشر تو اس وقت
ہوگا جب کوئی رقم آپ سے مانگے گا جب مانگے گا ہی نہیں تو پھر حشر نشر کیسا۔

سنو صدف بہن میرا فیصلہ بھی بڑے غور اور توجہ سے سنو اب جبکہ ہم سب
کے درمیان ایک رشتہ ہے تو آپ میری بات کا برا نہ منائیے گا۔ آج کے بعد
آپ کوئی کرایہ ادا نہیں کریگی جو کرایہ آپ دیتے رہے ہیں اسے آپ جمع کرتے
رہیں اسے آپ ماموں کی بیماری آصف بھائی کی بیماری پر خرچ کریں اور اگر اسکے
علاوہ بھی آپکو اخراجات کے لیے رقم چاہیے تو میں یہاں آپکی بہن کی حیثیت سے
ہوں مجھ سے مانگیں بخدا آپکو دیتے ہوئے مجھے دلی سکون اور قلبی راحت ہوگی۔

عروج شاید مزید کچھ کہتی پر یہاں تک کہہ کہ وہ رک گئی اسلئے کہ کمرے مر
سندس داخل ہوئی تھی اسے دیکھتے ہی عروج خاموش ہوگئی پر جونہی سندس کمر
میں داخل ہوئی آفاق نے اسے مخاطب کرکے کہا سندس میں نے تمہاری چیز
تیار کر رکھی ہے اور اسکا کام ابھی ابھی میں ختم کرکے اس کمرے میں آکر بیٹ
ہوں۔ اس پر عروج فوراً بولی سندس کی تم نے کیا چیز تیار کی ہے میرے بھائی اس
پر آفاق ہلکی ہلکی سی مسکراہٹ میں کہنے لگا

عروج بہن سندس نے مجھے صندل کی لکڑی کا ایک ٹکڑا دیا تھا اور یہ خواہش
کی تھی کہ میں لکڑی سے ایسی لڑکی کا مجسمہ بناؤں جسے میں دل و جان سے پسند
کرتا ہوں پس صندل کی اس لکڑی سے میں نے آج وہ مجسمہ مکمل کر دیا ہے۔
اس پر عروج نے فوراً پوچھ لیا۔ میرے بھائی وہ مجسمہ کس لڑکی کا بنا ہے۔ اس پر
آفاق دوسری طرف منہ کرتے ہوئے کہنے لگا جس نے فرمائش کی ہے وہ خود ہی
دیکھ لیگا کہ کس کا مجسمہ بنا ہے۔ سندس نے بڑی بے چینی اور بڑی جستجو کا اظہار
کرتے ہوئے کہا پہلے آپ بتایئے کہ مجسمہ کی تکمیل کرنے کے بعد آپ کہاں رکھ
کے آئیں ہیں۔ آفاق کہنے لگا میرے کمرے میں میز پر پڑا ہے جاؤ جاکر دیکھ لو۔
اسکے ساتھ ہی سندس بھاگتی ہوئی اس کمرے سے نکل گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد سندس پھر اس کمرے میں داخل ہوئی اسکے ہاتھ میں صندل
کی لکڑی کا بنا ہوا مجسمہ تھا جسکی وجہ سے پورے کمرے میں ایک خوشبو اور مہک
پھیل گئی تھی۔ عروج فوراً بولی اور سندس کو مخاطب کرکے کہنے لگی۔ سندس مجسمہ
مجھے دکھاؤ صدف اور منی بھی اٹھ کر عروج کے قریب آگئیں تھیں۔ سندس نے
کچھ شرماتے اور ہچکچاتے ہوئے وہ مجسمہ عروج کے سامنے لا رکھا تھا۔ عروج
صدف اور منی نے دیکھا وہ مجسمہ سندس کا تھا۔ مجسمہ اور سندس کے نقوش میں
ذرہ برابر فرق نہ تھا۔ سندس کا مکمل ناک نقشہ اسکے چہرے کے نقوش بالوں کی
تراش خراش سب کچھ مجسمہ میں اس سے ملتی جلتی تھی عروج تھوڑی دیر تک اس

ے کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی رہی کبھی وہ سندس کبھی مجسمہ کے طرف دیکھتی
دونوں کے خدوخال ملانے کی کوشش کر رہی تھی پھر وہ مجسمہ صدف اور منی
باری لیکر دیکھنے لگی تھیں اسکے بعد منی نے مجسمہ سندس کو لوٹا دیا اور قریب ہی
رے اپنے بھائی آفاق کی اس نے پیشانی چومتے ہوئے کہا۔ میرے عزیز بھائی
نے اس صندل کو کیا خوب سندس میں ڈھالا ہے۔ آفاق بیچارہ شاید منی کی اس
کا جواب دیتا کہ عروج بولی اور کہنے لگی

سندس بیٹھ جاؤ عروج کے کہنے پر سندس فوراً بیٹھ گئی۔ پھر عروج بولی اور
دس کو مخاطب کرکے کہنے لگی۔ دیکھ سندس اس وقت آفاق بھی یہاں ہے۔
دف اور منی بھی یہاں موجود ہے۔ تم جانتی ہو کہ اب میں بھی ان لوگوں کی
ں بہن ہی کی حیثیت رکھتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ عنقریب تمہاری اور آفاق
کی منگنی کر دی جائے۔ اس مقصد کے لیے مجھے کب اور کہاں تمہارے والدین
سے ملنا چاہیے۔ اس پر سندس بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

میں پہلے اپنے ماں باپ سے بات کرلوں انہیں اس بات کا علم ہے کہ میں
آفاق کو پسند کرتی ہوں اور وہ میری اسکے ساتھ شادی کرنے پر بھی رضا مند ہیں پھر
بھی مجھے ان سے صلاح مشورہ کرنا چاہیے کہ اس سلسلے میں آپکو کب ان سے ملنا
چاہیے۔ عروج کہنے لگی کہ اگر یہ معاملہ ہے تو پھر میں تمہارے جواب کا بے چینی
سے انتظار کرونگی۔ عروج شاید مزید کچھ کہتی کہ کمرے کے دروازہ پر سولہ سترہ سال
کا ایک لڑکا نمودار ہوا اور وہ اندر آتے ہوئے کسی قدر ہچکچا رہا تھا اسے دیکھتے ہی
صدف بولی اور اسے مخاطب کرکے کہنے لگی۔ رفیق بھائی اندر آجاؤ باہر کیوں
کھڑے ہو۔ کہو ہم سے کوئی کام ہے۔ وہ لڑکا جسکا نام صدف نے رفیق پکارا تھا
ہچکچاتے ہوئے اندر آیا پھر وہ عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ڈاکٹر عروج آپکو
گل بابا نے بلایا ہے۔ اسکے ساتھ ہی رفیق نام کا وہ لڑکا مڑا اور بھاگتا ہوا کمرے
سے نکل گیا تھا۔

اس لڑکے کے جانے کے بعد عروج ۔جوف کی طرف متوجہ ہوئی اور اسے
مخاطب کرکے پوچھنے لگی صدف بہن یہ لڑکا جو ابھی ابھی مجھے گل بابا کا پیغام دیکر گیا
ہے کون ہے اس پر صدف بولی اور عروج کو جواب دیتے ہوئے کہنے لگی ڈاکٹر یہ
یہ لڑکا بڑا سیدھا سادا سا بڑا شریف غریب بڑا دکھی اور ضرورت مند ہے اسکا نام
رفیق ہے۔ یہ بیچارا سیالکوٹ کی سرحدی تحصیل شکر گڑھ کا رہنے والا ہے اسکا
گاؤں انڈیا کے بارڈر پر دورافتادہ ہے۔ یہاں محنت مشقت کرتا ہے۔ محلے میں اس
آسرا کی بلڈنگ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک صاحب کا نکل پالش کا کارخانہ ہے یہ
اس میں کام کرتا ہے۔ گل بابا ہی کے پاس رہتا ہے گل بابا کے پاس ہی کھانا کھاتا
ہے۔ گل بابا ہی اسکے اخراجات برداشت کرتے ہیں۔ پیچھے بیچارہ کی ایک بیوہ ماں
ہے۔دو بھائی اور دو بہنیں ہیں اور یہ رفیق نام کا لڑکا اپنی بیوہ ماں اور چار بہن
بھائیوں کا واحد اور اکیلا کفیل ہے اس پر عروج پھر بولی اور کہنے لگی۔

لیکن اس سے پہلے میں نے اس لڑکے کو گل بابا کے پاس تو نہیں دیکھا
جواب میں صدف مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ آپ گل بابا کے یہاں گئی ہی کب
ہیں صرف ایک بار ہی تو گئی ہیں۔ اور یہ بیچارا صبح سویرے نکل پالش کے کارخانے
میں جاتا ہے۔ اور رات کو کہیں لوٹتا ہے۔ ہاں جمعہ کو یہ فارغ ہوتا ہے۔ صرف
جمعہ کے روز ہی اسے دن کے وقت گل بابا نے کسی کام کے سلسلے میں آپکو بلایا
ہوگا اور یہ انکا پیغام لیکر آگیا ہے۔ اس پر عروج اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی
انہوں نے مجھے کیوں بلایا ہے اسکے ساتھ ہی عروج اس کمرے سے نکل گئی۔ آفاق
اور سندس بھی اٹھ کر اپنے اپنے کمروں کی طرف چلے گئے تھے۔ عروج گل بابا کے
کمرے کے پاس آئی تو کمرے سے باہر دیوار میں جو تختہ سیاہ بنا ہوا تھا۔ اسکے
قریب آکر وہ رک گئی اسلئے کہ آج جمعہ تھا۔ اور جمعہ کے روز گل بابا تختہ سیاہ پر
نئی تحریر لکھا کرتے تھے۔ بورڈ کے سامنے کھڑے ہو کر عروج تحریر کو پڑھنے لگی لکھا
تھا۔

”اے انسان تو اپنے دولتمند اپنے صاحب ثروت ہونے پر اتراتا ہے۔ جو مال
تو نے دنیا میں جائز اور ناجائز طریقہ سے جمع کر رکھا ہے۔ اس پر گھمنڈ کرتا ہے
لیکن اے انسان دیکھ جو مال تیرے پاس ہے یہ دراصل تمہارا ذاتی مال نہیں بلکہ
خدا کا بخشا ہوا مال ہے۔ تم بذات خود اسکے مالک نہیں ہو اللہ نے اپنے خلیفہ کی
حیثیت سے یہ مال تمہارے تصرف میں دیا ہے لہٰذا مال کے اصل مالک کی خدمت
میں اسے صرف کرنے سے دریغ نہ کر۔ دیکھ انسان! خداوند کی راہ میں جسطرح
اس کا حکم ہے خرچ کر اسلئے کہ تو زمین پر خداوند قدوس کا نائب ہے۔ نائب کا یہ
کام نہیں کہ مالک کے مال کو مالک ہی کے کام میں خرچ کرنے سے جی چرائے۔

اے انسان یہ جو مال تیرے پاس ہے یہ مال نہ ہمیشہ سے تمہارے پاس تھا نہ
ہمیشہ سے تمہارے پاس رہنے والا ہے۔ کل یہ کچھ دوسرے لوگوں کے پاس تھا پھر
اللہ نے تم کو اس مال کا جانشین بنا کر اسے تمہارے حوالے کیا پھر ایک ایسا وقت
بھی آئے گا جب یہ تمہارے پاس نہ رہیگا اور کچھ دوسرے لوگ اس پر تمہارے
جانشین بن جائیں گے۔ پس اے انسان اس عارضی جانشینی کی تھوڑی سی مدت
میں جبکہ یہ تمہارے میقہ و تصرف میں ہے اسے اللہ کے کام میں خرچ کرتا کہ
آخرت میں اسکا مستقل اور دائمی اجر تمہیں حاصل ہو اور یہی انسان کی فلاح اسکی
کامیابی اور فوز مندی ہے“

تحریر پڑھنے کے بعد عروج وہاں سے ہٹی اور گل بابا کے کمرے میں داخل
ہوئی اندر گل بابا فرش پر بچھی دری پر بیٹھے ہوئے تھے انکے سامنے برکت بھی بیٹھا
ہوا تھا جونہی عروج کمرے میں داخل ہوئی گل بابا اور برکت نے اپنی جگہ سے اٹھ
کر اسکا استقبال کیا۔ پھر ایک باپ کی سی شفقت اور محبت میں گل بابا عروج کو
مخاطب کرکے کہنے لگے۔ بیٹی وہاں سامنے والی نشست پر بیٹھ جاؤ۔ اس پر عروج
بڑی عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی نہیں گل بابا آپ میرے باپ
کی جگہ ہیں باپ نیچے بیٹھا ہو تو بیٹی اونچی جگہ بیٹھتی اچھی نہیں لگتی۔ میرے خیال

میں بڑا معیوب کام ہے۔

عروج کی یہ گفتگو سنکر گل بابا خوش ہوئے۔ برکت کے چہرے پر بھی ہلکی ہلکی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پھر گل بابا بولے اور عروج کو مخاطب کرکے کہنے لگے بیٹی کسی اچھے ماں باپ کا خون ہو۔ یورپ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود بھی تم اپنی روایات کی قائل اور پابند دکھائی دیتی ہو۔ خدا تمہیں خوش رکھے اور اپنے زندگی کے مقصد میں کامیاب کرے۔ آؤ پھر ہمارے پاس ہی بیٹھو۔ اسکے ساتھ ہی گل بابا اور برکت بیٹھ گئے۔ عروج بھی انکے سامنے دری پر جم گئی۔ اتنی دیر تک پشت والے کمرے میں رفیق نمودار ہوا۔ عروج کے قریب آیا اور ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا ڈاکٹر باجی اگر کوئی چیز آپ کھانا پسند کریں تو میں لاؤں۔ اس پر ہاتھ کے اشارے سے عروج نے رفیق کو اپنے پاس بلایا۔ جب رفیق قریب آیا تو دری پر ہاتھ مارتے ہوئے عروج نے کہا بیٹھ میرے پاس۔ رفیق جب اسکے پاس بیٹھ گیا تب عروج بولی اور کہنے لگی میرے بھائی تم کیا کھلا سکتے ہو۔ جواب میں رفیق بڑی سادگی اور معصومیت سے کہنے لگا۔ ڈاکٹر بہن میں آپکو فروٹ کھلا سکتا ہوں۔ مٹکے کا ٹھنڈا پانی پلا سکتا ہوں۔ گرم گرم دودھ پلا سکتا ہوں۔ اسلئے کہ گل بابا نے چائے چھوڑ دی ہے لہذا ہمارے ہاں چائے بنتی ہی نہیں۔ عروج نے گل بابا کے طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

گل بابا کیا ہوا آپ نے چائے کیوں چھوڑ دی۔ اس پر گل بابا بولے اور کہنے لگے بیٹی تو ڈاکٹر ہے بتا اس چائے کا کوئی فائدہ ہے۔ اس پر عروج جھجکی سی ہو کر کہنے لگی۔ ہاں گل بابا بظاہر اسکا فائدہ تو کوئی نہیں گل بابا مسکراتے ہوئے کہنے لگے اگر فائدہ نہیں ہے تو پھر کیوں اسکا استعمال کریں۔ دراصل ہم لوگ جس چیز کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اسکا جنازہ نکال کر چھوڑتے ہیں۔ بھیڑ چال کے طرح ہم بھی پر مکھی مارتے چلے جاتے ہیں۔ اور پھر آجکل کے دور میں ہم نے ضروریات زندگی کم کرتے ہوئے فضولیات زندگی کو زیادہ اہمیت دینی شروع کر دی ہے۔ ہو سکتا میرے الفاظ کا بہت سے لوگ بہت سے طبقے برا مانیں لیکن میں یہ کہوں گا کہ چائے نسوار' پان سگریٹ نوشی وغیرہ سب فضولیات زندگی ہیں اور سب نشہ کے زمرے میں آتے ہیں ہر وہ چیز جسکا انسان عادی ہوجائے اور جو ضروریات زندگی کے زمرے میں نہ آئے اور انسان آسانی سے اسے نہ چھوڑ سکے۔ میرے سادہ سے الفاظ میں وہ نشہ کہلا سکتی ہے۔

دیکھ عروج میری بیٹی ہم لوگ نسوار خوری' پان خوری چائے سگریٹوں پر لاکھوں نہیں اربوں روپیہ ختم کر دیتے ہیں یہ روپیہ پان نسوار کی پیک' چائے کی استعمال شدہ پتی اور سگریٹ کے دھوئیں میں اڑکر رہ جاتا ہے۔ اگر ہم ان چیزوں کو کم کردیں میں نہیں کہتا چھوڑ دیں اور نہ میں ان چیزوں کے خلاف جہاد کرنے کیلئے اٹھا ہوں نہ میرا کام ہے یہ بلکہ میں تو ایک درد مندانہ مشورہ دونگا کہ اول ہمیں ان چیزوں کو ترک کر دینا چاہیے اور اگر ہم ترک نہیں کرسکتے تو کم از کم ہم کم ہی کرکے اپنی زندگی کی فضولیات کو کسی حد تک محدود کردینا چاہیے ۔

یہاں تک کہنے کے بعد گل بابا جب خاموش ہوئے تو عروج نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے رفیق کو مخاطب کرکے پوچھا رفیق میرے بھائی تم کتنے بہن بھائی ہو۔ اس پر رفیق بولا اور کہنے لگا دو بہنیں ہیں دو بھائی میں نے سنا ہے کہ تم سیالکوٹ کی تحصیل شکرگڑھ کے کسی دور افتادہ سرحدی گاؤں کے رہنے والے ہو۔ تم اپنی ماں اور بہن بھائیوں کو یہاں کیوں نہیں بلوا لیتے ہو۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے ابو فوت ہوچکے ہیں۔ عروج کی اس بات پر رفیق بیچارہ کچھ اداس ہوگیا تھا پھر وہ بولا اور کہنے لگا۔ ڈاکٹر بہن وہاں گاؤں میں ہمارا اپنا گھر ہے۔ ماں بہنوں اور بھائیوں کو جب یہاں بلاؤنگا تو انکی رہائش کیلئے کوئی مکان بھی چاہیے۔ آپکو گل بابا نے یہ بھی بتایا ہوگا کہ میں یہاں نکل پالش کے ایک کارخانے میں کام کرتا ہوں۔ سب تنخواہ اوور ٹائم ملا کے مجھے تقریباً ایک ہزار روپیہ ماہوار بن جاتا ہے۔ ماں بہنوں اور بھائیوں کو یہاں بلاؤنگا تو پھر یہ ایک ہزار روپیہ تو میرے

مکان کے کرائے پر نکل جائے گا۔ پھر ہم سب بہن بھائیوں اور ماں کو تو ...
کر گزارہ کرنا پڑیگا۔ رفیق کی ان باتوں پر عروج کچھ الجھ کر اداس ہوگئی تھی۔
تھوڑی دیر رکا پھر وہ دوبارہ بولتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ڈاکٹر بہن شروع میں اس نکل پالش کی فیکٹری میں مجھے صرف ۵ روپے
کا خرچہ ملا کرتا تھا۔ اور میں رات کو فیکٹری ہی میں سو رہتا تھا۔ پھر جب کام
نے سیکھ لیا تب میری تنخواہ لگی۔ شروع میں مجھے پانچ سو ملتا رہا یہ پانچ سو
عرصہ رہا پھر میری تنخواہ اور اوور ٹائم ملا کر سات سو بننے لگا اب ہزار بن جا...
پہلے میں فیکٹری ہی میں سو رہتا تھا پھر مالک نے وہاں سونے سے مجھے منع کر
اسلئے کہ میری دیکھا دیکھی کچھ دوسرے لوگ بھی فیکٹری میں سونے لگے تھے۔
مالک نے پسند نہیں کیا تھا لہٰذا میں نے فیکٹری کے قریب ہی ایک کمرہ کرائے
لے لیا پھر میرا تعارف گل بابا اور برکت بھائی سے ہوا۔ انکی بڑی مہربانی کہ گل
نے مجھے اپنے ہاں جگہ دے دی اسطرح میرا کرایہ بچ گیا اور اب گل بابا مجھ پر
مہربانی یہ کرتے ہیں کہ کھانے کو بھی مجھے یہ دے دیتے ہیں میں انکا اپنا کھانا
تیار کرلیتاہوں۔ گل بابا کو بھی کھلاتا ہوں۔ خود بھی کھاتا ہوں۔ لہٰذا کھانے پر
میرا کچھ خرچہ نہیں آتا۔ گل بابا دھوبی کا کام کرتے ہوئے جو فروٹ لیکر آ...
ہیں وہ بھی میں خوب کھا کر پیٹ بھرتا ہوں۔ پہلے میں پتلا دبلا تھا گل بابا مجھے جا...
ہیں برکت بھائی کو بھی معلوم ہے لیکن اب گل بابا کی روٹیاں اور فروٹ کھا...
میں خوب تروتازہ ہوگیا ہوں۔ اب میں پہلے کی نسبت ماں کو پیسے بھی زیادہ ...
ہوں۔ رفیق ابھی یہیں تک کہہ پایا تھا کہ گل بابا چونک سے پڑے پھر وہ رفیق
مخاطب کرکے کہنے لگے

رفیق مجھے یاد آگیا تمہارا کل کا خط آیا ہوا ہے وہ سامنے الماری میں جو ...
کتابیں پڑی ہیں اوپر والی کتاب کے نیچے میں نے رکھا ہوا ہے مجھے تم کو بتانا یاد
نہیں رہا میں نے ابھی کھول کر پڑھا نہیں لاؤ میں خود کھول کر تمہیں سناتا ہوں...
...اب بھی لکھ دیتا ہوں۔ اسی کتاب کے نیچے کچھ لفافے بھی پڑے ہیں۔ وہ
...لے آتا رفیق بڑی تیزی سے اٹھا بھاگ کر الماری کی طرف گیا۔ کتاب کے
نیچے وہ خط نکال کر لایا اور گل بابا کو تھماتے ہوئے کہا۔ گل بابا پہلے مجھے
...کر سنائیے۔ میں دیکھوں میری ماں میری بہنیں میرے بھائی کیسے ہیں اور
مجھے خط میں کیا لکھا ہے۔ گل بابا نے جلدی جلدی خط کھولا پھر تہہ کئے
...کی تہیں کھولنے کے بعد اس نے خط پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا۔

رفیق میرے بیٹے میرے بچے!

کئی دن ہوئے تمہارا خط نہیں ملا تھا۔ جی بڑا پریشان ہوا۔ بیٹے اگر تمہاری
...نہ کٹے تو پھر کچھ دن کے لیے گھر سے ہو جاؤ۔ تمہارے بھائی تمہاری بہنیں
تم سے ملنے کی بڑی آرزومند ہیں۔ مجھے تمہارا چہرہ دیکھے ہوئے کئی ماہ گزر گئے
...ہو سکے تو اس ماہ کچھ پیسے زیادہ بھیجنا میرے بیٹے رمضان سر پر ہے انکے
...تو ابھی سب لوگوں کے بچوں کے نئے کپڑے ہونگے۔ تمہارے بہن بھائی
...کریں گے تو کہاں سے لے کے دونگی۔ بڑی بہن اب جوان ہوگئی ہے۔
...کے لائق ہے۔ اس سال دسویں بھی کر جائیگی۔ اسکول کی یونیفارم کے علاوہ
...پہننے کے لئے اسکے پاس صرف ایک ہی جوڑا ہے۔ اس بیچاری کی قمیض
...پھٹی ہوئی ہے۔ اور کئی پیوند اس پر لگے ہوئے ہیں۔ جب میں اسکی حالت
دیکھتی ہوں اور سوچتی ہوں کہ یہ اسکول جانے والی لڑکی ہے تو میرے بیٹے راتوں کو
...کی حالت دیکھ کر رونے اور آہیں بھرنے کو جی چاہتا ہے"

یہاں تک خط پڑھتے پڑھتے گل بابا رک گئے تھے۔ اسلئے کہ انکی آنکھوں سے
...بہہ نکلے تھے اور بیچارے سسکیاں لے لے کر بچوں کی طرح بلک بلک کر
رونے لگے تھے۔ قریب بیٹھے برکت اور عروج کی آنکھیں بھی نمناک ہو چکی تھیں
...بیٹھا ہوا رفیق اپنے آنسو پونچھتے ہوئے گل بابا سے کہنے لگا۔ گل بابا جب ہی

میرا خط آپ پڑھتے ہیں رو دیتے ہیں گل بابا نے رفیق کی اس گفتگو کا کوئی ج
نہ دیا۔ بیچارے آنکھیں بند کیے روتے رہے اور انکی آنکھوں سے آنسو ٹپ
انکی گود میں گرتے رہے۔ پھر انہوں نے کسی قدر اپنے آپ کو سنبھالا اور ر
ڈوبی ہوئی آواز میں کہنے لگے آگے تمہاری ماں نے لکھا ہے۔

رفیق میرے بیٹے تمہارے چھوٹے بھائی کو موسمی بخار ہے۔ اسے ش
جاتی ہوں اور خیراتی ڈسپنسری سے دوائی لے آتی ہوں پہلے سے کافی فرق ہے ا
مند نہ ہونا۔ یہ سارے حالات تمہیں اس لئے لکھتی ہوں کہ تم گھر کے ب
ہو۔ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کے لیے باپ کا سایہ ہو۔ تمہاری بہنیں کہ
تھیں کہ یہاں گاؤں میں کپڑا مہنگا ملتا ہے۔ لاہور بڑا شہر ہے وہاں کپڑا سستا ہ
بھائی سے کہو کہ ہمارے لئے کپڑا بھیج دے۔ میرے بیٹے اگر ہو سکے تو بہن بھا
کے لیے کپڑا خرید کر بھیج دینا خوش ہو جائینگے۔ اسلئے کہ سارے جہان میں تم ا
ایک انہیں دکھائی دیتے ہو۔ انکی خواہشوں اور امیدوں کو پورا کرسکتے ہو۔ بیٹے
مزید کچھ لکھ کر تمہارا دل نہیں دکھانا چاہتی۔ ہم سب ٹھیک ہیں۔ اپنی صحت
خیال رکھنا"

تمہاری دکھیاری

تھوڑی دیر بعد گل بابا ہونٹ کاٹتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالتا رہا ا
رفیق کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔ لفافہ لے آؤ بیٹے میں تمہیں خط بھی تمہاری
کے نام لکھ دوں۔ رفیق اٹھ کر لفافہ لانا ہی چاہتا تھا کہ عروج نے اسے شانے
پکڑ کر اپنی جگہ بٹھا دیا پھر وہ گل بابا کو مخاطب کرکے کہنے لگی گل بابا ابھی ا
کو خط نہیں لکھنا میں کچھ چیزیں رفیق کو دونگی اسکے بعد آپ اسکی ماں کو
لکھیئے گا۔ عروج کی یہ بات سنکر گل بابا کسی قدر خوش ہو گیا تھا۔ وہ عروج سے
کہنا ہی چاہتا تھا کہ رفیق بولا اور گل بابا کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

گل بابا یہ اپنے آسرا میں ایک عورت رہتی ہے جسکا نام اجالا ہے۔ جو

ہوں آسرا میں داخل ہوئی ہے اسکا ایک بیٹا بھی ہے جسکا نام عمران ہے۔ گل
ابا بولا اور کہنے لگا ہاں کہو بیٹے تم کیا کہنا چاہتے ہو کہو میں اس خاتون اور اسکے
کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں وہ بچہ یہاں ہمارے پاس آتا بھی رہتا ہے۔ رفیق
اور کہنے لگا ہاں گل بابا وہی عمران جو اب میرے پاس اکثر آکر بیٹھنے لگا ہے وہ
رہا تھا کہ میں نے بھی گل بابا سے ایک خط لکھوانا ہے اس پر گل بابا نے فکر
ے لہجے میں کہا وہ کے خط لکھوانا چاہتا ہے۔ رفیق بولا یہ تو میں نہیں جانتا
بابا پر وہ کہہ رہا تھا گل بابا تمہیں خط لکھ کر دیتے ہیں۔ میں گل بابا سے خط
انا چاہتا ہوں۔ اس پر گل بابا کسی سوچ بچار میں پڑ گیا تھا اسی وقت عروج بولی
ل بابا سے پوچھنے لگی۔

گل بابا آپ نے رفیق کو بھیج کر مجھے بلایا تھا کیا مجھ سے کوئی کام ہے اس پر
بابا بولے اور کہنے لگا ہاں بیٹی میں نے تمہیں بلایا تھا۔ دراصل آج آسرا کی
ت میں ایک مقدمہ پیش ہو رہا ہے۔ اس مقدمہ کا فیصلہ سب لوگ مل کر
ں گے۔ یہ مقدمہ گزشتہ کئی ماہ سے چل رہا ہے۔ آج جمعہ ہے آسرا کے دفتر
دار صاحب بھی ہونگے۔ میں بھی شامل ہونگا برکت کو بھی اسی لئے بٹھایا ہوا
۔ برکت بھی اس میں شامل ہوگا۔ اسکے علاوہ محلے کے کچھ سرکردہ لوگ بھی
لیدار صاحب نے کہا تھا کہ ڈاکٹر عروج چونکہ اب اس محلے میں پکی رہائش
ار کر چکی ہیں لہذا ایسے فیصلوں میں اب انہیں بھی بلایا جائے اور ایک پکا اور
ر خیال کیا جائے۔ عروج بیٹی دراصل اس محلے کے فیصلے پنچائت کی بنیادوں
ے جاتے تھے۔ اس محلے کی باقاعدہ ایک پنچائیت ہے۔ جسکا میں برکت، اور
ے علاوہ اور بہت سے سرکردہ لوگ بھی ممبر ہیں۔ سب ملکر محلے کے جھگڑوں
زاعوں کو نپٹاتے ہیں۔ عروج پھر بولی اور گل بابا سے پوچھنے لگی۔

گل بابا آپ لوگوں کی بڑی مہربانی کہ آپ لوگ مجھے اتنی اہمیت دے رہے
پر یہ تو کہیئے کہ جھگڑا کیا ہے جسکا آج فیصلہ سنایا جانا ہے۔ اس پر گل بابا بولا

اور کہنے لگا بی بی جھگڑا یہ ہے کہ اس محلے کے دو میاں بیوی ہیں دونوں میاں
کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ کچھ عرصہ دونوں خوش و خرم زندگی بسر
رہے پھر دونوں میں نااتفاقی اور جھگڑا تکرار شروع ہوگیا۔ ان دونوں میاں بیوی
جھگڑا طول پکڑنے لگا۔ بیوی کا شوہر پر الزام تھا کہ وہ اسے پورا خرچہ نہیں
اپنے بال بچوں کا خیال نہیں رکھتا۔ رکشہ چلاتا ہے۔ اور بیوی کا کہنا ہے کہ
کرتا ہے اور رکشہ کی ساری کمائی اپنے نشہ میں اڑا دیتا ہے۔ یہاں تک
دونوں کی علیحدگی ہوگئی۔ طلاق نہیں ہوئی بس دونوں علیحدہ اس طرح ہو
بیوی اپنے ماں باپ کے پاس چلی گئی اور میاں اپنے ہی گھر رہا عورت کا گھر
ہسپتال کی پشت والے محلے میں ہے جبکہ اسکا مرد آسرا کی عمارت کے پیچھے
میں رہتا ہے۔ میاں اکیلا ہی ہے مکان اس نے اپنا لے رکھا ہے۔ وہ وزیر
رہنے والا ہے۔ عزیز و اقارب سب وہاں رہتے ہیں لیکن یہاں اس نے ا
لیکر یہی رہائش اختیار کرلی ہے اب وہ اپنے گھر میں اکیلا رہتا ہے جبکہ
ماں کے پاس رہتی ہے۔

اب بیوی کی مصیبت یہ ہے کہ اسکے میکہ میں صرف اسکا ایک بھائی
کمانے والا ہے۔ جسکی بیوی اور چار پانچ بچے ہیں اور وہ سب کا خرچہ
نہیں کرسکتا۔ ان حالات سے تنگ آکر بیوی نے پنچائت سے یہ شکایت کی
میرے میاں کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے بچوں کا خرچہ مجھے دے یا یہ کہ
جا کر اپنے پاس رکھے مجھ سے نہیں پالے جاتے اتنے بچے پنچائت نے
دفتر میں طلب کیا ہے اور دونوں کا تصفیہ کرانے کی کوشش کی جائے گی
تک کہنے کے بعد گل بابا خاموش ہوگیا۔ عروج تھوڑی دیر تک خاموش
سوچتی رہی پھر وہ رفیق کو مخاطب کرکے پوچھنے لگی رفیق تمہارے ابا کیا
کرتے تھے رفیق کہنے لگا

ڈاکٹر باجی میرے ابا لاہور میں ایک کوٹھی میں مالی کا کام کیا کرتے

کے سرونٹ کوارٹر میں ہم رہتے تھے۔ میں لاہور ہی میں پیدا ہوا۔ میرے
بہن بھائی لاہور میں پیدا ہوئے۔ میری اماں سارا لاہور شہر جانتی ہے۔ پھر
رے ابا فوت ہوگئے تو ہم اپنے آبائی گاؤں چلے گئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ
ابا کا ہارٹ فیل ہوگیا تھا۔ پھر جب میں کچھ بڑا ہوا تو میں نوکری تلاش
لگا ہمارے گاؤں کا ایک شخص لاہور میں کام کاج کرتا تھا۔ اسے ہماری
پر رحم آیا اس نے مجھے اس نکل پالش کی فیکٹری میں کام دلا دیا۔ بس جب
یہی کام کر رہا ہوں۔

رفیق شاید مزید کچھ کہتا کہ ایک لڑکا کمرے میں داخل ہوا یہ وہی عمران تھا
تھوڑی دیر پہلے رفیق نے کیا تھا اسے دیکھتے ہی گل بابا بولا اور کہنے لگا ادھر
میرے پاس یہاں آکر بیٹھو عمران آگے بڑھا اور گل بابا کے پہلو میں آکے
گل بابا اسکے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے بڑی نرمی میں بولنے مجھے
بتا رہا تھا کہ تم مجھ سے کسی کو خط لکھوانا چاہتے ہو۔ ننھا عمران بڑی
سے کہنے لگا ہاں گل بابا آپ رفیق کو خط لکھ کر دیتے ہیں مجھے بھی خط
یں گل بابا عمران سے کچھ مزید پوچھنا ہی چاہتے تھے کہ ایک جوان کمرے
دروازے پہ نمودار ہوا اور گل بابا کو مخاطب کرکے کہنے لگا گل بابا آپ برکت
اور ڈاکٹر بہن تینوں آسرا کے دفتر میں آئیے سب لوگ وہاں جمع ہیں اور آپکا
ظار کیا جا رہا ہے اس پر برکت اور گل بابا اٹھ کھڑے ہوئے عروج بھی کھڑی
گل بابا نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تم یہیں بیٹھو بیٹے میں واپس آکر
خط لکھ کر دیتا ہوں اسکے ساتھ ہی گل بابا، برکت اور عروج گل بابا کے
سے نکل گئے تھے۔

گل جب آسرا کے دفتر میں داخل ہوئے تو وہاں محلے کے کافی سرکردہ لوگ
ہوئے تھے۔ آسرا کے چیئرمین وقار بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ سب نے اپنی
اٹھ کر ان تینوں کا استقبال بھی کیا۔ وہ بھی تینوں خالی نشستوں پر بیٹھ

گئے ۔ پھر وقار بولا اور عروج کو مخاطب کرکے کہنے لگا عروج بیٹی شاید جس
کافیصلہ کرنے کے لیے' آپکو بلایا گیا ہے گل بابا نے کچھ روشنی اس پر
ضرور ڈالی ہوگی۔ عروج بولی اور کہنے لگی ہاں گل بابا نے مجھے کچھ بتایا ہے
پھر بولا اور اپنے سامنے بیٹھی ہوئی عورت کو دیکھ کر کہنے لگا اس جھگڑے میں
ایک تو یہ خاتون ہے اسکا نام شمشاد ہے پھر وہ اپنے بائیں پہلو میں بیٹھے
ایک شخص کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ اس شخص کا نام اجمل ہے اور یہ
خاتون کا شوہر ہے۔ بس دونوں میاں بیوی میں جھگڑا ہے۔ گزشتہ کئی ماہ سے
کوشش کر رہے ہیں کہ یہ دونوں میاں بیوی مل بیٹھیں پھر سے پہلے کے طرح
ہوجائیں۔ لیکن یہ اجمل تو مانتا ہے پر یہ شمشاد اب اسکے ساتھ رہنے پر
نہیں ہے۔

شمشاد چاہتی ہے کہ اسکے بچوں کا خرچہ یہ اجمل خود اٹھائے کیونکہ
کمانے والا صرف ایک بھائی ہے جو اسکا اور اسکے بچوں کا خرچہ برداشت
کرسکتا یہ اپنے چاروں بچوں کو ساتھ لے آئی ہے۔ جنہیں میں نے اس
ساتھ والے کمرے میں بٹھا دیا ہے۔ پہلے شمشاد سارے بچوں کو اجمل کے حوالے
کرنے پر تیار تھی لیکن اب یہ کہتی ہے کہ نہیں میں کچھ بچے اپنے پاس رکھوں گی اور
کچھ اجمل کے حوالے کرودنگی۔ اب اسکے ساتھ ملکر یہ طے کرنا ہے کہ کون
بچے اجمل کے حوالے کرنا چاہتی ہے کونسے اپنے پاس رکھنا چاہتی ہے۔ یہ فیصلہ
تنازعہ ساری پنچائت کی موجودگی میں ہونا چاہیے۔ تاکہ کل کسی کو اعتراض نہ ہو
یہاں تک کہنے کے بعد وقار تھوڑی دیر رکا پھر شمشاد کے طرف دیکھتے ہوئے
لگا۔ شمشاد بیٹے کہو تم اپنے بچوں میں سے کس کو اپنے شوہر اجمل کے حوالے کرنا
چاہتی ہو اس پر شمشاد تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہی پھر وہ
وقار کو مخاطب کرکے کہنے لگی وقار صاحب آپ تھوڑی دیر کے لیے گل بابا
بھائی اور اس ڈاکٹر بہن کو میرے ہمراہ ساتھ والے اس کمرے میں بھیجیں جہاں
بچے ہیں میں انکے ساتھ مل کر فیصلہ کرنا چاہتی ہوں۔ اس پر وقار بولا اور
بابا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا گل بابا آپ برکت اور عروج بیٹی اسکے ساتھ
جا کر دیکھیں یہ کیا فیصلہ کرتی ہے۔ گل بابا برکت اور عروج اپنی جگہوں سے
کھڑے ہوئے۔ شمشاد نام کی عورت بھی اٹھ کھڑی ہوئی پھر وہ چاروں ساتھ
والے کمرے میں داخل ہوئے انہوں نے دیکھا اس کمرے میں لکڑی کے بنچوں پر
تین لڑکے اور ایک لڑکی بیٹھے ہوئے تھے۔ شمشاد نے عروج کے طرف دیکھتے ہوئے
کہا ڈاکٹر بہن یہ میرے بچے ہیں۔ آپ بتائیں ان میں سے کسے میں اپنے پاس
رکھوں کسے انکے باپ کے حوالے کروں۔
اس پر عروج بولی اور کہنے لگی بہن میں کیا بتا سکتی ہوں۔ تمارے بچے ہیں تم
انہیں بہتر طور پر جانتی ہو سمجھتی ہو یہ فیصلہ تو بہرحال تمہیں ہی کرنا ہے۔ اس پر
شمشاد نام کی وہ عورت اپنے بچوں کے پاس بیٹھ گئی ۔ آنکھیں بند کرکے تھوڑی
دیر بیچاری کچھ سوچتی رہی پھر اپنے بڑے بیٹے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر وہ گل بابا
برکت اور عروج سے کہنے لگی یہ میرا بڑا بیٹا ہے۔ محلے میں جو نکل پالش کی فیکٹری
ہے اس میں کام کرتا ہے۔ چار پیسے کما کر میری ہتھیلی پر رکھتا ہے۔ یہ بیچارہ کمہار
کے چاک کی طرح بھاگم بھاگ میں لگا رہتا ہے۔ اداس سوچوں کے زاویوں اور
فراق منظر جیسے اس گھر میں جہاں نہ باپ کی دستک ہے نہ آہٹ میرا یہ بیٹا میرے
لئے وصال موسم کا آئینہ میری خوشیوں اور میری آرزوں کا محور ہے۔ میں کیسے
اور کیونکر اسے اسکے باپ کے حوالے کرسکتی ہوں۔
اسکے بعد شمشاد اپنے چھوٹے بیٹے کی طرف بڑھی اور کہنے لگی۔ یہ چھوٹا گھر
میں شور شرابہ بہت کرتا ہے محلے کے لڑکوں سے جھگڑا فساد کرکے گھر میں شکائتیں
بھی بہت لاتا ہے۔ پھر بھی یہ دکھوں کے خشک پتوں کی چرچراہٹ اور غموں کے
گہرے سمندر سے واقف نہیں ہے۔ اس اوجڑ نگری سونے دیس میں ابھی یہ
ناتجربہ کار' نادان اور بھولا ہے۔ بڑا ہو کر یہ بھی بڑے بھائی کی طرح اجلے ستاروں

کی تحریر اور تازہ گلابوں کی خوشبو میرے لئے ثابت ہوگا لہٰذا میں اسے بھی
اسکے باپ کے حوالے کر سکتی ہوں۔
اسکے بعد شمشاد اپنی بیٹی کے پاس آئی کافی دیر تک بڑی شفقت اور
بھرے انداز میں اسے دیکھتی رہی پھر کہنے لگی یہ میری بیٹی میرے شعور ساعت
چاہتوں کی صدا کا لہجہ ہے۔ یہ میرے لئے رس روشنی ہے۔ میں جب کبھی گھر
سے کسی کام کے سلسلے میں باہر نکلتی ہوں۔ یہ گھر کے کواڑ کھلے رکھ کر میری راہ
منتظر رہتی ہے۔ حالات جب کبھی مجھے رلانے کا عزم کرتے ہیں۔ اور یہ
آنکھوں میں آنسو امڈتے ہیں۔ تو یہ میرے لئے مصلحت کا تالہ بن جاتی ہے۔ یہ
سر دباتی ہے میرے آنسو پونچھتی ہے۔ میرے پاؤں دباتی ہے۔ میں اسے کیونکر
اسکے باپ کے حوالے کر دوں بیچاری بے گناہ سزائے باراں بھگتے گی۔ زندگی
حوادث کے درمیان تنکے کی طرح بہتی رہیگی۔ یہ میری بیٹی میرا کانچ سا نازک
خواب ہے۔ اسکے ناتواں کندھوں پر میں جدائی کا بوجھ نہیں ڈالوں گی۔ یہ تو بلائیں
لینے کے قابل ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ہر وقت اسے اپنے ساتھ لپٹائے رکھوں پھر
میں کیونکر اسے اسکے باپ کے حوالے کرسکونگی پھر شمشاد اپنے سب سے چھوٹے
بیٹے کے پاس آکر بیٹھی اور کہنے لگی یہ میرا ننھا منا بچہ ہے ابھی زمانے کے اتار
اور تنزل سے بے خبر ہے فکر کی روح سے خالی ہے رنگ و خوشبو کی بارش سے
انجان ہے اگر میں اس معصوم کو اسکے باپ کے حوالے کردوں تو اقدار انسانیت
سرنگوں ہوگا۔ تمدن، ثقافت شرافت، ماتا کا خون ہوگا۔ یہ بیچارا وہاں باپ کے
پاس مکڑی کے جالے جیسے خیالات میں بے درد دھوئیں کی طرح بھٹکتا رہیگا۔ یہاں
تک کہنے کے بعد شمشاد تھوڑی دیر خاموش رہی پھر وہ اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی اپنے
کانوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر زور سے چلانے لگی نہیں نہیں میں ان میں سے کسی کو
بھی اسکے باپ کے حوالے نہیں کرونگی میں انہیں اپنے پاس رکھونگی۔ یہ چاروں
میرے جسم کا حصہ ہیں اسکے بغیر میں ادھوری ہوں۔ میں خود بھوکی رہ لونگی لیکن
انکی پرورش احسن طریقے سے کرونگی۔ سنو گل بابا سنو برکت بھائی سنو ڈاکٹر بمن
یہ میرے بیٹے میرے من کی آزادی یہ میری بیٹی میرے تن کی شہزادی اور یہ
چاروں میری روح کی گہری نیلی اتھاہ کے مضطرب و سرگرداں ماحول میں میرا سکون
میرا چین میری چاہت اور میری محبت ہیں ان میں سے کسی کو بھی انکے باپ
کے حوالے نہیں کرونگی اسلئے کہ یہ میرا خون ہیں میں انہیں جدا نہیں کرسکتی۔ یہ
میرے جسم کا حصہ ہیں۔ یہ پتیاں ہیں جن سے ملکر ہی میں ایک پھول بنتی ہوں
پس پھول اپنی پتیوں کو کیونکر جدا جدا اور ریزہ ریزہ کریگا۔

یہاں تک کہنے کے بعد شمشاد جب خاموش ہوئی تو گل بابا آگے بڑھا شمشاد
کے قریب آیا اور پیار سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔ میری بیٹی میری
بچی تم ایک پھول اور تمہارے بچے اس پھول کی پتیاں ہیں۔ لیکن میری بیٹی تم
ایک ایسا پھول ہو جس میں نہ خوشبو ہے نہ باس اس پر شمشاد نے چونک کر گل بابا
کی طرف دیکھا۔ گل بابا نے پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

دیکھ شمشاد میری بیٹی اس میں کوئی شک نہیں کہ تو ایک پھول ہے اور یہ
تیرے بچے اس پھول کی پتیاں ہیں۔ پر تو اسلئے بے باس ہے کہ گھر میں بچے اگر
پتیاں ہیں ماں پھول ہے تو باپ اس پھول کی خوشبو ہے۔ میری بیٹی عورت سہاگن
ہی اچھی لگتی ہے اور سہاگن عورت ہی خوشبودار پھول جیسی ہے۔ اور جو عورت
سہاگن نہیں ہے وہ بے باس کے اس جنگلی پھول جیسی ہے جسکی کوئی اہمیت نہیں
جسے کوئی نہیں دیکھتا کہ وہ کب کھلا اور کوئی اسے سینچتا نہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ
وہ کب مرجھائے اور اسکی پتیاں ہوا کے دوش پر اڑ کر ختم ہو جائیں

دیکھ کر میری بیٹی جنگلی پھول مت بن ان پتیوں جیسے ان بچوں کو اپنے ساتھ
ملا کر پھول بن پھر شوہر کے ساتھ رہ کر پھول ہی نہیں خوشبودار پھول بن اسی
طرح تو اپنے گھر اپنی گھر ہستی کو آباد کر سکتی ہے یاد رکھ اگر تو نے شوہر کو ٹھکرایا
اور اس کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا تو ان چاروں بچوں کی تباہی اور

بربادی کی ذمہ دار تو ہوگی اور میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی ہمدرد کوئی بھی اچھی ماں اپنے بچوں کی بربادی نہیں چاہتی۔ دیکھ شمشاد میری بیٹی ماں تو بچوں کے دکھ چائے کی پیالی میں گھول کر پی جاتی ہے۔ یاد رکھنا عورت شوہر ہی کے گھر اچھی لگتی ہے۔ شوہر عورت کے توشے میں سچائی کا سکہ ہے جس کے بغیر ہر عورت ریت پر لکھی ہوئی تحریر، عمر بھر کی تحریر بن کر رہ جاتی ہے شوہر عورت کا لباس ہے اور عورت کی زندگی کے متن کا خوبصورت حاشیہ ہے شوہر کے بغیر بیوی بارش کا مارا کھیت، پانی کا مارا گاؤں چلموں کا مارا چولہا اولوں کی ماری فاختہ جیسی ہے شوہر ہی کے دم سے اسکی اوج موج شان شوکت ہے۔ ورنہ شوہر کے بغیر یاد رکھنا میری بیٹی عورت کو کہیں قدر و قیمت نہیں ملتی لہٰذا میں تجھے یہی کہونگا کہ اپنے شوہر کے ساتھ آباد ہوجا دنیا کے ہر طعنہ سے محفوظ ہو جائیگی اور یہ کہ تیرے بچے بھی تباہی اور بربادی سے بچ جائینگے۔

گل بابا کی اس گفتگو کا شمشاد نے کوئی جواب نہیں دیا بیچاری سوچوں میں کھو کر خاموش ہوگئی تھی۔ گل بابا نے پھر اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔ آبیٹی میرے ساتھ پنچائت کے سامنے وہاں سب کے سامنے اعلانیہ کہہ کہ تو اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ گل بابا کے کہنے پر شمشاد اپنے بچوں کو لیکر پنچائت کے کمرے کی طرف چل دی۔ گل بابا، برکت اور عروج اسکے پیچھے چل دیئے تھے۔ پنچائت کے کمرے میں آکر شمشاد کہنے لگی۔ میں اپنے بچوں میں سے کسی کو بھی اپنے شوہر کے حوالے کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میرا شوہر اگر نشہ چھوڑ دیے تو میں اسکے ساتھ رہنے پر آمادہ اور تیار ہوں۔ گل بابا نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ بچوں نے جو پنچائت میں سامنے اپنے باپ کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو وہ بھاگ کر اسکی طرف گئے اور باری باری اس سے لپٹ کر پیار کرنے لگے تھے۔ انکا باپ بھی بچوں کو لپٹا کر پیار کر رہا تھا۔ پھر وہ بولا اور شمشاد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ بھلی مانس میں ساری پنچائت کے سامنے اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ میں افیون کا نشہ کرتا رہا ہوں۔ لیکن اب تو میں اس نشے پر لعنت بھی بھیج چکا ہوں۔ تھوک چکا ہوں کب کا چھوڑ چکا ہوں۔ اگر دوبارہ نشہ شروع کروں تو تھوک کر چاٹوں اپنے باپ کا نہ ہوں۔ میں عہد کرتا ہوں کہ پھر کبھی نشہ نہیں کرونگا اور تو جو کہے گی ویسا ہی کرونگا۔

اسکے بعد شمشاد بولی اور کہنے لگی میرے محترم پنچو اب یہ معاملہ تو طے شدہ ہے کہ میں اپنے بچوں کو لیکر اپنے شوہر کے ساتھ رہونگی جیسا کہ میرا شوہر عہد کر رہا ہے کہ وہ نشہ چھوڑ چکا ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ ہمارے لئے ایک خوش آئند بات ہے۔ لیکن تم میرے شوہر کو یہ بھی سمجھاؤ کہ یہ عورتوں کے سلسلے میں مجھ سے یا کسی گھر میں آنے والی مہمان عورت سے بحث نہ کیا کرے۔ اسکی یہ بحث ہی ہماری اس وقتی علیحدگی کا باعث بنی تھی اس پر برکت فوراً بولا اور پوچھنے لگا کہ کیا بحث ہوگئی تھی میری بہن۔ اس پر شمشاد جواب دیتے ہوئے کہنے لگی۔

برکت بھائی ہوا یوں کہ ہمارے گھر میں اسکے نشہ کی وجہ سے چھوٹا موٹا جھگڑا اور تکرار تو لگی ہی رہتی تھی جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کسی حد تک قابل قبول اور قابل برداشت ہوچکی تھی لیکن ایک روز ایسا ہوا کہ ہماری رشتے کی کچھ عورتیں ہمارے گھر آئیں۔ ان کی وجہ سے محلے کی کچھ عورتیں بھی آجمع ہوئی تھیں۔ اتنی دیر تک میرا شوہر بھی باہر سے واپس آگیا۔ کھانا کھانے کے بعد یونہی بحث شروع ہوگئی اس بحث کے دوران میرے شوہر نے ایک ایسی بات کہہ دی جو ان عورتوں کو بری لگی اور میرے شوہر کے جانے کے بعد انہوں نے بہت باتیں سنائیں بحث کچھ یوں تھی کہ میرے شوہر نے ان عورتوں سے کہا کہ آجکل کی عورت کو عورت کہہ کر نہیں پکارا جانا چاہیے۔ بلکہ اسکا کوئی اور نام رکھ دینا چاہیے۔ اسے خاتون کہہ دینا چاہیے۔ بانو یا خانم کہہ کر پکارنا چاہیے۔ اسکا کہنا تھا کہ عورت عربی کا لفظ ہے جسکے معنی ہیں انسان کے جسم کا وہ حصہ جسے کھولنا موجب شرم ہو۔ میرے شوہر کا کہنا تھا کہ کیونکہ آجکل عورتیں بازار میں ننگے

سرنگا چہرہ لیکر جاتی ہیں۔ لہٰذا عورت کا نام بدل دینا چاہیے۔ اسے عورت نہیں
کہنا چاہیے بلکہ اسے خاتون'بانو یا ایسا ہی کوئی اور نام دے دینا چاہیے۔ اسلئے کہ
آجکل کی عورت لفظ عورت کی مستحق نہیں بنتیں۔

میرے بھائیو ہمیں اس قسم کے بحث اور گفتگو کرنے کی کیا ضرورت ہے۔
ہم لوگ مزدور پیشہ اور محنتی طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں ہمارے ملک
میں تو ایسی بھی عورتیں ہیں جو چہرہ ڈھانپنا اور سر پر ڈوپٹہ لینا اپنی عزت نفس کے
خلاف اور توہین عزت خیال کرتی ہیں۔ لہٰذا ہمیں کیا ضرورت ہے کہ کسی کے
معاملات میں ٹانگ اڑانے کی۔ کوئی سر پر ڈوپٹہ نہیں لیتا ہے تو نہ لے۔ ہم کسی
کے کوئی واعظ اور مبلغ تو نہیں لگے ہوئے۔ میرے شوہر سے یہ بھی کہیئے کہ آئندہ
گھر میں اس قسم کی بحث نہیں کیا کریگا۔ یہاں تک کہنے کے بعد شمشاد خاموش
ہوئی تو وقار اسکے میاں کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

دیکھ میاں یہ جوبات تم نے کہی ہے عورت کے سلسلے میں ہے تو یہ حقیقت
اور یہ ایک امرواقعی ہے کہ میرے بھائی تمہیں عورتوں کے سامنے ایسی بحث اور
تکرار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ عورت کے بھی اپنے حقوق ہیں وہ وقت گزر گیا
جب عورت کو چار دیواری میں بند رکھا جاتا تھا اب بہت سی عورتیں ایسی ہیں جو
اپنے خاندانوں کی کفیل ہیں انہیں بغیر چہرہ چھپائے نکلنا ہی پڑتا ہے۔ یہ انکی
مجبوری ہے بہت سی عورتیں ایسی ہیں جو بینک وغیرہ میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں کیا وہ
چہرہ پر نقاب ڈال کر بیٹھ جائیں آخر انہوں نے کام تو کرنا ہے میرے بھائی تمہیں
کیا ضرورت ہے اس قسم کے گفتگو کرنے کی اور اپنے گھر کے حالات کو ابتر کرنے
کی تم اپنا رکشہ چلاؤ روزی کماؤ اور اپنے بیوی بچوں کے پیٹ پالو۔ اس قسم کی
بحث اپنے گھر میں مت کیا کرو یہ بڑے لوگوں کے چونچلے ہیں وہ جانیں اور ہمارا
مذہبی طبقہ جانے ہم تو وہ لوگ ہیں جو بڑی مشکل سے دن بھر مشقت کرکے پیٹ
پالنے والے لوگ ہیں لہٰذا اگر تمہاری بیوی چاہتی ہے کہ

وآئندہ اس قسم کی بحث نہ ہو اس پر شمشاد کے میاں نے اپنے دونوں ہاتھوں
کان پکڑ لیے اور کہنے لگا سارے پنچو میری توبہ آئندہ کے بعد میں اس قسم کی
بھی نہیں کرونگا۔

شمشاد اپنے میاں کی اس حرکت پر ہنس دی تھی۔ اسکے بچے بھی خوشی میں
رارہے تھے پھر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے سارے پنچوں کی موجودگی میں
دکو اسکے میاں کے ساتھ روانہ کیا گیا بچے بھی ساتھ بھیجے گئے۔ اسطرح محلے کا
ڑا بھی خوش اسلوبی سے طے ہوگیا تھا۔

آسرا کے دفتر سے نکل کر گل بابا برکت اور عروج پھر آکر گل بابا کے کمرے
بیٹھ گئے تھے۔ وہاں رفیق اور عمران جس طرح انکو بیٹھا چھوڑ کر گئے تھے ویسے
بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ تینوں آکر دری پر بیٹھے ہی تھے کہ ہسپتال کا چوکیدار
اگا آیا اور عروج کو یہ اطلاع دی کہ اس ہسپتال میں کوئی ایمرجنسی کیس آیا
ہے لہٰذا عروج فوراً اٹھ کر ہسپتال کی طرف چلی گئی۔ اسکے بعد گل بابا نے ننھے
عمران کو مخاطب کرکے پوچھا بیٹے جس وقت میں آسرا کے دفتر کی طرف جا رہا تھا
تم نے کہا تھا کہ تم مجھ سے کوئی خط لکھوانا چاہتے ہو۔ بیٹے تم کس کے لئے خط
لکھوانا چاہتے ہو۔ اس پر عمران کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ برکت بولا اور ننھے عمران کو
طب کرکے کہنے لگا

عمران بیٹے تمہیں کسی سے خط لکھوانے کی کیا ضرورت ہے تم تو اسکول
جاتے ہو۔ پڑھتے ہو تم تو خود خط لکھ سکتے ہو۔ اس پر ننھا عمران بولا اور کہنے لگا۔
برکت انکل میں خط پڑھ سکتاہوں لیکن صحیح لکھ نہیں سکتا بس میں گل بابا سے ہی
خط لکھوانا چاہتا ہوں کیونکہ یہ رفیق کے بھی تو خط لکھتے ہیں اس پر برکت بڑے
ت سے بولا اور پوچھنے لگا تم کسے خط لکھوانا چاہتے ہو۔ اس پر عمران نے بڑی
بے ساختگی اور معصومیت میں کہا۔ اللہ میاں کے نام اس بار گل بابا نے تعجب اور
حیرت میں عمران کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

تم اللہ میاں کے نام کیا لکھوانا چاہتے ہو اس پر عمران بولا اور کہنے لگا
میں اپنی امی سے روز پوچھتا ہوں کہ میرے ابا کہاں ہیں وہ روز مجھے کہ
کہ اللہ میاں کے پاس چلے گئے ہیں۔ بس میں اب اللہ میاں کو خط لکھ
کہ وہ میرے ابا کو چند یوم کی رخصت دے کر ہمارے پاس بھیج دے۔ جن
کے باپ باہر گئے ہوئے ہیں۔ سب کے خط آتے سب کے باپ اپنے گھر
پیسے بھی بھجواتے ہیں۔ پھر مجھے اللہ میاں کو خط لکھنا چاہیے کہ میرا ابو بھی
پیسے بھجوائیں اور ہمیں خط لکھا کرے میں آپ کو لفافہ بھی لا دوں گا۔
لکھ کر اس میں ڈال دیجئے گا میں لیٹر بکس میں پھینک آیا کروں گا۔ برکت
دوکان کے سامنے بڑا سا وہ لیٹر بکس ہے میں اسی میں خط ڈال دیا کروں گا۔
کی اس معصومانہ گفتگو پر گل بابا اور برکت دونوں ہی سنجیدہ ہو گئے تھے۔
بابا بولے اور کہنے لگے دیکھ عمران بیٹے تمہیں لفافہ وغیرہ لا کر مجھے
ضرورت نہیں ہے۔ لفافے میرے پاس بہت ہوتے ہیں۔ اچھا تم بیٹھو میں
تمہارا خط لکھتا ہوں۔ اس کے بعد رفیق کے لیے خط لکھتا ہوں۔ ساتھ
باب نے رفیق کو مخاطب کر کے کہا رفیق بیٹے وہ سامنے الماری میں رکھی
کتاب کے نیچے سے دو لفافے لا کر دو پہلے میں عمران کا خط لکھتا ہوں۔ پھر
خط لکھ کر دیتا ہوں۔ رفیق اٹھ کر گیا دو لفافے لا کر اس نے گل بابا کے سامنے
دیئے گل بابا نے قریب ہی پڑا ہوا ایک گتا لیا اس پر کاغذ جمایا گتے کو اپنے
رکھا پھر قلم سنبھالا اور عمران کے لئے خط لکھنے لگا تھا۔ گل بابا نے لکھا تھا۔

”خداوندا! میں اور میری ماں تیرے عاجز اور مسکین بندے ہیں ہم
تیری اس بھری دنیا میں چنگھاڑتے طوفانوں، خزاں کے اداس نغموں، بد
سائیوں اور المناک گھٹن کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ ہم دونوں ماں بیٹے کی
آلود آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی رہتی ہے۔ ہم دونوں تیرے مقدس
واسطہ دیتے ہوئے تیری تعریفوں کے گیت گاتے ہوئے ان حالات سے چھٹکارے
کی دعا کرتے ہیں۔ خداوندا میری اور میری ماں کی روح ہمارے جسم میں پگھل رہی
ہے ہمارے دل میں ترانوں کی صدائے بازگشت کی جگہ تلخ آہیں المناک چیخیں اور
موت کی تاریکیوں میں گم جذبے جوش مارنے لگے ہیں۔

اے سارے جہان کے پالنے والے جب دن چھپتا ہے روشنی دھیمی پڑتی ہے
تب میری روح زمانے کے قافلے سے الگ ہونے لگتی ہے۔ اے خداوند تو تو ماہ
حیات کے ایک قطرہ سے قومیں وجود میں لاتا ہے۔ مجھے میرے باپ سے ملا کہ ہم
دونوں ماں بیٹے کی زندگی میں خوشیاں بھر جائیں۔ اے سارے جہانوں کے پروردگار
میری نگاہیں ناآشنا اور دور دراز زمینوں کی پرچھائیوں میں کھوئی رہتی ہیں۔ میں
باپ کے شفیق ہاتھوں کے لمس اس کی آواز کے ترنم اور روح کے سرور اور
طراوت اندوز سائے سے محروم ہوں میرے اللہ تو عظمت و بلندی کی معراج ہے
ساری حمد و تقدیس تیرے لئے ہے۔ تو میرے باپ کو لوٹا دے اسے ہم دونوں ماں
بیٹے کے پاس واپس بھیج دے۔

اے اللہ ہم دونوں ماں بیٹے کے اسرار حیات میں سوزش و اضطراب کی جگہ
راحت و اطمینان بھر دے۔ میں روز شام کے بادلوں اور صبح کی خوشبو سے پوچھتا
ہوں میرا باپ کہاں ہے۔ زندگی و زیست کو آواز دیتا ہوں۔ موت و ہستی کو پکار
کر پوچھتا ہوں میرا اور میری ماں کا سرپرست کہاں ہے۔ پر اے خداوند کوئی
میرے سوال کا جواب نہیں دیتا۔ مجھے بیچارگی اور کسمپرسی میں چھوڑ کر رخصت ہو
گیا ہے۔ دکھ اور غم مجھ پردیسی کے رفیق بن گئے ہیں۔ اے لاشریک ولا زوال تو
بھیدوں کا علم ہے۔ غور و فکر کرنے والوں کا رہنما ہے تو جسم کی آلودگی میں روح
کی پاکیزگی کو جنم دیتا ہے۔ اے خداوند یہ شفق آسمان کی نیلگوئی سے روز گلے ملتی
ہے سیب کے درختوں میں پھول آتے ہیں۔ چناروں میں کونپلیں پھوٹتی ہیں
[illegible] ہے چاند طلوع و غروب کا سفر کرتا ہے۔ پرندے روز اپنے
گھونسلوں کو لوٹتے ہیں۔ اے خداوند کیوں ہمارا باپ لوٹ کر ہمارے پاس نہیں

آتا۔ اس کے بغیر ہم دونوں ماں بیٹا ایام کے سوکھے ڈنٹھل کی طرح اداس
مغموم ہیں اور اس کے بغیر ہم آنسوؤں کے ساتھ روتے ہیں۔ اے خدا
یزل تو خورشید کی شریانوں سے روشنی نکالتا ہے۔ بھٹکے قافلوں کو منزل سے ہمکنار
کرتا ہے۔ مایوسی کی لہروں میں ریشمی تبسم کا نکھار پیدا کرتا ہے۔ گھنی آندھیوں
میں تو ہی تنویر کے حلقوں کو جنم دیتا ہے۔ اے خداوند ہم تیری رحمت تیری مہربانی
کے امیدوار ہیں تو ہی وہ ہستی ہے جو مجھ جیسے اپنے بے بس اور مجبور بندے
باپ کی شفقت سے ہم کنار کر سکتا ہے۔ میں ہوں تیرا ایک بے بس اور لاچار
بندہ"۔

گل بابا خط لکھتے جا رہے تھے اور ان کے پاس بیٹھا برکت سارا خط پڑھ
رہا تھا۔ خط ختم کرنے کے بعد گل بابا نے خط عمران کی گود میں رکھتے ہوئے کہا
میں نے تمہارے لئے یہ خط لکھا ہے اسے پڑھ لو بیٹے۔ پھر لفافہ لاؤ اس پر پتہ
لکھ دیتا ہوں۔ اور وہ برکت کی دکان کے سامنے جو لیٹر بکس ہے اس میں ڈا
ڈال" تا عمران نے وہ خط لے لیا جلدی جلدی اس نے پڑھا پھر گل بابا کو مخاطب
کر کے کہنے لگا۔ گل بابا آپ نے بہت اچھا خط لکھا ہے۔ پھر اس نے لفافہ پکڑ کر
بابا کو تھما دیا تھا۔ گل بابا نے لفافہ کے اوپر لکھا "اس خداوند کے نام جو بڑا
اور رحم کرنے والا ہے"۔ اس کے بعد گل بابا نے لکھا ہوا خط اس لفافے
ڈالنے کے بعد عمران سے کہا جاؤ بیٹے۔ یہ خط ڈال آؤ اور اس کے بعد تم
کے پاس چلے جاؤ۔ عمران خوش ہو گیا تھا۔ گل بابا سے اس نے خط
برکت کی دکان کے سامنے جو لیٹر بکس تھا اس میں اس نے خط ڈالا پھر وہ
کے پاس چلا گیا تھا۔

○

ایمرجنسی کیس دیکھنے کے بعد عروج بھاگی بھاگی اپنے کمرے میں داخل

صدف اور منی بیٹھی گپ شپ کر رہی تھیں۔ اندر داخل ہوتے ہی عروج
کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔ صدف باجی آج جمعہ ہے کیا آس پاس
کپڑے کی دکان کھلی مل سکتی ہے۔ اس پر صدف نے تیز نظروں سے عروج کی
دیکھا اور پوچھنے لگی۔ ڈاکٹر بہن اس وقت تمہیں کپڑے کی کیا ضرورت پڑ
اس پر عروج ہمدردی میں ڈوبی آواز میں کہنے لگی۔ دیکھو صدف باجی میں
دفتر گئی ہوئی تھی وہاں ایک مقدمہ کا فیصلہ ہونا تھا۔ وہ تو ہو چکا اسی
گل بابا کے پاس بیٹھ گئی وہاں وہ لڑکا جو مجھے بلانے آیا تھا۔ جس کا نام
رفیق بتایا تھا اس کا گھر سے خط آیا ہوا تھا۔ بابا اسے خط پڑھ کر سنا رہے
ان کر میں بڑی متاثر ہوئی ہوں۔ وہ بیچارا بیوہ ماں کا بیٹا ہے۔ جو سیالکوٹ
سرحدی گاؤں میں انتہائی لاچارگی اور کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔
ماں نے رفیق کو لکھا ہے کہ اگر ہو سکے تو کچھ زیادہ پیسے بھجوائے تاکہ اس
بھائیوں کے کپڑے بن سکیں۔ صدف باجی میں چاہتی ہوں کہ رفیق کی
سب بہن بھائیوں کے لئے کم از کم دو دو جوڑے کپڑے خرید کر اسے
وہ اپنے بہن بھائیوں اور ماں کے لئے پارسل بھیج سکے۔ عروج کے اس
تھی اس کی طرف تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ جبکہ صدف
لگی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
لگتا آپ بھی بڑی لاجواب ہستی ہیں آپ جیسے لوگ عموماً اپنے سے
ور کچلے مسلے لوگوں کی طرف دھیان کم ہی دیتے ہیں لیکن لگتا ہے آپ
پ کا باپ انتہائی سعادت مند ہے جس نے آپ کو اس طرز کی تعلیم
ہے۔ دیکھو میری بہن کپڑے کی مارکیٹ تو بند ہو گئی محلے میں کپڑے کی
ہے جو جمعہ کو کھلی رہتی ہے۔ وہاں سے تم کپڑے لے سکتی ہو۔ اس پر
بلا اور کہنے لگی۔
بات ہے تو ابھی میرے ساتھ چلو دونوں بہنیں جاتی ہیں اور کپڑے

خرید کر گل بابا کو دیتے ہیں تاکہ گل بابا پارسل بنا کے رفیق کے گھر
اس پر صدف اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور عروج کو مخاطب کر کے
میں ابھی اور اسی وقت تمہارے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوں۔
صدف نے منی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا منی میری بہن تم ماموں اور
پاس جا کے بیٹھو میں فوراً" لوٹ آؤں گی۔ اگر تم بھی ساتھ چلنا چاہو
بیساکھیوں کا سہارا لے کر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی نہیں میں
سکوں گی۔ میں ماموں اور بھائی کے پاس جا کے بیٹھتی ہوں۔ منی
اور آصف کے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔ جبکہ صدف اور عروج
سے نیچے آئیں پھر وہ محلے کے بازار کی طرف چلی گئی تھیں۔

عروج نے کپڑے کی دکان سے دو دو سوٹ رفیق کی ماں اور
اور دو دو سوٹ اس کے بھائیوں کے لئے خریدے پھر وہ صدف کے
کے کمرے میں آئی اس وقت تک عمران خط لکھوا کے جا چکا تھا۔
اس وقت برکت گل بابا اور رفیق بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی طرف
رفیق بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ہاتھ کے اشارے سے گل بابا نے
نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس پر عروج بولی اور کہنے لگی۔

گل بابا میں بیٹھوں گی نہیں دیکھیں میں رفیق کی ماں اور
بھائیوں کے لئے کچھ کپڑے خرید کر لائی ہوں۔ اس کے ساتھ
کپڑوں کا بنڈل عروج نے گل بابا کے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگی
رفیق کی ماں بہن اور بھائیوں کے لئے دو دو جوڑے ہیں اور
فالتو خرید کر لائی ہوں تاکہ اس میں کپڑوں کا پارسل بنا کر بھیجا
ابھی تک رفیق کو خط نہیں لکھ کر دیا ہو گا۔ اب آپ اس کا
اس میں اس کی ... کے نام اس کی طرف سے یہ بھی ارسال
لئے کپڑے بھیج رہا ہے۔ ملنے پر اس کی اطلاع کریں اس کے

آئی اپنے پرس سے اس نے سو سو کے سات نوٹ نکالے اور وہ اس
کی گود میں رکھتے ہوئے کہا دیکھ میرے عزیز میرے پیارے بھائی کپڑوں
بنڈل کے ساتھ ساتھ یہ سات سو روپے بھی تو اپنی ماں کو بھجوا دینا اس
ماں اپنے کئی رکے ہوئے کام کر لے گی۔ رفیق بیچارا اس سے اپنی زبان
نہ کہہ سکا وہ عجیب سی ہمدردی اور شکرگذاری سے بھرپور جذبوں کے
ج کو دیکھتا رہ گیا تھا۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے برکت بولا اور کہنے لگا۔

بہن آپ واقعی اس محلے میں ڈاکٹر نہیں فرشتہ بن کر نمودار ہوئی ہیں
فدس کی اگر سبھی صاحب ثروت اور مالدار لوگ اس قسم کے رویے
کے سلوک کا عملی مظاہرہ کرنے لگیں تو ہمارے دیس ہمارے وطن
بھوکا کوئی بھی ضرورت مند نہ رہے۔ برکت جب خاموش ہوا تو گل
کہنے لگا۔ عروج میری بیٹی میری بچی جو الفاظ میں کہنا چاہتا تھا وہ برکت
دیئے ہیں۔ کاش ہماری قوم کے افراد میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہو۔
دوسروں کی عیب جوئی کرتے ہیں دوسروں کی ذات کے اندر ان کے عیب
ان کی کوتاہیاں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنے عیب اپنی
دور کرنے کی کبھی کوشش نہیں کرتے۔ میری بیٹی جو کچھ تم نے رفیق کے
ہے خدا تجھے اس کا صلہ اس کی جزا ضرور دے گا۔ گل بابا جب خاموش
تو پھر بولی اور کہنے لگی۔

بابا پارسل کے لئے جو میں لٹھے کا ٹکڑا لے کر آئی ہوں۔ اسے میں لے
اور پارسل کے لئے تھیلا بنا کے لے آتی ہوں پھر آپ یہ رفیق کے گھر
کہ اس پر گل بابا بولا اور کہنے لگا دیکھ بیٹی تو نے جو کچھ کیا ہے اتنا ہی
آگے سارا کام میں خود سنبھال لوں گا۔ لٹھے کے ٹکڑے سے میں پارسل
کر کے رفیق کے ہاں بھجوا دوں گا تم اب مزید فکر نہ کرو میری بیٹی
نے کا جو کام تھا وہ تم نے کر دیا اب میں جانوں رفیق کے گھر منی آرڈر

بھیجنے کا کام پارسل بھیجنے کا دھندہ اور دیگر کام میں خود ہی کر لوں گا۔ تم
دونوں بہنیں جاؤ اب جا کر آرام کرو۔ اس کے ساتھ ہی صدف اور عندلیب
سے نکل گئی تھیں۔ برکت بھی اٹھ کر اپنے گھر کی طرف چلا گیا تھا۔ جبکہ
رفیق کے لئے خط لکھنے کے بعد اس کے گھر بھیجنے کے لئے کپڑوں کا پارسل
کرنے لگا تھا۔

O

ایک روز صبح ہی صبح برکت نے اپنی گاڑی ہسپتال کے سامنے والے
کے مین گیٹ کے قریب کھڑی کی تھی پھر وہ گاڑی سے نکلا اور زور سے
آفاق کو آواز دی۔ آفاق جلدی نیچے آؤ۔ صدف اور سندس کو بھی لے
برکت کے آواز دینے کے تھوڑی ہی دیر بعد آفاق سندس اور صدف تینوں
تیزی سے نیچے آ گئے تھے۔ ان کے آنے پر برکت نے گاڑی کا دروازہ
تینوں پچھلی نشست پر بیٹھ گئے پھر برکت نے گاڑی اسٹارٹ کر کے چلائی
ریگل چوک کے قریب وہ مال پر آیا۔ تھوڑا سا آگے جا کر ایک آفس
اس نے سندس کو اتار دیا پھر وہ سیدھا آگے لے جاتے ہوئے بائیں
ڈیوس روڈ پر صدف کے آفس کے سامنے اس نے گاڑی روکی ہی تھی
کی طرف سے سفید رنگ کی ایک ٹویوٹا کار بالکل برکت کی گاڑی کے
رکی تھی۔

اس گاڑی کے رکتے ہی ڈرائیور نیچے اترا لپک اس نے پچھلا دروازہ
اس گاڑی میں سے پہلے ایک ایسا شخص نکلا جس کی عمر کافی ڈھلی ہوئی
بوڑھا تھا تاہم اپنے چہرے اپنی جسمانی ساخت سے بڑی پرکشش شخصیت
لگتا تھا۔ دوسرا ابھی نوجوان و نو عمر تھا اپنے چہرے اور جسم کے لحاظ
بزرگ کا بیٹا لگتا تھا۔ اتنی دیر تک صدف بھی دروازہ کھول کر نیچے
صدف کو دیکھتے ہی کار سے اترنے والے وہ بزرگ اس کے نزدیک
مخاطب کر کے پوچھنے لگے صدف بیٹی کیسی ہو تم۔ صدف نے بڑی

ارادتمندی سے کہا میں تو ٹھیک ہوں سر اتنی دیر تک وہ بزرگ برکت کی گاڑی
کے قریب آ گئے تھے۔ اور صدف نے تعارف کراتے ہوئے کہا آفاق اور برکت
بھائی یہ شفیع صاحب ہیں۔ جس فرم میں میں کام کرتی ہوں یہ اس کے مالک ہیں
اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے ماجد صاحب ہیں برکت اور آفاق فوراً" نیچے اتر
گئے آگے بڑھ کر انہوں نے باری باری شفیع اور ماجد کے ساتھ پرجوش مصافحہ
کیا۔ دونوں نے اپنا تعارف بھی کروایا اس پر شفیع مسکراتے ہوئے کہنے لگے تم
لوگوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی برکت بیٹے یہ آفس میں صدف اکثر آپ کی
تعریف کرتی رہتی ہے۔ بہت اچھا ہوا آج آپ کو دیکھ بھی لیا۔
آئیں بیٹھیں آپ کو کوئی چائے ٹھنڈا پلاتا ہوں۔ اس پر برکت بڑی
انکساری سے بولا۔ صبح کا وقت ہے جی ناشتہ کر کے آ رہے ہیں۔ ابھی نہ چائے کی
ضرورت ہے نہ ٹھنڈے کی۔ میرے خیال میں آپ اپنے کام میں لگیں میں اور
آفاق چلتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی برکت اور آفاق گاڑی میں بیٹھ کر آگے بڑھ
گئے۔

شفیع اور ماجد کے پیچھے پیچھے صدف آفس میں داخل ہوئی وہ دونوں باپ بیٹا
اپنے والے کیبن میں چلے گئے تھے۔ جبکہ کیبن کے بالکل ساتھ ایک چھوٹے
سے کیبن میں صدف گھس گئی تھی۔ آفس کا اسٹاف ان کی آمد سے پہلے ہی اپنی
اپنی سیٹوں پر بیٹھ کر کام میں مصروف تھا۔ صدف شیشے کے بنے ہوئے جس کیبن
میں داخل ہوئی تھی اس کے بالکل سامنے والے حصہ میں چھوٹے سے خوبصورت
میز پر سفید رنگ کی ٹیلکس مشین رکھی تھی جس کے سامنے اسی کلر سے میچ کرتی
ہوئی ہلکی پھلکی ایک خوبصورت کرسی پڑی ہوئی تھی۔ ایک اور میز تھا جو قدرے بڑا تھا
اس کے سامنے بھی ایک کرسی پڑی تھی اور میز کے اوپر الیکٹرانک ٹائپ رائٹر رکھا
تھا۔ ٹائپ رائٹر والے میز کے بائیں جانب ایک اور چھوٹے سے میز پر فیکس
مشین رکھی ہوئی تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی صدف نے اپنا پرس ٹائپ رائٹر

والے میز کی دراز میں رکھ دیا۔ مشین پر ٹیلکس آئی ہوئی تھی پہلے کاغذ پھاڑ کر ا
نے ٹیلکس پڑھی پھر فیکس کا جائزہ لیا وہاں بھی دو فیکس آئے ہوئے تھے وہ بھ
کھینچ کر اس نے پڑھے۔ پھر وہ فیکس اور ٹیلکس دونوں سامنے والے کیبن میں جا
کر شفیع صاحب کے سامنے رکھ آئی تھی اور دوبارہ اپنے کیبن میں آ کر کام م
لگ گئی تھی۔

○

ایبٹ روڈ، ایجرٹن روڈ، ڈیوس روڈ، اسٹیشن اور گڑھی شاہو کی طرف جا
والی سڑکوں کے سنگم کے قریب ہی پینٹنگ کی ایک دکان کے سامنے برکت
اپنی گاڑی روک دی تھی دکان کے سامنے جلی حروف میں بورڈ لگا ہوا تھا۔
پینٹرز۔ برکت نے جونہی اس پینٹنگ شاپ کے سامنے گاڑی روکی آفاق د
کھول کر باہر نکلا دروازہ اس نے دوبارہ بند کر دیا۔ برکت گاڑی لے جانے
تھا کہ پینٹنگ شاپ سے پینتیس چالیس کے سن کا ایک شخص باہر نکلا اور بر
مخاطب کر کے کہنے لگا برکت بھائی آئیں نا بیٹھیں۔ جب بھی آتے ہیں
اور طوفان کی طرح بس ہم سے بات کیے بغیر ہی چلے جاتے ہیں۔ آئیں ذرا
آپ کو چائے یا بوتل پلاتے ہیں۔ اس پر برکت گاڑی میں بیٹھے ہی بیٹھے ک
دیکھ روشن بھائی نہ چائے پیوں گا نہ بوتل وہ شخص جسے روشن کہہ کر پکارا
شاید اس دکان کا مالک تھا وہ برکت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اچھا آپ اگر
یا بوتل نہیں پئیں گے تو میں آپ کے لئے لسی منگواتا ہوں۔ برکت نے
میں سرہلاتے ہوئے کہا۔ نہیں لسی بھی نہیں پیونگا۔ روشن پھر بولا اور کہنے
یہ بات ہے تو ہمارے پاس تھوڑی دیر ویسے ہی بیٹھ جائیے۔ اس پر برکت
سے سر باہر نکال کر روشن کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔ دیکھ روشن

ہے کوئی کام ہو تو میں بیٹھ جاتا ہوں ورنہ تمہارے پاس میرا بھائی آفاق کام کرتا
ہے کیا یہی کافی نہیں میری جگہ یہ تمہارے ساتھ اٹھ بیٹھ لیتا ہے اس پر روشن
ں بار ذرا سنجیدگی سے بولا۔

برکت بھائی آپ سے ایک انتہائی ضروری کام ہے تبھی تو میں آپ کو بیٹھنے
کے لئے کہہ رہا ہوں۔ اس پر برکت فوراً گاڑی سے باہر نکل آیا۔ گاڑی اس نے
ا کر دی تھی۔ پھر دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے کہا کہو روشن بھائی مجھ سے کیا
م آپ پڑا ہے۔ اس پر روشن بڑی راز داری سے کہنے لگا۔ دیکھ برکت بھائی
ہے محلہ میں ایک بدمعاش ہے نام اس کا شفیق ہے۔ محلہ میں آتی جاتی لڑکیوں
ہ چھیڑ چھاڑ کرنا اس کا محبوب مشغلہ ہے اپنی بھی بچیاں اسکول جاتی ہیں۔ محلہ
ے شرفاء نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ باز نہیں آتا۔ مانا ہوا اور چھٹا ہوا بدمعاش
ہے۔ اور سنا ہے کچھ بڑے بدمعاشوں سے بھی اس کے تعلقات ہیں۔ لہٰذا محلہ کا
لا بھی شریف آدمی اس کے منہ لگتے ہوئے ڈرتا ہے کہ کہیں وہ اس کے خلاف
لم کر نہ بیٹھے۔ اس پر برکت بولا اور پوچھنے لگا۔ روشن بھائی کرشن نگر میں رہتے
ہ۔ اس پر روشن سرہلاتے ہوئے بولا ہاں میں کرشن نگر ہی میں رہتا ہوں۔ برکت
نے پھر پوچھا کیا اس بدمعاش کا کوئی فون نمبر وغیرہ ہے تمہارے پاس۔ روشن کہنے
ہاں اس کے گھر کا فون نمبر میرے پاس ہے۔ برکت آگے بڑھا اور روشن کی
لان میں داخل ہوتے ہوئے کہنے لگا۔ ذرا اس کے گھر فون ملاؤ میں پہلے اس سے فون پر
ت کرتا ہوں اگر باز نہ آیا تو پھر میں کوئی عملی قدم اٹھاؤں گا اس کے ساتھ ہی
کت دکان میں گھس کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

روشن نے آگے بڑھ کر جلدی جلدی دکان میں رکھا ہوا ٹیلی فون اٹھایا اور
لم کرسی پر برکت بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے والی چھوٹی میز پر وہ فون اس نے
رکھا تھا پھر جلدی جلدی وہ ریسیور اٹھا کر نمبر گھمانے لگا تھا اور پھر اس نے ریسیور
رکت کو دیتے ہوئے کہا برکت بھائی بیل جا رہی ہے اب اس سے خود ہی بات کر

لو تھوڑی دیر تک برکت بیل سنتا رہا پھر دوسری طرف سے شاید کوئی آواز آئی جس پر برکت بولا اور کہنے لگا۔

- کیا میں شفیق صاحب سے بات کر سکتا ہوں دوسری طرف سے کسی نے انتظار کرنے کے لئے کہا تھا جس پر برکت انتظار کرنے لگا تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے پھر کچھ بولا گیا تھا جس کے جواب میں برکت کہنے لگا کیا شفیق صاحب بول رہے ہیں۔ جواب میں اثبات میں جواب ملا تھا جس پر برکت بولا اور کہنے لگا۔

دیکھو شفیق میاں میں نے سنا ہے تم کرشن نگر کے بڑے اونچے درجے کے بدمعاشوں میں آج کل اپنا نام لکھوا رہے ہو۔ دیکھو محلہ کے اندر جو تم لڑکیوں کو تنگ کرنے کا سلسلہ شروع کئے ہوئے ہو۔ وہ فی الفور بلکہ آج اور ابھی سے بند کر کے بالکل تائب ہو جاؤ۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے اس پر دوسری طرف سے شفیق بدمعاش کی آواز آئی مجھے ایسی نصیحت کرنے سے پہلے یہ تو کہو کہ تم ہو کون اس پر برکت بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ بچے میں شہر کے شرفاء شہر کی ماؤں شہر کی بیٹیوں کی بہنوں کے لئے تو برکت اللہ ہوں لیکن شہر کے بدمعاشوں اوباشوں لچوں لفنگوں دہشت گردوں اور تم جیسے حد سے بڑھ جانے والوں کے لئے میں رنگو بدمعاش ہوں۔ یقیناً" میرا نام تم نے سن ہی رکھا ہو گا۔

دیکھ شفیق بدمعاش صاحب میں جس کے خلاف برکت کا لبادہ اتار کر رنگو کے روپ میں پیچھے پڑ جاتا ہوں پھر قبر تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اپنے لیے مجھے برکت ہی رہنے دے رنگو بننے پر مجبور نہ کرنا اور اگر تو نے میری ٹیلیفون کی اس گفتگو پر عمل نہ کیا تو پھر یاد رکھنا جس طرح تو دوسروں کی بہنوں بیٹیوں پر آوازیں کستا ہے کل سے تیری بہنوں پر بھی آوازیں کسی جائیں گی اگر تو نے میری ٹیلیفون پر کی گئی باتوں پر عمل نہ کیا تو پھر یاد رکھ رنگو بندوق اور کلاشنکوف کی نالی سے نکلی ہوئی گولی کی آواز سے بھی بدمعاشوں کو سمجھانے اور بڑے بڑے ٹیڑھوں کو سیدھا کرنے کا فن بھی جانتا ہے۔

دوسری طرف تھوڑی دیر خاموشی طاری رہی پھر اس شفیق بدمعاش کی لرزتی ہوئی کانپتی ہوئی آواز سنائی دی وہ کہنے لگا تھا رنگو پہلوان جی میری کیا مجال کہ آپ کی بات نہ مانوں آپ جس چیز سے منع کرتے ہیں میں اس چیز سے کیوں باز نہ آؤں گا آئندہ آپ کو میری کوئی رپورٹ کوئی شکایت نہیں ملے گی اس پر برکت پھر بولا اور کہنے لگا دیکھ تیرے محلہ کا ایک شریف انسان ہے نام اس کا روشن ہے لڑکا اور ایبٹ روڈ کے سنگم کے قریب پینٹنگ کی دکان کرتا ہے میں اسے فون دے رہا ہوں ذرا اسے تسلی دے کہ آج کے بعد تو محلہ میں بدمعاشی بند کر دے گا دیکھ کل میں پھر روشن سے تیرے متعلق رپورٹ لوں گا اگر تمہاری رپورٹ درست اور صحیح نہ ہوئی تو پھر تو جانتا ہے کہ اس شہر کا ہر بڑا بدمعاش رنگو کا شاگرد بنتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہے میں تیرے گھر کے سامنے پھر اپنے کئی بچے بچونگڑے اکٹھے کروں گا جو تیرا ہی نہیں تیرے گھر کے ہر فرد کا باہر نکلنا عذاب اور اذیت ناک بنا کر رکھ دیں گے اس کے ساتھ ہی ریسیور برکت نے روشن کو تھما دیا تھا روشن تھوڑی دیر اس کے ساتھ گفتگو کرتا رہا پھر اس نے ریسیور رکھ دیا اور برکت سے کہنے لگا برکت بھائی آپ نے تو کمال کر دیا آپ نے تو اس لچے لفنگے بدمعاش کو جو کرشن نگر کا رستم قسم کا بدمعاش بنا پھرتا تھا ٹیلیفون پر ہی سیدھا کر دیا ہے اب تو وہ ٹیلیفون پر میرے ساتھ بڑے نمازی پرہیزگاروں جیسی گفتگو کر رہا تھا برکت بھائی میں تو آپ کا بڑا ممنون و شکر گزار ہوں اس کے بعد برکت اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور روشن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

روشن بھائی ایسے بڑے بڑے بدمعاش میں سیدھے کر چکا ہوں دیکھ تیرے پاس میرا ٹیلیفون نمبر ہے جب کبھی بھی تجھے اس کی طرف سے کوئی تکلیف اور دکھ پہنچے فوراً میرے گھر ٹیلیفون کر دے پھر دیکھ میں اس کا حشر نشر کرتا ہوں یہ تمہارے پاؤں پڑ کے معافی مانگے گا اس پر روشن بولا اور کہنے لگا جو ٹیلیفون پر اس نے گفتگو کی ہے میرے خیال میں اس کو نگاہ میں رکھتے ہوئے میرا اندازہ ہے کہ

آئندہ وہ کرشن نگر میں بدمعاشی نہیں کرے گا بس برکت بھائی تمہارا بڑا شکریہ
کے ساتھ ہی برکت پینٹنگ شاپ سے باہر نکلا پھر وہ رک گیا پینٹنگ شاپ
اندر اور باہر رکھے ہوئے بہت سے فلمی سائن بورڈوں کی طرف اشارہ کر
ہوئے وہ کہنے لگا۔

روشن بھائی لگتا ہے آج کل فلموں کے سائن بورڈوں کا بہت کام
تمہارے پاس دیکھو اندر کتنے بورڈ پڑے ہوئے ہیں باہر کس قدر بورڈ تم نے
لگا رکھے ہیں اس پر روشن مسکراتے ہوئے کہنے لگا برکت بھائی یہ سارا آپ
بھائی انی کا کمال ہے جب سے یہ میرے پاس آ کے کام کرنے لگا ہے تب
میرے پاس فلمی سائن بورڈوں کی بھرمار ہونے لگی ہے جس جس سینما کے
بھی اس نے سائن بورڈ بنائے ہیں وہ سارے یہی کہتے ہیں کہ جس پینٹر سے
بنوا کر دیتے ہو اسی سے ہمارا کام کروانا اب کچھ نئے سینما بھی مجھے مل رہے ہیں
بھی یہی تقاضا کر رہے ہیں کہ اسی آفاق سے ہمیں فلموں کے بورڈ بنوا کے دو
اکیلا آفاق کس کس سینما کے فلمی بورڈ بنائے گا بہرحال بڑا تیز دست ہے
پاس بہت سے دو پینٹرز ہیں دوسرے پینٹر جب ایک فلمی بورڈ کو ختم کر
ہوتے ہیں تو یہ دو سے لے کر ڈھائی بورڈ ختم کر چکا ہوتا ہے کام کا بہت تیز ہے
کا ساتھ ساتھ اس کے کام میں صفائی بہترین ہے اس پر برکت مسکراتے ہو
کہنے لگا روشن بھائی جس طرح اس کے کام اور ہاتھوں میں بڑی صفائی ہے اسی
طرح اس کے کردار اور اس کے اخلاق میں بھی بڑی صفائی ہے اس کے ساتھ
برکت مسکراتا ہوا اپنی گاڑی میں بیٹھا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔

○

صدف کے باس شفیع صاحب اپنے کیبن میں بیٹھے کافی دیر تک اپنے
ماجد کے ساتھ گفتگو کرتے رہے اس کے بعد جو فیکس اور ٹیلکس آئے تھے
کے جواب لکھ کر انہوں نے فیکس اور ٹیلکس کرنے کے لیے صدف کو بھجوا د
اس کے تھوڑی ہی دیر بعد ڈاکیا ڈاک لے کے آیا تھا کافی دیر تک وہ ڈاک
لے کر اس کا مطالعہ کرتے رہے پھر وہ ہر لیٹر کا جواب لکھ کر اس کے ساتھ
ہوئے پلاسٹک کی ایک ٹرے میں رکھتے چلے گئے جب وہ ساری ڈاک کے
جواب تیار کر چکے تب ان کے سامنے بیٹھا ہوا ان کا بیٹا ماجد بولا اور اپنے باپ کو
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اس طرح آپ ہر آنے والے لیٹر ٹیلکس اور فیکس کا جواب اپنے ہاتھ سے
لکھتے ہوئے اچھے نہیں لگتے سیکرٹری ہونی چاہئے جو آپ کے سامنے بیٹھے آپ
لکھوائے جائیں اور وہ لکھتی جائے اس پر شفیع صاحب بولے اور کہنے لگے اپنی
سیکرٹری تو ہے ہی بیٹے کیا ہوا چھٹی پر ہے تو۔ اس کی غیر موجودگی میں کام تو
ہمیں کرنا ہی ہے اس پر ماجد جھلائے ہوئے کہنے لگا وہ بھی اب کوئی سیکرٹری
رہی ہے پاپا۔ ایک تو وہ ادھیڑ عمر کی ہو چلی ہے دوسرے یہ کہ وہ چھٹیاں بہت
کرنے لگی ہے اس پر شفیع صاحب نے کسی قدر خفگی میں اپنے بیٹے ماجد کی طرف
دیکھتے ہوئے کہا۔

دیکھو بیٹے آئندہ اس قسم کی گفتگو میرے سامنے نہ کرنا۔ وہ ادھیڑ عمر کی ہو رہی
ہے تو کیا ہوا۔ کام تو اسے کرنا ہے کل کو تم یہ بھی کہو گے کہ میں بھی ادھیڑ عمر کا
ہو گیا ہوں لہٰذا مجھے بھی اس دفتر میں نہیں آنا چاہئے اور کام نہیں کرنا چاہئے۔
جہاں تک اس کی چھٹی کرنے کا سوال ہے تو بیٹے کوئی بات نہیں اس کا حق بنتا ہے
آج کل اس کا بیٹا بیمار ہے اس کو ٹائیفائیڈ ہے اگر وہ چھٹیاں فالتو کرتی ہے تو کیا
ہوا کبھی غور کیا ہے کہ وہ دو دو تین تین سال کوئی چھٹی بھی نہیں لیتی بے چاری
آ کر کام کرتی رہتی ہے اور پھر اس کی غیر موجودگی میں ٹیلکس فیکس تو صدف چلا
لیتی ہے صدف اس سے پہلے صرف ٹائپنگ کا ہی کام کرتی تھی یہ صدف کی بڑی
خوبی ہے کہ بے چاری فیکس کو بھی ہولڈ کر رہی ہے ٹیلکس بھی چلا لیتی ہے کیا ہوا
اگر میں صدف کو اپنے ہاتھ سے ساری ڈاک کے جواب لکھ کے دے دیتا ہوں

بیٹے اس میں کوئی ہتک اور بے عزتی کا مقام تو نہیں ہے یہاں تک کہنے کے
شفیع صاحب تھوڑی دیر رکے پھر کچھ سوچا اور دوبارہ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہو
کہنے لگے۔

دیکھ بیٹے کسی ملازم کو سروس سے علیحدہ نہیں کرنا چاہئے یہ میرا شروع
اصول رہا ہے جتنے بھی آج تک میرے پاس ملازم رہے ہیں خواہ وہ دفتر میں کام
ہماری فیکٹری میں ہوں کسی بھی ملازم کو میں نے خود نہیں نکالا اگر کوئی خود ہی
چھوڑ کر چلا گیا ہو تو یہ ایک علیحدہ بات ہے دوسرے میرا آفس میں بھی
فیکٹری والے سارے ملازمین سے بھی ایسا سلوک رہا ہے کہ کسی نے بھی آج
مجھے اس قدر مجبور نہیں کیا کہ میں اسے نوکری سے نکالوں کچھ لوگوں
زیادتیاں بھی کیں ہیں دفتر میں بھی فیکٹری میں بھی پھر بھی میں نے انھیں برد
کیا ہے سروس سے نہیں نکالا اور میرے اس حسن سلوک سے وہ ایسے د
ہوئے ہیں کہ ہمارا ریکارڈ ہے کہ نا ہی آج تک اس دفتر میں اور نا ہی فیکٹری
اندر کسی ملازم نے ہمیں دھوکہ یا فریب دینے کی کوشش کی ہے دیکھ بیٹے
ایمپلائر کے ملازم پر حقوق ہوتے ہیں وہاں ملازم کے بھی ایمپلائر پر بڑے ح
ہوتے ہیں بیٹے جہاں ایمپلائر اور آجر کسی کام کو چلانے کے لیے سرمایہ لگا کر
انوسٹمنٹ کرتا ہے وہاں اجیر بھی اپنے علم اپنے فن کی انوسٹمنٹ کرتا ہے
اپنے اسی علم اسی فن کی انوسٹمنٹ کے حوالے سے روزی کماتا ہے لہذا
کام کے سلسلے میں آجر اور اجیر دونوں ہی پارٹیسپیشن participation
ہیں دونوں ہی انوسٹمنٹ کرتے ہیں لہذا دونوں ہی کے حقوق میرے خیال
یکساں طور پر اہمیت کے حامل ہوتے ہیں میرے خیال میں کسی بھی آجر کو اج
ساتھ بدسلوکی نہیں کرنی چاہئے نہ ہی اسے ملازمت سے علیحدہ کرنا چاہئے بلکہ
میں اس قدر برداشت کا مادہ ہونا چاہئے کہ جہاں اجیر اس کی ہر کڑوی کسیلی
غصیلی باتیں برداشت کرتے ہیں وہاں آجر کو بھی اجیر کی طرف سے کبھی کوئی
ہو جائے تو برداشت کر لینی چاہئے۔

دیکھو میرے بیٹے جہاں تک ہماری سیکریٹری کا تعلق ہے وہ اس وقت سے اس
آفس میں کام کر رہی ہے جب میرے بالوں میں کوئی سفیدی تک نہ تھی۔ اس
آفس پر اس کے بڑے احسانات ہیں انتہائی دیانتداری انتہائی محنت و مشقت سے
اس نے اس آفس میں کام کیا ہے میں تو یوں بھی کہہ سکتا ہوں کہ ہماری سیکریٹری
مسز رحمان اس آفس کے بانیوں میں سے ہے جب سے وہ اس آفس میں کام کر
رہی ہیں تب سے انہوں نے کبھی بھی کسی کو کوئی شکایت کا موقع فراہم نہیں کیا
میرے خیال میں ہمارے آفس مینجر سلطان صاحب اور مسز رحمان اس آفس میں
سروس کی مدت کے لحاظ سے ایک جیسے ہی ہیں سلطان صاحب تم نے دیکھا کہ
بوڑھے ہو چلے ہیں لیکن ان کا خود کا کہنا ہے کہ انہوں نے آج تک ایسی کوئی
آفس سیکریٹری نہیں دیکھی جس نے اس قدر دل جمی اس قدر خلوص کے ساتھ کام
کیا ہو میں نے خود بھی دیکھا ہے بیٹے کہ جب کبھی آفس میں کام زیادہ ہوتا ہے تو
مسز رحمان صبح نو بجے سے لے کر رات گیارہ سے بارہ بجے تک کام کرتی رہی
ہے بھی اوور ٹائم کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ ہی کوئی اس نے دیگر مراعات طلب کی
ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد شفیع صاحب خاموش ہو گئے دونوں باپ بیٹا تھوڑی
دیر تک کچھ سوچتے رہے پھر ماجد بولا اور شفیع صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا پاپا
اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں اس پر شفیع نے غور سے اس کی طرف
دیکھا اور کہا کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو اس پر ماجد کہنے لگا پاپا یہ مس صدف کے
متعلق آپ کا کیا خیال ہے شفیع فوراً ہی بولے اور کہنے لگے بہت اچھی بچی ہے
نیک ہے ضرورت مند ہے غریب گھرانے سے اس کا تعلق ہے ایسی سلجھی بچیاں
لہٰذا آجر کی حمایت مدد اور اس کے تحفظ کی حقدار ہوتی ہیں دیکھ بیٹے اس بے
چاری کے حالات کچھ درست نہیں ہیں اس کی ماں ٹی بی کا شکار ہو کر مر چکی ہے

اس کے باپ نے اس کی ماں کو طلاق دے دی تھی ان بے چاروں کا اپنا گھر
بھی نہیں کرائے کے گھر میں رہتے ہیں دو بہنیں ہیں دو بھائی ہیں اور ایک
ہے ماموں اور بڑا بھائی ایک عرصہ سے بیمار پڑے ہیں ماں کا علاج کراتے کرا
یہ لوگ خاصے مقروض ہو چکے ہیں چھوٹا بھائی اس کا کمانے والا ہے لیکن وہ
ابھی پڑھائی سے فارغ ہوا ہے یہ وہی ہے جو آج صبح صدف کو چھوڑنے آیا تھا
بھی بہت اچھا بچہ ہے فائن آرٹ میں ایم۔اے کیا ہوا ہے صدف کا کہنا ہے
اس نے پبلک سروس کمیشن میں امتحان دے رکھا ہے رزلٹ کا انتظار کر رہا
کمانے والی ایک یہی صدف ہی ہے اس کی ایک چھوٹی بہن ہے وہ بے چاری
دونوں ٹانگوں سے معذور ہے بس بیٹے یہ بچی بہت ضرورت مند ہے اس پر
تھوڑی دیر سوچتے ہوئے کہنے لگا پاپا I like this sadaf میں اسے پسند کرتا
آپ کا اس سلسلہ میں کیا خیال ہے۔

شفیع مسکراتے ہوئے کہنے لگے بیٹے خیال اچھا ہی ہے بہت اچھی بچی
جس کے بھی گھر جائے گی وہ بڑا خوش قسمت ہو گا۔ یہ بچی گھر کو آباد کرنے
ہے سلجھی بڑی وضع دار ہے تم نے دیکھا آفس میں مینجر سلطان اور ا
اکاؤنٹینٹ جنید کے علاوہ کسی سے زیادہ گفتگو نہیں کرتی۔ دیکھو بیٹے اگر تو اسے
کرتا ہے تو کوئی بھی پسند یک طرفہ نہیں ہونی چاہئے اگر وہ بھی جواب میں تم
پسند کر لے تو میں یقین جانو صدف کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں گا لیکن یک
کاروائی نہیں کروں گا بیٹے۔ ایک اور بھی میری بات اپنے ذہن میں جما کر
میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا لیکن میں نے آفس کے ملازمین کو گفتگو کرتے
یہ سنا ہے کہ صدف اور اکاؤنٹینٹ جنید ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔
تک جنید کا تعلق ہے اسے ہمارے آفس میں کام کرتے ہوئے پانچ چھ سال
چکے ہیں انتہائی محنتی اکاؤنٹینٹ ہے ایسے اشخاص بہت کم ملتے ہیں ہمارے ہاں
وہ اب بارہ ہزار روپیہ ماہانہ تنخواہ لے رہا ہے اور سی۔اے کر چکا ہے گذشتہ

ایک مقامی فرم نے اسے پندرہ ہزار ماہوار اور سوزوکی کار کی پیشکش کی تھی۔ لیکن
شخص نہیں گیا دیکھ بیٹے اگر تو صدف کو پسند کرتا ہے تو احتیاط سے کام لینا۔ اگر
صدف جنید کو پسند کرتی ہے تو تم بیچ میں چھلانگ لگانے کی ہرگز کوشش نہیں کرنا
اور اگر صدف اور جنید ایک دوسرے میں دل چسپی نہیں لیتے اور یہ محض دفتر
والوں کا وہم ہے تو تم اس صورت میں صدف کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش
کر سکتے ہو لیکن یہ کوشش زبردستی اور جبر پر مبنی نہیں ہونی چاہئے میرے بیٹے اگر
وہ خوشی سے تمہاری طرف مائل ہوتی ہے تمہیں پسند کرتی ہے تو میں تم دونوں کو
یک جا کر دوں گا لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں زبردستی اور جبر ہرگز میں
برداشت نہیں کروں گا۔

اور ہاں بیٹے اس سلسلہ میں میں جنید کے ساتھ تمہارا ٹکراؤ برداشت نہیں
کروں گا حالات کچھ بھی ہوں میرے بیٹے میں کبھی اور کسی بھی صورت یہ
برداشت نہیں کروں گا کہ سلطان صاحب جنید یا صدف میں سے کوئی تمہارے
رویہ کی وجہ سے یہاں سے نوکری چھوڑ کر چلا جائے اور اگر تم نے ان تینوں کے
لئے اس قسم کے حالات پیدا کیے تو پھر سن رکھو میں ان تینوں میں سے کسی کو بھی
جدا نہیں کروں گا لیکن تمہارا آفس آنا جانا بند کرا دوں گا جواب میں ماجد مسکراتے
ہوئے کہنے لگا پاپا آپ فکر نہ کریں میں کسی پر جبر کرنے کی کوشش نہیں کروں گا
ہاں آپ یہ وعدہ کیجئے کہ اگر میں صدف کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہو
جاؤں تو آپ مجھے بخوشی اجازت دیں گے کہ میں اسے اپنا سکوں۔ اس پر شفیع
بڑی فراخدلی اور خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگے ہاں میرے بیٹے تمہیں اس
کی اجازت ہے اگر تم بخوشی اس کی رضامندی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسے اپنی
طرف مائل کر سکو تو سمجھو تمہاری خوشی میں میری خوشی شامل ہے اب تم ایسا کرو
یہ ڈاک جو میں نے جواب لکھ کر ہر خط کے ساتھ لگائے ہیں یہ تم گھنٹی دے کر
احمد کو بلاؤ اور اس کے ہاتھ صدف کو بھجوا دو اسے پتا ہے کونسی ڈاک کا لیٹر تیار

کرنا ہے کون سی ٹیلکس دینی ہے اور کس پہ فیکس چلانی ہے اس پر ماجد نے
ساری ڈاک سنبھالتے ہوئے کہا پاپا! میں خود ہی صدف کو یہ ساری ڈاک دے
ہوں اس پر شفیع نے چونک کر دیوار پر لگے کلاک کی طرف دیکھا اور کہنے
نہیں بیٹے میرے خیال میں وہ لنچ کر رہی ہو گی۔ اس پر ماجد ڈاک سمیٹ کر اٹھ
ہوئے بولا میں دیکھتا ہوں اگر لنچ کر رہی ہو گی تو واپس آ جاؤں گا پھر شفیع
جواب کا انتظار کیے بغیر ماجد باہر نکل گیا تھا اس نے دیکھا صدف اپنے کیبن
نہیں تھی بلکہ وہ مینجر سلطان صاحب کے کیبن میں لنچ کر رہی تھی۔ سلطان
صاحب اور اکاؤنٹنٹ جنید بھی اس کے ساتھ بیٹھے لنچ کر رہے تھے لہٰذا ماجد
سا ہو کر واپس لوٹ آیا اسے دیکھتے ہی شفیع مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔ بیٹے
صدف اس وقت سلطان صاحب اور جنید کے پاس بیٹھی لنچ کر رہی ہو گی۔ دیکھو
بیٹے تم بھی اپنا لنچ بکس کھولو۔ ہم بھی لنچ کر لیں اس کے بعد ڈاک صدف کو
دیں گے اس طرف تپائی کے اوپر رکھا ہوا لنچ بکس ماجد نے اٹھا کر میز پر رکھ
دونوں باپ بیٹے نے پہلے لنچ کیا اس کے بعد بیٹھ کر کافی پیتے رہے تھوڑی دیر
پھر ڈاک لے کر ماجد باہر نکلا۔

اس نے دیکھا صدف اس وقت اپنے کیبن میں بیٹھی ہوئی تھی ماجد کیبن
دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور بڑی میٹھی اور نرم آواز میں وہ صدف
مخاطب کر کے کہنے لگا مس صدف میں پہلے بھی آپ کے کیبن میں آیا تھا آپ
نہیں تھیں کہاں چلی گئیں تھیں اس پر صدف مسکراتے ہوئے کہنے لگی میں
سلطان صاحب کے کیبن میں تھی میں وہاں سلطان صاحب اور جنید صاحب
ساتھ بیٹھ کر لنچ کر رہی تھی۔ بڑے عرصے سے ہمارا معمول ہے کہ ہم تینوں اکٹھے
بیٹھ کر لنچ کرتے ہیں اس پر ماجد بولا اور کہنے لگا۔

مس صدف آپ کو ان دونوں کے پاس جا کر لنچ کرنے کی کیا ضرورت
آپ کا اپنا علیحدہ کیبن ہے آپ یہاں بیٹھ کے اپنا لنچ کیا کیجئے اگر آپ ان
پاس جا کر بیٹھتی ہیں تو آپ کے وہاں بیٹھنے سے دفتر کے دوسرے ملازمین آپ کے
مختلف طرح طرح کی خبریں بھی گھڑ سکتے ہیں اس پر صدف نے چونک کر ماجد کی
طرف دیکھا اور کہنے لگی نہیں ایسا نہیں ہو سکتا دفتر کے ملازمین سب مجھ سے
اچھی طرح واقف اور آگاہ ہیں اور پھر جب سے میں یہاں ملازمت کر رہی ہوں
تب سے میرا معمول ہے کہ میں وہیں ان دونوں کے پاس بیٹھ کر لنچ کرتی ہوں
جہاں تک سلطان صاحب کا تعلق ہے وہ میرے باپ کی جگہ ہیں اور ایک بیٹی ہی
کی طرح وہ میری عزت کرتے ہیں۔ جہاں تک جنید صاحب کا تعلق ہے وہ آفس
کے اکاؤنٹنٹ ہیں مجھ پر بڑے مہربان ہیں اور یہ کہ اس قابل ہیں کہ ان پر اعتماد
اور بھروسہ کیا جا سکے۔ دیکھو مسٹر ماجد اعتماد بہت بڑا ہتھیار ہے۔ اعتماد ہی کا ہتھیار
ہے جس سے والدین اپنی منہ زور اولاد کو بھی اپنا مطیع اپنا فرمانبردار بنا کر رکھ لیتے
ہیں۔ بہرحال آپ اس موضوع کو چھوڑیں آپ ڈاک لے کے آئے ہوں گے وہ
مجھے دے دیں تاکہ میں اپنا کام شروع کروں۔ صدف کا جواب سن کر ماجد کچھ
شرمندہ سا ہو گیا تھا۔ چپ چاپ اس نے ساری ڈاک صدف کے سامنے رکھ دی
تھی پھر وہ اس کے کیبن سے نکل گیا تھا۔ تاہم ماجد بھی جس کام کے پیچھے پڑ جائے
اسے چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اب وہ بڑی باقاعدگی کے ساتھ صدف کے کیبن میں
آ کر گاہے بگاہے اس سے گپ شپ اور محبت بھری گفتگو کرنے لگا تھا۔ ○

اپنے روز مرہ کا ہسپتال کا راؤنڈ کرنے کے بعد عروج ایک روز اپنے ہسپتال
کے کمرہ میں داخل ہوئی۔ تھوڑی دیر تک بیٹھ کر وہ کام کرتی رہی پھر کچھ خیال
اسے گزرا۔ میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفونوں کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے ایک فون کا
ریسور اٹھایا اور نمبر گھمانے لگی۔ نمبر گھمانے کے بعد ریسیور کان سے لگا کر وہ سننے
لگی جب دوسری طرف سے آواز آئی تو وہ اپنے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ
بکھیرتے ہوئے کہنے لگی پاپا میں عروج بول رہی ہوں۔ دوسری طرف سے عروج
کے باپ رضوان صاحب کی آواز سنائی دی تھی۔ بیٹی تم نے بڑے اچھے وقت پر

فون کیا۔ اگر تم تھوڑی دیر تک فون نہ کرتیں تو میں خود ہی تمہیں فون کرنے والا تھا۔ اس پر عروج بولی اور کہنے لگی۔ خیریت تو ہے پاپا اس پر دوسری طرف سے رضوان کی آواز آئی۔ دیکھو بیٹی تیرے ہسپتال کے سامنے جو ہماری عمارت ہے تجھے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ عمارت میں نے آفاق کے نام کرا دی ہے۔ اور تمہارے جو اکاؤنٹ ہیں ان میں میں نے اچھی خاصی اور رقوم بھی جمع کروا دی ہیں رضوان کے خاموش ہو جانے کے بعد عروج پھر بولی اور کہنے لگی۔

پاپا یہ تو آپ نے بہت ہی اچھا کیا کہ یہ عمارت آفاق بھائی کے نام کرا دی لیکن میں نے جس کام کے لئے آپ کو فون کیا ہے وہ یہ ہے پاپا کہ یہ جو عمارت آپ نے آفاق کے نام کروائی ہے اس کے بائیں طرف ایک کافی بڑی عمارت ہے اس کے دو حصے ہیں یہ عمارت ہماری پہلے والی عمارت اور آسرا کی جو عمارت ہے اس کے درمیان میں ہے۔ پاپا یہ عمارت بک رہی ہے اس کے نیچے دکانیں کافی ہیں اور اوپر پورشن بنا کر عمارت کو کرائے پر چڑھایا گیا ہے پاپا اگر یہ عمارت بھی آپ خرید لیں تو یہ عمارت ہم آدھی آدھی صدف اور منی کے نام کرا دیں گے۔ دوسری طرف سے رضوان کی خوشی آمیز آواز سنائی دی بیٹی پھر انتظار کس بات کا وہ عمارت خرید لو اور دونوں بہنوں کے نام آدھی آدھی کر دو۔ جواب میں عروج کہنے لگی اور پے منٹ؟ دوسری طرف سے کسی قدر بلند مگر مسکراتی آواز سنائی دی میری بیٹی پے منٹ کی تم کیوں فکر کرتی ہو جب تک تمہارا باپ زندہ ہے تمہیں پے منٹ سے متعلق فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ تم اس عمارت کی ڈیل مکمل کرو۔ جب تم چاہو گی میں پے منٹ کر دوں گا۔ اس پر عروج نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

پاپا اس عمارت کی خرید کے لئے میں آج ہی برکت بھائی سے بات کرتی ہوں۔ میں انہیں کہتی ہوں کہ اس عمارت کے پیچھے لگ جائیں اور مجھے امید ہے کہ برکت بھائی یہ کام بہت جلد نمٹالیں گے۔ ہاں پاپا یہ عمارت خریدنے کے بعد میں اپنی دونوں بہنوں کے نام لکھوا تو دوں گی لیکن فی الحال میں انہیں کاغذات نہیں دوں گی۔ اس طرح انہیں میرے متعلق شک ہو جائے گا جب کوئی مناسب وقت آئے گا اور میں اپنے آپ کو ان پر ظاہر کروں گی اس وقت میں اپنی دونوں بہنوں کو اس عمارت کا کاغذ بھی تھما دوں گی۔ اس پر دوسری طرف سے رضوان کی آواز سنائی دی۔ تمہارا اندازہ اور تمہارا ارادہ درست ہے بیٹی۔ یہ جو عمارت میں نے آفاق کے نام کروائی ہے اس کے کاغذ بھی ابھی اور اسی وقت اپنے ملازم کے ہاتھ بھجوا رہا ہوں یہ کاغذ بھی تم سنبھال کر رکھنا اور جس موقع پر یہ ملکیت کے کاغذات تم صدف اور منی کو دو گی اسی وقت اس عمارت کے کاغذات میرے بیٹے آفاق کے بھی حوالے کر دینا۔ دیکھو میری بیٹی ابھی میں کوئی جائیداد یا عمارت آصف کے نام نہیں کروا رہا اس کی بیماری نے مجھے ایک شش و پنج ایک طرح کی پریشانی اور غم میں مبتلا کر دیا ہے۔ جواب میں عروج کہنے لگی آپ نے ٹھیک کیا ہے پاپا۔ پاپا بہرحال اپنے بڑے بھائی کا بھی کچھ کروں گی۔ پاپا میں کوشش کر رہی ہوں کہ اس کی کہیں شادی ہو جائے میں نہیں چاہتی کہ میرا بھائی یونہی بغیر اپنے شجرہ نسب کو آگے بڑھائے دنیا سے کوچ کر جائے اس کے ساتھ ہی عروج بیچاری کی آواز غمگین ہو کر ڈوب گئی تھی۔ دوسری طرف سے رضوان کی آواز سنائی دی ہاں میری بچی تم جو بھی فیصلہ کرو گی میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اب میں اپنے بیٹے کو مزید کسمپرسی کی حالت میں نہیں دیکھ سکتا۔ اس پر عروج اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہنے لگی اچھا پاپا آپ کسی ملازم کے ہاتھ آفاق بھائی کے کاغذات بھجوا دیجئے۔ میں اب اپنے کام میں لگتی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی دونوں باپ بیٹی نے فون پر گفتگو بند کر دی تھی۔

○

ایک روز شام کے قریب سندس کی سہیلی فائزہ اپنی کار کی چابیاں اپنی انگلی

کے گرد ہلاتی ہوئی سندس کے کمرہ میں داخل ہوئی اس وقت سندس اپنے کمرہ
میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ فائزہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھی دروازہ اس نے بند کر
دیا پھر سندس کے پاس بیٹھتے ہوئے وہ کہنے لگی سنو سندس میں تمہارے لئے
خوش خبری لے کر آئی ہوں۔ سندس نے اسے تیز نگاہوں سے گھورا اور پھر
کیسی خوش خبری۔ جواب میں فائزہ کہنے لگی۔

دیکھ سندس خوش خبری یہ ہے کہ میرا بھائی فرحان یعنی تمہارا منگیتر اور
میں اپنی ٹیکسٹائل کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کل واپس وطن لوٹ رہا ہے۔
صبح ہی صبح اس کا فون آیا تھا۔ تمہارے پاپا تمہاری ممی دونوں نے اس سے بات
تھی وہ کہہ رہے تھے کہ کل کی فلائٹ سے آ رہے ہیں۔ لہٰذا مجھے تمہارے پاپا
امی نے بھیجا ہے کہ میں تمہیں لے آؤں۔ دیکھ خاتون جو ڈرامہ تم نے اس
کے ساتھ شروع کر رکھا ہے اس کو اب انجام دے دو اور گھر چلو اور کل
منگیتر فرحان کا استقبال ائیرپورٹ پر کرو۔

یہاں تک کہنے کے بعد فائزہ تھوڑی دیر رکی۔ پھر گفتگو کو آگے بڑھاتے
ہوئے وہ کہنے لگی دیکھ سندس جس ماتو جس مقصد کے لئے تم نے اس عمارت
قیام کیا تھا۔ وہ تم پورا کر چکی ہو۔ تمہارا اصل مقصد یہ تھا کہ تم آفاق سے
سہیلی کا انتقام لو اور اسے اپنی محبت میں مبتلا کر کے ایک اذیت ایک کرب میں
کرو۔ ایسے ہی جیسے اس آفاق نے تمہاری سہیلی کو محبت میں مبتلا کرنے کے بعد
اسے چھوڑ کر ایک کرب میں مبتلا کیا۔ اب تم دیکھتی ہو کہ یہ آفاق پوری طرح
تمہاری محبت کی گرفت میں آ چکا ہے۔ لہٰذا جو تم چاہتی تھی وہ ہو چکا اب
اپنی اصلیت اس پر اپنی حقیقت ظاہر کر دو تاکہ جس طرح تمہاری سہیلی تڑپی
ہے۔ اسی طرح یہ آفاق بھی اب تمہاری محبت تمہاری چاہت میں تڑپتا رہے
وے اور یہی اس کے کئے کی سزا ہو گی۔

فائزہ کی اس گفتگو کے جواب میں سندس کہنے لگی، تمہارا خیال درست

فائزہ! پر یہ تو کہو فرحان کا فون کب آیا۔ فائزہ کہنے لگی ان کا فون میں کہہ تو رہی
ہوں کہ آج صبح آیا اور کل صبح کی فلائٹ سے وہ پہنچ رہے ہیں لہٰذا میں تمہیں
لینے آئی ہوں۔ تم ابھی اور اسی وقت اٹھ کر میرے ساتھ ہو لو۔ فائزہ اور سندس
تھوڑی دیر تک خاموش رہیں اس کے بعد سندس پھر بولی اور کہنے لگی۔ تمہارا یہ
اندازہ بھی درست ہے فائزہ کہ میں اپنے کام کی تکمیل کر چکی ہوں۔ میں اس
آفاق سے جو انتقام لینا چاہتی تھی وہ لے چکی ہوں۔ اب یہ پوری تندہی اور پوری
لطافت کے ساتھ میری محبت میں مبتلا ہو چکا ہے اور اپنی اس محبت کا کئی بار وہ مجھ
سے اظہار بھی کر چکا ہے۔ اب اس موقع پر اگر میں اسے لات مارتی ہوں تو یوں
سمجھو کہ میں نے اس سے اپنی سہیلی کا بہترین انتقام لے لیا ہے۔ یہ ایک عرصہ
تک میری ان محبت کی چنگاریوں میں سلگتا رہے گا اس کا دن کا چین اور رات کا
سکون برباد ہو کر رہ جائے گا۔ اس پر فائزہ بولی اور پوچھنے لگی پر تم اس پر اپنا آپ
ظاہر کیسے کرو گی۔ جواب میں سندس کہنے لگی۔

دیکھو فائزہ ابھی دونوں بہنیں یہاں سے گھر چلتی ہیں۔ خورشید کو بھی ساتھ
لے چلتے ہیں۔ ان لوگوں کو ابھی تک یہی غلط فہمی رہی ہے کہ یہ خورشید میری
آئی ہے۔ انہیں کیا خبر کہ یہ میری ملازمہ ہے اور میں نے کسی خاص مقصد کے
تحت اس عمارت میں قیام کر رکھا تھا۔ یہاں سے تینوں گھر چلتے ہیں میں رات وہیں
رہوں گی صبح سب مل کر فرحان کا استقبال کریں گے۔ دوپہر کے قریب میں آفاق
کو لینے آؤں گی وہ دکان پر کام کرتا ہے۔ دکان سے میں اسے ساتھ لے لوں گی پھر
اسے اپنے ساتھ اپنی کوٹھی لے کر جاؤں گی وہاں میں اس کا تعارف فرحان سے
اور اپنے ماں باپ سے بھی کراؤں گی اور اس پر ظاہر کروں گی کہ میری اصلیت کیا
ہے اور کیوں میں نے کرائے کے ان دو کمروں میں قیام کر رکھا تھا۔ اور اس سے
میرا کیا مقصد اور کیا مدعا تھا۔ جب اس پر حقیقت ظاہر کر دی جائے گی تو یوں
سمجھو کہ اس کے سارے کئے کرائے پر پانی پھر کر رہ جائے گا اس وقت میرے

ساتھ اس کی محبت اپنے عروج اور اپنی انتہا پر ہے جب میں اس عروج اور ا
انتہا سے اسے پستی اور ذلت کی طرف پٹخوں گی تو پھر دیکھنا وہ کیسی اذیت ی
کرب میں مبتلا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس پر فائزہ فوراً سندس کی تائید کرتے ہو
کہنے لگی۔

بس یہ پروگرام بالکل ٹھیک ہے۔ سندس اب اٹھو یہاں سے چلیں۔ اس
سندس نے کہا پہلے جاؤ ساتھ والے کمرے سے خورشید کو بلا کر لاؤ۔ فائزہ فورا
اٹھی اور بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ خورشید کو اپنے ساتھ
کر آئی اسے دیکھتے ہی سندس بولی اور کہنے لگی خورشید تیاری کرو چلو گھر چلیں ج
ڈرامہ کی ابتدا ہم نے کر رکھی تھی اس ڈرامہ کا ڈراپ سین ہو رہا ہے اور ج
مقصد اور مدعا کے تحت میں نے تمہارے ساتھ اس عمارت میں قیام کر رکھا تھا
مقصد بھی اب پورا ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ اب یہاں سے ہم گھر جائیں گے
اس پر خورشید کچھ بولنے ہی والی تھی کہ اس سے پہلے ہی فائزہ بول پڑی ا
سندس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اور ہاں سندس یہ تو کہو کہ تم نے اپنے دو کمروں میں جو ڈھیروں سامان
کر رکھا ہے اس کا کیا کرو گی۔ تم نے یہاں فریج' ٹی وی اور دوسرا گھریلو ضرو
کا سارا سامان جمع کر لیا ہے۔ یہ صوفہ سیٹ یہ قالین میں شروع میں ہی تم
کہتی تھی کہ اتنا سامان یہاں جمع مت کرو اس پر سندس مسکراتے ہوئے کہنے
کوئی بات نہیں۔ یہ سامان فی الحال یہیں رہے گا۔ اس لئے کہ میں تو ان دو
کمروں کا عروج کو چھ ماہ کا ایڈوانس کرایہ بھی ادا کر چکی ہوں۔ اور پھر بھی
ہمیں یہاں آنا ہو گا۔ تاکہ یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ میری محبت اور میری جدائی
اس آفاق کی کیا حالت ہے اس پر فائزہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ہاں تمہارا
پلان بھی بڑا اچھا ہے اب اٹھو پھر چلیں اگر ہم نے کبھی کبھار یہاں آ کر اس
کی حالت پر بھی نظر ڈالنی ہے تو یہ سارا سامان یہیں رہنے دو۔ اس پر سندس

اٹھ کھڑی ہوئی۔ خورشید کو بھی اس نے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔
کمروں کو اس نے لاک کیا پھر سندس نے فائزہ کو مخاطب کر کے کہا۔
فائزہ تم خورشید کو لے کر نیچے جاؤ اور گاڑی میں بیٹھ کر میرا انتظار کرو۔ میں
عروج سے بات کر کے آتی ہوں۔ کہ میں چند دن کیلئے اپنی سہیلی فائزہ کے ہاں
رہوں گی لہٰذا میرے کمروں کا خیال رکھنا۔ اب ان بیچاروں کو کیا خبر کہ فائزہ میری
سہیلی نہیں بلکہ فرسٹ کزن ہے۔ اور اس کے بھائی سے پہلے ہی میری منگنی ہو
چکی ہے بہرحال مٹی ڈالو اب ان سب باتوں پر تم خورشید کو لے کر نیچے چلو اور
گاڑی میں بیٹھ کر میرا انتظار کرو۔ اس کے ساتھ ہی فائزہ خورشید کو لے کر عمارت
سے نیچے اتر گئی تھی سندس دونوں کمروں کے لاک اچھی طرح چیک کرنے کے بعد
اس کمرے میں داخل ہوئی جس میں عروج صدف اور منی رہتی تھیں تینوں اکٹھی
بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ سندس جونہی اس کمرے میں داخل ہوئی عروج نے اپنے
پہلو والی خالی کرسی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا آؤ بیٹھو سندس۔ سندس بیٹھنے کے
بجائے ان کے پاس ہی کھڑی رہی اور کہنے لگی نہیں عروج بہن میرے پاس وقت
کم ہے بیٹھنے کا۔ میری سہیلی فائزہ مجھے لینے آئی ہے میں آپ لوگوں سے یہ کہنے
آئی ہوں کہ میں فائزہ کے ساتھ جا رہی ہوں۔ چند روز میں اس کے ساتھ رہوں
گی آپ لوگ ذرا میرے کمروں کا خیال رکھئے گا۔ اس پر عروج فوراً بولی اور کہنے
لگی تم نہ بھی کہو تب بھی ہم تمہارے کمروں کا خیال رکھیں گے اس لئے کہ
تمہارے کمرے ہمارے کمرے ہیں۔ تم مطمئن اور بے فکر ہو کر جاؤ۔ اس کے
ساتھ ہی سندس مڑی اور باہر نکل گئی تھی بڑی تیزی سے وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے
آئی۔ فائزہ اور خورشید گاڑی میں بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ جونہی سندس
ڈرائیونگ پر بیٹھی فائزہ نے گاڑی کا اگلا دروازہ کھول دیا تھا۔ پھر سندس نے
اندر جب دروازہ بند کیا تو فائزہ نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔ پھر وہ گاڑی کو
شاہراہ قائد اعظم پر لائیں اور گاڑی بڑی تیزی سے نہر کی طرف بڑھنے لگی تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد کار گلبرگ کی مین مارکیٹ کے قریب ہی ایک بہت
کوٹھی میں داخل ہوئی کار کو پارک کرنے کے بعد سندس فائزہ اور خورشید
باہر نکلیں اور کوٹھی کے سکونتی حصہ میں داخل ہونے کے بعد ڈرائینگ روم
گھسیں۔ ڈرائینگ روم میں اس وقت ایک معمر خاتون اور ایک ڈھلتی عمر
بیٹھا ہوا تھا انہیں دیکھتے ہی سندس چہکنے کے سے انداز میں انہیں مخاطب کر
کہنے لگی۔ ہیلو پاپا اور ممی آپ دونوں کیسے ہیں۔ وہ دونوں شاید سندس کے
باپ تھے۔ سندس کو دیکھتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے پہلے سندس
باپ نے آگے بڑھ کر سندس کی پیشانی کو بوسہ دیا پھر اس کی ماں نے اسے
ساتھ لپٹا کر خوب پیار کیا پھر سندس کو ان دونوں نے اپنے درمیان بٹھا لیا
کے بعد سندس کی ماں بولی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

بیٹی اب اپنے ڈرامہ کا ڈراپ سین کرو۔ کل تمہارا منگیتر فرحان آ رہا ہے
صبح ہم نے اسے ریسیو کرنے بھی جانا ہے۔ جس لڑکے کے ساتھ تم نے ڈرامہ
شروع کر رکھا ہے اسے بس یہیں تک رہنے دو۔ فائزہ بتا رہی تھی کہ اب
دیوانگی کی حد تک تمہاری محبت میں مبتلا ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے اتنی
کافی ہے کہ جس طرح اس نے کسی کو اپنی محبت میں سلگا کر برباد کیا تھا اس طرح
اب وہ تمہاری محبت میں گیلی لکڑی کی طرح سلگ سلگ کر اپنی سزا پاتا رہے
اب مزید تم اس کے پیچھے نہ پڑنا میری بیٹی۔ اس پر سندس بولی اور کہنے لگی۔ ڈیڈ
ماما فرحان کو کل ائرپورٹ سے ریسیو کرنے کے بعد میں اس آفاق کو یہاں لے
آؤں گی۔ ایک تو میں اس پر اپنی اصلیت ظاہر کروں گی اور دوسرے اسے بتاؤں
گی کہ کیوں میں نے اسے اپنے فریب محبت میں مبتلا کیا۔ اور یہ اس کے کئے
کی سزا ہے۔ اس کے بعد ممی نہ میرا اس سے کوئی تعلق ہوگا نہ واسطہ نہ رابطہ
یہاں تک کہنے کے بعد سندس جب خاموش ہوئی تو اس بار اس کا باپ بولا
اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو سندس بیٹی اب جبکہ فرحان کل آ رہا ہے تو میں نے تمہاری ممی اور
اقبال آباد میں تمہارے انکل سے بات کر کے تمہاری اور فرحان کی تاریخ اگلے ماہ
کی 20 تاریخ مقرر کر دی ہے گویا اب سے پورے ایک ماہ بعد تم دونوں کی شادی
ہوگی۔ میری بیٹی اب تم اس آفاق وغیرہ کے چکر سے نکلو۔ دفع کرو اسے اس نے
جو کچھ بھی اس لڑکی کے ساتھ کیا اس کا انتقام تم نے لے لیا ہے۔ اب مزید اسے
کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اسے تم کل یہاں لا کر اس پر اپنی حقیقت ظاہر
کر کے ڈرامہ کا ڈراپ سین ضرور کر سکتی ہو۔ سندس کا باپ جب خاموش ہوا تو
اس کی ماں بولی اور کہنے لگی۔

دیکھو سندس بیٹی تم اٹھ کر پہلے شاور لو۔ ڈریس چینج کرو پھر بیٹھتے ہیں۔
سندس نے اپنی ماں کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور خاموشی سے اٹھ کر وہ باتھ روم
کی طرف چلی گئی تھی۔

○

دوسرے روز دوپہر سے کافی پہلے سندس فائزہ اور سندس کے ماں باپ ائر
پورٹ جا پہنچے تھے۔ بیرون ملک آمد سے باہر کھڑے ہو کر انہیں کچھ دیر ہی انتظار
کرنا پڑا تھا کہ جب مسافر آنا شروع ہوئے تو سندس اور فائزہ دونوں ایک جوان کو
دیکھتے ہی ہاتھ ہلاتے ہوئے خوشی کا اظہار کرنے لگیں تھیں۔ وہ جوان جو درمیانے
قد کا ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی وجیہہ اور خوش شکل تھا۔ اپنی سامان بھری ٹرالی
کو گھسیٹتا ہوا اس جگہ آن رکا تھا جہاں سب لوگ کھڑے تھے سب سے پہلے اس
نے سندس کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "ہنی ہاؤ آر یو؟" جواب میں سندس
بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے چہکنے کے انداز میں کہنے لگی۔ فائن اینڈ ویل۔
اس کے بعد اس نے فائزہ کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا تھا۔ اس کے بعد فائزہ
اسے مخاطب کر کے کہنے لگی فرحان بھائی آپ نے یہ اتنا ڈھیر سارا سامان کیا اٹھا

رکھا ہے۔ اس پر فرحان بولا اور کہنے لگا جو دو بڑے اٹیچی ہیں ان میں سے ا
میں تمہارے لئے سامان ہے دوسری میں سندس کے لئے باقی میرا اپنا ضرور
سامان ہے۔

اس کے بعد سندس کا باپ بولا اور فرحان کو مخاطب کر کے کہنے لگا فر
بیٹے یہ ساری باتیں تو گھر جا کر ہوں گی آؤ اب چلیں۔ فرحان ٹرالی گھسیٹے ہو
ان کے ساتھ ہو لیا تھا۔ ایک جگہ آ کر اس نے ٹرالی روک دی۔ سندس کے با
نے اپنی کار کی طرف اشارہ کیا۔ فرحان سندس اور فائزہ تینوں مل کر کار کی ڈگی
سامان رکھنے لگے تھے۔ اس کے بعد فرحان سندس اور فائزہ تینوں پچھلی نشست
بیٹھ گئے تھے۔ اسٹیرنگ پر سندس کے باپ بیٹھے تھے۔ اگلی نشست پر سندس
ماں جم گئیں تھیں۔ پھر سندس کے باپ نے گاڑی اسٹارٹ کی اور وہ ائرپورٹ
حدود سے نکل گئے تھے۔

اسی روز دوپہر کے بعد پینٹنگ شاپ میں آفاق اپنے ساتھیوں کے سا
دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ پینٹنگ شاپ کے سامنے ایک کار آ
رکی اس کار میں سے سندس اور فائزہ نکلیں۔ آفاق سندس کو دیکھتے ہی دنگ رہ
تھا۔ وہ آج خلاف معمول جین کی پتلون اور اس پر لڑکوں والی انتہائی چست
شرٹ پہنے ہوئے تھی۔ سر سے وہ ننگی تھی بالوں کا اس نے بوائے کٹ بنا ر
تھا۔ اور پاؤں میں اونچی ہیل کے لڑکوں والے اس نے بوٹ بھی پہن رکھے تھ
سندس اور فائزہ دونوں پینٹنگ شاپ کی طرف آئی تھیں قبل اس کے کہ وہ شا
میں داخل ہوتیں۔ آفاق فوراً اٹھ کر شاپ سے باہر آیا اور بڑی حیرت اور
قدر ناپسندیدگی سے وہ سندس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ سندس یہ تم نے آج
ڈریس پہن رکھا ہے تم جانتی ہو کہ مجھے لڑکیوں کا اس طرح پتلون اور شرٹ پہننا
پسند نہیں ہے پھر بھی تم یہ لباس پہن آئی ہو۔ آج تم نے بال بھی کیسے بنا رکھے
ہیں اور پاؤں میں تم نے بوٹ بھی لڑکوں جیسے پہنے ہیں۔ اس پر سندس مسکراتے
ہوئے کہنے لگی۔ کہ کیوں پہنے ہیں یہی تو آج میں آپ کو بتانے کے لئے اپنے
ساتھ لے جانے کو آئی ہوں۔ آپ تھوڑی دیر کے لئے میرے ساتھ آیئے پھر میں
آپ کو بتاؤں گی کہ یہ حلیہ میں نے کیوں تبدیل کیا ہے۔ پلیز انکار نہ کیجئے گا۔
میرے ساتھ آیئگا۔ اس پر آفاق کہنے لگا میرے پاس تو ابھی شاپ میں بہت کام ہے
میں تو نہیں جا سکوں گا۔ اس پر سندس آگے بڑھی بڑے پیارے انداز میں اس
نے آفاق کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا پھر اسے کار کی طرف کھینچتی ہوئی کہنے
لگی پلیز تھوڑی دیر کے لئے پھر میں آپ کو واپس چھوڑ جاؤں گی آفاق بیچارا انکار
نہ کر سکا اور اگلی نشست پر وہ سندس کے پہلو میں بیٹھ گیا تھا۔ فائزہ پچھلی نشست
پر جم گئی تھی اور سندس نے کار اسٹارٹ کر دی تھی۔

آفاق کو لے کر سندس گلبرگ میں مین مارکیٹ کے قریب اپنی کوٹھی میں
داخل ہوئی اپنی کار پارک کرنے کے بعد وہ آفاق کا ہاتھ پکڑ کر ڈرائینگ روم میں
لائی۔ فائزہ بھی ان دونوں کے پیچھے پیچھے تھی۔ ڈرائینگ روم میں پہلے ہی سندس
کے باپ مقصود اور اس کی ماں عظمیٰ مقصود کے علاوہ سندس کا منگیتر فرحان بیٹھے
ہوئے تھے۔ ڈرائینگ روم میں داخل ہوتے ہی سندس ان تینوں کو مخاطب کر کے
کہنے لگی ان سے ملئے یہ آفاق صاحب ہیں اس کے بعد سندس نے آفاق کو
مخاطب کر کے کہنا شروع کیا یہ سامنے مقصود صاحب بیٹھے ہیں یہ میرے پاپا ہیں ان
کے ساتھ میری ممی بیٹھی ہیں یہ عظمیٰ مقصود کہلاتی ہیں اور ان کے ساتھ ہی سامنے
والی نشست پر جو جوان بیٹھا ہے اس کا نام فرحان ہے اور یہ میرا منگیتر ہے۔ اس
انکشاف پر آفاق نے چونک کر سندس کی طرف دیکھا تھا جواب میں سندس کے
لبوں پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ طنزیہ سے انداز میں آفاق کو

مخاطب کر کے کہنے لگی۔

سنو آفاق پریشان اور حیرت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہیں ساتھ لائی ہی اسی لئے ہوں کہ تم پر اپنی حقیقت اور اصلیت ظاہر کروں۔ دیکھو میں وہاں پر تم لوگوں کے ساتھ عمارت میں کسی مقصد اور کسی مدعا کے تحت کرائے کے دو کمروں میں رہ رہی تھی ورنہ تم جانو میرا تعلق ایسے خاندان سے ہے جس خاندان کے افراد کی تعداد کم اور ملازمین کی تعداد زیادہ ہوا کرتی ہے۔ یہ کوٹھی جس میں تم کھڑے ہو یہ ہماری اپنی ملکیت ہے۔ میرے باپ ارب پتی ہیں اور میں اپنے ماں باپ کی واحد اولاد ہوں۔ کوئی میرا دوسرا بہن بھائی نہیں ہے۔ یہ فائزہ میری سہیلی نہیں بلکہ میری فرسٹ کزن ہے۔ اور یہ جو میرا منگیتر فرحان ہے یہ فائزہ کا سگا بھائی ہے۔ یہ کل ہی امریکہ سے اپنی ٹیکسٹائل کی تعلیم مکمل کر کے لوٹا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد سندس تھوڑی دیر کے لئے رکی پھر وہ کہتی چلی گئی تھی۔

سنو آفاق جہاں تک فرحان کا تعلق ہے یہ میرے سگے چچا کا لڑکا ہے۔ یعنی میرا فرسٹ کزن ہے میرے چچا فیصل آباد میں ہوتے ہیں۔ میرے ایک اور چچا ان دنوں ڈی آئی جی ہیں اس فرحان کے ساتھ یوں سمجھو کہ بہت عرصہ ہوا میری منگنی ہو چکی تھی اور اگلے مہینے کی بیس تاریخ کو ہم دونوں کی شادی بھی طے ہو چکی ہے۔ وہاں جا کے میرا کرائے پر رہنا اور تمہیں اپنی محبت کے فریب میں مبتلا کرنا بھی کسی علت کے بغیر نہیں ہے سنو میری ایک سہیلی ہے گو اب اس کی شادی ہو چکی ہے نام اس کا سحر ہے۔ کبھی وہ تم سے محبت کرتی تھی لیکن تم نے اسے ٹھکرا کر اس کا دل توڑا۔ سو میں نے تم سے اپنی سہیلی کا انتقام لینے کے لئے یہ سارا ڈرامہ رچایا۔ جس طرح تم نے میری سہیلی کو عین اس وقت چھوڑا جب وہ تم پر دل و جان سے مرتی تھی سو اس کے جواب میں میں بھی تمہیں اس وقت ہی چھوڑ رہی ہوں۔ جب تم مجھ سے گہری محبت میں مبتلا ہو گئے ہو۔ سو اب تم

بھی جس طرح تمہاری خاطر سحر ایک اذیت اور ایک کرب میں مبتلا رہی ہے۔ اس لئے اب تم بھی میری خاطر اذیت اور کرب میں مبتلا ہو کر ایسا ہی تلخ ذائقہ چکھو جو اس سے پہلے میری سہیلی سحر چکھ چکی ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد جب سندس خاموش ہوئی تو آفاق عجیب بوکھلائے ہوئے سے انداز میں سندس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو سندس ------------ آفاق یہیں تک کہنے پایا تھا کہ سندس بے پناہ غصہ اور قہرمانی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ سنو آفاق خبردار جو تم آج کے بعد اپنی زبان پر میرا نام لائے تمہیں کس نے اجازت دی کہ یہ سارے انکشافات ہونے کے بعد تم مجھے میرے نام سے پکارو۔ سنو میں اور تم آپس میں اجنبی ہیں۔ ہمارا کوئی تعلق کوئی واسطہ کوئی رابطہ نہیں ہے۔ اس پر آفاق پھر بولا اور کہنے لگا میں یہ بتانا چاہتا تھا کہ جہاں تک سحر کا تعلق ہے۔ اس پر سندس پھر برس پڑی اور کہنے لگی میں تمہارے منہ سے سحر کے متعلق کچھ بھی سننا پسند نہیں کروں گی۔ میں جانتی ہوں تم اپنے دفاع میں بہت کچھ کہو گے۔ اور سحر کے متعلق بھی بہت کچھ اگلنا پسند کرو گے۔ لیکن نہ تو میں سحر کے خلاف کچھ سنوں گی اور نہ ہی تمہاری طرف سے کسی توجیح اور کسی بہانے بازی پر کان دھروں گی لہٰذا تم ابھی اور اسی وقت یہاں سے نکلو اور یہاں سے دفعان ہو جاؤ۔ اور آئندہ اگر تم نے کبھی خاطر یا مجھ سے ملنے کے لئے ادھر آنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا اس کوٹھی کے اندر اس قدر ملازم ہیں کہ تمہیں ایک ایک گھونسا بھی ماریں تو تمہیں اتنی ضربیں لگیں گی کہ ان چوٹوں کی تکلیف سے تم ساری عمر سہلاتے رہو گے۔ لہٰذا تمہاری زندگی اور تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اب تم اس ڈرائینگ روم سے نکل کر اپنی شکل گم کرو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ اس پر آفاق نے مزید کچھ نہ کہا اور غصہ میں پاؤں پٹختا ہوا وہ وہاں سے چلا گیا۔

آفاق کے جانے کے بعد سندس کا منگیتر فرحان بولا اور سندس کو مخاطب کر

کے کہنے لگا دیکھو سندس یہ لڑکا جس کا نام تم نے آفاق بتایا ہے شکل و صو
سے تو بہت اچھا اور معصوم لگتا ہے۔ میرے خیال میں یہ کسی متوسط گھرانے
تعلق رکھتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس کے ساتھ ایسا کر کے تم نے اس پر ظلم او
زیادتی کی ہے۔ کم از کم جو کچھ وہ کہنا چاہتا تھا وہ ہمیں سننا چاہئے تھا۔ تم نے
سے جو اپنی سہیلی سحر کا انتقام لیا ہے وہ بھی سحر سے متعلق کچھ کہنے لگا تھا۔ کم ا
ہمیں اس کی بھی سنی چاہئے تھی۔ پھر ہمیں کوئی فیصلہ کرنا چاہئے تھا۔ میں کہ
ہوں کہ ہم نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اس کا چہرہ اور اس کی گفتگو
کے بعد میں نے اندازہ لگایا ہے کہ ایسا شخص کسی کے ساتھ دھوکہ اور فریب نہ
کر سکتا۔ اس پر سندس کہنے لگی۔

اس کے ساتھ رہتے ہوئے اس کی معصومیت دیکھتے ہوئے میں بھی
دھوکے میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اس کی شخصیت پر مت جانا فرحان۔ تم دیکھتے ہو
اگر تمہارا اور اس کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو تم سے قد کاٹھ میں یہ لمبا ہے۔
سے اس کی رنگت بھی اچھی ہے تم سے یہ انتہا درجہ خوبصورت بھی ہے۔
جانو اس کے ساتھ یہ ڈرامہ کھیلتے ہوئے میں دو بار خود اس کی معصومیت
فریب میں مبتلا ہو چکی تھی۔ اس کے ساتھ ڈرامہ کھیلتے ہوئے دو مواقع ایسے
آئے جہاں خود مجھے احساس ہونے لگا تھا کہ میں اگر اسی طرح اس کے ساتھ
ڈرامہ کھیلتی رہی تو میں حقیقت میں اس کے ساتھ محبت اور چاہت میں مبتلا ہو
جاؤں گی لیکن میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا۔ میں نے اپنے دل
یہ کہ کر ڈھارس اور تسلی دی کہ میں اس سے کسی کا انتقام لینے کے درپے ہو
اس پر فریفتہ ہونے کے لئے آئی۔ لہذا اس کے ساتھ رہتے ہوئے میں نے بڑ
مشکل سے اپنے آپ کو محبت کے بھنور سے دور رکھا اور اگر میں بھی اس ک
معصومیت پر لٹ کر اس کی محبت کے بھرم میں گرفتار ہو جاتی تو پھر تاج میرن
آپ کی شادی کی تاریخ نہ طے ہو سکتی۔

سندس کے ہاں سے نکلنے کے بعد آفاق پھر پینٹنگ کی دکان پر چلا آیا تھا۔
ں نے اپنے آپ کو پینٹنگ کی دکان تک پہنچتے پہنچتے کافی حد تک سنبھال لیا
ہ تاہم اس کے چہرے پر پژمردگی افسردگی اور غصہ کے آثار اب بھی موجود
ھے۔ پینٹنگ کی دکان کا مالک روشن اس کی حالت دیکھتے ہوئے اس کے قریب آیا
بڑی چاہت اور بڑی محبت میں اسے مخاطب کر کے پوچھنے لگا آفاق میرے بھائی
کیا بات ہے تم سندس نام کی لڑکی کے ساتھ گئے تھے وہ تم سے وعدہ کر کے گئی
ی کہ تمہیں گاڑی میں چھوڑ کر جائے گی جبکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم ویگن کے
ریعہ آئے ہو۔ کیا بات ہے کیا اس سے تمہارا کوئی جھگڑا کوئی تلخ کلامی ہو گئی ہے
بلکہ برکت بھائی نے مجھے بتایا تھا کہ وہ دیوانگی کی حد تک تم سے محبت کرتی ہے۔
شن کی اس گفتگو کے جواب میں آفاق تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر وہ غصہ
ر غضبناکی میں آتش نشاں کی طرح پھٹ پڑا تھا۔

سنو روشن بھائی ان لوگوں کا کوئی اعتبار کوئی بھروسہ نہیں کبھی یہ لوگ یادوں
کے ہیرے موتی دیتے ہیں کبھی دیئے کے آنسو دامن میں ڈال جاتے ہیں۔ کبھی یہ
ل دھرتی کے اندھے راستوں پر نس نس میں اپنی سندرتا کی جوت جگاتے
ہیں اور کبھی آندھیوں کے جھکڑ ریت کے بگولوں کی حشر سامانی اور صدیوں کا غبار
بن کر سوچوں کے شعلے دیتے ہیں اور ہونٹ منجمد کر جاتے ہیں۔

سنو روشن بھائی ہم لوگوں کے لئے یہ دیوتا قسم کے لوگ کبھی بھی وفادار نہیں
ہوئے ہمارے لئے یہ ہمیشہ ہی بیمار خزاں پوش کڑا وقت اور برسوں کا دھواں
اور تعصب ہی ثابت ہوتے ہیں۔ ہم جیسے پسماندہ لوگوں کے لئے یہ گرجتی
کی رات میں دوزخ کی چیخ و پکار بن کر نمودار ہوتے ہیں اور ہمارے نصیب میں
اور تقدیر میں غموں کے کانٹے بھر جاتے ہیں روشن بھائی یہ لوگ اپنے آپ کو

بادلوں کی طرح بلند۔ ہواؤں کی طرح شہ زور کوہستانوں کی طرح سنگین خیز
کرتے ہیں اور ہمارے دل کی محبت میں نفرت روح میں اضطراب بھرنے پر
جاتے ہیں۔

یہ اطمینان و راحت کے نشے میں مست لوگ ہم قناعت پسندوں سکھ
زندگی کے طوفانوں اور آندھیوں کے تھپیڑوں میں کبھی تو بدن کی ہتوں
آرزوؤں کی مہک نغموں کے بہتے جھرنے بھرتے چلے جاتے ہیں اور کبھی یہ
لوگ صحرا میں تنہائی کا جھونکا بن کر اٹھتے ہیں اور ہم لوگوں کے دل کی کھیتی
مکمل طور پر نابود و ناپید کرتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔ روشن بھائی ایسے لوگوں
کوئی اعتبار اور بھروسہ نہیں۔ صبح کچھ کہتے ہیں شام کو کچھ اور ہی کہہ ڈالتے ہیں
وعدہ کچھ کرتے ہیں عملی طور پر کچھ اور ہی چیز سامنے لے آتے ہیں۔ سو روشن
بھائی اپنے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے چھوڑو دفن کرو اس بحث کو آؤ کام
کریں اس کے ساتھ ہی آفاق نے برش اور کلر پلیٹ سنبھالی اور اپنے دھندے
میں لگ گیا تھا۔ روشن بیچارے کو اس کی حالت دیکھتے ہوئے کچھ اور پوچھنے کی
ہمت ہی نہیں پڑی تھی لہٰذا وہ بھی اپنے دھندہ میں لگ گیا تھا۔

اس روز آفاق کافی دیر سے گھر آیا تھا۔ سندس نے اس کے ساتھ جو سلوک
کیا تھا اس کا اسے سخت صدمہ اور غم تھا۔ پینٹنگ شاپ سے نکل کر یونہی
ایبٹ روڈ کی طرف چلا گیا وہاں سے شاہراہ لیاقت سے ہوتا ہوا بیڈن اور ہال روڈ
پر بغیر کسی مقصد کے گھومتا رہا۔ اور جس وقت عشاء کی اذانیں ہو رہی تھیں اس
وقت وہ کہیں گھر لوٹا۔ صدف عروج اور منی تینوں بہنیں اس کے نہ آنے کی وجہ
سے انتہائی پریشان تھیں اپنے کمرے سے باہر نکل کر وہ گیلری میں آکر نیچے سڑک
کی طرف دیکھتیں اور جب آفاق انہیں کہیں دکھائی نہ دیتا تو پھر پریشانی اور مایوسی
کے عالم میں اپنے کمرے میں جا بیٹھتی تھیں۔ جونہی آفاق ان کے کمرے کے
سامنے آیا صدف تڑپ کر باہر آگئی اس نے دیکھا آفاق بیچارا الجھا الجھا پریشان

تھا ایسا بکھرا بکھرا اور ایسا لٹا لٹا اس سے پہلے وہ کبھی گھر نہیں لوٹا تھا۔ آفاق
کی حالت دیکھتے ہوئے صدف بیچاری بجھ کر رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر
پریشانیاں ہی پریشانیاں رقص کرنے لگیں تھیں اتنی دیر تک عروج اور منی بھی
کمرے سے نکل کر باہر آگئی تھیں پھر صدف نے بڑے پیار سے بڑی شفقت میں
آفاق کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

بھائی میرے عزیز بھائی آج اتنی دیر کر دی میں نے کئی بار تمہارے پینٹنگ
شاپ میں فون کیا لیکن وہاں سے کوئی جواب ہی نہیں ملتا تھا۔ ایسا لگتا تھا پینٹنگ
شاپ بند ہو گیا ہو۔ تم کہاں رہے اتنی دیر میرے بھائی میں تو پریشان ہو گئی تھی۔
آفاق بیچارے نے جب دیکھا کہ اس کی وجہ سے صدف عروج اور منی تینوں بہنوں
کے چہرے اترے ہوئے ہیں تو اس نے اپنے آپ کو کسی قدر سنبھال لیا اور وہ
بات بناتے ہوئے کہنے لگا۔ آپ باجی یونہی زحمت کرتی رہیں فون کرنے کی میں
پینٹنگ شاپ سے نکل کر ایبٹ روڈ پر ایک سینما کی طرف چلا گیا تھا۔ وہاں پینٹنگ
کا کوئی کام تھا وہ نمٹا کے آیا ہوں۔ جواب میں صدف کچھ کہنے ہی والی تھی کہ
عروج آگے آئی اور بڑے پیار سے اس نے آفاق کا کندھا پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا۔

آفاق میرے بھائی اتنی جدوجہد اتنی محنت اور اتنی مشقت کرنے کی آخر
ضرورت ہی کیا ہے۔ کہ صبح سویرے گھر سے نکلو اور عشاء کے بعد گھر والوں کو
شکل چہرہ دکھاؤ۔ تمہاری غیر موجودگی میں جو حالت صدف اور منی کی ہوئی ہے وہ
میں ہی جانتی ہوں یہ بیچاری تو رو دینے والی تھیں میں بڑی مشکل سے انہیں
سنبھالے اور تسلی دیتی رہی ہوں۔ تمہارے نہ آنے کی وجہ سے ہم لوگوں نے ابھی
تک کھانا بھی نہیں کھایا۔ ماموں اور آصف بھائی بھی یونہی پڑے ہیں وہ کہہ رہے
تھے آفاق آئے گا تو پھر اکٹھے بیٹھ کر کھائیں گے۔ یہ ساری باتیں سنتے ہوئے آفاق
نے اپنے آپ کو مزید سنبھالا اپنے چہرے پر اس نے فوراً مسکراہٹ بکھیری پھر وہ
عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ڈاکٹر بن کام میں کبھی دیر ہو ہی جاتی ہے۔ وہ سینما والے میرے
جاننے والے ہیں اس سے پہلے مجھے وہ فلمی پوسٹروں کا کافی کام دیتے رہے
مجھے بلانے آئے تھے لہٰذا میں ان کے ساتھ چلا گیا۔ صدف اور منی میری
بہنیں جانتی ہیں کہ میں فالتو ادھر ادھر گھومنے والا نہیں ہوں میں تو گھر سے
کام سے سیدھا گھر لوٹ آنے والا بھائی ہوں اور یہ بات میری بہنیں خوب
طرح جانتی ہیں۔ آفاق کے آنے اور اس کی باتوں سے صدف بیچاری سنجیدہ
تھی اس کے چہرے پر رونق بھی آگئی تھی پھر وہ مزید آگے بڑھی آفاق کے
میں پیار سے انگلیاں پھیرتے ہوئے اس نے کہا۔ اچھا تم پہلے نہالو آج گرمی
ہو رہی ہے اتنی دیر تک ہم ڈرائینگ روم میں کھانا لگاتے ہیں۔ اس پر آفاق
کہے بغیر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا جبکہ صدف عروج اور منی کسی قدر
انداز میں کھانا ڈرائینگ روم میں لگانے لگیں تھیں۔

سب نے ملکر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد عروج نے آفاق کو مخاطب
ہوئے کہا آفاق بھائی صبح جمعہ ہے اور چھٹی ہے ایسا کرتے ہیں کہ میں صدف
منی اور آپ چاروں مل کر لوڈو کھیلتے ہیں اگر آپ کو یہ پسند نہیں تو پھر کوئی
فلم دیکھتے ہیں اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا چھوڑو بہن فلم کو چاروں بہن بھائی
کر لوڈو کھیلتے ہیں اس پر کرامت اللہ بولا اور کہنے لگا۔ دیکھو میرے بچو یہیں
اور آصف کے کمرے میں بیٹھ کر تم چاروں بہن بھائی لوڈو کھیلو اس طرح میرا
آصف کا بھی وقت اچھا گزر جائے گا۔ اس کے بعد وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔
عروج اور منی نے جلدی جلدی ملکر برتن سمیٹ لیے تھے پھر وہ چاروں ڈرائینگ
ٹیبل پر ہی بیٹھ کر لوڈو کھیلنے لگے تھے جبکہ کرامت اللہ اور آصف بڑے شوق
انہیں کھیلتا ہوا دیکھنے کے ساتھ ساتھ گفتگو میں دلچسپی بھی لیتے جا رہے تھے۔

○

ایک روز دوپہر کے قریب گل بابا۔ اپنے کندھے پر میگا فون لٹکائے

رے ہاتھ میں اپنا اگر دان پکڑے اپنے کمرے میں داخل ہوئے دونوں چیزیں
بابا نے ایک طرف رکھ دیں اور پھر وہ چھت کا پنکھا آن کرکے دری پر بیٹھے ہی
تھے کہ ڈاکیا آگیا اور بڑی ارادتمندی اور بڑی عقیدت سے وہ بولا گل بابا۔ آپ
معرفت عمران نام کے کسی لڑکے کا منی آرڈر ہے ڈاکیے کی اس گفتگو پر گل بابا
ل سا گیا تھا وہ جانتا تھا کہ عمران اور اس کی ماں دونوں ہی بے آسرا ہیں کوئی
کے آگے پیچھے نہیں ڈاکیے کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔ ذرا دکھاؤ میں منی آرڈر
کیوں کہاں سے آیا ہے۔ اس پر ڈاکیئے نے منی آرڈر فارم اور رقم دونوں ہی
بابا کے سامنے رکھ دیں۔ گل بابا منی آرڈر بھیجنے والے کا پتا تھوڑی دیر تک
رے دیکھتا رہا۔ پھر وہ کہنے لگا تم بیٹھو میرے بچے میں عمران کو بلاتا ہوں۔

گل بابا باہر نکلا اور آسرا کی عمارت کے عورتوں والے حصہ میں آکر وہ زور
رے عمران کو آوازیں دینے لگا تھوڑی دیر بعد عمران بھاگتا ہوا باہر آیا اور گل
کو مخاطب کرکے کہنے لگا گل بابا مجھ سے کوئی کام ہے اس پر گل بابا کسی قدر
ت اور خوشی میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ دیکھ بیٹے وہ جو میں نے تمہیں
اماں کے نام ایک خط لکھ کر دیا تھا اس خط کے جواب میں تیرا منی آرڈر آیا

گل بابا کی یہ گفتگو سن کر عمران کے چہرے پر بے پناہ خوشیاں رقص کرنے
لگی تھیں۔ وہ تقریباً" بھاگتے ہوئے گل بابا کے ساتھ ہو لیا تھا۔ گل بابا اسے
کمرے میں لائے منی آرڈر ریسیو کرکے رقم انہوں نے عمران کو تھماتے
ہوئے کہا دیکھ بیٹے یہ سو روپیہ تیرے نام آیا ہے اور منی آرڈر کے نیچے لکھا ہوا
ہے کہ بیٹے تمہارے اخراجات کے لئے سو روپیہ آئے گا۔ اور تمہارا حال احوال
بھی پوچھا گیا ہے۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ تم محنت سے پڑھو تمہارے سارے
مطالبات برداشت کیے جائیں گے اب تم بیٹے یہ پیسے سنبھالو اور جاؤ اپنی ماں کو جا
کر دو عمران نے مزید کوئی بات نہ کی اور وہاں سے وہ بھاگتا ہوا چلا گیا تھا۔ عمران

کے جانے کے بعد گل بابا نے ڈاکیے کو مخاطب کر کے کہا۔ یہ سمجھ نہیں
عمران کا منی آرڈر کہاں سے آگیا۔ میں تو اس بچے کو ٹالنے اور اسے تسلی
کے لئے یونہی خداوند کے نام اسے ایک خط لکھ کر لیٹر بکس میں ڈلوا دیا تو
حیران اور پریشان ہوں کہ میرے اس خط کے جواب میں یہ عمران کا منی آرڈر
ہے تم تھوڑی دیر رکو یہ منی آرڈر کا جو حصہ تمہارے پاس ہے یہ مجھے دکھاؤ
پر جو بھیجنے والے کا پتا ہے وہ میں نوٹ کر لیتا ہوں۔ وہ منی آرڈر کا حصہ ڈاکیے
گل بابا کو تھما دیا۔ گل بابا نے پتا نوٹ کر لیا اور ڈاکیا چلا گیا جبکہ گل بابا پھر
کام میں لگ گیا تھا۔

○

سندس کو گئے ہوئے دس دن ہو گئے تھے ایک روز عروج اور ڈاکٹر
ہسپتال سے چھٹی کرنے کے بعد جب نکلنے لگیں تو عروج نے ثروت کو مخاطب
کر کے کہا۔ ثروت میری بہن یہ سندس ایک دو دن کا کہہ کر گئی تھی اب
میرے خیال میں دس دن ہو گئے ہیں یہ لوٹ کر نہیں آئی۔ اس پر ثروت
اسے مخاطب کر کے کہا۔ ہمارے پاس اس کا فون نمبر تو نہیں ہے لیکن اس
سہیلی فائزہ کا فون نمبر ہے۔ ثروت کہنے لگی فائزہ کو ہی فون کر کے دیکھ لو۔
ثروت کو لے کر عروج دوبارہ اپنے آفس میں آئی دونوں نشستوں پر بیٹھ گئیں
ریسیور اٹھاتے کے بعد عروج فائزہ کا نمبر ڈائل کرنے لگی تھی۔ دو تین بار
پھر دوسری طرف سے ہیلو کی آواز آئی اس پر عروج فوراً بولی اور کہنے لگی
ڈاکٹر عروج ہوں اور سندس کی دوست ہوں کیا اس سے میری بات ہو سکتی
دراصل تقریباً دس دن ہو گئے ہیں اس سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی لہٰذا اس
سلسلہ میں ہم لوگ پریشان ہو رہے تھے دوسری طرف سے آواز آئی
سندس کی ماں عظمیٰ مقصود کی آواز تھی وہ بولی اور کہنے لگی۔ دیکھ بیٹی میں
کی ماں عظمیٰ مقصود بول رہی ہوں دراصل سندس ان دنوں بڑی مصروف

20 دن بعد اس کی شادی ہونے والی ہے لہٰذا وہ اپنی شادی کے سلسلے میں شاپنگ
کرنے کے لئے فائزہ کے ساتھ لبرٹی مارکیٹ گئی ہوئی ہے۔ سندس کی ماں کے یہ
الفاظ سن کر عروج بیچاری آندھیوں اور طوفانوں میں اچانک بجھ جانے والے دیئے
جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ ریسیور اس نے رکھ دیا اور سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔ اس پر
ثروت نے فوراً اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

عروج میری بہن کیا ہوا تم پریشان کیوں ہو گئی ہو۔ اس پر عروج بولی اور کہنے
لگی فون پر تو سندس کی ماں بول رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ بیس دن بعد سندس
کی شادی ہونے والی ہے لہٰذا وہ اپنی شادی کے سامان کی خریداری کیلئے لبرٹی
مارکیٹ گئی ہوئی ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ اسکی شادی ہو رہی ہے۔ جبکہ وہ آفاق
سے بھی محبت کی پینگیں بڑھا رہی ہے۔ عروج کی ماں کے اس انکشاف نے مجھے
حیرت زدہ اور پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ اگر ان سب باتوں کا
علم میرے بھائی آفاق کو ہو گیا تو اسکا کیا بنے گا اس پر تو قیامت ٹوٹ پڑے گی اس
لئے کہ وہ تو اب سندس کو دیوانگی کی حد تک چاہنے لگا ہے اس سندس نے آخر
کیوں میرے عزیز بھائی کے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا ہے جواب میں ثروت عروج
کو مخاطب کر کے کہنے لگی دیکھ عروج جس دن تو لندن سے لوٹی تھی میں نے تو تجھے
کل روز ہی بتا دیا تھا کہ اس سندس کا تعلق کسی غریب یا متوسط گھرانے سے نہیں
بلکہ یہ کسی ارب پتی خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور نہ جانے یہ کن اور کس
غرض سے اس عمارت میں کرائے پر رہ رہی تھی اب بھی میری سمجھ میں یہ بات
نہیں آرہی کہ اگر اسکی شادی کہیں اور ہو رہی ہے تو پھر اس نے کیوں اور کس
سلسلے میں آفاق کے ساتھ محبت کا چکر چلایا اور کیوں اس عمارت میں وہ کرائے پر
وقت گزارتی رہی جواب میں عروج بیچاری تھوڑی دیر تک بڑے غور سے کچھ سوچتی
رہی اور پھر چونک سی پڑی اور ثروت کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

ثروت میری بہن کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم لبرٹی جائیں میرے خیال میں

ہمارے جانے تک سندس وہیں ہو گی اور ہم اس سے وہاں بات کر لیں گے ثروت نے عروج کی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوتے کہا اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں چلنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شاپنگ کر کے گھر لوٹ جائے اس پر عروج فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور ثروت سے کہنے لگی بھاگ کر جاؤ صدف بہن کو بلا کر لاؤ میری بڑی بہن ہے ماں کی جگہ ہے اسے بھی ان سارے حالات کی خبر ہونی چاہئے تمہارے آنے تک میں گاڑی نکالتی ہوں ثروت اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور تقریباً" بھاگتی ہوئی صدف کو بلانے چلی گئی تھی عروج بھی باہر نکلی کار اس نے ہسپتال کے گیراج سے باہر نکالی اور مین گیٹ سے باہر لا کر روک دی تھی اتنے تک ثروت صدف کو بلا کر لے آئی تھی صدف اگلے دروازے کے قریب آئی تھی اور دروازے کے قریب آئی اور دروازے کے اندر جھانک کر اس نے عروج کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

کیا کوئی خاص بات ہے جسکی وجہ سے اتنی جلدی اور عجلت میں لبرٹی کی طرف جانا ہو رہا ہے اس پر عروج مسکراتے ہوئے کہنے لگی صدف بہن آپ بیٹھئے تو معاملہ دراصل یہ ہے کہ آپ جانتی ہیں کہ آفاق بھائی سندس کو بے پناہ پیار کرتے ہیں وہ اسے چاہتے ہیں اور اس سے شادی کے خواہشمند ہیں ابھی تھوڑی دیر پہلے میری سندس کی والدہ سے فون پر بات ہوئی ٹیلیفون میں نے ہی کیا تھا میں فکر مند تھی کہ سندس کو گئے اتنے دن ہو گئے ہیں اور آخر وہ لوٹی کیوں نہیں ٹیلیفون پر سندس کی ماں نے یہ انکشاف کیا ہے کہ بیس دن بعد اس کی شادی ہو رہی ہے اور وہ اپنی شادی کے سلسلے میں لبرٹی گئی ہوئی ہے میں پریشان ہوں آخر اگر اسکی شادی کہیں اور ہونا ہی تھی تو پھر اس نے آفاق بھائی کے ساتھ محبت اور چاہت کا یہ کھیل رچایا میں ابھی لبرٹی جا رہی ہوں چاہتی ہوں کہ اس سے بات کروں اور پوچھوں کہ اسکی شادی کہاں ہو رہی ہے اور آفاق بھائی کے ساتھ اس نے یہ مذاق کیوں کیا عروج کی یہ باتیں سن کر صدف بیچاری اداس اور مغموم سی ہو کر رہ گئی تھی اسکا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا اور ہوائیاں اڑنے لگی تھیں تاہم وہ بیچاری کچھ کہے بغیر چپ چاپ دروازہ کھول کر اگلی نشست پر عروج کے ساتھ بیٹھ گئی تھی اسکے ساتھ ہی عروج نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

عروج نے گاڑی لبرٹی مارکیٹ کے پارکنگ ایریا میں روک دی تھی تینوں تیزی سے کار سے اتریں قوسی شکل میں پھیلی ہوئی لبرٹی مارکیٹ کی طرف وہ بائیں طرف سے چلیں شاید وہ سندس کو تلاش کرنے کے لئے ایک طرف سے شروع ہو کر ساری دکانوں کا جائزہ لینا چاہتی تھیں دکانوں کے سامنے بنی ہوئی گیلری میں وہ ایک ایک دکان کا بغور جائزہ لیتے ہوئے آگے بڑھی تھیں اچانک ان تینوں کی نظر سندس کی کزن فائزہ پر پڑی جو ایک دوکان کے سامنے ستون کے قریب کھڑی تھی اور دونوں ہاتھوں میں اس نے ڈھیروں پیکٹ پکڑے ہوئے تھے فائزہ تک پہنچتے پہنچتے جس دکان کے سامنے فائزہ کھڑی تھی اسکے اندر سے سندس نکلی وہ بھی ڈھیروں پیکٹ اٹھائے ہوئے تھی قبل اسکے کہ عروج آگے بڑھ کر ان سے بات کرتی سندس نے پہلے ہی ان تینوں کو اپنی طرف آتے دیکھ لیا تھا پھر بڑی بشاشت اور بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سندس نے عروج کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا ڈاکٹر عروج آپ یہاں کیا شاپنگ کے سلسلے میں آئی ہیں اس پر عروج کسی قدر تلخی اور سختی میں کہنے لگی

شاپنگ کیلئے نہیں سندس ۔ بلکہ تمہاری شاپنگ دیکھنے آئی ہوں تم ہمیں یہ کہ کر آئی تھیں کہ چند دن میں لوٹ آؤ گی لیکن تم نہ آئیں تو میں نے اس نمبر پر فون کیا جو فائزہ نے ہمیں دے رکھا تھا وہاں تمہاری امی بولی تھیں انھوں نے یہ انکشاف کیا کہ بیس دن بعد تمہاری شادی ہونے والی ہے سندس تم جانتی ہو کہ آفاق تم سے انتہا درجے کی محبت کرتا ہے میں تم سے صرف یہ پوچھنے آئی ہوں اگر تم نے کہیں اور شادی کرنا ہی تھی تو پھر آفاق کے ساتھ محبت کا یہ کھیل کھیلنے کی کیا ضرورت تھی عروج کی اس گفتگو پر سندس ایک دم سنجیدہ اور متین سی ہو گئی

تھی پھر وہ پہلے جیسے نرم لہجے ہی میں عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ڈاکٹر عروج
یہ ایک سنجیدہ معاملہ ہے اور بڑی اہمیت کا حامل ہے یہاں دکانوں کی گیلری میں
کھڑے ہو کر اس پر بات کرنا اچھا نہیں ہے آپ میرے ساتھ آئیں پارکنگ ایریا
میں میری گاڑی کھڑی ہے وہیں بات کرلیتے ہیں اسکے ساتھ ہی سندس آگے بڑھنے
لگی فائزہ ڈاکٹر عروج صدف اور ثروت چپ چاپ اسکے پیچھے پیچھے ہولی تھیں۔

اپنی گاڑی کے پاس جا کر سندس رک گئی تھی چابی گھما کر اس نے کار کا
پچھلا دروازہ کھولا اور ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیکٹ اس نے پچھلی نشست پر رکھ
دیئے تھے فائزہ نے بھی جو شاپنگ بیگ پکڑ رکھے تھے آگے بڑھ کر وہ پچھلی نشست
پر ڈال دیئے پچھلی نشست پر پہلے سے بھی سامان سے بھرے ہوئے بہت سے
شاپنگ بیگ پڑے ہوئے تھے اور مزید شاپنگ بیگ آجانے سے پچھلی نشست
سامان سے بالکل لدپھند سی گئی تھی اسکے بعد دروازہ بند کر کے سندس کار سے
ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی ڈاکٹر عروج اب آپ
پوچھیں کیا پوچھنا چاہتی ہیں عروج بھی اسکی گاڑی سے ٹیک لگا کر کہنے لگی۔

سندس میری بہن پوچھنا تو تم سے یہی ہے کہ تمہاری شادی کہاں ہو رہی
ہے سندس فوراً بولی اور کہنے لگی میں آپ پر یہ واضح کر دوں کہ یہ فائزہ میری
سہیلی نہیں بلکہ میری کزن ہے اور میری شادی اسکے بھائی اور اپنے کزن سے ہو
رہی ہے جو حال ہی میں امریکہ سے اپنی ٹیکسٹائل کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد
لوٹے ہیں ہم دونوں کی منگنی بہت پہلے سے ہو چکی ہے اس پر عروج بولی اور کہنے
لگی۔

اگر تمہاری منگنی بہت پہلے سے تمہارے کزن کے ساتھ ہو چکی تھی تو میری
بہن پھر ہماری عمارت میں کرائے پر آکر رہنے اور آفاق سے چاہت اور محبت کا
اظہار کرنے اور اسے شادی تک کا وعدہ کرنے کی آخر کیا ضرورت تھی اس پر
سندس سنبھلی اور کہنے لگی۔

ڈاکٹر بہن بات دراصل یہ ہے کہ جن دنوں میں کالج میں تھی میرے ساتھ
ہم کی ایک لڑکی بھی پڑھتی تھی وہ میری بہن بنی ہوئی تھی اور ہم دونوں ایک
دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے تھے کبھی کبھی وہ الجھ جانے کے ساتھ اداس
بھی رہتی تھی میں نے جب ایک روز اسکی وجہ پوچھی تو اس نے انکشاف کیا
وہ آفاق نام کے کسی لڑکے کو پسند کرتی تھی اس سے اسکی منگنی بھی ہو چکی تھی
پھر آفاق نے اسے چھوڑ دیا میں چونکہ سحر سے ایک بہن ایک سہیلی کی حیثیت سے
بے پناہ محبت کرتی تھی للٰہذہ میں نے آفاق سے اپنی بہن اور سہیلی کا انتقام لینے کا
ارادہ کیا اور ہاں میں یہ بھی بتاتی چلوں کہ میرا تعلق کسی چھوٹے اور متوسط
گھران سے نہیں میں ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتی ہوں جسے آپ لوگ
اب جی کہہ کر پکار سکتے ہیں اپنی اس بہن کا انتقام لینے کے لئے میں نے اس سے
آفاق کا پتہ پوچھا پھر میں نے آفاق سے انتقام لینے کی خاطر وہاں کرائے کے کمرے
لئے اور جو خاتون میرے ساتھ میری آنٹی کی حیثیت سے رہ رہی تھی وہ میری آنٹی
نہیں بلکہ میرے گھر کی ملازمہ تھی۔

وہاں رہتے ہوئے میں نے آہستہ آہستہ آفاق کے قریب آنے کی کوشش کی
پہلے وہ میری طرف مائل نہیں تھا لیکن میں نے خود اسے اپنی طرف مائل کیا اسلئے
کہ میں تو خود اس سے سحر کا انتقام لینا چاہتی تھی آہستہ آہستہ میں اپنے مقصد میں
کامیاب ہوئی اور اسے اپنی طرف مائل کرنے میں فوز مند ہو گئی پھر آپ لوگوں کی
موجودگی میں میں نے اسے شادی کرنے کے وعدے و عہد بھی کئے پھر جب میں
نے دیکھا کہ اسکی محبت میرے ساتھ اپنے عروج اور اپنی پوری بلندی پر پہنچ گئی ہے
تو پھر ایک روز ڈاکٹر عروج میں آفاق کو اپنے گھر لے گئی وہاں میں نے اس پر
ساری حقیقت کا انکشاف کر دیا کہ میں نے اسے کیوں محبت کا دھوکہ اور فریب
دیا اور میں کس طرح اس سے سحر کا انتقام لینا چاہتی تھی میں نے اس سے اپنے
کزن جس سے میری شادی ہو رہی ہے اسکا بھی تعارف کروایا اس پر اپنی حقیقت

بھی ظاہر کی کہ میں کوئی عام سی لڑکی نہیں بلکہ میرے باپ ایک ایسے شخص
جنکو خود تک یہ معلوم نہیں کہ انکے پاس کس قدر دولت ہے یہاں تک کہ
بعد سندس تھوڑی دیر کیلئے خاموش رہی پھر دوبارہ عروج کو مخاطب کر کے کہ
ڈاکٹر عروج یہ ہے وہ وجہ اور داستان جس کی بناء پر میں اس عمارت میں کر
رہی آفاق سے محبت بڑھائی اس سے شادی کا وعدہ کیا پھر اسے ترک کر
امید ہے کہ اب آپ میری اس توجیع اور میری اس گفتگو سے ضرور مطمئن
ہونگی اس پر عروج سے پہلے ہی صدف بولی اور سندس کو مخاطب کر کے کہنے لگی
سنو سندس تم نے سحر کا کیا انتقام لیا سحر تو وہ نامراد لڑکی ہے جو میری تا
زاد ہے بچپن میں اسکی منگنی آفاق سے ہوئی تھی اس وقت وہ بھی ہم جیسے
تھے پھر ایسا ہوا کہ سحر کے تین بھائی جرمنی چلے گئے وہاں انھوں نے خوب دو
کمائی اور یہ لوگ جو اس سے پہلے ہمارے ساتھ موہنی روڈ رہتے تھے وہاں
شفٹ ہو کر شادمان چلے گئے اور وہاں انھوں نے لاکھوں کی ایک کوٹھی
اسکے ساتھ ہی سحر اور اسکے ماں باپ نے آفاق کے ساتھ منگنی توڑ دی سحر
ڈائن ہے جس نے خود ہمارے گھر کو تباہ کیا وہ اس سانپ جیسی ہے جس نے
کو ڈسا ہے اس منگنی ٹوٹنے کی وجہ سے آفاق ایک عرصہ تک بجھا بجھا سا اور
الجھا سا رہا میری مرنے والی ماں اور خود میں نے انکی بڑی منتیں سماجتیں کیں
اس منگنی کو نہ توڑو مگر انھوں نے ہماری ایک نہ سنی اور یہ منگنی توڑ دی اس
سندس میری بہن جب سحر نے بھی میرے بھائی آفاق پر ظلم کیا ہے تو پھر تم
سا سحر [illegible] لینے میں کامیاب ہوئی ہو میری ماں کی موت کا ایک سبب
یہ [illegible]

صدف کے ان الفاظ نے سندس کو ہلا کر رکھ دیا تھا تھوڑی دیر تک
اسکا چہرہ مست پون سے خمار اور عروس زندگی کے عزم و جواں جیسا ہو رہا تھا
رنج و دکھ کی دہکتی آگ اور زرد پھولوں کی خشک شاخوں جیسا منظر دیکھا جا

سندس کی حالت بڑی تیزی سے بدلنے لگی جیسے کچی کلیوں کے موج تنفس اور
بہلی کی تھرکتی لہروں کے مد میں ستم کے نشان گھس آئے ہوں اسکا سرخ جلتا ہوا
بھی نجانے کیوں کن جذبوں کے تحت پیلا ہو گیا تھا جیسے زندگی کے سپاٹ
پانوں میں مایوسی کے ٹھہرے ٹھہرے پانی راحت کے آنچلوں میں کوچوں کی
پانی نے صحراء کی کوکھ اور شام و سحر کی تڑپ میں داخل ہو کر ایک ہلچل اور
پانی کا سا سماں برپا کر کے رکھ دیا ہو۔

یہ سارے حالات سن کر سندس کی گہری خوبصورت اور سیاہ ہیرا آنکھوں میں
دور دور تک ویرانیاں برسنے لگی تھیں کچھ اس طرح جیسے تمناؤں کے آبگینوں میں
ارمانوں کے خواب ہزیمت کی کہر اور زیست کے ساحلوں پر رینگتے مقہور و مجبور
لہروں نے جوش مارنا شروع کر دیا ہو مجموعی طور پر سندس کی حالت کچھ ایسی ہو گئی
تھی جیسے خرد کی وادی میں رقص کرتے جنوں کے صحرا شوخ و چنچل ہستی میں جمود
کے عالم سکوت کی مہریں اور دھرتی کی زینت پر ابر آتشناک چھا کر رہ گئے ہوں۔

تھوڑی دیر تک سندس بیچاری اپنی جگہ پر گم صم کھڑی کچھ سوچتی رہی لگتا تھا
صدف کے حقیقت آمیز الفاظ نے اسے مکمل طور پر کچل مسل کر رکھ دیا ہو پھر وہ
چونکنے کے سے انداز میں حرکت میں آئی اور عروج اور صدف دونوں کی طرف
دیکھتے ہوئے کہا ڈاکٹر عروج اور صدف باجی آپ میرے ساتھ آئیے اسکے ساتھ ہی
خود اس دکان کی طرف چل دی تھی جہاں سے وہ سامان لیکر نکلی تھی عروج اور
صدف دونوں بہنیں چپ چاپ اسکے ساتھ ہو لیں تھیں۔

دکان میں داخل ہونے کے بعد سندس جب کاؤنٹر پر آئی تو وہاں کے مالک
نے چونک کر پوچھا بیٹی لگتا ہے تم دکان میں کوئی چیز بھول گئی ہو اس پر سندس نے
انتہائی سنجیدہ مگر زہریلی سی مسکراہٹ میں کہا "۔ آپ محسوس نہ کریں تو میں ایک
فون کرنا چاہتی ہوں کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے مالک نے فوراً" ریسیور اٹھا کر سندس کی
طرف بڑھایا اور ٹیلیفون سیٹ کا رخ بھی اس طرف کرتے ہوئے کہا ضرور کرو بیٹی

ایک نہیں جتنے چاہو کرو اس پر سندس نے ریسیور سنبھالا پھر وہ نمبرڈائل
لگی تھی۔

دوسری طرف سے جب کسی کے بولنے کی آواز آئی تو سندس کہنے لگی
سحر کی دوست سندس بول رہی ہوں ذرا اس سے میری بات کرائیے گا دو
طرف سے کسی کی مدھم آواز سندس کے کانوں سے ٹکرائی وہ آواز کسی خاتو
تھی وہ کہنے لگیں سحر اب یہاں نہیں ہوتی اب وہ ہمیشہ کیلئے اس گھر سے جا
ہے سندس نے چونک کر پوچھا آپ کون ہیں اور سحر اس گھر کو ہمیشہ کیلئے چھو
کیوں اور کہاں جا چکی ہے اس پر اس خاتون کی آواز پھر سنائی دی وہ کہہ
تھیں میں سحر کی سابق ساس ہوں میرے بیٹے نے سحر کو طلاق دیدی ہے اور
اب اپنی ماں کے گھر جا چکی ہے اس پر سندس نے چونک کر پوچھا یہ طلاق کب
ہوئی اس پر اس خاتون کی آواز پھر سنائی دی یہ تو ایک ماہ سے کچھ زائد ہی ہو
ہوگیا ہے اب تو ہم اپنے بیٹے کی دوسری شادی سے متعلق بھی سوچ رہے ہیں

سندس مزید افسردہ اور غمزدہ سی ہو گئی تھی ریسیور اس نے ٹیلیفون سیٹ
رکھ دیا پھر اس نے صدف اور عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا میں نے سحر کے
سسرال فون کیا تھا اسے تو ایک ماہ سے زائد ہوا طلاق ہو چکی ہے پھر سندس
چونک کر کہنے لگی ہاں میں اسکی ماں کے ہاں ٹیلیفون کرتی ہوں اسکے بعد سندس
نے پھر ریسیور اٹھایا اور جلدی جلدی اس نے نمبرڈائل کئے دوسری طرف سے
جب کسی کے بولنے کی آواز آئی تو فورا" سندس بولی مما میری خوابگاہ میں جا
وہاں میری ڈائری میں مجھے سحر کی امی کا فون نمبر بتایئے گا میں نے اسکے سسرال فون
کیا ہے وہ وہاں نہیں ہوتی میں اس سے بات کرنا چاہتی ہوں لہٰذا مجھے ذرا جلدی
نمبر دیجئے گا دوسری طرف سے تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی جبکہ سندس
ریسیور پکڑے انتظار کرتی رہی جب دوسری طرف سے اسکی ماں کی آواز سنائی دی
اور سحر کا نمبر بتا دیا اس پر سندس نے پھر نمبرڈائل کئے دوسری طرف سے تو

تی میں سحر بول رہی ہوں اس پر سندس چونکی اور کہنے لگی سحر میں سندس بول
رہی ہوں جواب میں سحر کہنے لگی کہاں ہو بھئی تمہارے ہاں تو میں نے کئی دفعہ
فون کیا لیکن پتہ چلتا رہا کہ خاتون میرا انتقام لینے کی خاطر کہیں کرائے کے کمروں
میں رہ رہی ہیں سندس بولی اور کہنے لگی سنو سحر میں تمہارا انتقام تو کئی دن ہوئے
مکمل کر چکی ہوں اب تو میرے کزن سے میری شادی ہونے والی ہے مجھے اپنا
انتقام لینے پر داد اور شاباش نہیں دوگی اس پر دوسری طرف سے سحر کی غمزدہ اور
افسردہ سی آواز سنائی دی۔

سنو سندس تمہارے اس کام کی میں ہرگز صفت و توصیف نہیں کرونگی اسلئے
کہ یہ تو تم نے یونہی زحمت اٹھائی سندس فورا" بولی اور کہنے لگی زحمت کیوں
اٹھائی تم خود ہی تو مجھے کہا کرتی تھیں کہ آفاق نے تمہارا دل توڑا ہے اور تم اس
دکھ کی وجہ سے پریشانیوں میں مبتلا ہو اس پر سحر مضحکہ خیز سے لہجے میں کہنے لگی
تمہیں دھوکہ اور فریب ہوا ہے سندس سنو تم جانتی ہو یہ بات جو تم کہہ رہی ہو
میں نے تمہیں اپریل کے مہینے میں کہی تھی اور میں نے تمہیں اپریل فول بنایا تھا
میرے ان دنوں اداس اور غمزدہ رہنے کی وجہ آفاق نہیں میرا موجودہ شوہر تھا اسلئے
کہ میں اس سے محبت کرنے لگی تھی اور میں اسکی وجہ سے فکر مند تھی کہ میری
شادی اس سے ہوتی ہے کہ نہیں تم چونکہ روز روز پوچھتی تھیں لہٰذا میں نے
آفاق کو اس میں ملوث کرتے ہوئے تمہیں اپریل فول بنا دیا بس اس سے زیادہ اس
معاملے کی کوئی اہمیت نہیں ہے سحر کے اس انکشاف پر سندس کے چہرے پر بے
پناہ غم و غصے کے جذبات بھڑک اٹھے تھے قبل اسکے ٹیلیفون پر وہ سحر سے کچھ کہتی
سحر کی آواز اسے پھر سنائی دی سنو سندس میں تمہیں اس کام کی داد تو نہیں دے
سکی اگر اب تم میرا ایک کام کرو تو بہر حال اس کام کیلئے میں تمہاری زندگی بھر
ممنون اور شکر گزار رہونگی سندس نے دانت پیستے ہوئے پوچھا وہ کیا سحر بولی... کچھ
اسطرح کہ تم جانتی ہو کہ میری اور آفاق کی منگنی بچپن ہی میں طے ہو گئی تھی اور

شاید تمہارے لئے یہ انکشاف بھی نیا ہو کہ کالج لیول تک میں آفاق سے بے پناہ محبت کرتی رہی ہوں پھر جب ہمارے پاس دولت کے انبار آگئے تو میری ماں اور میرے بھائیوں نے ہر وقت یہ کہنا شروع کر دیا کہ آفاق جیسے غریب اور بے مایہ انسان سے شادی کر کے کیا کروگی یہ روز روز کی انگیخت نے آخر اپنا کام کر دکھایا اور میں آفاق کی طرف سے ہٹ گئی جس کی بناء پر میری منگنی توڑ دی گئی اور میری شادی کہیں اور کر دی گئی اب جب کہ مجھے وہاں سے بھی طلاق ہو چکی ہے تو میں ایک بار پھر آفاق کی طرف رجوع کرنا چاہتی ہوں میرا خیال ہے کہ یہ جو موجودہ حالات میں طلاق ہوئی ہے یہ سب آفاق کا دل توڑنے ہی کی وجہ سے ہوئی ہے میں چاہتی ہوں کہ تم میری اور آفاق کی آپس میں صلح کرا دو اسطرح میں اور آفاق پھر دونوں ایک ہو سکتے ہیں۔

اس پر سندس نے تھوڑی دیر تک سوچا پھر سحر سے کہنے لگی اگر یہ بات ہے تو سحر ایک کام کرو تم فورا" لبرٹی چلی آؤ میرے ساتھ میری کزن فائزہ ہے ہم دونوں یہاں شاپنگ کر رہی ہیں ہم تقریبا" اس وقت تک فارغ ہو چکی ہیں تم پہنچے والی بات کرو پھر تفصیل سے آفاق اور تمہارے اسی قصے کے متعلق گفتگو کرتی ہیں سحر فورا" بولی بس میں آئی کے آئی اسکے ساتھ ہی اس نے ریسیور رکھ دیا۔ سندس نے بھی ریسیور رکھ دیا کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے مالک کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا مجھے اس کال کا کیا دینا چاہئے جواب میں اس نے بڑی انکساری سے کہا کچھ نہیں دینا چاہئے تم نے ہماری دوکان سے اتنی شاپنگ کی ہے کیا وہ ہمارے لئے کم ہے تم شاپنگ نہ بھی کرتیں بیٹی تب بھی تم سے اس ٹیلیفون کال کیلئے کچھ نہ لیتا۔ سندس نے کاؤنٹر پر بیٹھے دوکان کے مالک کا شکریہ ادا کیا پھر وہ عروج اور صدف کے ساتھ دکان سے نکلتے ہوئے بولی۔

ڈاکٹر عروج اور صدف باجی آپ دونوں میرے ساتھ آیئے عروج اور صدف چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لی تھیں اپنی کار کے نزدیک جا کر اچانک سندس مڑی

پیچھے آتی ہوئی صدف کے پاؤں پر گر گئی اور پھر اسکے پاؤں پکڑ لئے اور صدف باجی معاف کردو صدف نے جھک کر فورا" سندس کو اٹھایا اور اٹھا پوچھا تمہیں کیا ہوا سندس جواب میں سندس روتی ہوئی آواز میں کہنے صدف باجی سحر کے معاملے میں آفاق سے بے حد زیادتی اور مجھ سے جرم ہوا ہے۔ تمہاری ساری باتیں درست ثابت ہوئی بہن۔ صدف بہن' سحر فون پر بتایا ہے کہ آفاق کے سلسلے میں اس نے مجھے صرف اپریل فول بنایا ہے اتنا بڑا بھیانک اور اتنا بڑا گھناؤنا جرم کرانے کی سزا میں اسے ضرور ایسی مار مارونگی کہ زندگی بھر یاد رکھیگی۔ میں نے اسے یہاں بلایا ہے وہ اب تک آتی ہی ہو گی۔ پھر اسکے بعد سندس عروج کی طرف مڑی اور پوچھنے

ڈاکٹر عروج کیا آپ اپنی گاڑی لیکر آئے ہیں۔ جب عروج نے اثبات میں سر تو سندس کہنے لگی پھر آپ ایک زحمت کریں میری گاڑی کے قریب کافی جگہ ہے اپنی گاڑی پارکنگ کیلئے یہاں لے آیئے۔ عروج اپنی انگلی پر چابی گھماتی بائیں طرف سے اپنی کار میں بیٹھی اور کار کو وہاں سے نکال کر اپنی کار سندس کی کار کے پہلو میں کھڑی کی تھی وہ دروازہ بند کر کے باہر نکلی اور پوچھنے اور کچھ سندس ؟ جواب میں سندس بڑی سنجیدگی سے کہنے لگی اور کیا باجی بس اس سحر ہی کا انتظار ہے اب وہ آئے تو میں بتاؤنگی کہ آفاق کے سلسلے اپریل فول بنانے کے کیسے بھیانک نتائج نکلتے ہیں۔

تھوڑی دیر تک سب خاموش رہیں اور سحر کے آنے کا انتظار کرتی رہی تھیں اچانک کہ قوس نما لبرٹی مارکیٹ کی مین روڈ سے سحر کی کار داخل ہوئی اور ساتھ ساتھ مختلف کاروں کے سامنے سے گزرتے ہوئے وہ کار جب اس جگہ جہاں وہ سب کھڑی تھیں تو کار میں بیٹھی سحر کو سندس نے شاید پہچان لیا تھا جب کار نزدیک آئی تو ہاتھ کے اشارے سے سحر کو سندس نے اپنی طرف

بلایا۔ سندس کو دیکھتے ہی سحر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اور
ڈاکٹر عروج کی کار کے پہلو میں اپنی کار لاکر پارک کر دی تھی پھر وہ دروازہ کھو
اپنی کار سے نکلی۔ سحر واقعی ایک قد آور اور حسین لڑکی کہی جا سکتی تھی
سندس کی طرف بڑھی اور بڑی خوش طبعی میں وہ صدف کو مخاطب کرنے
پوچھنے لگی۔ صدف باجی آپ کیسی ہیں۔ جواب میں صدف نے بڑی شائستگی
کہا ٹھیک ہی ہوں۔ تمہاری امی اور بھائی کیسے ہیں۔ اس پر سحر نے آگے
اپنے دونوں ہاتھوں میں صدف کا ہاتھ تھاما اور بڑی نرمی اور چاہت انگیز
کہنے لگی۔ سب ٹھیک ہیں۔ آپ کے یہاں آنے کا پروگرام بن رہا ہے بج
اور امی آئینگی میرے خیال میں بہت جلد۔ امی کہہ رہی تھیں ماموں کا بھی
آئینگے۔

قبل اسکے کہ صدف سحر کی اس گفتگو کے جواب میں کچھ کہتی۔ سندس
بڑھی سحر کا ہاتھ اسنے پکڑا اور کہنے لگی سحر تم ذرا میرے ساتھ آؤ۔ سحر چپ
سندس کے ساتھ ہو لی۔ سندس ایک بار پھر مڑی سحر کو تعارف پہلے اس نے
فائیزہ اور ثروت سے کرایا اسکے بعد اس نے عروج سے کہا۔ ڈاکٹر عروج ذرا
گاڑی کی چابی دیجئے گا۔ عروج نے چپ چاپ اپنی گاڑی کی چابی سندس
دی۔

سندس نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔ پھر سحر کو بیٹھنے کو کہا۔ سحر چپ
بیٹھ گئی اسکے ساتھ ہی سندس بھی کار میں داخل ہو کر اسکے پہلو میں بیٹھ
دروازہ بڑے غصے میں بند کر لیا تھا۔

پھر سندس سحر کی طرف دیکھتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئی اور کہنے لگی
سحر تم نے آفاق کے سلسلے میں مجھے کیوں فول بنایا۔ تمہارے اس کہنے پر
سے نکل کر اس عمارت میں جسمیں آفاق رہتا ہے دو کمرے کرائے پر لیکر
رہی۔ میں نے نہ جانے کیا حیلے، حربے استعمال کر کے آفاق کو محبت میں
تم خداوند کی وہ شروع شروع میں قطعاً" مجھ سے محبت کرنے پر آمادہ دکھائی نہ
دیتا تھا لیکن میں نے ہی اسے زبردستی اپنے ساتھ اپنی محبت میں گرفتار کیا اور جب
میرے ساتھ اسکی محبت اپنے عروج پر آگئی تو میں ایک روز اسے اپنے گھر لے
گئی اسکا تعارف اپنے کزن یعنی منگیتر سے کرایا۔ ان کمروں میں میں ایک متوسط
گھرانے کی لڑکی کے طور پر رہ رہی تھی جب کہ اپنے گھر لے جاکر میں نے اسے
انکشاف کیا کہ میرا تعلق ایک ایسے گھرانے سے ہے جسے سرمایہ دار کہا جا سکتا ہے
اور وہاں لے جانے کے بعد میں نے آفاق کو صرف تمہاری خاطر بے عزتی کر کے
نکال دیا تھا۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے مجھ سے دروغ گوئی اور جھوٹ سے کام
کیوں لیا۔ جواب میں سحر کہنے لگی۔

سنو سندس، انسان کی زندگی میں ایسے مراحل تو آتے ہی رہتے ہیں۔ میری
وجہ سے تمہاری زندگی میں ایسا مرحلہ آگیا ہے تو کونسا ظلم ہو گیا۔ اگر تم نے آفاق
کو اپنے ساتھ ملوث کر کے اسکا دل توڑا ہے تو تم پر کون سی قیامت ٹوٹ پڑی
ہے۔ سحر کے ان الفاظ پر غصے اور غضبناکی میں سندس کا چہرہ اور زیادہ آگ سے
بلند ہونے والے شعلوں کی طرح ہو گیا تھا پھر نہ جانے اس نے کیا سوچا۔ لگاتار
اس نے سحر کے منہ اسکے سر اسکی پیٹھ اور اسکی گردن پر تمانچے اور گھونسے مارنے
شروع کر دیئے تھے۔ ساتھ ہی وہ بڑے غصے کے عالم میں کہتی چلی جا رہی تھی۔
کمینی، حرام زادی، سور کی بچی، تو نے مجھے ایک شریف نوجوان کی نگاہوں میں
ذلیل اور پست کر کے رکھ دیا ہے۔ سحر چیخنے اور چلانے لگی۔ قبل اسکے کہ عروج یا
صدف آگے بڑھ کر اسے چھڑاتیں سحر نے بڑی تیزی سے کار کا دروازہ کھولا۔ باہر
نکلی پھر بھاگتی ہوئی اپنی کار میں بیٹھی اور بڑی تیزی سے کار اسٹارٹ کر کے وہ وہاں
سے چلی گئی تھی۔

سخت غصے کے عالم میں سندس گاڑی سے باہر نکلی۔ گاڑی کی چابی اس نے
عروج کو تھما دی۔ پھر کہنے لگی۔ ڈاکٹر عروج اس وقت میں جاتی ہوں پھر کسی وقت

آپ کے پاس آؤنگی اور تفصیل کے ساتھ گفتگو کرونگی۔ اسکے ساتھ ہی سندس
اپنی گاڑی میں بیٹھ گئی فائیزہ بھی اسکے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ پھروہ گاڑی اسٹارٹ
کے وہاں سے چلی گئی تھی۔ انکے جانے کے بعد عروج نے صدف اور ثروت
طرف دیکھتے ہوئے کہا جس کام کیلئے آئیں تھیں یہ احسن اسکے انجام کو پہنچ گیا
ہیں۔ اب آؤ ہم بھی کچھ شاپنگ کر لیتے ہیں۔ صدف اور ثروت چپ چاپ ان
کے ساتھ ہو لیں سندس نے کار اپنی کوٹھی کے گیراج میں لا کھڑی کی تھی۔ پا
اس نے گھر کی ملازماؤں کو کار کی پچھلی سیٹوں سے سارا سامان نکال کر اپنی خوابگا
تک لے جانے کو کہا اور فائزہ کے ساتھ وہ کوٹھی کے سکونتی حصے کی طرف بڑھ
تھی۔ جب وہ ڈرائینگ روم کے سامنے سے گزرنے لگی تو اندر اسکے باپ مقصو
ماں عظمٰی اور منگیتر فرحان اکٹھے بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ ڈرائینگ روم کے
سامنے سے گزر کر سندس جب اپنے کمرے کی طرف جانے لگی تو اسکی ماں نے
اسے آواز دیکر پکارا۔ اس پر سندس فوراً" پلٹی اور ڈرائینگ روم میں داخل
ہوئی۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ سندس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اسکا
رنگ پیلا ہو رہا تھا۔ اور ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ برسوں کی کٹھنائیاں طے کرنے کے
بعد کسی جگہ ستانے کیلئے آئی ہو۔ اسکی یہ حالت دیکھتے ہوئے مقصود اور عظ
دونوں ہی فکر مند ہو گئے تھے۔ پھر سندس کے باپ مقصود نے بڑی شفقت سے
بولے۔ کیا ہوا میری بیٹی' تو بڑی پریشان اور غصے میں لگتی ہے۔ فائزہ اپنے بھا
فرحان کے پہلو میں بیٹھتی ہوئی بولی یہ کیا بتائے گی۔ انکل میں بتاتی ہوں کہ کیا
ہوا۔ پھر فائزہ نے جلدی جلدی وہ سارے حالات کہہ سنائے جو آفاق کے سلسلے
میں اسے لبرٹی مارکیٹ میں پیش آئے تھے۔

سارے حالات سننے کے بعد سندس کے باپ مقصود تاسف آمیز لہجے میں
کہنے لگے سندس بیٹی یہ تو اس آفاق نامی لڑکے کے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی ہے۔
لڑکا مجھے شکل و صورت سے بڑا شریف' بڑا حسین اور دانش مند لگتا تھا۔ تم

کر اسکی خوب بے عزتی کر کے یہاں سے نکالا اور یہ جو تو نے اپنی سہیلی
یہاں بلا کر اسکا انتقام لینے کیلئے اسے اپنی محبت کے فریب میں جکڑا پھر اسے ذلیل اور بے
عزت کر کے اپنے سے جدا کر دیا تو میری بیٹی ہماری طرف سے یہ اس آفاق کے
ساتھ زیادتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ چاہے اس سے ملکر یا ٹیلیفون پر تمہیں اپنے
گزشتہ رویہ کی اس سے معافی ضرور مانگنی چاہئے۔

جواب میں سندس' بوجھل ' بھاری اور روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔ پاپا
آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ میں خود اپنے ضمیر پر ایک بوجھ اور دل میں ایک چبھن
محسوس کرتی ہوں کہ میں نے خوا مخواہ ایک بیگناہ اور معصوم کیساتھ زیادتی کی
حالانکہ زندگی میں میں نے ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ پاپا میں اس سے ملونگی۔
پورے حالات سے اسے آگاہ کرونگی اور پچھلے رویئے کی اس سے معافی مانگونگی'
مجھے امید ہے کہ وہ مجھے معاف کر دے گا۔ اسطرح مجھے دلی سکون اور ضمیر کا
اطمینان حاصل ہو گا۔ اسکے بعد سندس اپنی ماں عظمٰی کی طرف متوجہ ہوئی اور کہنے
لگی۔ ماں میں نے کچھ شاپنگ کی ہے سارا سامان ملازمائیں نکال کر میرے کمرے
میں رکھتی ہیں۔ اس سارے سامان کو سنبھال لیجئے گا۔ میں آفاق کی طرف جاتی
ہوں۔ فائیزہ کو بھی ساتھ لیے جاتی ہوں۔

اور ساری صورت حال سے اسے آگاہ کر کے میں اسے اپنے رویئے کی معافی
مانگ کر مطمئن ہو جانا چاہتی ہوں۔ اس سلسلے میں سندس کا منگیتر فرحان بھی کچھ
کہنا چاہتا تھا مگر سندس نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی تاہم سندس کے باپ
مقصود اور اسکی ماں عظمٰی نے سندس کی ہاں میں ہاں ملائی جسپر سندس اٹھ کر چلی
گئی تھی۔ فائیزہ بھی اسکے پیچھے پیچھے ہو لی تھی۔ دونوں گیراج میں آئیں گاڑی
انہوں نے اسٹارٹ کی پھروہ باہر نکل گئیں تھیں۔

آفاق پینٹنگ شاپ میں بری طرح اپنے کام میں مصروف تھا۔ دیوار
ساتھ کسی فلم کا بہت بڑا بورڈ رکھا ہوا تھا اور اس پر آفاق کوئی فلمی پوز بنانے
بڑا مصروف تھا۔ اسکے قریب ہی ایک ایسے ہی بڑے بورڈ پر پینٹنگ ورکشاپ
مالک روشن خود بھی کام میں لگا ہوا تھا۔ اسکے علاوہ وہاں کام کرنے والے دو
پینٹرز اور تربیت حاصل کرنے والے لڑکے بھی اپنے اپنے کاموں میں لگے ہو
تھے۔ پینٹنگ شاپ کے سامنے سندس نے آکر اپنی گاڑی روکی تھی پھر وہ ا
الجھی سی سنجیدہ سنجیدہ اور افسردہ سی اپنی گاڑی سے اتری۔ ساتھ والی نشست
بیٹھی ہوئی فائزہ سے کہنے لگی۔ فائزہ تم یہیں بیٹھو' میں خود آفاق سے بات کر
آتی ہوں۔ فائزہ وہیں بیٹھی رہ گئی جبکہ سندس دوکان میں داخل ہوئی تھی۔

سندس کے دوکان میں داخل ہوتے ہی کام میں مصروف آفاق نے اے
بار مڑ کر دیکھا تھا اسے دیکھتے ہی اسکے چہرے پر بل پڑ گئے تھے۔ چہرے پر
خفگی اور غضبناکی کے آثار نمودار ہو گئے تھے تاہم وہ سندس کو نظرانداز کرتا
پھر اپنے کام میں لگ گیا تھا۔ آہستہ آہستہ مردہ سی چال چلتی ہوئی سندس
کے قریب آئی۔ تھوڑی دیر تک بغور وہ چپ چاپ کھڑی ہو کر اس کی طرف
دیکھتی رہی آفاق نے اسکی طرف کوئی دھیان نہ دیا اور حسب معمول اپنے کام
وہ مصروف رہا۔ پھر سندس پہلی بار بولی اور آفاق کو مخاطب کر کے اپنی حزن
سی آواز میں کہنے لگی۔

آپ تھوڑا سا وقت نکال کر مجھے نہیں دیتے۔ باہر میری گاڑی کھڑی
وہاں تک چلنے میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے بات کرنا چاہتی ہو
یہاں تک کہنے کے بعد سندس خاموش ہو گئی اور آفاق کے رد عمل یا اس
جواب کا انتظار کرنے لگی تھی۔ کافی دیر تک جب آفاق کی طرف سے اسے
جواب نہ ملا اور اس نے دیکھا کہ آفاق پہلے کی طرح اسے کوئی اہمیت دینے
بجائے اپنے کام میں مصروف ہے تو اس نے ایک بار اپنے چاروں طرف

اتے ہوئے دوکان کا جائزہ لیا۔ روشن کے علاوہ دوسرے پینٹر بھی آفاق اور
ن کے کشیدہ تعلقات سے پوری طرح آگاہ تھے لہٰذا ان میں سے کسی نے بھی
معاملے میں بولنے کی کوشش نہ کی۔ اور وہ سب چپ چاپ اپنے کام میں لگے
ہے۔

سندس بے چاری بڑی دیر تک غور اور انہماک سے آفاق کی طرف دیکھتی
پھر دوبارہ وہ شرمندہ سی آواز میں بولی اور آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
نے آپ سے کچھ پوچھا ہے۔ جواب میں آفاق نے ایک گہری نگاہ سندس پر
پھر وہ قہر بھرے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تیرے جیسی خود سر جھونکے اور سیاسی بازی گروں جیسی لڑکیاں اپنی خواہشوں
نہ زور سمندر اور اپنی تشنگی میں سمٹی امیدیں لے کر اپنی آرزوؤں کا نگر آباد
تی ہیں۔ سن دھوکہ اور فریب دینے والی خاتون تیری محبت کو اپنی نمو میں حائل
نے والا انجانا سرکش جذبہ سمجھ کر میں نے اسے خواب آلود برف میں دفن کر دیا
ہے۔ سن میں نے تمہارے لمس کی حدت کو دھوپ کی تمازت تمہاری محبت بھری
والی کو بانجھ تحریر اور تمہارے قرب کی خواہش اور اپنی محبت کی مانگ کو
ہٹگی ہوتی عبادت اور کرم خوردہ عہد نامہ سمجھ کر فراموش کر دیا ہے۔ اب نہ
ہارا مجھ سے کوئی تعلق کوئی رابطہ ہے اور نہ میرا تم سے کوئی واسطہ اور رشتہ
ہے لہٰذا تمہاری بہتری۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ یہاں سے چلی جاؤ۔ بس
میرے ساتھ مزید کوئی گفتگو مت کرنا۔ یہاں تک کہنے کے بعد آفاق پھر خاموشی
سے اپنے کام میں لگ گیا تھا۔

سندس بیچاری تھوڑی دیر تک بڑی حسرت سے آفاق کی طرف دیکھتی رہی۔
اور قریب ہی کام میں مصروف روشن کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے بڑی
انکساری اور دھیمی آواز میں کہنے لگی' روشن بھائی' میں آفاق سے ایک انتہائی
اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ اپنے دوسرے

کاریگروں کو لیکر تھوڑی دیر کیلئے دوکان سے باہر چلے جائیں۔ روشن بن
ماننے گا اسلئے کہ آفاق کیساتھ اس گفتگو میں میرے ضمیر کا اطمینان اور ر
کی خلش کا تعلق ہے۔ جواب میں روشن بیچارے نے کچھ بھی نہ کہا اپنے
مصروف سارے کاریگروں کو اس نے ہاتھ سے باہر نکلنے کا اشارہ کیا اور
پیچھے پیچھے سارے کاریگر دوکان سے باہر نکل کر سندس کی کار کے قریب کو
گئے تھے۔

سندس آہستہ آہستہ اور غمزدہ سی چلتی ہوئی آفاق کے قریب آئی تو
تک وہ اسکے ایک طرف کھڑی ہو کر اسے بری طرح کام میں مصروف دیکھ
آفاق بھی اسکی طرف دیکھے بغیر اپنے کام میں مصروف رہا۔ پھر سندس بولی ا
لگی۔ دیکھئے میں آپ سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ سحر کے معاملے میں میرے
آپکے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ اسنے مجھے اپریل فول بنایا تھا کہ وہ آپ سے
کرتی ہے اور آپ نے اسے فراموش کر دیا ہے۔ یوں جانئے کہ ایک طرح
مجھے بے وقوف بنانے میں کامیاب ہوئی اور اسی حماقت اور بے وقوفی کے
میں نے آپکو اپنی محبت میں دوچار کرنے کا جرم کیا۔ اسکے لئے میں آپ سے
چاہتی ہوں۔ آپ سے التماس صرف اتنی ہے کہ آپ ایک بار صرف یہ کہ
کہ آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں اور یہ کہ اس سلسلے میں مجھ سے جو زیادتی
ہے آپ نے اس زیادتی کو معاف کیا۔ میرے دل اور میرے ضمیر پر جو ایک
کا بوجھ اور جرم کا احساس ہے وہ کم ہو جائیگا اور میں معمول کے مطابق
زندگی بسر کر سکونگی۔

آفاق نے اپنے کام میں مصروف رہ کر۔ اور سندس کی طرف دیکھے
انتہائی سنجیدگی میں کہا۔ تم جیسے لوگ اوروں کا مداوائے غم بننے کے
دوسروں کی کشتیاں سمندر میں پھینک دیتے ہو۔ تم لوگ اپنی ذات کی نما
سجانے کے لئے دوسروں کے آسمان کی شوکتی نیلاہٹوں میں سوراخ بناتے ہو۔
رتی ہو جو بیوہ کا آنسو بنکر زندگی بسر کرنے والوں کو دلگرفتہ نڈھال افسردہ' ارماں
اور بان نصیب چھوڑ کر قہقہے لگاتے ہو۔ سنو تم جیسے لوگ آئیتوں کے دریا میں
ایک گالی نور کی کشتی میں ایک سوراخ خواب گوں آنکھوں میں ایک کنکر اور زندگی
کے شعور میں تھکن کا خوف ہو۔ میرے اپنے ذاتی خیالات کے مطابق تم لوگ انتہا
درجے کے ایسے مجرم ہو جنہیں کسی بھی صورت معاف نہیں کیا جا سکتا۔ اب تم
یہاں سے چلی جاؤ۔ اس دوکان کے روز مرہ کام میں خلل مت ڈالو۔ ورنہ تمہارے
لئے اچھا نہ ہو گا۔

اپنی گفتگو ختم کرکے آفاق جب دوبارہ اپنے کام میں لگ گیا تو سندس کی
حالت اور زیادہ خراب ہو گئی تھی۔ وہ مزید آگے بڑھی پہلے اس نے آفاق کا شانہ
پکڑ کر ہلایا پھر اپنے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا بس ایک بار یہ کہہ دیں کہ آپ
نے مجھے معاف کیا۔ آفاق بولا میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ یہاں سے چلی جاؤ۔
سندس بھی ڈٹ گئی۔ میں اس وقت تک نہیں جاؤنگی جب تک آپ مجھے معاف
نہیں کریں گے۔

آفاق شائید سندس کی اس لگاتار ضد سے برہم ہو گیا تھا۔ برش اسنے ایک
طرف پھینک دیا پھر وہ زور سے چلایا جاؤ تم یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ سندس پھر بھی
اپنی جگہ پر جمی رہی اور کہنے لگی میں اس وقت تک جانے کی نہیں جب تک آپ
مجھے معاف نہیں کرتے۔ دوسری طرف آفاق کا غصہ بھی شائید اپنے عروج پر پہنچ
چکا تھا پھر اسکا ہاتھ اٹھا اور سندس کے نازک چہرے پر اس نے ایک زور دار تھپڑ
رسید کرتے ہوئے کہا میں کہتا ہوں یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ آفاق کا یہ تھپڑ اس
قدر زور اور قوت سے پڑا تھا کہ سندس بے چاری کی ناک سے خون اور آنکھوں
سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ عجیب سی بے چارگی اور کرب میں
آفاق کو دیکھتی رہی پھر وہ رومال سے اپنے آنسو اور ناک سے بہنے والا خون پونچھتی
ہوئی دوکان سے باہر آئی۔ اسے اس حالت میں دیکھتے ہی فائیزہ نے تڑپ کر دروازہ

کھولا کار سے باہر آئی آگے بڑھ کر اس نے سندس کا شانہ پکڑتے ہوئے اسے سہارا دینے کی کوشش کی پھر وہ کہنے لگی لگتا ہے اس ذلیل نے تم پر ہاتھ اٹھایا ہے تب ہی تمہاری آنکھوں سے آنسو اور ناک سے خون بہ رہا ہے آؤ ذرا اس سے بات کرتے ہیں۔ اسے جرأت کیسے ہوئی تم پر ہاتھ اٹھانے کی۔ سندس نے بڑی سختی سے فائزہ کو منع کرتے ہوئے کہا نہیں اس سلسلے میں ان سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خبردار تم اندر انکے پاس مت جانا۔ اسلئے کہ قصور میرا ہے اور اس لئے مجھکو میرے قصور اور غلطی کی سزا ملنی ہی چاہئے۔ سندس روشن کی طرف متوجہ ہوئی اور بڑی بے چارگی میں اس سے کہنے لگی۔ روشن بھائی آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اندر جاکر اپنا کام کریں میں اب جاتی ہوں اس سلسلے میں کسی سے ذکر نہ کیجئے گا روشن بے چارہ اپنے دوسرے کاریگروں کے ساتھ دوکان میں چلا گیا تھا۔

روشن کے جانے کے بعد فائزہ بولی اور سندس کو مخاطب کر کے کہنے لگی چلو گھر چلتے ہیں۔ آفاق کی زیادتی کا ذکر فرحان سے کرتے ہیں۔ پھر دیکھنا وہ اپنے آدمیوں کے ذریعے اسے اس کی زیادتی کا کیا مزہ چکھاتے ہیں۔ فائزہ کے ان الفاظ پر سندس نے برہم ہوتے ہوئے کہا ایسا کوئی قدم مت اٹھانا ورنہ میری طرف سے ایسا سلوک ہو گا کہ تم پچھتاؤ گی۔ پھر سندس دروازہ کھول کر کار میں بیٹھی اور فائزہ سے کہنے لگی تم کار چلاؤ۔ تم پہلے مجھے ڈاکٹر عروج کے اسپتال چھوڑ دو وہاں سے سیدھی گھر جاؤ۔ میں ماما کو فون کر کے ساری بات سمجھا دونگی' تم بڑا ضروری سامان اور خورشید آنٹی کو لیکر میرے انہی کمروں میں آجانا جہاں میں پہلے کرایہ پر رہتی ہوں۔ اس پر فائزہ نے چونک کر کچھ کہنا چاہا جس پر سندس بولی اس سلسلے میں کچھ مت کہنا۔ جو کچھ میں کر رہی ہوں یہی درست ہے۔ میں پھر ان کرائے کے کمروں میں رہ کر آفاق سے بات کرونگی۔ تم جانو جو جرم مجھ سے سرزد ہوا ہے وہ میرے دل اور میرے ضمیر پر ایک بھاری پتھر بن کر رہ گیا ہے۔ جب

ہی آفاق مجھے معاف نہیں کر دیتا یوں جانو اس وقت تک میں سکون حاصل کرنے کے لئے سرگرداں رہونگی اور اگر اس نے مجھے معاف نہ کیا تو سمجھ میں پاگل ہو کر رہ جاؤنگی۔ اب چلو چلیں' اسکے ساتھ ہی فائزہ نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

○

لبرٹی سے واپس ہونے کے بعد عروج' صدف اور ثروت تینوں جب اسپتال کے قریب آئیں تو انھوں نے دیکھا برکت اپنے گھر اور دوکان کے سامنے کھڑا دوکان میں کام کرنے والے ملازموں کو ہدایات دے رہا تھا۔ عروج خود گاڑی چلا رہی تھی جہاں برکت کھڑا تھا وہاں اس نے گاڑی لاکھڑی کی' دروازہ کھول کر نیچے اتری اور ثروت کو مخاطب کرکے کہنے لگی ثروت میری بہن گاڑی اسپتال میں لے جاؤ میں ذرا ایک موضوع پر برکت بھائی سے بات کرکے آتی ہوں۔ اور ہاں تمہارے ذمے میں یہ کام لگا رہی ہوں تم اسپتال کے احاطہ میں ہی صدف اور منی دونوں کو کبھی اس کار اور کبھی اسپتال کی ایمبولنس میں ڈرائیونگ سکھاؤ اور یہ کام تم آج سے ہی شروع کر دو۔ ثروت نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا تھا پھر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آئی اور کار کو اسپتال کے مین گیٹ کی طرف لے گئی تھی جبکہ خود عروج بڑی تیزی سے چلتی ہوئی برکت کے قریب آئی اور اسے مخاطب کرکے کہنے لگی۔

برکت بھائی آپ کے پاس وقت ہو گا۔ میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ برکت نے بڑی انکساری سے کہا۔ میری بہن وقت اگر نہ بھی ہو تو تم جیسی بہنوں کیلئے وقت نکالا جا سکتا ہے۔ تم میرے ساتھ اندر آؤ پھر کہو کیا کہنا ہے۔ عروج چپ چاپ برکت کے ساتھ ہولی تھی۔ دونوں ڈرائینگ روم میں آبیٹھے۔ ایک نشست پر خود بیٹھتے ہوئے اور سامنے والی نشست پر عروج کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے برکت بولا اور کہنے لگا اب بول بہن تم کیا کہنا چاہتی

ہو۔ اس پر عروج کہنے لگی

برکت بھائی شائید آپ نے دیکھا ہو گا کہ میری رہائش اور اسپتال کے درمیان جو دو عمارتیں ہیں ان پر برائے فروخت کے بورڈ لگے ہوئے ہیں۔ اس پر برکت فوراً بولا اور کہنے لگا ان دو عمارتوں پر اور ان دو عمارتوں سے ملحقہ چھوٹی سڑک پر جو عمارت ہے اس پر بھی برائے فروخت کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ یہ تینوں عمارتیں تین بھائیوں کی ہیں جو کینیڈا میں ہوتے ہیں۔ اب جوں جوں لوگوں کے پاس پیسہ آتا چلا جا رہا ہے وہ اپنی پرانی رہائش گاہوں کو ترک کر کے باہر کھلے علاقوں میں اپنی رہائش کا بندوبست کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ان تینوں بھائیوں نے بھی اپنی رہائش گاہیں گارڈن ٹاؤن میں بنائی ہیں۔ پیسہ ان لوگوں کے پاس عام ہے جو انہوں نے کینیڈا میں رہ کر کمایا ہے اور اب یہ اپنی جائیدادیں فروخت کرنے کے درپے ہیں۔ اس پر عروج کہنے لگی۔ برکت بھائی آپ ان سے بات کریں یہ لوگ یقیناً آپکے جاننے والے ہونگے آپ ان تینوں عمارتوں کا سودا کرائیں میں ان تینوں کو خریدونگی۔ اس پر برکت نے چونک کر پوچھا تینوں خریدوگی میری بہن۔ لیکن کیا کروگی۔ اس پر عروج کہنے لگی ان میں سے ایک صدف کے نام کراؤنگی دوسری منی کے نام اور تیسری اپنے نام کراؤنگی۔ جو دونوں عمارتیں مین روڈ پر ہیں وہ صدف اور منی کے نام ہونگی اور جو چھوٹی سڑک پر عمارت ہے وہ میں اپنے نام کرالونگی۔ کیونکہ جو عمارتیں مین روڈ پر ہیں انکے نیچے کافی دوکانیں بھی ہیں ان سے صدف اور منی کو خوب آمدنی ہو جایا کریگی۔ میں اس مکان کو اپنی رہائش کیلئے استعمال کیا کرونگی۔ اس پر برکت نے چونکتے ہوئے پوچھا

میری بہن سمجھا نہیں کہ تم ان بہن بھائیوں کے ساتھ اس قدر مہربانی کا برتاؤ کیوں کر رہی ہو۔ ایسا تو کوئی اپنوں کیلئے بھی نہیں کرتا۔ اس پر عروج کہنے لگی برکت بھائی یہ میرے اپنے ہی ہیں۔ اگر آپ کسی کو نہ بتائیں تو میں آج اپنی زندگی کا ایک بہترین راز آپ پر ظاہر کروں۔ اس پر برکت کہنے لگا بلا جھجک

میری بہن اگر تم کسی بات کو راز رکھنا چاہتی ہو تو برکت اسے راز ہی رکھے گا۔ مر جائیگا پر کسی کو اسکی خبر کانوں کان نہ ہونے دیگا۔ اس پر عروج مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

اگر یہ بات ہے برکت بھائی تو سنو۔ میں صدف، منی، آفاق اور آصف کی سگی بہن ہوں۔ اس پر برکت حیرت کے انداز میں اپنی نشست سے اچھل پڑا اور کہنے لگا۔ کیا کہہ رہی ہو میری بہن اور جواب میں عروج نے وہ پورے حالات تفصیل کیساتھ برکت کو سنا ڈالے تھے جنکے تحت اسکی سوتیلی ماں نے اسے بچپن میں تبدیل کرکے اپنی بیٹی بنالیا تھا۔ عروج کی زبان سے یہ سارے واقعات سننے کے بعد برکت تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے گہری نگاہوں سے عروج کی طرف دیکھا۔

میری بہن اب میں حقیقت حال کو سمجھا کہ تم کیوں صدف، منی، آفاق اور آصف پر اتنی مہربان اور شفیق ہو۔ تمہاری زبان سے یہ سارے واقعات سنکر تمہاری قدر و منزلت میری نگاہوں میں پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی ہے۔ میری بہن فکر مند نہ ہو۔ میں ان تینوں عمارتوں کا سودا کرتا ہوں اور تمہاری خواہش کے مطابق وہ عمارتیں، تمہارے، صدف، اور منی کے نام کرائی جائینگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مکانات اور عمارتیں بیچنے والے پاگل ہیں حالانکہ یہ علاقہ بھی بڑا کھلا اور وسیع ہے اور پھر یہ مین روڈ والی عمارتیں ہیں ان سے تو دکانوں کی کافی آمدنی ہوتی ہے۔ ایک خاندان ان دکانوں کی آمدنی سے ہی بڑی آسانی سے گزر بسر کر سکتا ہے میری بہن میں تمہیں اس موقع پر ایک مشورہ دیتا ہوں اور وہ یہ کہ ابھی یہ انکشاف اپنے بہن بھائیوں پر مت کرنا اسلئے کہ تمہارے باپ اکثر انہیں لینے آتے رہے ہیں اور جو سلوک یہ سب بہن بھائی اپنے باپ کیساتھ کرتے رہے ہیں وہ میں جانتا ہوں یہ سب اپنے باپ کو قطعی طور پر ناپسند کرتے ہیں۔ رہی سوتیلی ماں وہ کبھی یہاں آئی ہی نہیں۔ اس سے تو یہ باپ سے بھی زیادہ نفرت کرتے

ہونگے۔ میں سمجھتا ہوں کہ فی الحال خاموشی اختیار کیے رکھو پھر کسی مناسب
پر ان پر انکشاف پہلے اپنے ماموں اور صدف پر کرنا۔ صدف بڑی نرم دل
اپنے رشتوں سے محبت کرنے والی لڑکی ہے ماموں کے حوالے سے بیٹی کا کردار
ادا کر رہی ہے آصف کیلئے ایک بہن اور منی اور آفاق کیلئے ماں کا پارٹ
بیچاری ادا کر رہی ہے۔ بہت اچھی بچی ہے اس نے سارے رشتوں کے اطمینان
خاطر اپنے آپ کو کئی خانوں اور خولوں میں بانٹ رکھا ہے اور اپنے اس مختصر
گھرانے کو وہ بڑی کامیابی سے چلا رہی ہے۔

عروج کہنے لگی برکت بھائی آپکا اندازہ درست ہے میں جب کبھی بھی
ذات کی اصلیت کا انکشاف کرونگی یہ انکشاف پہلے اپنی بہن صدف اور ماموں
ہی کرونگی مجھے امید ہے کہ میرے اس انکشاف پر وہ مجھے اپنے ہاں خوش آمد
کہیں گے۔ اسکے ساتھ ہی عروج اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی برکت
بھائی میں اب جاتی ہوں لیکن آپ آج سے ہی ان عمارتوں کے پیچھے پڑ جائیں
جب ڈیل فائنل ہو جائے تو مجھے بتا دیجئے گا۔ میں پے منٹ کا بندوبست کر دونگی
اس پر برکت نے پوچھا میری بہن اتنی بڑی رقم کا بندوبست کہاں سے کروگی عروج
کہنے لگی یہ ساری رقم میرے پاپا مہیا کریں گے۔ میں ان سے بات کر چکی ہوں اور
انہوں نے کہہ دیا ہے کہ یہ عمارتیں خرید کر صدف اور منی کے نام کرا دی
جائیں۔ تیسری عمارت کا تو آپ نے ابھی بتایا اسکا تو مجھے پتا ہی نہ تھا۔ وہ
اپنے نام لکھواؤں گی اسطرح ہم تینوں بہنیں ایک دوسرے کے قریب رہ سکیں
جواب میں برکت خوش کن انداز میں کہنے لگا عروج میری بہن یہ تو بڑی خوشی
بات ہے کہ تمہارے بہن بھائیوں کے حوالے سے تمہارے پاپا تمہاری پوری
پوری مدد کر رہے ہیں۔ بہر حال تم بے فکر رہو میں آج ہی ان عمارتوں
مالکوں سے ملتا ہوں اور ان سے ڈیل فائنل کرتا ہوں۔ اسکے ساتھ ہی عروج
مطمئن ہو کر وہاں سے نکلی اور اسپتال کیطرف چل دی تھی جبکہ برکت پہلے
طرح پھر اپنی دکان کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔

فائیزہ سندس کو لیکر شملہ پہاڑی کے چوک کے گرد چکر لگانے کے بعد جب
ایجرٹن روڈ کیطرف مڑنے لگی تو اچانک سندس نے اسکا شانہ زور سے ہلاتے
ہوئے کہا۔ یہاں گاڑی روک دو۔ فائیزہ نے فوراً فٹ پاتھ کے قریب گاڑی
روک دی پھر اس نے سندس کیطرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیا ہوا تم نے گاڑی کیوں
رکوائی اس پر سندس نے شملہ پہاڑی کے گرد کھینچی ہوئی دیوار کے اوپر کھڑے گل
بابا کیطرف دیکھتے ہوئے کہا ذرا ادھر دیکھو گل بابا کھڑے ہیں۔ شاید وہ کچھ کہیں
گے میں انہیں سنے بغیر نہیں جاؤنگی۔

فائیزہ نے دیکھا واقعی گل بابا اس چھوٹی سی دیوار پر کھڑے تھے انکے گلے میں
رسی سے بندھا ہوا میگافون لٹک رہا تھا۔ دائیں ہاتھ میں پیتل کا بہت بڑا ٹل تھا
جسے وہ بجا بجا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جب
بہت سے لوگ اس چوک کے اردگرد جمع ہو گئے تب گل بابا نے میگا فون اپنے منہ
سے لگایا پھر وہ بلند کڑکتی ہوئی آواز میں لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہے
تھے۔

”سنو پیدل چلتے راہگیرو“ سائیکل و موٹر سائیکل سوارو‘ رکشہ ٹیکسی چلانے
والو‘ ویگن بس میں سفر کرنے والو‘ کاروں میں جانی انجانی منزلوں کو جانے والو‘
ٹھکانے والو بے ٹھکانے آشیانوں کے متلاشیو! سنو مجھے غور سے سنو تم لوگوں کی
بے حسی نے معاشرہ میں ابتلاء و آزمائش‘ نحوست و حزیمت‘ تنزل و تنگی اور
افلاک و نکبت کا ایک طوفان کھڑا کر دیا ہے۔ تم لوگوں کی بے زبانی نے سارے
قومی جذبوں“ کو لولا لنگڑا عاجز و مجبور اور اپاہج و لاچار بنا کر رکھ دیا ہے۔
یہاں تک کہنے کے بعد گل بابا تھوڑی دیر کو دم لینے کیلئے رکے پھر وہ پہلے کی

نسبت اور زیادہ بلند اور گونجتی ہوئی آواز میں وہاں جمع ہونے والے لو
مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

زمیندارو جاگیردار' کسانوں اور غریبوں کی عصمتوں اور عفتوں کو برباد
ہیں تو تم چپ رہتے ہو' وڈیرے ڈاکوؤں کی پناہ گاہ بنتے ہیں ہاریوں کی
کھسوٹ کرتے ہیں تم چپ سادھے رہتے ہو۔ حکمران اسلام کے لانے کے
یقینی وعدوں پر تم پر حکومت کرتے رہتے ہیں پر تمہاری زبان حرکت میں
آتی۔ سیاست دان ارب پتی ہونے کے باوجود اپنے عوامی اور عوام میں سے ہو
کے جھوٹے دعوے کرکے تمہارے ساتھ مکروفریب کاری کا کھیل کھیلتے
تمہیں احمق و بے وقوف بناتے ہیں اور تم ان کی زبان پکڑ کر انہیں ان
عیاری اور دھوکہ فریب کی سیاست سے باز نہیں رکھ سکتے۔

دہشت گرد تمہارے حلقوم کاٹتے ہیں منشیات فروش تمہاری
اور تمہاری نسلوں میں زہر گھولتے ہیں۔ سود خور تمہارا خون چوستے ہیں۔
سیاستدان' جاگیر دار' یہ وڈیرے' یہ خان یہ سردار اپنی مطلب برآوری کیلئے
لوگوں کو ذات برادریوں میں تقسیم کرتے ہیں یہ سیاستدان تمہیں خیراتی اپنے
میں چھوڑ کر اپنا کانٹا تک ماسکو' لندن' پیرس اور نیویارک سے نکلواتے ہیں
بھی تم کسی ردعمل کا اظہار نہیں کرتے۔ جس سیاست دان کی سیاست فیل ہو
ہے۔ یا اسے کوئی بڑا عہدہ نہیں ملتا وہ تمہاری نگاہوں کے سامنے صوبائی
نیشنل ازم کا راگ الاپنے لگتا ہے تم سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو
گریبان نہیں پکڑتے۔

سنو مجھے غور سے سنو تم پہلے مسلمان ہو پھر پاکستانی بے عصمت کر
جاگیرداروں' محرومی دینے والے وڈیروں' لقمہ چھیننے والے خانوں' ذات
میں بانٹنے والے سرداروں کے خلاف اٹھ کھڑے ہو۔ انہیں ووٹ مت د
اسمبلیوں میں نہ آنے دو انکی چور بازاری لوٹ کھسوٹ کی راہیں بند کر دو

اپنے میں سے قیادت پیدا کرو۔ خاندانی سیاست کی راہ مفقود کر دو۔ ان بے موسم
کے سیاستدانوں کی راہ میں دیوار اور آنکھ کا کانٹا بن جاؤ۔ ان پر ثابت کرو کہ تم
بیدار ہو انہیں بتاؤ کہ بصیرت اور بے بصیرتی کا تم شعور رکھتے ہو۔ آؤ عہد کریں
کہ ان مطلب پرست سیاستدانوں سے چھٹکارا حاصل کریں گے۔ آؤ عہد کریں کہ
پاکستان کی تعمیرو ترقی میں حصہ لیتے ہوئے اپنا اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا
کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد گل بابا خاموش ہو گئے تھے۔ اپنے منہ سے لگایا ہوا
میگافون پھر انہوں نے اپنے گلے سے لٹکا لیا تھا اور جس دیوار پر کھڑے ہو کر وہ
بول رہے تھے اس سے نیچے اتر آئے تھے۔ کچھ لوگ عقیدت کے اظہار میں آگے
بڑھ کر گل بابا سے ہاتھ ملا رہے تھے پھر مجمع ادھر ادھر چھٹنے لگا۔ گل بابا بھی ایک
طرف ہٹے اور فٹ پاتھ پر چلنے لگے۔ گل بابا پیدل چلتے ہوئے جب کچھ آگے
گئے تو سندس نے فائزہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ گاڑی گل بابا کے پیچھے لگا دو۔ فائزہ نے
فوراً گاڑی اسٹارٹ کی اور جس فٹ پاتھ پر گل بابا جا رہے تھے اسکے ساتھ ساتھ
وہ آگے بڑھنے لگی۔ گل بابا سے تھوڑا آگے جاکر سندس نے پھر گاڑی رکوا دی۔
دروازہ کھول کر وہ باہر آئی اور فٹ پاتھ پر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے گل بابا کو
اسلام کہا۔ گل بابا نے چونک کر سندس کیطرف دیکھا پھر وہ بڑی مہربانی اور شفقت
سے سندس کو مخاطب کرکے کہنے لگے۔

بیٹی تم یہاں کہاں کئی دن ہوئے تمہیں دیکھا نہیں۔ ایک بار ڈاکٹر عروج سے
پوچھا تو اس نے بتایا تم اپنے گھر جا چکی ہو۔ اس پر سندس بیچاری مسکراتے ہوئے
کہنے لگی میں آج ہی لوٹی ہوں گل بابا۔ آئیں بیٹھیں میں آپکو لیکر چلتی ہوں۔
اس پر گل بابا بڑی عاجزی وانکساری میں کہنے لگے تم جاؤ بیٹی تمہارے ساتھ تمہاری
سہیلی ہو گی میں پیدل ہی اپنے ٹھکانے تک پہنچ جاؤنگا اس پر سندس نے گل بابا کی
راہ روکتے ہوئے کہا نہیں گل بابا میں آپکو یوں نہیں جانے دونگی۔ اپنے ساتھ لیکر

جاؤنگی۔ اسکے ساتھ ہی سندس نے آگے بڑھ کر کار کا دروازہ کھولا۔ اور گل
گل بابا بیٹھیئے۔ فٹ پاتھ پر کھڑے ہو کر اپنی بیٹی کیساتھ ضد نہ کیجئے
سندس کی اس گفتگو سے بڑا متاثر ہوا گلے میں لٹکتا ہوا میگا فون اور بازو
ہوا پیتل کا بڑا ٹل سنبھالتے ہوئے گل بابا پچھلی نشست پر بیٹھ گئے تھے
بھی دروازہ کھول کر بیٹھی پھر فائزہ نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

○

گل بابا کو آسرا کی عمارت کے ان کے کمرے کے سامنے اتار نے
فائزہ نے اسپتال کے سامنے والی عمارت کے سامنے گاڑی کھڑی کر دی تھی۔
سے اترتے ہوئے۔سندس نے فائزہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم گھر جاؤ
سامان جو ممی تمہیں دینگی اور خورشیدہ آنٹی کو لیکر یہاں چلی آنا میں اوپر
کو فون کرتی ہوں وہ سارا سامان تمہارے حوالے کر دینگی۔ جس کی مجھے
ضرورت پیش آئیگی اور سنو یہ جو آفاق نے مجھے تھپڑ مارا ہے اسکا ذکر گھر
فرد سے نہیں کرنا اور اگر تم نے کیا تو یاد رکھو اول تو میں تم سے بڑی برا
آؤنگی دوسرے زندگی بھر تمہیں منہ نہیں لگاؤنگی اب تم جاؤ خورشید اور
سامان کو لیکر جلد واپس آنا میں بے چینی سے تمہارا انتظار کرونگی۔ اسکے
سندس عمارت میں داخل ہو گئی تھی جبکہ فائزہ گاڑی اسٹارٹ کرکے چلی گئی

اوپر کی منزل میں آکر سندس نے دیکھا عروج صدف اور صوبیہ اپنے
میں بیٹھی باہم گفتگو کر رہی تھیں اس کمرے کے دروازہ پر آکر سندس تھوڑ
تک ٹھٹھکی سی کھڑی رہی اسے دیکھتے ہوئے عروج نے بڑی نرمی اور محبت
آؤ سندس دروازے پر کیوں کھڑی ہو اندر آجاؤ۔ سندس بیچاری آہستہ
جھکائے کمرے میں داخل ہوئی اور عروج کے قریب ایک خالی کرسی پر بیٹھ
مدھم سی آواز میں ان تینوں کو مخاطب کرکے کہنے لگی۔

میں جانتی ہوں آفاق کے سلسلہ میں مجھ سے بہت بڑی زیادتی ہوئی ہے لیکن
سب کچھ انجانے پن میں ہوا کاش میں حقیقت جانتی کاش مجھے علم ہوتا۔ کہ سحر
بھرے ساتھ دھوکہ اور فریب کیے ہوئے ہے۔ آفاق کے ساتھ ایسا سلوک کرنے
پر میں اپنے آپ کو قصور وار اور مجرم تسلیم کرتی ہوں۔ حقیقت حال جاننے کے
بعد میرے ضمیر پر ایک بوجھ اور میرے دل میں ایک پھانس سی بن کر رہ گئی ہے۔
اسی احساس ندامت کے تحت میں لبرٹی مارکیٹ سے لوٹنے کے بعد آفاق کے پاس
پینٹنگ ورکشاپ گئی تھی۔ میں نے ان سے معافی مانگنے کی بہتیری کوشش کی لیکن
وہ کسی بھی صورت مجھے معاف کرنے کیلئے تیار نہیں۔ آپ لوگ جانتی ہیں چند دن
بعد میری شادی ہے میں ضمیر کا بوجھ اور دل کا جرم لئے شادی نہیں کرنا چاہتی۔
میں چاہتی ہوں آفاق مجھے معاف کر دے اور میں کسی قسم کے احساس جرم کا بوجھ
لیے بغیر اپنے منگیتر فرحان سے شادی کر سکوں۔ اور ضمیر کا یہ بوجھ اس وقت تک
ہلکا نہیں ہو سکتا جب تک آفاق مجھے معاف نہیں کر دیتا۔ میری آپ تینوں سے
التماس ہے کہ آفاق کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ مجھے میری شادی سے پہلے پہلے
معاف کر دے میں ایک بار پھر اس عمارت میں لوٹ آئی ہوں اور اس وقت تک
اپنے انہی کمروں میں رہونگی جب تک آفاق مجھے معاف نہیں کر دیتا۔
سندس کی اس گفتگو کے جواب میں صوبیہ یعنی منی بولی اور بڑے دکھ آمیز
لہجہ میں سندس کو مخاطب کرکے کہنے لگی سندس بہن تم نے میرے بھائی سے
انتہائی بدترین مذاق کیا ہے۔ ڈاکٹر عروج اور میری بہن صدف مجھے پوری تفصیل
سے اس حادثہ سے آگاہ کر چکی ہیں جو تمہاری وجہ سے میرے بھائی کے ساتھ پیش
آیا۔ سندس میرے بھائی کے ساتھ بدترین مذاق کیا ہے تم نے ہماری خالہ زاد سحر
کی باتوں میں آکر محبت کا یہ فریب میرے بھائی کو دیا۔ تم جانتی ہو اس سے پہلے سحر
ایک بار میرے بھائی کو توڑ چکی تھی۔ تمہاری محبت ملنے کی وجہ سے وہ ایک بار
ٹوٹنے کے بعد بڑی مشکل سی جڑا تھا۔ لیکن افسوس صد افسوس تم نے بھی اسے

وہی چرکہ لگایا جو سحر نے لگایا تھا۔ اور ایک بار پھر وہ بیچارا کانچ کے کھلونے
ٹوٹ پھوٹ کر رہ گیا ہے۔ وہ دیر سے گھر آتا ہے اپنے آپکو زیادہ سے
مصروف رکھنے کی کوشش کرتا ہے کاش تم نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ کاش میرے بیٹے
تم نے اپنی پر فریب محبت کا دھوکہ نہ دیا ہوتا۔

صوبیہ کی ان باتوں کے جواب میں سندس بیچاری کی گردن تھوڑی دیر
جھکی رہی پھر وہ بولی میں خود بڑی بھول میں ماری گئی ہوں۔ میں تو آفاق کو
محبت کے فریب میں مبتلا کرکے یہ سوچ رہی تھی کہ میں نے آفاق سے اپنا
سحر کا بہترین انتقام لیا ہے۔ پر میں کیا جانتی تھی میں خود جرائم اور زیادہ
بھول بھلیوں میں کھو گئی ہوں۔ بہر حال آفاق کے سلسلہ میں میں تم تینوں سے
معافی مانگتی ہوں۔ میں کچھ دن تک اپنے انہی کمروں میں رہ کر اپنی طرف سے
آفاق کا دل صاف کرنے کی کوشش کرونگی تاکہ وہ مجھے معاف کر دے۔ اور
شاید میں اپنی زندگی کو نارمل انداز میں گزارنے کے قابل ہو سکوں۔ یہ بات
کہنے کے بعد سندس چند لمحے خاموش رہی پھر ٹیلیفون کیطرف اشارہ کرتے
اس نے عروج سے پوچھا۔ ڈاکٹر عروج اگر اجازت ہو تو میں ایک فون کرلوں

عروج بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگی ایک نہیں جس قدر
فون کرو اور تمہیں اسکے لئے میری اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں
سمجھو کہ یہ تمہارا اپنا ہی گھر ہے۔ افسردہ افسردہ اور بدحال سی سندس اٹھی
اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے کے بعد وہ انتظار کرنے لگی تھی۔ دوسری طرف
سندس کی ماں عظمیٰ بولی تھی اسکی آواز سنتے ہی سندس کہنے لگی ماما میں سندس
رہی ہوں کیا فائزہ گاڑی لیکر گھر پہنچ گئی ہے۔ اس پر عظمیٰ کی آواز آئی ہاں
گئی ہے بیٹی مگر تم گھر کیوں نہیں آئیں۔ بھاری اور افسردہ سی آواز میں
کہنے لگی دیکھو ممی اس آفاق نے مجھے معاف کرنے سے انکار کر دیا ہے
نے میرے ضمیر اور میرے دل پر ڈھیروں احساس جرم کا بوجھ باندھ دیا

تک یہ مجھے معاف نہیں کر دیتا میں ایک بار پھر اپنے کرائے کے کمروں میں
مجبور ہو گئی ہوں۔ میں اس وقت کرائے کے کمروں والی عمارت ہی سے
بول رہی ہوں۔ دیکھو ماما میں اس وقت تک یہاں رہونگی جب تک میں اپنی طرف
سے آفاق کا دل صاف نہیں کرلیتی اور وہ مجھے معاف نہیں کر دیتا اسکے بعد
ایک لمحہ ضائع کیے گھر لوٹ آؤنگی۔

ماما آپ ایسا کریں میرے کپڑوں کے کچھ جوڑے میرے چیک بک ضرورت کا
سامان فائزہ کو دیکر میری طرف بھیج دیں۔ اس پر عظمیٰ نے چونک کر کہا تمہیں
وہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے بیٹی گھر آجاؤ یہیں سے جاکر تم آفاق سے بات کر لیا
کرو دیکھو میرے پاس اس وقت تمہارے پاپا اور فرحان بھی کھڑے ہیں وہ بھی تم
سے بات کرنا چاہتے ہیں اس پر سندس کہنے لگی نہیں ماما میں ان سے بات نہیں
کرونگی آپ ان دونوں کو اچھی طرح سمجھا دیجئے گا۔ بہر حال یہ میرا فیصلہ ہے کہ
میں انہی کمروں میں رہونگی آپ فائزہ کو سارا سامان دیکر بھیج دیجئے۔ جواب
میں عظمیٰ تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی پھر دوبارہ اسکی آواز سنائی

دی کیا میں خورشید کو بھی فائزہ کے ساتھ بھیج دوں کہ وہ پہلے کیطرح تمہارے
ساتھ رہ سکے اس پر سندس کہنے لگی پہلے میرا ارادہ تھا کہ فائزہ اپنے ساتھ خورشید
کو بھی لے آئے لیکن اب میں محسوس کرتی ہوں اسکی ضرورت نہیں میں اکیلی
بھی ان دونوں کمروں میں رہ سکتی ہوں اسلئے کہ ڈاکٹر عروج، صدف اور صوبیہ
کا میرے ساتھ پہلے جیسی شفقت اور مہربانی کا اظہار کر رہی ہیں لہٰذا خورشید کو
بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ماما آپ میری طرف سے پاپا اور فرحان کو مطمئن کر
دیجئے گا کہ میں احساس جرم لیئے زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ میں اس بوجھ کو اتار
کر اپنی نئی زندگی کی ابتداء کرنا چاہتی ہوں۔ اس پر عظمیٰ سندس کو ڈھارس دیتے
ہوئے کہنے لگی جیسے تمہاری مرضی میری بیٹی میں تو ہر حال میں تمہارے ساتھ

تمہارے ساتھ ہوں تمہارے پاپا اور فرحان کو میں مطمئن کردونگی اور ہاں میں
کو سارا سامان دیکر تمہاری طرف بھجواتی ہوں۔ فائزہ سے میں کہتی ہوں
واپسی پر کسی ٹیکسی پر آجائے وہ کار میری بیٹی تم اپنے پاس ہی رکھ لینا۔ سندس نے
ماں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فون بند کر دیا تھا۔

فون کرنے کے بعد سندس اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی میں
کمرے کھول کر انکی ذرا صفائی کرلوں پھر آپ تینوں بہنوں کے پاس آکر
اسکے ساتھ سندس باہر نکل گئی اپنے پرس سے چابی نکال کر اس نے اپنے
کمروں کے قفل کھولے کمرے میں ہر چیز گرد گرد ہو رہی تھی۔ کچھ دیر تک
کمرے میں آفاق کی بنائی ہوئی اس مورتی کے پاس آرکی تھی جو آفاق نے
چاہت اور محبت سے تیار کی تھی۔ کچھ دیر تک اس مورتی کو الٹ پلٹ کر
رہی اس پر گرد جمی ہوئی تھی پرس سے رومال نکال کر اس نے مورتی پر جمی ہو
کو صاف کیا۔ اداس نگاہوں سے باری باری اس نے دونوں کمروں میں گھوم
چیز کا جائزہ لیا۔ پھر وہ طوفانی انداز میں حرکت میں آئی تھی پہلے دونوں کمروں
خود اس نے جھاڑو دی پھر ہر چیز کو جھاڑ پھونک کر اس نے صاف کر دیا تھا۔
بعد باتھ میں گھس کر اس نے غسل کیا اور کپڑے بھی تبدیل کر لئے تھے۔

اب شام ہونے والی تھی تھوڑی دیر بعد فائزہ بھی اسکا سارا سامان لیکر
تھی سندس کے کہنے پر فائزہ نے پلاسٹک کے تھیلوں میں بند سارا سامان میز
دیا تھا پھر سندس نے فائزہ کو مخاطب کرکے کہا دیکھو فائزہ شام ہونے والی ہے
کی چابی مجھے دو اور تم ٹیکسی سے واپس چلی جاؤ۔ فائزہ کو شاید دوبارہ سندس
کمروں میں رہنا اور آفاق کیساتھ اسکا مہربانہ رویہ قطعاً پسند نہ آیا تھا اسکے
اسکے بھائی کی منگیتر تھی۔ لہٰذا اسی غصہ اور خفگی میں وہ سندس کو گاڑی
دیکر وہاں سے چلی گئی تھی۔

فائزہ کے جانے کے بعد سندس پھر عروج صدف اور صوبیہ کے کمرے

اور عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگی ڈاکٹر بہن کیا آپ کسی ڈرائیور یا دوسرے
کو بھیج کر بازار سے کھانا منگوا دینگی۔ اس پر عروج کہنے لگی تمہیں بازار سے
منگوانے کی کیا ضرورت ہے میری بہن تم کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ۔ اس پر
خوش ہوتے ہوئے کہنے لگی یہ تو آپکی بڑی مہربانی ہے لیکن ایسا میں صرف
کیلئے کرونگی کل سے میں اپنے کھانے کا سارا بندوبست خود کرونگی اسکے بعد
نے مل کر کھانا تیار کیا۔ خود بھی انہوں نے کھایا اور دوسرے کمرے میں
ت اور آصف کو بھی کھلایا تھا۔

کھانے کے بعد سندس کافی دیر تک کرامت اور آصف کے پاس بیٹھ کر انکی
ی کے ساتھ ساتھ ان سے گپ شپ بھی کرتی رہی۔ یہاں تک کہ ساتھ
لے کمرے میں اس نے آفاق کی آواز سنی۔ لہٰذا وہ کرامت اور آصف کے
ے سے نکل کر دوبارہ عروج صدف اور صوبیہ کے کمرے میں داخل ہوئی اس
دیکھا آفاق اس وقت صدف کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا۔ جونہی سندس اس
ے میں داخل ہوئی اسے دیکھتے ہی آفاق کا رنگ غصے اور غضبناکی میں سرخ ہو
تھا۔ پھر وہ بڑی تہرانی سے سندس کیطرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا تو تم یہاں بھی
گئی ہو۔ اس موقع پر عروج تو بیچاری خاموش ہی رہی تاہم صدف بولی اور بڑے
ے اس نے آفاق کا شانہ پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا۔

نوانی میرے بھائی جو کچھ اس سندس سے ہوا اسے بھول جاؤ مٹی ڈالو اور
معاف کر دو یہ بیچاری یہاں تم سے معافی مانگنے کیلئے آئی ہے اور یہ کہتی ہے
تم اسے معاف کر دو تاکہ تمہارے ساتھ زیادتی کرنے کی بناء پر جو اسکے ذہن
ودل پر بوجھ ہے وہ جاتا رہے اسلئے کہ چند یوم تک اسکی شادی ہونے والی ہے
شادی سے پہلے پہلے یہ تم سے اپنا معاملہ صاف کر لینا چاہتی ہے اس پر
نے بے پناہ غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا یہ یہاں ہی معافی مانگنے نہیں آئی
اس سے پہلے یہ دکان سے بھی ہو آئی ہے اور وہاں اس نے مجھ سے ایک

طمانچہ بھی کھایا تھا پھر بھی یہ ڈھیٹ ہے جب میں نے وہاں کہہ دیا تھا کہ
معاف نہیں کرونگا تو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہاں تک کہنے کے
آفاق تھوڑی دیر کیلئے رکا پھر اس نے بڑے غور سے اپنی بہن صدف کو
دیکھتے ہوئے دوبارہ کہنا شروع کیا اسے کیوں معاف کروں میری بہن یہ کہ
جذبات کسی کے احساسات کی قاتل ہے۔ اور ایسی قاتل لڑکی کو میں کبھی اور
صورت معاف نہیں کرونگا۔

جواب میں صدف بیچاری کچھ نہ کہہ سکی عروج بھی آفاق کا غصہ دیکھتے ہو
چپ اور خاموش تھی۔ صدف اٹھی اور کھانے کے برتن لاکر اس نے خاموشی
سے آفاق کے سامنے رکھ دیئے تھے پھر صوبیہ آفاق کے قریب آئی اور پیار
اسکے کندھے دباتے ہوئے کہنے لگی اچھے بھائی غصہ تھوکو پہلے آرام سے کھانا
اسکے بعد ماموں اور بھائی کے پاس جاکر انکی احوال پرسی کرو اور بعد میں ہمارے
پاس آؤ اور اپنی دن بھر کی کارگزاری بتاؤ اور ہاں کھانے سے پہلے اپنی بہنوں کو
مسکرا کر بھی دکھاؤ اس پر آفاق نے عجیب سے انداز میں باری باری صدف عروج
اور صوبیہ کیطرف دیکھا پھر اسکے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ بھی نمودار ہوئی
اسکے بعد اس نے خاموشی سے کھانا کھانا شروع کر دیا تھا جبکہ سندس اپنے کمرے
کیطرف چلی گئی تھی سندس کے جانے کے بعد آفاق نے باری باری صدف
صوبیہ کیطرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میری عزیز بہنو میں تمہارے لئے ایک خوش خبری لایا ہوں۔ وہ یہ کہ
کراچی اور لاہور کے کچھ میگزین میں اسکیچ بنانے کا کام مل گیا ہے اور اسکے
اچھے خاصے پیسے بھی ملتے رہینگے۔ یہ کام میں کل ہی سے شروع کر رہا ہوں
اس کام کی وجہ سے اب میں فلموں کے پوسٹر بنانے کا کام ذرا سویرے ختم
کرونگا اسکے بعد میں اپنا سامان لیکر باغ جناح چلا جایا کرونگا اور وہیں بیٹھ
علیحدگی میں اسکیچ بنایا کرونگا۔

اس موقع پر چھوٹی بہن صوبیہ کچھ کہنے والی تھی کہ آفاق پھر بول پڑا اور کہنے
لگا اسکے علاوہ ایک اور خوشخبری بھی ہے اور وہ یہ کہ ملک کے ایک مشہور و
معروف آرٹسٹ ہیں انھوں نے چند جگہ میرے کام کو دیکھا ہے اور اسے سراہا ہے
انہیں کراچی اور لاہور کے ۴ اور ۵ اسٹار ہوٹلوں میں مختلف نوعیت کی دیواروں
اور کینوس پر تصویریں اور سینریاں بنانے کا کچھ کام ملا ہے وہ اس کام میں مجھے بھی
اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں ان دنوں وہ یہیں قیام کیے ہوئے ہیں اور چند ہفتوں
تک وہ کراچی جانا پسند کریں گے اسلئے مجھے بھی وہ اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں
کراچی میں کام مکمل کرنے کے بعد پھر ویسا ہی کام لاہور کے ہوٹلوں میں آکر
کرینگے اس کام میں بھی مجھے اچھے خاصے پیسے ملنے کی امید ہے۔

آفاق جب خاموش ہوا تو صوبیہ اور صدف سے پہلے ہی عروج بول پڑی اور
کہنے لگی میری دعا ہے کہ اللہ میرے بھائی کو زندگی کی ہرجہتہ میں کامیابی اور
کامرانی عطا کرے۔ عروج کے بعد صدف بولی اور بڑے پیار سے آفاق کو مخاطب
کرکے کہنے لگی اچھا اب باتیں بند پہلے کھانا کھاؤ اور اسکے بعد جو کچھ کرنا ہے کر
لینا۔ صدف کی ان باتوں کے جواب میں آفاق نے ایک بار مسکراتے ہوئے صدف
کیطرف دیکھا پھر وہ خاموشی سے کھانا کھانے لگا تھا۔

دن بڑی تیزی سے گزرنے لگے تھے۔ اپنے کرائے کے دو کمروں میں قیام
کے دوران سندس نے کئی بار آفاق کو منانے اور معاف کرنے پر آمادہ کرنے کی
کوشش کی لیکن اس میں اسے قطعا" کوئی کامیابی نہ ہوئی اس نے اس سلسلہ میں
صدف، عروج اور صوبیہ سے بھی مدد حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن آفاق نے
ان تینوں کی بات بھی نہ مانی۔ لگتا تھا وہ کسی بھی صورت سندس کے اس جرم اور
بھیانک مذاق کو معاف کرنے کیلئے تیار نہ تھا۔ اسطرح کئی روز گزر گئے۔ ایک روز
جبکہ صدف عروج اور صوبیہ اکٹھے بیٹھیں باتیں کر رہی تھیں کہ انکے سامنے میز پر
رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی۔ عروج نے لیکر ریسیور اٹھایا اور اپنا تعارف کرایا۔

دوسری طرف سے سندس کی ماں عظمٰی مقصود کی آواز سنائی دی تھی وہ کہہ رہی تھی میں سندس کی ماما بول رہی ہوں ذرا سندس سے بات کروا دیں عروج نے فوراً" ریسیور میز پر رکھ دیا اور دروازے پر آکر وہ سندس کو پکارنے لگی سندس فوراً" اپنے ایک کمرے کے دروازے پر نمودار ہوئی اسے دیکھتے ہی عروج کہنے لگی بھاگ کے آؤ سندس تمہاری ماما کا فون ہے سندس بھاگتی ہوئی آئی ریسیور اس نے اٹھایا اور بولی ماما میں سندس بول رہی ہوں۔

دوسری طرف سے سندس کی ماں عظمٰی مقصود کی آواز سنائی دی دیکھو بیٹی تمہیں وہاں گئے ہوئے کئی روز ہو گئے ہیں اب فرحان اور فائزہ کھڑے ہیں اور سب لوگ تمہارے متعلق بے حد فکر مند اور پریشان ہیں جس مقصد کیلئے تم نے وہاں قیام کر رکھا ہے وہ کام کچھ سیدھا ہوا اس پر سندس پریشانی اور اداسی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی نہیں ماما ابھی تو کوئی کامیابی نہیں ہوئی یہ آفاق کسی بھی صورت میرے اس جرم کو معاف کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔

اسی وقت سندس کو فون میں اپنے منگیتر کی آواز سنائی دی جو شاید اسکی ماں کے قریب ہی کھڑا تھا۔ اسکی ماں کو مخاطب کرکے پوچھ رہا تھا کہ سندس کیا کہتی ہے اسکی ماں اسکے منگیتر سے کہہ رہی تھی۔ وہ کہہ رہی ہے کہ آفاق اسے کسی بھی صورت معاف کرنے پر آمادہ نہیں ہے اس پر سندس کو اپنے منگیتر فرحان کی بے زار اور غضب آلود سی آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا۔ آپ سندس سے کہیں اگر وہ معاف نہیں کر رہا تو اس پر لعنت بھیجے اور چپ چاپ گھر لوٹ آئے اگر وہ معاف نہیں کرتا تو نہ کرے اس کے معاف نہ کرنے سے کیا۔ اس دنیا کا نظام بدل جائے گا یا کوئی خوفناک انقلاب اٹھ کھڑا ہو گا۔ ایسے مذاق لوگ ایک دوسرے سے عام کرتے رہتے ہیں۔ سندس پاگل ہے اس میں بھلا آفاق سے معافی مانگنے کی کیا ضرورت ہے اب شادی میں صرف سات دن باقی رہ گئے ہیں اگر وہ معاف نہیں کرتا تو نہ کرے۔ معاف نہ کرکے بھی اپنا شوق پورا کرے میں کہتا ہوں سندس

ے کہیں وہ واپس آ جائے۔ لعنت بھیجئے اس معاف نہ کرنے والے پر۔

اب عظمٰی مقصود نے پھر سندس کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا بیٹی تم نے فون پر فرحان کے تاثرات سنے۔ اس پر سندس ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگی ہاں ماما آپ کے ساتھ میں ان کی ساری گفتگو سن چکی ہوں لیکن اس معاملہ میں میں ان سے اتفاق رائے نہیں کرتی۔ عظمٰی بھی کہنے لگیں۔ بیٹی میری مانو تو گھر چلی آؤ اتنے دن رہ کر تم نے پورا زور لگا لیا ہے۔ اب اگر وہ نہیں معاف کرتا تو اس میں ہم لوگوں کا کیا قصور۔ اگر وہ اس معاملہ کو الجھا کر ہی رکھنا چاہتا ہے کہ تمہیں اب گھر آجانا چاہیئے۔ اگر تم کہو تو میں فائزہ کو گاڑی دیکر بھیجوں۔ تم آج ہی گھر لوٹ آؤ نہیں معاف کرتا تو نہ کرے آخر اس کے معاف نہ کرنے کی وجہ سے ہم نے اپنی اس شادی کی تقریب کو تو خراب نہیں کرنا جواب میں سندس کہہ رہی تھی۔

ماما میں آپ لوگوں سے اتفاق نہیں کرتی میرا اپنا نقطہ نظر یہ ہے کہ شادی کی تقریب ملتوی ہو سکتی ہے لیکن اس آفاق سے مجھے اپنے ناروا رویہ کی معافی ہر صورت حاصل کرنی چاہیئے۔ اس بار عظمٰی گلوں شکووں سے بھرپور آواز میں کہنے لگیں میری بیٹی تم کن بکھیڑوں میں پڑ گئی ہو۔ کیوں اپنے آپ کو ایک اذیت اور ہولناکی میں ڈالتی ہو اگر وہ نہیں معاف کرتا تو اب کیا طریقہ کار ہو سکتا ہے تم آج ہی لوٹ آؤ بیٹی میں ابھی فائزہ کو بھیجتی ہوں۔ وہ گاڑی لیکر تمہاری طرف آتی ہے دونوں گاڑیوں میں اپنا سارا سامان لے آؤ اس پر سندس بولی نہیں ماما آپ فائزہ کو مت بھیجنا میں ابھی نہیں آؤنگی بلکہ میں آپ سے کہونگی کہ آپ میری شادی کی تاریخ ایک ماہ آگے کر دیں۔ عظمٰی چونک کر کہنے لگیں۔

بیٹی یہ کیسے ممکن ہے سارے عزیز و اقارب اور جاننے والوں کو کارڈ تقسیم کر دیئے گئے ہیں سب جان چکے ہیں کہ شہر کے صنعت کار کی اکلوتی بیٹی سندس کی شادی سات دن بعد ہونے والی ہے اگر شادی کی تاریخ ہم آگے بڑھاتے ہیں میری

بٹی تو لوگ کیا خیال کریں گے کہ کیا معاملہ ہے اس پر سندس کہنے لگی ماما لوگ جو مرضی کہتے رہیں لیکن میں آپ سے یہ کہتی ہوں کہ فی الوقت میں جسمانی' ذہنی اور دلی طور پر اس شادی کے لیے قطعاً" تیار نہیں ہوں۔ پہلے مجھے اس آفاق کے ساتھ اپنا معاملہ صاف کر لینے دیجئے اس کے بعد جو آپ شادی کی تاریخ مقرر کر۔ئنگی میں اس کے خلاف قطعاً" کوئی آواز نہیں اٹھاؤ نگی۔ عظمیٰ پھر اپنی آواز میں زور پیدا کرتے ہوئے پوچھنے لگیں پر بیٹی یہ کیسے اور کیونکر ممکن ہے۔ سندس بھر کہہ رہی تھی۔

ماما کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں اپنے ضمیر کی مجرم اور اپنے دل کی ملزمہ کی حیثیت سے اپنے دل کی آگ کے شرر میں چنگھاڑتا طوفان اور ابلتا سیلاب لیکر فرحان کی بیوی بن جاؤں اور اپنی خواہشوں کی ہوا اور لذتوں کی حرص کی تکمیل کروں۔ سنو ماما جب تک میرے ذہن سے یہ بوجھ صاف نہیں ہوتا جب تک میرا ضمیر اس ملامت سے پاک نہیں ہوتا میری اگر شادی ہو بھی جاتی ہے تو میری حیثیت فرحان کے سامنے بے آواز ہونٹ ہلانے والی اداکارہ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ اس کے ساتھ میرا وجود وقت کے تیز برساؤ میں پرانے درخت کی طرح زوال پذیر ہو کر رہ جائیگا۔ کیا وہ پسند کریگا کہ میں اپنے دل اور ضمیر کا بوجھ لیکر اس کے ساتھ ایسی زندگی بسر کروں جس میں مقدر کو ہلاک کرنے والے عناصر ہمیشہ کے لیے مجھے انحطاط کی کہر اور زوال کی لہروں کا شکار بنا کر رکھیں۔ ماما ان دنوں میری سوچ کے گلابوں میں روح کی ٹیسیں بھر گئی ہیں۔ میری حالت ان دنوں سر سراتی گھڑیوں میں سانپ جیسی ساکت آنکھوں اور رات کو رونے والے مردم خوروں کے شیطانی چنگل جیسی بنی ہوئی ہے۔ ایک انجانا سا آسیب میرے دل میں بس کر رہ گیا ہے۔ میرے لہو کی گردش میں میری رگوں کی دھڑکنوں میں بس ایک ہی پکار ایک ہی صدا اور ایک ہی آواز گونجتی ہے کہ اس آفاق کے ساتھ میں نے بہت بڑا جرم اور بہت ہی گھناؤنی اور گھٹیا حرکت کر کے ناانصافی کا مظاہرہ کیا ہے؟ جب تک میں اس ناانصافی کی تلافی نہیں کرتی اس وقت تک ذہنی' جسمانی اور دلی طور پر میری ماما میں قطعاً" شادی کے لیے تیار نہیں ہوں۔ لہٰذا ہم سب کی بہتری اسی میں ہے کہ شادی کی مقرر کی ہوئی تاریخ کو ختم کر کے کچھ دن ٹھہر کر نئی تاریخ کا تعین کیا جائے۔

دوسری طرف سے عظمیٰ کی پھر آواز سنائی دی۔ اچھا اس سلسلہ میں فرحان تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔ اس سے بات کرو۔ میرے خیال میں میری نسبت وہ تمہیں بہتر طور پر سمجھا سکے گا۔ دوسری طرف سے اب فرحان کی آواز سنائی دی وہ سندس کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔ سندس تم کیوں اپنے آپ کو سفاک لمحوں کی اذیت ناکی میں مبتلا کرتی ہو۔ کیوں تم وقت کے جبر کے ہاتھوں تشنہ اور گرسنہ نگاہوں کا شکار ہو جانا چاہتی ہو۔ اس پر سندس فوراً" فرحان کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگی۔

سنو فرحان میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اپنے نقطہ نظر سے ٹھیک ہی کر رہی ہوں اور پھر میرا خیال ہے کہ مجھے ایسا ہی کرنا چاہئے بھی۔ جہاں تک آفاق کے معاف کر دینے کا تعلق ہے تو یہ بڑا اہم اور ضروری ہے۔ اگر میں اس شخص سے معافی لیے بغیر ہی تمہارے ساتھ شادی کرتی ہوں تو میں ہمیشہ ایک مجرم ذہن اور مجروح ضمیر لیے دن گذاروں گی اور قطرہ قطرہ میرا دل کٹتا رہے گا۔ احساس گناہ کا زہر دھیرے دھیرے میرے جسم میں پھیلتا رہیگا۔ اور میری روح کو جلانے والی آگ کی طرح بھسم کرتا رہیگا۔ یہ احساس میرے انفاس اور میری ذات کے درمیان ایک خط تفریق کھینچ کر رکھ دیگا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ یہ احساس جرم لیے میں ساری زندگی آپ کے ساتھ ذلت اور نفرت جنون اور شکوک کا شکار ہو کر رہوں۔ سنو فرحان میں تمہاری بیوی کی حیثیت سے تمہارے ساتھ شبنم کی چھلکتی چھاگل اجالوں کی اوس اور روشنی کی کرن بن کر آنا چاہتی ہوں۔ اس پر فرحان بولا اور پوچھنے لگا۔

یہ جو تم شادی کی تاریخ بڑھانے کا ارادہ کر چکی ہو اول تو یہ تمہارے
اچھا نہیں ہے۔ ایک ایسے شخص کی خاطر جس کی ہمارے خاندان میں کوئی
نہیں ہے اور خود جس کی ماں کی میکے کے اندر کوئی وقعت نہیں ہے اس کی خاطر
اپنی زندگی میں ایک ناقابل برداشت تبدیلی اور انقلاب برپا کرنا اور پھر اس شخص
اتنی اہمیت دینے کا کیا فائدہ۔ سنو شادی کی تاریخ ملتوی کرنے کے بعد بھی اس
اگر تمہیں معاف نہ کیا تو پھر تاریخ ملتوی ہوتی رہے گی۔ اس پر فرحان کو
کے انداز میں سندس کہنے لگی اگر اس کے بعد بھی میں اپنے مقصد میں کامیاب
ہو سکی تو پھر سوچیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ اب تم فون ممی کو دو۔ ساتھ ہی
دوسری طرف سے اس کی ماں عظمیٰ مقصود کی آواز سنائی دی ہاں بھئی کیا فیصلہ
ہوا۔ سندس کہنے لگی

ماما آخری فیصلہ یہ ہوا ہے کہ شادی کی تاریخ التوا میں ڈالی جائیگی فی الحال
میں یہیں رہونگی مجھے لینے کے لیے نہ ہی فرحان کو ضرورت ہے آنے کی اور
آپ۔ فائیزہ کو گاڑی دے کر بھیجئے گا۔ میں یہاں خوش باش ہوں ڈاکٹر عروج
صدف اور صوبیہ تینوں کا میرے ساتھ سلوک بہنوں جیسا ہے۔ آپ میرے
متعلق کوئی فکر نہ کیجئے گا۔ پاپا کو بھی میری طرف سے مطمئن رکھیے گا۔ میرے لیے
دعا بھی کیجئے گا۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب رہوں
گی۔ اور ہاں ممی میں پاپا سے بات نہیں کر رہی ہوں انہیں کہنا کہ میں کل سے ان
کے دفتر میں باقاعدہ کام کرنا شروع کر دوں گی۔ پھر باقی باتیں تفصیل کے ساتھ ان
سے دفتر ہی میں ہوں گی۔ اس کے ساتھ ہی سندس نے فون بند کر دیا تھا۔ پھر وہ
بیچاری وقت گذارنے کی خاطر عروج۔ صدف اور صوبیہ ہی کے پاس بیٹھ کر باتیں
کرنے لگی تھی۔

○

پینٹنگ شاپ کا مالک روشن ایک روز اپنی دوکان میں فلموں کے پوسٹر بنانے
میں مصروف تھا۔ اس کے آس پاس دوسرے آرٹسٹ بھی اپنے کام میں لگے
ہوئے تھے۔ کہ دوکان کے سامنے سفید رنگ کی ٹویوٹا کرونا آکر رکی تھی۔ اور اس
کا دروازہ کھلتے ہی ایک لڑکی کار سے نکلی تھی۔ اور اس لڑکی کے ساتھ ہی ایک
چھوٹا سا بچہ بھی لڑکی کا ہاتھ تھامے کار سے نکل کر دوکان کی طرف بڑھا تھا۔ لڑکی
ابھی نو عمر ہی تھی اور وہ اپنی خوبصورتی میں بہار کا تازہ سیل اپنے حسن میں خوابوں
میں ڈوبی گہری خوشیوں اپنی کشش میں ساعت وصل کی خوشی اور کومل چاندنی میں
روشنی کی کسی مغنیہ جیسی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی سرگیں آنکھوں کے
نورانی زاویوں میں رقصاں درخشاں خوشیاں تھیں۔ آئینوں میں تیز شعاعیں جیسے
دھکتے عارض شگوفوں کا بانکپن لیے ہوئے تھے۔ موجوں کے تازہ خم جیسے اس کے
سرخ ہونٹ گلوں کے حسن کا منظر پیش کر رہے تھے۔ اس کے تیکھے ابرو خواہشوں
کی پیاس اور اس کے بکھرے گیسو سیاہ رات کے پھیلاؤ میں دھوئیں کے ٹیڑھے
خطوط جیسے لگ رہے تھے۔ اس کی ٹھہری آنکھیں نقرئی پانی کی آنچل اڑاتی جھیل
میں دو سہانے منظر کی طرح دکھائی دیتی تھیں۔ وہ کچھ یوں دوکان کی طرف بڑھی
جیسے ریشمی قدموں کی آہٹ کے ساتھ جمال سحر میں بگولوں کا ایک رقص شروع ہو
گیا ہو۔

مجموعی طور پر وہ لڑکی افق افق روشنیو ں میں گونجتا وصل کا پیغام دیتا کوئی
گیت لگتی تھی لگتا تھا وہ حسین و پرجمال لڑکی نظر نظر تبسم۔ قدم قدم شگوفے اور
نفس نفس خوشبو پھیلانے کو پیدا کی گئی ہو۔ کار سے نکل کر وہ روشن کی پینٹنگ
شاپ کی طرف کچھ اس انداز سے بڑھی تھی جیسے شام کی سیڑھیوں پر اترتی کرنوں
کے طلائم۔ رسیلے مدھر گیت ان گنت کھردرے پتھروں کے اندر سے نکل کر کسی بے
نحو اور بے صدا زہرہ جمال کی طرح بہاروں کے رقص پیش کرتے ہوئے نکلے
ہوں۔

بچہ جس کی عمر تقریباً" سات سال کے قریب ہوگی اس کا ہاتھ تھامے وہ گل

اندام لڑکی شاپ میں داخل ہوئی اور روشن کے قریب آتے ہوئے وہ پوچھنے لگی
مجھے اس شاپ کے مالک روشن صاحب سے ملنا ہے۔ روشن نے کام بند کر دیا اور
ہاتھ میں پکڑا ہوا برش اس نے ایک طرف رکھ دیا پھر بڑی شائستگی اور ملائمت سے
اس لڑکی کو مخاطب کر کے کہا کہ میرا ہی نام روشن ہے۔ کہو بی بی تم کیا کہنا چاہتی
ہو۔ روشن کا یہ جواب سن کر اس لڑکی کے چہرے پر ہلکی ہلکی خوش کن مسکراہٹ
نمودار ہوئی۔ پھر وہ کہنے لگی۔ میرا نام سدرہ ہے میں کل بھی اسی وقت آپ کی
شاپ پر آئی تھی لیکن آپ باہر گئے ہوئے تھے۔ لہٰذا آپ سے ملاقات نہیں ہوئی
تھی۔ پھر اس سدرہ نام کی لڑکی نے ایک آرٹسٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا
کہ وہ جو صاحب بیٹھے ہیں ان سے میری کل بات چیت ہوئی تھی۔ دراصل میں
آفاق نام کے آرٹسٹ سے ملنا چاہتی ہوں کل بھی میں شاپ سے پتہ کیا تو پتہ چلا
وہ چھٹی کر گئے ہیں اور باغ جناح جا چکے ہیں۔ اس پر روشن نے اس لڑکی کو
کریدنے کی خاطر پوچھا کہ تم آفاق سے کیوں ملنا چاہتی ہو۔ اس پر وہ لڑکی جواب
دینا ہی چاہتی تھی کہ روشن پھر بول پڑا اور اپنے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔
میں بھی کیسا احمق ہوں آپ کو بیٹھنے کے لیے بھی نہیں کہا پھر اس نے دیوار
کے ساتھ لگے ہوئے ایک صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ تم بیٹھو بیٹی
آرام سے بات کرو سدرہ بچے کا ہاتھ پکڑے ہوئے وہاں بیٹھ گئی تھی۔ پھر وہ کہنے
لگی۔ دراصل میں آفاق سے پینٹنگ کا کچھ کام لینا چاہتی ہوں۔ روشن کہنے لگا۔
بیٹی آپ کے لیے چائے منگاؤں یا ٹھنڈا۔ سدرہ چونکتے ہوئے کہنے لگی۔ کچھ بھی
نہیں۔ بس آپ مجھے یہ بتایئے کہ آفاق سے کیا میری ملاقات ہو سکتی ہے۔ جواب
میں روشن کہنے لگا دیکھو بیٹی وہ شخص بہت سے کام کرتا ہے۔ وہ بے چارہ ہے تو
ایم۔ اے فائن آرٹ۔ لیکن ابھی تک اسے کہیں نوکری نہیں ملی۔ دو جوان ہو
کنواری بہنوں کا بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی بڑی دشواریاں یہ ہیں کہ ان
کا ماموں ہے جو بیمار ہے اور اس کا بڑا بھائی بھی ایک عرصے سے بیمار ہے اور ان
ب کی خاطر اسے بڑی تگ و دو کرنا پڑتی ہے۔ کہیں ملازمت بھی نہیں کرتا۔
ہے اس نے پبلک سروس کمیشن میں امتحان دیا ہوا ہے میرے خیال میں وہ اس
ے اچھی پوزیشن میں نکل جائیگا اور اسے اچھی سروس مل جائیگی۔ تاہم اب تک
بے چارہ زیادہ تر فلموں کے پوسٹر اور تصاویر بنا کر ہی گذارہ کرتا رہا ہے۔ اب
ے کچھ میگزین اور رسائل میں اسکیچ بنانے کا کام ملا ہے۔ میری شاپ میں وہ
فلموں کے پوسٹر بنانے کا کام اس وقت ختم کر دیتا ہے۔ اور باغ جناح چلا جاتا ہے
وہاں بیٹھ کر وہ مختلف میگزین کے لیے اسکیچ بناتا رہتا ہے۔ اس سے بھی اسے
نامے پیسے ملنے کی امید ہے۔

سدرہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی اس کا مطلب ہے مجھے ان سے ملنے کے
لیے سویرے آنا چاہیے۔ پر میری دشواری یہ ہے کہ میں خود کالج میں پڑھاتی
ہوں۔ واپسی میں کافی دیر ہو جاتی ہے۔ بہرحال میں کچھ وقت نکال کر ان سے ملنے
کی کوشش کروں گی۔ روشن فوراً بولا اور کہنے لگا۔ یہاں دوکان میں ملنے کی کیا
ضرورت ہے بیٹی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب وہ کام میں مصروف ہوتا ہے تو
بہت کم وقت دیتا ہے۔ اگر تم ملنا چاہو تو ابھی جا کر اس سے باغ جناح میں مل سکتی
ہو۔ اس پر سدرہ بے چاری بے بسی کا اظہار کرتے کہنے لگی میں انہیں جانتی ہی
نہیں ایسے باغ میں انہیں کیسے پہچان سکوں گی۔ روشن کہنے لگا اگر آپ پسند کریں
تو میں اپنے ایک آرٹسٹ کو آپ کے ساتھ بھیج دیتا ہوں۔ وہ وہاں آفاق کے ساتھ
آپ کا تعارف کرا دیگا۔ اسے پتہ بھی ہے کہ آفاق باغ جناح میں کہاں بیٹھتا ہے۔
روشن کا یہ جواب سن کر سدرہ خوش ہو گئی اور کہنے لگی کہ بڑی مہربانی ہے آپ
بتائیں آپ کس کو بھیجتے ہیں۔ میں اتنی دیر تک گاڑی اسٹارٹ کرتی ہوں۔ اس
کے ساتھ ہی سدرہ بچے کا ہاتھ پھر تھامے وہاں سے نکل گئی تھی۔ روشن نے اپنے
ایک آرٹسٹ کو آواز دی اور کہا۔ بیٹے تم جاؤ اسکوٹر لو اور اس لڑکی کو باغ جناح
میں آفاق تک لے جاؤ۔ ہو سکتا ہے اس کی طرف سے آفاق بے چارے کو کچھ

اچھا کام مل جائے اور اس کی آمدنی میں اضافہ ہو جائے۔ وہ آرٹسٹ
اٹھ کھڑا ہوا اور دوکان کے سامنے کھڑے اسکوٹر پر بیٹھ کر اس نے گک
اسٹارٹ کر دیا تھا روشن دوکان سے نکل کر کار کے پاس آیا اور سدرہ
کے کہنے لگا۔ بیٹی یہ لڑکا تمہاری گاڑی کے آگے آگے اسکوٹر پر بیٹھ
ساتھ جاتا ہے اور یہ باغ جناح میں تمہیں آفاق سے ملا دے گا۔ اس
ہی اس آرٹسٹ نے اسکوٹر اسٹارٹ کر دیا تھا۔ سدرہ نے بھی روشن کا
گاڑی اسٹارٹ کر کے اس نے اسکوٹر کے پیچھے لگا دی تھی۔

باغ جناح میں روشن کے آدمی نے پارکنگ کی جگہ میں اپنا اسکوٹر
تھا۔ اس لڑکی نے بھی اپنی کار پارک کی۔ گاڑی کا دروازہ اس نے لاک
ہاتھ پکڑا پھر وہ چپ چاپ روشن کے آدمی کے ساتھ ہولی تھی۔ اونچے
کے پاس گذرنے کے بعد روشن کا آدمی تھوڑا آگے نکل گیا تھا۔ پھر ایک
کے قریب وہ رک گیا۔ سامنے آفاق گھاس پر بیٹھا ایک درخت سے نکلے
اسکیچ بنانے کے لیے پینسل ورک کر رہا تھا۔ پینٹنگ ہاؤس میں کام کرنے
اس لڑکے کو دیکھ کر آفاق چونک پڑا تھا۔ اور فکر مند ہوتے ہوئے اپنی
کھڑے ہو کر اس نے پوچھا خیریت تو ہے تم مجھے کہیں بلانے تو نہیں آئے
پر اس لڑکے نے مسکراتے ہوئے کہا نہیں آفاق بھائی۔ فکر مندی کی کوئی
نہیں ہے پھر وہ اپنے ساتھ اس لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔ یہ
کے سلسلے میں آپ سے ملنا چاہتی ہے۔ لہٰذا روشن بھائی نے مجھے آپ
کے لیے ان کے ساتھ بھیج دیا ہے۔ اب آپ ان سے بات کر لیں میں
اس کے ساتھ ہی وہ لڑکا مڑا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔

لڑکی ہچکچاتی ہوئی آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور آفاق کے قریب آ
مخاطب کر کے کہنے لگی کہ میرا نام سدرہ ہے میں کل بھی آپ کے پینٹنگ
میں گئی تھی آپ کا پتہ کیا لیکن آپ وہاں نہیں تھے۔ اور اس کے مالک
نہیں تھے۔ آج پھر میں وہاں گئی تو انہوں نے بتایا کہ آپ باغ جناح میں کام
کرتے ہیں یہ معلوم ہونے پر میں یہاں چلی آئی ہوں۔ آفاق نے بڑی نرمی اور
خوش کن آواز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ آپ کس سلسلے میں مجھ سے ملنا
چاہتی ہیں اور میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ جواب میں سدرہ نام کی وہ
لڑکی کہنے لگی۔

آپ اپنی جگہ پر بیٹھیں پھر میں کچھ کہوں۔ اس پر آفاق فوراً اپنی جگہ پر بیٹھ
گیا۔ سدرہ بھی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ بچے کا ہاتھ پکڑ کر اس نے اپنے پاس بیٹھا
لیا تھا۔ پھر وہ آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ دو چار روز ہوئے میں ریگل چوک
کے قریب طاہرہ ہسپتال گئی تھی میرے نانا کی طبیعت کچھ خراب ہو گئی تھی انہیں
لے کر میں اسپتال گئی تھی۔ وہاں میں نے اسپتال میں جگہ جگہ دیواروں سے لٹکی ہوئی
بہت سے عمدہ اور بہت ہی معیاری قسم کی ہاتھ سے بنی ہوئی تصاویر دیکھیں۔ اس
سلسلے میں اسپتال کی مالکہ ڈاکٹر عروج سے ملی انہوں نے بتایا کہ وہ ساری تصاویر
آپ کی بنائی ہوئی ہیں۔ میں نے ان سے آپ کا پتہ پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ
آپ ان کے بھائی ہیں اور اسپتال سے سامنے والی عمارت میں رہتے ہیں۔ میں نے
انہیں بتایا کہ میں ایسی بہت سی تصاویر بنوانا چاہتی ہوں۔ ڈاکٹر عروج بڑی اچھی
خاتون ہیں اس وقت ان کا لنچ ٹائم ہو رہا تھا۔ مجھے اور میرے نانا کو بھی وہ اپنے
ساتھ اسپتال کے سامنے اپنی رہائش گاہ کی طرف لے گئیں۔ وہاں انہوں نے میرا
تعارف آپ کی بڑی بہن صدف اور چھوٹی بہن صوبیہ سے بھی کروایا۔ اس وقت
ان کے پاس سندس نام کی ایک لڑکی بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ کتنی پیاری اور
خوبصورت لڑکی تھی اس سے میرا تعارف ہوا۔ ان سب نے مجھے بتایا کہ آپ اس
وقت شملہ پہاڑی کے قریب اس پینٹنگ ہاؤس میں کام کرتے ہیں لہٰذا میں کل
وہاں گئی آپ وہاں نہ ملے لہٰذا آج دوبارہ میں وہاں گئی روشن بھائی کی مہربانی کہ
انہوں نے لڑکا آپ سے ملانے کے لیے یہاں روانہ کر دیا۔

یہ تو میری گفتگو کی تمہید ہے اب میں اصل موضوع کی طرف آتی
طاہرہ ہسپتال میں ڈاکٹر عروج کے لیے جو آپ نے تصاویر بنائی ہیں ایک
کے قریب تصاویر مجھے بھی بنا دیجئے۔ پر یہ اصل کام نہیں ہے اصل کام
آپ کو ہمارے گھر میں کرنا ہوگا۔ میرے شوہر مر چکے ہیں ان کی پہلی برسی
ہے اور ان کی پہلی برسی کے موقع پر میں ان کے کمرے میں دیوار پر ایک
سائز کی تصویر بنوانا چاہتی ہوں۔ جہاں میں تصویر بنوانا چاہتی ہوں میں نے
کاریگروں کو بلا کے ایک بہت اچھا فریم بھی بنوا لیا ہے۔ اس کے اوپر رنگ
کرنے کے بعد ایک پردہ بھی اس کے ساتھ لگا دیا گیا ہے۔ اب صرف تصویر
رہ گئی ہے۔ اس سلسلے میں میں کئی ایک آرٹسٹ سے مل چکی ہوں لیکن مجھے
کا کوئی ہاتھ پسند نہیں آیا تھا۔ اب طاہرہ اسپتال میں آپ کی تصاویر دیکھ
نے اندازہ لگایا ہے کہ مجھے جس آرٹسٹ کی ضرورت تھی وہ آپ ہی ہیں۔
میری آپ سے گذارش ہے کہ میرا یہ کام کرنے سے انکار نہ کیجئے گا۔

جواب میں آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگے انکار کیوں کروں گا۔ مسز
میری آمدنی کا ذریعہ ہے اس پر سدرہ فوراً" آفاق کا شکریہ ادا کرتے ہوئے
مجھے آپ کے حالات کے متعلق کچھ ڈاکٹر عروج پہلے ہی بتا چکی ہیں۔ نیز
پینٹنگ ہاؤس کے مالک روشن بھائی نے مجھے تفصیل بتا دی تھی۔ مجھے سن
دکھ ہوا کہ آپ کے بڑے بھائی اور ماموں بیمار ہیں اور آپ ان کے واحد
ہیں۔ بہرحال آپ یہ بتائیے کہ آپ تصویر کب تک بنا سکیں گے اس لیے
یہ کام جلد ہی کرانا چاہتی ہوں کیونکہ کچھ دن تک برسی ہے۔ اس پر آفاق
کہنے لگا جہاں تک دیوار سائز کی تصویر بنانے کا تعلق ہے وہ تو میں ایک رات
میں بنا کر رکھ دونگا۔ پہلے مجھے یہ بتائے کہ اس کے لیے سامان آپ خود
لائینگی یا میں اپنے پاس سے استعمال کروں اس لیے کہ میرے پاس پینٹنگ
سامان پڑا ہوا ہے۔ اس پر سدرہ کہنے لگی مجھے کیا خبر کیا سامان لانا ہے آپ

بتا ہیں کہ کون سا رنگ کہاں اور کس جگہ استعمال کرنا ہے۔ آپ ہر چیز اپنے
پاس سے استعمال کیجئے۔ میں تو جس قدر آپ کہیں گے پے منٹ کر دوں گی۔
پھر بولا اور پوچھنے لگا یہ جو آپ چھوٹے کینوس پر تصاویر بنوانا چاہتی ہیں اس
کے لیے کینوس آپ خرید کر دینگی یا وہ بھی میں استعمال کر لوں۔ اس لیے کہ
میرے پاس فالتو کینوس بہت پڑے ہوئے ہیں۔ بالکل ویسے جیسے ڈاکٹر عروج کے
ہسپتال میں آپ نے دیکھے۔

سدرہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی آپ کینوس بھی اپنے پاس سے استعمال کیجئے
اور بالکل ویسے ہی کینوس ہوں جیسے ڈاکٹر عروج کے اسپتال میں ہیں۔ اور جہاں
تک ان پر تصاویر بنانے کا تعلق ہے تو اسپتال میں لگی ہوئی کوئی سی بھی دس
تصاویر آپ مجھے بنا دیں یہ تصاویر میری پسندیدہ ہیں اور بہت اچھی ہیں۔ آفاق
کہنے لگا بڑی تصویر تو میں دیوار پر رات کو آج بنا دونگا مگر وہ جو دس چھوٹے کینوس
ہیں ان کا کام ہے اس کے لیے پھر آپ مجھے کم از کم ایک مہینہ دیجئے گا۔ اس پر سدرہ
بڑی فراخدلی سے کہنے لگی ایک مہینہ چھوڑ کر آپ دو مہینے لے لیجئے گا پر مجھے ایسی
ہی تصاویر بنا کر دیجئے گا جیسی ڈاکٹر عروج کے اسپتال میں ہیں۔ ڈاکٹر عروج آپ کی
بڑی تعریف کر رہی تھیں بار بار آپ کو وہ اپنا بھائی کہہ کر مخاطب کرتی تھیں اس
پر آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگا ان کی بڑی مہربانی ہے کہ وہ مجھے اپنا بھائی سمجھتی
ہیں ورنہ وہ تو اسپتال کی مالک ہیں۔ وہ کہاں ہم کہاں۔ ان کی ہم پر یہ بھی عنایت
ہے کہ ہم ان کی عمارت میں پہلے کرایہ پر رہتے تھے لیکن یہ جب سے لندن سے
آئی ہیں انہوں نے ہم سے کرایہ لینا بھی بند کر دیا ہے ہم نے ویسے بڑی کوشش کی
ہے مگر وہ ہم سے کرایہ نہیں لیتیں اس کے علاوہ اسپتال میں جو میں نے ان کے
لیے تصاویر بنائی تھیں اس کا انہوں نے مجھے معاوضہ بھی اس قدر دیا جو کم از کم
اس ملک میں کوئی بھی نہیں دیتا۔

جواب میں سدرہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی پھر کہنے لگی اب

جبکہ آپ کے ساتھ معاملہ طے ہو گیا ہے تو میں کام کی ابتدا کرنے سے پہلے یہ
دوں کہ میں بہت کم بولنے کی عادی ہوں اپنے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں سے بھی
توقع رکھتی ہوں کہ وہ کم سے کم گفتگو کریں زیادہ بولنے والوں کو میں قطعاً
نہیں کرتی۔ یہ باتیں میں آپ سے اس لیے کہہ رہی ہوں کہ آپ کو چونکہ میرے
ساتھ کچھ دنوں یا کچھ ہفتوں کے لیے کام کرنا ہوگا۔ لہٰذا آپ محتاط رہیے گا۔
زیادہ گفتگو کرنے والے شخص کو پسند نہیں کرتی۔ اس کے علاوہ میں آپ سے
بھی کہہ دوں کہ جب تک آپ میرے ساتھ کام کرتے ہیں مجھ سے یہ سوال
کیجیے گا کہ میں کون ہوں میرا شوہر کیسے۔ کب اور کیوں مر گیا۔ دیوار سائز کی
اس کی تصویر کیوں بنوانا چاہتی ہوں اور یہ کہ ہم کیا ہیں اور ہماری آمدنی کا ذ
کیا ہے۔ یا میرے ذاتی مشاغل کیا ہیں۔ بہرحال میں آپ سے یہ کہہ دوں کہ
کوئی کریمنل قسم کی لڑکی نہیں۔ میں ایک مقامی کالج میں انگلش کی لیکچرار ہوں
بچہ جو آپ میرے ساتھ دیکھ رہے ہیں اس کا نام نعمان ہے اور پیار سے ہم
نومی کہہ کر پکارتے ہیں۔ جبکہ خود یہ بچہ مجھے بانو کہہ پکارتا ہے۔ میرے خیال
ہمارے گھر سے متعلق اتنی تفصیل کافی ہے۔ یوں سمجھیے کہ ہم دو کے علاوہ
گھر کے تیسرے فرد ہمارے نانا ہیں۔ ان کا نام فصیح الرحمان ہے اور وہ
ریٹائرڈ بیرسٹر ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے گھر میں چوتھا فرد ہمارا ایک پرانا
خاندانی ملازم کمال ہے۔ اس کی کوئی اولاد نہیں۔ بیوی اس بے چارے کی
ہے۔ ہمارے گھر کا کھانا پینا سب کچھ اسی کے ذمے ہے۔ میرے خیال میں
سے زیادہ تعارف کی آپ کو ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔

جواب میں آفاق کہنے لگا۔ خاتون اس قدر بھی آپ تعارف نہ کراتیں
بھی میرا کام چل سکتا تھا۔ اب آپ مجھے یہ بتائیے کہ آپ دیوار کی جو پورٹریٹ
ہے وہ کب بنوانا پسند کریں گی۔ جواب میں سدرہ کہنے لگی آپ کو آسانی کب
گی۔ آفاق بولا مجھے تو یہی آسانی ہے کہ رات کے وقت کبھی بھی بنوا لیں

وہ کام کی طرف دھیان دے لوں گا۔ سدرہ کسی قدر خوشی کا اظہار کرتے
نے لگی ہاں مجھے منظور ہے بلکہ میں تو چاہوں گی آپ آج رات کو ہی یہ کام
جواب میں آفاق بولا آپ کی رہائش کہاں ہے۔ سدرہ بولی ہماری رہائش
کے بالکل قریب ہے۔ آپ لوگ ریگل چوک کے بائیں طرف ذرا ہٹ کر
ہم ریگل چوک کے دائیں جانب رہتے ہیں۔ آپ یہاں سے کتنے بجے
گھر لوٹیں گے۔ آفاق کہنے لگا میں مغرب کی اذان تک گھر پہنچ جاؤں
سدرہ کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی مغرب کی نماز کے بعد پھر آپ اپنے
ساتھ تیار رہیے گا میں آپ کو لینے آؤں گی۔ آفاق نے بڑی عاجزی
آپ کیوں زحمت کرتی ہیں آپ مجھے گلی نمبر یا مکان نمبر بتا دیں میں خود ہی
گا۔ سدرہ بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگی نہیں اس کی
ت نہیں۔ میرے پاس گاڑی ہے میں آپ کو لیجانے میں کوئی زحمت
نہ کروں گی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بچے کا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے وہ
گئی۔ آفاق اس کی طرف مزید دیکھے بغیر پہلے کی طرح اپنے کام میں لگ گیا

O

اس روز باغ جناح سے لوٹنے کے بعد آفاق تھوڑی دیر تک اپنے کمرے میں
سدرہ کے یہاں کام کرنے کے لیے سامان درست کرتا رہا۔ پھر وہ نہا دھو کر
نانا کے ساتھ بیٹھا اور ان کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد وہ اپنے
بھائی آصف کے پاس بیٹھ کر ان سے باتیں کرنے لگا تھا۔ اتنی دیر تک
وہاں پہنچ گئی تھی۔ سفید رنگ کی کار اس نے عمارت کے سامنے کھڑی
تو اس کمرے میں داخل ہوئی جو عروج۔ صدف اور صوبیہ کی رہائش
استعمال ہوتا تھا۔ وہ تینوں وہاں موجود تھیں بلکہ ان کے ساتھ سندس بھی
کے ساتھ گفتگو میں شریک تھی۔ سدرہ بچے کا ہاتھ تھامے جب اس
میں داخل ہوئی تو صدف نے بڑی خوش دلی سے اس کا استقبال کرتے

ہوئے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیٹھنے کو کہا۔ سدرہ آہستہ
آگے بڑھ گئی اور صدف اور عروج کے درمیان ایک خالی کرسی پر بیٹھ گئی
سامنے والی ایک خالی کرسی پر ہو بیٹھا تھا۔ کیا آفاق سے آپ کی ملاقات ہوئی
ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں سدرہ سے پوچھنے لگی۔

وہ اپنے پینٹنگ ورکشاپ میں تو نہیں ملے تھے اس ورکشاپ کا مالک
اچھا انسان ہے اس نے اپنا آدمی میرے ساتھ باغ جناح تک روانہ کر دیا
وہیں میں نے آفاق سے مل لیا تھا۔ ابھی میں اسے لینے آئی ہوں اس لیے
چھوٹی چھوٹی تصاویر میں نے آپ کے اسپتال میں دیکھی تھیں ان کے علاوہ
دیوار پر ایک کافی بڑی تصویر بنوانا چاہتی ہوں یہ تصویر میرے شوہر کی ہوگی
پہلی برسی چند دن تک آرہی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ ان کی برسی سے پہلے
اس دیوار پر یہ تصویر بن جائے جس پر میں نے پردے اور دوسری چیزوں کی
کر رکھی ہے۔ آفاق نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ رات ہی رات میں اس
کو بنا دے گا جس کے بعد باقی کام وہ اپنی مرضی سے آہستہ آہستہ کرتے رہے

سدرہ کے ان الفاظ کے بعد کمرے میں تھوڑی دیر تک کچھ خاموشی
صدف کی رسیلی اور بھڑکیلی سی آواز سنائی دی۔ اس لڑکے کا دماغ خراب
ہے۔ اب رات کو بھی جاگ کر یہ کام کرے گا۔ اسے اپنی صحت کا خیال
ہے۔ دن بھر کام کرتا ہے۔ اب جب یہ رات کو جاگے گا اور آرام کرنے کا
نہیں ملے گا تو پھر کیسے گزارہ ہوگا۔ یہ لڑکا اپنے آپ کو بیمار کرنے کے
تگ و دو کر رہا ہے۔ اتنی دیر تک آفاق بھی اس کمرے میں داخل ہوا
ساتھ والے کمرے سے اس نے اپنی بہن کی گفتگو سن لی تھی۔ مسکراتا ہوا
داخل ہوا۔ اور سدرہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے استفہامیہ سے
پوچھا آپ آگئیں ؟ سدرہ کہنے لگی اگر آپ تیار ہیں تو پھر چلیں۔ قبل
کہ آفاق کوئی جواب دیتا۔ صدف پھر غصیلی آواز میں بولی اور آفاق کو

ے کہنے لگی۔

آفاق یہ کام تم دن کے وقت بھی کر سکتے ہو۔ رات کو جاگ کر یہ کام کرنے
کی کیا ضرورت ہے تم رات کو جاگو گے اور دن کو بھی جدوجہد کرتے رہو گے تو
پھر کیسے صحت برقرار رہے گی۔ اس پر آفاق مسکراتے ہوئے آگے بڑھا جس کرسی
پر صدف بیٹھی ہوئی تھی اس کی پشت کی طرف آیا پیار سے دونوں ہاتھ اپنی بڑی
بہن کے کندھے پر رکھے اور بڑی معصومیت میں اسے کہنے لگا۔

کچھ نہیں ہوتا میری بہن۔ آپ جانتی ہیں کہ آپ کا بھائی بڑا سخت جان اور
محنتی ہے۔ آدمی کام کرتا ہوا ہی اچھا لگتا ہے۔ اور عنقریب جب کراچی اور شہر
کے فائیو اسٹار ہوٹلوں میں پینٹنگ کا کام مل رہا ہے وہ تو رات ہی کو کرنا ہوگا۔
پہلا سے مجھے کون بچائے گا۔ میں اکیلا نہیں میری بہن۔ ملک میں بیشمار لوگ ہیں
جو رات کو جدوجہد کرتے ہیں۔ اس دور میں روزی کمانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔
بہرحال آپ میری صحت کے متعلق فکر مند نہ ہوں۔ کل آپ دیکھیں گی جس
طرح تازہ دم آپ کے پاس سے جا رہا ہوں ویسا ہی تازہ دم لوٹونگا۔ قبل اس کے
کہ صدف جواب میں آفاق سے کچھ کہتی۔ صوبیہ قریب ہوئی اور اس کے کان
میں رازداری سے کہنے لگی باجی آفاق کے جانے کے وقت تو غصے اور خفگی کا اظہار
نہ کریں جب بھی یہ کسی کام پر جاتا ہے آپ اسے ہمیشہ بڑے خوشگوار موڈ میں
رخصت کرتی ہیں کیا ضروری ہے کہ آج اس کا ذہن ہرٹ اور مجروح کر کے اسے
بھیجا جائے۔ صوبیہ کی اس گفتگو سے صدف کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار
ہوئی۔ ہلکی سی چپت اس نے پیار سے صوبیہ کے گال پر لگائی۔ پھر اپنی جگہ سے وہ
اٹھ کھڑی ہوئی۔ آفاق کے بھی دونوں گال اس نے تھپتھپائے اور کہنے لگی اچھا
بھئی جیسی تمہاری مرضی اور ہاں سنو میرا خیال ہے کہ چائے کا تھرماس ساتھ لے
جاؤ۔ ہاں کام کے دوران آہستہ آہستہ تھوڑی تھوڑی پیتے رہنا۔ اس پر سدرہ فوراً
بولی اور کہنے لگی نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے چائے۔ کافی جو بھی ان کی

ضرورت ہوئی ان کو مل سکتی ہے۔ میرے نانا میزبانی کے بڑے ماہر ہیں وہ آ
کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دینگے۔ اس کے ساتھ ہی آفاق اپنا سامان
اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

آفاق کے جانے کے بعد عروج نے سدرہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
کے لیے ٹھنڈا منگواؤں یا چائے پئیں گی۔ سدرہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ز
شکریہ۔ نہ چائے پئیوں گی نہ ٹھنڈا۔ فی الوقت تو میں واپس گھر جاؤنگی۔
موقعہ پر سندس نے ہاتھ کے اشارے سے ننھے نوی کو اپنی طرف بلایا۔ جب
بچہ اس کے سامنے آیا تو سندس نے اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا اور پھر
ننھے بھائی تم کیا پیو گے۔ بوتل پیو گے یا چائے۔ بچے نے ایک بار سوالیہ سے ا
میں سدرہ کی طرف دیکھا پھر وہ مدہم اور میٹھی سی آواز میں کہنے لگا کچھ بھی نہیں

اتنی دیر میں آفاق دروازے پر نمودار ہوا تھا اندر آنے کے بعد اس
سدرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا خاتون آیئے چلیں۔

اس پر سدرہ فورا" اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی بچہ بھی اپنی جگہ سے ا
بھاگ کر انگلی پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ عروج۔ صدف۔ سندس اور صوبیہ بھی کھڑی
گئیں تھیں۔ پھر عروج بولی اور سدرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ اب جبکہ
ہم سے متعارف ہو ہی چکی ہیں تو کبھی کبھی چکر لگاتی رہا کریں۔ اس پر سد
خوشگوار مسکراہٹ میں کہنے لگی۔ ضرور آتی رہونگی۔ آپ کا ماحول مجھے ب
پسند آیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ بچے کا ہاتھ تھامے کمرے سے نکل گئی تھی
آفاق کے پیچھے پیچھے وہ عمارت سے باہر نکلی اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا بچے کو
اگلی نشست پر بیٹھ گئی تھی جبکہ آفاق کے لیے اس نے پچھلا دروازہ کھول دیا
اوپر گیلری میں عروج۔ صدف۔ صوبیہ اور سندس انہیں دیکھ رہی تھیں سدرہ
گاڑی اسٹارٹ کی اور وہاں سے وہ گاڑی کو سیدھا مال روڈ کی طرف لے گئی تھی
مال روڈ سے سدرہ گاڑی کو بیڈن روڈ پر لے گئی تھی۔ پھر وہ ایک ذیلی سڑ

پر مڑی اور پھر ایک عمارت کے پشتی حصے کے پاس اس نے گاڑی روک دی اور
بچے کو لیکر نیچے اتری۔ آفاق کو بھی اس نے نیچے اترنے کا اشارہ کیا۔ آفاق جب
نیچے اترا تو اس نے گاڑی کے شیشے چڑھا کر دروازے بند کر دیئے۔ پھر وہ مدہم سی
آواز میں کہنے لگی میرے ساتھ آیئے۔ آفاق اپنا سامان اٹھائے چپ چاپ اس کے
پیچھے ہو لیا تھا۔ وہ ایک تین منزلہ عمارت تھی جس کے سامنے والے حصے یعنی مین
روڈ کی طرف بڑی مارکیٹ تھی۔ لیکن پشتی حصے میں بالکل خاموشی اور سکون تھا۔
اس حصے میں عمارت کے اندر جانے کے لیے صرف ایک ہی سیڑھی دکھائی دے
رہی تھی۔ کار سے نکلنے کے بعد آفاق نے پہلے اس عمارت کا جائزہ لیا۔ اس نے
دیکھا عمارت نئی بنی ہوئی تھی۔ اور اس کا پشتی حصہ بھی فرنٹ کی طرح ستھرا اور
پختہ تھا۔ سدرہ دروازہ کھول کر سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی۔ آفاق بھی اس کے پیچھے
پیچھے ہو لیا۔ اس نے دیکھا کہ سیڑھیاں اس قدر وسیع اور عریض تھیں کہ بیک
وقت کئی کئی آدمی ایک ساتھ اوپر چڑھ سکتے تھے۔ اوپر جاتے ہوئے آفاق نے یہ
بھی اندازہ لگایا کہ وہ سیڑھیاں تیسری منزل کی طرف جاتی تھیں اور دوسری منزل
سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اوپر جانے کے بعد سدرہ نے ایک کمرے کا دروازہ
کھولا اور آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی آپ یہاں بیٹھیں میں نانا کو بلاتی ہوں۔
اس کے ساتھ ہی وہ بچے کا ہاتھ پکڑے پکڑے آگے نکل گئی تھی۔

وہ کمرہ جس میں آفاق داخل ہوا تھا شاید ڈرائینگ روم کے طور پر استعمال
ہوتا تھا کمرے کی ہر شے فرنیچر۔ لائیٹس اور ڈیکوریشن کا سامان انتہائی قیمتی۔ جدید
اور ایک دوسرے سے میچ کرتا ہوا تھا۔ کمرے کا ایک سرسری جائیزہ لیتے ہوئے
آفاق نے دیکھا فرش پر ایسا دبیز قالین تھا کہ پاؤں دھنستے تھے۔ بہرحال آفاق آگے
بڑھ کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور قریب ہی اپنا سامان اس نے اپنے سامنے رکھ لیا
تھا

تھوڑی دیر بعد ایک بوڑھا اس کمرے میں داخل ہوا۔ خاصہ لمبے قد اور اعلیٰ

ضیت کا مالک تھا۔ بال تقریباً" سفید تھے چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی تھی بالوں
اندی کی طرح سفید ہو چکی تھی تاہم چال ڈھال سے پتہ لگتا تھا کہ ابھی صحت
بی اچھی اور عمدہ ہے قریب آکر وہ بولا کہنے لگا میرا نام فصیح الرحمان ہے میں
مدرہ کا نانا ہوں۔ شاید آپ کے ساتھ گفتگو میں سدرہ نے میرا ذکر ضرور کیا ہوگا
آفاق نے آگے بڑھ کر ان سے ہاتھ ملایا اور کہا جی ہاں۔ وہ مجھ سے آپ کا
ہلے ہی کر چکی ہیں۔ فصیح الرحمان آگے بڑھ کر صوفے پر بیٹھ گئے اور آفاق کو
پکڑ کر انہوں نے اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ سامنے والے صوفے پر سدرہ بیٹھ گئی تھی
در نوی کو اس نے اپنی گود میں سمیٹ لیا تھا۔

تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی اتنی دیر تک ڈرائینگ روم کے
دروازے پر ایک بوڑھا نمودار ہوا اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیرسٹر فصیح
الرحمان آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگے یہ کمال ہے گھر میں اسے کمال بابا کہہ
ہم پکارتے ہیں۔ آفاق بولا اور کہنے لگا کہ سدرہ بی بی ان کا ذکر بھی مجھ سے کر چکی
ہیں۔ اس موقع پر سدرہ بی بی اور کمال کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ کمال بابا
سب کے لیے کافی بناؤ۔ ملازم وہاں سے چلا گیا اس کے جانے کے بعد بیرسٹر فصیح
الرحمان آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ دیکھو بیٹے ہماری خوش قسمتی ہے کہ تم
سدرہ کو مل گئے ہو ورنہ یہ کئی دنوں سے سرگرداں اور پریشان تھی۔ اس لیے
اس کے شوہر کی برسی قریب آرہی تھی۔ اور یہ کام یہ اس کی برسی سے پہلے
مکمل کر لینا چاہتی تھی۔ چونکہ اسے کوئی ڈھنگ کا مصور نہیں مل رہا تھا لہٰذا
بڑی پریشان تھی۔ ہماری خوش قسمتی یوں جانو کہ ہماری کچھ طبیعت خراب تھی
اور گذشتہ دنوں یہ مجھے طاہرہ اسپتال لے گئی وہاں جگہ جگہ دیواروں پر سینریاں
ہوئی تھیں جو اسے بے حد پسند آئیں۔ پھر اس نے اسپتال کی مالکہ ڈاکٹر طاہرہ
سے بات کی اور پھر اس نے تمہارا پتہ دے دیا۔ وہ طاہر اسپتال کی سینریاں میں نے
بھی دیکھی تھیں بڑی عمدہ تھیں اور بڑا صاف اور پر کشش کام ان میں کیا ہوا تھا

بھی ایسا ہی کام میری نواسی کو بھی کر کے دینا۔ یہ لڑکی بڑی نفاست پسند مگر ہے
خاموش طبع۔ زیادہ گفتگو پسند نہیں کرتی۔ اس پر آفاق کہنے لگا آپ فکر مند نہ
ہوں میری طرف سے کوئی شکائیت نہیں ہوگی۔ میں خود کم گو ہوں اور خاموشی کو
پسند کرتا ہوں اس پر بیرسٹر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اگر ایسا ہے تو آؤ بیٹے کام کی
ابتدا کریں۔ آفاق بھی کھڑا ہو گیا اور ان کے ساتھ ہو لیا۔ سدرہ اور نومی بھی
ان کے پیچھے پیچھے چل دیئے تھے۔

بیرسٹر فصیح الرحمان آفاق کو لیکر عمارت کے ایک کمرے میں داخل ہوئے۔
وہ خاصہ بڑا تھا۔ اور خوابگاہ لگتا تھا۔ طلسمی سی محسوس ہوتی تھی۔ کمرہ کے اندر
بچھا ہوا پلنگ۔ کتابوں کی شیلف۔ کپڑوں کی الماریاں اور دوسرا فرنیچر اور ڈیکوریشن
کا سامان انتہائی اعلیٰ پایہ کا اور قیمتی ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے قرینے اور سلیقے
کے ساتھ سجایا گیا تھا لگتا تھا وہ کمرہ ڈیکوریشن پیس کے طور پر رکھا گیا تھا اور اسے
استعمال میں نہیں لایا جاتا تھا۔ بیرسٹر فصیح الرحمان اس کمرے میں داخل ہوئے۔
اس کمرے میں بھی قالین ویسا ہی تھا جیسا ڈرائینگ روم میں تھا۔ پھر کمرے کی
بائیں طرف والی دیوار کی طرف دیکھتے ہوئے آفاق نے جائزہ لیا اسی طرف تصویر
بنانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ فصیح الرحمان بھی اس دیوار کے قریب جا کر ٹھہر گئے
تھے۔

اس دیوار پر سفید رنگ کا باریک اور انتہائی قیمتی پردہ لٹک رہا تھا جونہی سدرہ
نے اس کمرہ کا پنکھا آن کیا وہ پردہ بڑے خوبصورت انداز میں لہرئیے لینے لگا تھا۔
بیرسٹر فصیح الرحمن نے آگے بڑھ کر اس کی ڈور کھینچی اور پردہ کھل گیا۔ آفاق نے
دیکھا کہ ٹیک کی لکڑی کا بڑا اور عمدہ قسم کا تصویر کے لیے فریم بنایا گیا تھا۔ اور
فریم کے اندر جہاں تقریباً" تصویر بنائی جانی تھی وہاں لکڑی کو پہلے سے سفید رنگ
کا پینٹ کر دیا گیا تھا۔ آفاق نے آگے بڑھ کر فریم کا جائزہ لیا پھر وہ کہنے لگا بڑا اچھا
اور بڑا عمدہ فریم ہے اور جس پر تصویر بنائی جانے والی ہے وہ بھی اچھی لکڑی ہے

آفاق نے یہ بھی دیکھا کہ اس فریم کے نیچے کافی بڑا میز رکھا گیا تھا اور اس پر ایک کرسی بھی رکھی ہوئی تھی۔ اس موقع پر سدرہ بولی اور آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اس میز پر کھڑے ہو کر بڑی آسانی سے آپ کام کر سکتے ہیں۔ تصویر کے اوپر کا حصہ کھڑے ہو کر آپ بنا سکتے ہیں اور نچلا حصہ بیٹھ کر بنا سکتے ہیں اس کے ساتھ ہی سدرہ نے میز کی دراز کھولی اس میں سے ایک تصویر نکالی اور آفاق کو تھماتے ہوئے اس نے کہا یہ تصویر آپ نے یہاں بنانی ہے۔ آفاق نے تصویر لے لی۔ پھر تھوڑی دیر تک وہ تصویر کا جائزہ لیتا رہا اس کے بعد وہ بیرسٹر صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اگر آپ لوگوں کی اجازت ہو تو میں اپنا کام شروع کر دوں۔ اس پر بیرسٹر فصیح الرحمان خوش دلی سے کہنے لگے ضرور بیٹے تم اپنے کام کی ابتدا کرو۔ آفاق پھر بولا اور کہنے لگا اس کے لیے میری ایک شرط ہے کہ اس کمرے میں اور کوئی نہیں رہے گا۔ بیرسٹر مسکراتے ہوئے بولے ہم دونوں ابھی جا رہے ہیں۔ ہم رات کو زیادہ جاگنے کے عادی نہیں ہیں۔ میں اور میری نواسی دونوں سو جائیں گے۔ ہاں کمال بابا رات کو جاگے گا۔ پر وہ آپ کے ساتھ اس کمرے میں نہیں بیٹھے گا اس کمرے سے ذرا آگے اس کا کمرہ ہے جس میں وہ رہتا ہے۔ رات کو جب کسی چیز کی ضرورت ہو بیٹے تم بلا تکلف آواز دیکر اسے بلا سکتے ہو۔ چائے کی ضرورت ہو۔ کافی چاہیئے یا کھانے کی کوئی چیز چاہیئے کمال بابا ہر چیز تمہیں مہیا کرے گا۔ اس پر آفاق کہنے لگا۔ مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں میں چائے۔ کافی کسی چیز کا عادی نہیں ہوں۔ بس میں اپنے کام کی ابتدا کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی آفاق نے آگے بڑھ کر اپنا بریف کیس میز پر رکھ دیا اور خود بھی میز پر چڑھ گیا تھا۔ بیرسٹر فصیح الرحمان۔ سدرہ اور نوی تینوں کمرے سے نکل گئے اور کمرے کا دروازہ انہوں نے بند کر دیا تھا۔

آفاق نے اپنے کام کی ابتدا کر دی تھی اور وہ تصویر بنانے کے لیے چوکور ٹیبل لگانے لگا تھا۔ اس کے لیے کبھی وہ میز پر کھڑا ہوتا کبھی کرسی کے اوپر بیٹھتا۔ کبھی کرسی پر کھڑا ہو جاتا۔ تھوڑی دیر تک کمال بابا اس کے لیے کافی لے آیا تھا۔ کرسی کے اوپر بیٹھے بیٹھے اس نے کافی پی کا خالی کپ کمال کو تھما دیا اس موقع پر کمال کہنے لگا۔ بیرسٹر صاحب کا حکم ہے کہ آپ کسی چیز کی ضرورت محسوس کریں تو مجھے آواز دیکر بلا لیں۔ اس پر آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگا کمال بابا آپ کی بڑی مہربانی۔ میں بہت ہی کم ضروریات رکھنے والا انسان ہوں رات کو مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تم آرام سے اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔ اب میں اپنے کام کی ابتدا کرتا ہوں۔ کمال خالی کپ لیکر کمرے سے نکل گیا تھا جبکہ آفاق نے پھر اپنے کام کی ابتدا کر دی تھی۔

صبح جب کچھ دھوپ چڑھی اور بازار میں رونق سی آنے لگی تو سدرہ اپنے شوہر کی اس خوابگاہ میں داخل ہوئی جس میں رات کو آفاق کام میں مصروف تھا۔ اس نے دیکھا آفاق اس میز پر لیٹا ہوا تھا جس میز پر وہ رات بھر کام کرتا رہا تھا۔ اس کا بریف کیس ایک طرف کھلا پڑا تھا اس کے اندر مختلف رنگوں کے ڈبے اور برش پڑے ہوئے تھے اور کچھ برش میز پر بھی بکھرے ہوئے جبکہ میز پر آفاق لیٹا گہری نیند سو رہا تھا۔ دیوار پر پردہ کھینچ دیا گیا تھا۔ بڑی جستجو میں سدرہ آگے بڑھی۔ پردے کی ڈوری جب اس نے کھینچی تو تڑپ کر رہ گئی۔ آفاق تصویر مکمل کر چکا تھا۔ اور تصویر دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے واقعی کوئی شخص مسکراتے ہوئے کھڑا ہو۔ سدرہ کافی دیر تک اس تصویر کو بڑے غور سے دائیں بائیں ہو کر دیکھتی رہی اور مسکراتی رہی۔ لگتا تھا اس کے چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئیں تھیں پھر وہ الٹے پاؤں کمرے سے نکلی اور زور سے پکارنے لگی نانا ابو۔ نانا ابو ادھر آئیے۔

تھوڑی ہی دیر بعد بیرسٹر فصیح الرحمان وہاں نمودار ہوئے اور پریشانی میں پوچھنے لگے کیا ہوا میری بیٹی۔ سدرہ ان کا ہاتھ تھامے اپنے شوہر کی خوابگاہ میں لے

گئی پھر تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگی نانا ابو تصویر کو دیکھیں کس
درجے کی اس شخص نے تصویر بنائی ہے۔ میں امید بھی نہیں کر سکتی تھی کہ
ہی رات میں یہ شخص اتنی عمدہ تصویر بنائے گا۔ نانا ابو جس قسم کی تصویر
چاہتی تھی بعین شخص نے یقیناً ویسی ہی بنائی ہے۔ بیرسٹر فصیح الرحمان بھی آگے بڑھ
کچھ دیر اس تصویر کو بغور دیکھتے رہے پھر کہنے لگے میری بیٹی تیرا کہنا درست ہے
یہ شخص ہے بڑے کمال کا آرٹسٹ۔ اس تصویر کو اس نے قدرتی بنا کر رکھ دیا
ہے۔ پر یہ شخص میز پر کیوں لیٹا ہے۔ اسے جگانا چاہئے اور دوسرے کمرے میں
کر اسے آرام کا موقع دینا چاہئے۔

سدرہ کہنے لگی نہیں۔ نانا ابو یہ سویا ہوا ہے اسے سونے ہی دیں۔ قبل اس
کے کہ سدرہ مزید کچھ کہتی آفاق ایک انگڑائی لیتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ پھر وہ میز سے نیچے
اترا اور اپنا سامان اور چھیلے ہوئے برش سمیٹ کر بریف کیس میں رکھنے لگا۔ فصیح
الرحمان اور سدرہ آگے بڑھ کر اس کے قریب آئے پھر سدرہ بولی اور آفاق کو
مخاطب کر کے کہنے لگی۔

آپ اس میز پر سوئے ہوئے تھے اور میں تصویر کو دیکھ چکی ہوں۔ آپ
واقعی ایک اچھے آرٹسٹ ہیں۔ اس تصویر کے لیے جس قسم کا خیال میں نے اپنے
دل میں بنا رکھا تھا آپ نے تصویر عین اس کے مطابق بنائی ہے۔ اور یہ اس فریم
میں انتہائی مناسب اور خوبصورت لگ رہی ہے نانا ابو بھی اس تصویر کو دیکھ چکے
ہیں۔ آپ سے مجھے ایک شکایت ہے۔ کمال بابا بتا رہے تھے کہ آپ نے رات کو
نہ چائے پی نہ کافی اور ساری رات خاموشی سے دروازہ بند کر کے اپنے کام میں
لگے رہے۔ کمال بابا کا کہنا ہے کہ وہ ساری رات اپنے کمرے میں بیٹھ کر جاگتے
رہے لیکن آپ نے انہیں آواز تک نہ دی۔ اس پر ساری اشیاء اپنے بریف
کیس میں پیک کرنے کے بعد آفاق اپنا لباس درست کرتے ہوئے کہنے لگا۔

میں نے رات ہی کے وقت آپ سے کہہ دیا تھا کہ میں چائے کافی کا عادی
نہیں ہوں کبھی کبھی دل چاہا تو پی لی۔ میں نے اپنے آپ کو کسی نشے یا ایسی عادت
میں مبتلا نہیں رکھا حتیٰ کہ میں سگریٹ بھی نہیں پیتا ہوں۔ بس یوں سمجھ لیں کہ
اپنی ذات میں میں ایک بے ضرورت سا انسان ہوں۔ نہ ہی میں نے اپنے آپ کو
کسی تکلفات میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس کے ساتھ ہی آفاق نے بریف کیس اٹھا
لیا اور سدرہ اور بیرسٹر صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا آپ ایک نظر پھر
تصویر کو دیکھ لیں اگر آپ کے خیال میں کہیں کسی تبدیلی کی ضرورت ہو تو میں کر
سکتا ہوں۔ ورنہ میں اب جاتا ہوں جواب میں سدرہ کہنے لگی تصویر میں نہ کسی
تبدیلی کی ضرورت ہے نہ اس میں کہیں کمی ہے۔ لیکن آپ جا نہیں سکتے۔ اس پر
آفاق نے چونک کر سدرہ کی طرف دیکھا اور پوچھا خاتون میں آپ کا مطلب نہیں
سمجھا۔ سدرہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہہ رہی تھی۔

دیکھئے آپ یہ نہ خیال کیجئے کہ باہر ابھی اندھیرا ہے اور رات چھائی ہوئی
ہے۔ باہر دھوپ چڑھی ہوئی ہے۔ اور سورج کافی دیر ہوئی طلوع ہو چکا ہے اب
آپ ناشتہ کئے بغیر نہیں جائیں گے۔ اس پر آفاق جلدی میں کہنے لگا نہیں۔ اس
کی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہاں سے سیدھا گھر جاؤں گا۔ نہا دھو کر فریش ہونگا
ناشتہ کر کے سیدھا پینٹنگ شاپ چلا جاؤں گا۔ سدرہ پھر بڑی نرمی میں کہنے
لگی۔ پینٹنگ شاپ جانے سے آپ کو کوئی روکے گا نہ منع کرے گا لیکن ناشتہ کئے
بغیر آپ نہیں جائیں گے۔ اس لیے کہ اب تو ڈاکٹر عروج اور آپ کی دونوں
بہنوں کے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا ہو گیا ہے اور ان سے دوستی بھی ہو گئی ہے وہ کیا
خیال کریں گی کہ میں نے آپ کو ناشتے کے بغیر ہی گھر سے نکل جانے دیا۔ ایسا ہر
گز نہیں ہو سکتا۔ قبل اس کے آفاق جواب میں کچھ کہتا بیرسٹر فصیح الرحمان بولے
اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگے۔ سنو بیٹے تم ساری رات کام میں مصروف رہے
اور اب تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ یہاں سے فارغ ہو کر سیدھے پینٹنگ
شاپ چلے گئے تو بوریت محسوس نہ کرو گے۔ اس طرح تو تم لو بلڈ پریشر کے مریض

ہو کر رہ جاؤ گے۔ محنت بہت اچھی چیز ہے مگر ایک حد میں رہ کے۔ زیادہ کام
دماغی تھکن کا شکار ہو جاؤ گے۔ میرے خیال میں تم نہا دھو لو۔ فریش ہو جاؤ
یہاں آرام کرو۔ آفاق مسکرا کر کہنے لگا۔ بیرسٹر صاحب ایسا ممکن نہیں۔ میرا
ضروری ہے۔ ابھی میری عمر بلڈ پریشر کی نہیں محنت کرنے کی ہے۔ اور میں
سے فارغ ہو کر نہا دھو کر سیدھا پینٹنگ شاپ ہی جاؤں گا۔

سدرہ پھر بولی اور بیرسٹر صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ نانا یہ مانیں گے
نہیں۔ میرے خیال میں یہ کچھ ضدی لگتے ہیں۔ آج انہیں ناشتے تک ہی روکے
ہیں پھر کبھی انہیں روکنے کی کوشش کریں۔ اب تو ان کا ہمارے یہاں آنا جانا
رہیگا۔ ابھی انہوں نے ہمیں بہت سی تصاویر بنا کر دینی ہیں۔ اس کے بعد سدرہ
آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے بولی دیکھئے میں آخری فیصلہ کرتی ہوں اب اس کے
سامنے آپ مزید بولنے کی کوشش نہ کیجئے گا۔ یہ بریف کیس جو آپ نے جانے
کے لیے پکڑ لیا ہے اسے میز پر ہی رکھ دیجئے۔ اس میں سے کوئی بھی اس گھر کا فرد
چیز نکالنے کی کوشش نہیں کریگا۔ پہلے آپ نہائیے۔ شیو بنائیے۔ ناشتہ کرنے کے
بعد پھر آپ بخوشی گھر جا سکتے ہیں۔ آپ یہیں رکیے میں آپ کو تولیہ اور شیو کا
سامان لا کے دیتی ہوں۔

مجبور سا ہو کر آفاق نے ہاتھ میں رکھا ہوا بریف کیس میز پر رکھ دیا تھا۔ اور
وہیں کھڑا ہو گیا تھا۔ بیرسٹر صاحب بھی کھڑے رہے۔ تھوڑی دیر تک سدرہ لوٹی
اس کے کندھے پر صاف ستھرا اور بڑا سا ایک تولیہ تھا۔ اور ہاتھ میں شیونگ بکس
تھا۔ سدرہ نے تولیہ آفاق کے کندھے پر رکھ دیا اور شیونگ بکس اسے تھماتے
ہوئے کہا۔ آپ میرے ساتھ آئیے میں آپ کو باتھ دکھاتی ہوں۔ نہائیں، شیو
کریں اس کے بعد ناشتہ کریں پھر آپ جا سکتے ہیں۔ سدرہ کی اس گفتگو سے آفاق
الجھا الجھا کھڑا تھا کہ بیرسٹر صاحب نے اسے مخاطب کیا اور مسکراتے ہوئے کہنے
لگے

آفاق بیٹے تم خوش قسمت ہو جب سے سدرہ کا شوہر فوت ہوا ہے نہ ہی
اس نے کسی کو اس طرح نہانے کے لیے تولیہ دینے کی زحمت کی ہے اور نہ ہی
کسی کو اس نے یہ شیونگ بکس استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ یہ شیونگ
بکس جو اس نے تمہیں تھمایا ہے یہ اس کا شوہر فارن سے اپنے لیے لے کر آیا
تھا۔ جب سے وہ فوت ہوا ہے اس شیونگ بکس کو اس نے کبھی کسی کو ہاتھ تک
لگانے نہیں دیا۔ ہمارے یہاں اس دوران کئی رشتہ دار مہمان آکر ٹھہرے لیکن
سدرہ نے ان کے لیے بازار سے دوسرے شیونگ سیٹ منگوائے پر یہ شیونگ سیٹ
اس نے کسی کو استعمال کرنے نہیں دیا۔ بیٹے تم خوش قسمت ہو کہ یہ اپنے ہاتھ
سے تمہیں شیونگ سیٹ پیش کر رہی ہے اور یہ تولیہ دینے کی زحمت بھی اٹھا رہی
ہے لہٰذا اس کی بات مان لو نہاؤ دھو ناشتہ کر لو پھر چلے جانا۔

آفاق ایسا کرنے پر تیار ہو گیا تھا جس کے جواب میں سدرہ کے چہرے پر ہلکی
سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگی آپ میرے ساتھ آئیں آفاق چپ چاپ
اس کے پیچھے ہو لیا سدرہ اس کو باتھ تک لے گئی۔ آفاق نے شیو بنایا۔ غسل
کیا دونوں نانا اور نواسی کے ساتھ اس نے ناشتہ کیا۔ ناشتہ کے بعد وہ اپنی جگہ
سے اٹھا اور سدرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا میں اب جاتا ہوں۔ آپ نے بھی کالج
جانا ہے کافی دیر ہو جائے گی۔ اس پر سدرہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی نہیں ایسی بات
نہیں ہے یہ جو آپ نے تصویر بنائی ہے اس کی خوشی میں آج میں کالج نہیں جاؤں
گی اور نوری اسکول نہیں جائے گی۔ میرے خیال میں آج ہم سب لوگ دن بھر
آپ کی بنائی ہوئی تصویر ہی کو دیکھتے رہینگے۔ اور ہاں اب اصل موضوع کی طرف
آئیں اور وہ یہ کہ اس تصویر کا آپ کو ہم نے کیا دینا ہے۔ اس پر آفاق کہنے لگا جو
آپ کی مرضی میں آئے دیدیں۔ اس کے ساتھ ہی آفاق ڈائننگ روم سے نکل کر
باہر کی طرف گیا جہاں اس نے اپنا بریف کیس رکھا ہوا تھا۔ اس کی غیر
موجودگی میں بیرسٹر فصیح الرحمان اور سدرہ نے شاید کوئی فیصلہ کیا۔ پھر دوسرے

کمرے میں جا کر سدرہ پانچ پانچ سو کے نوٹوں کی ایک گڈی لے آئی دونوں نانا
نواسی پھر اس کمرے میں آئے جس میں آفاق داخل ہوا تھا۔ پانچ سو کے نوٹوں کی
یہ گڈی سدرہ نے آفاق کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ آپ نے پوری لگن توجہ
سے یہ تصویر بنائی ہے۔ آپ اپنی مرضی سے اس تصویر کا جو معاوضہ لینا چاہتے
ہیں لے لیں کوئی آپ کا ہاتھ نہیں روکے گا۔

آفاق نے وہ پانچ پانچ سو کے نوٹوں کی گڈی اٹھا کر لمحہ بھر کے لیے اسے غور
سے دیکھا۔ پھر اس میں سے چند نوٹ اس نے لیے۔ باقی گڈی اس نے سدرہ کو
واپس کرتے ہوئے کہا۔ آپ کی بڑی مہربانی شکریہ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا
بریف کیس اٹھایا۔ بیرسٹر صاحب سے مصافحہ کیا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے
جانے کے بعد سدرہ نے بیرسٹر فصیح الرحمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ نانا یہ شخص
لالچی نہیں ہے۔ میرے خیال میں اس نے زیادہ ہی تکلف سے کام لیتے ہوئے
محنتانہ کم وصول کیا ہے۔ اس کی جگہ اگر میں آرٹسٹ ہوتی اور تصویر بناتی تو جس
قدر نوٹ اس نے اس گڈی سے نکالے ہیں میں اس سے کم از کم دس گنا
نوٹ نکالتی تب میری تسکین ہوتی۔ بہرحال پھر کسی اور موقع پر اس شخص کے
اس معاوضہ کی کمی کو پورا کریں گے۔ نانا یہ شخص ہے تو ضرورت مند لیکن ناجائز
ذرائع سے کھانے اور جمع کرنے کا عادی نہیں لگتا۔ ایسے لوگ معاشرہ کا نمونہ
ہوتے ہیں اور حقیقی معنوں میں یہی لوگ اپنے معاشرہ کی عکاسی کرتے ہیں۔ بیرسٹر
فصیح الرحمان نے بھی سدرہ کے ان خیالات کی تائید کی پھر وہ دونوں نانا اور نواسی
ڈائننگ روم کی طرف چلے گئے تھے۔ ○

ایک روز شام کے قریب عروج بڑی تیزی سے اپنے کمرے سے نکلی اور
زور سے سندس کو آوازیں دینے لگی تھی۔ اور سندس اپنے کمرے سے نکل کر
جب گیلری میں نمودار ہوئی تو عروج نے اسے ہاتھ کے اشارے سے بلاتے ہوئے
کہا جلدی کرو تمہاری مما کا فون ہے۔ سندس بھاگتی ہوئی عروج، صدف اور منی کے
کمرے میں آئی۔ میز پر رکھا ہوا اس نے ریسیور اٹھایا اور دھیمی اور خوشگوار سی
آواز میں کہنے لگی سندس بول رہی ہوں۔ دوسری طرف سے اس کی ماں عظمیٰ کی
آواز تھی۔ کیسی ہو بیٹی جواب میں سندس نے خوشگوار لہجہ میں کہا۔ ٹھیک
ہوں مما آپ میری کوئی فکر نہ کریں۔ جواب میں عظمیٰ نے پوچھا بیٹی جس کام کے
لیے تم نے وہاں قیام کر رکھا ہے اس کا کیا بنا۔

سندس تھوڑی دیر تک سوچ و بچار کرتی رہی پھر وہ شاید کوئی بات بناتے
ہوئے بولی۔

مما ابھی بات وہیں کی وہیں ہے میں اپنی طرف سے کافی کوشش کر چکی ہوں
عروج، صدف اور صوبیہ بھی اس سلسلہ میں میری مدد پر آمادہ ہیں اور مدد کر رہی
ہیں لیکن اس آفاق کے دل اور ذہن میں میرے خلاف کچھ ایسا زہر گھل گیا ہے
کہ وہ اس موضوع پر ہی نہیں کسی بھی موضوع پر میرے ساتھ گفتگو کرنے کے
لیے تیار نہیں ہے۔ جب کبھی بھی وہ اپنے کمرے میں یا عروج، صدف اور منی کے
پاس بیٹھا ہوتا ہے اور میں اس سے بات کرنے کے لیے جاتی ہوں تو وہ کمرے
سے اٹھ کر باہر نکل جاتا ہے۔

ریسیور پر تھوڑی دیر کے لیے خاموشی رہی شاید عظمیٰ مقصود کچھ سوچ رہی
تھی پھر اس کی آواز ابھری بیٹے اگر نہیں معاف کرتا تو رہنے دو اس کے نہ
معاف کرنے سے کوئی کسی کا کاروبار یا کسی کے ارادے تو بدل کے نہیں رہ جائیں
گے تم نے اپنی طرف سے پوری کوشش کر لی ہے اب اگر وہ ضد اور ہٹ دھرمی
پر اتر آیا ہے تو رہنے دو بیٹی وہ اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش۔ میں کہتی ہوں تم
مزید وقت ضائع کیے بغیر گھر چلی آؤ تاکہ ہم شادی کی نئی تاریخ مقرر کرنے کا
کام کریں۔

اپنی ماں کی یہ ساری گفتگو سن کر سندس کے چہرے پر کچھ ناگوار سے جذبے
ابھرے ہوئے تھے۔ لمحہ بھر کے لیے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ پھر ہلکی سی

مسکراہٹ میں وہ اپنی ماں کو جواب دے رہی تھی۔

مما اب آپ اتنی جلدی نہ کریں مجھے کچھ سوچنے' مجھے اپنے ضمیر اور دل کا بوجھ ہلکا کرنے کا موقع دیں آخر آپ کو اتنی جلدی کیا ہے۔ عظمیٰ کی سنائی دی بیٹے مجھے تو جلدی نہیں ہے۔ فیصل آباد سے تمہارے چچا اور چچی فون کئی بار آچکے ہیں کہ شادی کی تاریخ ملتوی کر کے انتہائی حماقت کا ثبوت ہے اور یہ کہ اب وقت ضائع کیے بغیر کوئی دوسری تاریخ مقرر کی جائے اس علاوہ فرحان اور فائزہ بھی زور دے رہے ہیں کہ مزید وقت ضائع کیے بغیر شادی تاریخ مقرر کر دی جائے۔

سندس کے چہرے پر ناگواری اور برہمی سی برس گئی تھی۔ ماما شادی ہونی ہے یا فیصل آباد میں انکل اور آنٹی کی ہونی ہے۔ اور فائزہ کو اس معا بے چینی اور بے تابی کا اظہار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جہاں تک فرح تعلق ہے وہ اگر ایسی ہی بے چینی کا اظہار کرتا ہے تو اسے کہیں فیصل آباد جا خاموشی کے ساتھ کام کرے جب تاریخ مقرر کرنی ہوگی میں خود ہی بتا دوں گی کسی کو مجھے گائیڈ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی مجھ پر دباؤ اور زور ڈال تاریخ لینے کی ضرورت ہے اگر انہوں نے زیادہ دباؤ ڈالا ماما تو پھر میں انہیں سا تک بھی لمبی تاریخ میں مبتلا کر سکتی ہوں اور یہ اذیت ان کے لیے نا برداشت ہو جائے گی۔ لہذا میری طرف سے انہیں سمجھا دیں کہ آئندہ کے اس موضوع پر میرے ساتھ بالکل کوئی گفتگو نہ کریں جب شادی کی تاریخ کرنا ہوئی اور میں اس کے لیے ذہنی اور جسمانی طور پر تیار ہوئی میں خود دوں گی۔ اس سلسلہ میں دفتر میں پاپا کے ساتھ میری گفتگو تفصیل کے ساتھ ہو ہے۔ میں انہیں مطمئن کر چکی ہوں لہذا آپ کے علاوہ میں کسی کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو نہیں کرنا چاہتی۔ اور ہاں ماما فرحان اور فائزہ دونوں سے کہ کچھ دنوں کے لیے یہ دونوں فیصل آباد چلے جائیں جب شادی کی تاریخ ہوئی تو انہیں ٹیلیفون پر آگاہ کر دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی سندس نے ر ٹیلیفون سیٹ پر رکھ دیا تھا۔

○

چند دن کا وقفہ ڈال کر آفاق سدرہ کے لیے ایک تصویر مکمل کر کے اس کے کر لیکر گیا تھا۔ جب وہ ان کی عمارت کے دروازہ کے پاس آیا تو تھوڑی دیر تک ہاں کھڑا ہو کر وہ کچھ سوچتا رہا پھر اس نے گیٹ کے اوپر لگی ہوئی بیل دبا دی تھی۔ اوپر سے بیرسٹر صاحب کی بھاری آواز سنائی دی تھی۔ کون ہے؟ جواب میں آفاق کہنے لگا میں آفاق ہوں جی۔ بیرسٹر صاحب کی پھر خوش کن آواز سنائی دی۔ دروازہ کھلا ہے بیٹے اوپر آجاؤ۔ آفاق اخبار کے کاغذ میں لپٹی ہوئی تصویر اٹھائے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور بڑی تیزی سے عمارت کی وسیع سیڑھیاں چڑھنے لگا تھا۔ جب وہ اوپر گیا تو آخری سیڑھی کے سامنے بیرسٹر فصیح الرحمان کھڑے تھے۔ آخری سیڑھی طے کرنے کے بعد آفاق جب ان کے سامنے گیا تو اس نے ان سے مصافحہ کرنا چاہا لیکن بیرسٹر صاحب نے مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے بڑھانے کے بجائے آگے بڑھ کر آفاق کو گلے لگا لیا تھا۔

علیحدہ ہونے کے بعد آفاق نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔ بیرسٹر صاحب میں ایک تصویر مکمل کر کے لایا ہوں۔ سدرہ بی بی اگر گھر پر ہوں تو انہیں یہ دکھا دیں بیرسٹر آفاق کا بازو پکڑ کر ڈرائنگ میں لے گئے پھر اسے اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے کہنے لگے۔ بانو تو نوی کو لیکر بازار گئی ہوئی ہے۔ تھوڑی دیر تک لوٹنے ہی والی ہوگی۔ آفاق نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تصویر بڑی تپائی پر رکھ دی تھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے بیرسٹر صاحب بولے بیٹے میں کیا تمہاری اس بنائی ہوئی تصویر کو کھول کر دیکھ سکتا ہوں۔ اس پر آفاق نے وہ تصویر اٹھائی اور اس پر لپٹا ہوا اخبار ہٹاتے ہوئے کہا کیوں نہیں ضرور دیکھیے۔

تصویر کے اوپر سے کاغذ ہٹا کر آفاق نے تصویر بیرسٹر صاحب کے سامنے کر

بیرسٹر فصیح الرحمان نے تصویر آفاق سے لے لی۔ کافی دیر تک وہ تصویر کا
جائزہ لیتے رہے پھر انہوں نے آفاق کی طرف گہری نگاہوں سے دیکھا اور کہنے
لگے۔ بیٹے یہ تصویر بھی تم نے ایسی بنائی ہے جس کی تعریف کے لیے کم از کم
میرے جیسے ریٹائرڈ بیرسٹر کے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ بیرسٹر صاحب کے اس جواب پر
آفاق کھل کر ہنس دیا تھا۔ پھر وہ بڑی انکساری سے کہنے لگا نہیں۔ بیرسٹر صاحب
ایسی بھی کوئی بات نہیں یہ کوئی اتنا بڑا شاہکار نہیں جس کی تعریف کے لیے
الفاظ تک نہ تلاش کر سکیں۔

بیرسٹر صاحب نے آفاق کی پیٹھ تھپتھپائی۔

نہیں بیٹے میں رسمی تعریف یا کسر نفسی سے کام نہیں لے رہا۔ بلکہ حقیقی
معنوں میں اس تصویر کو ایک شاہکار کہا جا سکتا ہے۔ بہت عمدہ سینری ہے اور اس
میں جو جو مناظر پیش کیے گئے ہیں وہ قابل تعریف ہیں اس پر آفاق اپنی جگہ سے
اٹھ کھڑا ہوا اور بیرسٹر صاحب سے کہنے لگا۔ بیرسٹر صاحب اب میں جاتا ہوں
میں ذرا جلدی میں ہوں ایک دو روز تک دوسری تصویر بھی مکمل ہونے والی ہے
پھر وہ لیکر آؤنگا آدھی سے زائد وہ بھی مکمل ہو چکی ہے۔ پرسوں جمعہ ہے شاید
پرسوں لیکر آؤں۔ اس پر بیرسٹر صاحب تعجب سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولے
اور کہنے لگے۔

نہیں بیٹے میں تمہیں یوں نہیں جانے دونگا۔ تھوڑی دیر بیٹھو بانو آنے
والی ہے ایک تو وہ تمہاری موجودگی میں یہ تصویر دیکھ لے گی دوسرے اس کا
معاوضہ بھی ادا کرے گی مجھے اس سے متعلق کوئی تجربہ نہیں ہے۔ اس پر آفاق
کہنے لگا پیسوں کی کوئی ایسی جلدی نہیں جب میں اگلی بار آیا تو دونوں کے
لے لونگا۔ اب میں جاتا ہوں۔ بیرسٹر صاحب بولے نہیں رکو بیٹے اس کے آنے
تک انتظار کرو۔ ورنہ وہ مجھ سے ضرور پوچھے گی۔ کہ میں نے تمہیں روکنے کی
کوشش کی کہ نہیں اور میرے خیال میں وہ خفا بھی ہوگی۔ آفاق کہنے لگا نہیں

ہوں گی میں جلدی میں ہوں پھر آؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی آفاق تیزی سے
ڈرائنگ روم سے نکلا۔ بیرسٹر صاحب بھی اس کے پیچھے پیچھے ڈرائنگ روم سے باہر
آئے تھے۔ ایک بار پھر مڑتے ہوئے آفاق انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔
بیرسٹر صاحب برا مت مانئے گا۔ میں جلدی میں ہوں اس لیے رک نہیں رہا میں
پرسوں جمعہ کو ضرور حاضر ہونگا۔ اس کے ساتھ ہی وہ بڑی تیزی سے سیڑھیاں
اترتا ہوا۔ باہر نکل گیا تھا۔

آفاق کو گئے ہوئے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ سدرہ سامان سے لدی
پھندی گھر میں داخل ہوئی۔ اس کے ساتھ نومی بھی تھا اس نے بھی کچھ سامان اٹھا
رکھا تھا جب وہ دونوں ڈرائنگ روم کے دروازے پر آئے تو بیرسٹر صاحب نے آواز
دیتے ہوئے کہا بانو ادھر ہی آجاؤ بیٹے۔ سدرہ اور نومی دونوں ڈرائنگ روم میں
داخل ہو گئے۔ بیرسٹر صاحب کے سامنے تپائی پر پڑی ہوئی تصویر دیکھ کر سدرہ
چونک سی پڑی۔ اس کی آنکھوں میں ایک قابل رشک سی چمک پیدا ہوئی اور وہ
بڑے غور سے بیرسٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔ نانا ابو یہ تصویر
کہاں سے آئی۔

بیرسٹر صاحب تھوڑی دیر تک ہلکے ہلکے مسکراتے رہے۔ پھر ان کی چاہتوں
اور محبتوں بھری آواز ڈرائنگ روم میں بلند ہوئی۔

بیٹے یہ تصویر ابھی ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے آفاق دے کر گیا ہے کیسی ہے۔
اس پر سدرہ نے وہ تصویر اٹھا لی۔ کچھ دیر تک وہ تصویر کا جائزہ لیتی رہی۔ اس
کے خوبصورت چہرے پر رونق' اس کی آنکھوں میں چمک اور اس کے ہونٹوں پر
ہلکی ہلکی مسکراہٹ رقص کرتی رہی پھر وہ انتہائی خوش کن لہجہ میں کہنے لگی۔ نانا
ابو یہ سینری بنا کر بھی اس شخص نے کمال کر دیا ہے۔ اس کے ہاتھ میں حد درجہ کی
کشش اور جاذبیت ہے۔ میں سمجھتی ہوں یہ شخص جس کام کو بھی ہاتھ لگاتا
ہے اس میں جان ڈال کر رکھ دیتا ہے۔ کافی دیر تک اس تصویر کا جائزہ لینے کے

بعد تصویر سدرہ نے پھر تپائی پر رکھ دی اور بولی۔

نانا ابو آفاق اس وقت کہاں ہے اس پر بیرسٹر صاحب بولے وہ تو جا چکا ہے بیٹی۔ سدرہ نے عجیب سی بیزاری اور برہمی میں پوچھا نانا ابو کیا آپ نے اسے رکنے کے لیے نہیں کہا۔ آپ اسے یہ تو کہتے کہ میرا انتظار کر لیتا۔ اس پر بیرسٹر صاحب کہنے لگے بیٹے میں نے اسے بہت کہا کہ سدرہ تھوڑی دیر میں آنے والی ہے اس کے آنے تک انتظار کر لو۔ پر میری اس نے سنی ہی نہیں۔ یہ جا اور وہ جا۔ تصویر رکھ کر رکا بھی نہیں۔ اور بھاگ گیا۔ میں اس کے لیے کمال بابا سے چائے اور کافی کا کہنے والا تھا لیکن اس نے مجھے اس کا بھی موقع نہ دیا۔

بیرسٹر صاحب کی یہ ساری گفتگو سن کر سدرہ کے یادوں کی خوشبو اور شعلہ رنگ بہار جیسے خوبصورت اجلے شگفتہ اور شاداب چہرے پر محرومی کی پیاس، نا آسودہ جذبے اور بے رنگ خواب عود کر آئے تھے۔ اس کے چشم میگسار اور تبسم بار اور کجلائی سی معصوم اور فطرت کے رنگین جمال جیسی اور خوبصورت آنکھوں میں بے رونق آندھیاں جوش مارنے لگی تھی۔ اس کے لب شیریں پر تشنگی پھیل گئی تھی۔ پھر اس نے اپنی صندلی باہوں پر آستینیں درست کیں اور وہ سرخ رنگ کے غیر آباد اور بے آب و گیاہ صحرا میں دن بھر اٹھتے بگولوں کی سی کیفیت سناٹے فضاؤں کے سکوت میں چٹخارے کی سی دھیمی اداس دھن اور سوکھے حلقوم کی آواز میں بیرسٹر صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

نانا ابو یہ تو انتہائی بد تمیزی ہے۔ میں کوئی جاپان تو نہیں چلی گئی تھی۔ انہیں کم از کم تھوڑی دیر یہاں بیٹھ کر میرا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ جب انہیں آپ رکنے کے لیے کہا تو انہیں ہر صورت یہاں رک کر میرا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ کیا ایمرجنسی تو نہیں ہو گئی تھی۔ یا یہ کہ کوئی فلائیٹ نکل رہی تھی یا ٹرین چھوٹ رہی تھی۔ جس کے بغیر چارہ اور گذارا نہ تھا۔ مجھے ان کے اس رویے پر سخت صدمہ اور افسوس ہوا ہے۔ اس پر بیرسٹر کہنے لگے۔ بانو بیٹی وہ بیچارا ایک مصروف انسان

خفا ہونے کی کیا ضرورت تم پہلے اس کی تصویر دیکھ کر اس کے کام کی کرو۔

کچھ سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔

جہاں تک اس کے کام کا تعلق ہے۔ اس میں کوئی خامی اور کوئی کمی جو تصویر انہوں نے بنائی ہے عین میری خواہش اور عین میری چاہتوں ہے۔ لیکن مجھے سب سے بڑا گلہ صدمہ افسوس اور برہمی اس بات کی کہیں دور تو نہیں چلی گئی تھی یہیں بازار ہی میں تھی نیچے۔ انہیں کم از ظار کرنا چاہیے تھا۔ اس پر بیرسٹر صاحب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پیار کا بازو پکڑتے ہوئے اپنے پہلو میں بٹھاتے ہوئے کہا۔ اچھا بیٹے چھوڑو وہ کہہ رہا تھا کہ وہ پرسوں جمعہ کے روز پھر آئے گا۔ کہہ رہا تھا میں نے آدھی تکمیل کر لی ہے اور جمعہ کو مکمل کر کے وہ تصویر بھی

کا بازو پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھاتے ہوئے کہنے لگی۔

آپ نے اس تصویر کے سلسلہ میں انہیں کچھ رقم دی۔ اس پر بیرسٹر لگے۔ بیٹی میں نے کیا دینا تھا۔ مجھے کیا پتہ ہے۔ اس کے اور تمہارے طے ہوا ہے اور اس تصویر کا اسے کیا دینا ہے۔ اس پر سدرہ خوشی کا ہوئے کہنے لگی یہ تو آپ نے بہت اچھا کیا۔ میرے خیال میں جمعہ کو تو دونوں تصویروں کے پیسے انہیں اکٹھے دیدونگی۔ اور ساتھ ہی انہیں ہوگا کہ وہ ہمارے ہاں رکے کیوں نہیں۔ پھر سدرہ اپنی جگہ سے اٹھ جس قدر سامان خرید کر وہ لائی تھی وہ اس نے تپائی پر پھیلایا اور ہر چیز کھول کر دکھانے لگی تھی۔

کے روز آفاق کے آنے کی وجہ سے سدرہ کہیں باہر نہ نکلی تھی۔ اس اپنی نگرانی میں گھر کی صفائی کرنے والی ملازمہ سے صفائی کروائی۔

حالانکہ پہلے کبھی اس نے اس قدر نگرانی نہ کی تھی۔ اس روز اس نے
کیا تھا۔ پھر جب وہ صفائی کرنے والی ملازمہ چلی گئی تو سدرہ بیرسٹر صاحب
آئی وہ اس وقت نوی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھے لوڈو کھیل رہے
سدرہ ان کے پہلو میں آکر بیٹھ گئی اور بیرسٹر صاحب کو مخاطب کر کے کہنے
ابو اگر آپ کی رضا مندی ہو تو ایک کام کریں اس پر بیرسٹر صاحب نے
پھیر کر سدرہ کی طرف دیکھا اور بڑے پیار میں پوچھا۔ کیا کہنا چاہتی ہو بیٹی
سدرہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگی۔

نانا ابو آپ جانتے ہیں آج آفاق دوسری تصویر لیکر آئے گا۔ جس نے
نے دیوار والی تصویر بنائی تھی اس تصویر کو دیکھ کر میں اتنی خوش ہوئی تھی
نے دل میں ارادہ کیا تھا کہ اس شخص کی اس کارکردگی پر میں اس کی کوئی
ضیافت کروں۔ لیکن اس روز وہ یہاں رکا نہیں بلکہ بھاگم بھاگ چلا گیا۔
بھی آیا تو مجھے ملے بغیر آپ کو تصویر دیکر چلا گیا۔ میرے خیال میں اس
پھر آنے کا وعدہ کیا ہے۔ آج اسے کھانے پر روکیں گے اور کھانا بھی آپ
کے ساتھ مل کر میں خود تیار کروں گی۔ اس پر بیرسٹر صاحب نے بڑی شفقت
سدرہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگے بیٹی۔ اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے
کی کیا ضرورت ہے۔ ایسے کاموں میں کیا میں نے کبھی پہلے کوئی اعتراض
ہے۔ میری بیٹی اگر تم اس کے لیے کسی ضیافت کا اہتمام کرتی ہو تو مجھے
اعتراض ہو سکتا ہے بلکہ مجھے خوشی ہوگی کہ کم از کم تم کسی کے ساتھ
تو کرنے لگی ہو۔ بیرسٹر صاحب کی اس بات پر سدرہ کچھ شرما سی گئی تھی
کر ڈرائینگ روم سے بھاگم بھاگ نکل گئی تھی۔

کوئی گیارہ بجے کے قریب گھر کی گھنٹی جب بجی تو سدرہ بھاگتی ہوئی
آئی اور اوپر کی سیڑھی پر کھڑے ہو کر اس نے پوچھا کون ہے۔ باہر
آئی تھی۔ میں آفاق ہوں۔ اس پر سدرہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے

کھلا ہے آپ اندر آجایئے۔ خود سدرہ وہیں کھڑی رہی پھر تھوڑی دیر
کھلا اور آفاق سیڑھیاں چڑھتا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے اپنے بائیں ہاتھ
کاغذ میں لپٹی تصویر بھی پکڑ رکھی تھی۔
جب اوپر آیا تو سدرہ ایک طرف ہٹ گئی اور جب وہ ان کے نزدیک
گہری مسکراہٹ میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ یہاں تو ہر کوئی آج
سے آپ کا انتظار کر رہا تھا کہ دیکھیں آج آپ کیسی تصویر بنا کر لاتے
اتنی دیر تک ڈرائینگ روم سے بیرسٹر صاحب کی بھی آواز آئی تھی بانو بیٹی
ہے۔ جواب میں سدرہ مسکراتی اور کھلکھلاتی ہوئی آواز میں کہنے لگی ابو
گئے ہیں۔ بیرسٹر صاحب کی آواز پھر سنائی دی بیٹے اسے ڈرائینگ روم میں
لاؤ۔ میں دیکھوں یہ آج کیسا شاہکار لیکر آیا ہے۔ سدرہ آفاق کو ڈرائینگ
میں لے آئی۔ بیرسٹر صاحب نے پہلے کی طرح اٹھ کر آفاق کو گلے لگایا
پیشانی چومی اور اس کو اپنے پہلو میں بٹھایا۔ پھر وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگے
یہ جو کچھ لائے ہو سب سے پہلے مجھے دکھاؤ۔ میں دیکھوں کہ تمہارا دوسرا
کیسا ہے۔ جواب میں آفاق تصویر کے اوپر لپٹا ہوا کاغذ اتارنے لگا تھا۔
کاغذ اتارنے کے بعد آفاق نے وہ تصویر بیرسٹر صاحب کو تھما دی تھی۔ بیرسٹر
چند لمحوں تک اس کو دیکھتے رہے پھر کہنے لگے میاں تمہارے ہاتھ میں
کی صفائی اور کشش ہے۔ یہ سینری پہلی سینری سے بھی بڑھ کر ہے۔ بلکہ میں
کہ دونوں کو ایک ساتھ رکھا جائے تو دیکھنے والا یہی کہے گا کہ دونوں ایک
سے بڑھ کر ہیں۔ اس موقعہ پر سدرہ بھی آگے بڑھی اور آفاق کے سامنے
کرسی پر ہی بیٹھ گئی پھر وہ بیرسٹر صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگی نانا ابو اب
کریں مجھے بھی دیکھنے دیں۔ بیرسٹر صاحب نے مسکراتے ہوئے تصویر سدرہ
کو دی تھی۔ سدرہ بھی کافی دیر تک اوپر نیچے۔ دائیں بائیں تصویر کا جائزہ لیتی
پھر وہ آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی واقعی آپ کمال کے آرٹسٹ ہیں۔

اس تصویر میں بھی جو کچھ آپ نے دکھایا ہے وہ بالکل طبعی اور قدرتی محسوس ہوتا ہے۔

پھر سدرہ نے وہ تصویر تپائی پر رکھ دی۔ بھاگتی ہوئی وہ ڈرائینگ روم سے نکلی اور تھوڑی دیر میں واپس لوٹی اس کے ہاتھ میں سو سو کے نوٹوں کی ایک گڈی تھی اور وہ گڈی آفاق کی جیب میں خود ڈالتے ہوئے کہا یہ آپ کا اس پہلی تصویر دونوں کا معاوضہ ہے۔ آفاق غور سے نوٹوں کو دیکھنے لگا اس پر سدرہ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر آفاق کی جیب پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگی پہلے کی طرح اس میں سے نوٹ ہمیں لوٹائیے گا نہیں بلکہ یہ سب آپ کے ہیں۔ آفاق نے کہا میں سمجھتا ہوں یہ زیادہ ہیں۔ سدرہ بھی بے تکلف سی ہو کر بولی نہیں۔ زیادہ نہیں ہیں۔ آپ یہ سارے رکھیں اس میں سے آپ نے اگر ایک نوٹ بھی لوٹایا تو ہمارا آپ کا بائیکاٹ ہو جائے گا۔ اس پر آفاق نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا تھا اور اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں اب جاتا ہوں۔

سدرہ بھی کھڑی ہو گئی اور کسی قدر بے تکلف ہو کر کہنے لگی آج تو ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے۔ اس دن میں گھر پر نہیں تھی تو نانا ابو کو آپ چکر دے کر بھاگ گئے تھے۔ آج آپ کو دوپہر کا کھانا ہمارے ساتھ کھا کر ہی جانا پڑے گا۔ اس پر آفاق سنجیدگی میں کہنے لگا۔ نہیں نہیں۔ میں رکوں گا نہیں۔ میرا جانا ضروری ہے۔ سدرہ کہنے لگی دیکھئے پلیز مذاق نہ کیجئے آج آپ کو ہر صورت ہمارے ہاں رکنا ہوگا۔ آفاق کہنے لگا دیکھئے مس بانو میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ میں رکوں گا نہیں ہر صورت جاؤں گا۔

سدرہ بے چاری تو آفاق کو روکنے کا مصمم ارادہ کیے ہوئے تھی۔ دوسرے یہ کہ اس نے ضیافت کا بھی بہترین انتظام خود کر رکھا تھا لیکن آفاق کا یہ جواب سن کر اس کی حالت کچھ ایسی ہو گئی تھی جیسے شفق سے سجی شام صدیوں کے دکھ جیون کی گلابی آہٹوں میں وحشت کی برسات اور پریم کی ہلکی اور غبار صبح میں خانہ ویرانی اور بھسم کرتے سناٹے گھس آئے ہوں۔ آفاق کا بے تعلق سا جواب سن کر سدرہ بے چاری ٹوٹتی کرنوں، بکھرے زرد پتوں اور پانی بوندوں کی طرح ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنی جگہ پر کھڑی لرزتی کانپتی رہی پھر وہ غصے۔ غضبناکی برہمی اور ناراضگی میں موسلادھار بارش کی طرح پھٹ پڑی تھی۔

آپ اوروں سے اس قدر بے نیازی اور بیزاری کس بنا پر برتتے ہیں۔ کیا آپ اپنے استعاری عزائم اور قوت ارادی سے ہمیں اپنی برتری کا احساس دلانا چاہتے ہیں۔ ہم کوئی ایسے لاتعلق لوگ اور صورتیں نہیں ہیں کہ آپ سے آپ کے روپ رشتے، حرف و نظر اور ہجوم اور شناسائیاں چھین لیں گے۔ ہم کوئی کالے ذہنوں کے باسی نہیں ہیں کہ آپ کو ہنسی کے خواب۔ خواہشوں کے پیاس میں ڈبو کر کے رکھ دیں گے۔ ہم لوگ سینے کے پھٹے زخم پر نمک چھڑکنے والے نہیں بلکہ جینے کی تدبیر اور جذبوں کے تقاضے کی تکمیل کرنے والے ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم آپ کو یہاں روک کر آپ کے تخیل کے شاہکار۔ آپ کی تکمیل کا ہنر اور آپ کا جذبہ اور فن آپ سے چھین لیں گے۔ یا یہ کہ ہم آپ کو یہاں روک کر آپ کے عزم۔ حوصلے اور تخیل کے خود ساختہ زاویوں سے محروم کر دیں گے۔

اس موقع پر سدرہ کی حالت عجیب سی ہو گئی تھی۔ اس کا صبح کی شبنمی شب جیسا چہرا جسم جلاتے شعلوں میں تبدیل ہو گیا تھا۔ غصے کے مارے لگتا تھا وہ بھسم ہوتی جا رہی ہو اس کے گلابی لب اور مرمری عارض تیز ہوا میں بہار رنگ موسموں کے آنگن میں کھلتے گلاب رنگ شگوفوں کی طرح لرز اور کپکپا رہے تھے۔ جوانی کی خوابوں کی اجلی پریوں جیسی آنکھوں میں پیلی کلیوں۔ سوکھی بیلوں کی سی اداسی جوش مارنے لگی تھی۔ لگتا تھا آفاق کے جانے کے فیصلے نے سدرہ کو کانٹوں بھری الجھن کی داستان۔ گذرے لمحات کے افسانے زمانوں کے عذاب کی

اندھی کالی رت اور سناٹوں کی بستی کے شکن شکن خیالات میں مبتلا کرتے
ہو۔

اس موقع پر جب سدرہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہ کر اپنے غصے پر قابو
پانے کی کوشش کرنے لگی تب آفاق بولا اور کہنے لگا دیکھئے مس بانو آپ مجھے غلط
سمجھی ہیں۔ اس پر سدرہ فوراً" پھٹ پڑی اور کہنے لگی ہاں ہم ہی غلط سمجھی ہیں۔
آپ نے تو کبھی کوئی غلط فیصلہ ہی نہیں کیا۔ میں کہتی ہوں آپ یہاں سے
جائیے۔ آفاق پھر بولا مس سدرہ پہلے میری بات تو سنو اس بار سدرہ اپنی پوری
قوت اور طاقت سے چلائی۔ آئی سے شٹ اپ اینڈ گیٹ لاسٹ۔ آپ فوراً
یہاں سے دفع ہو جائیے اور پھر کبھی ادھر آنے کا رخ نہ کیجئے۔

سدرہ کے یہ الفاظ آفاق کے لیے یقیناً" ناقابل برداشت تھے۔ نہ جانے اس
نے لمحہ بھر کے لیے کیا سوچا اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا سو سو کے نوٹوں کی وہ گڈی
گڈی جو تھوڑی دیر پہلے سدرہ نے خود اپنے ہاتھ سے اس کی جیب میں ڈالی
وہ اس نے نکال لی۔ پھر وہ سو سو کے نوٹوں کی گڈی پوری قوت سے سدرہ کے
چہرے پر دے ماری تھی۔ سو سو کے وہ نوٹ سدرہ کے چہرے پر لگنے کے بعد
ادھر ادھر پھیل بکھر گئے تھے اس کے ساتھ ہی آفاق مڑا اور بڑی تیزی سے برآمدے سے
اترنے لگا تھا۔

اس موقع پر بیرسٹر صاحب بڑے غصے اور تلخی میں سدرہ کو مخاطب کر کے
کہنے لگے سدرہ بیٹی گھر آئے ہوئے مہمان سے یوں سلوک کیا جاتا ہے جو تم نے
کیا ہے۔ اگر اسے روکنا ہی تھا تو کسی طریقے۔ کسی جتن سے روکا جانا چاہیے تھا
یہ طریقہ نہیں جو تم نے استعمال کیا ہے۔ کم از کم تم نے اسے بتایا ہوتا کہ تم
سے اس کی ضیافت کے اہتمام میں لگی ہوئی ہو۔ تب وہ رکتا بھی۔ ہو سکتا ہے
بے چارہ صحیح کہہ رہا ہو۔ وہ بھاگ دوڑ کرنے والا آدمی ہے۔ ضرور اس کو
ضروری کام ہوگا۔ ورنہ وہ یہاں رکتا۔ میری بیٹی تم نے اس سے سخت زبان

تم نے اس سے شٹ اپ۔ گیٹ لاسٹ کے الفاظ قطعی استعمال نہیں کرنا
چاہیے تھے۔ اس کے ساتھ ہی بیرسٹر صاحب سیڑھیوں کی طرف لپکے اور زور زور
سے آفاق کو پکارتے ہوئے اسے رکنے کے لیے کہنے لگے تھے۔

بیرسٹر صاحب جب سیڑھیاں اتر کر باہر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ گلی کی
گلی کے آخری کونے کے قریب جہاں ذیلی سڑک بیڈن روڈ کی طرف گھومتی تھی
وہ وہاں تک پہنچ چکا تھا۔ بیرسٹر صاحب نے اسے آواز دیکر رکنے کے لیے کہا۔
وہ وہیں رک گیا۔ بیرسٹر صاحب تیز تیز چلتے ہوئے اس کے قریب آئے۔ پھر
بڑی شفقت میں اسے مخاطب کر کے سرگوشی اور رازداری میں کہنے لگے۔

بیٹے میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ سدرہ نے تمہارے ساتھ زیادتی کی
ہے۔ لیکن اگر تم اس کے حالات جانو تو تمہیں خود احساس ہو کہ اس میں اس کا بھی
قصور نہیں ہے۔ بیٹے یہ لڑکی اکیلے پن کی ستھا' فریب ذات کی خوشنمائی بھولی
بسری یادوں کی گردش ہجر کی اندھی راتوں دکھ کی ہواؤں اور عذاب رتوں کا شکار
ہے۔ اس کی روح میں ننھے کنکر پھنس گئے ہیں۔ اس کی آنکھوں کی سنسان راہوں
میں آگ موسموں کی طویل گرم دوپہر کی لو چل نکلی ہے۔

میرے بیٹے اس سدرہ کے سفید روپ سہاگن چہرے پر وقت کی بھٹکتی ارواح
کے بین لکھے گئے ہیں۔ اس کے اجلے شاداب خوبصورت چہرے پر بگولوں جیسی
ہولناک روحوں کا قبضہ ہے۔ اس کے شفق سے گلابی جسم پر سراپو جیسا بے جان
غلاف چڑھا ہوا ہے۔ جبکہ اس کی مسکراتی آنکھوں کے پیچھے رات کی کوکھ سے
اٹھنے والا آہوں اور آنسوؤں کا ایک ریلا ہے۔

میرے بچے میرے بیٹے تقدیر کے فرشتوں نے اس بچی کو باپ کی محبت اور
شفقت ماں کی مامتا اور نیک دعاؤں اور بچوں کی سرسری آوازوں سے محروم کر
دیا ہے۔ اس کی زندگی کے سارے رنگ کچے نکلے اس کی زیست کے سارے
لمحے جھوٹے ثابت ہوئے۔ یوں جانو اس کے قلب و نظر کا جمال اس کے نفس

نفس کی صدا اس کی کوری آنکھوں کے خواب اندیشوں کی عفریت ڈستی ویرانیوں
اور بنجر زمین کی کوکھ میں بدل گئے ہیں۔ میں اس کے نانا کی حیثیت سے ہر روز
اس کے لیے دعا مانگتا ہوں کہ کسی کے خیال و فکر اس کے لیے وسیلہ ثبات بنے
اور کسی کی دعاؤں کی تاثیر اس کے لیے حرمت کی تنویر اور روشنی کی سفیر ثابت
ہوتی۔ لیکن یہ بے گناہ اور معصوم بچی ابھی تک بیچاری ویرانیوں اور سنگلاخ لمحوں
میں بھٹکنے پر مجبور ہے۔

بیرسٹر صاحب کے یہ الفاظ سنکر آفاق چونک سا پڑا تھا پھر وہ کہنے لگا۔ بیرسٹر
صاحب جو کچھ کہنا ہے کھل کر کہئے۔ خوشنما الفاظ کی آڑ اور پہیلیوں میں مجھے ہو
سمجھانے کی کوشش نہ کیجئے۔ جو کچھ آپ نے کہا ہے میں کچھ نہیں سمجھا۔ خدارا
مجھے کھل کر بتائے کہ آپ اس سدرہ سے متعلق کیا کہنا چاہتے ہیں۔ اس پر بیرسٹر
صاحب اس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے۔

تفصیل سے ہی سننا چاہتے ہو تو پھر میرے ساتھ آؤ۔ کہیں بیٹھ کر میں تمہیں
پوری داستان سناتا ہوں۔ اس پر آفاق فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا میں گھر جاکر
اب سدرہ کا سامنا نہیں کروں گا۔ اس پر بیرسٹر صاحب نے کچھ سوچا پھر وہ آفاق کا
ہاتھ پکڑتے ہوئے کہنے لگے اچھا میرے ساتھ آؤ۔ آفاق چپ چاپ بیرسٹر صاحب
کے ساتھ ہو لیا۔ بیرسٹر صاحب اس ذیلی سڑک سے نکل کر پھر بیڈن روڈ پر آئے
پھر مال روڈ کی طرف چل دیئے۔ مال اور بیڈن روڈ کے سنگم کے قریب جہاں
ڈرائی فروٹ کی دوکانیں ہیں ان کے قریب ہی جو فروٹ جوس کی کافی بڑی دوکان
ہے بیرسٹر صاحب آفاق کو لیکر اس میں گھس گئے۔ دونوں آمنے سامنے ایک میز
پر بیٹھ گئے دوکان والے شاید بیرسٹر صاحب کے جاننے والے تھے اس لیے جونہی وہ
دوکان میں داخل ہوئے انہوں نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور انہیں ہاتھوں
ہاتھ لیا۔ بیرسٹر صاحب نے مینگو جوس کے دو گلاس کا آرڈر دیا۔ پھر وہ اپنا جسم
آفاق کی طرف جھکاتے ہوئے بڑی رازداری سے آفاق کو مخاطب کر کے کہنے
لگے۔

دیکھو آفاق بیٹے میں تسلیم کرتا ہوں کہ سدرہ نے تمہارے ساتھ زیادتی کی
ہے اور اسے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اس کے لیے میں اسے سمجھا کر اور
ڈانٹ کر بھی آیا ہوں۔ لیکن اس کے ایسا کرنے کی بھی ایک وجہ ہے۔

آفاق بڑی جستجو میں بولا وہی وجہ تو میں آپ سے پوچھتا ہوں۔

بیرسٹر صاحب پھر بولے دیکھ بیٹے بات یوں ہے کہ میرا ایک بیٹا اور ایک بیٹی
تھی۔ بیٹے کی اولاد صرف ایک بیٹا تھا اور بیٹی کی صرف دو بیٹیاں تھیں۔ ایک سدرہ
اور دوسری اس کی بڑی بہن جو ڈیفنس میں رہتی ہے۔ سدرہ کی منگنی اپنے ماموں
زاد یعنی میرے پوتے سے ہو چکی تھی۔ وہ بڑا اچھا بڑا نیک دل اور بڑا خیال رکھنے
والا بیٹا تھا۔ وہ الیکٹرانک کا انجنیر تھا۔ اور سعودی عرب کی ایک امریکن کمپنی میں وہ
نوے ہزار روپے ماہوار تنخواہ پا رہا تھا۔ سدرہ اور میرا وہ پوتا دونوں ایک دوسرے
کو دیوانگی کی حد تک محبت کرتے تھے۔ ڈیفنس میں جہاں سدرہ کی بڑی بہن رہتی
ہے وہاں میرے پوتے نے سدرہ کے لیے بھی ایک عالیشان کوٹھی بنائی تھی۔ اور
ان دونوں کا ارادہ تھا کہ شادی کے بعد وہ اس کوٹھی میں منتقل ہو جائیں گے۔

دیکھ بیٹے گذشتہ برس ہم نے اپنے پوتے اور اپنی نواسی سدرہ کی شادی کرنے
کا اہتمام کیا سدرہ کی بڑی بہن کی یہ خواہش تھی کہ سدرہ اس کے گھر سے الوداع
ہو کیونکہ سدرہ کی ماں اور اس کے باپ بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ اور سدرہ
اور اس کی بڑی بہن کی پرورش میں نے ہی ایک ماں اور باپ کی طرح کی تھی۔
تاہم سدرہ کے ماموں اور ممانی یعنی میرا بیٹا اور بہو دونوں زندہ تھے اور اس گھر
میں رہ رہے تھے۔ جس میں ابھی میں اور سدرہ رہ رہے ہیں۔ میں نے اپنی بڑی
نواسی کی خواہش کو رد نہیں کیا۔ اس کی اس تجویز کو منظور کر لیا کہ سدرہ کو اس
کے گھر سے وداع کیا جائے گا لہٰذا شادی سے چند روز پہلے سدرہ اپنی بہن کے
ہاں چلی گئی۔

پھر شادی کا منحوس دن بھی آیا۔ سدرہ اور میرے پوتے کا نکاح ڈیفنس میں ہوا وہاں سے سدرہ وداع ہوئی پر بدقسمتی سے جس کار میں سدرہ اپنے شوہر یعنی میرے پوتے۔ میرے بیٹے اور میری بہو کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی راستے میں بیورج فیکٹری کی ایک گاڑی سے اس کار کا بری طرح ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ اس ایکسیڈنٹ میں سدرہ معجزاہ طور پر بچ گئی جب کہ اس کا شوہر یعنی میرا پوتا۔ سدرہ کا سسر یعنی میرا بیٹا اور بہو تینوں ہی موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔

اس واقعہ نے سدرہ پر ایسا اثر کیا کہ یہ چڑچڑی اور بیزار بیزار سی رہنے لگی۔ میں نے اسے بڑا سنبھالا دینے کی کوشش کی۔ اس حادثہ کے چند ماہ بعد میں نے اسے اس کی بڑی بہن کے گھر رکھا لیکن وہاں بھی اس کا دل نہیں لگا۔ پھر میں اسے اپنے گھر لے آیا۔ سدرہ چونکہ اپنے شوہر سے بے پناہ محبت کرتی تھی لہٰذا یہ حادثہ اس کی زندگی کا روگ بن گیا۔ یہ چپ چپ اداس اداس رہنے لگی بعد میں اس نے لکچرار شپ کر لی اس لیے کہ اس نے شادی سے پہلے ہی انگریزی میں ایم۔ اے کر رکھا تھا۔ سروس کر لینے سے یہ کسی حد تک بہل تو گئی لیکن اس کے اندر سے مکمل طور پر وہ دکھ اور وہ گھٹن نکل نہ سکی۔

اب اس حادثے کو ایک سال پورا ہونے کو ہے۔ اس دوران بڑے بڑے اعلیٰ اور بڑے اچھے رشتے سدرہ کے لیے آئے۔ ہمارے دور کے عزیزوں میں ایک نوجوان جو امریکہ میں ہے وہاں اس کے پاس گرین کارڈ بھی ہے۔ وہ وہاں انجینئر ہے اس کا رشتہ بھی آیا لیکن سدرہ نے انکار کر دیا۔ یہاں لاہور سے بھی چند رشتے آئے ڈاکٹر تھے لیکن سدرہ نے کسی کے لیے بھی حامی بھرنے سے انکار کر دیا۔ جب بھی کوئی رشتہ آتا یہ آنے والوں سے نہ بات کرتی نہ ان کے سامنے آتی بلکہ ایک ہی جواب دیتی کہ میں نے شادی کرنا ہی نہیں ہے۔ اس کی بیزاری اور اس کے چڑچڑے پن کی حد یہ ہو گئی تھی کہ خواہ کوئی رشتہ دار ہو یا جاننے والا دوست کسی سے سیدھے منہ بات تک نہ کرتی تھی۔

بیٹے تم پہلے شخص ہو کہ جس کے ساتھ دو دنوں کی ملاقات میں سدرہ ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگی تھی۔ شاید سکون کے لیے جس جوان کی سدرہ کو تلاش تھی وہ تم ہی ہو۔ میرے بیٹے تمہارے آنے سے مجھے بڑی خوشی ہوئی تھی کہ شاید تمہارے آنے سے سدرہ سنبھل جائے اور پہلے کی طرح نارمل زندگی بسر کرنا شروع کر دے۔ پچھلی بار جب تم تصویر دیکر چلے گئے تھے تو میں نے اسے بتایا تھا کہ آفاق دو ایک روز بعد دوسری تصویر لیکر آئے گا۔

یہ بات سنکر سدرہ بے حد خوش ہوئی تھی۔ اور آج صبح سے ہی وہ تمہارے لیے کھانے کا اہتمام کر رہی تھی۔ جبکہ اس نے خود کبھی کھانا نہیں پکایا نہ ہی نگرانی کی ہے۔ کھانا سارا کمال بابا کے سپرد ہے لیکن آج صرف تمہاری خاطر اس نے خاص طور پر تمہاری دعوت اور ضیافت کا انتظام کیا۔ اور وہ تمہارے آنے سے پہلے تک بری طرح صرف تمہاری خاطر باورچی خانے میں مصروف تھی۔ لیکن تم نے جب یہ کہا کہ تم رکو گے نہیں چلے جاؤ گے تو اس کا وہ پرانا چڑچڑا پن اور بیزاری عود کر آئی اور اس نے تمہارے ساتھ زیادتی کر دی ورنہ رب جھوٹ نہ بلوائے بیٹے میرا دل کہتا ہے کہ وہ تمہیں پسند کرتی ہے۔ دیکھ بیٹے مجھ پر ایک احسان کرنا۔

آفاق نے چونک کر پوچھا وہ کیا بیرسٹر صاحب۔

بیرسٹر صاحب کہنے لگے دیکھ بیٹے سدرہ سے قطعی قطع تعلق نہ کر لینا۔ یہاں آتے جاتے رہنا۔ تمہارے یہاں آنے سے مجھے ایک طرح کا حوصلہ اور اعتماد ہوا ہے لہٰذا دیکھو بیٹے اس سدرہ سے مستقل ناراض ہو کر مت چلے جانا۔ جو تصویریں اس کی باقی رہتی ہیں وہ بھی بنانا اور یہ جو تم نے اپنے معاوضے کی رقم واپس کر دی یہ بھی تم نے اچھا نہیں کیا بیٹے۔ ڈیفنس سے اس کی بڑی بہن بھی آنے والی تھی میں اس سے بھی تمہارا تعارف کرواتا۔ وہ اپنے بیٹے نوی کو شاید واپس لے جائے گی۔ دیکھو بیٹے یہ سدرہ بے چاری ایک دفعہ شادی ہونے کے باوجود دوشیزہ اور کنواری

کی کنواری ہی رہ گئی ہے۔ اب یہ دونوں بہنیں ہی میرے خاندان کا نام ونشان ہیں۔ دکھ بیٹے میں انہیں مایوس اور افسردہ نہیں دیکھ سکتا۔

ٹیبل مین دونوں کے سامنے جوس کے بڑے بڑے گلاس رکھ گیا تھا جن کے اندر ڈبل تنکے رکھے ہوئے تھے۔ بیرسٹر صاحب جب اپنی گفتگو تمام کر چکے تو آفاق نے جوس کا ایک لمبا گھونٹ بھرا پھر اس کے بعد چند لمحے سوچنے کے بعد وہ کہنے لگا۔

بیرسٹر صاحب آپ فکر مند نہ ہوں۔ آپ نے سدرہ کے جو حالات بتائے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک کچلی مسلی لڑکی ہے۔ بہرحال میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ قطع تعلق نہیں کروں گا۔ چند روز تک تیسری تصویر بھی مکمل کرنے میں پھر آؤں گا اور سدرہ کا دل صاف کرنے کی کوشش کروں گا۔ بیرسٹر صاحب دراصل بات یہ ہے کہ میں خود اس معاشرے میں دو بار ڈسا جا چکا ہوں اور تیسری بار ڈسے جانے سے پہلے محتاط ہو جانا چاہتا ہوں۔ بیرسٹر صاحب مسکراتے ہوئے کہنے لگے بیٹے تمہاری بہنوں نے شاید سارے حالات تمہارے متعلق تفصیل سے سدرہ کو بتا رکھے ہیں اور سدرہ نے وہ سارے حالات مجھے بتا دیئے تھے۔ اس طرح میں تمہاری زندگی کے حالات کو کھلی کتاب کی طرح جانتا ہوں۔ سدرہ کبھی بھی تمہارے ساتھ وہ سلوک نہیں کرے گی جو اس سے پہلے دو لڑکیاں تمہارے ساتھ کر چکی ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد بیرسٹر صاحب خاموش ہو گئے۔ دونوں تھوڑی دیر تک خاموشی سے جوس پیتے رہے پھر آفاق اپنی جگہ سے اٹھا اور کہنے لگا۔ بیرسٹر صاحب میں اب جاتا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں۔ میں لوٹ کر پھر آؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی آفاق نے کاؤنٹر پر جاکر پے منٹ کرنا چاہی لیکن بیرسٹر صاحب کو چونکہ کاؤنٹر والے اچھی طرح جانتے تھے اس لیے انہوں نے دور سے ہاتھ کے اشارے سے انہیں منع کر دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص نے آفاق سے پے منٹ نہ لی کہنے لگا۔ پے منٹ بیرسٹر صاحب پہلے ہی کر چکے ہیں۔ آپ مطمئن رہیئے احتجاج کے سے انداز میں آفاق نے بیرسٹر صاحب کی طرف دیکھا جو اس کے قریب آگئے تھے۔ جواب میں انہوں نے آفاق کے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر دبائے مسکراتے ہوئے کہنے لگے چلو بیٹے پے منٹ ہو گئی خفا نہیں ہوتے۔ اس کے ساتھ ہی آفاق بیرسٹر صاحب کے ساتھ دوکان سے باہر نکلا اور بیرسٹر صاحب سے مصافحہ کیا اور وہاں سے وہ چل دیا تھا۔

○

دوسرے روز آفاق سہ پہر کے تھوڑی دیر بعد باغ جناح میں اسی جگہ بیٹھا اسکیچ بنا رہا تھا جہاں وہ پہلے بیٹھا کرتا تھا کہ وہ چونک سا پڑا۔ اس نے دیکھا سدرہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کی طرف آرہی تھی۔ ذرا نزدیک آکر سدرہ رک گئی پھر بڑا خوشگوار سے لہجے میں آفاق کو مخاطب کرکے پوچھنے لگی۔

اگر آپ ڈسٹرب نہ ہوں تو میں آپ کے پاس آکر بیٹھ سکتی ہوں۔

آفاق سدرہ کو وہاں دیکھ کر خوش ہو گیا تھا اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ پھیل گئی تھی پھر اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کاغذ جس میں آدھے سے زیادہ اسکیچ بنا رکھا تھا ایک طرف رکھ دیا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا آپ آسکتی ہیں آپ کو کون منع کر سکتا ہے۔ سدرہ بھی مسکراتی ہوئی آگے بڑھی اور آفاق کے قریب گھاس پر جا کر بیٹھ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک دونوں خاموش رہے۔ پھر سدرہ نے اچانک آفاق کے دونوں پاؤں پکڑ لیے اور منت و سماجت کرنے کے انداز میں وہ کہنے لگی۔

دیکھئے کل مجھ سے زیادتی ہو گئی تھی مجھے آپ پر اس طرح نہ ہی خفا ہونے کا حق تھا اور نہ ہی مجھے آپ کو یوں بے عزت کر کے گھر سے نکالنا چاہئے تھا۔ اس

کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔ دیکھئے میں آپ کے پاؤں پکڑتی ہوں مجھے معاف کر دیجئے۔ اس پر آفاق نے چونک کر اپنے دونوں پاؤں سمیٹ لیے اور [illegible] اس نے سدرہ کو چھوا اور اس کے دونوں ہاتھ علیحدہ کرتے ہوئے کہا یہ تم [illegible] رہی ہو میں تم سے نہ ناراض ہوں نہ خفا پھر تمہیں معاف کر دینے کا سوال [illegible] نہیں ہوتا۔

اس پر سدرہ نے گہری نگاہوں سے آفاق کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

یہ بات آپ اوپر دل سے کہہ رہے ہیں یا دل کی گہرائی سے۔ آفاق مسکرا [illegible] ہوئے کہنے لگا میں مذاق نہیں کر رہا آپ سے سنجیدہ ہوں۔ میں آپ سے ناراض نہیں ہوں۔ آفاق کا یہ جواب سن کر سدرہ کے چہرے پر گہری مسکراہٹ پھیل [illegible] تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہی پھر پوچھنے لگی۔ آپ نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ نوی آج میرے ساتھ کیوں نہیں ہے۔ اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا [illegible] ایسا سوال کر کے آپ کو ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ تم نے پہلی ملاقات میں تو [illegible] میری ذاتی زندگی کے متعلق کوئی سوال نہ کرنا اور آج سوال کر کے تمہاری ناراضگی کا باعث نہیں بننا چاہتا۔ آفاق کا یہ جواب سن کر سدرہ نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا۔

نہیں اب آپ کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوگا۔ اپنی ذاتی زندگی سے متعلق سوال نہ کرنے کی تنبیہہ میں صرف اجنبیوں کو کیا کرتی تھی لیکن اب آپ ہمارے لیے اجنبی نہیں رہے گو آپ سے ہماری ملاقات چند ہی دنوں کی ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ جیسے آپ سے ہمارے تعلقات پرانے ہوں۔ اب آپ میری زندگی سے متعلق جو چاہیں سوال کر سکتے ہیں۔ میں آپ سے خفا اور ناراض نہ ہوں گی۔ اس پر آفاق تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔

جس پر سدرہ فکر مندی سے بولی اور پوچھنے لگی کیا سوچنے لگے ہیں۔ [illegible] کہنے لگا۔

کچھ بھی نہیں سوچ رہا۔ میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں تمہاری زندگی کے سارے حالات جانتا ہوں لہٰذا مجھے اب تم سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس پر سدرہ نے تیز نگاہوں سے آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ چند دنوں کی ملاقاتوں میں آپ یقیناً" اس نتیجے پر پہنچے ہوں گے کہ نوی میرا بیٹا ہے۔ اس پر آفاق نے ایک بھرپور قہقہہ لگاتے ہوئے کہا ہرگز نہیں۔ نوی تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ نومی تمہاری بہن کا بیٹا ہے جو ڈیفنس میں رہتی ہیں اور میرے خیال میں وہ آج آ کے نومی کو واپس لے گئی ہوں گی جبھی وہ آج تو تمہارے ساتھ نہیں ہے۔ اور رہا سوال تمہاری زندگی کے دوسرے پہلو کا تو وہ یہ ہے تمہاری شادی ضرور ہوئی تھی لیکن اس شادی کے باوجود تم کنواری اور دوشیزہ کی دوشیزہ ہی ہو۔ اگر کہو تو اس سے بھی زیادہ تمہاری زندگی کے حالات اور واقعات بیان کر سکتا ہوں۔ اس پر سدرہ چونک سی پڑی پھر مسکراہٹ میں پوچھا۔ آپ کو میرے یہ سارے حالات کہاں سے پتہ چلے۔ آفاق بولا۔ کل جس وقت ناراضگی کے بعد میں تمہارے گھر سے نکلا تھا تو نانا ابو پیچھے پیچھے آئے تھے پھر وہ مجھے جوس کی دوکان پر لے گئے تھے وہاں انہوں نے مجھے جوس بھی پلایا اور تمہاری زندگی کے سارے حالات بھی مجھے بتائے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ سدرہ سے مستقل ناراض نہ ہونا وہاں آتے جاتے رہنا۔ اس پر سدرہ نے بڑی جستجو اور شوق سے آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اور آپ نے نانا ابو کو کیا جواب دیا۔ آفاق مسکرا دیا

میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ میں سدرہ سے قطع تعلق ہی نہیں کروں گا اور اس کی ناراضگی کے باوجود وہاں آتا جاتا رہوں گا۔ آفاق کا یہ جواب سن کر سدرہ بے چاری شاداب اور خوش ہو کر رہ گئی تھی۔ اپنا پرس اس نے کھولا اور نوٹوں کی ایک گٹھی اس نے آفاق کی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا یہ وہ رقم ہے جو کل آپ غصے میں میرے منہ پر دے مار کر نکل گئے تھے۔ نوٹوں کی وہ گٹھی سدرہ

نے بڑے پیارے انداز میں آفاق کی جیب میں ڈال دی تھی۔ آفاق نے
احتجاج نہ کیا بس وہ سدرہ کی طرف دیکھ کر مسکراتا رہا۔ پھر اس نے کچھ سوچ کر
سدرہ سے کہنے لگا۔

تم کالج سے لوٹ رہی ہوگی میں تمہیں ریفرشمنٹ کرواتا ہوں۔ ریسٹورنٹ
میں چلتے ہیں وہاں تم کچھ کھا پی لینا۔ میں تو ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اس پر
سدرہ نے تیز نگاہوں سے آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا میں آپ کے ساتھ
ایک شرط پر باغ جناح کے ریسٹورنٹ میں جانے کے لیے تیار ہوں۔ آفاق نے
چونک کر پوچھا وہ کیا۔ سدرہ کہنے لگی وہ یہ کہ پے منٹ میں کروں گی۔ جواب میں
آفاق کہنے لگا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ باغ میں میں پہلے آیا ہوں تم بعد میں آئی ہو
لہٰذا تم مہمان ہو۔ میں میزبان لہٰذا پے منٹ میں ہی کروں گا۔ کل نانا ابو نے بھی
یہی کیا تھا۔ جوس پینے کے بعد جب میں پے منٹ کرنے لگا تو انہوں نے دور سے
ہی کاؤنٹر والے کو اشارے سے منع کر دیا تھا۔

سدرہ منت کرنے کے سے انداز میں کہنے لگی۔

اچھا آج مجھے پے منٹ کرنے دیں۔ پھر کسی موقع پر آپ کر لیجئے گا میں منع
نہیں کروں گی۔ اب اٹھئے چلیں۔ آفاق کچھ سوچنے لگ گیا تھا۔ کہ سدرہ نے
بڑے بے تکلفانہ انداز میں اپنا نرم گداز اور خوبصورت ہاتھ آگے بڑھایا۔ اور
آفاق کا بازو پکڑتے ہوئے کہا اب اٹھیں نا۔ آفاق نے منہ سے کچھ نہ کہا بے
چارہ بکھرے ہوئے کاغذ سمیٹنے لگا۔ کاغذ سمیٹنے میں سدرہ بھی اس کی مدد کرنے لگی
تھی پھر دونوں باغ جناح کے ریسٹورنٹ کی طرف ہو لئے تھے۔

ریسٹورنٹ کے سامنے والے سبزہ زار میں جہاں دور دور تک ہری گھاس تھی
وہاں ٹیبل کرسیاں لگے ہوئے تھے ایک میز پر آفاق اور سدرہ بیٹھ گئے تھے۔ ان
دونوں کو دیکھتے ہی ایک بیرہ ان کی طرف لپکا اتنی دیر تک سدرہ نے آفاق کو
مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

آپ ساتھ کھانے کو بھی کچھ لیں گے۔ آفاق کہنے لگا نہیں مجھے کوئی بھوک
نہیں۔ بیرا نزدیک آیا تو سدرہ نے اسے دو کولڈ ڈرنک لانے کو کہا جب بیرا چلا گیا تو
دونوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ سدرہ بڑے غور سے آفاق کا جائزہ لیتی رہی
اور جب تک بیرا ان کے سامنے کولڈ ڈرنک رکھ گیا تھا۔ سدرہ چونک سی پڑی۔
اور کولڈ ڈرنک کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے وہ آفاق سے کہنے لگی۔

اگر آپ برا محسوس نہ کریں تو میں آپ سے چند سوالات کرنا چاہتی ہوں جو
آپ سے متعلق ہیں۔ اس پر آفاق کہنے لگا جو چاہو پوچھو اپنی ذاتی زندگی تو کھلی
ہوئی کتاب کی طرح پھیلی اور بکھری ہوئی ہے جو ہر کوئی پڑھ اور دیکھ بھی سکتا
ہے۔ آفاق کے ان الفاظ سے سدرہ بے چاری تھوڑی دیر کے لیے پریشان سی ہو
گئی تھی۔ اتنی دیر تک آفاق پھر بولا اور کہنے لگا دیکھو سدرہ میں نے تمہاری طرح
اپنی زندگی کو آزار نہیں بنا رکھا۔ سدرہ فوراً بولی اور احتجاج کرنے کے سے انداز
میں کہنے لگی اب میری زندگی کم از کم آپ کے لیے آزار نہیں ہے۔

آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگا اچھا پوچھو تم کیا پوچھنا چاہ رہی تھیں۔ اس پر
سدرہ بولی۔ پہلا سوال تو یہ ہے آپ نے فائین آرٹ میں ایم۔ اے کیا ہوا ہے
پھر آپ سروس کے لیے کہیں درخواست کیوں نہیں دیتے۔ کب تک یوں آپ
پرنٹنگ ہاؤس میں کام کرتے رہیں گے اور یہاں باغ جناح میں بیٹھ کر رسائل کے
لیے اسکیچ وغیرہ بناتے رہیں گے۔ اس پر آفاق کے چہرہ پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ
نمودار ہوئی اور کہنے لگا جو کچھ تم نے پوچھا ہے تو اس کے متعلق مجھے بھی احساس
ہے۔ دیکھو سدرہ میں نے پبلک سروس کمیشن میں مقابلہ کا امتحان دے رکھا ہے
میرے کچھ جاننے والے ہیں انہوں نے بھی یہ امتحان دیا تھا ان کا کہنا ہے کہ جلد
ہی اب رزلٹ آنے والا ہے اور امید ہے کہ میں پاس ہو جاؤں گا اور کوئی نہ کوئی
معقول سروس مل جائے گی۔

آفاق کا یہ جواب سن کر سدرہ شاید مطمئن ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے پر

ہلکی ہلکی خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر اس نے غور سے آفاق کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے پوچھا اب دوسرا سوال۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ پینٹنگ ہاؤس میں کام ختم کرنے کے بعد یہاں باغ جناح میں اسکیچ بنانے کے لیے کیوں آجاتے ہیں۔ اس پر آفاق نے فوراً اس کی بات اچکتے ہوئے کہا اس لیے آجاتا ہوں کہ گھر پر میں کام سکون سے نہیں کر سکتا۔ شاید ڈاکٹر عروج یا میری بہن صدف تمہیں تفصیل کے ساتھ بتا چکی ہوں وہاں سندس نام کی جس لڑکی نے قیام کر رکھا ہے اس نے میرے ساتھ زیادتی کی تھی مجھے بیوقوف بنایا تھا اور اب وہ مجھ سے معافی کی خواہاں ہے اور اسی خاطر اس نے وہاں قیام کر رکھا ہے۔ اور میں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ میں اسے معاف نہیں کروں گا اگر میں وہاں کام کروں تو وہ بار بار میرے کمرے میں آ ٹپکتی ہے اور مجھے ڈسٹرب کرتی ہے۔ اس لیے میں یہاں باغ جناح میں کام کر لیتا ہوں اس پر سدرہ نے بڑی محبت اور چاہت اور اپنائیت میں کہا۔

اگر ایسی بات ہے تو پھر آپ ایک کام کریں۔ پینٹنگ ہاؤس سے نکلنے کے بعد آپ میرے یہاں آجایا کریں وہاں ایک کمرہ آپ کے لیے ریزرو کر دیا جائے گا بالکل پر سکون ہو کر وہاں آپ اپنا کام کریں۔ اور میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں سندس کی طرح آپ کو ڈسٹرب نہیں کروں گی۔ اور جب تک آپ مجھے کمرے میں آنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ میں آپ کے پاس آ کر بیٹھوں گی بھی نہیں۔

اس پر آفاق کہنے لگا نہیں وہاں کی نسبت یہ جگہ زیادہ بہتر ہے۔ کام کرتے کرتے۔ جب تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے تو کم از کم باغ میں ادھر ادھر ٹہل کر تھکاوٹ دور کی جا سکتی ہے۔ اور یہاں باغ میں آدمی کام کرتے ہوئے بھی فرحت محسوس کرتا ہے۔

سدرہ چند لمحے خاموش رہی پھر دوبارہ بولی

اور تیسرا سوال یہ ہے کہ اب ہمارے یہاں آپ پھر کب آئیں گے۔ اس لیے کہ میری بڑی بہن جن کا نام بدر النساء ہے اور ڈیفنس میں رہتی ہیں وہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ کل وہ جب اپنے بیٹے نوی کو لینے آئیں تھیں تو انہوں نے آپ کی دونوں تصویریں دیکھی تھیں خصوصیت کے ساتھ دیوار پر بنی ہوئی تصویر کو دیکھ کر وہ بے حد خوش ہوئی تھیں۔ میں نے باجی سے وعدہ کیا تھا کہ کسی دن آپ کو اپنے یہاں بلا کر ان کو اطلاع کروں گی اور وہ آپ سے مل لیں گے۔

آفاق کہنے لگا دو تین روز تک ایک تصویر مکمل ہو جائے گی پھر میں وہاں آؤں گا۔ میرے خیال میں میں منگل کے روز آؤں گا۔ آفاق کا جواب سن کر سدرہ خوش ہو گئی اور کہنے لگی۔ ٹھیک ہے منگل کے روز میں باجی کو پہلے ہی بلوا رکھوں گی۔ اور ہاں میں پہلے ہی بتا دوں کہ میرے شوہر کی برسی میں ابھی چند دن باقی ہیں جس میں آپ کو ہر صورت میں شامل ہونا ہوگا۔ اگر آپ نہ آئے تو میں خود آپ کو لینے آجاؤں گی۔ آفاق نے جب برسی میں شامل ہونے کا وعدہ کیا تو سدرہ خوش اور شاد ہو کر رہ گئی تھی۔

اس کے بعد وہ دیر تک ادھر ادھر کی گپ شپ کرتے رہے پھر سدرہ نے آفاق کو پے منٹ کر کے فارغ کر دیا تھا۔ پھر سدرہ اٹھ کھڑی ہوئی اور آفاق سے کہنے لگی سورج غروب ہونے والا ہے میرے خیال میں اب چلنا چاہئے۔ آفاق بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ راستے میں سدرہ نے آفاق سے کہا میرے ساتھ آئیے۔ میں آپ کو ڈراپ کرتی چلی جاؤں گی۔ آفاق کہنے لگا نہیں رہنے دو میں چلا جاؤں گا۔ اس پر سدرہ نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا کہ پھر آپ اپنی ضد کا مظاہرہ کرنے لگے ہیں۔ جواب میں آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگا اچھا بابا چلو۔ میں تمہارے ساتھ ہی چلتا ہوں۔ دونوں پارکنگ ایریا کی طرف آئے۔ سدرہ نے گاڑی کا اگلا دروازہ کھول کر آفاق کو وہاں بٹھایا اور خود اسٹیرنگ پر بیٹھ کر کار وہ پارکنگ ایریا سے نکال کر روڈ پر لے آئی تھی۔ آفاق کو اسپتال کے قریب اتار کر سدرہ اپنے گھر چلی

گئی تھی۔

○

منگل کے روز دوپہر کے بعد سدرہ نے جب اپنی کار اپنے گھر کے سامنے آ کر روکی تو اچانک سیڑھیوں کا دروازہ کھلا اور اس کا بھانجہ نومی بھاگتا ہوا نکلا تھا۔ سدرہ کی کار دیکھ کر وہ تھوڑی دیر ٹھٹکا۔ سدرہ باہر نکل آئی تھی اس نے دونوں بازو پھیلائے نومی خوشی کا مظاہرہ کرتا ہوا بھاگا پھر وہ بری طرح سدرہ سے لپٹ گیا تھا۔ سدرہ اسے لپٹا کر بیٹھ گئی اور اس کا چہرہ چومتے ہوئے پوچھنے لگی کس کے ساتھ آئے ہو۔ نومی اپنی دونوں بانہیں سدرہ کی گردن کے گرد حمائیل کرتے ہوئے کہنے لگا ماما کے ساتھ آیا ہوں وہ اوپر نانا کے ساتھ بیٹھی ہوئی بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔

سدرہ نے مسکراتے ہوئے نومی کا منہ چوم لیا۔

اور تم کہاں جا رہے ہو۔ نومی بڑی معصومیت سے کہنے لگا مجھے نانا ابو نے پیسے دیے ہیں میں اپنی کھانے کی چیزیں لینے کے لیے بازار جا رہا ہوں۔ سدرہ نے اسے چھوڑ دیا اور بڑے پیارے انداز میں کہنے لگی اچھا جاؤ مگر جلدی لوٹ آنا۔ اس پر نومی بھاگتا ہوا چلا گیا۔ سدرہ نے گاڑی کو لاک کیا پھر وہ سیڑھیاں چڑھ کر جب اوپر گئی تو اس نے دیکھا ڈرائینگ روم میں اس کے نانا اور اس کی بڑی بہن بدر النساء باتوں میں مصروف تھے۔ اس کی بڑی بہن بدر النساء شکل و صورت اور جسمانی ساخت میں بالکل اس جیسی تھی عمر میں زیادہ سے زیادہ تین چار سال بڑی ہوگی۔ جونہی سدرہ ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی بدر النساء اپنی جگہ سے اٹھی سدرہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اس کا منہ اس کے گال اور اس کی پیشانی چومی۔ اور اپنے پاس ہی اسے بٹھاتے ہوئے کہا۔ پہلے یہاں بیٹھو۔ میری بات غور سے سنو۔ پھر کپڑے تبدیل کرنا۔ سدرہ چپ چاپ وہاں بیٹھ گئی تھی جبکہ بیرسٹر صاحب وہاں سے اٹھ کر باہر نکل گئے تھے۔

بیرسٹر صاحب کے جانے کے بعد بدر النساء بڑی محبت اور شفقت سے سدرہ کی طرف دیکھتی رہی پھر کمرے میں اس کی آواز بلند ہوئی۔

سدرہ میری پیاری اور عزیز بہن۔ کوئی بھی انسان زیادہ دیر تک کرب کی تقدیر کے عذاب کدورت کے طوفان اور خار مغیلاں جیسے گردش دوراں میں بسر نہیں کر سکتا۔ اور جس مسافر کے پاؤں میں آبلے آگئے ہوں وہ بے چارہ منزل تک پہنچنے کے بجائے درد کے فاصلوں ہی میں کھو جاتا ہے۔ اور زندگی اس کے لیے آنسوؤں کی قندیلوں اور زخم و کرب کے روپ میں ڈھل کر رہ جاتی ہے۔ میری بہن یہ زندگی ایسی نہیں کہ اسے تاریک وسوسوں اور تیرگی کے ہجوم میں گزار دی جائے۔ میری بہن تم میری چھوٹی بہن ہو اور بڑی بہن کی حیثیت سے تمہاری ماں کی جگہ ہوں۔ میں برداشت نہیں کر سکتی کہ تم تنہائیوں کے بھنور میں بے کراں ریگ اور پیلے چاند کی لو جیسی زندگی بسر کرتی رہو۔ مغموم اور بیٹھتے دل کے ساتھ زندگی کے نیم اندھیرے راستوں میں بھٹکتی ہوئی خزاں میں پیروں تلے چرمراتے پتوں کی طرح زندگی بسر کرتی رہو۔ ایسا میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتی۔

میری اچھی بہن میں چاہتی ہوں تم چنچل و بے چین پرندوں جیسی بے فکر ادا کلیوں کی جھولتی ڈال جیسی خوشگوار، نمود کے لیے بے کل تحریک جیسی گلابی ہونٹوں کی سرخ کپکپاہٹ جیسی خوش کن۔ خوشبو کی روشنی جیسی پرسکون زندگی بسر کرو۔ یہاں تک کہنے کے بعد بدر النساء تھوڑی دیر پھر خاموش رہی اس کے بعد وہ دوبارہ بولی۔

دیکھو سدرہ میری بہن ایک بات پوچھتی ہوں جھوٹ مت کہنا۔ اور میں یہ جانتی ہوں کہ تم جھوٹ بولنے کی عادی نہیں ہو۔ ہر بات سچی اور کھری کہتی ہو۔ لہٰذا میں جو کچھ پوچھنے لگی ہوں اس کا جواب اپنی عادت اور فطرت

کے مطابق دینا۔ اور ادھر ادھر کے الفاظ ڈھونڈ کر ٹالنے کی کوشش نہ کرنا۔ بدر
کے ان الفاظ پر سدرہ نے تھوڑی دیر کے لیے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر
شرارت انگیز لہجے میں وہ پوچھنے لگی۔ کہیں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔

بدر تھوڑی دیر مسکراتی رہی پھر وہ بولی۔

اچھا یہ بتاؤ کیا تم آفاق کو پسند کرتی ہو۔ بدر کے اس اچانک سوال پر سدرہ
نے مزید چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگی کیا ارادے ہیں آپ کے۔
یہ ساری رام کہانی کس نے آپ سے کہی۔ اس پر بدر کہنے لگی دیکھ میری بہن
تمہارے آنے سے پہلے میں نانا ابو سے اسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھی۔ نانا
نے مجھے آفاق کے حالات بھی پوری تفصیل کے ساتھ سنائے ہیں۔ اور اس کے
ساتھ تمہاری چند ملاقاتوں میں جو تم دونوں کی ناراضگی اور راضگی کے معاملات
ہوتے رہیں ہیں ان سے بھی مجھے انہوں نے آگاہ کیا ہے۔ بلکہ نانا ابو نے اپنے
اندازے کے مطابق مجھے یہ بھی بتا دیا ہے کہ سدرہ کی گفتگو اور اس کے اٹھنے
بیٹھنے سے انہوں نے اندازہ لگایا ہے کہ تم آفاق کو پسند کرتی ہو۔

بدر کے ان الفاظ سے حسین سدرہ کی گردن جھک گئی تھی۔ وہ صبح وصال ا
ہنسی کی نرم کلیوں جیسی خوشکن۔ سحر کی گلبدنی اور نجات کے خواب جیسی شاداب
اور نئے عہد کی بشارت اور مہکتے شاداب کھیت جیسی پر کشش ہو کر رہ گئی تھی
اس کی آنکھوں میں تبسموں کی کرنیں اس کے ہونٹوں پر آفاقی گنگناہٹیں اور ا
کے چہرے پر زندگی کی بشارتیں رقص کناں ہو گئیں تھیں۔ تھوڑی دیر وہ یوں
گردن جھکا کر سوچتی رہی تھی۔ پھر وہ بدر کی طرف دیکھ کر استفہامیہ سے انداز
پوچھنے لگی۔

باجی کیا ایسا کر کے میں نے کوئی جرم کیا ہے۔

سدرہ کے اس سوال پر بدر کا چہرہ خوشگوار ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں
دور تک خوشیاں ناچ اٹھی تھیں۔ پھر وہ بڑی شفقت میں کہنے لگی۔ ایسا کر کے

تم نے جرم نہیں کیا میری بہن اپنا حق استعمال کیا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ حق
تمہیں بہت پہلے استعمال کرنا چاہئے تھا۔ لیکن میری بہن میں یوں دبے دبے الفاظ
تمہارے جواب کو پسند نہیں کروں گی۔ کھل کر کہو کیا تم آفاق کو پسند کرتی
ہو۔
اس پر سدرہ نے عجیب سی بے بسی میں تھوڑی دیر تک بدر کی آنکھوں میں
آنکھیں ڈال کر دیکھا پھر وہ کہنے لگی۔ نانا کا اندازہ درست ہے باجی۔ گو آفاق سے
میری ملاقات چند ہی دنوں کی ہے پر میں یہ محسوس کرتی ہوں جیسے انہیں میں
برسوں سے جانتی ہوں۔ باجی میں اس بات کو تسلیم کرتی ہوں کہ میں آفاق کی
طرف سے ابھی کوئی مثبت رد عمل نہیں اور نہ ہی آج تک انہوں نے محبت کا
اظہار کیا ہے۔ نہ ہی کوئی ایسا اشارہ دیا ہے جس سے میں یہ اندازہ لگا سکوں کہ وہ
بھی مجھے پسند کرتے ہیں۔

سدرہ جب خاموش ہوئی تو بدر نے آگے بڑھ کر بری طرح سدرہ کو اپنے
ساتھ لپٹا لیا تھا۔ پھر وہ کہنے لگی تمہارا جواب سن کر مجھے بڑی خوشی اور سکون
حاصل ہوا ہے میری بہن۔ دیکھ گذشتہ ایک سال سے تو انتہائی کرب کی زندگی بسر
کر رہی ہے۔ اور تمہاری یہ کرب میں ڈوبی ہوئی زندگی میرے لیے خود بھی زہریلی
بنی ہے۔ آفاق سے پوچھنا کہ وہ تمہیں پسند کرتا ہے یا نہیں۔ یہ تمہارا کام
نہیں۔ میں جانوں اور آفاق کی رضا مندی جانے۔ اگر اس نے بھی تمہارے ساتھ
محبت کا اقرار کر لیا تو میں اس کی بہنوں سے جا کر بات کروں گی اور تمہاری منگنی
کرا دوں گی۔ اور پھر جب اس کی بہنیں یا آفاق چاہے گا میں تمہاری شادی کا
انتظام کر دوں گی۔ بدر کی اس گفتگو سے سدرہ بری طرح شرمانے لگی تھی۔
ٹھیک اس وقت نومی کھانے کی مختلف قسم کی اشیاء کی تھیلیاں ہاتھ میں پکڑے
ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ اور سدرہ کی گود میں آکر بیٹھ گیا تھا اس کے آنے
کے بعد سدرہ کچھ سنبھل گئی تھی۔ اور وہ بدر سے کچھ کہنے ہی والی تھی کہ گھر کے
اندر کال بیل بج اٹھی تھی اس پر سدرہ نے نومی کو ایک طرف ہٹایا وہ تڑپ کر

اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی آفاق آئے ہوں گے انہوں نے آج آنے کا وعدہ
تھا۔ پھر آخری سیڑھی کے پاس جا کر اس نے پوچھا کون؟۔ باہر سے آواز آئی میں
آفاق ہوں۔ اس پر سدرہ نے انتہائی پیار میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔ آفاق بھائی
تو پھر باہر کیوں رک جاتے ہیں یہ آپ گھنٹی بجانے کے کیوں عادی ہو رہے ہیں
جب دروازہ کھلا ہو تو دروازہ کھول کر آپ اوپر کیوں نہیں آجاتے۔ اس پر باہر کا
دروازہ کھلا اور آفاق سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آیا اتنی دیر تک بدر بھی ڈرائینگ روم
سے باہر آکر کھڑی ہو گئی تھی اور بیرسٹر صاحب بھی کمرے سے نکل آئے تھے۔

آفاق جب سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آیا تو بدر نے دیکھا کہ اس نے بائیں ہاتھ
میں اخباری کاغذ میں لپٹی تصویر پکڑ رکھی تھی پھر سدرہ نے بدر کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے کہا ان سے ملئے یہ میری بڑی بہن بدر النساء ہیں۔ انہیں آپ سے
ملنے کا بڑا شوق تھا۔ آفاق چند قدم آگے بڑھا اور بدر سے سلام کہا۔ بدر نے بڑے
پیارے انداز میں اس کا جواب دیا پھر تھوڑی دیر تک بیرسٹر صاحب قریب آگئے
اور انہوں نے آفاق کو گلے لگا کر پیار کیا پھر وہ کہنے لگے آؤ۔ ڈرائینگ روم میں
بیٹھتے ہیں اور آفاق جو نیا شاہکار لیکر آیا ہے اسے دیکھتے ہیں کہ یہ کیا چیز ہے
سب ڈرائینگ روم میں آکر بیٹھ گئے پھر بیرسٹر صاحب نے آفاق سے وہ تصویر لے
لی اور اوپر سے کاغذ اتارنے لگے تھے۔

بیرسٹر صاحب کچھ دیر تک تصویر کو بڑے غور سے دیکھتے رہے سدرہ اپنی جگہ
سے اٹھ کر بیرسٹر صاحب کے پیچھے جا کھڑی ہوئی اور وہ بھی تصویر کو بڑے انہماک
سے دیکھنے لگی تھی۔ پھر بیرسٹر صاحب بولے اور اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے آفاق کی
پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگے۔

آفاق بیٹے میں تسلیم کرتا ہوں کہ واقعی تم بڑے کمال کے مصور ہو۔ دیکھو بیٹے
مجھے اگر کبھی کوئی موقع میسر ہوا تو میں تمہاری ایک نمائش کا اہتمام ضرور کراؤں
گا۔ آج کل تھو خیرے قسم کے مصور جن کے پاس دولت ہوتی ہے اور وہ تجریدی
آرٹ کے نام پر الٹی سیدھی لکیریں کھینچ مارتے ہیں۔ جگہ جگہ اپنی نمائشوں کا
اہتمام کرتے ہیں حالانکہ ان کی بنائی ہوئی تصویروں سے کچھ سمجھ نہیں آتا کہ وہ
تصویر کسی مرد کی ہے یا عورت کی۔ جانور کی ہے یا درندے کی۔ بس وہ آڑی
ترچھی لکیریں ہی ہوتی ہیں جنہیں وہ بین الاقوامی قسم کے فن اور آرٹ کا نام
دیتے ہیں۔ اور خود کو دنیا کا مانا ہوا آرٹسٹ گردانتے ہیں۔ بیٹے یقین جانو۔ جب
سے میں نے یہ تجریدی آرٹ کی اصطلاح سنی ہے مجھے اس اصطلاح ہی سے نہیں
بلکہ تجریدی آرٹ سے بھی ایک طرح کی دشمنی اور بیزاری ہو گئی ہے۔ جہاں کہیں
بھی تجریدی آرٹ کی تصویری نمائش ہوتی ہے میں ہرگز اس میں نہیں جاتا۔ ورنہ
میں اکثر اچھے مصوروں کی نمائشوں کی قدر دانی کرتا ہوں کہ انہیں اٹینڈ بھی کرتا
ہوں۔ اس کے بعد بیرسٹر صاحب نے وہ تصویر سدرہ کو تھماتے ہوئے کہا لو بیٹے
اپنی امانت سنبھالو۔

سدرہ نے بڑے شوق سے بیرسٹر صاحب سے تصویر لے لی تھی۔ پھر خود بھی
بڑے غور سے کچھ دیر تک تصویر کو دیکھتی رہی پھر وہ آفاق سے کچھ کہنا چاہتی تھی
کہ بدر نے اسے ہاتھ کے اشارے سے کمرے سے جانے کو کہا۔ پھر وہ کسی قدر
اونچی آواز میں سدرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔ سدرہ میری بہن تم جاؤ۔
نومی کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ اب جبکہ آفاق آیا ہے ہم سب کے لیے ٹھنڈے کا
انتظام کرو۔ سدرہ جب باہر نکلی تو اس کے ساتھ ہی بدر بھی لپک کر ڈرائینگ روم
سے نکلی۔ سدرہ کے قریب گئی اور اس کے کان میں کہنے لگی دیکھ سدرہ میری
بہن ذرا ٹھہر کر آنا اور نومی کو بھی اپنے پاس وہیں ٹھہرائے رکھنا۔ میں تمہارے ہی
رشتہ کے متعلق نانا کی موجودگی میں آفاق سے بات کرنے والی ہوں۔ سدرہ
شرماتی اور مسکراتی ہوئی دوسرے کمروں کی طرف چلی گئی تھی نومی کا اس نے ہاتھ
پکڑ لیا تھا جبکہ بدر ڈرائینگ روم میں واپس آکر اپنی نشست پر بیٹھ گئی تھی۔

ڈرائینگ روم میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ اس کے بعد بدر کی آواز

سنائی دی

آفاق بھائی میں سدرہ کی بڑی بہن ہوں اور بڑی بہن ماں کی جگہ ہوتی ہے
نانا ابو مجھے بتا رہے تھے کہ انہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ ہمارے حالات
سے کہہ دیئے ہوئے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ میری شادی ہو چکی ہے۔ اور میری
شادی کو بھی چند برس ہوئے ہیں یہ نومی میرا واحد بیٹا ہے۔ ڈیفنس میں رہتے
ہیں۔ ہم دو ہی بہنیں ہیں۔ میں اور سدرہ۔ ہمارے ماں باپ بچپن میں فوت ہو
گئے تھے اور ہم دونوں کی پرورش نانا ابو نے کی ہے یہ ان کا بڑا احسان ہے۔ پھر
جو کچھ اس کے بعد ہمارے خاندان پر بیتی۔ سدرہ کے ساتھ حادثہ پیش آیا وہ نانا ابو
کی زبانی آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ اور جہاں تک آفاق میرے بھائی تمہارے
ساتھ فراڈ کا تعلق ہے تمہاری بہنیں سارے حالات سدرہ سے کہہ چکی ہیں اور
سدرہ نے یہ حالات نانا ابو سے کہے اور نانا ابو نے تمہارے سارے حالات تفصیل
کے ساتھ مجھے سنا دیئے ہیں۔ اگر تمہارے اور سدرہ کے ذاتی حالات کا جائزہ لیا
جائے تو تم دونوں کے حالات کافی حد تک ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔

سنو آفاق میرے بھائی تمہاری آمد سے پہلے میں تمہارے متعلق سدرہ سے
گفتگو کر رہی تھی۔ نانا ابو اس وقت اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلے گئے تھے
ابھی میں نے نانا ابو کو سدرہ سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ نہیں کیا کہ میرے
بھائی تم آ گئے ہو۔ اب کھل کر تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ حقیقت یہ
ہے کہ سدرہ تمہیں پسند کرتی ہے اور تم سے والہانہ محبت کرتی ہے۔ اس کا اظہار
وہ تھوڑی دیر قبل میری موجودگی میں کر چکی ہے اور یہ ساری باتیں نانا ابو نے
اس سے پوچھنے کے لیے کہیں تھیں۔

اب یہ بات تو طے ہے کہ سدرہ آپ کو چاہتی ہے اور آپ سے محبت کرتی
ہے حالانکہ آپ سے اس کی ملاقات چند ہی دنوں پر مبنی ہے۔ نہ جانے آپ کی
شخصیت میں اس نے کیا خوبی دیکھی ہے کہ وہ بڑی بھرگرمی سے انقلابی سے لاڈ

تم کو پسند کرنے لگی ہے۔ میرے بھائی دیکھو تم جانتے ہو اب تک سدرہ ایک
بیوہ لڑکی کی حیثیت سے زندگی بسر کرتی رہی ہے۔ میں تم سے یہ جاننا چاہوں گی کیا
تم بھی سدرہ کو پسند کرتے ہو۔ اگر ایسا ہے تو پھر میں کسی دن تمہاری بہنوں کے
پاس جاؤں گی اور اس موضوع پر گفتگو کر کے تمہاری اور سدرہ کی منگنی کا باقاعدہ
اہتمام کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد جس وقت تم یا تمہاری بہنیں چاہیں گی اس
دن ہم تمہاری اور سدرہ کی شادی کر دیں گے۔ اب میری اس گفتگو کا ذرا سوچ
سوچ کر جواب دو۔

جواب میں آفاق تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔ بدر آپا اس میں
کوئی شک نہیں کہ سدرہ سے میری ملاقات چند دنوں پر ہی مبنی ہے۔ شروع شروع
میں میں نے اسے "قطعاً" پسند نہیں کیا تھا۔ بلکہ میں اس سے ناراض تھا اس لیے
کہ اس نے ایک دن مجھے بے عزت کر کے گھر سے نکالا تھا۔ اس وقت میرے
دل میں اس کے لیے نفرت کے سوا کچھ نہ تھا۔ پھر نانا ابو مجھے بیڈن روڈ کی جوس
شاپ میں لے گئے وہاں بیٹھ کر انہوں نے سارے حالات مجھے تفصیل سے سنائے
جو کچھ حادثات سدرہ کے ساتھ پیش آئے تھے وہ مجھے تفصیل کے ساتھ کہہ
دیئے۔ یہ حالات سننے کے بعد پہلی بار میرے دل میں سدرہ کے لیے ایک جذبہ پیدا
ہوا اس جذبے کو آپ محبت یا چاہت نہیں صرف ہمدردی اور دردمندی کا نام
دے سکتے ہیں۔

اس واقعے کے دوسرے روز سدرہ مجھے باغ جناح میں ملی اس نے مجھ سے اپنے
رویے کی معافی مانگی اور اس وقت اس کا سلوک میرے ساتھ ایسا مہربانہ اور اپنایت
لیے ہوئے تھا کہ میں سارے گلے شکوے بھول گیا وہاں باغ جناح کے ریسٹورنٹ میں اس
نے مجھے ٹھنڈا بھی پلایا میں نے بے منت کرنے کی ضد کی۔ لیکن اس نے بے
تکلفی کی۔ پھر اس روز اپنی گاڑی میں بٹھا کر مجھے گھر بھی چھوڑ کر آئی اس کے
بعد دوبارہ ہم باغ جناح میں ملے بلکہ اکٹھے بیٹھ کر گھومنے بھی گئے اور ہم نے ایک

موٗوی بھی ایک ساتھ دیکھی۔ گویا ملاقات کا سلسلہ انتہائی مختصر ہے اور اس
کوئی پکا پختہ جذبہ پرورش نہیں پا سکتا لیکن میں فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں
سدرہ کے حالات سن کر جو ہمدردی کا جذبہ دل میں پیدا ہوا تھا وہ محبت
اور الفت میں تبدیل ہو چکا ہے۔ اور میں یہ تسلیم کرتے ہوئے شرم محسوس نہ
کرتا کہ میں سدرہ کو محبت کرتا ہوں۔

بدر آپا دراصل بات یوں ہے کہ میری زندگی میں بھی سدرہ جیسے ایک نہ
بلکہ دو حادثات رونما ہو چکے ہیں۔ پہلے میری ماں نے بچپن ہی میں میری
میری خالہ زاد کے ساتھ کی تھی اس سے نہ میری کوئی دلچسپی تھی اور نہ مجھ
تھی بس ماں نے منگنی کر دی۔ میں نے تسلیم کر لی۔ گو میری خالہ زاد
خوبصورت اور بہت حسین ہے لیکن بعد جب ان کے پاس دولت آئی تو انہوں
اس منگنی کو توڑ دیا۔ چونکہ میری ماں میری شادی وہاں کرنا چاہتی تھی اور ان
میری ماں کی خوشی پنہاں تھی لہٰذا اس منگنی کے ٹوٹنے کا مجھے صدمہ ضرور ہوا
یہ میری زندگی کا پہلا حادثہ تھا۔

دوسرا حادثہ سندس نام کی لڑکی کی وجہ سے آیا جس کے حالات یقیناً
آپ کو تفصیل کے ساتھ سنا چکی ہے یہ لڑکی میری خالہ زاد جس کے ساتھ
منگنی ٹوٹی تھی اس کی سہیلی ہے اور میری خالہ زاد نے کہیں اسے بیوقوف بنا
آپ یوں سمجھیں کہ اپریل فول بنایا کہ میں نے اس کے ساتھ منگنی ترک کر
اسے ایک طرح کے کرب اور اذیت میں مبتلا کیا ہے بس یہ سندس نام کی
فوراً حرکت میں آئی یہ ہے تو کسی ارب پتی کی بیٹی جس عمارت میں ہم رہتے
اس عمارت میں اس نے بھی دو کمرے کرائے پر لے لیے اور آہستہ آہستہ
قریب آتی گئی شروع میں اس کی طرف مائل نہیں تھا پھر آہستہ آہستہ جب
نے مجھے اپنی طرف راغب کیا تو میں سچ بات کہتا ہوں کہ میں اس سے محبت
لگا لیکن عین محبت کے عروج پر اس نے مجھے دھوکہ دیا مجھے اپنے گھر بلایا اور

سے بے عزت کر کے نکال دیا اس طرح یہ میری زندگی کا دوسرا بڑا حادثہ تھا پہلا
حادثہ بغیر کسی محبت کے تھا کیونکہ میری ماں نے وہ منگنی طے کی تھی دوسرا حادثہ
بھی یک طرفہ تھا اس لیے کہ میں نے اس سے محبت نہیں کی تھی اسی نے مجھے
اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی اور میں اس کے کہنے ہی پر اس کی طرف
مائل ہوا بہرحال یہ بھی ایک دھوکہ ثابت ہوا لہٰذا اپنی زندگی میں دو دھوکے کھانے
کے بعد اب میں اپنی زندگی کے تیسرے پہلو کی طرف آیا ہوں جہاں تک سدرہ کا
تعلق ہے اس نے نہ مجھے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی ہے اور نہ ایسا حربہ
اور حیلہ آزمایا ہے بلکہ جہاں وہ اندر ہی اندر میری طرف مائل ہوئی ہے وہاں میں
بھی اپنی مرضی اور خواہش سے اسے پسند کرنے لگا ہوں لہٰذا مجھے امید ہے کہ اگر
ہم دونوں کو ایک دوسرے کی رفاقت میں دیا گیا تو ہم دونوں ہی اپنی اپنی کھوئی ہوئی
دل حاصل کرنے میں کامیاب رہیں گے۔

آفاق کا یہ جواب سن کر جہاں بیرسٹر صاحب کے چہرے پر دور دور تک
خوشیاں اور سکون بکھر گیا تھا وہاں بدر النساء کی خوشی اور اس کے اطمینان کی بھی
کوئی انتہا نہ تھی اس کے چہرے پر مسکراہٹیں ہی مسکراہٹیں اور ان گنت خوش کن
بولتے ہی جذبے بکھر گئے تھے اس موقع پر بدر آفاق سے کچھ کہنے ہی والی تھیں
کہ اس سے پہلے ہی بیرسٹر صاحب بول پڑے اور کہنے لگے۔

آفاق بیٹے! جن الفاظ میں تم نے اپنے جذبات کا غیر مبہم اور بے باکانہ اظہار
کیا ہے ان کے لیے میں تمہارا ازحد شکر گزار ہوں دیکھو میرے بیٹے میں اپنی عمر کی
آخری حدود میں ہوں اور قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوں کسی بھی وقت کوچ کر سکتا
ہوں میں بدر النساء کی طرف سے خوش اور مطمئن ہوں اس کا شوہر بڑا اچھا ہے
اس کا اپنا بزنس ہے اور دونوں میاں بیوی اپنے بچے نوی کے ساتھ خوش و خرم
زندگی بسر کر رہے ہیں مجھے فکر تھی تو سدرہ کی یہ چونکہ اپنی زندگی کے ایک بہت
بڑے المیے اور حادثے سے گذر چکی تھی لہٰذا اس حادثے نے اسے چڑ چڑا اور

بیزاری پسند بنا کے رکھ دیا تھا میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں اس کے لیے
ان گنت اعلیٰ پائے کے رشتے آئے لیکن اس نے ہر رشتے کو بڑی حقارت
ٹھکرا دیا اور جو بھی گھرانے رشتے لیکر آتے رہے سدرہ نے ان سے ملنا تک
نہ کیا میں خود حیرت زدہ اور متعجب ہوں کہ ایسی لڑکی جو اس سے پہلے شادی
کا نام تک نہ لیتی تھی اور بار بار مجھے کہتی تھی کہ اب میں شادی نہیں کرنا
اور اپنے رشتے کے لیے کوئی لفظ تک سننے کے لیے تیار نہ تھی دو دیوں لحوں
دنوں کے اندر حیرت انگیز طریقے سے تمہاری طرف مائل ہو گئی ہے بہرحال و
نے تمہارے ساتھ اور تم نے سدرہ کے ساتھ اپنی پسندیدگی کا اظہار کر کے بڑ
بچو میرے سارے مسائل حل کر دیئے ہیں اور میرے دکھوں کا مداوا کھڑا کر
رکھ دیا ہے اس کے لیے میں تم دونوں کا ازحد شکر گزار ہوں۔

دیکھو آفاق بیٹے اب جبکہ تمہارے اور سدرہ کے درمیان محبت اور چاہت
ایک تعلق ہے تو میں اپنے گھریلو حالات تم سے چھپاؤں گا نہیں میں تمہیں نفہ
سنے بتاتا ہوں کہ یہ عمارت جس میں تم بیٹھے ہوئے ہو یوں مانو سدرہ کے نام
دی گئی ہے اس عمارت کے نیچے پورا شاپنگ سینٹر ہے جس میں ان گنت دکا
ہیں جن کی خاصی آمدنی ہے اس کی دوسری منزل پر کرائے دار ہیں اور تیسری
منزل کا سارا حصہ ہمارے اپنے پاس ہے اس ساری عمارت کی آمدنی سدرہ کے
ہے اس کے علاوہ ڈیفنس میں سدرہ کے نام ایک کوٹھی بھی ہے جو میرے بیٹے
نے شادی سے پہلے اس کے لیے بنائی تھی وہ کرائے پر چڑھی ہوئی ہے۔

اس عمارت کے علاوہ اسی روڈ پر تھوڑا آگے جا کر ایک عمارت اور
ہماری ہے وہ میرے باپ نے خریدی ہوئی تھی۔ وہ میں نے بدر النساء کے نام
دی ہے اس میں بھی کافی دوکانیں ہیں اور اوپر کی منزلیں کرائے پر چڑھی ہوئی
اس کی بدر کو کافی آمدنی ہو جاتی ہے اس کے علاوہ بدر کی اپنی ڈیفنس میں
ہے۔ بیٹے تمہارے ساتھ تعارف سے پہلے سدرہ میرے اور بدر کے لیے

بڑا مسئلہ بنی ہوئی تھی۔ یہ کہیں بھی اپنی شادی کے لیے رضا مندہی نہ ہو رہی
تھی تمہارے آنے سے نہ جانے اس کی ذات میں کیا انقلاب رونما ہوا ہے۔ کہ
دنوں کے اندر اس کی کایا پلٹ کر رہ گئی ہے۔

بیرسٹر صاحب جب خاموش ہوئے تو اس بار بدر بڑی سنجیدگی سے آفاق کو
مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

آفاق بھائی اب جبکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ تم اور سدرہ ایک دوسرے کو
پسند کرتے ہو تو میں سمجھتی ہوں اس چاہت کی خبر تمہاری بہنوں کو بھی ہونی چاہئے
اس سلسلے میں میں ان سے ملنا چاہتی ہوں اور تمہاری اور سدرہ کی باقاعدہ منگنی کا
اہتمام کرنا چاہتی ہوں۔ کیا میں امید رکھوں کہ تمہاری بہنیں تمہاری پسند کو اپنی
پسند خیال کرتے ہوئے سدرہ کو قبول کر لیں گی۔ اس پر آفاق بڑے وثوق سے
کہنے لگا وہ ایسی بہنیں ہیں جنہوں نے اپنی خوشی کو میری خوشی سے اور اپنے دکھ اور
غم کو میرے غم سے وابستہ کر رکھا ہے۔ زندگی میں کبھی ایسا موقع نہیں آیا جہاں
ہم بہن بھائیوں نے ایک دوسرے کی مخالفت کی ہو۔ ہم سے جو بہن بھائی بھی قدم
اٹھاتا ہے دوسرے آنکھیں بچھا دینے کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جب آپ میری بہنوں
سے سدرہ کے ساتھ میری پسندیدگی کا ذکر کریں گے تو آپ دیکھنا کہ وہ سدرہ کو
کیسی عزت کیسا احترام دیتی ہیں۔

اس پر بدر خوش ہوتی ہوئی کہنے لگی۔

تو پھر میں کسی مناسب دن ضرور تمہارے ہاں آؤں گی اور تمہاری بہنوں کے
ساتھ تفصیل کے ساتھ بات کروں گی۔ مزید کچھ کہنے کے بجائے بدر نے بلند آواز
میں سدرہ کو پکارتے ہوئے کہا اب آ بھی جاؤ۔ کہاں بیٹھ گئی ہو۔ اس پر بیرسٹر
صاحب بولے یہ ٹھنڈا لینے گئی ہے یا جاپان چلی گئی ہے۔ جواب میں بدر مسکراتے
ہوئے کہنے لگی نہیں نانا ابو میں نے ہی اسے کہا تھا کہ ذرا ٹھہر کر آنا۔ میں اس کی
غیر موجودگی میں آفاق کے ساتھ ذرا کھل کر بات کرنا چاہتی تھی۔ بیرسٹر صاحب بدر

کا مطلب سمجھ گئے وہ کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ سدرہ سیون اپ سے بھر
ہوئے گلاسوں کی ٹرے اٹھائے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے
پیچھے نومی بھی اندر آیا تھا۔ ٹرے سدرہ نے بڑی تپائی پر رکھ دی تھی۔ پھر گلاس
اس نے اٹھائے پہلے اپنے نانا ابو کو تھمایا دوسرا آفاق کو دیا اور تیسرا بدر کو باقی بچے
والے دونوں گلاس اس نے لئے نومی کو بھی اپنے ساتھ صوفے پر بٹھایا۔ خود بھی
پینے لگی اور نومی کو بھی پلانے لگی تھی۔

سیون اپ کا ایک ہلکا سا گھونٹ لیتے ہوئے بیرسٹر صاحب نے کچھ دیر
تھوڑی دیر تک بڑے غور سے انہوں نے سدرہ کی طرف دیکھا پھر وہ رازدارانہ
آواز میں کہنے لگے۔ سدرہ میری بچی تمہاری غیر موجودگی میں ہم لوگوں نے ایک
فیصلہ کیا ہے۔ میری بیٹی اس میں شرمانے یا چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے
اب جبکہ یہ بات واضح اور عیاں ہوگئی ہے کہ تم اور آفاق ایک دوسرے کو پسند
کرتے ہو تو ہم نے تمہاری غیر موجودگی میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ کسی دن وقت نکال
کے بدر آفاق کی بہنوں سے ملے گی اور تم دونوں کی منگنی کا باقاعدہ اہتمام کرے
گی۔ بدر نے آفاق کی رہائش گاہ نہیں دیکھی لہٰذا تم بدر کو وہاں لے جانا۔ بیٹے
میری زندگی میں یہ معاملہ طے ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے ذمہ داریوں
سارا بوجھ اپنے کندھے سے اتار پھینکا ہے۔

سدرہ بے چاری کی گردن جھک گئی تھی نومی ان باتوں کو قطعاً" نہیں سمجھ
رہا تھا۔ اس موقعہ پر بیرسٹر صاحب شائد کچھ اور بھی کہتے کہ آفاق بولا اور
سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ

میری اور میرے بھائی بہنوں کی زندگی کا ایک تاریک پہلو بھی ہے اس سے
میں آپ سب کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ جب بعد میں ہمارے رشتے مضبوط ہو
اور اس وقت یہ بات سامنے آئے تو ہو سکتا ہے کہ یہ بات۔ آپ لوگوں
ناپسندیدگی کا باعث بنے۔ لہٰذا رشتہ مستحکم ہونے سے پہلے میں اپنی زندگی کے

پہلو کو آپ لوگوں کے سامنے راز نہیں رکھنا چاہتا۔ شاید سدرہ کی جو ملاقاتیں
بہنوں کے ساتھ ہوتی رہی ہیں اور انہوں نے جو میرے حالات سدرہ کو
ئے تو اس میں انہوں نے سدرہ کو یہ بتایا ہوگا کہ ہمارے ماں باپ مر گئے
اس پر بیرسٹر صاحب بولے اور سدرہ کو مخاطب کر کے پوچھا۔ سدرہ بیٹی کیا
کی بہنوں نے تمہیں یہ ہی بتایا تھا۔ اس پر سدرہ نے بڑے غور سے آفاق کی
دیکھا پھر وہ کہنے لگی ہاں۔ نانا ابو انہوں نے یہی بتایا تھا۔ جواب میں آفاق
کہنے لگا۔

بیرسٹر صاحب ہمارے گھریلو حالات کچھ ایسے ہیں کہ ہم ہر ملنے والے سے یہی
تے ہیں کہ ہمارے ماں باپ فوت ہو چکے ہیں۔ جبکہ حقیقت اس کے خلاف
ہے۔ ہماری ماں ضرور فوت ہو چکی ہے لیکن ہمارے باپ زندہ ہیں اس انکشاف پر
درہ نے چونک کر آفاق کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر گہری جستجو تھی۔ پر
فاق کہتا چلا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگوں میں جو حادثہ گذرا اس کی تشہیر نہیں چاہتے۔ اس
لئے کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے ماں باپ مر چکے ہیں۔ اس کے بعد آفاق نے بڑی
تفصیل کے ساتھ اپنے باپ کی دوسری شادی پھر اپنی ماں کی طلاق۔ گھر سے نکلنے
اور بڑی محنت کے ساتھ بچوں کی پرورش کے حالات پوری تفصیل کے ساتھ سنا
ڈالے تھے۔

آفاق جب خاموش ہوا تم بیرسٹر صاحب نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے
ہوئے کہنے لگے ارے تو رضوان صاحب کے بیٹے ہو۔ ان کا شمار تو آفاق بیٹے شہر
کے گنے چنے اور نامی اور گرامی بزنس مینوں میں کیا جاتا ہے۔ ریٹائرمنٹ سے پہلے
ایک بار میں ان سے ملاقات بھی کر چکا ہوں وہ ملنے میں تو بڑے اچھے انسان
تھے لیکن یہ جو انہوں نے دوسری شادی کر کے تمہاری ماں کو طلاق دیدی یہ انہوں
نے بڑا قبیح فعل کیا۔ اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا۔

بیرسٹر صاحب میں نے آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیا ہے۔ لیکن
یہ ہی سمجھیں کہ ہمارے باپ فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے کہ ہم نے ان سے ہر
تعلق کر رکھی ہے۔ ہماری ماں نے بڑی محنت مشقت کر کے ہمیں پالا۔ اس میں
میں ہمارے ماموں نے بھی ہمارا پورا ساتھ دیا کہ جب ہمارے ابا نے ہماری ماں
طلاق دیدی تو پھر ہماری ماں اپنے بھائی یعنی ہمارے ماموں کے پاس چلی آئیں۔
ماموں بیچارے محنت مشقت کر کے ہمارا پیٹ پالتے رہے انہوں نے شادی
کی تھی لیکن بیوی ان کی فوت ہو گئی تھی پھر انہوں نے شادی نہیں کی بلکہ
ہماری پرورش میں کھو کر رہ گئے۔ آج کل وہ خود دمے کے مریض ہیں اور بے
چارے ہمارے محتاج ہیں اور ہم انہیں اپنا باپ سمجھ کر ان کی خدمت کرتی
ہیں۔

سدرہ کمرے میں داخل ہونے کے بعد پہلی بار بولی اور بڑے تاسف سے
آفاق سے کہنے لگی لیکن آپ کو دونوں بہنوں نے نہ اپنے بیمار ماموں کا ذکر کیا
اور نہ ہی بیمار بھائی کا۔ اس پر آفاق کہنے لگا۔ اس موضوع پر بات نہیں چھڑی
ہوگی لہٰذا انہوں نے نہیں بتایا ہوگا۔ ویسے بھی وہ بہت کم گو ہیں۔ مطلب کے علاوہ
بات نہیں کرتیں۔ اس موقعے پر بیرسٹر صاحب بول پڑے اور ڈھارس دلانے اور
تسلی دینے کے انداز میں آفاق سے کہنے لگے۔ آفاق بیٹے تمہارے حالات سن کر
مجھے بڑا صدمہ اور دکھ ہوا ہے۔ بدر بھی بولی اور کہنے لگی۔

آفاق بھائی یہ جو حقیقت آپ نے بتائی ہے یہ اتنی تلخ تو نہیں ہے کہ ایسے
حالات تو سب پر بیتتے اور گذرتے ہیں۔ میں تمہاری ماں اور تمہارے ماموں کی
ہمت کو سلام کرتی ہوں کہ انہوں نے محنت مشقت کر کے تم لوگوں کی پرورش کی
اور تم لوگوں کو لکھایا پڑھایا۔

اس قدر گفتگو ہونے کے بعد آفاق اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور بیرسٹر صاحب
کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا میں اب جاتا ہوں مجھے اجازت دیجئے۔ اس پر بیرسٹر

مسکراتے ہوئے کہنے لگے کہ مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے
صاحب تو آنے جانے کے لئے تمہیں سدرہ سے ہی پوچھنا ہوگا۔ ویسے میں تمہیں
بتا دوں آج تمہارے یہاں رہنے کا لمبا ہی پروگرام ہے۔ آج یہ دونوں بہنیں تمہیں
جانے نہیں دیں گی۔ عین اس موقع پر سدرہ نے بیرسٹر صاحب اور بدر کی نگاہیں
بچا کر ہاتھ کے اشارے سے آفاق کو بیٹھنے کے لئے کہا۔ لہٰذا آفاق بیٹھ گیا اور بیرسٹر
صاحب کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔ اس لمبے پروگرام سے آپ کا کیا مقصد ہے۔
اس موقع پر بدر بولی اور آفاق سے کہنے لگی۔ آفاق بھائی تم بیٹھو آج جانا نہیں ہے
شام کا کھانا آپ ہمارے ساتھ کھا کر جائیں گے۔ آج کچھ بہانا نہیں چلے گا اس
کے ساتھ ہی بدر اپنی جگہ سے اٹھی اور سدرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔
سدرہ میری بہن تم ذرا میرے ساتھ باہر آؤ۔ نومی تم یہیں بیٹھے رہو۔ سدرہ بدر
کے ساتھ ہو لی۔ وہ دونوں بہنیں ڈرائینگ روم سے نکل گئیں تھیں۔

بدر سدرہ کو پکڑ کر ایک دوسرے کمرے میں لے گئی تھی اور دونوں بہنیں
ایک ساتھ وہاں لگے ہوئے چمڑے کے صوفوں پر بیٹھ گئیں تھیں۔ پھر بدر بے پناہ
خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اور سدرہ کے کندھوں پر اپنا بازو رکھ کے مزید اپنے
قریب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

سدرہ میری بہن تم بھی عجیب قسم کی انقلابی لڑکی ہو۔ میں اور نانا نے تمہاری
زندگی سنوارنے میں پورا ایک سال صرف کر دیا۔ لیکن تم ٹس سے مس نہ
ہوئیں۔ بے شمار اعلیٰ سے اعلیٰ رشتے تمہارے لئے آئے لیکن تم نے غور کرنا تو
دور کی بات رشتہ لانے والی عورتوں تک سے ملنا پسند نہ کیا۔ اور پھر جب تم ٹوٹنے
اور بکھرنے پر آئیں تو منٹوں کے اندر ٹوٹ اور بکھر کر رہ گئیں۔

تمہاری محبت کی مجھے قطعاً کوئی سمجھ نہیں آئی۔ تم نے میں سمجھتی ہوں
فلموں والا کردار ادا کیا ہے فلموں کی کہانی میں بھی تم نے دیکھا ہوگا کہ جب ہیرو
اور ہیروئن ایک دوسرے کے سامنے آتے ہیں ایک دوسرے کی آنکھ

آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہیں۔ لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوتی ہے اور بس لمحوں کے اندر ایک ہی ملاقات محبت میں تبدیل ہو کر رہ جاتی ہے۔ تم نے بھی کوئی ایسا کردار ادا کیا ہے۔ کہ آفاق کے ساتھ چند ہی لمحوں میں تم نے اپنی پوری ذات انڈیل کر رکھ دیا۔ بہرحال میں بے حد خوش ہوں کہ اپنی زندگی کا کوئی راز اپنایا۔ تم نے اپنے دل میں کسی کی چاہت اور محبت کو جگہ تو دی۔ میں تمہاری اس انقلابی اور انتہائی سرعت کے ساتھ وجود میں آنے والی محبت کو سلام کرتی ہوں۔

بدر کی یہ گفتگو سن کر سدرہ تھوڑی دیر تک ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں ڈوب کچھ سوچتی رہی پھر وہ بولی اور بدر سے مخاطب ہوئی۔ بدر آپا محبت ایک لافانی شے ہے جو پرانے کریدے ہوئے زخموں تک کو بھر دیتا ہے معصوم تمناؤں کے اجڑے گھر آباد کر دیتا ہے اور بیتے لمحوں کی تاریکی تک کو روشن کر کے رکھ دیتا ہے محبت سونے کھنڈرات میں پرکھوں کی انا کا ایک تغیر برپا کرتی ہے یہ محبت تو تیز نشیلی کرنوں کی طرح ہے جو دل کی ویران بستیوں کو آباد کرتی ہے میٹھی اور دھوپ جیسی ہے جو ساحلوں کی چمکیلی ریت کو برہم نہیں کرتی۔ بدر میری محبت تو آگہی کی پیغامبر ہے بنجر حروف کو پھولوں کا روپ بے اثر فہم اور ادراک کیفیت کو جگنوں کے میلے جیسے بارونق بنا کر رکھ دیتی ہے۔

مگر آپا آپ کو ماننا پڑے گا کہ آفاق سے ملاقات اور ان سے محبت کی ابتدا ہونے سے پہلے میری زندگی اجڑی مانگ اور خشک ہونٹوں جیسی ویران تھی یتیمی کی چبھن اور روح تلاطم اور کرب انگیز دھوپ کی کڑواہٹ جیسی نابینا اور سرد آہوں کے گرم اشکوں جیسی بے بس تھی۔ جب تک مجھے آفاق کی محبت نہ ملی تھی اس وقت بدر آپا یوں جانو میں خالی گود اور راہوں کے آشوب کی ماری ماری پھرتی تھی۔

مجھ پر آفاق کی ذات اور ان کی محبت نے میری ذات میرے وجدان۔ میرے بہار میرے حواس کو زندگی کی شادابی سے روشناس کیا ہے۔ اس محبت نے میرے باطنی احساس کے پردے پر انجانی حلاوت کا نزول کیا ہے۔ اس محبت نے مجھے کچھ یوں مالا مال کیا ہے جیسے حجاب کے دلنشیں صدف کو پیار کے دلنواز موتی مل جاتے ہیں۔ آفاق نے یوں جانو آپا کہ میری روح میں اٹھتے طوفانوں کا رخ موڑ کے رکھ دیا ہے۔ میرے خیالات کی رو کو انہوں نے لطافتوں کی دھنک بصارتوں کا سرور اور سماعتوں کی شیرینی عطا کر دی ہے۔ اور مجھے اپنی ذات کی تقدیس اور حرمت سے خوب آگاہ کیا ہے۔ آپا ان سے ملاقات سے قبل میں زرد پتوں کے ڈھیر جیسی تھی لیکن ان سے ملاقات اور محبت کرنے کے بعد اب میں اپنے آپ کو صدیوں کے ستاروں کی طرح روشن اور خوش قسمت خیال کرتی ہوں۔

آپا جہاں تک تمہارا یہ اعتراض ہے کہ میں نے آفاق سے محبت فلموں کی محبت جیسی تیز رفتار اور اچانک کی ہے تو اس کی مجھے بھی کچھ سمجھ نہیں آئی۔ بس ان کے سامنے میں پانی کی طرح ڈھل گئی۔ برف زاروں کی پگھلی چاندنی کی طرح بہہ گئی۔ ان کے سامنے اور انکی ملاقاتوں کے دوران بس آپا میری حالت پریم کی نگنت راتوں اور گلابی برکھا کے بدلتے موسموں کی سی ہو کر رہ گئی تھی۔ یوں جانو کہ جو کچھ ہوا آپ سے آپ ہوا اس لئے کہ محبت تو ایک ایسا جذبہ ہے جو ہو جاتا ہے کیا نہیں جاتا۔

یہاں تک کہنے کے بعد سدرہ جب رکی تو بدر کی آواز پھر کمرے میں گونجی۔

سدرہ میری بہن گو آفاق سے یہ میری پہلی ملاقات ہے لیکن میں نے اسے بڑا پسند کیا ہے۔ قد آور ہے۔ نوجوان ہے۔ خوبصورت ہے۔ بہترین شخصیت کا مالک ہے۔ گفتگو بھی اچھی کرتا ہے ایک عمدہ اور بہترین آرٹسٹ بھی ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نے اپنی زندگی کے کسی بھی پہلو کو ہمارے سامنے تاریکی اور اندھیرے میں نہیں رکھا۔ نانا ابو کہہ رہے تھے بے چارہ اپنے گھر کے اخراجات پورے کرنے کے لئے بڑی تگ و دو کرتا ہے فلمی پوسٹر بناتا ہے۔ اور کسی پینٹنگ

ہاؤس میں بھی کام کرتا ہے۔ اخبار۔ رسائل کے لئے اسکیچ بنانے کا کام بھی
کرتا ہے۔ نانا ابو کہہ رہے تھے کہ رسالوں میں اس کی کہانیاں بھی چھپتی ہیں۔

سدرہ کہنے لگی نانا ابو ٹھیک کہہ رہے تھے وہ اتنے سارے کام کرتے ہیں اور
یہ کام انہوں نے مجھے بڑے فخر کے ساتھ بتائے ہیں۔ ورنہ آج کل عموماً" نوجوان
اپنی اور اپنے گھر کی خامیوں کو چھپا کر رکھتے ہیں لیکن آفاق ایسے نہیں ہیں۔ یہ
انتہائی شریف ہونے کے ساتھ ساتھ سچ بولنے کے عادی ہیں۔ خواہ اس میں انہیں
نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ اور پھر آپا انہوں نے پبلک سروس کمیشن کا امتحان دے
رکھا ہے۔ مجھے بتا رہے تھے کہ شائد جلد ہی رزلٹ نکلے اور انہیں امید ہے کہ وہ
پاس ہو جائیں گے۔ اس پر بدر کہنے لگی۔

جب تک اس کے حالات سنورتے سدھرتے نہیں تم کسی حیلے بہانے ان
کی مدد کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتی ہو۔ اب تو وہ تمہاری زندگی کا محور ہے۔
بلکہ میں یوں کہوں کہ اب آفاق ہی تمہاری زندگی کا سرمایہ ہے۔ سدرہ مسکراتے
ہوئے کہنے لگی نہ آپا۔ یہ کام مت کرنا۔ ورنہ وہ ناراض ہو جائیں گے اور وہ اپنی
محنت کے صحیح معاوضے سے بھی زیادہ رقم لینا پسند نہیں کرتے۔ جب انہوں نے یہ
دیوار والی تصویر بنائی تھی تو میں نے پانچ پانچ سو کے نوٹوں کی بھاری گڈی ان کے
سامنے رکھ دی تھی۔ کوئی اور ہوتا تو ساری گڈی لے کر چل دیتا۔ لیکن انہوں
نے اس میں سے صرف چند نوٹ لئے۔ باقی نوٹ انہوں نے مجھے واپس لوٹا دیئے
تھے۔ اسی طرح پہلی تصویر کے موقع پر بھی انہوں نے جس قدر بھی رقم میں نے
دینا چاہی وہ ساری کی ساری قبول نہیں کی۔ بلکہ تھوڑی سی رقم جس قدر وہ اپنی
محنت کا معاوضہ سمجھتے تھے قبول کر لی۔ اب اگر میں نے انہیں کسی حیلے بہانے زر
دے کر ان کی مدد کرنا چاہی تو میں ڈرتی ہوں کہ وہ مجھ سے کہیں ناراض نہ ہو
جائیں۔ اور آپا اگر آفاق مجھ سے ناراض ہو گئے تو یوں جانوں کہ وہ دن پھر سدرہ
کی زندگی کا آخری دن ہو گا۔ اس لئے کہ اب مجھ میں مزید کرب اور تشویش

برداشت کرنے کی ہمت اور طاقت نہیں رہی۔

سدرہ کے خاموش ہونے پر بدر پھر بولی۔

مجھے تمہارے ایک اور رویے پر بھی اعتراض ہے ایک طرف تم آفاق سے
ن کر محبت کر رہی ہو اس کے سامنے بچھی جا رہی ہو۔ زیادہ سے زیادہ اس کی
چاہتوں اور محبتوں کا مقدار بننے کی کوشش کر رہی ہو اور دوسری طرف تم سعید کی
برسی منانے کی تگ و دو میں بھی لگی ہوئی ہو۔ اس طرح کیا تمہاری محبت بٹ
نہیں جائے گی۔ اگر تم زور شور سے سعید کی برسی مناتی ہو۔ تو کیا آفاق کے دل
میں کوئی شبہ اور انقلاب نہ اٹھ کھڑا ہو گا۔ کہ تم کلیتہ" اس کی ہو کر نہیں رہ سکتی
ہو اور یہ کہ تم نے اپنی محبت کو دو خانوں میں بانٹ رکھا ہے۔

بدر کی اس گفتگو کو سدرہ نے بڑے غور سے سنا پھر کہنے لگی۔

آپا آپ کی بات ٹھیک ہے تم جانتی ہو کہ سعید سے مجھے کوئی ایسی محبت نہ
تھی جیسے اس وقت مجھے آفاق سے ہے۔ بس ہم دونوں کزن تھے اکٹھے رہتے رہے
۔۔۔ محبت ہوئی اور پھر ہم دونوں کی چونکہ بچپن ہی سے منگنی ہو چکی تھی لہٰذا ہم
نے کسی جذبہ کا اظہار کیے بغیر ایک دوسرے کو قبول کر لیا تھا۔ لیکن آفاق کی بات
اور ہے میری بہن۔ اسے میں نے پسند کیا ہے۔ ان کی ذات کے ہر رد عمل کو میں
نے چاہا ہے۔ لہٰذا اگر آفاق کو مجھ سے چھینا گیا تو کم از کم یہ میرے لئے ناقابل
برداشت ہو گا۔ اس لئے کہ آفاق کو میں اپنی زندگی کی پہلی محبت قرار دے سکتی
ہوں لہٰذا جہاں تک برسی منانے کا تعلق ہے تو اس سے متعلق کہیں مجھے کیا کرنا
چاہیے۔

بدر فوراً" کہنے لگی۔ میری مانو تو اس برسی ورسی کو ملتوی کر دو۔ اس طرح
آفاق کے دل میں شک اور شبہات جنم لیں گے کہ تم ابھی تک اپنے مرنے والے
شوہر کی محبت میں پھنسی ہوئی ہو۔ گو وہ جانتا ہے کہ عملی طور پر وہ تمہارا شوہر
نہیں رہا۔ اس لئے کہ نکاح ہوتے ہی وہ بیچارا اس دنیا سے کوچ کر گیا تھا۔ اور تم

ابھی تک کنواری اور دوشیزہ ہو پھر بھی میری بہن تمہارا برسی منانا خود تمہارے
نقصان کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ آفاق کے ذہن میں یہ سوال اٹھا
ہے کہ تم ابھی تک سعید سے محبت کرتی ہو اس لئے پسند کرتی ہو جب کہ
نہیں ہے۔

سدرہ فوراً" بولی اور کہنے لگی۔ اگر ہم برسی کو ملتوی کر دیں تو یہ یک
کاروائی ہوگی۔ آپ اس سلسلہ میں نانا ابو سے بھی بات کر لو کہیں وہ برا نہ
کہ سعید کی برسی کو کیوں ملتوی کر دیا گیا ہے۔ بدر کہنے لگی کہ تم مطمئن رہو اس سلسلے میں نانا ابو
خود بات کر لیتی ہوں۔ اب تم اٹھ کر شام کے کھانے کی تیاری کرو۔ کمال
نگرانی کرو اسے سارا سامان لا کے دو تاکہ وہ شام کا کھانا تیار کرے۔ میری
بات مانو۔ تم آفاق کو ساتھ لے جاؤ اور کھانے کے لئے ساری اشیاء خرید
اس کی اور تمہاری غیر موجودگی میں نانا ابو سے برسی کے التواء کی بات کر
سدرہ نے بدر کی اس تجویز کو پسند کیا پھر دونوں بہنیں اٹھیں اور ڈرائنگ رو
طرف چل دیں تھیں۔

راستے میں اچانک بدر نے سدرہ کا شانہ پکڑ لیا اور کہنے لگی سنو۔ سنو
میری ایک بات سنو۔ میں آفاق کو باہر بلاتی ہوں تم اسے لے کر جس کمر
ہم دونوں اٹھ کر آئے ہیں اس کمرے میں لے کر بیٹھ جانا۔ میں نانا سے بات
ہوں اگر وہ برسی نا منانے پر رضامند ہو گئے تو میں تمہیں بتا دوں گی تم راستے
شاپنگ کرتے ہوئے آفاق سے بات کرنا اور اس سے کہنا کہ وہ دیوار پر اس
تصویر بنائی ہے اس پر وہاں اپنی پسند کی کوئی تصویر بنا دے۔ سدرہ وہاں
اور کہنے لگی ہاں آپا یہ ٹھیک ہے آپ ڈرائنگ روم میں جائیں میں یہیں
انتظار کرتی ہوں۔

بدر ڈرائنگ روم کے دروازہ پر آئی اور آفاق کو مخاطب کر کے کہنے
آفاق بھائی آپ ذرا میرے ساتھ آئیں آفاق چپ چاپ اٹھ کر ڈرائنگ رو

باہر آیا۔ بدر نے بڑی رازداری سے اسے مخاطب کر کے کہا۔ آفاق بھائی تم سدرہ
کے ساتھ جا کے ذرا اس کمرے میں بیٹھو میں نانا ابو سے ایک بات کر کے پھر تم
دونوں کو آگاہ کرتی ہوں اس کے بعد پھر تم دونوں ذرا بازار شاپنگ کے لئے چلے
جانا تم رات کا کھانا یہاں ہمارے یہاں کھا کر جاؤ گے اور اس کے لئے سدرہ کے
ساتھ سامان بھی جا کر لے کر آنا دروازے کے قریب آفاق پریشان سا ہی کھڑا تھا
کہ سدرہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگی آپ میرے ساتھ آئیں باجی کو بات کرنے
دیں۔ آفاق چپ چاپ سدرہ کے ساتھ ہو لیا اور اسے وہ لے جا کر سامنے والے
کمرے میں بیٹھ گئی تھی جب کہ بدر ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔

بیرسٹر صاحب کے قریب ہی بدر بیٹھ گئی پھر وہ بڑی رازداری میں کہنے لگی نانا
ابو آپ سے ایک انتہائی ضروری بات کرنی ہے۔ بیرسٹر صاحب نے نرم اور شفقت
بھرے لہجہ میں کہا۔ کہو بیٹی کیا کہنا چاہتی ہو۔

بدر ہچکچاتے ہوئے بولی۔ نانا ابو آپ جانتے ہیں کہ سدرہ بڑے جوش و
ذوق اور ولولہ کے ساتھ سعید کی پہلی برسی منانے کی تیاریوں میں لگی ہوئی
تھی۔ اس دوران اس کے ساتھ آفاق کی محبت اور چاہت کا واقعہ پیش آگیا۔ نانا
ابو کیا یہ واقعہ سدرہ اور ہمارے لئے خوش آئند نہیں ہے ۔ سدرہ کا آفاق کو پسند
کرنا اور اب اس کا ویران ویران اور افسردہ رہنے کے بجائے خوش و خرم
دکھائی دینا ہمارے لئے خوشی اور سکون کا باعث نہیں ہے۔ بیرسٹر صاحب بیچ میں
ٹوکتے ہوئے کہنے لگے یہ یقیناً" خوشی کا باعث ہے بیٹی کھل کر کہو۔ کیا کہنا ہے تم
نے

بدر پھر بولی۔ نانا ابو بات یہ ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ سدرہ بڑی مشکل سے
سنبھلی ہوئی ہے اب چند ہی یوم تک سعید کی برسی آرہی ہے میں سمجھتی ہوں کہ
اگر یہ برسی منائی گئی تو کہیں سدرہ کی طرف سے آفاق کے دل میں یہ شبہات نہ
پیدا ہو جائیں کہ سدرہ کی محبت اس کے اور سعید کے درمیان بٹی ہوئی ہے میں

چاہتی ہوں اب جبکہ سدرہ کو خوشیاں نصیب ہو رہی ہیں تو یہ برسی ملتوی کر دی
جائے نانا ابو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا اب میں چاہتی ہوں کہ سدرہ سعید کی یادیں
فراموش کر کے آفاق کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرنے کی ابتداء کرے۔

بدر کی اس گفتگو کے جواب میں بیرسٹر صاحب تھوڑی دیر تک خاموش اور
سنجیدہ رہ کر سوچتے رہے پھر بولنے اور کہنے لگے۔ بدر میری بیٹی میری بچی میں دیکھ رہا
ہوں کہ سدرہ پورے ایک سال بعد پھر ستارہ افروز نصیب ہو رہی ہے اسے خوش
اور پر سکون دیکھتے ہوئے مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سحاب و گوہر، سکوت
صدا اور موج و تبسم یکجا ہو گئے ہوں بیٹے اس آفاق کی وجہ سے اس کے چہرے
پھولوں کا تبسم اور آواز میں نغمگی سی آگئی ہے۔ اس کے بے نطق لب جان
درخشندگی اور دل کی تابندگی کا اظہار کرنے لگے ہیں۔

حالانکہ تو جانتی ہے میری بچی آفاق سے ملاقات سے پہلے یہی سدرہ
جنت کے سینے، رقت زدہ لہجہ اور آتش آندھیوں کا حدف دکھائی دیتی تھی
آفاق کے ساتھ اپنے تعلق کی بناء پر وہ دکھ کے پردیس میں سویرے کی
سپنوں کے آکاش پر بے انت آزادیوں اور گنگناتی زمین پر نئے چاند کی
طرح شاداب اور پر کشش دکھائی دینے لگی ہے ۔ بیٹی سدرہ کو خوش دیکھتے
میری خواہش ہے کہ سعید کی برسی منا کر اس گھر میں پھر زندان کا سناٹا
بھنور اور ویران گوشوں کی نحوست کو ہر گز جگہ نہ دی جائے۔ میری بیٹی اگر
کی برسی منائی گئی تو یہ گھر ایک بار پھر ماتموں اور وحشتوں کا رقص بن جائے
اور آفاق اس گھر میں روشنی کا سفید، وسیلہ ثبات اور صبح زندگی کی تابندگی
وارد ہوا ہے۔ سعید کی برسی ختم کر دو۔ بدر بیٹی میں نہیں چاہتا کہ اس برسی
سے میری بیٹی سدرہ ایک بار پھر موت کے بھنور اور نحوست کے زنگار
کر رہ جائے۔

بیرسٹر صاحب کا جواب سن کر بدر بیحد خوش ہوئی اور اس بار وہ کسی قدر

پوچھنے لگی۔
نانا ابو وہ کمرہ جس میں ہم نے سعید اور سدرہ کی خوابگاہ کے لئے منتخب کیا تھا
کمرے میں سعید کی برسی منانے کے لئے دیوار پر جو سدرہ نے سعید کی تصویر
بنائی ہے اس کا کیا کریں۔ اس پر بیرسٹر صاحب نے کچھ سوچا پھر کہنے لگے۔

بدر میری بچی بات یوں ہے کہ اس سلسلہ میں سدرہ سے بات کرو کہ وہ یہ
برسی ختم کرنے پر رضامند ہے یا نہیں بدر فوراً" بول پڑی نانا ابو وہ تو برسی ختم
کرنے پر رضامند ہے لیکن اس سلسلہ میں وہ آپ کی اجازت حاصل کرنا چاہتی
ہے بیرسٹر صاحب نے خوشی سے کہا اگر یہ معاملہ ہے تو میرے بیٹے اس برسی کو
ختم کرو۔ اور سدرہ سے کہو کہ وہ آفاق سے کہہ کر اس کمرے میں جو سعید کی
تصویر بنی ہے وہاں کوئی اپنی پسند کی تصویر بنا دے۔

بدر فوراً" مسکراتی ہوئی کھڑی ہو گئی نانا ابو میں سدرہ کے ساتھ آفاق کو بھیج
رہی ہوں تاکہ وہ شام کے کھانے کے لئے دونوں سامان خرید لائیں۔ آفاق شام کا
کھانا یہیں کھا کر جائیں گے۔ میں بھی آج رکونگی نہیں واپس چلی جاؤں گی۔ وہ
دونوں ابھی بازار نہیں گئے یہیں رکے ہوئے ہیں۔ میں سدرہ سے کہتی ہوں کہ
آفاق سے کہے کہ اس تصویر کی جگہ کوئی دوسری تصویر بنا دے اس کے ساتھ ہی
وہ ڈرائنگ روم سے نکل گئی تھی۔

باہر آکر بدر نے دوسرے کمرے سے سدرہ کو اشارے سے اپنی طرف بلایا۔
سدرہ تقریباً" بھاگتی ہوئی باہر آئی اور کہنے لگی کیا بات ہے آپی نانا ابو کا اس معاملہ
میں کیا رد عمل ہے۔ اس پر بدر مسکراتے ہوئے کہنے لگی سنو نانا ابو کہتے ہیں کہ
آج کے بعد یہ برسی منانا ترک کر دی جائے ان کی خواہش ہے کہ برسی منانے سے
گھر پھر دکھوں اور ماتموں کا شکار ہو سکتا ہے اور وہ اپنی بیٹی سدرہ کو اب مزید
اداس اور پریشان دیکھنا نہیں چاہتے لہٰذا نانا ابو کا فیصلہ یہ ہے کہ سعید کی
برسی ختم کر دی جائے۔ میں نے نانا ابو سے اس تصویر کے بارے میں بھی پوچھا
جو تم نے اپنی خوابگاہ میں بنائی ہے۔ نانا ابو کا کہنا ہے کہ اس تصویر کو بھی ختم

کر دیا جائے اور سدرہ آفاق سے کہے کہ اس تصویر کی جگہ اپنی مرضی اور اپنی خواہش کے مطابق کوئی اچھی سی تصویر بنا دے اب تم بولو اس سلسلہ میں تمہارا کیا ارادہ ہے اس پر سدرہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگی میرا تو وہی ارادہ ہے جو آپ کا اور نانا ابو کا ہے میں آفاق سے کہتی ہوں کہ وہ وہاں کوئی اور تصویر اپنی مرضی کے مطابق بنا دیں۔

بدر پھر بولی اور اس بارے بڑی راز داری سے سدرہ سے کہنے لگی۔ میری بہن اب تم آفاق کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور شاپنگ کر آؤ۔ نومی کو ساتھ لے کر جانا اسے یہیں میرے پاس رہنے دینا ہو سکتا ہے اس کی موجودگی میں آفاق تمہارے ساتھ کھل کر گفتگو نہ کرے۔ تم آفاق کی طرف جاؤ میں نومی کو بلا کر ڈرائنگ روم میں بیٹھتی ہوں۔ سدرہ واپس چلی گئی بدر نے آواز دے کر نومی کو بلایا نومی جب قریب آیا تو بدر اس کا ہاتھ پکڑ کر ڈرائنگ روم میں لے گئی جبکہ سدرہ اور آفاق سیڑھیاں اتر کر نیچے چلے گئے تھے۔

اپنی کار کے پاس آکر سدرہ نے دروازہ کھولا اور اسٹیئرنگ پر بیٹھ گئی جبکہ آفاق پچھلے دروازے کے قریب کھڑا رہا۔ سدرہ نے سر باہر نکالا اور مسکراتے ہوئے آفاق کی طرف دیکھا اور کہنے لگی آپ اجنبیوں کی طرح پچھلی نشست پر بیٹھنے کا کیوں انتظار کر رہے ہیں یہاں آگے آکر بیٹھیں۔ ساتھ ہی سدرہ نے اگلی نشست کا دروازہ کھول دیا تھا۔ آفاق سدرہ کے ساتھ بیٹھ گیا اور پوچھنے لگا۔ یہ تو بتاؤ کہ جانا کہاں ہے۔ سدرہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ آپ کو شام کا کھانا ہمارے یہاں سے ہی کھا کر جانا ہے۔ آپی کا حکم ہے کہ بازار سے شام کے کھانے کا سودا ہم دونوں خرید کر لائیں لہٰذا میں آپ کو شاپنگ کے لئے اپنے ساتھ لے کر جا رہی ہوں پھر اچانک سدرہ کو کوئی خیال گذرا اور آفاق کی طرف غور سے نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔ آفاق کیا آپ گاڑی چلا لیتے ہیں۔ آفاق نے بھی اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ہاں چلا لیتا ہوں۔ کیا تم نے ...

... لیا ہے۔ سدرہ نے گاڑی کی چابی سوئچ ہی میں رہنے دی۔ دروازہ کھول کر باہر آئی اور آفاق سے کہنے لگی۔ اگر ایسا ہے تو پھر آپ ذرا باہر آئیں آفاق بھی دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ سدرہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ آپ اسٹیئرنگ پر بیٹھیں گاڑی آپ چلائیں گے میں آپ کے ساتھ بیٹھوں گی سدرہ کا کہا مانتے ہوئے آفاق اسٹیئرنگ پر بیٹھ گیا جبکہ سدرہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس کے پہلو میں بیٹھ گئی پھر کہنے لگی یہ تو بڑی ونڈر فل بات ہے کہ آپ گاڑی چلانا جانتے ہیں چلیں اس سے کم از کم میرے لئے بڑی آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔

آفاق اسٹیئرنگ پر بیٹھ گیا اور پوچھنے لگا۔ اچھا یہ بتاؤ جانا کہاں ہے۔ سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ گاڑی آپ پہلے مین روڈ پر لے چلیں پھر میں جدھر جدھر کہوں ادھر ادھر ہی آپ چلتے رہیے۔ آفاق نے گاڑی اسٹارٹ کی اسے موڑ کر وہ مین روڈ پر لے آیا۔ سدرہ کہنے لگی گاڑی کو پہلے مال کی طرف لے چلیئے آفاق گاڑی کو ادھر ہی لے گیا۔ فروٹ جوس کی جس شاپ میں بیرسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر آفاق نے جوس پیا تھا۔ اس کے عین سامنے سدرہ نے گاڑی روک دینے کو کہا۔ آفاق نے گاڑی روک دی دروازہ کھول کر سدرہ باہر آئی آفاق بھی باہر نکلا گاڑی کو اس نے لاک کر دیا اور سدرہ سے پوچھنے لگا۔ اب کدھر کا ارادہ ہے۔

سدرہ خاموشی سے فروٹ جوس کی دکان کی طرف بڑھتے ہوئے کہنے لگی آپ میرے پیچھے پیچھے آ جایئے گا۔ حجت اور بحث کرنے کی کوشش نہ کیجئے ورنہ سب لوگ دیکھیں گے کہ ان لوگوں کو بھرے بازار میں کیا ہو گیا ہے۔ آفاق مسکراتے ہوئے سدرہ کے پیچھے ہو لیا تھا۔ دونوں فروٹ جوس کی دکان میں داخل ہوئے ایک میز پر بیٹھ گئے اور سدرہ نے ٹیبل بوائے کو مینگو جوس کے دو گلاس لانے کا آرڈر دے دیا تھا۔

جوس آنے تک دونوں خاموش بیٹھے رہے جب ٹیبل بوائے دونوں کے سامنے جوس کے بڑے بڑے گلاس اور ان کے اندر ڈبل تنکے رکھ گیا تب سدرہ

نے جوس کا ایک گھونٹ بھرا پھر وہ آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔
آفاق اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ سے ایک بات کہوں آفاق نے
جوس کا ایک گھونٹ لیا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا یہ تمہیں کس نے کہا
میں تمہاری باتوں کا برا بھی ماننے لگوں گا۔ اس پر سدرہ کو حوصلہ ہوا اور
لگی۔ آفاق دیکھیں جو رات بھر کی محنت کر کے آپ نے دیوار پر تصویر بنائی
میں اسے ختم کرنا چاہتی ہوں سدرہ کی اس گفتگو سے آفاق کے چہرے پر
رونق اور آنکھوں میں چمک سی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ پوچھنے لگا کیوں کیا
چاہتی ہو۔ اس پر سدرہ سنجیدہ ہو گئی اور کہنے لگی۔
دیکھئے آفاق اب سب پر ظاہر ہو گیا ہے کہ آپ مجھے پسند کرتے ہیں
آپ کو چاہتی ہوں۔ نانا ابو پر بھی اور آپی پر بھی ہماری چاہت اب راز نہیں
اور وہ دونوں اب عنقریب آپ کی اور میری منگنی کا باقاعدہ اہتمام کرنا چاہتے
ہیں۔ اس سلسلہ میں آپی نے نانا ابو سے بات کی تھی۔ نانا ابو کا فیصلہ تھا کہ
برسی نہیں منائی جائے گی اس لئے کہ وہ برسی ہمارے ہاں دکھوں اور ماتموں
نحوستوں کی ابتدا کر سکتی ہے۔ جبکہ نانا ابو کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ میری بیٹی سدرہ
اب چونکہ خوشیاں نصیب ہو رہی ہیں لہٰذا برسی منا کر گھر کو پھر ماتم کدہ نہ بنا
دیا جائے گا۔ اس بناء پر نہ صرف برسی ختم کر دی گئی ہے بلکہ نانا اور آپی نے
یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ وہ تصویر ختم کر دی جائے اور اس جگہ آپ اپنی مرضی
خواہش کی اچھی سی کوئی تصویر بنا دیں۔ یا یوں سمجھئے کہ جو تصویر آپ کے
آپ کے من کو بھاتی ہے وہ وہاں آپ بنا دیں۔
اس پر آفاق نے ذرا شوخ سے لہجہ میں پوچھا۔ سنو سدرہ کیا وہ تصویر جو
میں اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق بناؤں گا وہ تمہیں پسند آئے گی؟ اس
سدرہ نے بھی چہکتے ہوئے کہا جب تصویر بنانے والے کو پسند کر لیا ہے تو جو
بنے گی وہ تو سمجھوں گی کہ میری زندگی کا شاہکار ہو گی۔

آفاق کہنے لگا۔ سنو سدرہ اگر تم سب لوگوں کا یہی فیصلہ ہے تو میں کل اس
دیوار کو سفید رنگ کر دوں گا میں آنے والی جمعرات کو شام کے وقت پھر آؤں گا
اگلی تصویر بھی بنا دوں گا اور جمعہ کے روز میں آرام کر لوں گا۔ اس پر سدرہ
نے اپنے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا چلو یہ معاملہ تو طے ہوا۔ اس کے بعد
سدرہ نے اپنا پرس کھولا اور سو سو کے نوٹ نکال کر اس نے آفاق کی جیب میں
ڈال دیئے تھے۔ آفاق نے جیب سے نوٹ نکالے اور کہنے لگا یہ کیا ہے سدرہ بولی۔
یہ جو آپ نئی سینری بنا کر لائے ہیں اس کے سلسلے میں ہیں۔ اس پر آفاق
نے نوٹ سدرہ کے سامنے رکھ دیئے اب جب کہ وقت اور حالات نے ہم دونوں
کے درمیان ایک رشتہ ایک رابطہ ایک تعلق کھڑا کر دیا ہے تو میں اب تم سے بننے
والی ساری سینریوں کے پیسے نہیں لیا کروں گا۔
اس پر سدرہ نے شوخ نگاہوں سے آفاق کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا آپ
نے اس نئے قائم ہونے والے تعلق اور رشتے کی بنا پر یہ سمجھتے ہیں کہ اس رشتے
کی وجہ سے آج کے بعد میری ہر چیز آپ کی اور آپ کی ہر چیز میری ہے اس پر
آفاق فوراً بولا اور کہنے لگا ہاں بالکل ایسا ہی سمجھتا ہوں۔ سدرہ نے فوراً نوٹ اپنے
سامنے سے اٹھائے اور دوبارہ آفاق کی جیب میں ڈالتے ہوئے کہنے لگی یہ میرے
نوٹ بھی آپ ہی کے ہیں۔ یعنی جب سدرہ آپ کی ہے تو اس کی ہر چیز آپ کی
ہے۔ ان نوٹوں پر آپ کا حق بنتا ہے۔ اور آئندہ اگر آپ نے میری دی ہوئی کوئی
چیز لینے سے آپ نے انکار کیا تو میں یہ سمجھوں گی کہ اس رشتے میں خیانت کرنا
چاہتے ہیں جو میرے اور آپ کے درمیان قائم ہو چکا ہے۔ اس بار آفاق بے چارہ
مسکرا کر رہ گیا تھا کچھ بول نہ سکا تھا۔ وہ رقم اس نے قبول کر لی تھی پھر دونوں
خاموشی کے ساتھ جوس پینے لگے تھے۔ اس کے بعد سدرہ نے پے منٹ کی پھر
دونوں نے بازار سے خریداری کی اور واپس گھر چلے گئے تھے۔ اس روز رات کا
کھانا آفاق نے سدرہ کے یہاں سے کھایا تھا۔ پھر وہ واپس گھر چلا گیا تھا۔

جمعرات کو دوپہر کے قریب صوبیہ بیساکھیوں کے بل اپنے کمرے سے باہر
اور زور زور سے سندس کو پکارنے لگی تھی۔ جواب میں سندس اپنے کمرے
نکلی اور بڑی محبت اور نرمی میں اس نے پوچھا منی بہن کیا میرا فون ہے جو تم
پکار رہی ہو۔ اس پر صوبیہ کہنے لگی ہاں۔ تمہاری ممی کا فون ہے۔ سندس بڑ
ہوئی صوبیہ صدف اور ڈاکٹر عروج کے کمرے میں آئی ۔ رسیور اٹھایا اور کہنے
ممی میں سندس بول رہی ہوں۔

دوسری طرف سے سندس کی ماں کی آواز سنائی دی۔

بیٹے مجھے امید ہی نہیں خدشہ اور ڈر ہے کہ جس کام کے لئے تم نے وہا
قیام کر رکھا ہے وہ کام ابھی نہیں ہوا ہوگا۔ اس پر سندس غمزدہ سی آواز میں کہ
لگی آپ کا کہنا ٹھیک ہے مما۔ ابھی تک تو واقعی میں اپنا مقصد حاصل کرنے م
کامیاب نہیں ہوئی۔

دوسری طرف سے عظمیٰ کی ملول سی آواز سنائی دی۔

سندس دیکھ میری بیٹی عظمیٰ یہیں تک کہنے پائی تھی کہ سندس نے اس
بات کاٹ دی اور کہنے لگی دیکھو ماما یہ مت کہنا کہ اگر وہ معاف نہیں کرتے تو ان
سے کیا فرق پڑتا ہے تم واپس چلی آؤ۔ کوئی اور موضوع ہو تو بات کریں
تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ یہاں تک کہ دوسری طرف سے پھر عظمیٰ
آواز سنائی دی۔ اچھا بیٹی جیسی تمہاری مرضی۔ میں اس موضوع پر بات نہیں کر
لیکن تم گھر تو آؤ نا۔ دیکھو فرحان اور فائزہ دونوں بہن بھائی شادی ملتوی ہونے
بعد فیصل آباد جا چکے ہیں ۔ وہ آج ہی یہاں سے گئے ہیں۔ ان کے جانے کے بعد
گھر میں ویرانی ویرانی سی ہے۔ بیٹے تم آؤ۔ جس کام کے پیچھے تم پڑی ہو وہ کام

رہا کر بھی کر سکتی ہو۔ عظمیٰ کے خاموش ہونے پر سندس بولی اور کہنے لگی۔
اچھا ماما میں آپ کی بات مانتی ہوں آج آپ کے پاس آؤں گی اور کل شام
پھر یہاں لوٹ آؤں گی۔ دوسری طرف سے عظمیٰ کی کسی قدر سکون اور
ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ اچھا بیٹی تم آؤ تو سہی۔ تم کل چلی جانا میں
لاؤں گی۔ اس پر سندس نے مغموم سے انداز میں رسیور رکھ دیا پھر وہ
میں بیٹھی ہوئی صوبیہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی ۔
منی میں گھر جا رہی ہوں۔ ماما نے بلایا ہے۔ کل تک لوٹ آؤں گی۔ ڈاکٹر
اور صدف باجی پوچھیں تو انہیں بھی بتا دینا کہ میں کل شام تک لوٹوں گی
نے فکر مند سے لہجے میں پوچھا خیریت تو ہے نا۔ سندس ہلکے ہلکے مسکرائی پھر کہنے
خیریت ہے بس ماما نے بلایا ہے اس کے ساتھ ہی سندس اپنے کمروں کی
گئی اپنا کچھ مختصر سامان سمیٹ کر وہ عمارت کے نیچے گئی اور وہاں کھڑی ہوئی
میں بیٹھ کر چلی گئی تھی۔

روز شام سے تھوڑی دیر پہلے صدف۔ عروج اور منی اپنے کمرے میں بیٹھی
کہ اس کمرے میں سدرہ کی بڑی بہن بدر داخل ہوئی۔ عروج۔ صدف اور
مما سے چونکہ کوئی بھی اسے نہیں جانتا تھا لہٰذا تینوں نے اسے حیرت سے
پھر عروج اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی اور شائستگی میں کہنے لگی آیئے۔ آپ کو ہم
کام ہے۔ بدر آگے بڑھی اور بڑی نرم آواز میں کہنے لگی۔
ہم تو آپ لوگوں سے بڑا ضروری آن پڑا ہے میں پہلے تعارف کروا دوں میں
کی بڑی بہن ہوں۔ میرا نام بدر النساء ہے۔ سدرہ کو آپ تینوں ضرور جانتی
اس پر صدف اور منی بھی اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ صدف بولی
رکھیں نا۔ بدر النساء آگے بڑھ کر عروج کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ گئی
نے اسے مخاطب کر کے پوچھا کہیے کیسے آنا ہوا۔ اس پر بدر النساء سنبھلی پھر

وہ کہہ رہی تھی۔

جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں اس سے پہلے ایسا ممکن نہیں کہ آپ کے ساتھ میرا تعارف ہو جائے پھر جو کہنا چاہتی ہوں وہ کھل کر کہہ سکوں۔ عروج بولی اور کہنے لگی آپ یہ سمجھیں کہ ہم تینوں ہی آفاق کی بہنیں ہیں میرا نام عروج ہے۔ یہ صدف ہیں سب سے بڑی بہن ہیں اور یہ صوبیہ ہیں۔ عروج تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر کہنے لگی۔

دراصل میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ آفاق اور سدرہ ایک دوسرے کو پیار کرتے ہیں اور میں دونوں سے علیحدہ علیحدہ ان کا عندیہ بھی لے چکی ہوں وہ دونوں ایک دوسرے سے غیر معمولی محبت کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کو ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کا ساتھی بنا دیا جائے۔ اس موضوع پر کیسے اور کس طرح گفتگو کی جاتی ہے اس سلسلے میں میں بالکل اناڑی ہوں۔ تاہم مطلب کہنے کا یہ ہے کہ میں اپنی چھوٹی بہن سدرہ کے رشتے کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔ وہ آفاق کو بے پناہ پسند کرتی ہے اور آفاق بھی اس سے محبت کرتا ہے اگر آپ لوگوں کی مرضی اور خواہش ہو تو ان دونوں کو یکجا کر دیا جائے اسی میں دونوں کی خوشی بہتری اور بھلائی ہے۔

بدرالنساء یہاں تک کہنے کے بعد خاموش رہی پھر وہ دوبارہ کہنے لگی۔ جہاں تک آفاق کے حالات کا تعلق ہے وہ اپنے پورے حالات ہمیں سنا چکا ہے۔ بڑے کرب اور بڑی اذیت سے گذرا ہے۔ اسے بھی سکون اور اطمینان کی ضرورت ہے۔ جہاں تک سدرہ کا تعلق ہے اس کے حالات تفصیل سے آپ کو سناتی ہوں۔ اس کے بعد بدرالنساء نے شروع سے لے کر آخیر تک اپنے اور سدرہ کے حالات تفصیل سے سنا ڈالے تھے۔ کس طرح بچپن میں ان کے ماں باپ فوت ہوئے کس نے ان کی پرورش کی۔ بدرالنساء کی شادی ہوئی اور سدرہ کی شادی کے وقت حادثہ پیش آیا وہ سب سدرہ اور اپنے نام جو جائیداد تھی وہ ساری تفصیل کے ساتھ ان تینوں کو سنا ڈالی تھی۔

اس سے پہلے کہ صدف یا صوبیہ میں سے کوئی بولتا عروج ان دونوں سے پہلے ہی بول اٹھی اور کہنے لگی آپ کا بڑا شکریہ کہ آپ نے یہ انکشاف کیا کہ سدرہ اور آفاق دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ اور آپ کی یہ بھی بڑی مہربانی کہ آپ سدرہ کا رشتہ لے کر ہمارے گھر آئی ہیں۔ آپ تھوڑی دیر بیٹھئے۔ ہم تینوں بہنیں آپس میں صلاح و مشورہ کر لیں پھر آپ کو بتاتے ہیں۔ اس کے بعد عروج نے صدف اور منی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ آپ دونوں ساتھ والے کمرے میں آئیں۔ صدف اور صوبیہ دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ عروج کے ساتھ وہ تینوں اس کمرے میں آبیٹھیں جو ڈرائینگ روم کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ جب وہ تینوں آمنے سامنے بیٹھ گئیں عروج بولی اور پوچھنے لگی۔

صدف باجی آپ کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔ اگر میری مرضی جاننا چاہیں اور سچ پوچھیں تو میں یہ کہوں گی کہ مجھے یہ رشتہ منظور ہے۔ اور یہ کہ میں سدرہ کو بھی بے پناہ پسند کرتی ہوں۔ آپ لوگوں کی بھی اس سے کئی بار ملاقات ہو چکی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اگر وہ لڑکی سندس سے زیادہ حسین نہیں تو سندس سے کم بھی نہیں ہے۔ اس طرح آفاق کی زندگی میں ایک سکون ٹھہراؤ آجائے گا۔

اس سلسلے میں میں کوئی اعتراض ہو تو کہیں۔ اس پر صدف اور صوبیہ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا پھر صدف کہنے لگی ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ بلکہ مجھے یہ سن کر بے پناہ خوشی ہوئی ہے کہ سدرہ میرے بھائی کو پسند کرتی ہے اور آفاق بھی اس میں دلچسپی لیتا ہے۔ ہم اس رشتے کو قبول کر لیں تو میرے خیال میں آفاق سندس کو بھی معاف کر دے گا اور سندس بھی بے چاری یہاں رہ کر وقت ضائع کرنے کے بجائے اپنے گھر چلی جائے گی اور شادی کر لے گی۔ آفاق صرف انتقاماً اسے معاف نہیں کر رہا کہ اس نے اسے محبت میں مبتلا کر کے دھوکہ دیا اب جبکہ اس کی محبت کا رخ سدرہ کی طرف

مر جائے گا تو سدرس سے اسے کوئی دلچسپی نہ رہے گی اور وہ سدرس کو معذ
دے گا۔دوسرے میں یہ بھی سمجھتی ہوں کہ آفاق کے لئے ہمیں سدرہ سے
کوئی رشتہ مل بھی نہیں سکتا۔

صدف جب خاموش ہوئی تو عروج کہنے لگی۔ کیا اس سلسلے میں ماموں
آصف بھائی سے بھی بات کر لیں اس بار صوبیہ بولی اور کہنے لگی ان کو بھی
سلسلے میں اعتراض نہیں ہو سکتا وہ دونوں یہ خبر سن کر بے حد خوش ہوں گے
آپ چاہتی ہیں تو ہم ان سے بھی بات کر لیتے ہیں۔ اس پر تینوں اٹھ کھڑی ہو
اور اپنے ماموں کرامت اور بھائی آصف کے کمرے میں داخل ہوئیں اور ان
سامنے بیٹھ گئیں صدف نے کھل کر ان دونوں سے آفاق اور سدرہ کا معاملہ
کیا رد عمل کے طور پر کرامت اللہ اور آصف دونوں نے بڑے خوشگوار انداز
ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر آصف بولا اور کہنے لگا بڑے بھائی کی حیثیت
آفاق کے لئے' مجھے یہ رشتہ منظور ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری خو
نصیبی ہے کہ آفاق کے لئے ہمیں سدرہ جیسی لڑکی کا رشتہ مل رہا ہے۔ ماموں
موجود ہیں۔ یہ ہمارے لئے باپ کی جگہ ہیں جو یہ فیصلہ دیں گے اسے ہی ہم
قبول کرنا ہوگا آصف کے خاموش ہونے پر کرامت اللہ مسکراتے ہوئے کہنے لگے

میں نے فیصلہ کیا کرنا ہے میرے بیٹے۔ فیصلہ تو ہو چکا۔ ہمیں یہ رشتہ قبو
اور منظور ہے۔ ایسا رشتہ تو ہمیں آفاق کے لئے کہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے
گا اور یہ تو ہمارے گھر آرہا ہے۔ بیٹی فی الفور اس رشتے کو قبول کر لو اور نہ کوئی
شرط رکھنا اور نہ ہی وقت ضائع کرنا۔ اگر لڑکی والے جلدی شادی کرنا چاہیں تو اس
کے لئے تیار ہو جانا۔ کسی سے لے دے کے شادی کا کچھ اہتمام کر ہی لیں گے
تاہم ان کو اپنے پورے حالات ضرور بیان کر دینا تاکہ کل کوئی ایسی بات نہ اٹھ
جس سے دونوں خاندانوں کے درمیاں اختلافات اٹھ کھڑے ہوں۔

جواب میں صدف بیچاری کچھ دیر تک بڑے غور سے اپنے بڑے بھائی
کی طرف دیکھتی رہی ماموں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ماموں بات یہ ہے کہ شادی جلدی کیسے ہو سکتی ہے۔ پہلے ہمیں آصف بھائی
پورا کرنا ہوگا اس کے بعد کسی دوسرے کام کے متعلق سوچا جا سکتا ہے۔ اس پر
نے کسی قدر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا صدف کیا ہو جاتا ہے تمہیں
فکر نہ کرو جو چیز ہاتھ آرہی ہے اسے کیوں چھوڑتی ہو اور جو چیز سامنے موجود
نہیں اس کی توقع کیوں لے کر بیٹھ جاتی ہو۔ میں تو اب چلنے پھرنے کے قابل
ہوں پھر بھی میں کوئی وزنی کام نہیں کر سکتا اگر مجھے یا میرے لئے کچھ عرصہ
نہیں ملتا تو کیا تم بہنوں اور بھائی کو بھی اپنے ساتھ بٹھائے رکھوں۔ نہیں ایسا
نہیں ہوگا۔ میری قسمت میں اگر کوئی ساتھی ہے تو ملے گا نہیں تو جس وقت
تم تینوں بہنوں بھائیوں کے لئے مناسب رشتہ ملے گا تمہاری شادی کر دی
گی۔ اس سلسلے میں صدف تم نے تاخیر یا دیر کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا
تمہارے ساتھ خفا ہوں گا ناراض ہوں گا اور بولنا بھی چھوڑ دونگا۔ صدف بے
مسکرا پڑی آگے بڑھ اس نے آصف کے دونوں گھٹنے پکڑ لئے۔ اور پھر آگے
کر اس نے آصف کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

آصف بھائی آپ واقعی عظیم ہیں۔ آپ فکر مند نہ ہوں جس طرح آپ
چاہتے ہیں ایسا ہی ہوگا۔ ہم تینوں بہنیں اس سلسلے میں آپ سے مشورہ کرنے کے
لئے آئی ہیں۔ اس وقت سدرہ کی بڑی بہن ساتھ والے کمرے میں بیٹھی ہوئی ہے
باہر جاتی ہیں انہیں ہاں کہتی ہیں اس کے ساتھ ہی تینوں اٹھ کر دوسرے
کمرے میں گئیں اور پھر بدر کے پاس آکر بیٹھ گئیں تھیں ان کے بیٹھتے ہی بدر نے
پوچھا۔

ہاں میری بہنوں کیا فیصلہ کیا آپ لوگوں نے۔ اس وقت صدف بولی اور کہنے
لگی ہمیں یہ رشتہ منظور اور قبول ہے اس سلسلے میں ہم تینوں بھی آپس میں
اور مشورہ کر چکے ہیں اپنے ماموں اور بڑے بھائی آصف سے بھی پوچھ چکے

ہیں۔ آفاق نے آپ لوگوں کو ہمارے بیمار ماموں اور بیمار بھائی کے متعلق
تفصیل سے بتایا ہوگا۔ اس پر بدرالنساء کہنے لگی جہاں تک آپ کے خاندان کی
تفصیل ہے اس کے متعلق کوئی فکر مند نہ ہوں اس لئے کہ آفاق اپنے خاندان کی
ایک ایک بات تفصیل کے ساتھ بتا چکا ہے کہ دونوں خاندانوں کے درمیان کوئی
اختلاف رائے نہ اٹھ کھڑا ہوا۔ میں جانتی ہوں آپ کے ماموں اور بڑے بھائی
آصف بیماری میں مبتلا ہیں اللہ پاک ان دونوں کو صحت اور شفا عطا فرمائے۔ میں
آپ تینوں کی شکر گزار ہوں کہ آپ تینوں نے اس رشتہ کو منظور اور قبول کیا
سدرہ یہ سن کر بے حد خوش ہوگی۔ اس لئے کہ اس بے چاری نے اب آفاق کو
ہی اپنی زندگی کا مرکز اور محور بنا لیا ہے۔ عروج نے فوراً پوچھ لیا وہ اس وقت ہے
کہاں بدر النساء مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

وہ میرے ساتھ آئی ہے۔ نیچے گاڑی میں بیٹھی ہوئی ہے۔ گاڑی وہی چلا
لائی ہے شرماتی ہوئی اوپر نہیں آرہی تھی کہہ رہی تھی باجی تم جاؤ۔ اور جو معاملہ
ہونا ہے طے کر لو۔ میں یہیں گاڑی میں بیٹھ کر انتظار کرتی ہوں۔ اس پر عروج
کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی یہ کیسے ممکن ہے اسے اوپر آنا چاہئے اس سے ہمارا اب
رشتہ ایک تعلق ہے اسے ہم یوں اجنبیوں کی طرح باہر گاڑی میں تو نہیں بیٹھنے
دیں گے۔ اس کے ساتھ ہی عروج باہر آئی اور گیلری میں کھڑے ہو کر اس نے
سدرہ کو آواز دی۔ سدرہ گاڑی سے نکلی پھر گاڑی کا دروازہ بند کرنے کے بعد اس
نے دیکھا۔ عروج نے ہاتھ کے اشارے سے اوپر آنے کو کہا۔ سدرہ کچھ ہچکچا رہی
تھی۔ عروج بلند آواز میں کہنے لگی جلدی اوپر آؤ سدرہ۔ تمہاری باجی بلا رہی ہیں
جلدی کرو۔ دیر نہ کرنا۔ سدرہ نے جواب میں گاڑی کے دروازے کو لاک کیا اور
وہ عمارت میں داخل ہو کر سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی۔

تھوڑی دیر تک سدرہ اس کمرے میں داخل ہوئی۔ عروج۔ صدف اور
صوبیہ اپنی جگہ سے اٹھ کر باری باری اسے گلے ملیں پھر صدف نے سدرہ کو
اپنے پاس بٹھا لیا۔ اور کہنے لگی یہ تو اچھی بات نہیں سدرہ میری بہن کہ تم آپا
کو اوپر بھیج کر خود نیچے گاڑی میں اجنبیوں کی طرح بیٹھ گئی ہو۔ کیا اس سے ہم یہ
مطلب لیں کہ آپ اوپر آنا پسند نہیں کرتیں۔ سدرہ بے چاری نے چونک کر
صدف کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگی نہیں باجی ایسی بات نہیں۔ یہاں آنا تو
میرے لئے خوش بختی کا باعث ہے۔

عروج اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
میرے خیال میں یہاں بیٹھنا مناسب نہیں۔ سب ڈرائنگ روم میں چل کر بیٹھتے
ہیں۔ عروج کے کہنے پر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ڈرائنگ روم میں جا
بیٹھے تھے۔ سدرہ کو صدف نے اپنے ساتھ بٹھا لیا تھا تھوڑی دیر تک ڈرائنگ
روم میں خاموشی رہی اس کے بعد سدرہ کی بڑی بہن بدر پھر بولی۔ اور کہنے لگی۔

ڈاکٹر عروج میں آپ اور صدف اور صوبیہ دونوں بہنوں کی انتہائی ممنون اور
شکر گزار ہوں کہ تم تینوں نے آپس میں اپنے ماموں اور بڑے بھائی سے مشورہ
کرنے کے بعد سدرہ اور آفاق کے رشتہ کو قبول کر لیا ہے۔ اب آپ تینوں مل
کے اور صلاح اور مشورہ کرنے کے بعد یہ بتائیں کہ آپ کب تک ان دونوں کی
باقاعدہ منگنی کردینے پر رضامند ہیں۔ بدر کی یہ ساری گفتگو نے سدرہ بے چاری
شرم کے مارے دوہری ہوتی جا رہی تھی اور اس نے اپنے چہرے کے تاثرات
چھپانے کے لئے اپنا منہ صوفے کی پشت کی طرف کر لیا تھا۔ عروج۔ صدف اور
صوبیہ تینوں اس کی اس حرکت پر خوش ہو رہی تھیں اور مسکرا رہی تھیں۔ اس
موقع پر صدف کچھ کہنے ہی والی تھی کہ ڈرائنگ روم سے باہر کسی کے قدموں کی
چاپ سنائی دی لہٰذا صدف خاموش ہی رہی۔ اتنے میں ڈرائنگ روم کے دروازے
سے آفاق اور برکت نمودار ہونے تھے۔ برکت کے ساتھ آفاق ڈرائنگ روم
میں داخل ہوا اور بدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ بدر آپا آپ اور سدرہ یہاں
بیٹھی [illegible] تو آپ کے یہاں جانے کی تیاری کرنے لگا تھا۔ اس کے بعد بدر

کے کچھ کہنے سے پہلے ہی آفاق پھر بولا اور کہنے لگا بدر آپا ان سے ملئے یہ برکت بھائی ہیں۔ ہمارے بہترین محسنوں اور مہربانوں میں سے ہیں۔ میں نے سدرہ سے متعلق بتایا تھا۔ آپ کو ان کے متعلق بتانا بھول گیا تھا۔ بدر نے مسکراتے ہوئے کہا کوئی بات نہیں۔ ان کے متعلق تو سدرہ نے مجھے تفصیل سے بتا دیا تھا کہ یہ آپ لوگوں کے ساتھ بڑی احسان مندی سے پیش آتے رہے ہیں۔

اس موقعے پر عروج بولی۔ برکت سے کہنے لگی برکت بھائی آپ بیٹھیں نا کھڑے کیوں ہیں۔ آپ بڑے اچھے موقع پر آئے ہیں۔ بلکہ میں بھول گئی ہوں کہ آپ کو ایک مسئلہ طے کرنے کے لئے پہلے بلایا جانا چاہیے تھا۔ برکت اور آفاق دونوں ایک صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔

عروج دوبارہ بولی اور برکت کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ برکت بھائی یہ جو میرے پاس بیٹھی ہیں بدر انساء ہیں اور جو لڑکی آپ صدف کے ساتھ بیٹھی ہوئی دیکھتے ہیں اس کا نام سدرہ ہے تو بھائی میں آپ سے یہ انکشاف کروں کہ آفاق بھائی اور سدرہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور سدرہ کی بڑی بہن بدر آفاق کے رشتے کے لئے آئیں ہیں جس کے لئے ہم نے حامی بھر لی ہے۔ سدرہ بے چاری نیچے ہی بیٹھی رہی تھی لیکن میں نے اسے زبردستی بلایا ہے۔ اب یہ آفاق اور سدرہ کی باقاعدہ منگنی کرنا چاہتے ہیں اب اس میں آپ کا کیا خیال ہے۔

برکت بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے۔ بہت اچھا خیال ہے ڈاکٹر بہن۔ جس قدر جلد ہو ان دونوں کی منگنی ہو جانی چاہئے۔ ویسے ڈاکٹر جی بات کہوں گا بلکہ قسمیہ کہوں گا کہ مجھے اس رشتے کی بے حد خوشی ہو رہی ہے میری مانو تو کل جمعہ ہے کل ہی منگنی کی رسم ادا کر دیں۔ اس موقعہ پر آفاق نے برکت کو کہنی ماری اور پھر اس کے کان میں سرگوشی کی۔ جواب میں برکت نے ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔ آفاق تم بھی کیسے نادان بھائی ہو۔ اس پر عروج فوراً بولی اور برکت سے پوچھ لیا۔ کیا کہا آفاق بھائی نے۔ برکت بولا کہتا کیا ہے یہی بھائی کہتے ہیں منگنی کی رسم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خواہ مخواہ میں فضول کے اخراجات ہیں۔ اس پر عروج فوراً بولی اور ذرا سختی سے کہنے لگی فضول اخراجات نہیں ہیں یہ منگنی ہوگی اور ضرور ہوگی۔ اور برکت بھائی کی تجویز کے مطابق کل ہی منگنی کی باقاعدہ رسم ادا کر دی جائے گی۔

عروج جب خاموش ہوئی تو صدف کہنے لگی ایک طرح سے آفاق بھی ٹھیک کہتا ہے۔ بدر بہن منگنی کی رسم میں آپ کے عزیز و اقارب بھی شامل ہوں گے۔ اور جب وہ پوچھیں گے لڑکا کیا کام کرتا ہے کہاں رہتا ہے ان کا مکان کیسا ہے۔ تو ہمارے پاس ان سب باتوں کا کوئی جواب نہیں ہے۔ آپ جانتی ہیں آفاق ابھی تک جاب لیس ہے۔ گو اس نے پبلک سروس کمیشن کا امتحان دیا ہوا ہے لیکن ابھی تک رزلٹ نہیں آیا۔ دوسرے یہ کہ ہمارا اس وقت کہیں بھی کوئی ذاتی مکان نہیں ہے۔ یہ جس عمارت میں ہم رہ رہے ہیں یہ ڈاکٹر عروج کی بڑی مہربانی کہ اس عمارت میں ہم سب بہن بھائیوں نے سر چھپایا ہوا ہے۔ لہٰذا جب آپ کے عزیز و اقارب ایسے سوال کریں گے تو انہیں آپ کیا جواب دیں گی۔

بدر بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔ نہ ہی کوئی اس سلسلے میں پوچھے گا اور نہ ہی کسی کو جواب دینے کی ضرورت ہے۔ شادی سدرہ کی آفاق کے ساتھ ہو رہی ہے۔ آفاق کے اس وقت کیا حالات ہیں سدرہ خوب جانتی ہے میں سدرہ کی بڑی بہن ہوں اس کی ماں کی جگہ ہوں۔ ماں باپ ہمارے پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں بس نانا ہیں جو ہمارے لئے سب کچھ ہیں۔ اور نانا بھی آپ لوگوں کے سارے حالات سے واقف ہیں۔ منگنی کی اس رسم میں صرف میں سدرہ ہمارے نانا ابو اور میرے شوہر شامل ہوں گے۔ جنہیں میں نے آپ کے حالات سے پہلے ہی آگاہ کر رکھا ہے۔ اور وہ ذہنی طور پر سدرہ کی آفاق کے ساتھ شادی کے لئے تیار ہیں۔ اور میں آپ سے یہ بھی کہوں کہ کوئی تیار ہو یا نہ ہو جب سدرہ خود آفاق کو اس کی موجودہ حیثیت میں قبول کرتی ہے تو کسی کو اعتراض کرنے کا کوئی

حق نہیں پہنچتا۔

بدر کا یہ جواب سن کر صدف خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔ بدر بہن ہم آپ کی شکر گذار ہوں کہ آپ نے اس طرح کی رائے کا اظہار کیا۔ لیکن میری گذارش یہ ہے کہ اگر منگنی کرنی ہی ہے تو پھر اگلا جمعہ رکھیے۔ اس لئے کہ ہم منگنی کی رسم ادا کرنے کے لئے سدرہ کے لئے کچھ شاپنگ بھی کرنا ہوگی۔ ابھی شام ہونے والی ہے۔ اتنے کم وقت میں ہم کیسے اور کس طرح خریداری کریں گے۔

قبل اس کے کہ بدر بولتی اور جواب دیتی برکت پہلے ہی بول پڑا۔ صدف بہن آپ بھی کمال کرتی ہیں بھائیوں کے ہوتے ہوئے بہنوں کو فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ خیال کرتی ہوں گی کہ بینک بند ہو گئے ہیں کل جمعہ آیا ہے شاپنگ کے لئے رقم کہاں سے نکالیں گی میری بہن جب بھائی زندہ ہو فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے اس منگنی کی رسم کی ادائیگی کے لیے جو جو چیزیں آپ نے خریدنی ہیں وہ عروج اور صوبیہ بہن کے ساتھ مشورہ کر لیں۔ بلکہ میری چھوٹی اور عزیز بہن سدرہ سے بھی اس سلسلے میں مشورہ کریں اور ان کی بڑی بہن بدر آپا سے بھی مشورہ کریں۔ اور جو چیزیں چاہیے اس کی مجھے فہرست بنا دیں پھر دیکھیں سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے میں ان ساری چیزوں کا کیسے انتظام کرتا ہوں۔

عروج نے ہلکا ہلکا قہقہہ لگایا اور کہنے لگی۔ برکت بھائی آپ واقعی عظیم ہیں ارے ہاں برکت بھائی مجھے یاد نہیں رہا یہ دونوں بہنیں آکے کب سے بیٹھی ہوئی ہیں ان کی ابھی تک ہم نے کوئی خاطر مدارات ہی نہیں کی۔ ابھی بندوبست کرتے ہیں آپ کیوں فکر مند ہوتی ہیں۔ پھر برکت آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا آفاق بھائی آپ ایسا کریں دولہا بھائی کی دوکان پر چلے جائیں اس سے گرم گرم سموسے اور ٹھنڈی بوتلیں لے کر آئیں۔ جتنے افراد ہیں۔ سب کی گنتی کر کے

ہر فرد کے حصے میں کم از کم دو سموسے آنے چاہیں۔ اب تم اٹھ جاؤ اور اپنے کام میں لگ جاؤ۔

آفاق اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اتنے میں عروج آگے بڑھی اور اپنی کار کی چابیاں اس نے آفاق کو تھماتے ہوئے کہا آفاق بھائی گاڑی لے جائیے۔ اور جلدی واپس آئیے گا برکت پھر بولا اور کہنے لگا اتنی جلدی بھی لوٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈاکٹر بہن آپ میرے ساتھ چلئے۔ صدف کو بھی ساتھ لیجیے منگنی کی رسم کے لئے جس قدر چیزوں کی ضرورت ہے وہ بھی ابھی ہم جا کر خرید لاتے ہیں اس لئے کہ کل جمعہ ہے اور مناسب اور ڈھنگ کی چیز نہیں ملے گی۔ آفاق بھائی مجھے آپ سے بتانا یاد ہی نہیں رہا دن کے وقت آپ کا پارسل آیا ہوا تھا میں نے آپ کی اجازت کے بغیر اسے کھول لیا ہے وہ کسی میگزین کی پانچ کاپیاں ہیں جو آپ کی تصنیف ہے اس میں آپ کی کہانی بھی چھپی ہے۔ میں نے پڑھی ہے آفاق بھائی۔ گو وہ کہانی چھوٹی ہے لیکن ہے عبرت خیز اور درس آمیز میں نے پارسل اپنے کمرے میں ٹیلیفون کی میز پر ہی رکھ دیا ہے جب آپ لینا چاہیں وہیں سے لے لیں۔ آفاق نے عروج کا شکریہ ادا کیا پھر وہ انگلی پر کار کی چابی گھماتا ہوا نکل گیا تھا۔

آفاق کے جانے کے بعد بدر بولی اور عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگی ڈاکٹر بہن ہمیں بھی وہ رسالے دکھائیے۔ سدرہ کہہ رہی تھی کہ آفاق مختلف رسالوں میں لکھتے ہیں آج ہم دونوں بہنیں بھی پڑھ کر دیکھیں۔ کہ یہ کیا لکھتے ہیں۔ عروج دوسرے کمرے میں گئی وہاں سے آفاق کا پارسل لا کر اس نے بدر کے سامنے رکھ دیا تھا۔ بدر ایک رسالہ اٹھا کر ورق گردانی کرنے لگی۔ سدرہ بھی اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک رسالہ اٹھا کر وہ دیکھنے لگی تھی۔

برکت پھر عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ڈاکٹر بہن میرے خیال میں ہم وقت ضائع نہ کریں۔ سورج غروب ہونے والا ہے میرے خیال میں ہمیں بھی

جلدی جلدی شاپنگ کر کے لوٹ آنا چاہیے۔ اور بوتلوں اور سموسوں میں باقاعدہ حصہ دار بننا چاہیے۔ عروج مسکراتے ہوئے کہنے لگی چلو برکت بھائی چلو چلیں پھر وہ عروج نے صدف کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔ صدف باجی آپ بھی آئیے۔ بدر اور سدرہ دونوں بہنوں کے پاس صوبیہ بیٹھی ہوئی ہے۔ پھر عروج نے بدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ بدر بہن آپ برا نہ منایئے گا ہم جلد ہی لوٹ آئیں گے ہمارے آنے تک صوبیہ آپ کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ بدر رسالے کی ورق گردانی کرتے ہوئے کہنے لگی کوئی بات نہیں صوبیہ بہن نا ہو تب بھی ہم دونوں بہنیں اکیلی بیٹھ کر بھی انتظار کر سکتی ہیں ۔ عروج نے بدر کا شکریہ ادا کیا پھر عروج اور صدف دونوں بہنیں برکت کے ساتھ ہو لیں تھیں۔

سیڑھیوں کی طرف جاتے ہوئے صدف عروج سے کہنے لگی۔ ڈاکٹر بہن میں منگنی کی رسم اگلے جمعہ کے لئے اس لیے کہہ رہی تھی کہ ہم کچھ پیسے نکلوا لیتے منگنی کی رسومات پوری کرنے کے لئے۔ آسانی سے شاپنگ کر سکتے۔ عروج نے گھور کر صدف کی طرف دیکھا اور کہنے لگی اگر یہ سارے کام آپ نے ہی کرنے ہیں تو پھر ہمارا کیا فائدہ آپ کو نا پیسے نکالنے کی فکر ہونی چاہیے نا شاپنگ کرنے کی ۔ یہ سارا کام ہم خود کر لیں گے۔ بس آپ خوش اور مطمئن رہیے۔ اس کے بعد عروج نے برکت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا برکت بھائی نیچے سے ثروت کو بھی ساتھ لے لیتے ہیں۔ برکت کہنے لگا ہاں ڈاکٹر بہن یہ بھی ٹھیک ہے پر مجھے ایک آپ سے راز داری کی گفتگو بھی کرنی ہے۔ وہ گفتگو میں نے یہاں صدف بہن کے سامنے کی تو یہ ضرور برا مانیں گی۔ لہٰذا آپ مجھے صرف ایک منٹ علیحدگی میں دیجئے گا۔ اس پر صدف واپس مڑتی ہوئی بولی اور کہنے لگی میں اپنا پرس بھول آئی ہوں۔ میں پرس لے آتی ہوں اس دوران آپ نے جو کہنا ہے کہہ لیجئے۔ اس کے ساتھ ہی صدف واپس چلی گئی۔ برکت سنجیدہ ہو گیا اور عروج سے کہنے لگا۔ عروج میری بہن اب جبکہ ہم ایک بہت اہم فیصلہ کر چکے ہیں اور کل آپ کی منگنی کی رسم ادا کی جا رہی ہے میرے خیال میں آج آپ اپنی بڑی بہن صدف باجی کو بتا دیں کہ آپ اس کی سگی بہن ہیں۔ کسی اور پر یہ پردہ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں لیکن صدف پر ضرور ظاہر کر دیں۔ یہ صدف بیچاری بہت نرم دل اور بڑا ہی پیار کرنے والی بچی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس انکشاف پر وہ بیحد خوش ہو گی۔ پہلے سے کہیں زیادہ وہ آپ سے پیار بھی کرنے لگے گی۔ آپ میری بات پر عمل کر کے بھی دیکھ لیں۔ عروج سنجیدہ سی ہو گئی اور کہنے لگی۔ برکت بھائی کئی دنوں سے میرا بھی جی چاہ رہا تھا کہ از کم اپنی بڑی بہن پر تو یہ انکشاف کر دوں۔ میں صدف باجی کے مزاج کو سمجھ گئی ہوں۔ میرے خیال میں وہ اس انکشاف پر یقیناً خوش ہوں گی اور پہلے کی نسبت میرا زیادہ خیال رکھیں گی۔ میرے خیال میں یہاں سے پہلے اسپتال میں داخل ہوتے ہیں وہاں بیٹھ کر صدف باجی سے بات کرتے ہیں اور اس کے بعد بازار چلتے ہیں۔ برکت نے اس سے اتفاق کیا اتنی دیر میں صدف بھی لوٹ آئے پھر وہ تینوں سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی اور عروج ثروت کو پکارنے لگی تھی۔ اس کے پکارنے کے جواب میں ثروت اور ریحان دونوں لابی ہی باہر چلے آئے تھے۔ عروج ریحان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ریحان بھائی ہم کل آفاق کی ایک جگہ منگنی کا اہتمام کر رہے ہیں اور اس کے لئے ہم شاپنگ کرنے جا رہے ہیں۔ میں ثروت کو بھی اس سلسلے میں ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔ اگر آپ مائینڈ نہ کریں تو میں ثروت کو ساتھ لے جاؤں۔ ریحان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ ڈاکٹر عروج اس میں مجھ سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے آپ بہن ہیں جس وقت چاہیں ثروت کا کان پکڑ کر اپنے ساتھ لے جائیں لیکن آپ نے اندر ہی اندر آفاق کی منگنی کا کہاں بندوبست کر لیا ہمیں تو کان و کان خبر نہیں ہونے پائی اس پر عروج مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ بس ایک اچھا گھرانہ مل گیا ہے لڑکی اور اس کی بڑی بہن بھی اوپر بیٹھی ہوئی ہیں میں ساری تفصیل ثروت کو بتا دوں گی یہ آپ سے کہہ دے گی۔ ابھی ہم نے بازار جانا ہے

کل منگنی کی رسم ہے اس کے لئے کچھ شاپنگ وغیرہ کرنی ہے پھر عروج نے ثروت
کی طرف دیکھ کر کہا ثروت جلدی سے میرے ساتھ آؤ تیاری کی کوئی ضرورت
نہیں ہے جس حالت میں ہو اسی میں میرے ساتھ آجاؤ۔ ثروت بھاگ کر اندر گئی
اس نے اپنا پرس لیا پھر وہ عروج کے ساتھ ہولی تھی۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق برکت اور عروج صدف اور ثروت کو لے کر
اسپتال میں داخل ہوئے اور سب عروج کے کمرے میں آکر بیٹھ گئے تھے۔ پھر
عروج صدف کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ صدف بہن بازار جانے سے پہلے میں
برکت بھائی آپ کو یہاں اس لئے لے کر آئے ہیں کہ ایک عرصہ سے میں نے
اپنی زندگی کا ایک راز آپ سے چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ وہ آج آپ پر میں ظاہر کرنا
چاہتی ہوں۔ اس پر صدف نے چونک کر عروج کی طرف دیکھا اور پوچھا کیسا راز
ڈاکٹر بہن۔ اس پر عروج کہنے لگی۔

صدف بہن آپ جانتی ہیں کہ آپ کے ابو نے دو شادیاں کیں تھیں ایک
آپ کی ماں طاہرہ اور دوسری ثمینہ خاتون آپ یہ بھی جانتی ہوں گی کہ ثمینہ خاتون
کی ایک ہی بیٹی ہے اور جس وقت یہ ایک بیٹی پیدا ہوئی تھی اس وقت آپ کی
ماں کے بھی یہاں دو جڑواں بچے پیدا ہوئے تھے ایک بیٹا تھا اور ایک بیٹی۔ بیٹا
آفاق تھا اور بیٹی کون تھی اسے دھند میں ڈال کر رکھ دیا گیا۔ صدف فوراً بول
پڑی اور پوچھنے لگی اس دھند سے کیا مطلب آپ کا۔ آفاق اور منی دونوں جڑواں
پیدا ہوئے اور دونوں بہن بھائی ہیں۔ عروج پھر کہنے لگی۔

نہیں صدف بہن منی ثمینہ خاتون کی بیٹی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ان
کے ہاں اپاہج لڑکی پیدا ہوئی تھی ثمینہ خاتون نے اسپتال کی نرسوں سے مل کر
اپنی اپاہج لڑکی کو آپ کی سگی بہن سے بدل کر لیا یعنی آپ کی ماں کے ہاں جو
پیدا ہوئی تھی وہ اسپتال میں ثمینہ خاتون نے لے لی اور جو ثمینہ خاتون کے ہاں
بچی پیدا ہوئی تھی۔ وہ آپ کی ماں کے بستر پر ڈال دی گئی تھی۔ صدف سن رہی

رہی تھی پھر پوچھنے لگی پر ڈاکٹر عروج آپ کو ان باتوں کا کیسے علم ہوا۔ عروج کہنے
لگی ان ساری باتوں کا علم ثروت کی وجہ سے ہوا کیونکہ ثروت کا باپ آپ کے
پاپا کی فرم میں ملازم تھا وہ کسی ایکسیڈنٹ میں فوت ہو گیا اور یہ ثروت کو آپ
کے ابا نے اپنے ہاں رکھ لیا آپ کے ابا نے ہی اس ثروت کو پڑھایا لکھایا اور ڈاکٹر
بنایا یہ چونکہ وہیں رہتی تھی لہٰذا یہ آپ کے ابا اور سوتیلی ماں کی گفتگو کے دوران
ایک روز اس انکشاف سے واقف ہو گئی تھی۔ اور یہی انکشاف اس نے مجھ سے
کر دیا تھا۔ صدف کچھ دیر تک سوچتی رہی پھر وہ قدرے خوشگوار لہجہ میں عروج
کی طرف دیکھتے ہوئے بولی اگر منی ماں سے میری سوتیلی بہن ہے تو میری سگی
بہن جس پر ثمینہ خاتون نے قبضہ کر لیا تھا وہ کہاں گئی۔

عروج پھر کہہ رہی تھی صدف بہن آپ کے ابا اور سوتیلی ماں ثمینہ خاتون
نے اس بچی کو بہترین تعلیم دی۔ اسے ڈاکٹر بنایا اسے باہر بھیجا اور وہاں سے وہ
ایف۔ آر۔ سی۔ ایس (F.R.C.S) کر کے لوٹی پھر آپ کے اسی محلہ میں اس
نے اسپتال کھولا اور آج وہ عروج کی حیثیت سے آپ کے سامنے بیٹھی ہے
صدف باجی میں آپ کے لئے ڈاکٹر نہیں ہوں۔ میں آپ کی چھوٹی اور سگی بہن
عروج ہوں۔ اگر اس سلسلہ میں کوئی شک ہو تو آپ پاپا کو فون کر کے اس کی
تصدیق کر لیجئے گا۔ صدف بیچاری کی حالت عجیب ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ
عروج کو دیکھتی رہی پھر اپنی جگہ سے اٹھی اور پوری قوت کے ساتھ اس نے عروج
کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اور بے چاری دھاڑیں مار کر رونے لگی تھی۔

عروج جو ایک عرصہ سے اپنے اس رشتہ کے تعلق کو روکے کئے ہوئے تھی۔
وہ بیچاری بھی آتش فشاں اور بارود کی طرح پھٹ پڑی اور اپنی جگہ سے وہ اٹھی
اور پوری قوت سے وہ اپنی بہن صدف سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی
تھی۔ دونوں بہنیں کچھ دیر تک ایک دوسرے سے لپٹ کر روتی رہیں جب دونوں کا
غبار ٹھنڈا ہو گیا تو صدف علیحدہ ہوئی پہلے اس نے عجیب سے والہانہ انداز اور

دیوانہ پن میں عروج کی پیشانی اس کا منہ اس کے گال اس کے ہونٹ اس کی
ٹھوڑی اور اس کی گردن چومی پھر اس کا بازو پکڑ کر صوفہ پر اپنے ساتھ بٹھایا۔
پرس سے رومال نکال کر آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی مسکراہٹ میں کہہ رہی تھی۔

شک تو مجھے اسی روز ہوا تھا عروج جس روز تم نے یہاں آکر ہسپتال کو فون کیا
تھا۔ جس روز تم پہلے روز مجھے شاپنگ کے لئے اپنے ساتھ لے گئی تھیں اور پھر
ہمارے لئے ٹی وی فرج اور دوسرے سامان کا انتظام کیا تھا اس وقت بھی مجھے
شک گزرا تھا کہ تم پرایا نہیں کوئی اپنا ہی خون ہو۔ اس سلسلہ میں آفاق نے بھی
ایک روز مجھ سے بات کی تھی کہ اس عروج کی شکل کیسے حیرت انگیز طور پر ہم
سے ملتی ہے لیکن میں کھل کر کوئی فیصلہ نہ دے سکی تھی اور پھر اس کے بعد
تمہارا سلوک ہمارے ساتھ کچھ ایسا مہربان رہا کہ ہم تمہارے احسان تلے ہی دبے
چلے گئے اور تمہارے متعلق مزید معلومات نہ کر سکے۔ سنو عروج تمہیں اپنی چھوٹی
اور سگی بہن کی حیثیت سے پا کر جو خوشی مجھے آج ہوئی ہے میں سمجھتی ہوں کہ
آج تک مجھے اپنی اس کٹھن زندگی میں کبھی ایسی خوشی کبھی ایسا سکون محسوس نہیں
ہوا اب میں محسوس کرتی ہوں کہ میں اس دنیا میں بے بس، تنہا اور لاچار نہیں
ہوں۔ پر دیکھنا عروج ابھی اس کا ذکر تم کسی اور سے نہ کرنا منی کو اس کی خبر ہوئی
تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا بیچاری زندگی کے تلخ دوراہے پر آکھڑی ہوگی۔ اور پھر
نجانے آصف بھائی اور آفاق کے اس سلسلہ میں کیا تاثرات ہوں۔ پہلے ہم دونوں
بہنیں مل کر انہیں اس طرف مائل کرنے کی کوشش کریں گے پھر کوئی مناسب
موقع دیکھ کر ان پر حقیقت حال ظاہر کر دیں گے۔ عروج بے پناہ خوشی کا اظہار
کرتے ہوئے کہنے لگی باجی آپ فکر مند کیوں ہوتی ہیں جیسے آپ کہیں گی۔ میں
ویسے ہی کروں گی۔ اس موقع پر برکت بولا اور کہنے لگا

عروج بہن آپ کو تو جو خوشی ہوئی ہے سو ہوئی ہے برکت بھی آج اتنا خوش
ہے کہ آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتی اس لئے کہ ایک عرصہ سے مجھے

پرانی کے ساتھ ایک تعلق رہا ہے۔ اور میں انہیں اپنے ہی گھر کے افراد سمجھتا
تم خدا کی تم دونوں بہنوں کی ملنے کی وجہ سے میرے دل میں اور میری روح
اور نمبر میں ایک سکون سا آگیا ہے۔

عروج اپنی جگہ سے اٹھی اور صدف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی باجی میں
پاپا کو فون کرتی ہوں اور انہیں بتاتی ہوں کہ میں نے حقیقت حال اپنی بڑی بہن کو
بتادی ہے۔ اس کے ساتھ ہی عروج نے نمبر گھمائے دوسری طرف سے رضوان
صاحب کی آواز سنائی دی تھی۔ عروج بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی
پاپا میں عروج بول رہی ہوں آواز پھر سنائی دی کیسی ہو میری بیٹی۔ عروج کہنے لگی
پاپا میں آج آپ کو دو خوش خبریاں سناتی ہوں وہ جن عمارتوں کا میں نے ذکر کیا تھا
برکت بھائی کی وساطت سے ان عمارتوں کی ڈیل مکمل ہو گئی ہے ایک عمارت
صدف باجی کے نام دوسری عمارت صوبیہ اور تیسری میرے نام ہو گئی ہے اور پاپا
دوسری خوشخبری یہ ہے کہ میں نے وہ راز جو اب تک چھپا کے رکھا ہوا تھا آج بلکہ
ابھی تھوڑی دیر پہلے صدف باجی پر ظاہر کر دیا ہے صدف باجی بالکل مجھ سے
ناراض نہیں ہوئیں بلکہ انہوں نے مجھے اپنی چھوٹی بہن کی حیثیت سے قبول کرتے
ہوئے گلے لگا لیا ہے پاپا میں آج بیحد خوش ہوں میں آپ کو بتا نہیں سکتی۔ کہ
اپنے اس مقصد میں کامیاب ہونے کے بعد میں کس قدر اطمینان اور خوشی محسوس
کر رہی ہوں دوسری طرف سے رضوان صاحب کی آواز سنائی دی۔

بیٹے خدا تم سب بہن بھائیوں کو ایسی بے شمار خوشیاں عطا کرے۔ صدف
سے کہنا ان خوشیوں میں کبھی اپنے باپ کو بھی شامل کرنے کی کوشش کرنا۔ مجھ
سے جو ایک غلطی ہو گئی ہے اسے معاف کر دیں اس پر عروج پھر بولی اور کہنے لگی
پاپا میں بھول گئی ایک تیسری خوشخبری بھی ہے آفاق کے لئے ہمیں ایک بہت ہی
اچھا رشتہ مل گیا ہے۔ اور کل ہم اس کی منگنی کر رہے ہیں۔ ابھی میں صدف باجی
کو لے کر بازار جا رہی ہوں اور اس منگنی کی رسم کے لئے کچھ شاپنگ کروں گی

دوسری طرف سے رضوان صاحب کی آواز سنائی دی بیٹی کیا اس میں میری خوشی ممکن نہیں۔ اس پر عروج کہنے لگی نہیں پاپا ابھی آپ ایسے موقعوں میں شامل ہوں پہلے مجھے اپنے سارے بہن بھائیوں کو اپنے ہاتھ میں لے لینے دیجئے اور بعد میں سب کے ساتھ آپ کو راضی کرا کے چھوڑوں گی اور ہم سب گھر کے افراد ایک جگہ رہ کر زندگی بسر کریں گے۔ دوسری طرف سے رضوان صاحب کی پھر آواز سنائی دی۔ کیا یہ بھی ممکن نہیں کہ میری بات ہی میری بیٹی صدف سے کرا دو۔

عروج کہنے لگی پاپا اس کے لئے ہولڈ کریں میں صدف باجی سے بات کراتی ہوں پھر عروج نے ریسور پر ہاتھ رکھا اور صدف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی باجی پاپا آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس خوشی کے موقع پر کم از کم میری بڑی بیٹی سے ہی میری بات کرا دو وہ آفاق کی منگنی میں بھی شامل ہونے کے لئے کہہ رہے تھے پر میں نے منع کر دیا ہے۔ صدف فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ آنسوؤں میں بھیگی ہوئی پلکیں پھر اس نے صاف کیں۔ ریسور تھاما اور پھر بولی ابو اسلام و علیکم۔ دوسری طرف سے رضوان کی بے پناہ خوشیوں میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ میری بیٹی میری بچی تم کیسی ہو۔ باپ کی آواز سن کر صدف بیچاری پھر سسک پڑی تھی رونے لگی اور روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔ ابا ٹھیک ہی ہیں اس کے ساتھ ہی وہ بیچاری چونکہ زیادہ رو پڑی تھی لہٰذا بول نہ سکی اور ریسیور اس نے عروج کو تھما دیا تھا۔ عروج کے بھی آنسو نکل آئے تھے ریسیور منہ سے لگاتے ہوئے کہنے لگی پاپا اس وقت باجی کی حالت ٹھیک ہے وہ میرے مل جانے سے بے پناہ خوشی محسوس کر رہی تھیں میں پھر کسی وقت تفصیل سے باجی سے آپ کی بات کرواؤں گی۔ اب میں بازار جا رہی ہوں کے ساتھ ہی عروج نے ریسیور رکھ دیا پھر وہ اپنے پرس کے پاس آئی پچاس کے نوٹوں کی ایک گڈی اس نے نکالی اور صدف کی گود میں رکھ دی۔ صدف نے بچپنا انداز میں عروج کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا یہ کیا۔ عروج کہنے لگی۔

آپ بڑی بہن ہیں شاپنگ کے لیے جو کچھ خریدنا ہے آپ ہی خریدیں گی پے منٹ بھی آپ ہی کریں گی میں ثروت اور برکت بھائی تو صرف اس سلسلہ میں آپ کا ساتھ دیں گے یا آپ کو صلاح مشورہ دیں گے۔ باقی سارے کام آپ ہی کریں گی آپ ہم سب کی بڑی بہن ہیں۔ بڑی بہن ماں کی جگہ ہوتی ہے اور ماں کے اولاد پر بڑے حقوق ہوتے ہیں۔ اس پر صدف بولی اور عجیب سے انداز میں کہنے لگی لیکن اتنی بڑی رقم۔ عروج نے آگے بڑھ کر صدف کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اسکے گال چومتے ہوئے کہنے لگی اتنی بڑی رقم آپکی ہے میری بہن جب میں آپکی ہوں تو میری ہر چیز آپکی ہے۔ صدف پھر بولی اور یہ تم ابا سے عمارتوں کا کیا ذکر کر رہی تھیں۔ عروج بڑے پیار میں کہنے لگی۔

عمارتوں کا ذکر یہ ہے کہ جس عمارت میں اس وقت ہم سب بہن بھائی رہ رہے ہیں۔ یہ عمارت ابا نے آفاق کے نام کر دی ہے۔ تاہم یہ ہسپتال کی عمارت میرے نام ہے۔ آفاق والی عمارت کے ساتھ بائیں طرف جو عمارت ہے وہ آپکے نام ہے اس سے اگلی عمارت صوبیہ کے نام اور اس سے اگلی عمارت جو ذیلی سڑک کی طرف ہے وہ میرے نام ہے۔ یہ تینوں عمارتیں قابل فروخت تھیں۔ برکت بھائی کے ساتھ مل کر یہ تینوں عمارتیں ہم نے خرید لیں ہیں اور اب یہ عمارتیں آپ صوبیہ اور میرے نام ہیں اور ہم اسکے مالک ہیں۔

صدف بیچاری کچھ دیر غور سے عروج کی طرف دیکھنے لگی پھر کہنے لگی کہ میں سوچ تک نہیں کر سکتی تھی کہ ہم بہن بھائیوں کی زندگی میں کبھی ایک ایسا انقلاب بھی رونما ہو جائیگا اسکے ساتھ ہی برکت اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ دیر ہو رہی ہے میرے خیال میں چلنا چاہیے ابھی ہم نے شاپنگ کرنی ہے کہیں دکانیں نہ بند ہونا شروع ہو جائیں اسکے ساتھ ہی سب اٹھے۔ ثروت نے آواز دیکر سلیم ڈرائیور کو بلایا پھر وہ سب اسپتال کی گاڑی میں بازار کی طرف چلے گئے تھے۔

صوبیہ' بدر اور سدرہ ڈرائنگ روم میں چپ چاپ بیٹھی تھیں کہ رسالہ ورق گردانی کرتے ہوئے سدرہ کی نگاہیں آفاق کی لکھی ہوئی کہانی پر جم کر رہ گئیں پھر وہ صوبیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔ صوبیہ بہن اگر آپ برا نہ مانیں تو میں تھوڑی دیر کے لئے آفاق کی لکھی ہوئی کہانی پڑھ لوں۔ صوبیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کیوں نہیں ضرور پڑھو۔ اس پر بدر مسکراتے ہوئے کہنے لگی میں بھی یہی کام کرنے لگی ہوں اور بدر بھی آفاق کی لکھی ہوئی کہانی پڑھنے لگی تھی۔

سدرہ نے رسالہ کو پہلے دوہرا کرکے اپنے بائیں ہاتھ میں جمایا پھر وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی پہلے اس نے آفاق کی لکھی ہوئی کہانی کا عنوان پڑھا۔ لکھا تھا "میری قوم کے غیور لوگ" اسکے بعد سدرہ نے کہانی پڑھنا شروع کی جو کچھ اسطرح شروع ہوتی تھی۔

"اس روز میں بازار پھل خریدنے گیا۔ سورج اس وقت غروب ہو رہا تھا اور فضاؤں میں شفق پھیل گئی تھی۔ رنگوں کے ہیولے آسمان کے حاشیوں پر رقص کرتے ہوئے ان دیکھی شب کا پیغام دینے لگے تھے۔ ہر شے یوں دھندلی دھندلی اور غبار آلود ہونے لگی تھی جیسے گھنیری پلکیں' جھیل گہرائیوں میں جھانکنے لگتی ہیں۔ تاریکیوں کی رگ جاں مہک اٹھی تھی اور وقت کا بوڑھا جوگی یادوں کے ویران دریچوں میں اترنے لگا تھا۔

میں فروٹ کے ایک ٹھیلے کی طرف گیا وہاں پہلے سے ایک بوڑھا مختلف پھلوں کے بھاؤ پوچھ رہا تھا۔ پھل دیکھنے یا ٹھیلے کے مالک سے بات کرنے کی بجائے میری نگاہیں اس بوڑھے پر جم کر رہ گئیں تھیں جس کے سفید بال بالکل چاندی کی طرح تھے۔ سر پر اس نے چھوٹا سا ایک پٹکا باندھ رکھا تھا' قمیض سفید رنگ کی اور نیچے اس نے دھوتی باندھ رکھی تھی قمیض اور دھوتی اجلی اور صاف ضرور تھی مگر گھس گھس کر بوسیدہ سی ہوگئی تھی۔ چند پھلوں کے بھاؤ اس نے پوچھے پھر اسکے چہرے پر مایوسی پھیل گئی اور. ٹھیلے والے سے کہنے لگا نہیں بھائی میاں یہ اپنے بس کا روگ نہیں ہے۔

یہ الفاظ کہتے ہوئے اس بوڑھے کے چہرے پر یادوں کی اجڑی دوپہر جیسی ویرانیاں بکھر گئیں تھیں پھر وہ آگے بڑھ گیا اسکی چال میں ایسی لڑکھڑاہٹ ایسا اضطراب تھا جیسے ببول اور کیکر کے درخت پر کوئی بیچاری خشک ہوتی ہوئی بیل الجھ کر رہ گئی ہو۔ اس بیچارے کی چال پر ایک جستجو اور حرکات میں ایک تلاش کی سی کیفیت تھی بالکل ان پرندوں کی طرح جو صبح سویرے اٹھ کر رزق کے ایک ایک دانے اور خوراک کے ایک ایک ریشے کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اکا سہا سہا خوفزدہ بڑھاپا تھکن سے چور ہو رہا تھا اور وہ ایسے دائیں بائیں جھول جھول کے چل رہا تھا جیسے وہ یونہی بیچارا سڑکوں پر لفظوں' خوابوں اور آوزشوں کا متلاشی بن کرنکل آیا ہو۔ یا یہ کہ سناٹوں کی بستی میں اپنی کھوئی ہوئی انا شکن شکن خیالات میں لہو لہو تمناؤں کو تلاش کرتا پھر رہا ہو۔

میں پھل خریدنے کے بجائے اس بوڑھے کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ تھوڑا سا آگے جا کر وہ بوڑھا ایک دوسرے فروٹ کے ٹھیلے کے پاس جا کھڑا ہوا میں بھی اسکے سامنے کھڑا ہوگیا اور پہلی بار میں نے اسکے چہرے کو غور سے دیکھا۔ سفید داڑھی خوب بڑھی ہوئی تھی۔ چہرے پر وقت کی اذیتوں کی شکنیں زمانوں کا عذاب تھا۔ آنکھیں بجھی بجھی سی تھیں۔ جیسے کاروان' وقت میں اسکے دل کا ولولہ' علم و ہنر کا راستہ' قرار روح و جسم' اور جہان صرف و صوت مکمل طور پر ڈوب کر رہ گئے ہوں۔ اور وہ زمانے کی اذیتوں اور تکلیفوں کے سامنے بالکل بے حصار' بے حمایت' بے دفاع' بے مددگار ہو کر رہ گیا ہو۔

دو چار اور ٹھیلے والوں سے اس نے فروٹ کے بھاؤ پوچھے لیکن کہیں بھی قیمت اسکے معیار کے برابر نہ تھی۔ مایوس سا ہو کر وہ تھوڑا سا آگے بڑھا اور ہوٹل کے سامنے جو بجلی کا کھمبا تھا اسکے پاس مایوسانہ انداز میں کھڑا ہو گیا اس کھمبے کے ساتھ پہلے سے ایک بوڑھا مانگنے والا کھڑا تھا جو آنکھوں سے نابینا تھا اور جس کے ہاتھ میں ایک لمبی لاٹھی بھی اور کمر جھکی ہوئی تھی اور وہاں سے گزرنے والے اکا دکا لوگ اس بوڑھے نابینا کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے برتن میں کچھ نہ

کچھ ڈال جاتے تھے۔ اس بوڑھے نے تھوڑی دیر تک اس بھکاری کو دیکھ
جیسے وہ بدک سا گیا اور اس مانگنے والے سے ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہوگیا۔ اسکی
حالت کچھ بدل گئی تھی جیسے فروٹ کے بھاؤ پوچھ پوچھ کر اسکی عزم کی پائندگی پر فکر
کا غبار چھا گیا ہو۔ یا لفظوں کے نورانی چہروں پر ظلمات کے ستاروں کی بکھری
حکایات پھیل گئی ہوں۔ تھوڑی دیر تک وہ اس بجلی کے کھمبے کے پاس کاسۂ گدائی
سکوت نیم شب اور بوجھل صدا کی طرح چپ اور ویران کھڑا رہا اتنے میں اس
فروٹ مارکیٹ کی ذیلی گلی سے ایک ٹھیلے والا نمودار ہوا اور زور زور سے چھ
روپے کلو سیب کی آوازیں لگانے لگا تھا۔ یہ آوازیں سنکر وہ بوڑھا یوں چونک سا
پڑا جیسے کسی نے اسے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاکھڑا کیا ہو اور وہ بڑی
بیتابی سے اس ٹھیلے والے کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اسکی آنکھوں میں ایک چمک
آگئی تھی اور چھ روپے کلو کی صدا سے اسکی حالت کچھ اسطرح ہوگئی تھی۔

گویا چھ روپے کلو والی آواز سنکر وجدان اور عرفان میں ڈوبے ہوئے اسکے
خیالات حقیقتوں کی روشنی کی طرف لوٹ آئے ہوں۔ اور اسکا درویش قلب
گمان قیاس کی ماورائی سے اپنی ذات کی تجلیوں کی طرف لوٹ آیا ہو۔ اسکی
آنکھوں میں اب زندان کے سناٹے کی جگہ شفق زار اجالوں کی کرنیں، تصورات کا
اعتدال برس گیا تھا اور اسکے چہرے پر دکھ کے گراں بار ڈھیر کی جگہ عزم کی
تحریریں رقص کرنے لگیں تھیں جیسے وہ بوڑھا بنجر زمینوں سے نکل کر امنگوں کی
دھڑکتی ساعتوں کی طرف لوٹ آیا ہو۔

لپک کر وہ چھ روپے کلو والے ٹھیلے کی طرف گیا۔ اسے اپنی طرف آتا دیکھ
کر ٹھیلے والا رک گیا۔ میں بھی اس بوڑھے کی طرف بڑی تیزی سے لپکا۔ ٹھیلے
کے قریب جا کر اس بوڑھے نے سیبوں کا جائزہ لیا۔ سیب داغدار تھے۔ ایک ایک
حصہ گلتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک بے بسی سے وہ بوڑھا ان سیبوں کا جائزہ لیتا
رہا پھر کہنے لگا۔ بھائی میاں اگر تم سے ایک کلو سیب لونگا تو اس میں سے آدھا کلو
ہی مال [illegible] گے۔ اس طرح مجھے تمہارے ٹھیلے سے لیے گئے سیب [illegible]

[illegible] جائیں گے اور دوسرے ٹھیلوں میں بکنے والے سیبوں کی نسبت یہ کوئی زیادہ
[illegible] نہیں ہے۔ ٹھیلے والا شاید کوئی ایماندار رحمدل خدا ترس غریب آشنا شخص تھا
[illegible] تھوڑی دیر تک اس بوڑھے کی طرف بڑے غور سے دیکھا پھر کہنے لگا۔

میاں جی آپکے لیے میں یہ رعایت کر سکتا ہوں کہ آپ یہاں کھڑے ہو
[illegible] اپنی مرضی سے یہ میری چھری رکھی ہے سیبوں کا داغ والا حصہ کاٹتے
[illegible] اور اچھے اچھے سیب علیحدہ رکھتے جائیں جتنے آپکو چاہیں میں چھ روپے کلو
[illegible] آپکو تول دیتا ہوں۔ بوڑھے کے چہرے پر رونق اور خوشی کی لہریں آگئیں
[illegible] فوراً اس نے چھری پکڑی سیبوں کے داغ والا حصہ کاٹ کاٹ کر وہ
[illegible] میں رکھنے لگا۔ کچھ دیر تک وہ یہ کام کرتا رہا پھر ٹھیلے والے نے پوچھا میاں
[illegible] کتنے چاہیں۔ بوڑھا کہنے لگا۔ بھائی میاں دو کلو کر دو۔ جب وہ سیب دو کلو ہوگئے
ٹھیلے والے نے اسے سیاہ رنگ کی ایک تھیلی میں ڈال دیئے بوڑھے نے قمیض
[illegible] نیچے پہنے ہوئے کورے لٹھے کے سلوکے کی جیب سے روپے روپے کے بجھے
[illegible] سے بوسیدہ بارہ نوٹ نکالے اور ٹھیلے والے کو تھما دیئے۔ ٹھیلے والا آگے بڑھ
[illegible] وہ بوڑھا جب وہاں سے ہٹ کر مڑنے لگا تو میں اسکی راہ روک کھڑا ہوا اور
[illegible] اپنائیت اور نرمی میں اس سے کہنے لگا۔

میاں جی اگر آپ برا محسوس نہ کریں تو میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔
[illegible] مجھے پانچ دس منٹ دیجئے میرے ساتھ یہ بائیں طرف والے ہوٹل میں
[illegible] چائے کا ایک کپ میرے ساتھ پیجئے اور جو کچھ میں پوچھنا چاہتا ہوں وہ
[illegible] اس بوڑھے نے ایک بار سر سے لیکر پاؤں تک میرا جائزہ لیا پھر اسکے چہرے
[illegible] پریشانی اور فکرمندی کے آثار نمودار ہوئے اسکے بعد وہ اپنی غبار آلود نگاہیں
[illegible] چہرے پر جماتے ہوئے کہنے لگا۔ بیٹے اللہ جھوٹ نہ بلوائے میں نے تمہیں
[illegible] مگر یہ میرا دل کہتا ہے اس سے پہلے میں نے تمہیں کہیں دیکھا بھی نہیں
[illegible] مجھے کیا کہنا چاہتے ہو۔ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ میں نے جائزہ لیا اور

بوڑھے کی باتوں میں ایک بے بسی اسکے انداز میں ایک لاچارگی اور اسکی
ایک بے جستی کی کیفیت تھی۔ میں پھر بولا اور بڑی نرمی میں اسے کہا۔

میاں جی آپ فکر مند نہ ہوں میں ایک لکھنے والا ہوں آپکے حالات جا
میں آپکے یہ حالات کسی رسالہ میں کسی میگزین میں کہانی کی صورت چھپوا
بوڑھا بولا بیٹے ایسا کرنے سے تمہیں کیا حاصل ہوگا۔ خواہ مخواہ مجھ غریب کی
ہو جائے گی۔ میں نے کہا۔ میں اس میں آپکا اصل نام تو نہیں لکھونگا۔ البتہ
میرے دل کو طمینان اور میرے ضمیر کو ایک سکون حاصل ہوگا کہ میں نے
ایسے شخص کے متعلق لکھا جس سے متعلق میرے دل میرے ضمیر نے مجھے
تلاش مجھے ایک جستجو میں ڈال کر رکھ دیا تھا۔ میری اس گفتگو کے جواب میں
بوڑھے نے کچھ سوچا پھر مجھے کہنے لگا۔ دیکھ بیٹے ایک بات میں صاف کہتا ہو
چائے کے پیسے میرے پاس نہیں ہیں اور ناہی میں ان ہوٹلوں میں چائے پ
عادی ہوں۔ میں نے آگے بڑھ کر اس بوڑھے کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور کہا
کیوں فکر مند ہوتے ہیں۔ چائے کے پیسے میں دونگا پھر میں اپنے ساتھ لپٹائے
لپٹائے اس بوڑھے کو ہوٹل کی طرف لے گیا اور ہوٹل کے باہر جو میز لگے
تھے ایک میز پر میں اور وہ آمنے سامنے بیٹھ گئے پھر ٹیبل بوائے کو میں نے دو
چائے لانے کو کہا اور تھوڑی دیر تک بڑی خاموشی سے اس بوڑھے کی طرف
ہوئے اس کے چہرے کے تاثرات کا انداز لگانے کی کوشش کرتا رہا۔ اتنے میں
ٹیبل بوائے آیا اور دھواں نکلتے ہوئے چائے کے دو پیالے میز پر رکھ کر
اسکے بعد میں بوڑھے کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

میرے بزرگ جب میں اس فروٹ مارکیٹ میں داخل ہوا تو آپ
پھلوں کے بھاؤ پوچھ رہے تھے وہ بھاؤ آپکو پسند نہ آئے پھر آپ دوسرے
طرف گئے۔ دوسرے سے تیسرے تیسرے سے چوتھے اسطرح آپ کئی
گئے فروٹ کے بھاؤ پوچھے لیکن لیا کچھ نہیں پھر مایوس ہو کر اس ہوٹل کے

ھلی کا کھمبا ہے اسکے قریب آکھڑے ہوئے تھے۔ اسکے بعد اس فروٹ مارکیٹ
ذیلی گلی سے ایک ٹھیلے والا چھ روپے کلو سیب کی صدا لگاتا ہوا نکلا اور اس
آپ نے دو کلو سیب کانٹ چھانٹ کر لے لئے۔

دیکھئے میاں جی میں نہ کوئی پولیس والا ہوں ناہی سی ۔ آئی ۔ اے کا
م ہوں نا میرا تعلق انکم ٹیکس سے ہے نا میں کسی دیگر خفیہ تنظیم سے تعلق
ا ہوں۔ میں نے آپ کو بتایا کہ میں بس آپ ہی کی طرح معاشرے کے نچلے
سے تعلق رکھنے والا ایک لکھاری ہوں۔ آپ مجھے زندگی کی حالات بتائیے
آپکی زندگی سے متعلق کچھ تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔ آپ جیسے لوگ مجھے پسند
۔ ذرا مجھے اپنے حالات بتایئے کہ کن حالات میں اور کیوں آپ اس طرح کی
بے بسی اور بے چارگی میں ڈوبی ہوئی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

میرے ان الفاظ سے اس بوڑھے اور بے بس شخص کی حالت ایسی ہوگئی
کہ جیسے اسکے گوشہ کی دہلیز پر، صبر کی زد میں لینے والی آتشی آندھیاں چل نکلی
ہوں اور اسکی بے انت خواہشیں پیاس کے ٹھہرے اندھیروں میں ڈوب کر رہ گئی
ہوں۔ اسکی حالت بے ساعت و بے زباں ڈوبتی بینائیوں کے درمیان لا مرکز
لڑے کسی ایسے مسافر جیسی ہوگئی تھی جو اپنی تنہائی میں بے رحم زخموں کی
ہوں، دل کی صداؤں کی بازگشت، سماج کی بھوک، زہریلی تاریکیوں اور معاشرہ کے
لمے ظلم کی آگ کا شکار ہو کر رہ گیا ہو۔

میں نے اس سے اس بوڑھے کی طرف غور سے دیکھا اس وقت مجھے اسکی
آنکھوں میں کئی سندر، کومل رسیلی خواہش جوش مارتی ہوئی بھٹکتی ارواح کی
زندگی، ریت کی الواح پر کندہ تحریر کی طرح پریشان اور دکھی بیٹھا ہوا تھا پھر میں
نے محسوس کیا اسکے چہرے کی محرومیوں میں سوتیلی ماؤں جیسی سفاکی نمودار ہوئی
اور پھر وہ ملاحوں کے گیت کی طرح بولا اور مجھے مخاطب کرکے کہنے لگا۔

دیکھ بیٹے میرا تعلق معاشرہ کے ایسے لوگوں سے ہے جو بازار حیات میں ویرانی

میں بھٹکتے حروف دعا کی طرح دھکے کھاتے رہتے ہیں وہ اپنے کل کے روشن
کی خاطر ان دیکھی صداؤں کے سناٹوں کو بھی گلے لگا لیتے ہیں۔ جو اپنے
ساری رگیں کھول کر اپنے ڈوبنے تک زندگی کی لہر کو قائم دوائم رکھنے کے
معاشرہ میں جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔

تھوڑی دیر تک وہ بے بس و لاچار بوڑھا خاموش رہا اور کچھ ایسے انداز
چائے کی پیالی کی طرف دیکھتا رہا جیسے وہ چائے کی پیالی میں ڈوب کر ہمیشہ کیلئے
خاتمہ کرلینا چاہتا ہو چائے سے اٹھتے ہوئے دھوئیں میں تحلیل ہو کر معاشرہ
نگاہوں سے روپوش ہو جانا چاہتا ہو۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد وہ بوڑھا
بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ بیٹے میں نہیں جانتا تو کون ہے تیرا کیا نام ہے۔ پر میں تم
کہوں کہ میرا نام حسن ہے۔ یوں جانو کہ بس چھ جماعت پڑھا ہوا ہوں۔ شہر
میں چھ جماعت پڑھنے کے بعد میں نے اپنے گھر کے خراب حالات کی وجہ
ایک ٹرک اسٹینڈ پر کام کرنا شروع کیا۔ زندگی کا بڑا حصہ لوگوں کا سامان ٹرکوں
لادتے لادتے گزار دیا۔ آخر عمر کے اس حصہ کو پہنچ گیا کہ بوجھ اٹھانا محال ہو
لہٰذا اب میں ایک دفتری کے ساتھ کام کرتا ہوں۔ وہاں بیٹھا بیٹھا کتابوں کی
بندی کرتا رہتا ہوں۔ چار پیسے اچھے مل جاتے ہیں۔

دیکھ بیٹے میری عمر اس وقت 65 سال سے کسی طور کم نہیں ہوگی۔
سال کا تھا کہ میرے باپ نے میری شادی کرا دی میری بیوی بڑی نیک بخت
تھی۔ 25 سال تک اسکے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی اور میں 50 سال کو پہنچ
اولاد نہ ہونے کی وجہ سے سوچ رکھا تھا کہ ہم دونوں میاں بیوی کسی نہ کسی
اس معاشرہ میں وقت کاٹ کر گزر ہی جائیں گے۔ لیکن وہ نیک بخت ایسی
وہ مجھے بے اولاد و بے نشان مرتے نہ دیکھنا چاہتی تھی۔ لہٰذا اس نے میری دوسری
شادی کرا دی۔ میں نے بڑا منع کیا۔ اسے اس سے باز رکھنے کی کوشش کی
تم جانتے ہو بیٹے کوئی بھی عورت اپنے ساتھ اپنے ہاتھوں سے اور اپنے
سوکن برداشت نہیں کرتی ہے کہ اس نے خود میری شادی کرائی۔
دوسری بیوی ایک بیوہ تھی بس اپنی پہلی بیوی کے کہنے پر میں نے شادی کر لی
جس میں سے اللہ نے مجھے اولاد دی پر یہ اولاد مجھے چونکہ آخری عمر میں ملی لہٰذا
ساتھ کوئی دوسرا کمانے والا نہ شامل ہوسکا جو میرے گھر کی حالت درست
لہٰذا اب تک میں اکیلا ہی گھر کی گاڑی کو کھینچ رہا ہوں۔ دونوں نے آپس
میں اتفاق رکھا ہوا ہے جیسا کوئی سگی بہنیں بھی نہیں رکھ سکتیں۔ میں نے آج
انہیں آپس میں لڑتے جھگڑتے نہیں دیکھا بچے میری چھوٹی بیوی کے ہیں
ان کی زیادہ دیکھ بھال میری بڑی بیوی ہی کرتی ہے۔ بڑا بچہ اب ماشاء اللہ سیانا
ہوتا جا رہا ہے صبح ہاکر کا کام کرتا ہے اور اخبار بیچنے کے بعد اسکول جاتا ہے اب
یوں وہ بڑا ہوتا جا رہا ہے مجھے ایک مضبوط سہارے کی امید ہوتی چلی جا رہی
صبح میں بھی اسکے ساتھ ہاکر کا کام کرتا ہوں اور پھر دفتری کا کام شروع کر دیتا
اس طرح بیٹے چار پیسے مل جاتے ہیں۔

یہ جو تم نے مجھے فروٹ خریدنے کے لیے ایک ٹھیلے سے دوسرے ٹھیلے کی
جاتے دیکھا تو بیٹے گھر کے اخراجات اس قدر ہیں کہ جو کچھ میں کماتا ہوں
اگر ہاتھ کھینچ کر نہ رکھا جائے تو اس بلعوار آمدنی میں ہم ایک ماہ نہیں
سکتے۔ بیٹے اس دورر میں زندگی بسر کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے اور پھر تم
بچہ غریب کا ہو یا امیر سب کی خواہشیں سب کی مانگیں تو یکساں ہی ہوتی ہیں
بچوں کو کھانے کے لیے پھل تو چاہیں دوسرے بچے جب کھاتے ہیں تو لازمی
غریب کے بچے بھی اس کی فرمائش کریں گے۔ لہٰذا کبھی کبھی اس فروٹ
منڈی میں آتا ہوں اور سستے پھل لیکر بچوں کے سامنے رکھ دیتا ہوں بیچارے
بغیر کھا لیتے ہیں انکی مائیں بھی اچھی ہیں انہیں ترغیب دیتی ہیں کہ جو
تمہارے باپ لیکر آتے ہیں بڑے اچھے اور میٹھے ہوتے ہیں۔

بوڑھا حسن جب اپنی داستان سنا کر خاموش ہوا تو میں نے اس سے کہا۔

میرے بزرگ اگر تم پسند کرو تو میں اس محلہ کی جو زکوٰۃ کمیٹی ہے
نام لکھا دوں اور وہاں سے تمہیں باقاعدہ زکوٰۃ ملتی رہے۔ اس پر بوڑھے حسن
چونک جانے کے انداز میں میری طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ دیکھ بیٹے ابھی میں زکوٰۃ
کے لائق نہیں ہوں۔ کماتا ہوں۔ محنت مشقت کرکے اپنے بچوں کا پیٹ پال رہا
ہوں۔ پھر میں کیوں زکوٰۃ قبول کروں۔

عین اس وقت ہوٹل کے سامنے ایک لڑکا نمودار ہوا۔ جس نے اپنے کندھے
پر پلاسٹک کا بوریا لٹکا رکھا تھا اور وہ ہوٹل کے سامنے رکھے لکڑی کے ڈرم
سے ہڈیاں نکال نکال کر بوری میں ڈال رہا تھا۔ بوڑھا حسن کچھ دیر تک اسے
سے دیکھتا رہا پھر مجھے مخاطب کرکے کہنے لگا۔

دیکھ بیٹے وہ سامنے نوجوان کی طرف دیکھ ابھی وہ نوعمر ہے اسکے ابھی کھیلنے
کودنے کے دن ہیں لیکن وہ بیچارا مجبوری کے تحت محنت مشقت کرتا ہے دیکھو
ہڈیاں چن کر بیچتا ہے۔ میں اسے جانتا ہوں یہ اکثر ہوٹلوں سے ہڈیاں چنتا
ہے۔ اس محلہ میں جو گوشت مارکیٹ ہے اسکی ساری ہڈیاں بھی یہی لے جاتا
دیکھ بیٹے یہ جو سامنے مانگنے والا کھڑا ہے اگر یہ بے بس اور لاچار نا ہوتا تو میری
نگاہوں میں وہ ہڈیوں والا لڑکا اس سے ہزار درجہ بہتر ہوتا ہے اسلئے کہ مانگنا
ذلت اور پستی کا کام ہے بیٹے تونے زکوٰۃ کا ذکر کیا ہے میں زکوٰۃ لینے کے
سوچوں گا بھی نہیں ابھی میں دفتری کا کام کرکے اپنے بچوں کا پیٹ پالتا
ہوں۔

بوڑھا حسن جب اپنی داستان سنا چکا تو میں نے اسے مخاطب کرکے کہا میرے
بزرگ میری قوم کے سارے ہی بے بس اور لاچار لوگ اگر تم جیسے غیور ہو جائیں
ذمہ دار تم جیسے فرض شناس بن جائیں تو اس ملک کو شاداب و خوشحال بنا
دیں۔ دیکھ میرے بزرگ مجھے اپنی قوم کے آپ جیسے ایک غیور انسان پر فخر
ہے۔ پھر میں نے اپنی جیب سے ایک معمولی سی رقم نکالی اور بوڑھے حسن کے

میرے پاس تھوڑے سے پیسے ہیں اگر ان سے میں آپکی مدد کروں تو آپ قبول
کریں گے۔ اس پر بوڑھے حسن کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر
وہ کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا میں جاتا ہوں ابھی میں اسطرح کی رقوم کا حاجت مند نہیں
ہوں جب مجھے ضرورت زیادہ تنگ کرتی ہے تو میں اپنی چھوٹی چادر کو پورا
کرنے کے لیے اپنے پاؤں سمیٹ لیتا ہوں۔ دیکھ بیٹے میرے لئے دعا کرنا کہ زندگی
میں مجھے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کا موقع نا ملے۔ اسکے ساتھ ہی بوڑھا حسن
وہاں سے چلا گیا اور میں اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ اسکے پر عظمت الفاظ آج بھی میرے
ذہن میں پاکیزگی کی ایک گونج پیدا کرتے ہیں"

یہاں آکر آفاق کی لکھی ہوئی کہانی ختم ہوگئی تھی۔ سدرہ نے وہ رسالہ بند
کرکے اپنے سامنے تپائی پر رکھ دیا تھا۔ اس نے دیکھا اس کی بڑی بہن بدر اس
سے پہلے ہی آفاق کی کہانی پڑھ چکی تھی پھر بدر نے سدرہ کی طرف دیکھتے ہوئے
کہا کیسی رہی۔ سدرہ کہنے لگی اچھی ہے۔ ایک زندگی کا تلخ تجربہ اور کڑوا منظر
جو آفاق نے اس میں پیش کیا ہے۔ اس پر بدر بولی دن کے وقت برکت بھائی
اس کہانی کو پڑھ چکے ہیں۔ انکا کہنا تھا کہ جس بوڑھے کی کہانی آفاق نے لکھی
وہ اسے کئی بار مل چکے ہیں۔ اسے انہوں نے زکوٰۃ کے علاوہ آسراء کی
ان کے ہاں ایک عمارت ہے اس کے حساب سے بھی اسکی مدد کی پیش کش کی
لیکن یہ بوڑھا جس کی کہانی آفاق بھائی نے لکھی ہے ایسا غیرت مند اور غیور
ہے کہ کسی کی مدد قبول نہیں کرتا اور محنت مشقت سے اپنا اپنے بچوں کا پیٹ پالتا
ہے

سدرہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ کمرے میں آفاق داخل ہوا اس نے
اپنے ہاتھوں میں پلاسٹک کے تین بڑے بڑے تھیلے پکڑے ہوئے تھے۔ دو تھیلوں
میں مالٹے بھری ہوئی تھیں اور ایک تھیلا گرم گرم سموسوں سے بھرا ہوا تھا۔
پلاسٹک کے تھیلے اس نے بدر کے سامنے میز پر رکھ دیئے تھے۔ بدر نے تینوں

لفافوں کا جائزہ لیا اور پھر وہ آفاق کی طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

آفاق بھائی یہ اتنی ڈھیر ساری بوتلیں اور اس قدر سموسے آپ کیوں لائے اتنے کیا کرنے ہیں۔ کون کھائیے گا۔ کھانے کا وقت بھی ہو رہا ہے آفاق کہنے لگا زیادہ نہیں ہیں آپا بس ہر ایک کے حصہ میں ایک بوتل اور سموسے آئیں گے۔ بدر پھر بولی اور کہنے لگی آفاق بھائی میرے خیال میں اب ساری بوتلیں فرج میں رکھ دیں اور سموسے ہم یہیں ڈھانپ کر رکھ دیتے ہیں عروج صدف اور برکت بھائی آجائیں، تو پھر اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا ۔ سدرہ گل بابا کا پوچھ رہی تھی۔ میں آتے وقت گل بابا سے کہہ آیا ہوں وہ بھی تھوڑی دیر تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسکے ساتھ ہی آفاق اپنی صوبیہ کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ پھر وہ باہم گفتگو کرنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر میں گل بابا بھی وہاں آگئے آفاق نے بدر اور سدرہ کے ساتھ انکا تعارف کرایا پھر گل بابا بھی ان کی گفتگو میں شامل ہوگئے تھے۔

اتنے میں ساتھ والے کمرے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی تھی۔ آفاق بھاگتا ہوا دوسرے کمرے کی طرف گیا۔ ٹیلیفون اس نے اٹینڈ کیا پھر اس نے دوسرے کمرے سے آواز دی۔ بدر آپا آپ کا فون ہے آپکے نانا ابو بول رہے ہیں آفاق کی آواز کے جواب میں بدر اور سدرہ دونوں ڈرائنگ روم سے اٹھ کر ساتھ والے کمرے کی طرف بڑی تیزی سے گئی تھی کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سدرہ نے آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے پیار سے پوچھا نانا ابو کا فون ہے کیا کہتے ہیں اس پر بدر آگے بڑھی اور ریسیور آفاق سے لیتے ہوئے وہ سدرہ سے کہنے لگی سنتی ہوں نانا ابو کیا کہتے ہیں۔ آفاق نے ریسیور بدر کو تھما دیا۔

بدر نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ریسیور میں کہا۔ نانا ابو میں بدر بول رہی ہوں دوسری طرف سے بیرسٹر صاحب کی آواز سنائی دی بیٹی میں کافی دیر سے کام کے لیے تم دونوں بہنیں گئیں تھیں انتظار کر رہا ہوں کہ اسکا کیا بنا۔ کمال

بلا بے چینی سے انتظار کر رہا ہے۔ میں تو سمجھا تھا شاید تم فون کروگی اب جبکہ کافی دیر ہوگئی ہے میں نے خود ہی فون کرلیا ہے کہ دیکھوں کیا بنا ہے۔ اس پر بدر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ نانا ابو ہر کام آپکی مرضی اور سدرہ کی خواہش کے مطابق ہوا ہے آفاق کی بہنوں کے ساتھ تفصیل سے بات ہوئی ہے انہوں نے اپنے ماموں اور بھائی سے بھی مشورہ کیا ہے اور وہ آفاق اور سدرہ کے رشتے پر بڑی خوشی سے آمادہ ہوگئے ہیں۔ نانا ابو ایک اور بھی انتظام ہم نے کیا ہے کل آفاق اور سدرہ کی منگنی کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ آفاق کی بہنیں اس سلسلہ میں شاپنگ کے لیے بازار چلی گئی ہیں۔ میں اور سدرہ انکے گھر میں ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ واپس آتی ہیں تو پھر کوئی آخری پروگرام طے کریں گے۔ جہاں تک میرا ارادہ ہے نانا ابو ہم کل سب کو اپنے ہاں مدعو کرینگے اور وہیں خوشگوار ماحول میں آفاق اور سدرہ کی منگنی کر دی جائے گی۔ دوسری طرف سے بیرسٹر صاحب کی خوشی میں ڈوبی ہوئی آواز آئی ہاں بیٹے ضرور ان سب کو اپنے ہاں بلاؤ میں تو ترس گیا ہوں ایک عرصہ ہوگیا ہے اس گھر میں کوئی خوشی نہیں دیکھی کل سب کو یہاں دعوت دو اور بڑے اہتمام کے ساتھ میری بیٹی سدرہ اور آفاق کی منگنی کا بندوبست کرو بس بیٹے مجھے یہی پوچھنا تھا۔ مجھے بڑی بے چینی ہو رہی تھی۔ اب مجھے اطمینان ہوگیا ہے تم دونوں بہنیں جس وقت چاہو گھر لوٹو مجھے بالکل بے قراری ہے گی اسکے ساتھ ہی بیرسٹر صاحب نے فون بند کر دیا تھا۔

بدر نے بھی ریسیور رکھ دیا پھر وہ باری باری آفاق اور سدرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی نانا ابو بڑے بے چین ہو رہے تھے کہ جس کام کے لیے ہم دونوں گئی ہیں اسکا کیا بنا۔ میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ آفاق اور سدرہ کا رشتہ طے ہوگیا ہے اور یہ کہ کل ہم منگنی کا اہتمام کر رہے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ منگنی کی ساری رسومات وہیں پوری کی جائیں تاکہ اس گھر کو بھی ایک خوشی نصیب ہو۔ اور جب خاموش ہوئی تو سدرہ بولی اور آفاق کو مخاطب کرکے کہنے لگی۔

میں نے رسالہ میں جو آپکی کہانی چھپی ہے وہ پڑھی ہے بڑی اچھی ہے۔ یہ
یہ بوڑھا جس سے آپ ملے اور جس کی کہانی آپ نے رسالہ میں چھپوائی ہے وہ
یہیں کہیں رہتا ہے اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا ہاں ہمارے محلّہ کی جو فروٹ
مارکیٹ ہے اسی کی ایک گلی میں رہتا ہے۔ اس بوڑھے سے ملاقات کا ذکر
سے پہلے میں نے برکت بھائی اور ہمارے محلّہ میں جو آسرا نام کا ادارہ ہے
سے کیا تھا اور میں نے ان سے گزارش کی تھی اس بوڑھے کی مدد کی جائے
کے جو چیئرمین وقار صاحب ہیں وہ خود چل کر اس بوڑھے کے ہاں گئے اور
مدد کی پیش کش کی لیکن بوڑھے نے کچھ لینے سے انکار کر دیا اور کہا جب وہ
ہی لاغر و لاچار ہو جائیگا کہ محنت و مشقت نہ کرسکے تو وہ خود ہی آپکی خدمت میں
حاضر ہو جائیگا اور کچھ نہ کچھ طلب کریگا۔ اس طرح برکت بھائی بھی اسکے پاس
اور اسکی کچھ دیر مدد کرنا چاہی۔ مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میرے اس
میں کہانی لکھنے سے کم از کم یہ فائدہ اسے ضرور ہوگا کہ وہ پورے محلے
روشناس ہو جائے گا۔ اور لوگ مجھ سے اس کے متعلق پوچھیں گے اور میں
بوڑھے کا پتا بتاؤنگا اسطرح وہ لوگ اسکا خیال رکھیں گے اور اسے احساس ہوگا
وہ اس معاشرہ میں اکیلا نہیں ہے بلکہ معاشرہ میں ایسے افراد بھی ہیں جو
کے وقت اسکی مدد کرسکتے ہیں۔ اس طرح زندگی بسر کرنے میں اسے ایک
مندی نصیب ہوگی۔

یہاں تک کہنے کے بعد آفاق نے موضوع بدلا پھر وہ بدر کی طرف
ہوئے کہنے لگا آپ نے یہ کیا انقلاب برپا کر دیا طوفانی انداز میں منگنی کا اہتمام
دیا۔ یہ بعد میں بھی ہو سکتا تھا۔ اس پر بدر کہنے لگی نہیں آفاق بھائی میں چاہتی
کہ میں سدرہ کی خوشی دیکھوں میں اسے چپ اداس اور ویران دیکھ دیکھ
آچکی تھی۔ یہی حالت نانا ابو کی بھی تھی وہ بھی چاہتے تھے کہ ہمارے گھر
لگیں۔ سدرہ خوش ہو اپنی زندگی کو ایک بار پھر نارمل انداز میں گزارنے کے

اور یہ ساری چیزیں آفاق بھائی ہمیں آپ کی وجہ سے میسر ہو رہی ہیں۔
خوشیوں کو سمیٹنے میں کم از کم ہم دیر نہیں کرنا چاہتے۔

یہاں تک کہتے کہتے بدر خاموش ہوگئی تھی کیونکہ عمارت کے باہر گاڑی
کی آواز آئی تھی آفاق نے باہر نکل کر نیچے جھانکا۔ پھر وہ بدر اور سدرہ کی
مڑتے ہوئے کہنے لگا۔ ڈاکٹر عروج صدف بہن اور برکت بھائی آگئے ہیں۔
شاپنگ کرچکے ہیں اس پر بدر نے آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا آفاق
آپ کی منگنی کے لیے شاپنگ سدرہ نے خود کی ہے آپ کے لیے دو گرم
اس نے خریدے ہیں اور تین سفاری سوٹ انتہائی عمدہ قسم کا کپڑا اس نے
ہے۔ میرے خیال میں آپ دیکھیں گے تو خوش ہو جائیں گے۔ آپ کے
جو انگوٹھی بنائی گئی ہے وہ بھی اس نے خود پسند کی ہے۔ میں نے تو اسے کہا تھا
اگر میں جو پہلے سے انگوٹھیاں بنا رکھی ہیں ان میں سے کوئی آفاق کو دیدیں گے
اس نے کہا نہیں میں آفاق کے لیے نئی اور اچھی قسم کی انگوٹھی بنواؤنگی
کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس نے ہر کام اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق کیا
بدر کے یہ الفاظ سنکر آفاق نے ایک بار بڑی چاہت اور محبت میں سدرہ کی
دیکھا سدرہ نے بھی مسکراتے ہوئے آفاق کی طرف دیکھا پھر آفاق کہنے لگا۔
بہن بھی خریداری کرکے آگئی ہیں آئیں دوسرے کمرے میں دیکھتے ہیں کہ
خرید کر لائی ہیں۔ اسکے ساتھ ہی آفاق' بدر اور سدرہ پھر سے دوسرے
میں آکر بیٹھ گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد برکت' ڈاکٹر عروج اور صدف اس کمرے میں داخل ہوئے
کا سامان ڈاکٹر عروج نے اٹھا رکھا تھا پھر وہ سامان لاکر عروج نے بدر کے
رکھ دیا اور اسے کہنے لگی بدر بہن ذرا دیکھنے اور یہ سامان میری سدرہ
کو بھی دکھایئے کہ یہ چیزیں اسے پسند ہیں یا نہیں بدر نے اشارہ سے سدرہ کو
بلایا سدرہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بدر کے پاس آکر بیٹھی اور بدر اسکو سامان

کھول کر دکھانے لگی تھی۔ سامان میں سدرہ کے لیے ایک انتہائی قیمتی سونا
سیٹ۔ ایک انگوٹھی اور چھ قیمتی سوٹ تھے۔ تھوڑی دیر تک دونوں بہنیں سامان کا
جائزہ لیتی رہیں پھر بدر بولی اور صدف اور عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی
بہت اچھا بلکہ بہت ہی اچھا سامان ہے۔ میں تو سچی بات کہوں کہ جس وقت آپ
شاپنگ کے لیے گئیں تھیں اور جو چیزیں میں نے اپنے دل میں خیال کی تھیں کہ
یہ لائی جائینگی ان سے کہیں بڑھ کر آپ نے اہتمام کیا۔ اس پر صدف بولی اور
کہنے لگی لیکن میری بہن سدرہ نے اپنے خیالات کا اظہار نہیں کیا۔ سدرہ شرمانے
لگی تھی۔ اس نے گردن جھکا کر کہا نہیں آپا۔ بہت اچھا سامان ہے اس سے بڑھ
کر اور کیا توقع اور امید کی جاسکتی ہے۔ اب آفاق بولا اور کہنے لگا۔

یہ بوتلیں لاکر میں نے فرج میں رکھی ہوئی ہیں سموسے پلاسٹک کی تھیلیوں میں
پڑے بد دعائیں دے رہے ہیں پہلے انکا کچھ بندوبست کریں۔ سدرہ اور عروج اٹھ
کر کھڑی ہوئی۔ لفافوں سے سموسے نکال کر انہوں نے پلیٹوں میں جما کر انہوں نے
ہر ایک کے سامنے رکھیں۔ اتنی دیر تک آفاق بوتلیں لے آیا تھا اور پھر سب نے
اکٹھے بیٹھ کر انتہائی خوشگوار ماحول میں کھایا پیا۔ اسکے بعد بدر اٹھ کھڑی ہوئی اور
صدف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

صدف بہن میں اور سدرہ اب جاتے ہیں۔ نانا ابو بڑی بے چینی سے ہمارا
انتظار کررہے ہونگے۔ آفاق بھائی نے آج ہمارے یہاں آنا تھا۔ سدرہ کی فرمائش
پر انہوں نے ایک تصویر بنائی تھی۔ پھر آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے بدر نے پوچھا
آفاق بھائی آپ کب آئینگے اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا۔ اب میں نہا دھو کر
کھا کے وہاں پہنچ جاؤنگا۔ اس پر بدر بولی میں تو کہتی ہوں میرے ساتھ ہی چلیے
وہیں نہا دھو لیجئے گا اور کھانا بھی وہیں کھا لیجئے گا۔ آفاق بولا نہیں آپا آپ دونوں
بہنیں چلیں میں آپکے پیچھے ڈریس تبدیل کرکے کھانا کھا کر جلدی پہنچ جاؤنگا آپ
بدر اور سدرہ دونوں بہنوں نے سب سے خدا حافظ کہا پھر وہ دونوں بہنیں یہاں سے

چلی گئیں تھیں۔ شب آٹھ بجے کے قریب آفاق اپنے سامان کا بریف کیس
لیے سدرہ کے یہاں داخل ہوا بیرسٹر صاحب بدر اور سدرہ تینوں شاید بڑی بے
چینی سے اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ اس لیے کہ جب وہ گھر میں داخل ہوا تو ان
سب نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس وقت وہ تینوں ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے
تھے بیرسٹر صاحب نے بڑے پیار اور شفقت سے آفاق کو پہلے گلے لگا کر کئی بار
اسکی پیشانی پیار سے چومی پھر اسکے کان میں کہنے لگے۔ میرے بیٹے میرے بچے اب
اس گھر میں تکلف مت کرنا۔ اسلئے کہ اب تم اس گھر میں اجنبی اور مہمان نہیں
بلکہ اس گھر کے اس خاندان کے ایک فرد ہو۔ بیٹے اب سدرہ تمہارے لئے عام
لڑکی اور ایک ناآشنا بانو نہیں رہی۔ بلکہ اس سے تمہارا ایک رشتہ ایک رابطہ
ہے۔ تم دونوں کا آپس میں رشتہ طے ہوچکا ہے۔ میرے بیٹے تو اسکی بات ماننا وہ
تمہاری بات مانیگی۔ تمہارے آنے سے پہلے ایسی باتیں میں سدرہ کو بھی سمجھا رہا

پھر بیرسٹر صاحب نے آفاق کو پکڑ کر اپنے دائیں پہلو میں بٹھایا اور پھر سدرہ
کو طلب کرتے ہوئے کہا کہ سدرہ تم بھی میرے پاس آؤ سدرہ جب شرماتی ہوئی
ان کے پاس آئی تو اسے انہوں نے اپنے بائیں طرف بٹھایا۔ جب کہ بدر سامنے بیٹھی ہلکی
ہلکی مسکراہٹ میں اپنے نانا کی حرکات کو دیکھے جا رہی تھی۔ پھر بیرسٹر صاحب بولے اور آفاق
اور سدرہ کو مخاطب کرکے کہنے لگے۔

میرے بچو! ایک سال کا عرصہ اس گھر کے مکینوں نے بڑے کرب اور اذیت
میں گزارا ہے۔ دکھوں کے بادل اور ناامیدی اور مایوسیوں کی گھٹائیں اس گھر پر
چھائی رہی ہیں اب پھر روشنی کی لہر اس گھر میں داخل ہوئی ہے۔ آفاق اور سدرہ
میرے بچو تم دونوں آپس میں خوش رہنے کی کوشش کرنا۔ کبھی ایک دوسرے کا
دل نہ توڑنا ایک دوسرے کے لیے ایثار اور قربانی کا جذبہ رکھنا۔ اس طرح میں
تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم دونوں ملکر بہترین اور کامیاب زندگی بسر کرسکو گے۔
آفاق اپنا منہ بیرسٹر صاحب کے کان کے قریب لے گیا اور دھیمی مدھم آواز

اور سرگوشی کے سے انداز میں کہنے لگا۔

بیرسٹر صاحب۔ آپ فکر مند نہ ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ میرے اور سد
کے درمیان کبھی کوئی اختلاف اور جھگڑا نہیں ہوگا اور یہ جو خوشی میرے اور سد
کے رشتے کی وجہ سے آپکو ملی ہے یہ نہ صرف دائمی رہیگی بلکہ ہم آپ کے لئے
اس خوشی میں مزید اضافہ کریں گے۔ سامنے بیٹھی ہوئی بدر نے بلند آواز میں آ
کہا اور جواب میں ہلکی اور شرماتی ہوئی آواز میں سدرہ نے بھی آمین کہا تھا۔
بیرسٹر صاحب نے آفاق اور سدرہ دونوں کی پیٹھیں تھپتھپاتے ہوئے کہا میرے
زندہ اور خوش رہو۔ پھر بیرسٹر صاحب نے گفتگو کا رخ بدلا اور آفاق کو مخا
کرکے پوچھنے لگے۔ آفاق بیٹے تکلف مت کرنا سچ بولنا کھانا کھا کر آئے ہو
نہیں۔ آفاق بڑے پیارے انداز میں اپنا ہاتھ بیرسٹر صاحب کے شانے پر رکھ
ہوئے بولا۔ بیرسٹر صاحب کھانا میں کھا کر آیا ہوں نہ کھایا ہوتا تو اب اس گھر
تکلف نہیں کرتا۔ آپ لوگوں سے کہہ دیتا مجھے بھوک لگی ہے۔ مجھے
چاہیے۔ اس پر بیرسٹر صاحب بولے اچھا بیٹے جس طرح تم اور سدرہ میرے دا
بائیں پہلو میں بیٹھے ہو اس طرح کافی کا ایک ایک کپ پیو اسکے بعد جو کام
کرنا ہے اسکی ابتدا کرنا۔ اسکے ساتھ ہی بیرسٹر صاحب نے کمال بابا کو آواز
کمال بابا بڑی تیزی سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی بیرسٹر صا
کہنے لگے اچھی قسم کی اور اعلیٰ نسل کی کافی کے چار کپ لاؤ۔ جواب میں کما
مسکراتا ہوا چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کافی بنا کر لے آیا تھا۔ چاروں نے
خوشگوار ماحول میں کافی کا ایک ایک کپ پیا۔ پھر آفاق اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا
اور کہنے لگا اب مجھے اپنے کام کی ابتدا کر دینی چاہیے۔

جواب میں بدر بولی اور آفاق کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی

آفاق بھائی تھوڑی دیر بیٹھئے۔ آپکی منگنی کے سلسلے میں آپ کے
بھائی اور آپکے لئے تھوڑی سی جو سدرہ نے اپنی مرضی منشا اور پسند کے

کر لائی تھی۔ یہ کل سے بڑی بے چین ہو رہی ہے کپڑے آفاق کو دکھا دیئے
کہ کہیں انکو اور انکی بہنوں کو پسند ہی نہ آئے تو بڑی ناپسندیدگی کا معاملہ
اس لیے میرے بھائی وہ کپڑے دیکھو جو سدرہ خرید کر لائی ہے۔ اگر تمہیں
پسند نہ ہوں تو جمعہ کے روز کئی دوکانیں کھلی ہوتی ہیں دوسروں کا بھی انتظام کیا
جا سکتا ہے۔ اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا آپی آپ کیسی باتیں کرتی ہیں۔ ایسے
میں پسند ناپسند کیسی اور پھر میں کہوں کہ کپڑوں کے معاملے میں میں نے کبھی
ناپسند کا معاملہ کھڑا نہیں کیا۔ آج تک بلکہ زندگی میں جو بھی چیز ملی پہن لی۔
کھانے کو ملا کھا لیا آپ میری بہنوں سے پوچھیئے گا گھر پر کیسا ہی کھانا پکا ہو کبھی
شکایت نہیں کیا۔ کہ یہ کیسا ہے۔ نمک زیادہ ہے یا مرچ زیادہ ہے کبھی نہیں
جو مل گیا کھا کر خدا کا شکر ادا کیا جو پہننے کو ملا وہ پہن کر اس مالک کا شکر ادا
کیا۔ بیرسٹر صاحب نے آفاق کا ہاتھ پکڑ کر پھر اپنے پاس بٹھا لیا اور اسکی پیٹھ
تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگے۔ تمہاری بہت ہی اچھی عادتیں ہے اور مجھے یہ عادتیں
بہت پسند ہیں۔ لیکن میرے بچے دیکھ لینے میں آخر حرج کیا ہے۔ سدرہ اٹھو جا کر
لاؤ اٹھو جلدی کرو۔ اس پر سدرہ اٹھی اور بھاگتی ہوئی چلی گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد سدرہ کمرے میں داخل ہوئی۔ کپڑوں کے پیکٹ اور ایک
اٹھی اس نے لا کر آفاق کے سامنے تپائی پر رکھ دی تھی۔ آفاق نے انکا جائزہ
لیا گرم سوٹ جو خاصے قیمتی اور بہترین رنگ کے تھے۔ دوسرے کپڑوں میں
مختلف رنگوں کے سفاری سوٹ کا کپڑا تھا اور وہ کپڑا بھی بڑا قیمتی اور اچھا تھا۔
آفاق ان سب چیزوں کو دیکھتے ہوئے بولا اور کہنے لگا بیرسٹر صاحب آپی بدر اور
اگر آپ میری پسند پوچھیں تو میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ کپڑے انتہا درجے
کے قیمتی اور انتہائی اچھے ہیں۔ میں آپکو پہلے بتا چکا ہوں کہ ہم نے کس ماحول
میں زندگی بسر کی ہے۔ چاروں بہن بھائی بڑی کشمکش اور جدوجہد میں آج تک
زندگی بسر کرتے رہے ہیں اور میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ یہ کپڑے جو آپ لوگوں

نے میرے سامنے لاکر رکھے ہیں ایسے کپڑے میں نے آج تک پہنے نہیں۔ میں
آپکا شکرگزار ہوں کہ آپ مجھے اس قدر اہمیت دے رہے ہیں۔

آفاق کے یہ الفاظ بیرسٹر صاحب کو ایسے پسند آئے کہ انہوں نے آفاق کو
اپنے ساتھ لپٹا کر اسکی پیشانی چوم لی تھی اور بیرسٹر صاحب کی اس حرکت سے بدر
اور سدرہ دونوں کھل کھلا کر ہنس دی تھیں۔

آفاق ایک بار پھر کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

میرے خیال میں مجھے اب کام کی ابتدا کرنی چاہیے۔ سدرہ بھی کھڑی ہوئی
اور بدر بھی کھڑے ہوتے ہوئے بولی ہاں آفاق بھائی اب آپ اپنا کام شروع کریئے
ہیں۔ اپنا بریف اٹھائے آفاق باہر نکلا سدرہ اور بدر اسکے ساتھ ہولیں تھیں۔
بیرسٹر صاحب وہیں بیٹھے رہے اور وہیں تپائی پر رکھی ہوئی ایک کتاب کا مطالعہ
کرنے لگے تھے۔

بدر اور سدرہ کے ساتھ آفاق اس کمرے میں آیا جس میں پہلے بھی اس نے
تصویر بنائی اور بعد میں بدر اور سدرہ کے کہنے پر اس تصویر پر اس نے سبقہ چند
کرکے نئی تصویر بنانے کے لیے فریم کو تیار کرایا تھا۔ جب وہ فریم کے پاس آیا تو
اس نے دیکھا کہ پہلے کی طرح فریم کے نیچے بڑا ٹیبل رکھا تھا اور اس پر ایک کرسی
بھی رکھی ہوئی تھی۔ آفاق نے اپنا بریف کیس ٹیبل کے اوپر لاکر رکھا۔ سدرہ اس
موقع پر آفاق کو مخاطب کرکے کہنے لگی۔ ابھی آپ اپنے کام کی ابتدا نہ کیجئے گا۔
میں ابھی آتی ہوں۔ اسکے ساتھ ہی سدرہ تقریباً بھاگتی ہوئی باہر نکلی تھوڑی دیر بعد
وہ لوٹی وہ اپنے کندھوں پر تین مختلف رنگوں کے ایپرن اٹھائے ہوئے تھی۔ وہ
ایپرن اس نے لاکر بڑے پیار بڑی چاہت اور محبت سے آفاق کے سامنے میز پر
اسکے بریف کیس کے قریب رکھ دئے۔ پھر وہ شہد۔ مٹھاس اور شیرنی میں ڈوبی
ہوئی آواز میں کہنے لگی۔ آج کے بعد جب کبھی بھی آپ پینٹنگ کا کام کریں
ایپرنوں میں سے کوئی پہن کر کام کیا کریں۔ اس موقع پر بدر بھی بولی اور ہلکی ہلکی

[illegible] ہٹ میں کہنے لگی۔

آفاق بھائی جمعرات کے روز جب یہ آپ کے لیے سامان خرید کر لائی تھی تو
[illegible] ایپرن بھی آپکے لئے لائی تھی۔ اسکی خواہش اور چاہت تھی کہ آفاق جب
[illegible] کام کریں تو میں ان سے کہوں گی کہ یہ ایپرن پہن کر کیا کریں۔ آفاق نے
[illegible] اتے ہوئے سدرہ کی طرف دیکھا پھر میٹھی اور نرم آواز میں کہا شکریہ۔ اسکے
[illegible] اس نے تینوں ایپرن کا جائزہ لیا پھر ایک ان میں سے لیکر باندھ لیا تھا۔ اسکے
[illegible] میز پر چڑھ گیا اور بدر اور سدرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

آپ دونوں کا کیا خیال ہے۔ میرے خیال میں آپ دونوں بہنیں اب جا کر
[illegible] دیکھیں یا آرام کریں۔ اس پر بدر بولی اور کہنے لگی آفاق بھائی میں تو اب جا
[illegible] ہوں۔ یہ مجھے دن بھر بازار میں گھماتی پھیراتی رہی۔ سامان خریدنے میں میں
[illegible] ہوں اب آرام کرونگی اور سدرہ نے کیا کرنا ہے آپ اس سے خود پوچھ لیں
[illegible] نے اس بار سدرہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ہاں محترمہ آپکا کیا خیال ہے
[illegible] سدرہ [illegible] اور چاہتوں بھری مٹھاس میں کہنے لگی۔

پہلی بار اس فریم پر جب آپ نے سعید کی تصویر بنائی تھی اس روز آپنے
[illegible] کمرے سے نکال باہر کیا تھا اور رات بھر اکیلے کام میں جتے رہے تھے۔ اس
[illegible] بات اور تھی آپ کے ساتھ میرا کچھ اتنا تعلق یا رشتہ نہ تھا۔ اب آپ کے
[illegible] میرا ایک تعلق ہے۔ ایک رشتہ ہے اور ایک ایسا رشتہ جسے اٹوٹ انگ کہہ
[illegible] پکارا جاسکتا ہے۔ لہٰذا جب تک آپ تصویر بناتے ہیں میں اسی کمرے میں
[illegible] یہیں بیٹھونگی آپ کے کام کرنے کے انداز کو دیکھونگی جب آپ تھکاوٹ
[illegible] محسوس کریں گے آپ کو چائے کافی بنا کر دونگی اور اسکے علاوہ آپکو کوئی چیز کھانے
[illegible] کے لیے چاہئے تو وہ مہیا کرونگی آج آپ اگر مجھے بھگانے کی کوشش کریں
[illegible] میں نہیں بھاگونگی اور یہیں بیٹھ کر آپکے کام پر نگاہ رکھونگی۔ اس پر آفاق کہنے
[illegible] ٹھیک ہے خاتون جیسی آپکی مرضی میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر آفاق سدرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھو سدرہ تم نے کہا تھا کہ میں اس فریم میں اب اپنی مرضی کی کوئی تصویر بناؤں لہٰذا جیسی میں تصویر بناؤں تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اس پر سدرہ کہنے لگی ہرگز اعتراض نہیں ہوگا۔ مجھے معلوم ہے کوئی اچھا ہی سین آپ بنائیں گے۔ آفاق کہنے لگا اگر یہ بات ہے تو ایسا کرو۔ ایک تصویر بیرسٹر صاحب کی۔ ایک اپنی اور ایک بدر آپی کی لا دو۔ پھر دیکھو میں کیسے کام شروع کرتا ہوں۔ سدرہ نے کچھ سوچا پھر وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد لوٹی اپنی بیرسٹر صاحب اور بدر کی تصویریں لا کر اسنے آفاق کو تھما دیں تھیں۔ آفاق نے بریف کیس کھول کر اپنی ایک تصویر نکالی اور پھر چاروں تصویروں کو اس نے لکڑی کے فریم کے حاشئے کے اندر دبا کر فٹ کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ سدرہ سے کہنے لگا محترمہ اب میں اپنے کام کی ابتدا کرنے لگا ہوں اگر آپ نے یہاں بیٹھنا ہی ہے تو خاموشی سے دیکھتی رہئے کہ اس اسکرین پر میں کیا انقلاب برپا کرتا ہوں۔ سدرہ حرکت میں آئی اور ایک کرسی کھینچ کر وہ فریم کے پاس بیٹھ گئی اور آفاق نے اپنے کام کی ابتدا کر دی تھی۔

پھر اچانک آفاق کو کوئی خیال آیا اور سدرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا سدرہ تم یہیں بیٹھی رہوگی تو جو تصویر میں بناؤنگا اسے دیکھنے میں کوئی لطف باقی نہیں آئیگا۔ میں کہتا ہوں تم اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔ جب تصویر مکمل ہوگی میں تمہیں آواز دے لونگا اور جب وہ تصویر میں جو اس اسکرین پر بناؤنگا اچانک تم دیکھو گی تو تمہیں احساس ہوگا کہ اسکے اندر کیا ہے اور تصویر کیا پیغام دیتی ہے۔ اس پر آفاق کی بات مانتے ہوئے سدرہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی میں ۔ہاں اس لئے بیٹھی تھی کہ آپ چائے یا کافی یا دوسری کوئی چیز مانگتے میں تکلف نہ کریں۔ میں اپنے کمرے میں چلی تو جاتی ہوں مگر آپ وعدہ کریں کہ جب بھی آپ کسی چیز کو ضرورت محسوس کریں تو مجھے آواز دیکر بلائیں گے

نوں آفاق کہنے لگا ہاں میں ضرور بلاؤنگا لیکن تم بھی ایک وعدہ کرو کہ جب بھی کمرے میں آؤگی تو جو چیز میں نے اس اسکرین پر بنائی ہوگی اسے میں ڈھانپ پہلے اور تم اسے دیکھنے پر اصرار نہ کرنا۔ جب تصویر مکمل ہوجائیگی تب تمہیں پنے کی اجازت ہوگی۔ سدرہ نے آفاق کے ساتھ وعدہ کیا پھر وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔

پہلے کی طرح ساری رات آفاق اپنے کام میں جتا رہا۔ نہ اسنے سدرہ کو آواز پھر کافی یا چائے مانگی بلکہ لگاتار کام کرتا رہا۔ پہلے کی طرح صبح کی اذانوں سے پہلے پہلے اس نے کام ختم کر دیا تھا۔ پھر وہ جس ٹیبل پر کھڑا ہو کر کام کرتا رہا تھا اسی پر لیٹ کر سو گیا تھا۔

صبح جب سدرہ کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا بیرسٹر صاحب اور بدر جاگے ہوئے تھے اور بدر اونچی آوازوں میں کمال بابا کو ناشتے کے لیے ہدایات دے رہی تھی۔ سدرہ نے کپڑے درست کیے اٹھ کھڑی ہوئی ہاتھ منہ دھویا برش کیا بال بنائے پھر وہ باہر آئی اور بدر کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگی آپی آفاق کہاں گئے۔ اس پر بدر مسکراتے ہوئے کہنے لگی ۔ رات میں تمہیں اور آفاق کو تصویر کے کمرے میں چھوڑ کر گئی تھی اب مجھ سے تم پوچھ رہی ہو کہ آفاق کہاں گیا۔ سدرہ بے چاری ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگی۔

آپی مجھے بھی انہوں نے رات کو اس وعدے کے ساتھ کمرے سے باہر نکال دیا تھا کہ اگر مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو میں آواز دیکر بلالونگا۔ میں اپنے کمرے میں جا کر سو گئی نہ انہوں نے بلایا نہ کوئی چیز مانگی اب پتہ نہیں وہ تصویر بنا چکے ہیں یا نہیں۔ اتنی دیر تک بیرسٹر صاحب بھی وہاں آگئے اور سدرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگے آؤ بیٹی دیکھ لیتے ہیں کہ آفاق نے کیا کام ہے۔ بدر اور سدرہ بھی بیرسٹر صاحب کے ساتھ ہو لئے یہ تینوں جب اس کمرے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا آفاق نے فریم کے اوپر سفید رنگ کا پردہ تان دیا تھا اور

پہلے روز کی طرح آفاق میز پر ہی گہری نیند سو رہا تھا۔

آفاق کو اس حالت میں دیکھتے ہوئے سدرہ کو لمحہ بھر کے لیے بڑی پریشانی کا
فکر لاحق ہوا پھر وہ بیرسٹر صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی انہوں نے پھر پہلے
دن والی حرکت کی ہے۔ کام مکمل کرکے یہ پھر میز پر سو گئے ہیں۔ قریب بستر لگا ہوا
تھا یہ اس پر آرام کرتے۔ اس پر بیرسٹر صاحب بڑی رازداری اور محبت میں کہنے
لگے۔

سدرہ بیٹی میں نے ہی اسے ایک بار کہا تھا کہ سدرہ نے سعید کے جس کمرے
میں تصویر بنائی ہے اس کمرے کی کوئی بھی چیز کسی کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں
دیتی۔ حتیٰ کہ جو بستر وہاں لگا ہے اسکی صفائی ستھرائی ضرور کرتی ہے مگر وہ بستر
کسی کو استعمال نہیں کرنے دیتی۔ میرے خیال میں انہی خیالات کے تحت بے چارہ
اس بستر پر نہیں لیٹا ہوگا۔ یہیں ٹیبل پر دراز ہوگیا۔ میرے خیال میں یہ گہری نیند
سو رہا ہے۔

سدرہ بڑی مٹھاس بھری آواز میں کہنے لگی نانا ابو اس وقت اور بات تھی
اب اس گھر سے انکا تعلق اور رشتہ ہے اور اس گھر کی ہر چیز یہ استعمال کرسکتے
ہیں۔ میرے خیال میں انہیں جگا دینا چاہیے تاکہ یہ اٹھ کر بستر پر لیٹ کر آرام
کریں۔ بدر کہنے لگی سدرہ میں بہن میں تو کہتی ہوں یہ گہری نیند سویا ہوا ہے
اسے سویا رہنے دو۔ کم از کم اپنی نیند پوری کریگا۔ دن بھر پھر اسکو کام میں کہیں جانا
ہوگا۔ اس پر بیرسٹر صاحب بولے نہیں میرے خیال میں آج اسے یہیں رکھیں
گے منگنی بھی ہے بہن بھائی بھی یہاں آئینگے لہٰذا انکے آنے تک اسے یہی روکے
رکھیں گے۔ میرے خیال میں اسے اٹھا دینا چاہیے۔ اٹھ کر بستر پر لیٹ کر آرام
کرے۔

بیرسٹر صاحب کا یہ فیصلہ سن کر سدرہ آگے بڑھی آفاق کا سر پکڑ کر اسے
ہلایا آفاق فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سدرہ احتجاج کرنیکے انداز میں کہنے لگی یہ کیا ہے

لگا ہے۔ جب آپ کام ختم کرچکے تھے تو میز پر لیٹنے کیا ضرورت تھی۔ سامنے بستر
بچھا ہوا ہے وہ بستر عجائب گھر نہیں یا شو روم کے لیے نہیں رکھا۔ آفاق نے
آنکھیں ملتے ہوئے باری باری بیرسٹر صاحب۔ بدر اور سدرہ کی طرف دیکھا۔ پھر وہ
آنکھیں ملتا ہوا میز سے نیچے اترا کہنے لگا نیند آگئی تھی خیال نہیں کیا بس میز پر ہی
سو گیا۔ بیرسٹر صاحب نے پوچھا تصویر کا کام مکمل کرلیا۔ آفاق فوراً کہنے لگا جی۔
آپ تینوں پردہ اٹھا کر تصویر دیکھ سکتے ہیں میں اپنا کام مکمل کرچکا۔ سدرہ آگے
بڑھی ڈوری کھینچ کر فریم سے پردہ ہٹا دیا تھا۔

اس تصویر کو دیکھتے ہوئے بیرسٹر صاحب سدرہ اور بدر حیرت میں رہ گئے
تھے ان تینوں نے دیکھا نچلے حصے میں سدرہ کی تصویر بنی ہوئی تھی اسکی ایک
آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے اور آنسوؤں کے اس بہاؤ کے بالکل نیچے
آنسوؤں سے بنتا ہوا لفظ "دکھ" سرخ حروف میں دکھایا گیا تھا اور سدرہ کی اس
تصویر کے پس منظر میں قریب ہی بیرسٹر صاحب اور بدر کو پریشان مغموم اور افسردہ
اور مدھم تصویروں میں دکھایا گیا تھا جبکہ اوپر کے حصے میں خود آفاق کی تصویر
تھی اسکی بھی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہوئے نیچے حرف "دکھ" کی صورت میں جمع
ہو رہے تھے۔ پھر اس دکھ سے آنسو نیچے مزید ٹپکتے ہوئے سدرہ کے آنسوؤں سے
بننے والے دکھ سے ٹکراتے ہوئے مزید نیچے آئے اور پھر نیچے کے حروف میں
ایک دوسرے سے ملکر "سکھ" کا لفظ بنا رہے تھے۔ تینوں محظوظ ہونے کے انداز
میں اس تصویر کو دیکھتے رہے۔ پھر بیرسٹر صاحب آفاق کے قریب آئے اسکی پیشانی
چوما کئی بار اسکی پیٹھ تھپتھپائی پھر وہ داد دینے کے انداز میں کہنے لگے بیٹے مانتا
ہوں تم اپنے فن کے استاد ہو۔ مانتا ہوں کہ تم نے اس فن میں فائین آرٹ
میں کچھ حاصل کیا ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس قسم کا
چھوٹا سا خیال اس اسکرین پر چھاپ کر رکھ دوگے۔ بیٹے ایسی تصویر بنانے پر
مبارکباد دیتا ہوں۔ ایسا شاہکار بنانے پر میرے بیٹے میرے بچے میں ایک ایسا

انعام دونگا جو نہ صرف یہ کہ تمہاری ذات تمہارے کام کے شایان شان ہوگا بز
ایک یادگار کے طور تم ہمیشہ اس پر فخر کروگے۔ اسکے ساتھ ہی بیرسٹر صاحب نپے تلے
قدم اٹھاتے ہوئے اس کمرے سے نکل گئے تھے۔ انکے جانے کے بعد سدرہ بولی
اور آفاق سے کہنے لگی۔

یہ بھی آپ نے ایک اچھوتا خیال اس اسکرین پر بنایا ہے۔ میں تو سوچ بھی
نہیں سکتی تھی کہ آپ ایک ایسی عمدہ تصویر بنائیں گے۔ بدر بھی اس تصویر کی
تعریف کر رہی تھی آفاق کہنے لگا۔ بس اب اتنی ہی تعریف کافی ہے۔ کوئی اتنا بڑا
شاہکار بھی نہیں ہے کہ آپ اسکی اس قدر تعریف کریں۔ اس پر بدر کہنے لگی
نہیں آفاق بھائی قسمیہ بات۔ ایسی عمدہ تصویر کم از کم میں نے آج تک نہیں
دیکھی۔ اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا میں اب جاتا ہوں۔ نہا دھو کر جا کر آرام
کرونگا۔ اس پر سدرہ نے اسے تیز نگاہوں سے دیکھا اور کہنے لگی۔ جانا واناں کہیں
نہیں ہے۔ آج آپ نے یہیں رہنا ہے۔ آفاق جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔
بیرسٹر صاحب پھر کمرے میں داخل ہوئے۔ انکے ہاتھ میں لکڑی کی ڈبیہ تھی وہ ڈبیہ
آفاق کے قریب آکر انہوں نے کھولی پھر آفاق کا ہاتھ پکڑا اور اس ڈبیہ سے ایک
انگوٹھی نکال کر انہوں نے آفاق کو پہنا دی۔ آفاق نے دیکھا وہ ہیرے جڑی ایک
انتہائی قیمتی انگوٹھی تھی۔ وہ بڑے تعجب اور پریشانی سے اس انگوٹھی کو دیکھنے لگا
تھا۔ اس موقع پر بیرسٹر صاحب بولے اور کہنے لگے۔

آفاق بیٹے یہ انگوٹھی میری بیوی نے مجھے اس وقت بنوا کر دی تھی جب میں
نیا نیا بیرسٹر بنا تھا۔ میری بیوی بھی ایک بیرسٹر کی ہی بیٹی تھی۔ اور اس نے مجھے ایک
بیرسٹر کی حیثیت سے بے حد پسند کیا تھا اور اس موقع پر یہ انگوٹھی اس نے مجھے
دی تھی۔ میں بیٹے اب بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میرے لیے یہ انگوٹھی کس کام کی تم
اور سدرہ اب اپنی نوجوانی کی شروعات کر رہے ہو۔ تم زندگی کے ایک ایسے باب
کی ابتدا کر رہے ہو جہاں انسان کے مختلف خیالات پھیلتے اور بکھرتے ہیں۔ میں

بنا طرف سے ایسی عمدہ تصویر بنانے کی وجہ سے اس انگوٹھی کو انعام اور تحفہ
کے طور پر اپنے پاس رکھو۔ یہ ہمیشہ تمہیں میری محبت میری شفقت اور پدرانہ
شفقت کو یاد دلاتی رہیگی۔

آفاق کو اس طرح نوازنے کی وجہ سے سدرہ بے حد خوش ہوئی۔ وہ مسکراتی
ہوئی آگے بڑھی اور بیرسٹر صاحب سے لپٹتے ہوئے کہنے لگی۔ نانا ابو آپ کی بڑی
مہربانی کہ آپ نے آفاق کو یوں نوازا پھر وہ آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی یہ
انگوٹھی نانا ابو نے آپ کو پہنائی ہے اسے نانا ابو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز
رکھتے تھے۔ کسی کو پہننے کے لیے دینا تو دور کی بات کسی کو دکھاتے تک نہیں تھے۔
آپ خوش قسمت ہیں کہ یہ انگوٹھی نانا ابو نے آپکو تحفتاً" دیدی ہے۔

آفاق کے جواب دینے سے قبل ہی بیرسٹر صاحب بولے اور بدر اور سدرہ کی
طرف دیکھتے ہوئے پوچھا اب تم دونوں بہنوں کا کیا پروگرام ہے۔ بدر کہنے لگی پہلے
ناشتہ کرتے ہیں پھر کوئی پروگرام طے کرتے ہیں پھر بدر نے آفاق کی طرف دیکھتے
ہوئے کہا آفاق بھائی آج آپ نے جانا نہیں ہے۔ سارے گھر والے بھی تو منگنی
کے سلسلے میں یہاں آئیں گے کیوں نہ انکے آنے تک آپ یہیں شرکت کرینگے۔
ان سے تمہارا تعارف بھی کراؤں گی۔ انکا نام جوہر ہے۔ آفاق بھائی اب آپ
جانے کا نام نہ لیجئے گا۔ اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا۔

بدر آپا اور سدرہ اگر برا نہ مانیں تو میں آپ لوگوں کے ساتھ ناشتہ کرکے چلا
جاؤنگا پھر اپنی بہنوں اور بھائی کے ساتھ آؤنگا۔ میرا اس طرح آنا ہی اچھا لگتا ہے
ان لوگوں کے آنے سے پہلے اگر میں یہاں رہوں تو کچھ معیوب سا لگے گا۔ بات شاید بیرسٹر
صاحب کی سمجھ میں آگئی تھی لہٰذا وہ کہنے لگا آفاق بیٹے تم ٹھیک کہتے ہو۔ پہلے نہا
دھو لو۔ اسکے بعد ناشتہ کرکے تم چلے جانا بیرسٹر صاحب کا یہ فیصلہ سنکر بدر اور سدرہ
خاموش رہیں پھر سدرہ حرکت میں آئی۔ آفاق کے لیے وہ تولیہ اور شیونگ سیٹ
لے آئی تھی۔ خود آفاق کو باتھ کی طرف لے گئی تھی۔ آفاق نے شیو کی نہایا

دھویا پھر سب کے ساتھ بیٹھ کر اس نے ناشتہ کیا پھر اپنا بریف کیس لیکر جب
جانے لگا تو سدرہ قریب آئی اور بڑی راز داری میں اسسے کہنے لگی۔
یہ جو تصویر آپ نے بنائی ہے۔ اسکا مجھے کیا دینا ہوگا۔ اس پر آفاق نے تو
کر سدرہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا اب لینے دینے والے ڈائیلاگ ختم کرو۔ اس
پر سدرہ نے بڑے پیار میں کہا کیوں۔ آفاق کہنے لگا تم نے خود ہی تو کہا تھا ایک بار
۔ کہ جو چیز تمہاری ہے وہ میری ہے اور جو چیز میری ہے وہ تمہاری ہے۔ پھر کیوں
میں تم سے اس تصویر کے لیے معاوضہ لونگا۔ اس پر سدرہ بھاگتی ہوئی مڑی اور
آفاق سے کہنے لگی اچھا ابھی آپ یہیں رکیئے گا۔ تھوڑی دیر بعد نوٹ اور پانچ
سو کے کئی نوٹ اس نے زبردستی آفاق کی جیب میں ڈال دیئے تھے۔ آفاق نے
احتجاج کرتے ہوئے پوچھا کہ یہ کیا۔ سدرہ کہنے لگی۔

جب میری ہر چیز آپکی ہے اور آپکی ہر چیز میری ہے پھر آپکو میرے اس عمل
پر کسی قسم کا کوئی اعتراض کھڑا کرنیکا حق حاصل نہیں ہے۔ اس پر آفاق مسکراتے
ہوئے کہنے لگا لیکن یہ زیادتی ہے سدرہ نے بڑی چاہتوں میں ڈوبی ہوئی آواز میں
کہا کوئی زیادتی نہیں ہے آفاق میرا دل نہ توڑیئے گا۔ اس موضوع پر کوئی بات نہ
کیجئے گا۔ اس پر آفاق مسکراتے ہوئے مڑا اور کہنے لگا اچھا اللہ حافظ۔ اسکے ساتھ
ہی آفاق وہاں سے نکل گیا تھا۔

○

جمعرات کی رات سندس نے اپنے یہاں گزاری تھی اور اگلے روز صبح ہی صبح
وہ اپنے کرائے کے کمروں کی طرف آنے کی تیاری کرنے لگی تھی۔ اس پر اسکی
ماں عظمٰی چونکی اور پوچھنے لگی بیٹی تم جانے لگی ہو اس پر مدھم اور اداس سی آواز
میں سندس کہنے لگی ہاں ماما میں واپس جاؤنگی۔ اس پر عظمٰی کہنے لگی بیٹی آج جمعہ
ہے میں کہتی ہوں آج پورا دن آج والی رات میرے پاس ہی رہو اور اگلی صبح تم
چلی جانا میں وعدہ کرتی ہوں تمہیں روکونگی نہیں۔ اپنی ماں کی اس التجا پر سندس
نے کچھ سوچا پھر وہ بولی اور کہنے لگی۔

ماما آپکے کہنے پر میں آج کا دن اور اگلی رات رک تو جاتی ہوں پر اگر آپ
برا نہ مانیں تو میں آپ سے ایک بات کہتی ہوں اور آپ یہ بھی وعدہ کیجئے کہ اس
بات کا ذکر میری موجودگی میں پاپا سے نہیں کریں گی۔ میرے بعد آپ ان سے ذکر
کر لیجئے۔ اس پر عظمٰی نے بڑی فکرمندی سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ تم کیا
کہنا چاہتی ہو بیٹی۔ کیا میں نے کبھی تمہاری کسی بات کا برا مانا ہے۔ دیکھ میری بچی تو
جانتی ہے ہمارا بیٹا بھی تو ہے ہماری بیٹی بھی تو ہے۔ ہماری ذات کا کل سرمایہ اور
پونجی بیٹی تو ہی ہے بلکہ ہم دونوں میاں بیوی کی زندگی کا انحصار بھی تیری
خوشیوں پر مبنی ہے۔ پھر کیوں کر میں تیری بات رد کر سکتی ہوں۔ کیسے میں تیری کسی
بات کا برا مان سکتی ہوں۔ بیٹی تو کیا کہنا چاہتی ہے۔

عظمٰی کی اس گفتگو سے شاید سندس کو کچھ حوصلہ ہوا تھا آگے بڑھی اپنی ماں
کا بازو پکڑ کر وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی پھر کہنے لگی۔

ماما آپ جانتی ہیں کہ ہر شخص کا اپنا سایہ آزاد نہیں ہوتا اور جسم سے وابستہ
ہوتا ہے چھاؤں ہمیشہ دھوپ کے ساتھ آتی ہے اور جسم کے ساتھ جسم کے سارے
غم وابستہ ہوتے ہیں اور اسی طرح محبت کے ساتھ نفرت بھی وابستہ رہتی ہے۔ ماما
وہاں رہتے ہوئے وقت کے بہتے گرداب میں میرے اندر ایک انقلاب برپا ہوچکا
ہے۔ وہاں رہائش رکھتے ہوئے میری انا کا آخری قلعہ بھی مسمار ہوگیا ہے۔ ماما
اس انقلاب سے پہلے میں یوں محسوس کرتی تھی جیسے میں پرنالوں سے بہتے رات
کے پرشور اندھیرے گمنام ظلمت۔ غفلت کی بے مہر۔ بے معنی اور سفاک
تاریکیوں میں زندگی بسر کرتی رہی ہوں۔ لیکن اس انقلاب کے بعد میں ایسا محسوس
کرنے لگی ہوں جیسے میری زندگی ہریالی کے گیتوں' قرب کی خواہشوں۔ صدف کو
لوریاں دیتی لہروں اور کنول سے خوشبو اڑاتی بہاروں کے سنگ رقص کرنے لگی
ہے

عظمیٰ نے فکرمندی سے سندس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

کھل کر کہو بیٹی تم کس انقلاب کا ذکر کر رہی ہو۔ میں تمہاری بات کو قطعاً نہیں سمجھی اس پر سندس نے گردن جھکا لی اور شرمندگی کے سے انداز میں وہ کہنے لگی۔ ماما میں دکھ سے کہہ رہی ہوں کہ وہاں کرائے کے دو کمروں میں رہتے ہوئے اور بار بار آفاق سے اپنے رویئے کی معافی مانگتے ہوئے میں ایک انقلاب کا شکار ہو گئی ہوں۔ ماما آپ جانتی ہیں کہ اس سے پہلے میں اس آفاق سے انتہا درجہ کی نفرت کرتی تھی لیکن جب مجھ پر یہ حقیقت کھلی اور مجھ پر یہ بات واضح ہوئی کہ میں نے آفاق کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اور وہ ایک مظلوم اور کچلا مسلا انسان ہے تو اس انکشاف سے میرے دل میں ماما اس کے لئے ہمدردی کے جذبے پیدا ہوئے تھے۔ پھر وہاں رہتے ہوئے یہ ہمدردی کے جذبے بدلتے رہے اور اب ماما میں آپ سے یہ کہنے والی ہوں کہ میں اس آفاق سے نفرت نہیں بلکہ اس سے محبت کرنے لگی ہوں۔

سندس کے اس انکشاف پر عظمیٰ بیچاری سر پکڑ کر بیٹھ گئی اور کہنے لگی سندس میری بیٹی یہ تم نے کیا خبر سنا دی ہے۔ اس پر سندس پھر بولی اور کہنے لگی

ماما اب وہاں آفاق کے پاس رہتے ہوئے میرا مطمع نظر یہ نہیں رہا کہ میں اس سے اپنے رویئے کی معافی مانگوں بلکہ میرا اب وہاں رہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس کے دل میں اپنی وہ پرانی محبت بحال کروں جسے میں نے نفرت میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس لئے کہ میں اس کی اس یکطرفہ چاہت کو اب دو طرفہ محبت میں بدلنا چاہتی ہوں۔

اور ماما یہ میں نے کچھ جان بوجھ کر نہیں کیا یہ آپ سے آپ ہو گیا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے مساموں میں بجلیاں کوندتی ہیں جیسے لہو کے دشت میں ابال آتا ہے جیسے سیپ کو بھنور پانی کے دشت پر اچھال دیتا ہے ایسے ہی ماما میری روح نے میرے اندر سے نفرت اچھال کر اس کی جگہ محبت بھر دی ہے۔ مجھ پر اب روشنی کے بعد کھلے ہیں اندھیرا فاش ہوا ہے۔ اور آفاق سے نفرت کے بجائے محبت کر کے میری ماں اب میں نے جانا ہے کہ آشاؤں میں مٹھاس کیسے گھلتی ہے۔ بوندیں ...نے کو کیسے گرتی ہیں۔ اشک ٹپکنے کو کیسے ٹوٹتے ہیں۔

...نی پر جمی اوس کیسے گرتی ہے۔ گم شدہ سمتیں کیسے بحال ہوتی ہیں۔ نا ...رفت کر کے کیسے دریافت نہ معلوم منطقے کیسے معلوم ہوتے ہیں۔ ہری آشائیں ...ہے کے صفحے پر عکس در عکس محبت کے نئے صحیفے کیسے رقم کرتی ہیں۔ خالی جگہوں ...ل کت کیسے بھرتی ہیں اور کسی کے قرب کی خواہش مند روح کیسے تڑپ اور ...بلاہٹ پیدا کرتی ہے۔

سندس جب خاموش ہوئی تو ماں نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف ...کھا پھر کہنے لگیں

میری بیٹی یہ تو تو نے ایک نئی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے اب میں تمہارے ...پا اور تمہاری چچی کو کیا جواب دوں گی۔ وہ تو شادی کی تاریخ مقرر کرنے پر زور ...دے رہے ہیں۔ فرحان اور فائیزہ روز ٹیلیفون پر نئی تاریخ مقرر کرنے کے لئے بضد ...ہیں۔ دیکھ بیٹی تمہارے پاپا کی تو کوئی بات نہیں۔ وہ تو ایسے ہی کریں گے جیسے تم ...کہو گی لیکن میری بیٹی رشتہ دار عزیز و اقارب کیا سوچیں گے۔ اس پر سندس پھر ...بولی اور کہنے لگی

ماما کوئی کچھ بھی سوچے جو حقیقت تھی وہ میں نے آپ پر ظاہر کر دی اور ماما ...اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ کچھ جذبہ ہی ایسا ہوتا ہے جو نشیب کو ...بلندی کی طرف لئے اڑتا ہے اور صبح کے گیتوں میں کرنوں کی اذان گھول کر رکھ ...دیتا ہے۔ یہی حال میرے ساتھ بھی ہوا ماما۔ میری روح سے بچھڑے سر بھی ازلی ...نغمگی کو جنم دے گئے ہیں ایسے ہی جیسے بہار خوشبو بن کر اناروں کے پھول کو ...رنگ لگاتی ہے۔ ماما میں آپ سے حقیقت کہوں کہ میں اب سپنوں کے زینے ...چڑھتے چڑھتے تھک گئی ہوں مزید اپنے سائے کا سایہ نہیں بننا چاہتی۔ اور نہ ہی

میں اپنے آپ کو اور دوسروں کو فریب دے کر جھینگروں کے شور میں بے ترتیب
ساحلوں پر ادھورا گیت بن کر زندگی بسر کرنا چاہتی ہوں۔ جو حقیقت ہے وہ میں نے
آپ سے کہہ دی ہے۔ میں جانتی ہوں میری یہ باتیں آپ کو بری لگیں گی اور
میں کیا کروں میرا سب کچھ آپ ہیں۔ ماں بھی آپ ہیں۔ بھائی بھی آپ ہیں۔
بہن بھی آپ ہیں۔ اس لئے میں اپنا ہر دکھ تکلیف۔ گلہ شکوہ آپ ہی سے کروں
گی ماما۔

اپنی جگہ پر سر جھکائے عظمیٰ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی۔ عجیب سے انداز
میں وہ سندس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی سندس میری بیٹی۔ میری بچی۔ اپنے
خیالات میں انقلاب برپا کر کے تو نے ہمیں بے انت نشیبوں کی طرف دھکیل دیا
ہے۔ ہمارے قدموں کے سامنے بے یقینی کی دلدل لا کھڑی کی ہے اور جھکے ہوئے
آسمان تلے ہمارے سامنے تو نے وقت کے پہاڑ رواں دواں کر دیے ہیں۔ بیٹی بڑا
مشکل ہو جائے گا ان حالات کو سنبھالنا۔ لوگ کیا کہیں گے۔ سندس کہنے لگی۔ ہم
نے کچھ لوگوں کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا ہے۔ کیا کہیں گے لوگ۔ اور پھر ماما آپ
بھی تو سوچئے۔ کیا میں نے کبھی فرحان سے محبت کی ہے۔ بس وہ کزن ہے۔ آپ
لوگوں نے منگنی کر دی۔ میں نے قبول کر لی۔ اس کے علاوہ تو کوئی میرا جذبہ اس
سے منسلک یا وابستہ نہیں تھا۔ آپ بتائیے کبھی آپ کے سامنے میں نے فرحان
سے اپنی محبت یا دل پسندگی کا اظہار کیا ہے۔ بس آپ نے رشتہ طے کر دیا۔ اور
میں نے ایک فرماں بردار بیٹی کی حیثیت سے اپنے ماں باپ کے فیصلے کو قبول کر
لیا۔

ماما اب جبکہ میرا دل اس رشتے کو تسلیم نہیں کرتا۔ میں فرحان کے ساتھ
اب اس کی بیوی کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی۔
وہ میرا اب منگیتر نہیں اسے آپ میرا کزن اور بھائی کہہ کر پکار سکتی ہیں ماما
آپ فرحان۔ فائزہ اور چچا چچی سب کو یہ کہہ دیں کہ سندس نے فرحان کے ساتھ

شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ وہ جہاں چاہیں
اس کی شادی کر دیں۔ مجھے اب اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

عظمیٰ نے سندس کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا اور وہ سر جھکائے ہوئے
سوچتی رہی پھر بڑے پیارے انداز میں سندس نے اپنا سر عظمیٰ کے شانے پر
رکھا اور کہنے لگی ماما اگر آپ بھی میرے اس رویے کی وجہ سے میرے ساتھ
ناراض اور خفا ہیں تو میں چلی جاؤں گی پھر کبھی لوٹ کر یہاں نہ آؤں گی۔ اور اپنی
باقی ماندہ زندگی کرایہ کے انہیں دو کمروں میں گزار دوں گی سندس کے ان الفاظ پر
عظمیٰ تڑپ سی گئی تھی اس نے اپنا بازو سندس کی پیٹھ کے گرد لپیٹا اور پھر اسے
اپنی گود میں سمیٹتے ہوئے کہا نہیں میری بیٹی یہ بات نہیں۔ تیری خاطر میں پہاڑوں
سے بھی ٹکرانے کا حوصلہ رکھتی ہوں تیری خوشی۔ تیری آنا۔ تیری تسکین اور
تیری تسلی کے لئے۔ میری بیٹی میری بچی میں سمندروں تک میں کود جانے کا عزم
رکھتی ہوں۔ اگر تو فرحان کو پسند نہیں کرتی اور آفاق کی محبت میں گرفتار ہو کر
اپنی کی گم گشتہ محبت ہی کو بحال کرنے کا عزم کر چکی ہو تو بیٹی تمہارے اس عزم
اور اس ارادے میں میں مکمل طور پر تمہارے ساتھ ہوں۔ بیٹی میں فرحان اور
اس کے پاپا تمہارے چچا اور چچی کی خوشی کو پیش نظر نہیں رکھوں گی۔ میں تو صرف یہ
دیکھوں گی کہ میری بیٹی کا سکون میری بیٹی کی خوشی کس سمت میں پنہاں ہے۔ اور
جس کام میں میری بیٹی کی خوشی ہو گی میں وہی کروں گی۔

اپنی ماں کا یہ جواب سن کر سندس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی اور وہ
بچوں کی طرح اپنی ماں سے لپٹی ہوئی کہنے لگی۔ ماما آپ واقعی عظیم ہیں۔ عظمیٰ نے
جھک کر سندس کی پیشانی اس کے گالوں اور اس کی ٹھوڑی کا بوسہ لیا۔ پھر کہنے
لگی بیٹی اب تو بے فکر ہو جا۔ میں اس سلسلے میں تیرے پاپا سے بھی بات کروں
گی کہ فیصل آباد تمہارے چچا اور چچی۔ فرحان اور فائزہ کو بھی اطلاع کر دوں گی
کہ سندس کے ساتھ فرحان کی منگنی کو اب ختم سمجھیں اور جہاں کرنا چاہیں

فرحان کی شادی کر دیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد عظمیٰ تھوڑی دیر تک رکی پھر وہ سندس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ بیٹی اب جبکہ میں نے تمہاری بات مان لی ہے تو بھی میری بات مانو۔ آج کا دن اور آنے والی شب تم میرے ساتھ رہو اسی میں میرا سکون اور میری دلجمعی ہے۔ سندس ایک بار پھر ماں سے لپٹ گئی اور کہنے لگی ماما میں آپ کا کہا مانتے ہوئے آج کا دن بھی اور آنے والی رات بھی آپ کے ساتھ رہوں گی اور پھر کل صبح اپنے کمروں کی طرف جاؤں گی۔ سندس کا جواب سن کر عظمیٰ خوش ہو گئی تھی۔ پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اس کی پیشانی چومی پھر دونوں ماں بیٹی روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہونے کے لئے وہاں سے اٹھی ہی تھیں کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔

عظمیٰ نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ اور دوسری طرف سے فرحان کی آواز سنائی دی تھی۔ آنٹی میں فرحان بول رہا ہوں۔ سندس نے شادی کے لئے تاریخ مقرر کرنے کا کوئی فیصلہ کیا؟ فرحان کے اس سوال پر عظمیٰ نے کچھ سوچا۔ بے ترتیب سے انداز میں اپنے بالوں میں اس نے بایاں ہاتھ پھیرا۔ پھر وہ اپنے آپ کو مجتمع کرتے ہوئے کہنے لگی

فرحان بیٹے سنو۔ میں تمہیں سندس کے فیصلے سے آگاہ کرتی ہوں۔ گو یہ فیصلہ حوصلہ شکن ہے اور یہ خبر تمہارے لئے اچھی نہیں لیکن جو کچھ ہو رہا ہے بیٹے یہ مجبوری کے تحت ہی ہو رہا ہے سندس نے تمہارے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ لہٰذا اپنے ابا اور امی کو بھی میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دینا کہ وہ جہاں چاہیں تمہاری شادی کر سکتے ہیں۔ اس پر فرحان نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔ آنٹی یہ کیوں اور کیسے ہوا۔ سندس نے اتنا بڑا فیصلہ کس بنا پر کیا۔

عظمیٰ تھوڑی دیر رکی۔ سوچا پھر کہنے لگی۔

دیکھو فرحان بیٹے کسی کے جذبات پر پابندی اور پہرہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اس

میں کوئی شک نہیں کہ سندس پہلے آفاق سے نفرت کرتی تھی لیکن جب اسے یہ احساس ہوا کہ اس نے آفاق کے ساتھ زیادتی کی ہے تو اس کی نفرت پہلے ہمدردی میں بدلی اور یہی ہمدردی اب محبت میں تبدیل ہو گئی ہے۔ لہٰذا فرحان سندس جہاں پہلے آفاق سے نفرت کرتی تھی اب اس سے محبت کرنے لگی ہے۔ اور آفاق کی محبت میں وہ اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے پر تیار ہے۔ اس نے یہاں تک کہہ دیا ہے ماما اس سلسلے میں اگر آپ نے ذرا سی بھی مخالفت کی تو میں سب کچھ چھوڑ کر مستقل طور پر ان کرائے کے کمروں میں شفٹ ہو جاؤں گی۔ لہٰذا فرحان بیٹے میں اپنی بیٹی کو کھونا نہیں چاہتی۔ اس بنا پر میں نے اس کے ساتھ تمہاری منگنی ختم کر دی ہے اور اسے اجازت دے دی ہے وہ آفاق کے ساتھ اپنی محبت کو استوار کر لے۔ دیکھ بیٹے یہ کسی کے بس کا روگ نہیں۔ محبت تو خود ہو جاتی ہے۔ جہاں پہلے آفاق سندس کو ٹوٹ کر پیار کرتا رہا ہے وہاں وہ اس سے شدید نفرت کرتی رہی ہے۔ اب آفاق اس سے نفرت کرنے لگا ہے جبکہ سندس ٹوٹ کر اس سے پیار کرنے لگی ہے۔ بس سندس کا اب مطمع نظر یہی ہے کہ اب وہ کسی نہ کسی طرح آفاق کے ذہن میں اپنی گم گشتہ محبت کو بحال کر کے اسے اپنانے میں کامیاب ہو جائے۔ لہٰذا بیٹے یہ فیصلہ سن کر تمہیں دکھ تو ضرور ہوا ہو گا پر مجبوری ہے اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔ اس کے ساتھ ہی عظمیٰ نے ریسیور ٹیلیفون سٹ پر رکھ دیا تھا۔

اپنی ماں کی گفتگو سے سندس ایسی خوش شاداں ہوئی کہ وہ بھاگ کر اپنی ماں سے لپٹ گئی اور اس کے شانے پر سر رکھتے ہوئے کہنے لگی ماما آپ واقعی بڑی عظیم ہیں۔ زندگی کے کسی موڑ پر آپ نے میری کوئی بات تو نہ ٹالی تھی لیکن اس سلسلے میں مجھے فکر تھی کہ کہیں آپ میرے خیالات کی نفی نہ کر دیں۔ اور ماما آپ عظیم ہیں آپ نے میری زندگی کی اس بڑی خواہش کا بھی احترام کر کے دکھا دیا ہے۔ جواب میں عظمیٰ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں سندس کے بالوں میں ہاتھ

پھیرتے ہوئے اس کا سر چومنے لگی تھی پھر دونوں ماں بیٹی روزمرہ کے کام کاج کے لئے ملازموں کو ہدایات دینے لگیں تھیں۔

○

جمعہ کے روز بیرسٹر صاحب کے یہاں ایک سادہ اور انتہائی پروقار تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا جس کے دوران آفاق اور سدرہ کی باقاعدہ منگنی کی رسم ادا کر دی گئی تھی۔ اس تقریب میں خود آفاق اور سدرہ نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس کے علاوہ عروج، صدف، صوبیہ، برکت، گل بابا، ڈاکٹر ثروت اس کا شوہر اور کرامت اللہ اور آصف اور عروج کے اسپتال کے تقریباً سارے ہی عملے نے حصہ لیا تھا۔ دوسری طرف سے بیرسٹر صاحب کے علاوہ بدر کے کچھ سسرالی رشتہ دار بھی شامل ہوئے تھے۔ یہ تقریب دوپہر کے بعد سے رات گئے تک جاری رہی۔ اور سب لوگ بیرسٹر صاحب کے یہاں کھانا کھانے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے تھے اس طرح اس تقریب میں آفاق اور سدرہ کی منگنی کی رسم ادا کر کے انہیں زندگی کے عظیم رشتے میں جکڑے جانے کی نوید سنا دی گئی تھی۔

منگنی کے دوسرے روز روشن کے پینٹنگ ہاؤس میں آفاق کسی فلم کا بورڈ بنانے میں بری طرح مصروف تھا کہ پینٹنگ ہاؤس کے سامنے سیاہ رنگ کی ایک کار آکر رکی تھی۔ اور اس میں سے تین نوجوان اتر کر پینٹنگ ہاؤس میں داخل ہوئے تھے۔ ان تینوں میں سے ایک سندس کا منگیتر فرحان اور دوسرے دو کوئی اور تھے۔ فرحان کے پیچھے پیچھے دوسرے دونوں بھی چلتے ہوئے آفاق کے پاس آکر رک گئے۔ آفاق نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ فرحان پر ڈالی پھر اسے کچھ کہے بغیر وہ اپنے کام میں دوبارہ کھو گیا تھا۔ اس پر فرحان اس کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ کام جو تم نے شروع کر رکھا ہے یہ بعد میں بھی کیا جا سکتا ہے۔ تم پہچان چکے ہو گے میں سندس کا منگیتر ہوں۔ اور اسی سلسلہ میں تم سے بات کرنے آیا ہوں۔ سنو مسٹر تم نے ہمارے گھر میں ایک ہلچل اور ایک انقلاب برپا کر دیا ہے تم ہمارے خاندان میں نحوست اور بدشگونی داخل کرنے کے ذمہ دار ہو آخر تم کیوں سندس کو معاف نہیں کر دیتے۔ کیا خوبی ہے تمہارے اندر جس پر تم یوں اتراتے پھرتے ہو۔ گھمنڈ کرتے ہو۔ وہ جب کئی بار تم سے اپنے سلوک اور رویہ کی معافی مانگ چکی ہے تو پھر تمہیں کیا تکلیف ہے کیوں معاف نہیں کرتے ہو۔

آفاق فرحان کی گفتگو خاموشی سے سنتا رہا اور اپنے کام میں لگا رہا منہ سے نہ بولا۔ تھوڑی دیر کے وقفہ کے بعد فرحان پھر کہنے لگا۔ یہ جو تم کام کر رہے ہو اتنا اہم نہیں ہے جتنے کام کے لئے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ یہ کام بعد میں کر لینا۔ جو بات میں تم سے کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ یاد رکھو ایک بات میں تمہارے ذہن میں ڈال دوں کہ جو کام سیدھی طرح نہ ہو اسے ٹیڑھا پن اختیار کر کے بھی ہم کر لینے کے عادی ہیں۔ ہم تمہیں صرف ایک دن کی مہلت دے رہے ہیں اور اگر تم نے سندس کو معاف نہ کیا پھر یاد رکھنا تمہاری حالت ہم وہ کریں گے کہ تم معافی مانگتے پھرو گے پر ہم تمہیں معاف نہ کریں گے۔

فرحان کی اس گفتگو سے آفاق کی حالت بڑی تیزی سے تبدیل ہونے لگی تھی۔ اس کے چہرے پر ایسے جذبے بکھر گئے تھے جیسے ذہن کے جھروکوں میں نفرتوں کے منجدھار اور حلاوتوں کے حصار میں موسموں کے تغیر کی تاثیر پھیلنے لگی ہو اور گناہوں کی شام، کالی گھنیر جھاڑیوں کے سایوں جیسا ہولناک اور فلاکت زدہ فضاؤں میں اسیر تاریکیوں اور ظالم عداوتوں کی وادیوں میں اندھی عقیدتوں کی طرح مہیب اور خوفناک ہوتا جا رہا تھا۔ گو ابھی تک وہ نہ فرحان کی طرف متوجہ ہوا تھا اور نہ اس نے اس کی طرف دیکھا تھا لیکن اس کے قلم کے

بورڈ پر برش چلانے کا انداز بھی اس کی بدلتی ہوئی حالت کی خوب غمازی کر رہا
تھا۔ اس لئے کہ اس کا برش بھی سسکتی روائیتوں کے سکون میں آتش وحشت سے
بھڑکتی آگ کے غضب کی طرح بے انت بھیدوں کی سلگاہٹ کی عکاسی کرتا چلا جا
رہا تھا۔

آفاق اپنے کام میں مصروف رہا تاہم اس کی آنکھوں کی مسافتوں میں غم کے
بگولے' وقت کی ان دیکھی ناآشنا آہٹیں رقص کرنے لگی تھیں۔ دوسری طرف
آفاق کی طرف سے کوئی جواب نہ پاکر فرحان کی حالت بھی بری ہوتی چلی جا رہی
تھی۔ اس کے چہرے پر بھی ہولناکی اور غضبناکی کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے
بالکل یوں جیسے کسی ندی کی سوکھی سکڑی رگوں میں فنا کا کوئی تباہ کن سیلاب امڈ
آیا ہو۔ اس کی آنکھوں کے اندر لہو کی روشنی سے لکھے زمزمے جوش مارنے لگے
تھے۔ اپنی اس بدلتی ہوئی حالت کے تحت فرحان تھوڑا سا آگے بڑھا اور آفاق کا
بازو پکڑ کر ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی طرف کھینچتے ہوئے پوچھا

تم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو۔ اتنی دیر سے میں تمہارے ساتھ گفتگو کر رہا
ہوں اور تم مجھے جواب دینے کی زحمت نہیں برداشت کر رہے۔ جو کچھ میں نے پوچھا
ہے اس کا جواب دو۔ ورنہ یاد رکھو تم جواب در جواب کے لئے ترستے پھرو گے
اور ہم تمہیں گھاس نہیں ڈالیں گے۔ فرحان کی اس حرکت سے آفاق کے چہرے
پر بے محیط آندھیوں کی نفرتیں اور پرانے جسموں کے جنگلے توڑ کر نمودار ہونے
والی بدشگونیاں اور بے سفاکیاں پھیل گئی تھیں۔ غصے کی نمایاں لکیریں اس کے
چہرے پر کاغذ پر چھپی سطروں کے جال کی طرح عیاں ہو کر رہ گئیں تھیں۔ ہاتھ میں
پکڑا ہوا برش اس نے ایک طرف رکھ دیا اور زور سے فرحان کو پیچھے دھکا دیتے
ہوئے کہا تم انتہائی بدتمیز ہو۔ تمہیں پتہ نہیں ایک شریف آدمی سے کیسے بات
کرنی چاہئے۔ آفاق کا دھکا اس قدر زور دار تھا کہ فرحان لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا گرا
تھا۔

اپنے اس گرنے کے عمل کو فرحان نے اپنی بے عزتی اور انا کا مسئلہ جانا لہٰذا
نتائج اور عواقب سے بے خبر بے شعوری اور بے خبری' جہالت و درندگی نے اس
کے قلب اور ذہن پر آتش نفس کی سفاکی و قہرمانی کی طرح چھا گئی۔ ایک دم وہ
اٹھا اور ایک زور دار مکا اس نے آفاق کی کنپٹی پر مارنا چاہا لیکن آفاق نیچے جھک کر
اپنے آپ کو بچا گیا۔

فرحان کے اس عمل سے آفاق سیخ پا ہو گیا تھا۔ اس کی بھی ان کی سرحدوں
میں ایک ریت کی پیاس جیسا انتقام اور ذہنی ٹھہراؤ پر اخلاقی انحطاط کو پھلانگتے جبرو
ستم لیے بھرپور جذبے بکھر گئے تھے۔ پھر شاید وہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو کند کر کے
ساری سوجھ بوجھ کی قوتیں مفلوج کرتا ہوا آگے بڑھا۔ فرحان کی گردن کے نیچے ایک
مکا اس طرح سے اس نے جڑا کہ فرحان پلٹیاں کھاتا ہوا دور جا گرا۔ پھر شاید
... پر محیط فضاؤں میں تغیر و تبدیلی کا عمل چھا گیا تھا۔ وہ بپھرے ہوئے کسی
... کی طرح آگے بڑھا۔ فرحان کا گریبان پکڑ کر اس نے اوپر اٹھایا اور دو تین
... گھونسے اس نے ایسے اسے مارے کہ فرحان آفاق کے سامنے بے بس اور
بے جان ہوتا دکھائی دیا تھا۔ اس پر فرحان کے ساتھی حرکت میں آئے اور دونوں
ایک ساتھ آفاق پر ٹوٹ پڑے تھے۔ آفاق بھی ان کے مکوں کے جواب میں ان پر
مکوں کی بارش کرنے لگا تھا۔ اسی موقعہ پر روشن نے پینٹنگ ہاؤس میں کام کرنے
والے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا وہ لکڑی کے ڈنڈے پکڑ کر ان دونوں کی طرف
لپکے تھے۔ جو آفاق سے لڑ رہے تھے۔

فرحان کے دو ساتھیوں میں سے ایک نے اچانک چاقو نکال لیا۔ آفاق پر وار
کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ آفاق نے اس کا وار بچایا لیکن پھر بھی اس کا چاقو اس
کے بازو کے اوپر کے حصے کو بری طرح چیرتا ہوا نکل گیا تھا جس سے آفاق کے بازو
سے ... طرح خون بہنے لگا تھا۔ اتنی دیر تک پینٹنگ ہاؤس میں کام کرنے والے
... ڈنڈے پکڑ کر وہاں تک پہنچ گئے تھے اور انہوں نے فرحان کے

دونوں ساتھیوں کی ڈنڈوں سے اس طرح مرمت کی کہ دونوں دکان سے باہر
کھڑے ہوئے۔ روشن بڑی تیزی سے اٹھا اور آفاق کے زخمی بازو پر جہاں سے
بری طرح خون بہنے لگا تھا۔ کس کر پٹی باندھ دی تھی۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے فرحان اٹھ کھڑا ہوا انتہائی غصے کے عالم میں
آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا اگر اپنے باپ کے بیٹے ہو تو یہیں ٹھہرنا
تھوڑی دیر تک تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہاری ان حرکتوں کا کیا انجام ہوتا ہے اس
کے ساتھ ہی فرحان باہر نکل گیا پھر وہ اپنے مار کھانے والے ان دونوں ساتھیوں
کے ساتھ سیاہ رنگ کی کار میں بیٹھ کر واپس چلا گیا تھا۔

اس موقع پر روشن حرکت میں آیا اور اپنے پینٹنگ ہاؤس میں کام کرنے
والے ایک لڑکے کو مخاطب کر کے کہا۔

فوراً" آفاق کو اپنے پیچھے اسکوٹر پر بٹھاؤ اور میو اسپتال میں ایمرجنسی میں لے
جاؤ اس کے بازو پر چاقو کا کافی گہرا زخم آیا ہے۔ بلیڈنگ زیادہ نہیں ہونا چاہئے
فوراً" جا کر تم مرہم پٹی کراؤ۔ اس کے ساتھ ہی آفاق کا بازو روشن نے پکڑ لیا
کہا جاؤ بیٹے تم اسپتال جاؤ۔ آفاق کہنے لگا نہیں روشن بھائی میں نہیں جاؤں
میرے خیال میں یہ فرحان اپنے کچھ آدمی لینے گیا ہے اس کے آنے تک
یہیں رہوں گا۔ روشن نے آفاق کا بازو پکڑ کر باہر کھینچتے ہوئے کہا تمہیں ان کی
کی کیا فکر ہے ہم ان سے خوب نپٹیں گے تم پہلے اسپتال جاؤ وہاں پٹی کراؤ تمہارا
بلیڈنگ جاری ہے خون نہیں نکلنا چاہئے۔ تم بے فکر رہو۔ میں ابھی برکت
کو ٹیلیفون کر کے یہاں بلا لیتا ہوں وہ اس معاملے کو خود ہی نپٹا سلجھا لیں گے
روشن کی یہ تجویز آفاق کو پسند آئی تھی لہٰذا وہ اسکوٹر پر بیٹھ گیا اور پینٹنگ ہاؤس
میں کام کرنے والا ایک لڑکا اسے اسپتال لے گیا تھا۔

آفاق کے جانے کے بعد روشن تقریباً بھاگتا ہوا واپس پینٹنگ ہاؤس داخل
ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر ٹیلیفون نمبر ڈائل کرنا شروع کئے۔

دو تین گھنٹی بجنے کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی میں برکت بول
رہا ہوں یہ آواز سن کر روشن خوش ہو گیا تھا پھر وہ کہنے لگا۔

برکت بھائی میں روشن بول رہا ہوں برکت کی جواب میں آواز سنائی دی کہو
روشن بھائی کیا بات ہے۔ خیریت تو ہے۔ روشن بولا۔

برکت بھائی خیریت نہیں ہے۔ اسی لئے آپ کو فون کیا ہے تھوڑی دیر پہلے
ن نام کی جو لڑکی ہے اس کا منگیتر جس کا نام فرحان ہے وہ میرے پینٹنگ
میں آیا اس کے ساتھ اس کے دو ساتھی بھی تھے انہوں نے خواہ مخواہ میں
کے ساتھ جھگڑا کیا ہے۔ آفاق نے اس فرحان کی تو کافی مرمت کی ہے
وں کو بھی خوب اچھی لگائی ہیں۔ لیکن ان دونوں میں سے ایک نے آفاق کے
ارا ہے۔ چاقو آفاق کے شانے پر لگا ہے۔ آفاق اگر نہ بچاتا تو چاقو یقیناً" اس
ہائی میں پیوست ہو جاتا۔ آفاق کا بازو زخمی ہوا ہے۔ بلیڈنگ ہو رہی تھی میں
پٹی باندھ کے اسے ایک آرٹسٹ کے ساتھ میو اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ کی
بھجوا دیا ہے۔

برکت بھائی آپ کو فون کرنے کا مقصد یہ ہے کہ فرحان دھمکی دے کر واپس
ہے اور اس نے آفاق سے کہا تھا کہ اگر اپنے باپ کے بیٹے ہو تو یہیں رہنا۔
ابھی لوٹ کر آتا ہوں۔ میرے خیال میں وہ کچھ بدمعاش لینے گیا ہو گا۔ اگر
آ گیا تو نہ ہماری خیر نہ ہمارے پینٹنگ ہاؤس کی۔ اس لئے کہ میرے
کھانے ڈنڈوں سے خوب مرمت کی ہے۔ اب ان کی آفاق کے ساتھ دشمنی تو
ساتھ وہ ہمیں بھی نقصان پہونچانے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا میری آپ
التجا ہے کہ آپ اس معاملے میں دخل اندازی کریں اور معاملے کو رفع
کرانے کی کوشش کریں۔

دوسری طرف سے برکت کی غصیلی اور کھولتی ہوئی آواز سنائی دی۔ روشن
فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اگر فرحان بدمعاش لینے گیا ہے تو فرحان

کے ساتھ ساتھ ان بدمعاشوں کی بھی ایسی تیسی پھیردوں گا کہ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔ ان کو جرات کیسے ہوئی کہ وہ آفاق سے جھگڑا کریں اور اسے چاقو مارنے کی کوشش کریں۔ میں تو ان کی نسل تک کے پیٹ میں چاقو گھسیٹر کر رکھ دوں گا۔ تم فکر مت کرو۔ میں فوراً" تمہارے پینٹنگ ہاؤس پہونچنے کی بات کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی شاید برکت نے ریسیور بند کر دیا تھا۔ کیونکہ اس کے ساتھ ہی روشن نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔ اور بے چارہ ادھر ادھر ٹہلنے لگا تھا۔ فکرمندی میں کبھی پینٹنگ ہاؤس سے باہر جاتا کبھی اندر آتا۔ اور وہاں کام کرنے والے ساتھیوں کو بھی اس نے محتاط کر دیا تھا

○

روشن سے بات کرنے کے بعد برکت نے پھر کہیں ٹیلیفون کیا اور جب دوسری طرف سے کسی کی آواز سنائی دی تو برکت نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ سوزوکی کیری میں اپنے کچھ ساتھی لے کر ایجرٹن روڈ۔ ایبٹ روڈ۔ ڈیوس روڈ کے سنگم کے قریب روشن کے پینٹنگ ہاؤس پر پہونچو۔ میں بھی یہاں سے سیدھا اس طرف جا رہا ہوں کچھ لوگوں نے آفاق کو چاقو مارا ہے اور اب وہ پینٹنگ ہاؤس کے مالک اور وہاں کام کرنے والوں کو نقصان پہونچائیں گے۔ لہٰذا اس بدمعاش کو روکنا ہمارا فرض ہے تم اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر فوراً" وہاں پہونچو۔ اس کے ساتھ ہی برکت نے فون بند کر دیا تھا۔

ٹیلیفون کرنے کے بعد برکت تقریباً بھاگتا ہوا باہر نکلا۔ دوکان کے قریب ہی اس کی گاڑی کھڑی تھی۔ جونہی وہ گاڑی میں بیٹھنے لگا اچانک اس کی نگاہ اس دوکان کے پاس سے گزرتی ہوئی سندس کی کار پر پڑی اس وقت سندس کار میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ شاید وہ گھر سے اپنے کرائے کے کمروں کی طرف آ رہی تھی گاڑی میں بیٹھتے بیٹھتے برکت رک گیا اور اس نے ہاتھ کے اشارے سے سندس کو رکنے کے لئے کہا۔ سندس نے گاڑی فوراً" روک لی اور دروازہ کھول کر وہ نکل آئی برکت جب قریب آیا تو سندس نے پوچھا

برکت بھائی خیریت تو ہے۔ برکت کہنے لگا۔ خیریت نہیں ہے میری بہن۔ تم بروقت آئی ہو۔ ورنہ میں تمہیں خود ہی اطلاع کرنے والا تھا۔ دیکھ میری بہن ے منیجر فرحان نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ آفاق پر حملہ کیا ہے۔ ہاؤس کا مالک روشن مجھے بتا رہا تھا کہ فرحان کو تو آفاق نے خوب مارا ہے۔ کے ساتھ دو ساتھی تھے ان کی بھی آفاق نے بڑی مرمت کی ہے لیکن ان دو ے ایک ساتھی نے آفاق کے چاقو مارا ہے۔ اب آفاق کو روشن نے میو ما پہونچا دیا ہے۔ جبکہ روشن نے مجھے فون کر کے بتایا ہے کہ فرحان آفاق کو رے کر گیا ہے کہ اگر اپنے باپ کے بیٹے ہو تو پینٹنگ ہاؤس میں ہی اس کا کہ وہ کچھ بدمعاش لینے گیا ہے تاکہ آفاق سے اپنی مار کا بدلہ لے سکے۔

برکت کے اس انکشاف پر سندس بے چاری بھیگی دیواروں اور شبنم میں ہوں کے آنسوؤں کی طرح لرزنے لگی تھی۔ اس کے سرخ عارضوں کا یلا اور سرگیں آنکھوں کے نورانی ہالے سردیوں کی پھیلتی کہر کی طرح لے اور ملگجے سے ہو گئے تھے اور اس کے سلگتے تراشوں جیسے ہونٹ اوس کے قطروں کی صورت کپکپانے اور لرزنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ نہ کے خیالوں میں ڈوبی رہی پھر گویا خوابوں میں ڈوبی گہری نیند سے بیدار ہوئی تنہائی۔ مایوسی کی کہر۔ زہریلے اور نفرت انگیز لہجے میں ڈوبی آواز میں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی

برکت بھائی ہمیں وقت ضائع کئے بغیر روشن بھائی کے پینٹنگ ہاؤس پہونچنا ہوگا دیکھوں گی کیوں کر یہ فرحان وہاں بدمعاشی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ برکت بھائی آفاق کے لئے بڑے مہربان ہیں۔ ان کی یہ بھی بڑی مہربانی کہ انہوں آفاق کو میو اسپتال پہونچا دیا پر آپ نے یہ تو پوچھا ہوتا کہ آفاق کے جو زخم

لگا ہے وہ خطرناک تو نہیں۔ اس پر برکت کہنے لگا نہیں۔ فرحان کے اس برؤ
نے تو چاقو آفاق کی چھاتی میں مار کر اس کا خاتمہ کرنا چاہا تھا۔ لیکن روشن کہہ رہا
تھا کہ آفاق اپنے کو بچا گیا اور چاقو اس کے بازو کا اوپر کا حصہ چیرتا ہوا نکل گیا
بہرحال خطرے کی ایسی کوئی بات نہیں۔ اہسپتال میں آفاق کی مرہم پٹی ہو جائے
چلو میری بہن ہم فوراً روشن کے پینٹنگ ہاؤس پہونچیں۔

سندس کہنے لگی آپ اپنی گاڑی رہنے دیجئے میری گاڑی میں ہی آ جائیے
میں چلتے ہیں۔ برکت بولا۔ نہیں میری بہن تمہاری گاڑی پینٹنگ ہاؤس کے باہر
کھڑی دیکھ کر فرحان محتاط ہو جائے گا تم اپنی گاڑی کو میری دوکان کے سامنے
کر کے لاک کر دو۔ اور میری گاڑی میں بیٹھو اس میں چلتے ہیں اسے فرحان نہ
پہچانتا۔ بات شاید سندس کی سمجھ میں آ گئی تھی اس نے گاڑی فوراً موڑ کر
کی دکان کے سامنے کھڑی کر کے دروازے لاک کر دئے پھر وہ برکت کے ساتھ
اس کی گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔ برکت نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

راستے میں برکت بولا اور سندس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سندس میری بہن تم دو دن سے کہاں گئی ہوئی تھیں کہیں دکھائی نہیں دیں
تمہاری غیر موجودگی میں تو ایک بہت بڑا واقعہ نمودار ہو گیا۔ اس پر سندس
چونک کر اسٹیرنگ پر بیٹھے برکت کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی برکت بھائی میں
گھر رہ کر آئی ہوں ابھی میں گھر سے سیدھی اپنے کرائے کے کمروں ہی کی
آ رہی تھی کہ آپ مل گئے اس پر برکت کہنے لگا۔ تمہیں پتہ ہے کہ آفاق کی
ہو گئی ہے۔ ان الفاظ نے سندس پر ایسا اثر کیا جیسے سندس پر کسی نے کھولتا
ابلتا ہوا پانی پھینک دیا ہو۔ تھوڑی دیر تک اس کے منہ سے ایک لفظ تک نہ
سکا تھا۔ جبکہ اس کے سرخ تمتماتے چہرے پر اذیت کی بھٹیاں۔ بل کھاتی ہوئی
کا جبر لہرا کر رہ گیا تھا۔ وہ بے چاری اس انکشاف پر زہریلے لمحوں جیسی
الجھی اذیت خانوں جیسی ویران۔ نفرت کے بکھرے بازار جیسی سنسان، بیچاری

جیسی اداس اور موت کے اندھیروں جیسی افسردہ ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی
دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے روتی ہوئی آواز میں برکت سے پوچھا۔
برکت بھائی یہ آفاق کی منگنی کب اور کہاں ہوئی۔ اس پر برکت نے لمحہ بھر
کے لئے سندس کی اس تبدیل ہوتی ہوئی حالت کا جائزہ لیا پھر وہ کہنے لگا۔ میری
کل ہی تو اس کی منگنی ہوئی ہے۔ سدرہ کے ساتھ۔ میرے خیال میں تم اس
کو جانتی ہو وہ یہاں آتی بھی رہی ہے۔ بڑی خوبصورت۔ بڑی اچھی۔ پرسنالیٹی
شخصیت کی لڑکی ہے پڑھی لکھی ہے کسی کالج میں انگریزی کی لیکچرار ہے۔ بڑی
باہمت لڑکی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ آفاق انتہائی خوش قسمت ہے کہ اسے
ایسی لڑکی مل رہی ہے۔ اور ہاں سندس میرے خیال میں اب تمہارا بھی کام
بن جائے گا۔ یہ جو آفاق تمہیں معاف نہیں کر رہا تھا میرے خیال میں اپنی منگنی
کے بعد وہ تمہیں بھی معاف کر دے گا اور تم بھی فرحان کے ساتھ اپنی خوشیوں کی
بسر کر سکو گی۔

جواب میں سندس کچھ نہ بولی اور خاموش رہی فکرمند ہو کر۔ برکت نے
اس کی طرف دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ سندس رو رہی تھی اس کی آنکھوں سے
آنسو گر گر کر اس کے دامن بھگو رہے تھے وہ اپنی سسکیوں اور اپنی ہچکیوں کو
روکنے کے لئے بری طرح اپنے ہونٹ کاٹ رہی تھی۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے
برکت نے گاڑی روک دی۔ اور فکرمندی میں اس نے سندس کی طرف دیکھتے
ہوئے پوچھا۔ میری بہن یہ کیا معاملہ ہے۔ تم کیوں روتی ہو۔ کیا تمہیں کسی نے
کسی نے تکلیف دی ہے۔

برکت کے اس طرح شفقت اور پیار میں پوچھنے کی وجہ سے سندس نے اپنے
آپ کو سنبھالا اپنے آنسو اس نے پونچھے پھر کہنے لگی۔

برکت بھائی آفاق کی منگنی کی اس خبر نے مجھے پیس کر اور لخت لخت کر کے
رکھ دیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں میری دنیا آج صحیح معنوں میں تاریک اور ویران ہوئی

ہے۔ اس پر برکت نے تڑپ کر پوچھا میری بہن آفاق کی منگنی سے تمہاری ازد[واجی زندگی] کا کیا تعلق۔ بلکہ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے کہ اب تمہیں وہ معاف کر دے گا اس پر سندس بے چاری تڑپ کر کہنے لگی۔ برکت بھائی اب مجھے معافی کی نہیں آفاق کی ضرورت ہے۔

برکت بے چارے نے چونک کر پوچھا

یہ تم کیا کہہ رہی ہو میری بہن۔ تم تو آفاق کو ناپسند کرتی تھیں۔ تم تو فرحان سے شادی کرنا چاہتی تھیں اس سے تمہاری باقاعدہ منگنی ہو چکی تھی۔ پھر اب تم کس طرح آفاق سے معافی کی نہیں بلکہ اس کی ضرورت محسوس کرتی ہو۔ سندس بے چاری پھر روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔ برکت بھائی فرحان سے میرا رشتہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو چکا ہے۔ میری ماں نے انہیں جواب دے دیا ہے برکت بھائی کچھ عرصہ پہلے جس قدر تلخ اور شدید نفرت میں آفاق سے کرتی تھی۔ اب تو آفاق ہی میری زندگی کا محور اور میری زیست کی منزل ہے۔ برکت بھائی کاش وہ یہاں ہوتی آفاق پر اپنے جذبات کا اظہار کرتی اور اس سے کہتی کہ میں اس سے نفرت نہیں اس سے محبت کرتی ہوں۔

اس انکشاف پر برکت کی گردن جھک گئی اور وہ مایوسی سے کہنے لگا۔

تم نے دیر کر دی ہے میری بہن۔ کاش اس صورت حال سے تم نے مجھے آگاہ کر دیا ہوتا تو میں آفاق سے بات کرتا۔ اسے تم سے راضی کرواتا اور تم دونوں کی منگنی یا شادی کا خود اہتمام کرتا۔ اب آفاق اور سدرہ ایک دوسرے کو دیوانگی کی حد تک چاہتے اور پیار کرتے ہیں۔ اب کیا ہو سکتا ہے میری بہن اس پر سندس بولی اور کہنے لگی۔ برکت بھائی ہمارے معاشرے میں کیا ایک مرد دو شادیاں نہیں کر سکتا۔

اس پر برکت کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی اور وہ کہنے لگا۔

سندس بہن اگر یہ بات ہے تو پھر کرایہ کے جن کم [illegible]

[illegible] رہو۔ انتظار کرو۔ آفاق اور سدرہ کی شادی ہو جانے دو اس کے بعد میں [illegible] صدف اور صوبیہ سے بات کر کے تمہارا معاملہ بھی سلجھانے کی کوشش [کروں] گا۔ پہلے اس سلسلے میں سدرہ سے بات کی جائے گی۔ کہ کیا آفاق میں کسی [ش]راکت دار بنانے پر رضامند ہو گی۔ امید ہے اسے ہم رضامند کرنے میں [کامیا]ب ہو جائیں گے۔ تمہاری شادی بھی ہم آفاق سے کر دیں گے اس طرح [سدرہ] اور تم دونوں آفاق کے ساتھ رہ سکو گی۔

برکت کی اس گفتگو سے سندس کو کچھ حوصلہ ہوا پھر وہ کہنے لگی برکت بھائی [ایسا] ہو گیا تو میں سمجھوں گی میں نے اپنی منزل پا لی ہے۔ برکت بھائی میں سدرہ [کا ح]ق نہیں مارنا چاہتی۔ اگر وہ آفاق کو پسند کرتی ہے تو یہ اس کا حق ہے۔ اس [لی]ے کہ آفاق کو کھونے والی میں خود ہوں۔ میں نے خود ہی اس سے بدترین مذاق [کیا] اور اسے مجبور کیا کہ وہ میرے ساتھ اپنی محبت کو نفرت میں بدل دے۔ برکت [بھائی] پہلے آفاق اور سدرہ کی شادی ہو گی اس کے بعد میں اپنے آپ کو آفاق کے [قابل] بنانے کی کوشش کروں گی۔ اب برکت بھائی جلدی کیجئے۔ کہیں فرحان [گاڑی] لے کر وہاں نہ پہونچ گیا ہو۔ روشن بھائی اور ان کے ساتھیوں کو نقصان [نہ] پہونچا دے۔ ہمیں فوراً وہاں پہونچ جانا چاہئے۔ اس پر برکت کہنے لگا

[ایسی] فکرمندی کی بات نہیں ہے میری بہن۔ میں نے اپنے چند بچے بچونگڑوں [کو تع]ینات کر دیا ہوا ہے۔ وہ مجھ سے پہلے ہی روشن کی دکان میں پہونچ کر حفاظت کا [انتظ]ام کر لیں گے۔ اگر فرحان ہم سے پہلے بھی پہونچ گیا تو وہ میرے بچونگڑے ان کی ایسی مرمت کریں گے کہ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔ اس کے ساتھ ہی برکت [نے گ]اڑی پھر اسٹارٹ کر دی تھی۔

گاڑی برکت نے روشن کے پینٹنگ ہاؤس سے ایک طرف ہٹ کر کھڑی کر دی۔ پھر وہ نیچے اتر کر سندس کے ساتھ پینٹنگ ہاؤس آیا۔ اس نے دیکھا کہ [پینٹن]گ ہاؤس کے سامنے ایک سوزوکی وین کھڑی تھی۔ جس کے آس پاس دس

کے قریب نوجوان لڑکے کھڑے تھے۔ برکت جب ان کے پاس گیا تو ان میں
سے ایک برکت کے قریب آیا اور مخاطب کر کے کہنے لگا برکت بھائی وہ کو
بدمعاش ہے جنھوں نے روشن بھائی کے پینٹنگ ہاؤس میں آکر بدمعاشی کرنی ہے
اس پر برکت کہنے لگا بس ان کے آنے پر پتہ چل جائے گا کہ وہ کون ہیں تم ا
کرو کہ سوزوکی وین کو تم پینٹنگ ہاؤس کے ایک طرف کر دو۔ تاکہ ان آ
والوں کو کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہو۔ اس جوان نے فوراً سوزوکی وین ای
طرف کھڑی کر دی پھر وہ سب سندس اور برکت کے ساتھ پینٹنگ ہاؤس م
داخل ہوئے تھے۔

برکت کو دیکھتے ہی روشن اس کے قریب آیا اور کہنے لگا۔ برکت بھائی ا
آفاق کے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی ہے۔ وہ تو بے چارہ بال بال بچ گیا ورنہ چا
مارنے والے نے سیدھا اس کی چھاتی کا نشانہ بنایا تھا۔ اگر کہیں اس کے دل
نقصان پہونچ جاتا تو آفاق بے چارہ تو آج ختم ہو گیا تھا۔ روشن کے ان الفاظ
سندس بے چاری لرز کانپ گئی تھی۔ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ برکت بولا اور ک
لگا

روشن بھائی فکر نہ کرو اگر چاقو مارنے والا بھی فرحان کے ساتھ ہی آیا ت
اس سے بھی بات کر لیں گے۔ وہ ساتھ نہ آیا تو فرحان سے اس کا پتہ پوچھیں
اسے بتائیں گے کہ کسی بے گناہ کو چاقو مارنے کے کیا اثرات اور نتائج نکلتے ہیں
اس موقع پر سندس بولی اور برکت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ برکت بھائی
جتنے آپ کے ساتھی ہیں یہ سارے تو خالی ہاتھ دکھائی دیتے ہیں۔ فرحان ا
غنڈے لے کر آیا تو وہ اسلحہ سے لیس ہوں گے یہ بچے ان کا کیسے مقابلہ کریں
گے۔

برکت نے مسکراتے ہوئے کہا

سندس بہن یہ بھی خالی ہاتھ نہیں ہیں۔ یہ گو پیشہ ور بدمعاش نہیں لیکن
والے جوان۔ یہ ہمارے محلے کے جوان ہیں جو محلے کی حفاظت پر معمور ہیں
ان جوانوں کی طرف دیکھ کر برکت نے کہا یہ تمہاری بہن سندس ہے اسے
ذرا آپ دکھاؤ کہ تم خالی ہاتھ نہیں ہو۔ اس کے ساتھ ہی ان سارے جوانوں
نے لباسوں کے اندر ہاتھ ڈالے۔ اور اپنے ریوالور نکال کر سامنے کر لئے
پھر برکت نے سندس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

کیا ہے میری بہن۔ جواب میں پرسکون انداز میں سندس مسکرا دی تھی۔
بھائی میں آپ کے ان سارے انتظامات کی تعریف کرتی ہوں۔ برکت نے
اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور پھر اپنے ساتھی جوانوں کو مخاطب کر کے
لگا یہ روشن بھائی کے پینٹنگ ہاؤس کی دیواروں کے ساتھ ساتھ جو فلموں کے
پڑے ہیں۔ تم سب ان کے پیچھے چھپ کر بیٹھ جاؤ۔ اور جب میں تمہیں
دوں پھر تم باہر آنے کی کوشش کرنا۔ میں خود بھی ایک بورڈ کے پیچھے
چھپ کر بیٹھ جاؤں گا ہو سکتا ہے جن بدمعاشوں کو فرحان لا رہا ہے وہ سب میرے
جانے والے ہوں۔ لہذا مجھے یہاں کھڑا دیکھ کر وہ پینٹنگ ہاؤس میں داخل ہونے
کوشش نہیں کریں گے۔ لہذا میں بھی فلم کے ایک بورڈ کے پیچھے چھپ کر
جاؤں گا سندس بہن تم بھی ایسا ہی کرو۔ یہ جو مشرق میں بورڈ پڑا ہے اس کے
پیچھے اور اس کے ساتھ ہی جو دوسرا بورڈ پڑا ہے اس کے پیچھے تم بیٹھ جاؤ۔
برکت کے کہنے پر اس کے سارے مسلح ساتھی دوار کے ساتھ فلمی بورڈوں
پیچھے چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ ایک بورڈ کے پیچھے خود برکت اور اس کے ساتھ
والے بورڈ کے پیچھے سندس بیٹھ گئی تھی۔ روشن اب مطمئن اور پرسکون دکھائی
دے رہا تھا۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے کام میں لگ گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایک سوزوکی وین پینٹنگ ہاؤس کے باہر آکر رکی تھی۔
فرنٹ سیٹ پر فرحان بیٹھا ہوا تھا پیچھے سوزوکی وین میں آٹھ دس کے قریب
بدمعاش تھے اور ان میں وہ دونوں بھی شامل تھے جو پہلی بار فرحان کے ساتھ آئے

تھے اور پٹ کر گئے تھے۔ ان بدمعاشوں کے ساتھ وین سے اتر کر فرحان پینٹنگ
ہاؤس کی طرف بڑھا۔ اور وہ سارے بدمعاش مسلح تھے دو کے پاس گن تھیں باقی
سب ریوالور سے مسلح تھے۔ وہ سب فرحان کے پیچھے پیچھے پینٹنگ ہاؤس میں داخل
ہوئے روشن اور اس کے ساتھی معمول کے مطابق کام میں مصروف رہے۔ فرحان
روشن کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

بتاؤ کہاں ہے وہ آفاق اس کی ایسی کی تیسی۔ آج اسے زندہ نہیں چھوڑیں
گے۔ وہ جو دو جوان پٹ کر گئے تھے ان میں سے ایک بولا۔ اور فرحان کو مخاطب
کر کے کہنے لگا۔ یہ جو روشن کے ساتھی جنہوں نے پہلے ڈنڈے پکڑ کر ہم پر برسائے
تھے ان کی بھی مرمت کرنی چاہیے انہوں نے کیوں آفاق کا ساتھ دیا تھا۔

اس پر فرحان بولا اور کہنے لگا

اس روشن کی تو میں خود مرمت کرتا ہوں اور اس سے پوچھتا ہوں کہ اس
نے آفاق کو کہاں بھگا دیا ہے۔ باقی تم سب لوگ اس پینٹنگ ہاؤس میں کام کرنے
والوں کو پکڑو اور انہیں مار مار کر ایسا سبق سکھاؤ کہ آئندہ ان میں سے کوئی بھی
ہمارے خلاف حرکت میں آنے کی کوشش نہ کرے۔

فرحان کے کہنے پر وہ سارے بدمعاش روشن کے ساتھیوں کی طرف بڑھے ہی
تھے کہ ایک فلمی بورڈ کے پیچھے سے برکت باہر نکل آیا۔ برکت کو دیکھتے ہی فرحان
کے ساتھ آنے والے سارے بدمعاش بھونچکے رہ گئے ان کے چہروں پر پریشانی اور
ہوائیاں اڑنے لگی تھی۔ ان میں سے ایک بولا اور بڑی حیرت سے کہنے لگا۔ رنگو
استاد آپ یہاں؟

برکت نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

سنو۔ شہر کے اندر بدمعاشی کرنے والو۔ اس پینٹنگ ہاؤس کا مالک یہ روشن
میرا بھائی ہے۔ اگر تم بدمعاشی کرنا چاہتے ہو تو کرو۔ میں یہاں موجود ہوں۔ میں
دیکھتا ہوں میری موجودگی میں تم کیسے اور کس طرح بدمعاشی کرتے ہو۔ ان سارے
بدمعاشوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور
دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ رنگو استاد۔ ہم آپ سے تو نہیں ٹکرا سکتے اگر یہ
روشن آپ کا بھائی ہے تو ہم آپ سے معافی مانگتے ہیں ہم سے غلطی ہوئی۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے فرحان بپھر گیا کہنے لگا تم سے غلطی ہوئی لیکن مجھ
سے تو کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ پھر وہ برکت کو مخاطب کر کے کہنے لگا میں نہیں جانتا
تم کون ہو فوراً" اس پینٹنگ ہاؤس سے باہر نکل جاؤ۔ میں کہتا ہوں دفع ہو جاؤ۔
ورنہ مفت میں میرے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ فرحان کے ساتھ آنے والے
سارے ہی بدمعاش اسے گھور گھور کر کچھ اس طرح دیکھنے لگے تھے جیسے انہوں
نے برکت کے ساتھ فرحان کی اس گفتگو کو سخت ناپسند کیا ہو۔

اس موقعہ پر برکت نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا اور بولا۔

فرحان میاں اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ میں کون ہوں تو لو اس کے ساتھ ہی
برکت نے اپنے بچوں کو باہر آنے کے لئے کہا ساتھ ہی پینٹنگ ہاؤس کے چاروں
جانب فلمی بورڈوں کے پیچھے چھپے ہوئے اس کے مسلح آدمی پستولیں تانے باہر نکل
آئے تھے۔ فرحان ان کو دیکھتے ہوئے ابھی دنگ اور پریشان ہی ہو رہا تھا کہ ایک
بورڈ کے پیچھے سے سندس بھی نکل آئی۔ اسے دیکھتے ہوئے فرحان کی ہوائیاں اڑ
گئیں۔ سندس آگے بڑھی۔ فرحان کے ہاتھ سے اس نے پستول چھین لیا اور
ایک زور دار طمانچہ اس نے فرحان کے منہ پر مارتے ہوئے کہا تو یہ تم نے
بدمعاشی بھی شروع کر دی ہے۔ اب مجھے پتہ چلا کہ تم فیصل آباد نہیں گئے تھے
یہیں قیام کئے ہوئے تھے اور یہیں سے تم میری ماما اور پاپا کو فون کرتے رہتے
تھے۔

سندس کے ہاتھوں طمانچہ لگنے پر فرحان نے اپنے لئے اسے بڑی بے عزتی
سمجھا پھر اس نے ایک زور دار طمانچہ سندس کے منہ پر مارا اور کہنے لگا ان ساری
... اور ان سارے کاموں کی ذمہ دار تم ہی ہو۔ تم ایسی بے غیرت کمینی اور

بے حیا ہو کہ ایک معمولی پینٹر کی خاطر تم نے یہاں سب لوگوں کے سامنے مجھے منہ پر طمانچہ مارا ہے۔ فرحان کی اس گفتگو سے سندس اور بکھر گئی تھی۔

اس نے ایک اور زور دار طمانچہ فرحان کے منہ پر دے مارا تھا فرحان بھی سندس پر ہاتھ اٹھانا چاہتا تھا کہ برکت فوراً آگے بڑھا فرحان کا اٹھا ہوا بازو اس نے پکڑ لیا اور کہنے لگا تمہیں سندس پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ یہ مت خیال کرنا کہ یہ یہاں اکیلی ہے یہ سب جوان جو مسلح کھڑے ہیں یہ سب سندس کے بھائی ہیں اور تمہاری ایسی تکا بوٹی کریں گے کہ تم اپنے آپ کو بھول کر رہ جاؤ گے۔

اس کے بعد برکت بڑھا اور فرحان کے ساتھ آنے والے سارے بدمعاشوں کو اس نے مخاطب کر کے کہا۔ تم سب اپنے اپنے ہتھیار اٹھاؤ اور کان پکڑو۔

برکت کی اس بات پر فرحان کے ساتھ آنے والے بدمعاشوں میں سے کسی نے چوں چرا نہ کی۔ چپ چاپ انہوں نے اپنے اپنے ہتھیار اٹھائے اور کان پکڑے بالکل ویسے ہی جیسے اسکول میں سبق نہ یاد کرنے والا کوئی نالائق بچہ دونوں گھٹنوں کے نیچے سے ہاتھ نکال کر کان پکڑ لیتا ہے۔ شاید وہ سب بدمعاش رنگو کی حیثیت سے برکت کو خوب جانتے اور پہچاننے والے تھے۔ برکت نے اپنے ایک ساتھی سے کہا پاؤں سے جوتا اتارو اور ان سب کی پیٹھ پر دو دو جوتے لگاؤ۔

برکت کے کہنے پر اس کا ایک ساتھی حرکت میں آیا پاؤں سے جوتا اتار کر واقعی ان سب کی پیٹھ پر دو دو جوتے لگا دیے تھے۔ برکت پھر بولا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا اب تم یہاں سے جا سکتے ہو پر نہیں رکو تم سے مجھے ایک اور باز پرس کرنی ہے اس کے بعد برکت پھر انہیں مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

تم میں سے وہ جس نے آفاق کو چاقو مارا تھا میرے قریب آئے۔ ان میں سے ایک جس نے آفاق کو چاقو مارا چپ چاپ آگے آیا اور برکت کے سامنے جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ اسے دیکھتے ہوئے برکت برکت نہ رہا تھا۔ رنگو بن گیا تھا۔ اس کے چہرے پر غصے اور نفرت کی بجلیاں گرجتی۔ کڑکتی وحشت اور ہولناکی برساتے ہوئے سرکش جذبے موج گرداب و تلاطم اور شعلوں کی انتقام طلبی کی طرح لگے تھے۔ پھر وہ خون کے دریا صحرائی ریگزاروں کی عداوت کی طرح آگے لہروں جیسے خاموش بوسیدہ کفن جیسے چپ اور چاک گریبان کی طرح مغموم وجود کے انتشار کی طرح پریشان اس چاقو مارنے والے کے قریب آیا پھر اس نے سیدھے اور الٹے ہاتھ کے کئی طمانچے اس کے منہ پر دے مارے۔ پھر وہ چلا

سور! کمینے۔ بدمعاش حرامی۔ تمہیں جرات کیسے ہوئی کہ میرے بھائی پر تم ہاتھ اٹھاؤ۔ اس پر وہ بدمعاش برکت کے پاؤں پر گر گیا اور گڑگڑاتے ہوئے کہنے

رنگو استاد۔ معاف کر دو۔ مجھ سے زندگی میں یہ بہت بڑی بھول اور غلطی ہوئی ہے۔ پھر کبھی ایسا کام نہیں کروں گا۔ قسم لے لو رنگو استاد مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ آفاق آپ کا بھائی ہے اگر مجھے خبر ہوتی تو میں ادھر کا رخ تک کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ اور اپنی پوری بھپراہٹ میں برکت نے پھر کئی طمانچے اور گھونسے اس کے منہ پر دے مارے اور کہنے لگا۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ اس کے بعد وہ سب بدمعاش پینٹنگ ہاؤس سے تقریباً بھاگتے ہوئے نکلے اور جس سوزوکی میں آئے تھے اسی میں بیٹھ کر وہاں سے چلے گئے تھے۔

اس بار سندس بولی اور برکت کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

برکت بھائی جس طرح اس بدمعاش کے آپ نے لگائی ہیں اسی طرح اس فرحان کے بھی لگائیں۔ یہ جھوٹا اور فریبی ہے۔ گھر میں اس نے بتایا تھا کہ یہ [illegible] جا چکا ہے جبکہ اس نے یہیں اپنا قیام رکھا اور ہمیں فریب اور دھوکہ [illegible] برکت آہستہ آہستہ چلتا ہوا فرحان کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا

جی تو چاہتا ہے کہ تیری بھی گھونسوں اور لاتوں سے اس بدمعاش کی طرح مرمت کروں۔ کیا کروں مجبوری ہے اگر تو اس سندس کا رشتہ دار نہ ہوتا تو بلکہ اس بدمعاش سے بھی زیادہ بری تیری حالت کرتا۔ اس لئے کہ ان بدمعاشوں کو لانے والا اور آفاق سے لڑائی کرنے والا تو ہی ہے۔ لہٰذا یہاں سے دفع ہو میری نگاہوں سے اوجھل ہو جا ورنہ مفت میں میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔

فرحان چپ چاپ وہاں سے ہٹ گیا اور وہ باہر نکلنے لگا تو برکت نے آگے بڑھ کر سندس سے اس کا پستول لے لیا۔ پستول سے اس کی گولیاں نکالیں اور پستول اس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ اس کو بھی لے جاؤ اور اسے پھر تم نے اگر کسی کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کی تو تمہارا ٹھکانہ گھر نہیں جیل ہوگا۔ اب یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ فرحان نے اپنا پستول اٹھایا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔

فرحان کے جانے کے بعد سندس بے چاری بے چین بے چین پریشان سی روشن کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی روشن بھائی آفاق کے کہیں زیادہ گہرا اور خطرناک زخم تو نہیں آیا۔ اس پر روشن کہنے لگا نہیں۔ اتنا گہرا زخم نہیں۔ بس بچ بچاؤ ہو گیا۔ اصل میں آفاق فوراً نیچے جھک گیا تھا بدمعاش نے چاقو اس کی چھاتی کا نشانہ لیتے ہوئے مارا تھا لیکن آفاق کے جھکنے کی وجہ سے چاقو اس کے بازو کے اوپر والے حصے پر لگا تھا۔ اس وقت تو کافی خون بہنے لگا تھا گر میں نے اس کو پٹی بندھوا کے میو اسپتال بھجوا دیا تھا۔

روشن جب خاموش ہوا تو برکت بولا اور کہنے لگا

سنو روشن بھائی اب جبکہ آفاق زخمی ہو چکا ہے تو اس کی بہنیں اس کے بارے میں بڑی فکرمند ہوں گی ہو سکتا ہے اسے اسپتال میں ہی اپنے زخم کی وجہ سے رہنا پڑے۔ ایسی صورت میں تمہارے یہاں فون کر کے اس کی بہنیں ضرور اس کے زخمی ہونے کی وجہ پوچھیں گی۔ گو میں انہیں اچھی طرح سمجھا دوں گا جب بھی آفاق کے متعلق کوئی پوچھے اس کی بہنیں۔ ڈاکٹر عروج یا اس کی منگیتر ہما اس کے متعلق پوچھ سکتی ہے۔ جو بھی پوچھے اسے یہی کہنا ہے کہ آفاق قم کے پوسٹر بنانے کے لئے اسکوٹر پر ایبٹ روڈ کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں اس کا ایک جیپ کے ساتھ ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے جس سے آفاق کا اوپر کا بازو جیپ کے کسی حصے کے ساتھ لگا اور زخمی ہو گیا۔ اب ہر ایک نے یہی بات کہنی ہے زیادہ کوئی یہ نہ کہے کہ اس پر کسی نے چاقو سے حملہ کیا اور وہ زخمی ہوا۔

روشن کہنے لگا

برکت بھائی آپ بالکل بے فکر رہیں۔ میں اور میرے سارے ساتھی بھی یہی بات کہیں گے جو آپ نے کہی ہے۔ روشن کے خاموش ہونے پر سندس بولی برکت بھائی اب کیا کرنا چاہئے۔ برکت کہنے لگا۔

کرنا کیا ہے میری بہن۔ چلو بیٹھو گاڑی میں اور میو اسپتال آفاق کا پتہ کرتے ہیں۔ پینٹنگ ہاؤس سے تو سندس برکت کے ساتھ چپ چاپ نکل آئی روشن بھی ان کے ساتھ باہر آیا اور کہنے لگا برکت بھائی آپ کی بڑی مہربانی۔ آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے بروقت ہمت کر کے ان بدمعاشوں سے ہماری جان بچائی۔ اس پر برکت آگے بڑھا اور روشن کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

روشن بھائی یہ تم پر یا تمہارے ساتھیوں پر کوئی احسان نہیں ہے۔ تم لوگوں میں میرا بھائی آفاق بھی تو شامل ہے۔ جب تم لوگوں نے میرے بھائی کا اتنا خیال کیا اس کی حمایت میں تم لوگ اٹھ کھڑے ہوئے تو میں تو تمہاری خاطر ان بدمعاشوں کی ہڈیاں بھی پیس کر رکھ دوں گا۔ اب تم جاؤ اور بے فکر ہو جاؤ۔ اپنے سارے مسلح لڑکوں کو بھی برکت نے واپس بھیج دیا تھا۔

روشن پھر پینٹنگ ہاؤس میں واپس جا کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ سندس برکت کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر پھر کہنے لگی برکت بھائی میں آفاق کا سامنا کس طرح کروں گی۔ وہ تو یہی سمجھے گا چونکہ وہ مجھے معاف نہیں کر رہا تھا اس لئے میں نے ہی فرحان کو کہا ہو گا کہ آفاق پر سختی کرے اور مجھے معافی دلائے۔

برکت بھائی اسے کیا خبر کہ میں نے اپنی ماما کو بھی بتا دیا ہے کہ میں آفاق سے نفرت کرتی ہوں اور یہ کہ اب فرحان سے نہیں آفاق سے شادی کروں گی۔ اور میں نے فرحان کو صاف بتا دیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ سے کہدے کہ اس کی شادی کہیں اور انتظام کر دیں۔ اس فرحان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آفاق کو زخمی کر کے برکت بھائی میرے کام کو اور زیادہ دشوار اور آفاق کی نگاہوں میں اور زیادہ گرا کر رکھ دیا ہے۔ برکت سندس کو ڈھارس دیتے ہوئے کہنے لگا۔

فکر مند نہ ہو میری بہن میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں میں اپنی موجودگی میں آفاق کو سمجھاؤں گا کہ یہ معاملہ کیسے اور کس طرح ہوا۔ برکت کہتے کہتے رک گیا کیونکہ سامنے کی طرف سے آفاق آتا دکھائی دیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی برکت گاڑی سے اتر گیا تاہم سندس اندر ہی بیٹھی رہی تھی۔ آفاق نے بھی برکت کو دیکھ لیا لہذا اس نے اسکوٹر کو برکت کے پاس روکنے کے لئے کہا۔ اسکوٹر برکت کے پاس رک گیا آفاق جب نیچے اترا تو برکت نے آگے بڑھ کر آفاق کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور پیشانی چومتے ہوئے پوچھا۔

میرے بھائی کو زیادہ گہرا زخم تو نہیں آیا۔ اس پر آفاق کہنے لگا نہیں انا نہیں۔ مرہم پٹی کر کے اور انجکشن لگا کے اسپتال والوں نے فارغ کر دیا۔ انہوں نے کہہ دیا ہے کہ خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ جو آرٹسٹ اسکوٹر چلا کر آفاق کو لے گیا تھا اس نے بھی برکت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ برکت بھائی میں نے زخم دیکھا ہے کوئی خاص گہرا نہیں ایک دو روز میں ٹھیک ہو جائے گا۔ گاڑی کے اندر بیٹھی ہوئی سندس بے چاری آفاق کی حالت دیکھ کر پس گئی تھی آفاق کے بازو پر پٹی بندھی ہوئی تھی اس کا لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا اور جگہ جگہ خون کے دھبے لگے ہوئے تھے۔

اس موقعہ پر برکت بولا اور اسکوٹر چلانے والے آرٹسٹ سے کہنے لگا تم اسکوٹر لے کر اندر چلے جاؤ میں ذرا آفاق سے بات کرتا ہوں وہ آرٹسٹ اسکوٹر لے کر چلا گیا جبکہ برکت آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جو کوئی بھی پوچھے یہ مت کہنا کہ فرحان نے ساتھیوں کے ساتھ تم پر حملہ کیا ہے اور اس سے تم زخمی ہو گئے ہو بلکہ جو بھی یہ کہہ دینا کہ تم اسکوٹر پر بیٹھ کر ایبٹ روڈ پر فلموں کے پوسٹر بنانے جا رہے تھے کہ اتنے میں ایک جیپ سے ٹکر ہو گئی۔ جس کے باعث کوئی چیز لگنے سے زخمی ہو گئے۔ فرحان کا ذکر نہ کرنا اس طرح تمہاری بہنیں۔ ماموں اور ممانی خواہ مخواہ میں فکر مند ہوں گے۔

جواب میں آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگا

برکت بھائی آپ ہیں بہت تیز۔ بہانہ بہت اچھا تراشہ ہے۔ میں سب سے یہی کہوں گا۔ برکت پھر بولا اور کہنے لگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ تمہاری غیر موجودگی میں فرحان اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا تھا اور روشن نے بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا اس نے ٹیلیفون کر کے مجھے بلا لیا تھا لہذا میں اپنے بچے بچونگڑوں کے ساتھ یہاں پہنچ گیا تھا۔ جن کو میں لے کر آیا تھا وہ تو بہرحال یہاں سے جا چکے ہیں۔ جو بدمعاش وہ ساتھ لے کر آیا تھا وہ میرے جاننے والے تھے۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے اور مجھ سے معافی مانگنے لگے تھے بہرحال ان سب کو کان پکڑوا کر ان کی پیٹھ پر دو دو جوتے لگائے۔

اور ہاں جس وقت روشن نے مجھے فون کیا تھا اس وقت سندس بھی اپنے گھر سے اپنے کمروں کی طرف آرہی تھی میں نے اسے بھی تمہارے زخمی ہونے کا بتایا وہ بے چاری بھی بڑی بے چین اور پریشان ہو گئی تھی وہ بھی میرے ساتھ چلی آئی وہ ابھی بھی گاڑی میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اس پر آفاق کہنے لگا یہ سب اسی کا کرا دھرا ہے۔ برکت کہنے لگا نہیں میرے بھائی ہرگز نہیں۔ یہ اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ کیونکہ جب میں نے فرحان کے ساتھ آنے والے بدمعاشوں

کو سزا دی تو سندس سے پوچھا کہ فرحان کو کیا سزا دینی چاہئے تو جانتے ہو سندس
نے کیا کہا۔

آفاق نے غور سے برکت کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیا کہا اس نے
برکت کہنے لگا

سندس نے یہ کہا کہ دوسرے بدمعاشوں کی طرح اس کے بھی کان پکڑوا
اس کی پیٹھ پر بھی جوتے مارے جائیں۔ اور پھر جانتے ہو تمہاری حمایت میں اس
نے فرحان کے منہ پر طمانچے مارے وہ بھی سب کے سامنے۔ میں کہتا ہوں
فرحان کی اس نے وہ بے عزتی کی کہ عمر بھر یاد رکھے گا۔

آفاق نے اچھنبے پن سے برکت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ لیکن وہ تو اس
منگیتر ہے اس سے اس کی شادی ہونے والی ہے۔ اس پر برکت کہنے لگا نہیں
اس نے اپنی ماما سے کہہ دیا ہے اور اس کی ماما نے فرحان کو بتا دیا ہے کہ وہ ا
ماں باپ سے کہے کہ وہ اس کی شادی کا کہیں اور انتظام کر دیں۔ اس لئے
سندس نے اس کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ سنو آفاق سندس
تمہیں پسند کرتی ہے تم سے محبت کرتی ہے۔ اس پر آفاق چلا پڑا۔

نہیں۔ ہرگز نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اب وہ میرے کام کی نہیں رہی
میرا اس سے کوئی تعلق کوئی واسطہ نہیں۔

برکت مسکراتے ہوئے کہنے لگا

اچھا آفاق بھائی زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ سندس وہ سامنے میری گاڑی میں
ہوئی ہے۔ تم بھی دروازہ کھول کر اس میں بیٹھو وہ تم سے اس موضوع پر بات
چاہے گی۔ لہٰذا تم اس سے بات کر لو۔ پھر جو کہنا ہے اس سے کہہ کر باہر چ

آفاق برکت کی بات کو رد نہ کر سکا اور دروازہ کھول کر گاڑی کی پچھلی نشست
بیٹھ گیا جبکہ اگلی نشست پر سندس بیٹھی ہوئی تھی۔ اندر بیٹھتے ہی آفاق سندس
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو سندس آج جو حادثہ پیش آیا ہے میرے جیسا نچلے طبقے کا انسان روز
ایسے حادثے برداشت نہیں کر سکتا۔ آج تو میں اپنی بہنوں اپنے بھائی اور
ماں سے یہ بہانہ کر دوں گا کہ ایک جیپ سے میرا ایکسیڈنٹ ہوا جس کے
میں میں زخمی ہو گیا۔ لیکن کل کو پھر فرحان یا تمہارے کسی اور رشتہ دار نے
ہاتھ سے حملہ کیا میں غریب آدمی کیسے ان کے مقابلے میں اپنا دفاع کروں
لہٰذا جو تم معافی مانگنے کے لئے کرایہ کے کمروں میں قیام کیئے ہوئے ہو میں
آج سچے دل سے معاف کرتا ہوں اب تم گھر واپس جاؤ اور فرحان سے
کر کے پرسکون زندگی بسر کرنا شروع کرو۔

جواب میں سندس کی ڈوبتی اور روتی ہوئی آواز سنائی دی۔

مجھے اب نہ معافی کی ضرورت ہے اور نا ہی فرحان کی۔ بلکہ مجھے آپ کی
ضرورت ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اب تک میں اپنے آپ کو دھوکہ دیتی رہی
فرحان سے میری منگنی گھر والوں نے کی تھی میں نے اسے قبول کر لیا تھا۔
کے کسی بھی اسٹیج پر نہ میں نے اسے اپنی چاہتوں سے نوازا ہے نہ میں نے
سے محبت کی ہے۔ آپ پہلے شخص ہیں جن سے میں دلی طور چاہت اور محبت
مبتلا ہوئی ہوں۔ اور اب آپ ہی میری منزل اور آپ ہی میری زیست کا
ہا اس کے علاوہ اب میں کچھ نہیں چاہتی۔ اس پر آفاق غصے اور خفگی کا
کرتے ہوئے کہنے لگا۔

لگتا ہے تم اپنی زندگی میں ہر کام الٹا کرنے کی عادی ہو۔ سنو۔ جس وقت
پاس دل تھا اس وقت تم نہیں تھیں اور جس وقت میرے پاس کچھ نہیں
اس وقت تم میرے سامنے آن موجود ہوئی ہو۔ لہٰذا تمہارا ہر خلاف طبع کام
لئے کٹھنائیوں اور دشواریوں کا باعث ثابت ہو رہا ہے۔

سنو سندس۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے تمہیں کبھی چاہا تھا۔ لیکن
... کا یہ جواب دیا کہ مجھے اپنے گھر لے جا کر میری بے عزتی کی اور

کتے کی طرح دھتکار دیا بس اسی روز سے میری وہ محبت تمہارے خلاف
نفرت میں تبدیل ہو گئی۔ اب مجھ سے کسی قسم کی توقع اور امید مت رکھنا۔
سمجھنا کہ میرے اور تمہارے درمیان درد کی دیواریں موت کے نذرانے اور
کے پیمانے حائل ہو چکے ہیں۔ اپنے آپ کو اور مجھے ندی کے دو کنارے سمجھنا
جن کے درمیان شعلے ہی شعلے۔ دھواں ہی دھواں اور مردہ گمان حائل ہوں۔

دیکھ سندس خون کا دھارا اور آگ کا سمندر ایک نہیں ہو سکتے۔ ضمیر انسانی
کی چبھن اور رفتگانی کی یادیں یکجا نہیں ہو سکتیں۔ یا میری ذات کو یوں جان لو
انسانوں کی اس منڈی میں میں اب بک چکا ہوں۔ زندگی کے اس بازار میں میری
نیلامی ہو چکی ہے میرے پاس اب کچھ نہیں رہا جو تیری جھولی میں ڈالا جا سکے۔

اور پھر یہ بھی دیکھ کہ میرے اور تمہارے درمیان کتنا فرق ہے۔ اس فرق کو
تم نے خود ہی اپنے گھر بلا کر عیاں کر دیا تھا۔ کہ کہاں میں کہاں تم۔ دیکھ سندس
میں کھیت کھلیانوں کا ذرہ' تو پیار دھنک خوابوں کی دھند۔ میں کوہساروں میدانوں
کا کنکر۔ تو بہاروں سبزہ زاروں کا حسن۔ میں صحراؤں کی تپش تم دریاؤں کی نمی۔
میں فضاؤں ہواؤں کا غبار تم وقت کی زیبائی۔ میں بنجر زمین کا باسی تو بلندیوں کا
شعلہ اور عظمت کا پھول۔ دیکھ سندس مجھے ایک خشک موضوع' کڑوا بول
اندرا ...ئن کا پھول میلی سرزمینوں کا جگنو سمجھ کر بھول جانا۔

تو اپنی حیثیت کو دیکھ اور میری پوزیشن کا بھی اندازہ لگا۔ کہاں تو اور کہاں
میں۔ تو سونے کے بدن میں لپٹی خوشبو۔ صبح کی ننھی کرنوں میں دولت کی قندیل
خوشبو کا سفر اور وقت کے انمول شباب کا حسن ہے۔ پھر میرا تمہارا ساتھ کیسے ہو
سکتا ہے۔ میرا تمہارا ربط میرا تمہارا تعلق اور رشتہ کیوں کر ارتقا اور عروج کی
طرف جا سکتا ہے۔ یہ ہے ہی ناممکن۔ یوں جانو میرا تمہارا جوڑ اور ملاپ آئینے اور
پتھر کی طرح ناممکن ہے۔ لہٰذا مجھے گزرا ہوا ایک وقت اور بھولا بسرا ایک لمحہ سمجھ
کر اپنے دل سے کرید دو۔ وقت آہستہ آہستہ ہر زخم کو مندمل کر کے رکھ دیتا ہے

رابیہ کے ان دو کمروں میں رہ کر اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ جاؤ اپنی دنیا کی
طرف لوٹ جاؤ۔ اور فرحان سے شادی کر کے اپنی اصل زندگی کی ابتدا کرو۔ میں
جو آج ہوں کل بھی تمہارے لئے وہی رہوں گا۔ اور جو کل ہوں گا پرسوں بھی
وہی ہوں گا۔ تمہارے ساتھ ربط اور رشتہ قائم کرنے کے لئے میرے پاس نہ
آج ہے اور کل بھی تمہاری جھولی میں ڈالنے کے لیے میرے پاس "نہ" کے لفظ
کے علاوہ اور کچھ نہ ہو گا۔ بس اس سے زیادہ نہ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں نہ
میرے پاس مزید کچھ کہنے کو ہے۔

اور ہاں یہ بھی سنو۔ تم جانتی ہو میں دو بہنوں ایک روگ لگے بھائی اور بیمار
ماموں کا سرپرست ہوں۔ تم بڑے لوگ ہو۔ میں تم سے جھگڑے مول نہیں لے
سکتا۔ تمہاری خاطر آج فرحان مجھ پر حملہ کرنے آیا۔ اس کے بدمعاش ساتھی اس
کے ساتھ تھے۔ اگر میں ہوشیاری سے کام نہ لیتا تو ان میں سے ایک کا چاقو میرا
کام تمام کر جاتا۔ دو بہنیں ایک بھائی سے اور ایک ماموں اپنے بھانجے سے ہمیشہ کے
لئے محروم ہو جاتا۔ دیکھ سندس میں پست زمین پر پڑا ہوا ایک پتھر ہوں۔ مجھ میں
بلندیوں اور کوہساروں سے جنگ کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ تم بڑے لوگ ہو تم
سے ٹکرا کر میں اپنی پیشانی کو خون آلود نہیں کرنا چاہتا۔ میری تم سے استدعا
ہے میری جان چھوڑ دو۔ میں نے تمہیں معاف کیا۔ میں نے تمہیں معاف کیا۔
میں نے تمہیں معاف کیا۔ بس مزید میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اس کے ساتھ ہی
وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔ جبکہ سندس بیچاری اگلی سیٹ پر بیٹھی رونے
لگی۔ اور اس کی سسکیاں اور ہچکیاں بندھ گئیں تھیں۔

آفاق جب باہر نکلا تو برکت اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کیوں باہر کیوں
آ گئے ہو۔ آفاق کہنے لگا میں نے برکت بھائی جو کچھ سندس سے کہنا تھا کہہ دیا
ہے۔ برکت بھائی آپ جانتے ہیں میری منگنی سدرہ سے ہو چکی ہے۔ میں اسے
چاہتا ہوں وہ مجھے چاہتی ہے وہ میری زندگی کی منزل اور میری آرزوؤں کی

شکیل ہے اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا۔ برکت بھائی میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ جو میں اس کی جھولی میں ڈال سکوں۔ برکت بھائی آپ کی بڑی مہربانی ہے یہاں پہونچے اور روشن بھائی اور ان کے کارکنوں کو ان بدمعاشوں سے بچایا۔ اس پر برکت آگے بڑھا اور آفاق کو اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے کہنے لگا

آفاق میرے بھائی یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں تمہارا بھائی ہوں تمہارے کام آنا میرا فرض ہے۔ احسان نہیں ہے۔ تم گاڑی میں بیٹھو تا کہ میں تمہیں گھر لے کر چلتا ہوں۔ آفاق کہنے لگا

نہیں برکت بھائی میں ابھی گھر نہیں جاؤں گا۔ یہاں ورکشاپ میں بہت کام ہے۔ میں روشن کے ساتھ کام کروں گا۔ روشن نے بھی آفاق کی یہ گفتگو سنی تھی لہذا کہنے لگا۔ آفاق میرے بھائی تم زخمی ہو۔ کام میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر نپٹا لوں گا۔ تم گھر جاؤ جا کر آرام کرو۔ پھر روشن نے آفاق کا بازو پکڑا اور ساتھ لے کر وہ اسے آگے بڑھا گاڑی کا دروازہ کھولا اور آفاق کو اس نے اگلی نشست پر بٹھا دیا تھا۔

اتنی دیر تک سندس بھی سنبھل چکی تھی اپنی آنکھیں اس نے صاف کی تھیں پھر برکت اگلی نشست پر بیٹھا۔ گاڑی اس نے اسٹارٹ کی اور وہاں سے چلا گیا تھا۔

برکت نے گاڑی ہسپتال کے سامنے والی عمارت کے باہر روکی۔ سندس فورا گاڑی سے اتر کر اپنے کمروں کی طرف چلی گئی تھی۔ آفاق کی گفتگو نے اس بیچاری کو پریشان اور مغموم کر دیا تھا۔ جب کہ برکت نے سہارا دے کر آفاق کو نیچے اتارا۔ آفاق کہنے لگا برکت بھائی میں خود بھی نیچے اتر سکتا ہوں۔ برکت کہنے لگا" آفاق میں تیرا بھائی ہوں۔ بھائی ہی بھائیوں کو سہارا دیتے ہیں۔ دیکھ اپنے بازو سے زور یا کوئی کام نہ کرنا اور نہ اس پر کوئی بوجھ اور دباؤ ڈالنا۔ کہیں بلیڈنگ نہ شروع ہو جائے۔ پھر گاڑی کا دروازہ بند کرنے کے بعد آفاق کو سہارا دے کر اوپر لے گیا تھا۔ اور اسے اس کے کمرے میں جا لٹایا تھا۔ اس کے بعد اس نے سارے کمروں کا جائزہ لیا۔ کرامت اور آصف کے سوا اس وقت گھر پر کوئی بھی نہ تھا۔ عروج اسپتال میں تھی۔ صدف ابھی دفتر سے نہ لوٹی تھی۔ جبکہ سندس بھی اسپتال میں اپنی ڈیوٹی میں مصروف تھی۔

آفاق کے کمرے سے نکل کر برکت اس کمرے میں آیا جو کرامت اور آصف کے لئے مخصوص تھا پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ میں آفاق کو لے کر آیا ہوں اس کا ایبٹ روڈ پر ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ برکت کے ان الفاظ پر کرامت اور آصف دونوں بے چارے چونک سے پڑے تھے۔ دونوں تڑپ کر اپنے اپنے بستر سے اٹھ کر کھڑے ہوئے تھے۔ آصف کی صحت اب پہلے سے بہت بہتر تھی اور وہ خوب چل پھر بھی سکتا تھا فورا" وہ اپنے پلنگ سے اترا برکت کے قریب آیا اور منت کرنے کے سے انداز میں وہ پوچھنے لگا برکت بھائی کیا ہوا آفاق کو۔ اتنی دیر تک کرامت بھی اپنے بستر سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ برکت پھر بولا اور کہنے لگا۔

فکر مندی کی کوئی ایسی ضرورت نہیں۔ وہ اپنے پینٹنگ ہاؤس سے نکل کر باہر ایبٹ روڈ پر کسی سینما کا پوسٹر بنانے جا رہا تھا کہ ایک جیپ سے ٹکرایا۔ اس کی جان تو بچت ہی ہو گئی ہے۔ بازو زخمی ہوا ہے۔ لیکن اچھا یہ ہوا کہ اس کے ساتھی اس کے پیچھے آگئے وہ اسے میو اسپتال لے گئے وہاں مرہم پٹی ہو گئی بعد پھر اس کے ساتھیوں نے مجھے اطلاع کی میں آفاق کو جا کر لے آیا ہوں ابھی اس کے کمرے میں جا کر لٹایا ہے۔

برکت سے یہ ساری خبر سن کر کرامت اور آصف بڑی تیزی سے ساتھ والے کمرے کی طرف لپکے جب کمرے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا آفاق اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا تھا۔ کرامت اور آصف اس کے پلنگ پر بیٹھ گئے۔ کرامت نے آگے آفاق کی پیشانی چومی پھر آنسو میں ڈوبی ہوئی آواز میں وہ پوچھنے لگا۔ کیا ہوا

میرے بیٹے۔ میرے بچے کو۔

جواب میں آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

کچھ نہیں ہوا ماموں آپ فکر مند نہ ہوں۔ بس ایک چھوٹی سی چوٹ بازو پر آئی ہے۔ اس پر پٹی بندھ گئی ہے۔ کوئی تکلیف نہیں ہے۔ آصف بے چارہ بھی آفاق کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔ پھر وہ ڈوبتی ہوئی آواز میں پوچھنے لگا کہیں اور تو چوٹ نہیں لگی۔ آفاق کہنے لگا آصف بھائی آپ لوگ کیوں پریشان ہوتے ہیں۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ بس بازو پر ہی زخم ہے۔ وہ بھی کوئی اتنا گہرا نہیں۔ ڈاکٹر نے مجھے دوائی اور انجکشن لگا دیے ہیں اور وہ کہہ رہے تھے کہ دو ایک روز تک یہ زخم بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ فکر مند نہ ہوں میں بالکل ٹھیک ہوں۔

کرامت اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور آفاق سے کہنے لگے بیٹے تم یہیں بیٹھو میں اسپتال جا کر منی کو بلا لاتا ہوں وہ تمہارے پاس بیٹھتی ہے۔ آصف نے فوراً لپک کر کرامت کا بازو پکڑ لیا اور کہنے لگا ماموں آپ بیٹھیں آفاق کے پاس۔ میں خود منی کو بلا کر لاتا ہوں۔ پر اسی لمحہ دروازے پر کھڑے برکت نے بولتے ہوئے کہا۔

تم دونوں میں سے کسی کو اسپتال جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ادھر ہی جا رہا ہوں منی کو بھیج دیتا ہوں تم لوگ فکرمند نہ ہونا۔ کرامت اور آصف بھی کرسیاں کھینچ کر آفاق کے قریب بیٹھ گئے تھے اور برکت وہاں سے چلا گیا تھا

اسپتال میں برکت ریسپشن میں آیا۔ اور وہاں بیٹھی صوبیہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ منی میری بہن تم ذرا گھر جاؤ۔ ایبٹ روڈ پر آفاق کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے یوں سمجھو بچ بچاؤ ہی ہو گیا ہے اس کا ایک بازو زخمی ہوا ہے۔ میو اسپتال سے پٹی بندھا کر میں اسے اس کے پلنگ پر لٹا آیا ہوں۔ ماموں اور آصف اس کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں تم بھی جاؤ۔ دیکھ بھال کرو اور خیال رکھو۔ برکت کے ان الفاظ پر بے چاری پیلی ہو کر رہ گئی تھی۔ اس نے بڑی مردہ سی آواز میں برکت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

برکت بھائی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کچھ زیادہ تو چوٹیں نہیں لگیں۔ برکت مسکراتے ہوئے کہنے لگا فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں میری بہن۔ میں کہہ رہا ہوں کہ بس بچ بچاؤ ہو گیا ہے۔ بس وہ اس کا اسکوٹر کسی جیپ سے ٹکرا گیا جس سے اس کے بازو پر ایک زخم آیا ہے وہ بھی ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ کوئی بات نہیں۔ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس نے دوائی اور مرہم پٹی کر دی ہے اور انجکشن بھی لگا دیا ہے۔ اس پر صوبیہ بے چاری نے فوراً اپنی بیساکھیاں سنبھالیں اور انچارج کے کمرے کی طرف جانے لگی۔ برکت نے فوراً پوچھ لیا کہاں جانے لگی ہو میری بہن۔ صوبیہ کہنے لگی میری اس وقت ڈیوٹی ہے ڈاکٹر عروج سے پوچھ کر گھر جاتی ہوں۔ برکت کہنے لگا ڈاکٹر عروج سے پوچھنے کی ضرورت نہیں تم گھر جاؤ میں خود ہی ڈاکٹر عروج کو بتائے دیتا ہوں۔ اس پر صوبیہ فوراً واپس مڑی اور گھر چلی گئی تھی۔ برکت آگے بڑھا اور عروج کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہنے لگا ڈاکٹر بہن میں آپ کا بھائی برکت ہوں کیا اندر آ سکتا ہوں۔ اس پر اندر سے عروج کی بڑی خوشگوار آواز آئی۔ برکت بھائی آئیے نا پوچھا کیوں کرتے ہیں۔ اس پر برکت اندر داخل ہوا اور عروج کی میز کے قریب کھڑا ہوا۔ عروج نے ہاتھ کے اشارے سے برکت کو کرسی پر بیٹھنے کو کہا پر برکت کھڑا ہو کر کہنے لگا۔

عروج بہن میں بیٹھوں گا نہیں۔ میں تو آپ کو یہ بتانے آیا تھا کہ منی کو آپ کی اجازت کے بغیر میں نے گھر بھیج دیا ہے۔ وہ آپ سے پوچھنے کے لیے آ رہی تھی میں نے ہی اسے کہا کہ ڈاکٹر عروج سے پوچھنے کی ضرورت نہیں تم گھر جاؤ وہ آفاق کے پاس گھر جا کر بیٹھے گی اس لئے کہ آفاق کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ برکت ابھی کہنے پایا تھا کہ عروج بے چاری چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور ایک طرح

کی وحشت میں پوچھنے لگی۔

یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ کہاں۔ کس جگہ کیسے ایکسیڈنٹ ہوا میرے بابا
کا اس پر برکت کہنے لگا زیادہ فکر مندی کی ضرورت نہیں بس یوں سمجھ لو کہ
بچاؤ ہو گیا ہے۔ وہ اسکوٹر پر بیٹھ کر کہیں ایبٹ روڈ پر کسی فلم کے پوسٹر بنانے جا
تھا کہ کسی جیپ سے ایکسیڈنٹ ہوا۔ جیپ کی کوئی چیز بازو پر لگی جس سے بازو
زخم آیا۔ زخم معمولی ہے اور اس کے ساتھی اسے میو اسپتال لے گئے تھے جہاں
دوائی دی گئی انجکشن لگائے اور مرہم پٹی کر دی گئی ہے۔ میں خود وہاں گیا تھا کیا
اس کے پینٹنگ ہاؤس کے مالک روشن نے مجھے اطلاع دی تھی اس لئے میں ا
لے آیا ہوں اس کے کمرے میں لٹا کر ادھر آیا ہوں۔ کرامت اور آصف ا
کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے منی کو بھی اس کے پاس بھیج دیا ہے۔ لہٰذا
آپ سے یہ کہنے آیا ہوں کہ ریسپشن پر منی کی جگہ کسی اور کو بٹھا دیں۔ ا
کہنے لگی برکت بھائی آپ نے اچھا کیا۔ صوبیہ کو وہاں بھیج دیا۔ میں بھی آفاق
پاس جاتی ہوں۔ میں ذرا ڈاکٹر ثروت کو بلا کر کچھ ہدایات دوں۔ پھر میں آفاق
پاس جاتی ہوں۔ برکت باہر نکل گیا۔ عروج نے گھنٹی بجائی۔ خاتون کارکن ا
آئی عروج اسے مخاطب کر کے کہا ذرا ڈاکٹر ثروت کو بلا کر لاؤ۔ تھوڑی دیر
جب ثروت عروج کے کمرے میں داخل ہوئی تو عروج نے اسے مخاطب کر کے
لگی

ثروت میری بہن۔ آفاق بھائی کا کہیں ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے یہ بات
برکت بتا کر گئے ہیں اسکوٹر پر جا رہے تھے کہیں جیپ سے ٹکر ہوئی ہے۔ بازو
زخم آیا ہے۔ منی ریسپشن سے اٹھ کر گھر چلی گئی ہے۔ تم پہلے تو یہ کام کرو
کسی کو ریسپشن پر بٹھاؤ دوسرے یہ کہ میں گھر جا رہی ہوں میرے بعد کوئی
اٹھے تو خیال رکھنا۔ میں گھر جانے سے پہلے ذرا بابا سے فون کر لوں۔ ثروت
لگی تم کوئی فکر نہ کرو۔ تم جاؤ آفاق کے پاس۔ میں سارے کام نپٹا لوں گی

ساتھ ثروت باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد عروج فون پر نمبر ڈائیل
نے لگی تھی۔

نمبر ڈائیل کرنے کے بعد عروج جب انتظار کرنے لگی تو دوسری طرف سے
رضوان صاحب کی آواز سنائی دی عروج کہنے لگی۔ بابا میں عروج بول رہی
اس بار رضوان صاحب کی کسی قدر بلند اور خوشیوں سے بھری آواز سنائی
ہاں بیٹی کیسی ہو تم۔ عروج کہنے لگی بابا میں ٹھیک ہوں۔ بابا میں آپ کو یہ
بتاتی ہوں کہ آفاق بھائی کی منگنی بالکل خیر و عافیت سے انجام پا گئی۔ بابا ہم
بہترین انتظام کیا اور لڑکی والوں نے بھی بڑا اعلیٰ انتظام کیا تھا۔ آفاق بڑا خوش
بابا وہ اس لڑکی کو پسند کرتا ہے اور لڑکی بھی اسے بہت چاہتی ہے۔

دوسری طرف سے رضوان صاحب کی خوشیوں میں ڈوبی آواز سنائی دی۔ بیٹی
تم نے یہ کام کر کے میرا دل خوش کر دیا ہے میں آج پرسکون ہوں۔ اور ہاں بیٹی
کو۔ صوبیہ اور صدف کی بھی شادیوں کا کچھ انتظام کرو۔ میری بچی یہ میری
سے بڑی اور اہم ذمہ داری ہے۔ جب تم تینوں کی شادی ہو جائیگی میں
لوں گا میرے کندھوں سے سب بڑا بوجھ اتر گیا ہے۔ اس پر عروج کہنے لگی۔
آپ کوئی فکر نہ کریں میں نے ثروت کو اس کام کے پیچھے لگایا ہوا ہے۔ جونہی
ملا بہنوں کے لئے کوئی اچھا رشتہ ملتا ہے میں فوراً آپ کو اطلاع کروں گی۔
تا کے خاموش ہونے پر رضوان پھر بولے اور کہنے لگے بیٹے جبکہ صدف کو تم
اپنے ساتھ ملا لیا ہے اور وہ یہ جان چکی ہے کہ تم اس کی سگی بہن ہو تو کبھی
لے کر میرے پاس تو آؤ بیٹے۔ میرا جی ترس گیا ہے کہ میں بچوں کو ملوں۔ وہ
باپ کہہ کر پکاریں اور میں انہیں اولاد کہہ کر پکاروں۔ تم اسے کہنا تو سہی وہ
سے پاس آنے پر رضامند ہو جائیگی۔ اس پر عروج مسکراتے ہوئے کہنے لگی
بابا آپ فکرمند نہ ہوں۔ میں کسی روز صدف باجی کو لے کر ضرور آؤں گی
لیکن بات ٹالتی نہیں ہیں بابا جب سے انہیں پتہ چلا ہے کہ میں ان کی سگی بہن

ہوں وہ مجھ سے بے پناہ محبت کرنے لگی ہیں۔ صبح مجھے اٹھاتی ہیں پہلے میری پیشانی اور گال چومتی ہیں پھر بڑے پیار سے وہ مجھے اٹھاتی ہیں۔ میری ہر چھوٹی بڑی ضرورت کا خیال رکھتی ہیں۔ رضوان پھر بولے اور کہنے لگے دیکھو بیٹی۔ جن بینکوں کے اندر تمہارے اکاؤنٹ ہیں وہاں صدف کا بھی اکاؤنٹ کھولو۔ میں اس کے نام کچھ رقوم جمع کراؤں گا تاکہ اسے احساس ہو کہ اس کے باپ کا سایہ اس پر قائم اور دائم ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد رضوان جب خاموش ہوئے تو عروج پھر بولی اور کہنے لگی۔

پاپا میں ذرا اسپتال سے اٹھ کر گھر جا رہی ہوں آفاق کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اس پر رضوان کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو بیٹی۔ اسے کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔ کیسے۔ کہاں اور کس جگہ ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ اس پر عروج کہنے لگی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ اطلاع مجھے ابھی برکت بھائی نے آکر دی ہے۔ کہیں ایسٹ روڈ پر کسی سینما میں فلموں کا پوسٹر بنانے جا رہے تھے کہ راستے میں اسکوٹر کسی جیپ سے ٹکرایا اور ان کے بازو پر زخم آیا ہے۔ بہرحال ان کے ساتھی انہیں اسپتال لے گئے تھے جہاں ڈاکٹر مرہم پٹی کر کے انجکشن لگا کے برکت بھائی انہیں گھر چھوڑ گئے ہیں۔ میں نے انہیں ابھی دیکھا نہیں ہے۔ اب گھر جا کے دیکھتی ہوں۔ ان کی طرف جانے سے پہلے میں نے آپ کو فون کیا ہے۔ اس پر رضوان کی پھر پریشان کن آواز سنائی دی۔ بیٹے تم چھوڑو سارے کام اس کی طرف جاؤ۔ تم خود اس کی دیکھ بھال کرو۔ پھر مجھے بتانا کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔ یا اسے کوئی زیادہ چوٹیں تو نہیں آئیں۔ میرے خیال میں اسکوٹر سے گرا ہو گا۔ مجھے پھر فون کرنا کہ اس کی حالت کیسی ہے۔ تمہارے فون آنے تک میں سخت پریشان رہوں گا۔ عروج کہنے لگی پاپا آپ فکرمند نہ ہوں میں اس کی طرف جاتی ہوں پھر آپ کو فون کروں گی۔ اس کے ساتھ ہی عروج نے فون بند کر دیا تھا۔

○

صدف اپنے کیبن میں ٹائپنگ میں مصروف تھی کمپنی کا اکاؤنٹینٹ جنید اندر آیا اور بڑے پیار سے صدف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ صدف آج کے بعد اس کمپنی میں کام کرتے ہوئے زیادہ محتاط رہنا پڑے گا۔ صدف نے ٹائپنگ بند کر دی اور بڑی نرمی اور محبت سے اس نے جنید کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کھل کر کہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ جنید کہنے لگا۔ صدف تم جانتی ہو کمپنی کے مالک صاحب عمرہ کے لئے جا چکے ہیں اور دفتر میں ان کی غیر موجودگی کا پہلا دن ہے۔ ان کی جگہ ان کا بیٹا ماجد کام کر رہا ہے اس کی طبیعت سے تم ہی نہیں اب سب لوگ واقف ہیں۔ وہ رئیسوں کے بگڑے ہوئے بیٹوں کا سا مزاج رکھتا ہے۔ ہر کام اپنی مرضی اور اپنی خواہش کے مطابق کرنا چاہتا ہے۔ میرے خیال میں اس کے علاوہ وہ تم میں دلچسپی بھی لیتا ہے۔ وہ ضرور تمہیں کریدنے یا چھیڑنے کی کوشش کرے گا۔ اس پر صدف کا رنگ سرخ ہو گیا پھر وہ کہنے لگی اگر اس نے کوئی بدتمیزی کرنے کی کوشش کی تو میں یہ سروس ہی چھوڑ دوں گی۔ میں کوئی ایسی گری پڑی لڑکی بھی نہیں کہ میں یہاں پڑی رہوں اور ذلت کی زندگی برداشت کرتی رہوں۔

جنید شائد مزید کچھ کہتا کہ قاصد وہاں آیا اور صدف کو مخاطب کر کے کہنے لگا آپ کو ماجد نے بلایا ہے۔ جنید اور صدف نے ایک سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کو دیکھا صدف نے بال پوائنٹ اور پیڈ سنبھالا پھر وہ ماجد کے کیبن میں داخل ہوئی۔ ماجد نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ صدف چپ چاپ وہاں بیٹھ گئی۔ بال پوائنٹ اور پیڈ اس نے میز پر رکھ دیئے۔ اس کے بعد ماجد نے گھنٹی بجائی۔ قاصد جب اندر آیا تو ماجد نے اسے مخاطب کر کے کہا ٹھنڈا کپ کافی لاؤ۔

صدف نے گھور کر ماجد کی طرف دیکھا پر وہ بولی نہیں۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہی۔ اس کے بعد صدف بولی اور کہنے لگی مجھے اگر آپ نے کوئی ڈرافٹ دینے کے لئے بلایا ہے تو بولئے کیا چیز ٹائپ کرنی ہے۔ اس پر ماجد بڑے پیار سے انداز میں صدف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا کچھ بھی نہیں ٹائپ کرنا بس یوں ہی آپ کو بلایا ہے۔ ایک کپ کافی میرے ساتھ بیٹھ کر پی لیں۔ صدف کے چہرے پر ناپسندیدگی ناراضگی اور برہمی کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ وہ کہنے لگی۔ مسٹر ماجد وہ کام کیجئے جو آپ کے باپ کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی فضول مجھے اپنے کمرے میں نہیں بلایا۔ جب انہوں نے کوئی ڈرافٹ دینا ہوتا یا کوئی ڈاک میرے حوالے کرنا ہوتی تب ہی مجھے وہ اپنے کیبن میں بلاتے۔ یہ جو آپ چائے کافی کے لئے بلاتے ہیں تو کیا ایسا آپ سارے اسٹاف کے ساتھ کرتے ہیں۔

اس پر ماجد بڑی ڈھٹائی سے کہنے لگا۔

سارے سٹاف کے ساتھ میں کیوں کروں گا۔ جو بات آپ میں ہے وہ سارے اسٹاف میں نہیں۔ اور جو جذبات میرے آپ سے متعلق ہیں وہ سارے اسٹاف کے ساتھ نہیں۔ جو میری پسندیدگی۔ جو امیدیں آپ سے وابستہ ہیں وہ پورے اسٹاف میں نہیں۔ ماجد کی اس گفتگو سے صدف کے چہرے پر برہمی۔ ناراضگی آثار اور زیادہ نمودار ہو گئے تھے۔ وہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ قاصد دو کپ کافی لے آیا تھا۔ ایک کپ اس نے ماجد کے سامنے اور ایک کپ اس نے صدف کے سامنے رکھ دیا تھا۔

صدف خاموش رہی کافی اس نے پی لی۔ آج تو آپ کی منگائی ہوئی کافی میں نے پی لی ہے میں کہنا تو بہت کچھ چاہتی تھی لیکن میں زیادہ بولی اس لئے نہیں کہیں دفتر میں ہلچل نہ پڑ جائے۔ میں آپ کو تنبیہہ کرتی ہوں کہ آئندہ کے مجھے بغیر کام کے اپنے کیبن میں نہ بلائیے۔ اور اگر آئندہ پھر آپ نے مجھے کافی پینے کے لئے اندر بلایا تو میں برا پیش آؤں گی اور اس طرح دفتر میں ایک ہنگامہ

ہو جو آپ کے لئے اچھی اور سود مند نہ ہو گی۔

یہاں تک کہتے کہتے صدف کو رک جانا پڑا اس لئے کہ قاصد اندر آیا اور ن کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا بی بی آپ کی ایک عزیزہ آئی ہے جس کا نام ہے اور وہ آپ سے ملنا چاہتی ہے۔ سدرہ کا نام سنتے ہی ماجد سے پوچھے بغیر ن اپنی جگہ سے اٹھی اور کیبن سے باہر نکل گئی۔

صدف جب اپنے کیبن میں آئی تو اس نے دیکھا وہاں سدرہ بیٹھی ہوئی صدف کو دیکھتے ہی سدرہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ مسکراتے ہوئے اور بے پناہ کا اظہار کرتے ہوئے صدف آگے بڑھی پورے زور سے اس نے سدرہ کو ساتھ لپٹا لیا تھا پھر سدرہ کو اپنے پاس کرسی پر بٹھایا اور بولی اچھا یہ تو کہو ے پیو گی یا ٹھنڈا۔ اس پر سدرہ کہنے لگی نہیں باجی۔ نہ چائے پیوں گی نہ ڈا۔ میں کالج سے نکل کر باغ جناح گئی تھی۔ آفاق سے ملنے کے لئے۔ آفاق وہاں گئے نہیں اس لئے میں فکرمند ہو گئی۔ میں نے سوچا کہ شاید پینٹنگ ی میں کام زیادہ ہو گا اس لئے آفاق وہاں نہیں گئے ہوں گے۔ میں پینٹنگ ی کی طرف جا رہی تھی کہ راستے میں آپ کے دفتر کے سامنے رک گئی۔ میں سوچا کہ آپ کو بھی ساتھ لیتی جاؤں۔ تھوڑی دیر آپ کے پاس بیٹھوں گی پ کی بھی چھٹی کا وقت ہو جائے گا۔ پھر دونوں بہنیں اکٹھے چلتی ہیں۔

سدرہ ابھی یہی تک کہنے پائی تھی کہ ماجد اس کے کیبن میں داخل ہوا بڑے بڑی چاہت میں اس نے صدف کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا مس صدف آپ رجائیے آپ کے بھائی آفاق کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ اور ڈاکٹر عروج نے فون کیا کہ صدف کو ذرا گھر بھیجیں۔ آفاق کے ایکسیڈنٹ کا سن کے صدف اور سدرہ کی حالت ابتر ہو گئی تھی۔ دونوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑ گئی تھیں۔ ایک رے کی طرف انہوں نے اس طرح دیکھا جیسے دنیا میں کوئی بہت انقلاب یا برپا ہو گیا ہو۔ اس پر صدف بے چاری اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ سدرہ

بھی کھڑی ہو گئی۔ ماجد بولا اور کہنے لگا ویسے ڈاکٹر عروج کہہ رہی تھیں کہ فکر کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ کے بھائی کہیں ایبٹ روڈ پر جا رہے تھے کہ ... کے ساتھ ٹکر ہوئی ان کے بازو پر کوئی زخم آیا۔ باقی سب ٹھیک ہے۔ اسپتال ... ان کی مرہم پٹی دوائی وغیرہ اور انجکشن ہو گئے ہیں۔ اب وہ گھر پر ہیں۔ لہٰذا آپ جائیے بھائی کی دیکھ بھال کیجئے۔ اتنا کہنے کے بعد ماجد واپس اپنے کیبن میں چلا گیا۔ سدرہ فوراً" حرکت میں آئی بڑھ کر اس نے صدف کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے کہا۔ چلو باجی جلدی کرو گھر چلیں۔ صدف چپ چاپ بکھری بکھری الجھی الجھی سی سدرہ کے ساتھ ہو لی۔ دفتر کے باہر سدرہ کی گاڑی کھڑی تھی دونوں اس میں بیٹھیں اور گھر کی طرف روانہ ہو گئیں تھیں۔

عمارت کے باہر سدرہ نے گاڑی روکی۔ پھر وہ دونوں گاڑی سے نکل کر تقریباً بھاگتی ہوئی اوپر کی منزل کی طرف گئیں۔ انہوں نے دیکھا آفاق اپنے کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ اس کے سرہانے بیٹھی صوبیہ آہستہ آہستہ اس کا سر دبا رہی تھی۔ جب کہ اس کے پلنگ پر بیٹھی عروج اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے سہلا رہی تھی اور عروج کے قریب ہی سندس بے چاری سر جھکائے حیران پریشان بیٹھی ہوئی تھی۔ صدف بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی پرس اس نے ایک قریبی صوفے پر پھینک دیا۔ اور روہانسی سی ہو کر وہ آگے بڑھی اور بری طرح آفاق سے لپٹ کر رونے لگی تھی۔ اپنی بڑی بہن کی یہ حالت دیکھتے ہوئے عروج اور صوبیہ دونوں کی بے چاری بس کر رہ گئی تھیں۔ عروج اس منظر کو برداشت نہ کر سکی۔ آفاق کا ہاتھ اس نے چھوڑ دیا۔ بڑے پیارے انداز میں پہلے وہ اپنی بڑی بہن صدف کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتی رہی۔ پھر اسے علیحدہ کیا۔ اپنے رومال سے اس کے آنسو پونچھے پھر کہنے لگی آپی فکر کی کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ میں نے آ کر آفاق کو دیکھا ہے۔ زخم معمولی ہے۔ اسپتال والوں نے دوائی اور انجکشن دے کر پٹی باندھ دی ہے۔ اب پریشانی کی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں آرام سے بیٹھیں ...ف نے اپنے آنسو پونچھے پھر آفاق کی پیشانی چومی۔ آفاق کے قریب ہی پلنگ پر ...ہوئے وہ ممتا جیسے بھرپور جذبے میں پوچھنے لگی۔ کیا ہوا میرے بھائی کو۔ ...ینٹ کیسے ہوا۔ تمہیں کیا ضرورت تھی ایبٹ روڈ پر اسکوٹر چلانے کی۔ اس ...ل آدمی نہیں گزر سکتا۔ جب فلموں کے شو ختم ہوتے ہیں تو ایسا لگتا ہے ...ڑک بالکل ہی بلاک ہو گئی ہو۔ آفاق مسکراتے ہوئے اپنی بہن کو تسلی دینے ...لا۔ اس کی نگاہ ابھی تک اپنے سر کے پیچھے کھڑی سدرہ پر نہیں پڑی تھی۔

دوسری طرف ستارہ جبیں اور انجم نگاہ سدرہ آفاق کی حالت دیکھتے ہوئے ...ہو گئی تھی جیسے اس کے شعور اور لاشعور کا نور اس کے اجالوں کا سرور چھین ...لیا ہو۔ آفاق سے منگنی کے بعد نسوانیت کے وقار میں سراپا بہار دکھائی دینے ...درہ اس سے کھلے انسانوں کے بے رحم خواب خوابیدہ جسم میں بیدار فکر ...لے جلتے سلگتے وجود جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔

صدف کے ساتھ آفاق کی ہنس ہنس کر باتیں کرتے دیکھ کر سدرہ کی حالت ...نبھلی تھی اور وہ ہمہ سوز و ہمہ گزاری سے بزم مہتاب بنتی چلی گئی تھی۔ لگتا ... خوابوں کے خدوخال حسن و خوشبو کا تراشہ ہوا پیکر بن گئی تھی۔ آفاق کو ...کرتے اور اسے بھلا چنگا دیکھ کر اس کی حالت اس مسافر جیسی ہو گئی تھی ...کے لئے صحرا میں کوئی چشمہ جاری ہو گیا ہو یا سمندر میں اس کے لئے کوئی ...کا مینار کھڑا کر دیا گیا ہو۔

...ہاں آنے کے بعد اس کے چہرے پر جو سونے سنسار جذبے، مدتوں کا لب ...، بے رونق بستیوں جیسی جو کیفیت چھا گئی تھی وہ آفاق کو مسکراتے۔ ہنستے ... کرتے دیکھ کر لطافت و نزاکت حیا و شوخی میں ڈھل گئی تھی۔ اب اس ...لب شاداں پر چھلکتا گلنار تبسم جوان نگاہ کے زاویوں میں سلگتی نظروں کی آنچ ...سرشاری۔ فطرت کا جمال رنگین جوان ولولے دیکھے جا سکتے تھے۔

پھر اچانک آفاق کی نگاہ اس پر پڑی اور آفاق نے چاہت سے بھرپور اور

محبت سے سرشار لہجے میں سدرہ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ سدرہ تم کیسی ہو۔
جواب میں سدرہ نے انگور کے ٹپکے جیسے شیریں لہجے' پھولوں' شگوفوں اور ہار
ستاروں جیسی ادا اور شگفتہ اور دل کش کلیوں جیسے لہجے میں جواب دیتے ہوئے
کہا۔ میں ٹھیک ہوں۔ میں صدف باجی کے آفس میں ان کے ساتھ بیٹھی باتیں کر
رہی تھی عروج باجی نے آپ کے ایکسیڈنٹ کا فون کیا لہٰذا ہم دونوں بہنیں بھاگی
بھاگی ادھر چلی آئی۔ اب آپ کیسے ہیں۔ آفاق کہنے لگا فکرمندی کی ایسی کوئی بات
نہیں بس بازو پر معمولی سا زخم آیا ہے۔ انشاء اللہ دو ایک روز تک ٹھیک ہو جاؤں
گا اور پھر میں نارمل انداز میں دوڑتا بھاگتا پھروں گا۔

سدرہ پھر بولی اور پھولوں بھرے لہجے میں کہنے لگی۔ آپ سے ملنے کے لیے
میں باغ جناح گئی تھی لیکن آپ وہاں نہ تھے۔ میں نے سوچا آج آپ پینٹنگ
ہاؤس میں ہی کام میں مصروف ہوں گے میں نے پینٹنگ ہاؤس کا رخ کیا راستے
میں صدف باجی کے آفس میں ان کے پاس رک گئی ان کا چھٹی کا وقت ہونے والا
تھا میں نے سوچا ان کو ساتھ لے کر آپ سے ملوں گی لیکن ہم دونوں وہاں بیٹھی
ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر عروج نے آپ کے ایکسیڈنٹ کی اطلاع وہاں کر دی تھی جس
پر ہم دونوں بہنیں بھاگی بھاگی یہاں پہنچی ہیں۔ آفاق کہنے لگا۔ فکرمندی کی ضرورت
نہیں۔ یہ ایکسیڈنٹ نہ ہونے کے برابر ہے۔ بس یونہی برکت بھائی نے سب کو
اطلاع کر دی۔ اس کے بعد سب سے بڑا کردار عروج بہن نے ادا کیا ہے۔ انہوں
نے جسے نہیں بھی پتا تھا میرے ایکسیڈنٹ کی اطلاع کر دی۔

اس بار صدف بولی اور پوچھا۔

ماموں اور آصف بھائی کو خبر ہوئی ہے۔

آفاق نے مسکراتے ہوئے کہا

ابھی ابھی ماموں اور آصف بھائی میرے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں۔ برکت
بھائی مجھے یہاں لائے تھے اور آتے ہی انہوں نے ماموں اور آصف بھائی کو اطلاع
…تھی۔ دونوں فکرمند ہو کر کافی دیر میرے پاس بیٹھے رہے ہیں اور جب
…بہن۔ منی اور سندس آئیں ہیں تو وہ یہاں سے اٹھ کر گئے ہیں۔ آفاق
خاموش ہوا تو سدرہ بولی

میں نانا ابو کو اطلاع کرتی ہوں۔

آفاق فوراً بولا اور کہنے لگا نہیں۔ نانا ابو کو اطلاع کر کے فکرمند کرنے کی کیا
ضرورت ہے۔ میں دو ایک روز تک ان سے نہیں ملوں گا اور جب میرے بازو کا
زخم بھر جائے گا میں ان سے مل لوں گا انہیں فون نہ کرنا خواہ مخواہ پریشان ہوں
گے۔ اس پر سدرہ کہنے لگی انہیں اطلاع تو کرنی پڑے گی میں اب یہیں رہوں گی
نانا سے کہوں گی کہ یوں آپ کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے لہٰذا مجھے یہاں رکنا پڑ گیا
…شاید میں دیر سے آؤں۔ میرے دیر سے جانے کی وجہ سے وہ خواہ مخواہ میں
پریشان ہوں گے۔ اس پر آفاق کہنے لگا اچھا اگر تمہاری مرضی ہے تو جاؤ نانا کو فون
کرو۔ سدرہ اٹھ کر ساتھ والے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

سدرہ اور آفاق کی آپس میں اس طرح پیار بھری گفتگو سے سندس کی حالت
…ہو رہی تھی اس کی نگاہوں میں ٹوٹے آئینے۔ دل کے جزیروں میں تاریک
سایوں کا سا سماں تھا۔ لگتا تھا آفاق سے ناراضگی کی وجہ سے اس کی سانسوں
…کی آگ خواہشوں میں گہرا دھواں بھر گیا ہو۔ اور یہ کہ آفاق کے نہ ملنے
…سے اس کی محبت کا دریا خون سے اور خواہشوں کے آبگینے زہر سے بھر گئے
ہیں۔

سدرہ نے دوسرے کمرے میں جا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے بیرسٹر
…کی جب آواز آئی تو سدرہ بولی اور کہنے لگی۔ نانا ابو میں سدرہ بول رہی
…نانا ابو آفاق کا ایک چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے جس میں ان کا بازو زخمی
…ہے انہیں اسپتال لے گئے تھے۔ وہاں انہیں انجکشن وغیرہ دیے گئے۔ دوائی
…لگا کر اور پٹی باندھ دی گئی ہے۔ اب انہیں گھر لائے ہیں میں صدف باجی کے

دفتر گئی تھی وہاں ان کے ایکسیڈنٹ کا پتہ چلا للذا میں اس وقت آفاق کے کمرے
سے بول رہی ہوں۔ نانا ابو مجھے دیر ہو جائے گی للذا آپ فکرمند نہ ہوں۔ دوسری
طرف سے بیرسٹر صاحب کی آواز سنائی دی۔

بیٹے تم نے اچھا کیا فون کر کے مجھے بتا دیا۔ اگر معاملہ سنجیدہ ہے تو میں تو
بھی پہنچ جاؤں۔ آفاق کے ایکسیڈنٹ کا سنا کر تم نے مجھے پریشانی میں ڈال دیا
ہے۔ سدرہ کہنے لگی نانا ابو فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ زخم معمولی ہے وہ بالکل
ٹھیک ٹھاک ہیں۔ ہنس رہے ہیں ہمارے ساتھ باتیں کر رہے ہیں۔ صرف میں نے
آپ کو یہ اطلاع کرنے کے لئے فون کیا تھا کہ شاید مجھے واپسی پر دیر ہو جائے لہٰذا
آپ فکرمند نہ ہوں۔ اس پر بیرسٹر صاحب کہنے لگے۔ کوئی بات نہیں بیٹی اب
آفاق کے ساتھ تمہارا رشتہ ہے اگر تمہیں رات بھی وہاں رہنا پڑے تو مجھے آفاق
پر اعتماد اور بھروسہ ہے اور پھر میری بیٹی اب تو آفاق اور تمہارے درمیان ایک
اٹوٹ رشتہ اور ایک ناختم ہونے والا رابطہ اور تعلق ہے۔ میری بیٹی جب تک
تمہارا دل کرتا ہے تم وہاں رہو اور جب تمہارا دل چاہے واپس لوٹ آنا۔ بیرسٹر
صاحب کا یہ جواب سن کر سدرہ خوش ہو گئی تھی۔ پھر وہ فون بند کر کے
دوسرے کمرے میں آفاق کے پاس آکر بیٹھ گئی تھی۔

عین اس موقع پر برکت دروازہ پر نمودار ہوا اور اسے دیکھتے ہی صدف بولی
اور کہنے لگی۔ برکت بھائی آپ وہاں کیوں کھڑے ہو گئے کبھی کبھی آپ بالکل
اجنبیوں کا سا رویہ برپا کرنے لگ جاتے ہیں۔ آکر ہمارے پاس بیٹھئے۔ اس پر
برکت وہیں کھڑے کھڑے بولا اور کہنے لگا۔ آفاق بھائی اگر تم محسوس نہ کرو تو میں
اپنی بہنوں کے ساتھ ایک موضوع پر علیحدگی میں بات کر لوں۔ اس پر آفاق بولا
اور کہنے لگا۔ برکت بھائی اس کے لئے آپ کو میری اجازت لینے کی کیا ضرورت
آپ بھائی ہیں جو ہر دکھ اور تکلیف میں کام آتا ہے۔ آپ جس سے بھی بات
چاہتے ہیں کر لیں اس پر برکت بولا اور کہنے لگا۔

صدف بہن آپ۔ ڈاکٹر عروج آپ۔ صوبیہ آپ بھی اور سدرہ میری بہن
آپ چاروں بہنیں اپنے کمرے کی طرف آئیں میں تم سے انتہائی اہم موضوع پر
بات کرنا چاہتا ہوں۔ برکت کے کہنے پر صدف۔ عروج۔ صوبیہ اور سدرہ اپنی جگہ
سے کھڑی ہوئیں اور برکت کے ساتھ ہو لیں تھیں جبکہ آفاق کے پاس
سندس بیٹھی رہ گئی تھی۔ برکت سب کو ساتھ والے کمرے میں لے گیا۔
جب سب اپنی نشستوں پر بیٹھیں تو برکت بولا اور ان سب کو مخاطب کر کے کہنے
لگا

میری عزیز بہنو! میں تم پر ایک عجیب اور نیا انکشاف کرنے والا ہوں اور وہ
یہ تم جانتی ہو کہ یہ سندس بظاہر آفاق سے صرف معافی حاصل کرنے کے لئے
یہاں آئی ہوئی تھی لیکن اب وہ بات نہیں رہی۔ اس کی زندگی میں بھی ایک
انقلاب برپا ہو گیا ہے۔ آفاق کے ساتھ جو اس نے زیادتی اور جبر کیا تھا اس کی
حقیقت جب اس پر کھلی تو تب اسے آفاق سے ایک ہمدردی ہو گئی۔ اس کے دل
میں آفاق کے لئے نفرت تھی وہ جاتی رہی۔ پھر یہاں رہتے ہوئے آہستہ آہستہ
وہ ہمدردی اس کی محبت میں بدل گئی۔ اب وہ معافی نہیں چاہتی آفاق کو چاہتی
ہے اور اس کا اظہار نہ صرف اس نے مجھ سے بلکہ آفاق سے بھی کر دیا ہے۔
آفاق نے تو اسے ڈانٹ پلا دی ہے۔ اور اس سے صاف کہدیا ہے کہ یہ ہو
نہیں سکتا۔ اور یہ کہ وہ اس کی محبت کا جواب دینا ایک کار محال تصور کرتا
ہے۔ آفاق نے سندس کو صاف بتا دیا ہے کہ اب وہ سدرہ کا ہو چکا ہے اور اس
کی زندگی میں کسی قسم کی تبدیلی اور کسی قسم کا انقلاب ہرگز برداشت نہیں کرے گا۔
میری بہنو! میں سندس کے ساتھ تفصیل سے گفتگو کر چکا ہوں۔ وہ اب
دیوانگی کی حد تک آفاق کو پسند کرنے لگی ہے۔ سدرہ بہن میری باتیں
تم پر گراں اور بھاری گزریں گی اس پر سدرہ بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے
ہوئے کہنے لگی۔ برکت بھائی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں کہ سندس

نے اس سے پہلے آفاق کے ساتھ کیسا بدترین مذاق کیا تھا۔ اسے اب اگر اپنی غلطیوں اور قصور کا احساس ہو گیا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت اچھی بات ہے۔ اس پر برکت پھر بولا اور سدرہ سے پوچھنے لگا۔

سدرہ میری بہن یہ جو سندس اب آفاق سے محبت کرنے لگی ہے۔ اس کا کیا بنے گا۔ گو اس کی یہ محبت یکطرفہ ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ بے چاری اسی طرح آفاق کی نفرت میں پستی رہی تو ایک روز ختم ہو کر رہ جائے گی۔ سدرہ بہن اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے۔

سدرہ اپنے چہرے پر بل لائے بغیر مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

برکت بھائی میں بڑے کھلے دل کی لڑکی ہوں۔ سب جانتے ہیں کہ آفاق کو پسند کرنے کی ابتدا میں نے کی تھی۔ برکت بھائی اگر میرے ساتھ شادی کرنے کے بعد آفاق سندس کے ساتھ شادی کرنا چاہیں تو قسم خداوند کی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ مجھے بے حد خوشی ہو گی۔ میری طرح سندس کو بھی اپنی منزل مل جائے گی۔ اور میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتی ہوں کہ میں سندس کو اپنے ساتھ ایسی ہی رکھوں گی جیسے ایک سگی بہن کو اپنے ساتھ رکھا جاتا ہے اب بتائیں میں مزید کیا کہہ سکتی ہوں۔ میری طرف سے آپ کوئی اندیشہ کوئی فکر اپنے دل میں نہ لائیں۔ اگر آفاق کسی بھی موڑ پر سندس کو اپنانا چاہیں گے تو میں انہیں بخوشی اس کی اجازت دوں گی بلکہ اگر آفاق نہ بھی چاہیں گے تو میں آہستہ آہستہ انہیں اس بات پر مائل اور آمادہ کرنے کی کوشش کروں گی کہ وہ سندس کو بھی اپنا لیں۔ اس طرح وہ بے چاری بھی غموں کے ڈھیر سے نکل کر خوشیوں سے ہمکنار ہو جائے گی۔

برکت بھائی میں زندگی میں بڑی کٹھنائیاں اور اذیتیں دیکھ چکی ہوں لہٰذا دوسرے کو دکھ اور تکلیف میں دیکھ کر میں برداشت نہیں کر سکتی جو کیفیت اس وقت سندس پر گزر رہی ہو گی میں ابھی سے اسے جان اور پہچان رہی ہوں۔ آپ

ے کوئی فکر نہ کریں۔ میرا ووٹ انشاء اللہ سندس کے ہی حق میں
ں بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔
ہن تم واقعی عظیم نہیں۔ عظیم تر ہو۔ خدا کی قسم جس جواب کی توقع
کتا تھا تم نے کہیں بڑھ کر وہ جواب دیا ہے۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ
ہاری کو بھی جینے کا حق مل جائے گا۔ لیکن آفاق کو سندس کے قریب
لے آہستہ آہستہ نرم لہجے سے کام لینا ہو گا۔ ورنہ آفاق ایسا برا مانے گا
ا یہاں رہنا وہ ناممکن کر کے رکھ دے گا۔ برکت جب خاموش ہوا تو
ور کہنے لگی۔

بھائی یہ تو عجیب سی الجھن برپا ہو گئی ہے۔ سندس پہلے آفاق کو ناپسند
بلکہ آفاق اس سے محبت کرتا تھا۔ پھر سندس نے اس سے بدترین مذاق
الد پر برکت پھر بولا اور کہنے لگا۔ اور اس کے جواب میں قدرت نے
بدترین مذاق کیا۔ اور جس آفاق سے وہ نفرت کرتی تھی اسی کے ساتھ
تائی حد تک محبت میں مبتلا ہو گئی ہے۔ اور اس کے بغیر اب وہ جینے کا
ہا سکی۔
بار عروج کہنے لگی

بھائی اس سلسلے میں ہمیں بولنے کا کچھ زیادہ حق حاصل نہیں ہے اس
زانت آفاق پر ہم سب سے بڑھ کر سدرہ کا حق تھا۔ سدرہ جب خود
تسلیم کر رہی ہے کہ آفاق اگر زندگی کے کسی موڑ پر سندس کو بھی اپنانا
ے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ پھر اس سے بڑھ کر برکت بھائی اور کون
ن کے لئے بہتر ہو سکتی ہے۔ جواب میں برکت بڑے اطمینان اور
لگا میری بہن یہی جواب سننے کے لئے تو میں نے تم سب بہنوں کو
ہاں بلایا تھا۔ اب جبکہ سدرہ نے سارا معاملہ خود ہی حل کر دیا ہے تو
کم جا کے آفاق کے پاس بیٹھو اور سندس کو ذرا میرے پاس بھیجو۔

جس طرح تم میری بہنیں ہو اس طرح سندس کو بھی میں اپنی بہن خیال کرتا ہوں۔ خدا کی قسم آج اسے آفاق کی خاطر دکھی دیکھ کر اور اسے اپنا گلا پکڑ کر روتے ہوئے ہچکیاں اور سسکیاں لیتے ہوئے دیکھ کر میرا دل بڑا دکھا تھا۔ اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ تم سب بہنوں کو بٹھا کے اس موضوع پر گفتگو کروں گا۔ لیکن سدرہ بہن کی بڑی مہربانی کہ اس نے سارا مسئلہ ہی لمحوں کے اندر حل کر کے رکھ دیا۔ اب تم سب بہنیں جاؤ اور سندس کو میرے پاس بھیجو۔

عروج۔ صدف۔ صوبیہ اور سدرہ آفاق کے کمرے کی طرف چلی گئی تھیں۔ سندس سر جھکائے آہستہ آہستہ اس کمرے میں داخل ہوئی جس میں برکت بیٹھا ہوا تھا۔ برکت نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ برکت اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سندس میری بہن میں تمہیں ایک خوشخبری سناتا ہوں۔

سندس بیچاری غمزدہ سی آواز میں کہنے لگی۔ کیا آفاق کی بیزاری اور نفرت کا سامنا کرنے کے بعد بھی برکت بھائی میرے لئے کوئی خوشخبری ہو سکتی ہے۔

برکت ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔

بالکل آفاق کی نفرت اور بیزاری کے بعد بھی تمہارے لئے خوشخبری تمہارے لئے خوشیوں کی راہیں نکل سکتی ہیں۔ دیکھ میری بہن تھوڑی دیر قبل میں نے عروج۔ صدف۔ صوبیہ اور سدرہ کو یہاں بلایا تھا اور تمہارے سلسلے میں میں نے ان سے گفتگو کی کہ سندس اب آفاق سے نفرت نہیں محبت کرتی ہے۔ اسے اب آفاق سے معافی کی نہیں خود آفاق کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ یہ بڑا پیچیدہ معاملہ ہے اور میری اس گفتگو کا سدرہ بہت برا منائے گی لیکن بھلا ہو سدرہ کا بڑی حوصلہ مند اور فراخ دل لڑکی ہے۔ دیکھ میری بہن سدرہ نے اجازت دے دی ہے کہ اگر زندگی کے کسی بھی موڑ پر آفاق سندس سے شادی کرنا چاہے تو اسے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ خود اس شادی کا اہتمام کروائے گی۔ اور اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ خود بھی آفاق اور سندس کے درمیان جو نفرت پائی جاتی ہے اسے رفع کرنے کی کوشش کرے گی۔ اس نے کہا ہے کہ اگر اس کی شادی آفاق کے ساتھ ہو گئی تو سندس کو ایسے رکھے گی جیسے کوئی سگی بہن کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔

برکت کی اس گفتگو سے سندس کے گلنار چہرے پر بہاروں کی خوشگوار حدت پھیل گئی تھی۔ اس کے چہرے پر محرومیوں کی پیاس کی جگہ رنگوں کے ساگر ریشم کی راہوں کی جگہ روح کی تسکین پھیل گئی تھی۔ اس کی لالہ رخ امنگوں کے بھرپور آنکھوں میں جہاں تھوڑی دیر قبل روگ و ویرانیاں تھیں وہاں انوکھا رس، لمحوں کھنک، سحر کے عکس اور یادوں کی خوشبوئیں دیکھی جا سکتی تھیں۔ پھر سندس نے اپنے لہجے کی بھرپور مٹھاس اور انتہائی خوشگوار انداز میں مخاطب کر کے کہا۔

برکت بھائی آپ واقعی عظیم ہیں۔ اور میں اس سدرہ کی بھی عظمت کو سلام کرتی ہوں جس نے اپنی محبت میں مجھے شریک بنانا گوارہ کیا۔ ورنہ آج کل کی لڑکیوں کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اس قسم کی شراکت داری پسند کریں بہرحال بھائی یہ سب کچھ آپ کی دوڑ دھوپ کی وجہ سے ہو رہا ہے ورنہ آفاق تو کسی صورت میری بات ماننے کے لئے تیار ہی دکھائی نہیں دیتا۔ اب جب کہ سب کی ہمدردیاں حاصل ہو گئی ہیں تو میں سمجھتی ہوں کہ میرا کام پہلے سے کم پہلے کی نسبت کم دشوار ہو کر رہ گیا ہے۔ جہاں پہلے میں مایوس تھی اب میرے سامنے امیدوں کی جھلک دکھائی دینے لگی ہے۔

سندس جب خاموش ہوئی تو برکت پھر بولا اور کہنے لگا۔

سندس میری بہن میں تجھ پر ایک اور انکشاف کرتا ہوں۔ پر اس شرط کے ساتھ کہ جو انکشاف میں تجھ تک کروں وہ تم کسی اور سے نہ کہو۔

سندس بڑے عزم کے ساتھ بولی اور کہنے لگی۔ برکت بھائی آپ کیسی باتیں

کرتے ہیں۔ آپ جس بات کو بھی راز رکھنے کے لئے کہیں گے۔ آپ دیکھیں گے
کہ آپ کی بہن سندس اپنی جان قربان کر دے گی پر اس راز کو راز نہ رہنے دے
گی۔ اس پر برکت خوش ہو گیا اور کہنے لگا۔

سنو سندس یہ ڈاکٹر عروج۔ صوبیہ۔ آفاق اور آصف کی سگی بہن ہے۔
سندس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ برکت بھائی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ایسا
اور کیوں کر ممکن ہے۔ جواب میں برکت نے ان سارے بہن بھائیوں کے حالات
تفصیل سے سنا دیے تھے کہ کس طرح بچپنا میں عروج کی سوتیلی ماں نے
اس کی سگی ماں سے تبدیل کر دیا تھا۔ اور اسے لے کر اپنی اپاہج بیٹی جنی تو
اس کی ماں کی گود میں ڈال دیا تھا۔ کس طرح آفاق کی ماں کو طلاق ہوئی اور
طرح وہ کسمپرسی کی زندگی برداشت کرتے رہے تھے۔ آفاق اور اس کے
بھائیوں کے سارے حالات سن کر سندس نے تعجب سے برکت کی طرف دیکھتے
ہوئے کہا۔

برکت بھائی اب مجھے پتہ چلا کہ یہ آفاق اور اس کے بہن بھائی کوئی معمولی
لوگ نہیں ہیں بلکہ یہ بہت بڑے باپ کی اولاد ہیں۔ برکت بھائی ایک بار
نے مجھے طعنہ دیا تھا کہ تم ایک معمولی مصور کو اس پر ترجیح دے رہی ہو۔
کبھی میرا اس کا آمنا سامنا ہوا تو میں اسے بتا سکوں گی کہ آفاق کوئی معمولی
نہیں بلکہ وہ ایک امیر باپ کا عظیم بیٹا ہے۔ برکت بیچ میں بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ سندس بہن۔ اب تو یہیں رہ۔ اپنے مقصد کے حاصل کرنے کے لئے
تجھے کرائے کے ان دونوں کمروں ہی میں رہنا ہو گا۔ پر آہستہ آہستہ آفاق کو اپنی
طرف مائل کرنے کی کوشش کرنا ہو گی۔ ورنہ وہ اگر ضد اور ہٹ دھرمی پر آگیا
تو مرتے دم تک تجھے اپنانے سے انکار کرتا رہے گا۔ اس پر سندس کہنے لگی
بھائی آپ بے فکر رہیں۔ میں آہستہ آہستہ آفاق کے دل میں اپنا گھر بنانے کی
کوشش کروں گی۔ اس کے ساتھ ہی سندس اٹھ کھڑی ہوئی اور برکت سے کہنے
لگی برکت بھائی میں اب جاتی ہوں اور سدرہ کو بلا کر اس کا شکریہ ادا کروں گی۔
برکت بھی اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا ہم دونوں بہن بھائی چلتے ہیں۔ دونوں ایک ساتھ
آفاق کے کمرے کے سامنے نمودار ہوئے برکت اندر جا کر آفاق کے ساتھ بیٹھ
گیا اور پیار سے اس کی پیشانی دبانے لگا سندس نے ہاتھ کے اشارے سے سدرہ
کو باہر بلایا۔ سدرہ جب باہر آئی تو سندس اسے پکڑ کر اپنے کمرے میں لے گئی۔
اسے پورے زور سے گلے لگاتے ہوئے کہنے لگی۔

سدرہ میری بہن۔ تم بڑی عظیم اور فراخدل لڑکی ہو۔ برکت بھائی نے مجھے
سارے حالات تفصیل سے بتا دئے ہیں۔ یہ تمہاری عظمت ہے کہ تم مجھے آفاق
کی شراکت داری میں قبول کر رہی ہو۔ ورنہ کون لڑکی اپنے منگیتر کے ساتھ کسی
دوسرے کی محبت کو ملوث ہونا پسند کرے گی۔ میں کامیاب رہی ہوں۔ اور اگر میں
ایسا نہ کر سکی تو میں آفاق کے لئے اذیت کا باعث نہیں بنوں گی۔ اور اگر اس نے
میری جھولی میں محبت نہ ڈالی۔ میری قسمت میرے مقدر میں نفرت ہی نفرت رہی
تو پھر میں کہیں دور چلی جاؤں گی تاکہ میں آفاق کے لئے جس سے اب میری روح
تک محبت کرتی ہے اذیت کا باعث نہ بن جاؤں۔

سدرہ نے کہا پیاری بہن میں نے بھی تمہارا شکریہ ادا کرنے کے لئے تمہیں
باہر بلایا ہے۔ اب میرا حوصلہ بڑھ گیا ہے۔ میری ہمت دو چند ہو گئی ہے کہ میں
اکیلی نہیں ہوں۔ بلکہ میرے کچھ حمایتی بھی ہیں۔ اب تم آفاق کے پاس جا کر
بیٹھو۔ سدرہ آفاق کے کمرے کی طرف چل دی جبکہ سندس اپنے کمرے میں چلی
گئی تھی۔ آفاق کا سر دباتے ہوئے برکت کہنے لگا آفاق بھائی۔ دو تین روز تک
پینٹنگ ہاؤس نہ جانا۔ گھر پر مکمل آرام کرو۔ اس پر آفاق مسکراتے ہوئے کہنے
لگا برکت بھائی کیوں مذاق کرتے ہو۔ یہ آپ نے اور عروج بہن نے میرے زخمی
ہونے کو تو زیادہ ہی اہمیت دے دی اور سب کو بلا کر میرے پاس اکٹھا کر دیا

ہے۔ ورنہ یہ معاملہ اتنا سنگین نہیں جتنا آپ بہن بھائی نے بنا دیا ہے۔ اس پر
برکت مسکراتے ہوئے کہنے لگا آفاق بھائی بہن بھائیوں کے لئے یہ معاملہ کم اہمیت
کا حامل نہیں ہے۔ بلکہ بہن بھائیوں کے درمیان اس سے کم اہمیت کے معاملات
بھی ایسی اہمیت حاصل کر لیتے ہیں۔ آفاق کہنے لگا

برکت بھائی میرے پاس آرام کرنے کا وقت نہیں میں کل سے اپنے روزمرہ
کے کاموں میں مصروف ہوں گا۔اس پر صدف کہنے لگی۔ سنو آفاق برکت بھائی
ٹھیک کہتے ہیں۔ دو چار روز مکمل آرام کرو۔ صدف کے خاموش ہونے پر اس بار
عروج بھی بولی اور کہنے لگی۔ صدف آپی ٹھیک کہتی ہیں۔ آفاق بھائی آپ آرام
کریں۔ آفاق اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہنے لگا

ڈاکٹر عروج ہم لوگوں کی قسمت میں آرام کچھ کم ہی ہوتا ہے۔ آپ بے فکر
رہیں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں اور کل سے کام پر جایا کروں گا۔ عروج مزید کچھ کہنا
چاہتی تھی کہ ساتھ والے کمرے میں گھنٹی بجی لہٰذا عروج اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی
سے ساتھ والے کمرے میں گئی پھر وہ جلدی لوٹ کر آئی اور آفاق سے کہنے لگی
آفاق بھائی آپ کا فون ہے۔ کوئی روشن صاحب بول رہے ہیں۔ اس پر قریب
بیٹھے ہوئے برکت نے بولتے ہوئے کہا۔ یہ پینٹنگ ہاؤس کا مالک روشن ہو گا۔ اگر
تم فون سن سکتے ہو تو سن لو نہیں تو میں خود اس سے بات کر آتا ہوں۔ آفاق اٹھتے
ہوئے کہنے لگا نہیں برکت بھائی ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ میں خود اٹھ کر فون
اٹینڈ کرتا ہوں اور روشن بھائی سے بات کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی آفاق اپنی
جگہ سے اٹھا اور دوسرے کمرے کی طرف چلا گیا۔ کافی دیر تک وہ دوسرے کمرے
میں روشن سے ٹیلیفون پر بات کرتا رہا۔ پھر وہ لوٹا اور پلنگ پر بیٹھ گیا۔ اس پر
برکت نے پوچھا

کیا کہتا تھا یہ روشن۔ آفاق نے مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اول تو وہ میری خیریت پوچھتا تھا میں نے اسے کہا معمولی کیس ہے۔ کل سے

اپنے کام پر آیا کروں گا۔ دوسرے اس نے یہ خوشخبری سنائی ہے کہ جو پارٹی
اپنے ساتھ کراچی لے جانا چاہتی ہے وہ ایک ہفتے تک یہاں سے روانہ ہوں
اور کراچی میں اپنے کام کی ابتدا کریں گے۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ
ہفتے تک میں ان کے ساتھ جانے پر رضامند ہوں۔ روشن بھائی کہہ رہے تھے
میرے آنے جانے کا ہوائی جہاز کا کرایہ اور کراچی میں قیام کے خرچے کی رقم
روشن بھائی کو دے گئے ہیں۔ روشن بھائی کہہ رہے تھے کہ اگر تم کہو تو میں رقم
پہنچا دوں لیکن میں نے کہہ دیا کہ کل پینٹنگ ہاؤس آکر ان سے لے لوں گا۔

آفاق کے کراچی جانے کا سن کر سدرہ بے چاری کچھ پریشان سی ہو گئی تھی
اس نے سب کی موجودگی میں پہلی بار آفاق کو مخاطب کر کے پوچھا۔ آپ کب
کراچی جائیں گے۔ اس پر آفاق کہنے لگا۔

ایک ہفتہ تک مجھے کراچی جانا پڑے گا۔ سدرہ نے پھر پوچھا کتنے دن وہاں
لگیں گے۔ آفاق کہنے لگا کچھ پتا نہیں سکتا۔ ویسے میرا خیال ہے کہ ایک مہینے کے
قریب تو لگ ہی جانا ہے۔ سدرہ بے چاری مزید کچھ نہ کہہ سکی اس لئے کہ وہ
اداس اور ملول ہو کر رہ گئی تھی۔ اس موقع پر عروج بولی کہنے لگی۔

آفاق بھائی چھوڑو۔ کراچی جا کر کیا کرنا ہے۔ کیوں دن رات محنت کر کے
صحت خراب کرتے ہیں۔ آفاق کے جواب دینے سے پہلے صدف بھی بولی اور
کہنے لگی ہاں افی رہنے دو مت جاؤ کوئی ضرورت نہیں ہے کراچی جانے کی بس
تم یہیں رہ کر اپنے پبلک سروس کمیشن کے رزلٹ آؤٹ ہونے کا انتظار کرو
میں کہتی ہوں تم یہ فلموں کے پوسٹر اور رسالوں کے اسکیچ بنانا بھی ترک کر دو
اس پر آفاق نے تھوڑی دیر کے لئے عجیب سے انداز میں صدف کی طرف دیکھا
کہنے لگا

صدف آپا میں دیکھ رہا ہوں کچھ دنوں سے آپ صحیح معنوں میں ہٹلر ہو رہی
برکت کے اور ڈاکٹر عروج کے درمیان کچھ پہلے کی نسبت انڈر سٹینڈنگ بھی پیدا

ہو چکی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ آپ دونوں ایک دوسرے کی ہاں میں ہاں بڑی خوبی سے فوراً" ملاتی ہیں کیا دونوں کے درمیان ہمارے خلاف کوئی خاص معاہدہ ہو گیا ہے اس پر عروج قہقہہ لگاتے ہوئے کہنے لگی نہیں آفاق بھائی ایسی تو کوئی بات نہیں جیسے صدف میری بہن ہے ایسے آپ بھائی ہیں۔ بہنوں کا بھائی کے خلاف کیا معاہدہ ہو سکتا ہے آپ جیسے بھائی تو خوش قسمت بہنوں کو نصیب ہوتے ہیں اس پر آفاق کہنے لگا اچھا اگر یہ بات ہے تو یہ امر طے شدہ ہے کہ میں ایک ہفتے تک کراچی جاؤں گا اور وہاں ان لوگوں کے ساتھ کام کر کے واپس آ جاؤں گا وہ اچھی خاصی رقم میرے لئے روشن بھائی کو دے گئے ہیں لہٰذا میں اس کام سے اب انکار نہیں کر سکتا۔

آفاق مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ کمرے کے دروازے پر ہسپتال کا ڈرائیور سلیم نمودار ہوا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا میں اندر آ سکتا ہوں۔ عروج بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگی آؤ آؤ سلیم آؤ پھر ایک نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عروج کہنے لگی یہاں بیٹھو سلیم وہاں بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ آفاق بھائی مجھے آپ کے زخمی ہونے کا ابھی ابھی پتا چلا ہے۔ لہٰذا میں آپ کی خبر لینے آ گیا ہوں بھائی میرے کہیں زیادہ چوٹ تو نہیں لگی۔ آفاق نے سلیم کا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگا سلیم بھائی تمہارا شکریہ تم میری احوال پرسی کو آ گئے ہو۔ بہرحال بچت ہو گئی ہے بازو پہ چھوٹا سا زخم آیا ہے دو ایک روز تک ٹھیک ہو جائے گا۔

آفاق کی اس گفتگو کے جواب میں سلیم کچھ کہتا کہ برکت اس سے پہلے بول پڑا سلیم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلیم بھائی تم بڑے اچھے اچھے لطیفے سنانے کے ماہر ہو آج آفاق کے زخم آیا ہے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں لہٰذا اب جبکہ اس وقت ہم سب لوگ اس کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں دو چار لطیفے ایسے سناؤ کہ سب کے چہروں پر قہقہے اور خوشیاں برس جائیں عروج نے برکت کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا ہاں سلیم بھائی تم ایسے اچھے لطیفے ہو جائیں میرا بھائی آفاق خوش ہو جائے سلیم نے گلا صاف کیا پھر کہنے لگا آپ کہتے ہیں تو لطیفے سنا دیتا ہوں جی۔ اس کے ساتھ ہی وہ بولا اور کہنے لگا۔

بھائیوں اور بہنوں تم سب نے راجہ رنجیت سنگھ کا نام تو ضرور سنا ہو گا کہتے ہیں کہ اس رنجیت سنگھ نے لاہور شہر میں ایک باغ لگوایا اور اس باغ کے اندر اس نے اپنے عزیز و اقارب کے لئے ایک بارہ دری بنوائی اور یہ حکم جاری کیا کہ جو بھی اس باغ میں اس کے عزیز و اقارب کے علاوہ داخل ہو اسے قتل کر دیا جائے کہنے والے کہتے ہیں کہ ایک میراثی کو جب اس بات کا علم ہوا کہ راجہ رنجیت سنگھ نے اس باغ میں داخل ہونے والے کے لئے قتل کا حکم دے رکھا ہے تو اس کے ذہن میں نہ جانے کیا سمائی کہ وہ اس باغ میں داخل ہو کر ایک درخت تلے جا کر لیٹ گیا آخر سکھوں نے اسے گرفتار کر لیا اور راجہ کے پاس لے جانے لگے تاکہ راجہ اس کے قتل کا حکم دے۔

جس وقت وہ سکھ اسے پکڑ کر راجہ رنجیت سنگھ کے پاس لے جا رہے تھے تو وہ راستے میں لگاتار وہ میراثی کہتا جا رہا تھا لگتا تو نہیں آگے رب جانے لگتا تو نہیں آگے رب جانے لگتا تو نہیں آگے رب جانے بس انہی الفاظ کی وہ گردان کرتا جا رہا تھا اور کسی سے اور کوئی بات نہیں کرتا تھا اسی حالت میں سکھوں نے اس میراثی کو پکڑ کر راجہ رنجیت سنگھ کے سامنے پیش کر دیا۔

رنجیت سنگھ کے سامنے جا کر بھی وہ میراثی یہ ہی گردان کرتا رہا لگتا تو نہیں آگے رب جانے' لگتا تو نہیں آگے رب جانے اس کی یہ گردان سن کر رنجیت سنگھ نے اسے مخاطب کیا اور پوچھا۔

کھل کر کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو اور تمہارے یہ کہنے سے کیا مطلب ہے کہ لگتا تو نہیں آگے رب جانے اس پر وہ میراثی بولا اور کہنے لگا۔

اے راجہ جب میں اپنی جوانی کی حدود کو پہنچا تو ایک نجومی نے میرا ہاتھ

دیکھا میرا ہاتھ دیکھنے کے بعد اس نے مجھے بتایا کہ تیری موت کسی انتہائی گھٹیا اور حرامی شخص کے ہاتھوں ہو گی اب میں دیکھتا ہوں کہ یہ سکھ مجھے قتل کرنے کے لئے پکڑ لائے ہیں۔ اب آپ مجھے لگتے تو نہیں آگے رب جانے اس پر راجہ رنجیت سنگھ غضبناک ہوا اور جو سکھ اس میراثی کو پکڑ کر لائے تھے انہیں مخاطب کر کے انتہائی غضب آلود لہجے میں اس نے کہا

اس میراثی کو لے کر یہاں سے دفع ہو جاؤ یہ مجھے آخری عمر میں حرامی اور کمینہ بنانا چاہتا ہے اور لوگوں سے کہہ دو جو باغ ہم نے بتایا ہے اس میں جو چاہے آئے جائے اس میں کوئی ممانعت نہیں اس طرح اس میراثی نے اپنی ذہانت سے رنجیت سنگھ کو اپنا فیصلہ واپس لینے پر مجبور کر دیا تھا۔ سلیم کا یہ لطیفہ سن کر سب بے حد خوش ہوئے اس کے بعد سلیم نے گلا صاف کیا اور دوسرا لطیفہ اس نے شروع کیا۔

میرے بھائیوں اور بہنوں دوسرا لطیفہ کچھ یوں ہے۔

ایک اسکول تھا جس میں چار جماعتیں تھیں اور ان چاروں جماعتوں کو ایک ہی مولوی صاحب پڑھاتے تھے۔ پرانے وقتوں کی بات ہے جب اسکول کہیں کہیں تھے اور ان کے اندر استاد بھی ایک ہی ہوا کرتا تھا ایک بار اس اسکول میں انسپیکشن کے لئے انسپکٹر صاحب آئے سارے سکول کو اکٹھا کرنے کے بعد اسکول کے اندر ہونے والی پڑھائی کا جائزہ لینے کے لئے انسپکٹر بچوں سے کچھ سوال کرنے لگے انہوں نے بچوں سے پہلا یہ سوال کیا کہ بچو! بتاؤ زمین کی شکل کیسی ہے سارے بچوں نے ہاتھ کھڑے کر دیے تاکہ ان سے پوچھا جائے آخر ایک بچے سے انسپکٹر نے پوچھا بتاؤ زمین کی شکل کیسی ہے؟

وہ بچہ جھٹ کہنے لگا جی زمین کی شکل چپٹی ہے انسپکٹر یہ جواب سن کر بڑا پریشان ہوا دوسرے سے پوچھا تیسرے سے اس طرح باری باری کئی لڑکوں سے پوچھا سب نے کہا کہ زمین کی شکل چپٹی ہے اس پر انسپکٹر نے سارے اسکول کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا یہ چپٹی زمین تمہیں کس نے پڑھائی اس پر بچے کہنے لگے ہمارے استاد صاحب نے اس پر انسپکٹر نے استاد کو طلب کیا اور پوچھا۔

کیا آپ نے ان بچوں کو پڑھایا ہے کہ زمین کی شکل چپٹی ہے استاد صاحب کہنے لگے کہ جی میں نے ہی انہیں پڑھایا ہے کہ زمین چپٹی ہے اس پر انسپکٹر نے حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا کیا زمین چپٹی ہے۔ اس پر استاد کہنے لگے۔

انسپکٹر صاحب زمین تو چپٹی نہیں گول ہے پر یاد رکھئے میری کل تیس روپے تنخواہ ہے اور تیس روپے میں میں چپٹی ہی زمین پڑھا سکتا ہوں گول نہیں پڑھا سکتا۔

سلیم کا یہ لطیفہ سن کر سب نے ہی زور دار قہقہہ لگایا سب کافی دیر تک ہنستے رہے جب خاموش ہوئے تو سلیم نے تیسرا لطیفہ شروع کیا۔

بھائیوں اور بہنوں تیسرا لطیفہ کچھ یوں ہے کہ ایک کمہار تھا اس نے اپنی ایک بیٹی زمیندار کے ہاں بیاہ رکھی تھی اور دوسری کی شادی ایک کمہار کے ہاں کی تھی بس دو ہی بیٹیاں تھیں اس کی۔ ان دونوں بیٹیوں کی شادی کے چند ہفتے بعد کمہار کی بیوی نے اپنے شوہر کو کہا بھلے مانس اتنے ہفتے ہو گئے بیٹیوں کو بیاہ کر گئے ہوئے ان کے پیچھے جا انکی خیر خیریت کی خبر ہی مجھے لا دے اس پر کمہار اپنی بیٹیوں کے پاس جانے کے لئے تیار ہو گیا پہلے وہ چھوٹی بیٹی کے پاس گیا جس کا خاوند کمہار تھا دو ایک روز اس کے پاس رہا جب جانے لگا تو اس کی بیٹی کہنے لگی ابا میں نے برتن کے لئے بھٹی بالکل تیار ہے بس بھٹی گرم ہونے کی دیر ہے برتن پک جائیں گے اور ہمیں ان سے بڑی آمدنی ہو گی۔ ابا تم دعا کرنا ان دنوں بارش نہ ہو ہماری بھٹی پک جائے اور ہماری آمدنی میں اضافہ ہو جائے کمہار کہنے لگا کہ بیٹی تمہارے لئے دعا کروں گا کہ بارش نہ ہو۔

چھوٹی بیٹی سے نکل کر کمہار بڑی بیٹی کے ہاں گیا اس کے ہاں بھی دو چار روز رہا جب وہاں سے رخصت ہونے لگا تو بڑی بیٹی نے کہا ابا دعا کرنا بارش ہو اس

طرح اس دفعہ ہماری فصل بہت اچھی ہے اور اگر بارش ہو جائے تو فصل مزید اچھی ہو جائے گی اور ہم مالا مال ہو جائیں گے کمہار نے مایوسانہ انداز میں اپنی بیٹی سے رخصت ہوتے وقت کہا اچھا بیٹی تیرے لئے بھی بارش ہونے کی دعا کروں گا۔

بڑی بیٹی کے ہاں سے رخصت ہونے کے بعد کمہار واپس گھر آیا تو اس کی بیوی نے پوچھا بھلے مانس دونوں بیٹیوں کا کیا حال ہے اس پر کمہار جھلا کر کہنے لگا سن بھلی مانس میں یہ نہیں جانتا کہ تیری بیٹیاں کیسی ہیں بس میں تو یہ جانتا ہوں کہ بارش ہو نہ ہو تیری دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا بیڑہ غرق ہو ہی ہو۔

یہ لطیفہ سن کر بھی سب نے کافی دیر تک بھرپور قہقہہ لگایا اس کے بعد سلیم مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ آفاق نے اپنے قریب بیٹھی ہوئی سدرہ کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ سدرہ تم اٹھو اور گھر جاؤ تمہارے نانا تمہاری خاطر بڑے پریشان ہو رہے ہوں گے۔ کیا تم گاڑی لائی ہو اس پر سدرہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی گاڑی تو میں لائی ہوئی ہوں اس پر آفاق کہنے لگا کہ اگر تم کہو تو میں چھوڑ آؤں سدرہ کہنے لگی نہیں آپ آرام کریں میں چلی جاؤں گی۔ ہاں آپ جب کراچی جائیں تو نانا ابو سے مل کر جائیں۔ اس پر آفاق کہنے لگا ہاں نانا ابو کو تسلی دینا کہ میں بالکل ٹھیک ہوں کوئی خاص ایکسیڈنٹ نہیں ہے اور جب میں کراچی گیا تو تم لوگوں سے مل کر جاؤں گا اس کے ساتھ ہی سدرہ سب سے ملی پھر وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔

برکت بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور سلیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا اٹھو سلیم ہم بھی اب چلیں آفاق کو آرام کرنے دو سلیم بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور برکت کے ساتھ وہ وہاں سے نکل گیا۔ وہاں اب صرف صدف عروج اور صوبیہ بیٹھی رہ گئی تھیں اس موقع پر آفاق بولا اور صدف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

صدف آپا یہ جو کراچی جانے کے لئے رقم مجھے کل ملے گی اس میں سے کچھ

...نے پاس رکھ لینا کچھ میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا وہ لوگ مجھے بائی ائیر آنے ...کا کرایہ دے رہے ہیں میں عوامی سے کراچی چلا جاؤں گا۔ واپسی پر بھی ...ے آجاؤں گا اس طرح دو اڑھائی ہزار روپیہ تو صرف ہمیں کرائے سے ہی ...ے گا باقی رقم سے بھی دیکھیں گے کہ مجھے کتنی ساتھ لے جانی ہے اور آپ ...نے پاس رکھ سکتی ہیں اس پر عروج بولی اور کہنے لگی۔

...نہو آفاق میرے بھائی نہ تمہیں عوامی پہ جانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی ...بچانے کی اتنی چنداں ضرورت ہے جس طرح ان لوگوں کا پروگرام ہے تم ...ی کراچی جاؤ بائی ائیر ہی جاؤ اور بائی ائیر ہی واپس آؤ۔ وہاں کام ختم کر کے ...ہونے والی بات کرنا۔ تمہاری بہنیں تمہارے لئے سخت فکرمند رہیں گی۔ ...پھر بولا اور کہنے لگا ڈاکٹر بہن آپ تو شہنشاہ ہیں آپ نے آنکھیں ہی ایسے ...میں کھولی ہیں جہاں پیسے کی کوئی قدر ویلیو نہیں ہے لیکن اس کی اہمیت آپ ...پوچھیں ہمیں ایک ایک پائی جوڑنی پڑے گی تب جا کے یہ جو دو بہنیں بیٹھی ...ان کا کچھ کرنا پڑے گا آپ کیا سمجھتی ہیں کہ یہ سدا میرے ساتھ کرائے کی ...مارت میں پڑی رہیں گی ان کا مجھے کچھ کرنا ہے ان کی شادیاں کرنا ہیں تاکہ یہ ...طور پر اپنے گھروں کو جا سکیں۔

...ق کی اس گفتگو سے عروج سنجیدہ ہو گئی اور کہنے لگی۔

...ق بھائی اس سلسلے میں آپ کو زیادہ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ...ں تو اس کام کے پیچھے لگی ہوئی ہوں ڈاکٹر ثروت کو بھی میں نے اس کام پر ...ا ہے عنقریب آپ دیکھیں گے کہ ساری ذمہ داریاں بڑے اچھے اور احسن ...ے انجام کو پہنچیں گی۔ اس پر آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

...عروج آپ ہیں تو بہت اچھی بہن لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آج کل آپ ...نا پر پرزے نکالنے لگی ہیں دیکھنا بہن میری باتوں کا برا نہیں ماننا لیکن ...ہو رہا ہوں وہی آپ سے کہہ رہا ہوں آج کل آپ اور صدف بہن

میرے خیال میں کچھ ضرورت سے زیادہ ہی ایک دوسرے کے قریب آچکی ہیں
میرے خیال میں آپ کی ہی وجہ سے صدف باجی اب گھر میں ہٹلر بنی جا رہی ہیں
وجہ کیا ہے اس کی مجھے خبر نہیں یہ تو آپ دونوں بہنیں ہی جانتی ہوں گی
عروج نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا نہیں آفاق بھائی ایسی کوئی بات نہیں ہے
یہ طے شدہ بات ہے کہ آپ بائی ایر جائیں گے بائی ایر ہی واپس آئیں گے
وہاں اپنا کام ختم کر کے وقت ضائع کئے بغیر واپس لوٹ آئیں گے۔ یہاں تک کہتے
کہتے عروج خاموش ہو گئی اس لئے کہ دروازے پر سندس نمودار ہوئی تھی۔ پھر
اس کی آواز کمرے میں گونجی۔

صدف اور عروج بہن آپ دونوں دو منٹ کے لئے میری بات تو سنیں
صدف اور عروج دونوں اٹھ کر کمرے سے باہر آئیں سندس انہیں لے کر اپنے
کمروں کی طرف چل دی تینوں وہاں بیٹھ گئیں پھر سندس بولی اور کہنے لگی سب
سے پہلے میں آپ دونوں کو مبارک باد دیتی ہوں کہ آپ دونوں سگی بہنیں ہیں اس
پر عروج نے چونک کر سندس کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگی۔

یہ انکشاف کس نے تم پر کیا سندس مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

مجھے برکت بھائی نے سب کچھ بتا دیا ہے یہ آپ فکرمند نہ ہوں یہ راز اگر
راز ہی رہے گا اور جب تک آپ کہیں گی میں اس کا ذکر آفاق صوبیہ یا کسی اور
سے نہیں کروں گی۔ دوسری بات میں یہ آپ سے کہنا چاہتی ہوں کہ اگر کراچی
میں آفاق کی رہائش کا میں انتظام کروں تو آپ کو کوئی اعتراض ہو گا اس پر صدف
بولی اور کہنے لگی۔

دیکھو سندس اگر کراچی میں آفاق کی رہائش کا تم بندوبست کرو تو اس سے
بڑھ کر ہمارے لئے کیا چیز باعث سکون ہو سکتی ہے میں تو اس کے کراچی جانے
سے ہی فکرمند ہوں اور پھر یہ سوچتی ہوں کہ کراچی جا کر ہوٹلوں میں دھکے کھاتا
رہے گا نہ جانے کیسا کھانا ملے گا وہاں طبیعت خراب ہو گئی تو کون اسے سنبھالے

گا ہو گا۔ سندس کہنے لگی دیکھو باجی کراچی میں محمد علی سوسائٹی میں ہمارے قریبی
عزیز ہیں میں انہیں آج ہی ٹیلیفون کر دوں گی کہ وہ آفاق کی رہائش کے لئے کم از
کم دو کمرے مخصوص کر دیں۔ محمد علی سوسائٹی میں ان کی بہترین عالیشان اور بہت
بڑی کوٹھی ہے آفاق کے کراچی جانے سے دو دن قبل میں وہاں پہنچ جاؤں گی اور
خود بھی اس کی رہائش گاہ تک پہنچانے کا انتظام بھی کروں گی۔ یہاں تک کہنے کے
بعد سندس جب خاموش ہوئی تو اس بار عروج بولی اور کہنے لگی۔

سندس میری بہن اگر تم ایسا انتظام کر دو تو یہ تمہارا ہم تینوں بہنوں پر بہت
بڑا احسان ہو گا۔ لیکن اصل معاملہ تو یہ ہے کہ آفاق کیسے اور کیونکر وہاں تمہارے
ساتھ رہے گا۔ اگر تم اسے ایئرپورٹ پر ریسیو کرنے جاؤ گی تو وہ تمہارے ساتھ
جانے سے ہی انکار کر دے گا۔ اور جس رہائش میں تم اسے رکھنا چاہو گی وہاں
جانے کا تو پھر سوال ہی نہیں اٹھے گا۔ اس پر سندس بولی اور کہنے لگی۔

عروج بہن آپ کوئی فکر نہ کریں میں دو دن پہلے یہاں سے چلی جاؤں گی۔
ایک برقعے کا انتظام کروں گی وہاں جو ہمارے عزیز ہیں ان کی ایک بیٹی بھی ہے وہ
میری کزن بھی ہے اسے میں اپنی رازدار بناؤں گی۔ اور اسے ساتھ لے کر میں
آفاق کو ایئرپورٹ سے ریسیو کر لوں گی برقعے میں آفاق مجھے پہچانے گا ہی نہیں
آفاق کو آپ پہلے بتا دیجئے گا کہ آپ کے کوئی جاننے والے وہاں محمد علی سوسائٹی
میں رہتے ہیں لہٰذا ان کے ہاں آپ کی رہائش کا بندوبست کیا جا رہا ہے اور یہ کہ
وہ ایئرپورٹ سے بھی اسے ریسیو کر لیں گے آفاق جتنے دن وہاں قیام کریں گے میں
ان کے سامنے نہیں آؤں گی نہ ہی انہیں یہ پتا لگنے دوں گی کہ میں ان کے پیچھے
کراچی آئی ہوئی ہوں صرف میں ان کی دیکھ بھال ان کی نگہداشت ان کی نگرانی
رکھوں گی اور یہ سارے کام میں برقع پہن کر کروں گی۔ مجھے پہچان تک نہیں
پائیں گے

اس بار صدف بولی اور کہنے لگی۔

سنو سندس تمہارا یہ پروگرام تو بہترین ہے لیکن کہیں اپنا راز فاش نہ کرنا اگر آفاق کو خبر ہو گئی کہ تم چھپ چھپ کر یہ سارے انتظام کر رہی ہو تو وہ انتہائی بن جائے گا اور ہرگز وہاں رہنا پسند نہیں کرے گا جہاں تم نے اس کے لئے انتظام کر رکھا ہو گا اس پر سندس بولی اور کہنے لگی آپ عدی بالکل مطمئن رہیں آپ کو اور آفاق کو میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں ہونے دوں گی۔ اس پر صدف بولی اور حیرت سے سندس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی یہ عدی کیا چیز ہوتی ہے اس پر سندس مسکراتے ہوئے کہنے لگی صدف بہن عدی سندھی زبان میں بہن کو کہتے ہیں بڑا پیارا اور پرکشش لفظ ہے میں کراچی اکثر جاتی رہتی ہوں اور اپنے جو عزیز محمد علی سوسائٹی میں رہتے ہیں ان کے پاس قیام کرتی رہتی ہوں ان کے ہمسائے میں کچھ سندھی خاندان ہیں انکا ہماری کزن کے ساتھ خوب اٹھنا بیٹھنا ہے ان سے یہ سندھی الفاظ سننے کا موقع ملتا رہا ہے اس پر صدف بولی اور کہنے لگی ہاں لفظ عدی ہے تو بڑا خوبصورت زبان پر بھی بڑی آسانی سے چڑھتا ہے سندس پھر بولی اور پوچھنے لگی۔

پھر جو میں نے آپ سے تجویز پیش کی ہے اس کے متعلق آپ کی فائنل رائے کیا ہے عروج بولی اور کہنے لگی۔

فائنل رائے یہ ہی ہے کہ تم آفاق کے جانے سے چند دن پہلے کراچی چلی جانا وہاں اس کی رہائش کا انتظام کرنا اس کو ائیرپورٹ سے ریسیو بھی کرنا اور اپنے ساتھ ہی وہاں رکھنا اور پھر ٹیلیفون پر ہمیں آفاق کی خیریت سے بھی آگاہ کرتی رہنا اس پر سندس جتنے تمہارے اخراجات ہوں گے وہ میں ادا کروں گی اس پر سندس نے گھور کر عروج کی طرف دیکھا اور کہنے لگی

عدی آپ یہ کیسی اجنبیت کی باتیں کرتی ہیں میں کچھ ایسی گئی گزری تو نہیں ہوں کہ یہ اخراجات خود برداشت نہ کر سکوں۔ آفاق اس کی بہتری اور دیکھ بھال کے لئے تو قسم مجھے پیدا کرنے والے کی میں اپنی ذات بھی نچھاور کر سکتی ہوں۔ پیسہ پائی اس کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتی ہے اس پر عروج کھڑی ہو گئی اٹھ کر اس نے سندس کی پیشانی چومی اور کہنے لگی سندس میں تیری محبت تیری عظمت کو سلام کرتی ہوں اب تو یہیں بیٹھ میں اس سلسلے میں جا کے آفاق سے بات کرتی ہوں پھر دیکھتے ہیں وہ کیا کہتا ہے اس کے ساتھ ہی صدف اور عروج دونوں بہنیں اٹھ کر باہر آئیں انہوں نے دیکھا سامنے کی طرف سے ڈاکٹر ثروت بھی ادھر ہی آ رہی تھی ہاتھ کے اشارے سے ثروت نے دونوں بہنوں کو اپنی طرف بلایا اور خود ڈاکٹر ثروت ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئی جب صدف اور عروج بھی ڈرائنگ روم میں آئیں اور ثروت کے سامنے بیٹھ گئیں تب ثروت دونوں بہنوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی ایک تو میں آفاق کے ایکسیڈنٹ کا بتایا تھا بھائی کا پتہ کرنے آئی ہوں دوسرے تم دونوں بہنوں سے مجھے ایک انتہائی اہم موضوع پر بات بھی کرنا تھی۔ اچھا ہوا تم دونوں باہر مجھے گیلری میں مل گئی ہو۔ مجھے آفاق یا صوبیہ کے پاس سے تم دونوں کو علیحدگی میں نہیں لانا پڑا۔ اب جبکہ تم دونوں کو یہ خبر ہو چکی ہے کہ تم دونوں سگی بہنیں ہو۔ تو میں تمہارے سامنے کوئی راز نہیں رکھنا چاہتی۔ سنو۔ میں تم دونوں بہنوں سے یہ کہتی ہوں کہ ہمارے ہسپتال کے استقبالیہ میں جو شعیب نام کا لڑکا کام کرتا ہے وہ صوبیہ کو پسند کرتا ہے۔ میں اس سے بات کر چکی ہوں۔ میں نے اسے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم صوبیہ کو پسند کرتے ہو تو ہر پہلو پر غور کر لینا۔ اس لئے کہ وہ معذور ہے۔ بیساکھیوں کے سہارے چلتی ہے بعد میں تم یا تمہارے ماں باپ کوئی اعتراض کھڑا نہ کریں۔ لہٰذا سب کچھ سوچنے کے بعد مجھے بتاؤ تاکہ میں اس کی بہن سے بات کروں۔ اس کا کہنا ہے کہ صوبیہ جو کچھ بھی ہے مجھے منظور ہے۔ اور اس کا اپاہج ہونا کوئی بری بات نہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ صوبیہ حسین ہے پڑھی لکھی ہے پھر میں کیوں اعتراض کروں گا۔ ویسے اس کا کہنا بھی ٹھیک ہے۔ صوبیہ جب عروج اور صدف کی بہن ہے تو اس کی خوبصورتی کیوں پسند نہ کیا جائے گا۔ میں نے شعیب سے کہدیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو

بھیجے اور وہ یہاں آکر صوبیہ کے رشتے کے سلسلے میں اس کے ماموں اور بھائی سے بات کریں۔ اور معاملہ فائنل کریں۔ وہ اس بات پر آمادہ ہے اور میرے خیال میں چند روز تک صوبیہ کے رشتے کے لئے ماں باپ کو یہاں بھیجے گا۔ یہ تو پہلی خبر ہے۔

ثروت کی اس گفتگو سے عروج بے حد خوش ہوئی پھر وہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگی اس کے علاوہ بھی کوئی خبر ہے۔

جواب میں ثروت نے بھی مسکراتے ہوئے کہا

ہاں عروج میری بہن دوسری خبر اس سے بھی بڑی ہے۔ اور وہ یہ کبھی آفاق کی گفتگو سے اور کبھی صدف کی گفتگو کے دوران مجھے یہ اشارہ ملا تھا کہ صدف کے دفتر میں جنید نام کا جو اکاؤنٹنٹ ہے وہ صدف کو پسند کرتا ہے۔ ثروت کے اس انکشاف پر صدف بے چاری کی گردن جھک گئی تھی اور وہ بری طرح شرما کر رہ گئی تھی۔ اس موقع پر عروج بڑے غور سے اپنی بڑی بہن کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ثروت نے بھی ایک بار گہری نگاہ اپنے سامنے بیٹھی صدف پر ڈالی پھر وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

ہاں تو میں کہہ رہی تھی وہ جنید صدف کو پسند کرتا ہے۔ اس سلسلے میں آج میں نے آپ کے بھائی ریحان کو صدف کے دفتر بھیجا تھا وہ تھوڑی دیر ہوئی تفصیل کے ساتھ جنید کے ساتھ بات کر کے آئے ہیں۔ جنید نے خود تسلیم کیا ہے کہ وہ صدف کو پسند کرتا ہے۔ میرے خیال میں اللہ جھوٹ نہ بلوائے صدف بھی جنید کو پسند کرتی ہے۔ لہٰذا تمہارے ریحان بھائی اس جنید سے بھی کہہ آئے ہیں کہ وہ اپنے کسی عزیز و اقارب کو رشتے کے لئے بھیجے۔ جنید کے ماں باپ فوت ہو چکے ہیں میرے خیال میں وہ اپنی بڑی بہن کو صدف کے رشتے کے لئے یہاں بھیجے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ثروت جب خاموش ہوئی تو عروج ایسی خوش ہوئی کہ

اس نے اٹھ کر پہلے ثروت کو اپنے ساتھ لپٹایا پھر پیشانی چومتے ہوئے کہا ثروت تم نے کمال کر دیا۔ خدا کی قسم میں اپنی دونوں بہنوں سے متعلق بڑی فکرمند تھی اس پر ثروت بڑی عاجزی سے کہنے لگی سنو عروج بچپن سے لے کر جوانی تک تم لوگوں کے گھر رہی تمہارے باپ کا نمک کھایا اس نمک کو میں نے حلال بھی تو کرنا ہے۔ اس پر عروج کہنے لگی اگر یہ دونوں معاملے طے ہو جائیں تو میں سمجھوں گی کہ ہمارا بہت بڑا بوجھ ہلکا ہو گیا ہے۔ پھر عروج صدف کی طرف متوجہ ہوئی تھوڑی دیر اپنی بہن کو بڑے غور سے دیکھتی رہی۔ پھر بری طرح وہ صدف سے لپٹ گئی اور بڑے پیارے انداز میں اس کے کان میں کہنے لگی۔

عدی! آپ کو شرمانے کی کیا ضرورت ہے ہر لڑکی کی ایک نہ ایک روز شادی تو ضرور ہونی ہے۔ آپ کے شرمانے کا انداز اس بات کی تصدیق ہے کہ آپ جنید کو پسند کرتی ہیں لہٰذا عدی! آپ کی شادی جنید ہی کے ساتھ ہو گی۔

عروج کی اس گفتگو سے صدف نے گھور کر عروج کی طرف دیکھا منہ سے تو بچاری وہ کچھ نہ بولی بس گھور کر ہی رہ گئی تھی۔ اس پر عروج پھر بولی اور کہنے لگی کوئی بات نہیں۔ میں آپ کی چھوٹی بہن ہوں اور چھوٹی بہن بڑی بہن سے ایسی گفتگو کرنے کا حق رکھتی ہے۔ اس پر صدف کے سرخ ہونٹوں پر ہلکی ہلکی خشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ شاید وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی ڈاکٹر ثروت پھر بولی اور کہنے لگی

صدف بہن آپ پریشان نہ ہوں اب عروج کا بھی نمبر آرہا ہے۔ آپ عروج کی بڑی بہن ہیں لہٰذا اس کے رشتے کی بات آپ سے کرنا اور اس کا رشتہ طے کرنا آپ کا حق بنتا ہے۔ ثروت کی اس گفتگو سے عروج بے چاری پیلی ہو کر رہ گئی تھی تاہم اس کی آنکھوں میں ایک چمک آگئی تھی۔ ثروت پھر بولی اور کہنے لگی صدف بہن آپ عروج کی بڑی بہن ہیں اور بڑی بہن ماں کی جگہ ہوتی ہے۔ لہٰذا عروج کا رشتہ فائنل کرنا اب آپ کا کام ہے۔ میں آپ کو یہ اشارہ دیتی ہوں

کہ ہمارے اسپتال میں ایک نئے یوریالوجسٹ آئے ہیں ان کا نام تنویر ہے۔ وہ
گذشتہ تین ماہ سے ہمارے اسپتال میں کام کر رہے ہیں۔ ان کے اٹھنے بیٹھنے بات
چیت سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ وہ عروج کو پسند کرتے ہیں۔ جہاں تک
عروج کا تعلق ہے اس کی بھی حرکت اور ان سے گفتگو یہ ثابت کر چکی ہے کہ
عروج بھی ان میں دلچسپی لیتی ہے۔ اب اپنی چھوٹی بہن کا رشتہ طے کرنا صدف باجی
یہ آپ ہی کا کام ہے۔ اس موقعہ پر صدف نے عروج کی طرف دیکھا۔ عروج
بیچاری کی گردن جھکی ہوئی تھی وہ بری طرح شرما رہی تھی۔ اور گاہے گاہے چور
نگاہوں سے اپنی بڑی بہن کی طرف دیکھ بھی لیتی تھی۔۔ اس موقعہ پر صدف بولی
اور کہنے لگی

ڈاکٹر ثروت جس طرح میرے اور منی کے معاملے کو آپ نے درست کیا
ہے عروج کے سلسلے میں بھی بات آپ ہی کریں گی۔ یا اگر آپ نہیں کرنا چاہتیں تو
ریحان بھائی سے کہیں وہ اس سلسلے میں ڈاکٹر تنویر سے بات کریں اور اگر وہ عروج
سے شادی پر رضامندی کا اظہار کریں تو ہم عروج کی شادی ان سے ضرور کر دیں
گے اس سلسلے میں اب میں ایک اور قدم اٹھانے والی ہوں اور وہ یہ کہ میں ماموں
پر بھی یہ انکشاف کرنے والی ہوں کہ عروج ہماری سگی بہن ہے۔ مجھے امید ہے کہ
اس انکشاف پر وہ خفا نہیں ہوں گے بلکہ یہ انکشاف یہ خبر ان کی خوشی کا باعث
بن جائے گی۔

اس پر ثروت بولی اور کہنے لگی

اگر ایسی بات ہے تو صدف باجی آپ بالکل بے فکر رہیں۔ میں آپ کے
بھائی ریحان سے بات کروں گی وہ اس سلسلے میں ڈاکٹر تنویر سے گفتگو کریں گے اور
عروج کا معاملہ بھی طے کر لیا جائے گا لیکن پہلے یہ سوچ لیجئے کہ عروج کی منگنی ان
کی سوتیلی ماں ثمینہ خاتون کے سگے بھتیجے فرخ کے ساتھ ہو چکی ہے۔ وہ دونوں
پھوپھی بھتیجہ اس وقت لندن میں ہیں اور کسی وقت بھی آ سکتے ہیں اگر ان دونوں
کو خبر ہوئی کہ عروج کا رشتہ کہیں اور طے ہو رہا ہے تو میرے خیال میں وہ دونوں
پھر تم لوگوں کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیں گے۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ صدف نے کچھ سوچا پھر وہ عروج کی طرف
دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

میری بہن تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔ کیا تم فرخ کو پسند کرتی ہو۔
عروج بیچاری بڑے عجیب انداز میں ایک بار اپنی بڑی بہن کی طرف دیکھا۔ وہ منہ
سے تو کچھ نہ بولی تاہم اس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔ اس پر صدف فوراً بولی اور
کہنے لگی جب عروج فرخ کو پسند نہیں کرتی تو پھر وہ دونوں پھوپھی بھتیجہ ہمارے
خلاف طوفان کیوں کھڑا کریں گے۔ عروج میری بہن اس سلسلے میں ابا کا کیا رد عمل
ہو گا۔ اس پر عروج کو بولنا پڑا۔ لہٰذا وہ کہنے لگی۔

ابا خود فرخ کے ساتھ میرے رشتے کو ناپسند کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ آوارہ
اور بد چلن ہے۔ بس ماں نے اپنی مرضی سے ہی میرا رشتہ فرخ کے ساتھ طے کر
رکھا تھا۔ اس وقت مجھے حالات کی حقیقت کا علم نہیں تھا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ
میرے بہن بھائی بھی ہیں اس وقت تک مجھے یہی احساس تھا کہ اس دنیا میں میں
اکیلی ہوں بس ماں باپ ہیں میرا بہن بھائی کوئی نہیں ہے۔ لیکن اب میں اپنے
بھائیوں اپنی بہنوں کے پاس ہوں اور پاپا بھی پوری طرح ہمارے ساتھ ہیں اس
لئے یہ فرخ اور ثمینہ خاتون مل کر بھی ہمارا کیا بگاڑ لیں گے۔

صدف اس موقعے پر پھر بولی اور کہنے لگی

عروج ٹھیک کہتی ہے ڈاکٹر ثروت۔ آپ ریحان بھائی سے کہیں کہ وہ اس
سلسلے میں ڈاکٹر تنویر سے بات کر کے اس رشتے کو طے کریں۔ میں ماموں سے بھی
بات کر لوں گی۔ ہماری طرف سے ہاں ہے۔ اور اگر ڈاکٹر تنویر بھی اسے تسلیم کر
لیں تو ہم عروج کی شادی فوراً کر دیں گے۔ اس پر عروج بولی اور کہنے لگی

ڈاکٹر ثروت پہلے میری دونوں بہنوں کی شادی ہو گی اور یہ سارے انتظام میں

خود اپنے بھائی آفاق کے ساتھ مل کر کروں گی اس کے بعد مجھے اپنے بھائی آفاق کا بھی کچھ کرنا ہو گا اس سلسلے میں میں نے برکت بھائی سے کہہ رکھا ہے، ضرور کوئی قدم اٹھائیں گے۔ میں چھوٹی ہوں بعد میں شادی کروں گی۔ جواب پر ثروت اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور کہنے لگی یہ معاملہ بعد میں طے کریں گے اور ہاں اس سلسلے میں تم لوگوں کو اپنے بھائیوں کو بھی اعتماد میں لینا ہو گا۔ اٹھو میں آفاق کی تو ایکسیڈنٹ پرسی کروں۔ وہ کہے گا کہ ثروت اچھی بہن ہے میرا ایکسیڈنٹ ہوا اور اس نے مجھے پوچھا ہی نہیں۔ ثروت اور عروج بھی کھڑی ہو گئیں پھر آفاق کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

آفاق کے قریب ثروت کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھنے لگی آفاق بھائی آپ کیسے ہیں۔ آفاق کہنے لگا ثروت بہن بالکل ٹھیک ہوں عروج بہن اور برکت بھائی نے میرے معمولی سے ایکسیڈنٹ کی کچھ زیادہ ہی تشہیر کر دی ہے۔ ثروت کہنے لگی ابھی تو میں نے آپ کے بھائی ریحان کو بتایا نہیں ہے۔ انہیں خبر ہوتی وہ بھی بھاگے بھاگے یہاں پہونچ جاتے۔ اس پر آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ ثروت بہن انہیں بتانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ معمولی سا زخم ہے مرہم پٹی ہو گئی ہے دو چار روز میں ٹھیک ہو جائے گا۔ آفاق کی اس گفتگو کے بعد تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ثروت بولی اور آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

آفاق بھائی میں اور ڈاکٹر عروج نے مل کے ایک فیصلہ کیا ہے گو اس سلسلے میں ہمیں آپ سے پہلے مشورہ کرنا چاہئے تھا۔ لیکن بہرحال جو کچھ ہم نے کیا ہے اس میں آپ لوگوں کی بہتری ہے اور مجھے امید ہے کہ جو کچھ ہم نے کیا ہے آپ اس سے اتفاق کریں گے۔ اس پر آفاق جو گاؤ تکیئے کی ٹیک لگائے بیٹھا تھا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور تیز نگاہوں سے ثروت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ثروت بہن میں سمجھا نہیں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔ کھل کر کہیں آپ نے کیا کہنا ہے۔ ثروت پھر بولی اور کہنے لگی۔

آفاق بھائی دراصل بات یہ ہے یہاں تک کہنے کے بعد ثروت کو رک جانا پڑا اس لئے کہ صدف اور عروج دونوں ہی وہاں سے اٹھ کر چلی گئیں تھیں۔ ان کے جانے کے بعد ثروت پھر بولی اور سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

آفاق بھائی بات یوں ہے کہ ہم نے صدف اور صوبیہ کے رشتے کی بات چلائی ہے۔ ثروت کو ایک بار پھر رکنا پڑا۔ اس لئے کہ قریب بیٹھی ہوئی صوبیہ نے بھی اپنی بیساکھیاں سنبھالیں اور بڑی تیزی سے حرکت میں آتے ہوئے وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔ اس کے بعد ثروت ایک بار پھر بولی اور کہنے لگی۔

ہاں آفاق بھائی میں کہہ رہی تھی کہ میں نے ڈاکٹر عروج کے ساتھ مل کر صدف اور صوبیہ کے رشتوں کی بات آگے بڑھائی ہے۔ ثروت کی اس بات سے آفاق کی آنکھوں میں ایک چمک پیدا ہوئی اور وہ کہنے لگا ڈاکٹر ثروت آپ کی بڑی مہربانی۔ جہاں تک ڈاکٹر عروج کا تعلق ہے وہ پہلے ہی ہم پر بڑی مہربان ہیں پہلے مجھے یہ بتایئے کہ آپ دونوں نے مل کر رشتوں کی بات کہاں چلائی ہے۔ اور یہ صدف اور صوبیہ کا اٹھ کر جانا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن عروج اٹھ کر کیوں چلی گئی۔ ثروت کہنے لگی

پہلے میری پوری بات سن لیں پھر آپ خود ہی سمجھ جائیں گے کہ صدف اور صوبیہ کے ساتھ عروج اٹھ کر کیوں چلی گئی ہے۔ بات یوں ہے کہ شاید یہ بات آپ کے بھی علم میں ہو گی کہ صدف اور ان کے دفتر میں جنید نام کا جو اکاؤنٹنٹ ہے وہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں میں نے آپ کے بھائی ریحان کو بھیجا تھا انہوں نے آج جنید سے بات کی ہے۔ جنید نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کر دیا ہے۔ اور وہ صدف سے شادی پر آمادہ ہے۔ ریحان نے اسے کہہ دیا ہے کہ وہ اپنے کسی بڑے کو رشتے کی بات طے کرنے کے لئے ماموں کے پاس بھیجے۔ جنید کے ماں باپ نہیں ہیں وہ اپنی بڑی بہن کو رشتے کے لئے بھیجے گا۔ جہاں تک

صوبیہ کا تعلق ہے تو اس کے رشتے کی بات ہم نے شعیب نام کا ایک لڑکا ہے
ہسپتال میں ریسپشن میں کام کرتا ہے۔ اس سے چلائی ہے وہ اس رشتے
ہے وہ صوبیہ کو پسند بھی کرتا ہے کیونکہ دونوں ایک کاؤنٹر پر کام کرتے ہیں
اسے بھی کہہ دیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو رشتے کے لئے بھیجے۔

ثروت جب تھوڑی دیر کے لئے رکی تو آفاق کہنے لگا

ڈاکٹر ثروت میرے پاس الفاظ نہیں جو میں استعمال کر کے آپ کا اور
عروج کا شکریہ ادا کروں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگوں پر آپ کی یہ انتہا درجہ
مہربانی ہے۔ کہ آپ نے میری دونوں بہنوں کے رشتوں کی بات آگے بڑھائی
ورنہ آپ جانتی ہیں کہ ہمارے سر پر ماموں کا سایہ ہے جو ان کاموں کے
بھاگ دوڑ نہیں کر سکتے۔ پھر بڑے بھائی ہیں ان کی طبیعت تو پہلے سے کافی بہتر
اور چلنے پھرنے لگے ہیں پھر بھی وہ ایسے کاموں کا کوئی تجربہ نہیں رکھتے اور میں
رہا اناڑی آپ کے سامنے موجود ہوں۔ آپ دونوں نے مل کر جو ہمارے لئے
کیا ہے اس کے لئے یقیناً میں ساری عمر آپ دونوں کا احسان مند رہوں گا۔

ثروت پھر بولی اور کہنے لگی

یہ معاملہ تو صدف اور صوبیہ کا ہے اب عروج کے متعلق سنو وہ یہاں
اٹھ کر کیوں چلی گئی ہے۔ جہاں تک عروج کا تعلق ہے وہ صدف اور صوبیہ کو
سگی بہن اور آپ کو اپنا سگا بھائی سمجھتی ہے۔ آفاق کہنے لگا اس میں کوئی شک
نہیں۔ ڈاکٹر ثروت ہم بھی تو عروج کو اپنی سگی بہنوں ہی کی طرح سمجھتے ہیں
ثروت کہنے لگی ہاں عروج کے رشتے کی بھی بات چلی ہے۔ اس کے رشتے کو نا
کرنا اور اس کی شادی کا انتظام کرنا اب ہم لوگوں ہی کا کام ہے۔ آفاق چا
تانتے ہوئے کہنے لگا ضرور ہم یہ کام کریں گے ثروت بہن آپ یہ تو بتائیے
عروج کا رشتہ آپ لوگ کہاں طے کر رہے ہیں۔

ثروت سوچتے ہوئے کہنے لگی

آفاق بھائی ہمارے اسپتال میں ایک نئے یوریالوجسٹ آئے ہیں ان کا نام
ہے انہیں اسپتال میں کام کرتے ہوئے تین چار ماہ ہوئے ہیں ان تین چار ماہ
دوران میں نے اور میرے شوہر نے اندازہ لگایا ہے کہ یہ تنویر عروج کو پسند
ہے۔ آج میں نے عروج کا بھی عندیہ لیا ہے اور اس کی حرکات سے پتہ چلتا
ہے وہ بھی تنویر کو دل سے پسند کرتی ہے۔ لہٰذا ہم اب تنویر اور عروج کا رشتہ
طے کر رہے ہیں۔

آفاق کچھ سوچ کر کہنے لگا۔

یہ تو بہت ہی اچھا کام ہوا۔ ڈاکٹر بہن اب مجھے بہنوں کی شادی کے لئے
بھاگ دوڑ کرنی پڑے گی۔ ثروت کہنے لگی اس کے لئے آپ کو کچھ بھی نہیں
کرنا پڑے گا ۔ نہ تگ و دو نہ کوئی زیادہ محنت اور مشقت۔ اس لئے کہ صدف
اور صوبیہ کی شادیوں پر جس قدر بھی خرچ اٹھے گا وہ ڈاکٹر عروج برداشت کرے
گی۔ آفاق چونک سا پڑا اور پوچھنے لگا یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ڈاکٹر بہن۔ عروج یہ
بات کیوں برداشت کرے گی۔ ثروت تیز نگاہوں سے آفاق کی طرف دیکھتے
ہوئے کہنے لگی۔ وہ اس لئے برداشت کرے گی کہ وہ آپ کو اپنا بھائی اور صدف
اور صوبیہ کو اپنی بہنیں سمجھتی ہے۔ لہٰذا وہ تم لوگوں پر احسان نہیں کرے گی بلکہ
بہنوں اور اپنے بھائی کے لئے سب کچھ کرے گی۔ بلکہ آپ کی شادی پر بھی
جو اخراجات اٹھیں گے وہ بھی سارے ڈاکٹر عروج ہی برداشت کرے گی۔ اس پر
آفاق بحث کرنے لگا۔

نہیں ڈاکٹر ایسا نہیں ہو گا۔ ثروت بھی ضد پر اتر آئی آفاق بھائی ایسا ہو گا
اور ہو کر رہے گا۔ آپ اس معاملے میں ضد یا ہٹ دھرمی کا مظاہرہ نہ کیجئے گا۔
اس سلسلے میں میں قطعی طور پر عروج کے ساتھ ہوں اور آپ کو ہماری بات ماننا
ہو گی۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ کی دونوں بہنوں کی شادی دھوم دھام سے
ہو۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ دونوں بہنیں اچھے گھروں میں جائیں اور وہاں پر سکون

زندگی بسر کریں۔

جواب میں آفاق رقت آمیز آواز میں کہہ رہا تھا۔

ثروت بہن ہر بھائی اپنی بہن کی خوشی اور اس کی خوشحالی چاہتا ہے۔ پر
کچھ ڈاکٹر عروج ہمارے لئے کر رہی ہیں تو اس طرح تو ہم اتنے بوجھ تلے
جائیں گے کہ پوری زندگی اس بوجھ سے ہمیں اٹھنا نصیب نہیں ہو گا۔
ثروت کہنے لگی کوئی بوجھ نہیں ہے آفاق بھائی۔ جب ڈاکٹر عروج نے آپ
اور آپ کی بہنوں کو اپنی بہنیں بنا لیا ہے تو وہ کوئی تم لوگوں کو قرضہ نہیں
رہی تم پر احسان نہیں کر رہی۔ وہ کہتی ہے کہ میں ایسا کر کے اپنا فرض ادا
گی۔ اب اس موضوع پر بات بالکل نہیں ہو گی۔ آفاق بھائی نہ ہی آپ
اعتراض کھڑا کریں گے بلکہ جو کچھ عروج کرنا چاہتی ہے وہ آپ کرنے دیں
آفاق تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ثروت نے
دے کر صدف عروج اور صوبیہ کو بلایا۔ وہ تینوں بہنیں ساتھ والے کمرے
اٹھ کر پھر آفاق کے پاس آکر بیٹھ گئیں تھیں۔ اس موقعہ پر ثروت پھر بولی
کہنے لگی میری بہنوں تم تینوں کی شادی کے سلسلے میں میں نے آفاق بھائی
بات کی ہے اور ان رشتوں سے متعلق آفاق کو کوئی اعتراض نہیں۔ لہٰذا
ہم فائینل کریں گے۔ صوبیہ کو بھی اس سلسلے میں بتا دیا جائے گا۔

عروج فوراً بولی اور کہنے لگی۔ میں نے صوبیہ کو بتا دیا ہے اور اس
صوبیہ کی پسند شامل ہے۔ اس پر ثروت مسکراتے ہوئے کہنے لگی چلو یہ
فائینل ہوا۔ ثروت کے خاموش ہونے پر آفاق بولا اور عروج کو مخاطب کر کے
لگا۔

عروج بہن جو کچھ آپ میری بہنوں کے لئے کر رہی ہیں اس کے لئے
میرے پاس الفاظ ہوتے اور میں اس کے لئے آپ کا شکریہ ادا کر سکتا۔ ایسا
نہیں بھی نہیں کرتیں جیسا کہ آپ ہمارے ساتھ کر رہی ہیں۔ اس پر

اور کہنے لگی۔

بھائی تو میں آپ کی کوئی سوتیلی بہن تو نہیں ہوں سگی بہن ہوں اور
کا ہی حق ادا کروں گی۔ یہ الفاظ کہہ کر عروج نے اپنی طرف سے آفاق
میں ایک بال ڈالنے کی کوشش کی تھی لیکن آفاق اسے سمجھا نہیں تھا کہنے
ڈاکٹر عروج آپ ہمارے لئے تو سگی بہنوں جیسی ہیں۔ عروج پھر بولی اور
آفاق بھائی۔ صدف اور منی کے ساتھ آپ کی بھی شادی ہو جائے
آفاق بولا اور کہنے لگا۔

نہیں ڈاکٹر عروج پہلے میری دونوں بہنوں کی شادی ہو گی اس کے بعد ابھی
بھائی ہے۔ اس کی شادی کا ہمیں اہتمام کرنا ہو گا۔ ان کے بعد جا کر کہیں
جائے گا۔ اس پر عروج بولی اور جھٹ کہنے لگی میرا ارادہ ہے کہ سارے
ساتھ ہی ہو جائیں گے۔ اگر ایک ساتھ نہ ہوئے تو چند دن کا وقفہ دیکر
پیچھے ہو جائیں گے۔ آپ آفاق بھائی فکر نہ کرنا۔ سب معاملات سیدھے ہو
گے۔ ہاں میں آپ سے یہ کہنے والی تھی کہ ہم نے کراچی میں آپ کی
بندوبست کر دیا ہے۔ اس پر آفاق نے چونک کر عروج کی طرف دیکھا اور

عروج بہن آپ نے کہاں میری رہائش کا بندوبست کیا ہے۔ اس پر عروج بولی
لگی

آفاق بھائی کراچی میں محمد علی سوسائیٹی میں ہمارے کچھ جاننے والے
ان سے ٹیلیفون پر بات ہو گئی ہے وہ آپ کو ائیرپورٹ سے ریسیو کریں گے
حوالے کر جائیں گے ان کی محمد علی سوسائیٹی میں بہت بڑی کوٹھی ہے اس
آپ کی رہائش ہو گی۔ جتنے دن آپ نے وہاں رہنا ہے وہیں رہیں گے اور اپنا
کر کے جلدی لوٹنے والی بات کریں گے۔ اس پر آفاق نے ممنونیت سے
طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا

ڈاکٹر عروج یہ تو آپ کی بڑی مہربانی لیکن جن کے یہاں آپ مجھے ٹھہرانے کا بندوبست کر رہی ہیں انہیں کہیں میرے وہاں ٹھہرنے سے زحمت نہ ہو۔ اس پر عروج کہنے لگی انہیں ہرگز زحمت نہیں ہو گی بلکہ وہ عروج کے بھائی کو اپنا ٹھہراتے ہوئے فخر محسوس کریں گے۔ آپ جب اپنی سیٹ بک کروائیں گے تو اپنی سیٹ اور فلائیٹ نمبر دے دیجئے گا۔ میں ٹیلیفون پر انہیں اطلاع کر دوں گی وہ ائیرپورٹ سے آپ کو ریسیو کر لیں گے۔ اور ہاں آپ پیسے بچانے کی خاطر ہوائی جہاز کے بجائے گاڑی سے سفر نہیں کریں گے۔ آپ بائی ائیر جائیں گے بائی ائیر ہی واپس آئیں گے۔ یوں سمجھیں یہ آپ کی ایک بہن کی خواہش ہے مجھے امید ہے کہ آپ اپنی بہن کی خواہش کو رد نہیں کریں گے۔ اس پر آفاق فوراً بولا اور کہنے لگا

اور اپنی بہن کی اس خواہش پر میرا جواب یہ ہے کہ میں بائی ائیر جاؤں گا۔ بائی ائیر ہی واپس آؤں گا اور محمد علی سوسائیٹی میں ان لوگوں کے یہاں ٹھہروں گا۔ جہاں آپ کہہ رہی ہیں۔ اور بتایئے۔ آپ کی خوشی اور خوشنودی کی خاطر میں کیا کیا کر سکتا ہوں۔ عروج نے شکرگزار نگاہوں سے آفاق کی طرف اور کہنے لگی بس میرے عزیز بھائی تیرا بہت بہت شکریہ۔

آفاق کا یہ جواب سن کر صدف بھی مطمئن ہو گئی تھی وہ عروج اور صوبیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی تم دونوں بہنیں بیٹھو میں کھانے کا بندوبست کرتی ہوں بہت رات ہو گئی ہے۔ اس پر عروج بھی کھڑی ہو گئی کہنے لگی آپی میں آپ کے ساتھ کرتی ہوں۔ آفاق بھائی کے پاس منی بیٹھی ہوئی ہے۔ صدف اور عروج باورچی خانے کی طرف چلی گئیں۔ جبکہ صوبیہ آفاق ہی کے پاس بیٹھ کر باتوں سے دل بہلانے لگی تھی۔

○

جس روز آفاق نے کراچی کے لیے روانہ ہونا تھا اس سے ایک روز قبل سندس کراچی روانہ ہو گئی تھی۔ کراچی پہنچنے کے بعد جب وہ ائیرپورٹ کے ویٹنگ نمبر۲ کی گیلری میں ایک لڑکی بھاگتی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔ سندس نے سامان کی ٹرالی چھوڑ دی اس لڑکی کو اپنے ساتھ لپٹایا۔ پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی فوزیہ تم کیسی ہو وہ لڑکی علیحدہ ہوئی اور بڑی خوش طبعی سے کہنے لگی ٹھیک ہوں۔ سندس پھر بولی اور کہنے لگی ۔ الماس انکل سارہ آنٹی اور انوار بھائی کیسے ہیں۔ فوزیہ نام کی وہ لڑکی پھر بولی اور کہنے لگی ٹھیک ہیں۔ تمہارے کراچی آنے پر خوش ہیں۔ ابو اور امی بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہے تھے۔ انوار بھائی بھی تمہارا پوچھ رہے تھے وہ گو اپنا پرائیویٹ کلینک کرتے ہیں لیکن ہمارے جانے تک تم سے ملنے کے لیے گھر پہنچ چکے ہوں گے۔ اسکے بعد فوزیہ نے سامان کی ٹرالی خود سندس سے لے لی اور اسے کھینچتی ہوئی وہ اسے باہر لائی۔ پھر وہ سندس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

مجھے تم سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کرنی تھی لہٰذا میں کار خود لیکر آئی ہوں ڈرائیور کو ساتھ نہیں لائی۔ میرے خیال میں دونوں بہنیں سامان اٹھا کر پارکنگ ایریا تک گاڑی تک لے جاتے ہیں وہاں تک ٹرالی لے جانے کی ضرورت نہیں سندس نے فوزیہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا دونوں نے آدھا آدھا سامان اٹھایا پھر وہ پارکنگ ایریا میں داخل ہوئیں سفید رنگ کی ایک گاڑی کی ڈگی فوزیہ نے کھولا اور سامان ڈگی میں رکھا پھر فوزیہ اسٹیرنگ پر بیٹھی جبکہ فرنٹ سیٹ پر اس کے ساتھ سندس بیٹھ گئی تھی۔ اس کے بعد فوزیہ نے پارکنگ ایریا سے گاڑی نکال کر مین روڈ پر ڈال دی تھی۔

پارکنگ ایریا سے نکلتے ہی فوزیہ نے ایک گہری نگاہ سندس پر ڈالی اور پوچھنے لگی مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آیا میری بہن تم نے کیا چکر چلا رکھا ہے۔ ہاں یہ جو تو نے آفاق بھائی کے ساتھ اپنی شادی ملتوی کر دی ہے اسکی بھی ہمیں کچھ سمجھ نہیں آئی۔ ابو اور امی تو بڑے پریشان ہو رہے تھے اس سلسلے میں کہ یہ شادی کیوں ملتوی کی ہے۔ اس پر سندس کہنے لگی کہ فوزیہ یہ شادی یوں سمجھو کہ ہمیشہ کے

لیے ملتوی ہو چکی ہے۔ اس پر فوزیہ نے اسکی طرف گھور کر دیکھا اور پوچھا ان ہی صاحب کی خاطر جن کے ہمارے یہاں رہنے کا بندوبست کر رہی ہو اور انہیں ریسیو کرنے کے لیے تم ایک دن پہلے پہنچ چکی ہو۔ سندس نے اقرار کرتے ہوئے کہاں ہاں میری بہن یوں ہی سمجھ لو۔

فوزیہ نے پھر پوچھا۔

کیا اس سلسلے میں تم مجھے کوئی تفصیل نہیں بتاؤ گی تاکہ ای ابو یا انوار میں سے کوئی مجھ سے پوچھے تو میں انہیں مطمئن کرسکوں فوزیہ کے اس پر مقدس تھوڑی دیر خاموش رہی بعد پھر اس نے پورے حالات تفصیل کے ساتھ فوزیہ کو سنا ڈالے تھے کہ کس طرح اپنی سہیلی سحر کا انتقام لینے کے لیے اس نے کمروں میں اپنی رہائش اختیار کی کیسے آفاق کو اپنی محبت میں مبتلا کرکے اسے رسوا کیا اسطرح اس پر حقیقت حال کھلی کیسے وہ حقیقی معنوں میں آفاق کی محبت میں مبتلا ہوئی اور فرحان کے ساتھ اپنی شادی کے سلسلے کو منقطع کر دیا ایک اس نے آفاق کے کچھ حالات بھی اختصار کے ساتھ فوزیہ کو سنا ڈالے تھے۔

سندس جب خاموش ہوئی تو فوزیہ پھر پوچھنے لگی۔ اور یہ آفاق نام مصور صاحب جنکے لیے تم نے تن من دھن کی بازی لگا رکھی ہے یہ کب پہنچیں گے اس پر سندس کہنے لگی ۔ کل اسی فلائٹ سے جس فلائٹ سے میں آئی ہوں کسی اور کو ساتھ لانے کی ضرورت نہیں ہے میں اور تم ہی اسے ریسیو کریں گے اور ہاں انکل آنٹی اور انوار بھائی کو بھی بتانا ہے کہ آفاق کو یہ ہی تاثر دیں آپ لوگ میرے عزیز اور رشتہ دار نہیں بلکہ ڈاکٹر عروج کے جاننے والے اور انہوں نے ہی آفاق کی رہائش کا یہاں بندوبست کیا ہے اگر اسے خبر ہو اسکی رہائش کا یہ سارا بندوبست میں نے کیا ہے تو وہ کبھی بھی آپ لوگوں رہنا پسند نہیں کرے گا اس پر فوزیہ بولی اور پوچھنے لگی۔

تو جب تم میرے ساتھ اسے ایئرپورٹ پر ریسیو کرنے کے لیے آؤ گی تو پہچانے گا نہیں اس پر سندس کہنے لگی تم بے فکر رہو اسکا میں نے خوب پت کر رکھا ہے میں نجا ٹاپ ایک برقعہ اپنے ساتھ لاہور سے لیکر آئی ہوں برقعہ پہن کر تمہارے ساتھ ایئرپورٹ آؤں گی اور انہیں ریسیو کرنے کا پت کروں گی اور ہاں میرے متعلق اگر وہ پوچھیں تو تم میرے متعلق کہنا کہ میں تمہاری چچازاد بہن ہوں اور یہ کہ کراچی یونیورسٹی میں پڑھتی ہوں۔ لیکن برقعہ پہننے کی بڑی سختی سے پابندی کرتی ہوں میں کیونکہ ان سے زیادہ گفتگو بھی نہیں کروں گی اس لیے کہ وہ آواز پہچان کر شک و شبے میں پڑ سکتے ہیں لہٰذا انہیں بتا دینا کہ میں بڑی کم گو قسم کی لڑکی ہوں اور زیادہ باتیں کرنا پسند نہیں کرتی ۔ ویسے میں انہیں ریسیو کرنے کے بعد ان سے دور ہی رہ کر انہیں دیکھتی اور انکا خیال رکھتی رہوں گی۔ انکے سامنے نہیں آؤں گی بس یوں سمجھو کہ میں پس پردہ کسی گلوکار کی طرح اپنا کردار ادا کرتی رہوں گی صرف انکی دیکھ بھال کی خاطر انکی آسائش اور انکے آرام کے لیے ۔

اس پر فوزیہ سندس کو تسلی دیتے ہوئے کہنے لگی۔

تم بالکل بے فکر رہو ٹیلیفون پر جو تم نے مجھے ہدایات دی تھیں اسکے مطابق میں نے ابو امی اور انوار بھائی کو سب کچھ بتا دیا ہے وہ ایسا ہی کریں گے جسطرح تم چاہ رہی ہو اس معاملے میں تم بے فکر رہو بس میری دعا ہے کہ اللہ کرے تم آفاق بھائی کی محبت اور چاہت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ اس لئے کہ ہمارے رشتہ داروں اور عزیزو اقارب کی خوشیاں تو اب تمہاری خوشیوں سے وابستہ ہیں۔

فوزیہ کے خاموش ہونے پر سندس نے پھر پوچھا۔

اور ہاں تم نے آفاق کی رہائش کے لیے کیا بندوبست کیا ہے اس پر فوزیہ بولی اور کہنے لگی۔ انکی رہائش کے لیے تم بے فکر رہو ہم نے بہترین بندوبست کیا ہے ہمارے کوٹھی کے انکے لیے مختص کر دیئے گئے ہیں ایک کمرہ اٹیچ باتھ کے ساتھ

ہے دونوں کمروں میں انکے لیے آسائش و آرام کی ہر چیز مہیا کی جائے گی بلکہ کر
کی جاچکی ہے اور وہ کمرے میں نے ملازموں کے ساتھ ملکر کل کے لیے تیار کر
دیئے ہیں انکے متعلق تم کسی بھی قسم کا کوئی فکر نہ کرو فوزیہ کا جواب سنکر سندس
مطمئن سی ہوگئی تھی اتنی دیر تک گاڑی شاہ فیصل روڈ سے سٹیڈیم روڈ کی طرف
مڑگئی تھی اور پھر تھوڑا سا بائیں طرف مڑی اور ایک وسیع اور عالیشان کوٹھی میں
داخل ہوئی تھی۔

جونہی کار کوٹھی میں آکر رکی چند ملازم کار کے گرد جمع ہوگئے اور ڈگی کھول کر
سامان نکالنے لگے تھے اتنی دیر تک فوزیہ کی امی ابو اور بھائی بھی باہر نکل آئے
تھے۔ سندس گاڑی سے نکل کر سب سے پہلے فوزیہ کی ماں سائرہ سے ملی اور بے
پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھنے لگی آنٹی آپ کیسی ہیں۔ فوزیہ کی ماں سائرہ
نے سندس کو اپنے ساتھ لپٹا کر پیار کیا اسکے بعد فوزیہ کے باپ الماس قریب آئے
انہوں نے بڑی شفقت بڑے پیار سے سندس کے سر پر ہاتھ پھیرا آخر میں فوزیہ
کے بھائی ڈاکٹر انوار نے سندس کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا سندس بہن آپ کیسی
ہیں جواب میں سندس کہنے لگی دیکھ لیں انوار بھائی بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں اسپر
الماس بولے اور سندس کو مخاطب کرکے پوچھنے لگے۔

اچھا بیٹی یہ کہو تمہارے ابو اور امی کیسے ہیں؟ سندس کہنے لگی آپکی طرح
بالکل ٹھیک اور خوش و خرم ہیں اس پر سائرہ نے فکر مندی سے پوچھا بیٹی یہ فرہاد
کے ساتھ تمہاری شادی کا کیا ہوا۔ شادی کیوں ملتوی کی گئی۔ اس پر سندس بے
چاری سنجیدہ ہوگئی اور کہنے لگی آنٹی یہ ساری تفصیل میں نے فوزیہ سے کہہ دی
ہے یہ سب کچھ آپ کو سمجھا دے گی اسپر الماس کہنے لگے سندس بیٹے تم تھک گئی
ہوگی فوزیہ کے ساتھ جاؤ اور آرام کرو۔ سندس بھی یہی چاہتی تھی اتنی دیر میں
فوزیہ قریب آئی اور اسکا ہاتھ پکڑ کر کوٹھی میں داخل ہوئی۔ پہلے وہ سندس کو ایک
کمرے میں لے گئی جہاں ملازموں نے سندس کا سامان پہلے سے پہنچا دیا تھا۔
اور کمرہ دکھاتے ہوئے فوزیہ کہنے لگی محترمہ اس کمرے میں آپکی رہائش
یہ کمرہ بھی اٹیچ باتھ ہے پھر فوزیہ سندس کو اس کمرے کی کھڑکی کے پاس لے
جا کر کہنے لگی اس کھڑکی کے اس پار جو کمرہ ہے وہ آفاق بھائی کے پاس رہے گا
اس کھڑکی میں تم جب چاہو آفاق بھائی کو دیکھ سکتی ہو اور اس پر نگاہ رکھ سکتی
یہ کمرہ میں نے خاص طور سے اسی لیے تمہارے لئے مختص کیا ہے اس کمرے
کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جو دو کمرے آفاق بھائی کے تصرف میں رہیں
آفاق بھائی کسی بھی کمرے میں بیٹھیں تم اس کمرے میں بیٹھ کر دونوں کمروں
میں دیکھ سکتی ہو اور یہ جو کھڑکی ہے وہ دوسرے کمرے کی طرف کھلتی ہے
آفاق بھائی کسی بھی وقت تمہاری نگاہوں سے اوجھل نہیں رہ سکتے۔

اسکے بعد فوزیہ نے سندس کے ساتھ ملکر پہلے کمرے میں اسکا سامان سیٹ کیا
پھر سندس سے کہنے لگی سندس تم نہا دھو کر ڈریس چینج کرکے سیٹ ہو کر پھر
کمرے میں دونوں بہنیں کھانا کھاتی ہیں۔ سندس جھٹ پٹ حرکت میں آئی نہا
دھو کر اس نے ڈریس چینج کیا اتنی دیر تک فوزیہ نے ملازموں سے کہہ کر کھانا
کمرے میں منگوا لیا تھا پھر دونوں نے اکٹھے کھانا کھایا اسکے بعد فوزیہ اور سندس
کمرے میں پلنگ پر اکٹھی بیٹھ کر بڑی راز داری سے باتیں کرنے لگی تھیں۔

دوسرے روز سندس اور فوزیہ آفاق کو ریسیو کرنے کے لیے ایئر پورٹ پہنچ
گئیں۔ ایک نمبر ٹرمینل کے لوہے کے جنگلے کے پاس دونوں کھڑی ہوگئیں
اور انتظار کرنے لگی تھیں سندس بالکل پہچانی نہیں جاتی تھی اس لئے کہ
اس نے سیاہ رنگ کا نئی ٹائپ برقعہ پہن رکھا تھا جب فلائٹ کے آنے کا اعلان
ہوا سندس فوزیہ کو مخاطب کرکے کہنے لگی۔

سنو فوزیہ نہ میں انہیں ریسیو کرونگی نہ ان سے بات کرونگی اس طرح وہ مجھے
نہ پہچانیں گے اور اگر وہ مجھے پہچان گئے تو پھر ہرگز وہ ہمارے ہاں قیام نہیں
کریں گے اگر ایسا ہوا تو میری انتہا درجے کی دل شکنی ہوگی جب وہ ایئر پورٹ

سے نکلیں گے تو میں تمھیں بتا دونگی لہٰذا تم آگے بڑھکر انہیں ریسو کرنا
جب میں گاڑی میں بیٹھنے لگوں تو کوشش کرنا کہ تم انہیں فرنٹ سیٹ پر بٹھا
پیچھے بیٹھ جاؤنگی تاکہ انکی نگاہ مجھ پر نہ پڑے میرے متعلق بتا دینا کہ یہ مجھا
ہے یونیورسٹی میں پڑھتی ہے اوراسے یونیورسٹی سے لیکر میں سیدھی ائیرپورٹ
آئی ہوں اسپر فوزیہ کہنے لگی تم بے فکر رہو میں سارا کام سنبھال لوں گی دونوں
خاموش رہ کر انتظار کرنے لگی تھیں۔

تھوڑی ہی دیر بعد جب فلائٹ کے پہنچنے کا اعلان ہوا تو دونوں مستعد
تھیں۔ سندس نے اپنے جسم پر برقعہ درست کر لیا تھا۔ اسکی صرف تیز
برقعے کے اندر سے آنکھیں دکھائی دیتی تھیں باقی سارا جسم اسنے خوب ڈھا
تھا۔ وہ بار بار شیشے میں سے اندر آنے والے مسافروں کو بڑے غور سے دیکھ
تھی یہاں تک کہ مسافر باھر آنا شروع ہوئے کچھ سامان کی ٹرالیاں کھینچ
آرہے تھے اور کچھ ویسے ہی اپنا سامان ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے تھے۔

اچانک سندس کی نگاہ آفاق پر پڑی وہ ٹرالی کھینچتا ہوا باھر آرہا تھا اور ٹرالی
اسکا ایک بڑا اٹیچی اور ایک بریف کیس تھا بریف کیس میں شاید اسکا ضروری
سامان تھا اسے دیکھتے ہی سندس نے آفاق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا
کیا فوزیہ ادھر دیکھو آفاق آیا ہے آگے جاؤ اور انہیں ریسو کرو فوزیہ نے ایک
پور نگاہ آفاق پر ڈالی اور وہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

آفاق بھائی ہیں تو ویسے ہی جیسی تم نے انکی تعریف کی تھی یہ بڑا
خوبصورت دراز قد اور اعلیٰ شخصیت کے مالک ہیں۔ میں اپنی بہن کی جوانمرد
تعریف کرتی ہوں اس پر سندس کہنے لگی اچھا باتیں نہ بناؤ آگے جاؤ اور انہیں
ریسیو کرو گاڑی کی چابی مجھے دے دو میں جا کر گاڑی میں بیٹھ کر تم دونوں کا انتظار
کرتی ہوں فوزیہ نے گاڑی کی چابی سندس کو تھما دی سندس وہاں سے چلی گئی
فوزیہ آگے بڑھی اور آفاق کے سامنے آتے ہوئے کہنے لگی۔

کہنے اگر آپ برا نہ مانیں تو آپ آفاق صاحب ہیں آفاق نے چونک کر
طرف دیکھا اور پوچھنے لگا محترمہ میں آپکو پہچانا نہیں کون ہیں آپ فوزیہ
اور کہنے لگی میرا نام فوزیہ ہے ڈاکٹر عروج نے ہمارے ہی یہاں آپکی رہائش
بست کیا ہے اور میں آپکو ریسیو کرنے آئی ہوں اس پر آفاق بڑی نرمی اور
میں بولا آپکی بڑی مہربانی آپ نے خواہ مخواہ میں زحمت اٹھائی۔ ویسے ڈاکٹر
نے مجھے آپ لوگوں کا ایڈریس دے دیا تھا۔ میں خود ہی وہاں پہنچ سکتا تھا
زیہ فوراً بولی اور کہنے لگی۔

زحمت کاہے کی ہے آفاق بھائی ڈاکٹر عروج تو ہماری عزیز ترین بہن ہیں اور
نہوں نے آپ سے متعلق فون کیا تھا تو وہ بار بار آپ کو بھائی کہہ رہی تھیں
بہن کے بھائی کو ہم کیوں نہ اس طرح کا پرتپاک خیر قدم دیں اس پر آفاق
اور کہنے لگا یہ تو آپ لوگوں اور ڈاکٹر عروج کی بڑی مہربانی ہے ڈاکٹر عروج
ے پاکستان آئی ہیں ہمارے ساتھ وہ بڑی مہربان اور شفیقانہ سلوک کر رہی

فوزیہ پھر بولی اور آفاق سے کہنے لگی۔ آفاق بھائی آپ میرے ساتھ آیئے
انے ٹرالی وہیں کھڑی کر دی ایک ہاتھ میں اس نے اٹیچی پکڑ لیا دوسرے میں
کیس تھاما اور وہ فوزیہ کے ساتھ ہو لیا تھا۔ فوزیہ اسے کار کے پاس لائی اور
نشست پر پہلے ہی سے سیاہ رنگ کا ننجا ٹائپ برقعہ اوڑھے سندس بیٹھی ہوئی
فوزیہ نے آگے بڑھکر کار کی ڈگی کھولی پہلے آفاق کا سامان اس نے ڈگی میں
پھر اگلا دروازہ کھولتے ہوئے اس نے آفاق سے کہا آفاق بھائی آپ آگے
پھر وہ دوسرا دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ پر بیٹھ گئی تھی اسکے بعد وہ انگوٹھے سے
پیچھے سندس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

آفاق بھائی یہ پیچھے میری کزن ارم بیٹھی ہوئی ہے یہ یونیورسٹی میں پڑھتی ہے
نے یونیورسٹی سے پک کیا اور وہاں سے سیدھی آپکو ریسیو کرنے ائیر

پورٹ چلی آئی۔ اس نے آپ سے کوئی گفتگو نہیں کی آپ اسکی اس حرکت
نہ مانیئے دراصل یہ بڑی شرمیلی اور کم گو ہے میرے ساتھ بھی دن میں ایک
ہی بات کرتی ہوگی ورنہ عموماً یہ گونگوں کی طرح خاموش ہی رہتی ہے۔

آفاق نے نہ ہی مڑ کر سندس کی طرف دیکھا اور نہ ہی فوزیہ کی اس با
اس نے کوئی جواب دیا تھا اسکے ساتھ ہی فوزیہ نے کار کو سٹارٹ کر کے پا
ایریا سے نکالا اور مین روڈ پر ڈال دیا تھا۔

راستے میں فوزیہ خاموش رہی آفاق نے بھی کچھ نہ پوچھا تھا۔ گاڑی
سے بھاگتی رہی۔ یہاں تک کہ گاڑی شاہ فیصل روڈ کو چھوڑ کر اسٹیڈیم روڈ پر
گئی پھر بائیں طرف کار کو فوزیہ اپنی کوٹھی میں لے گئی تھی۔ جس طرح گزشتہ
سندس کا سامان لینے کے لیے ملازم لپکے تھے ایسے ہی ملازم بھاگتے ہوئے با
شاید فوزیہ نے انہیں پہلے سے ہی آفاق کے آنے کی اطلاع کر رکھی تھی اور
کے کمروں سے بھی انہیں آگاہ کر رکھا تھا آناً فاناً انہوں نے آفاق کا سامان
سے نکال کر ان کمروں تک پہنچا دیا جو آفاق کے لیے مختص کیے گئے تھے۔

گاڑی کی آواز سنکر الماس اور سائرہ بھی باہر نکل آئے تھے ڈاکٹر انوار
شاید دوپہر کا کھانا کھانے کے لیے اپنے کلینک سے لوٹے ہوئے تھے۔ فوزیہ
سے باہر نکلی اتنی دیر تک سندس بھی سیاہ رنگ کے برقعے میں ڈھکی چھپی با
اور وہاں کھڑا ہونے کے بجائے وہ اندر چلی گئی تھی۔ فوزیہ کے اترنے کے
آفاق بھی گاڑی سے نکل آیا تھا پھر فوزیہ آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی
بھائی آیئے میں آپ کا تعارف کراؤں آفاق فوزیہ کے قریب کھڑا ہوا تھا فوزیہ
لگی۔

آفاق بھائی ان سب سے ملئے بس ہمارے گھر کے یہ ہی افراد ہیں۔ یہ م
ابو ہیں انکا نام الماس ہے الماس آگے بڑھے اور آفاق سے مصافحہ کیا فوزیہ پھر
لگی۔

اور یہ میری امی ہیں انکا نام سائرہ ہے۔ سائرہ نے بھی آفاق کو خوش آمدید کہا
کے بعد انورا نے آگے بڑھکر آفاق سے مصافحہ کیا اور فوزیہ کہنے لگی یہ میرے
ئی ہیں ڈاکٹر انوار اب آپ میرے ساتھ آئیں میں آپکو وہ کمرے دکھاتی ہوں جو
کی رہائش کے لیے مختص کیے ہیں۔ آفاق بے چارہ چپ چاپ فوزیہ کے ساتھ
نا تھا۔

فوزیہ آفاق کو لیکر ایک کمرے میں داخل ہوئی اسمیں آفاق کا سامان پہلے ہی
زموں نے رکھ دیا تھا۔ اس کمرے میں چاروں طرف نگاہ دوڑاتے ہوئے فوزیہ
نے لگی آفاق بھائی ایک تو یہ کمرہ ہے جو آپکے تصرف میں رہے گا آپ میرے
تھ آیئے آفاق چپ چاپ اسکے ساتھ ہو لیا فوزیہ اسے دوسرے کمرے میں لے
نا اور کہنے لگی یہ کمرہ بھی آپ ہی کے تصرف میں رہے گا اس پر آفاق بڑی
ساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

فوزیہ بہن یہ تو آپ لوگوں نے اچھی خاصی زحمت کر ڈالی میرے لئے تو ایک
ہ کمرہ کافی تھا اس پر فوزیہ بولی اور کہنے لگی آفاق بھائی بس اب آپ اپنی زیادہ
ساری نہ کریں اس کے بعد فوزیہ آفاق کو پلنگ کے قریب لے آئی اور پلنگ کی طرف
لگی گھنٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔ آفاق بھائی آپ کو یہاں رہتے
ہوئے جب کبھی بھی کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو یہ گھنٹی ہے اسکا بٹن دبا دیجئے گا
ملازم بھاگے بھاگے آپ کے پاس آئیں گے اور آپ کی ہر شے ہر ضرورت کا
شمار رکھیں گے۔

آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

فوزیہ بہن آپ بے فکر رہیں اس گھنٹی کو استعمال کرنے کی کوئی چنداں
ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اس لیے کہ میں بڑا بے ضرورت سا انسان ہوں میں
ت کو تو اپنے ساتھی آرٹسٹوں کے ساتھ جا کے کام کیا کرونگا دن کو فارغ ہوا
کرونگا تو دن کو یہاں آکر سو رہا کرونگا کھانا بھی اکثر میں باہر ہی سے کھایا کرونگا۔

اس پر فوزیہ احتجاج بھرے انداز میں بولی اور کہنے لگی۔

نہیں آفاق بھائی ایسا نہیں ہوسکتا کھانا آپ یہیں سے کھایا کریں گے و
اس طرح کی اجنبیت آپ کو نہیں برتنے دونگی اگر آپ نے رات کے وقت ا
کرنا ہے تو شام کا کھانا آپ یہاں سے کھا کر جایا کریں گے صبح تک آپ گھر و
آیا کریں صبح کا ناشتہ آپ کو یہاں سے ملے گا دن بھر آپ آرام کریں دوپہر کا ک
آپ یہاں سے کھائیں پھر شام کو اپنے ہر کام پر لگ جائیں اور یہی سرکل رہے
اگر آپ نے کھانا باہر سے کھانے کی کوشش کی تو آفاق بھائی میں آپ سے ن
خفا ہونگی اور ڈاکٹر عروج سے آپکی شکایت بھی کرونگی۔

آفاق ہار ماننے کے انداز میں کہنے لگا۔ اچھا میری بہن تم فکر مند نہ ہو جو
تم چاہو گی ویسا ہی ہوگا۔ دوسری طرف سندس کھڑکی کا ایک پٹ تھوڑا سا کھول
نہ صرف یہ کہ آفاق اور فوزیہ کو دیکھ رہی تھی بلکہ کان لگا کر دونوں کی گفتگو
سن رہی تھی۔ فوزیہ پھر بولی اور کہنے لگی۔

آفاق بھائی آپ نہا دھو کر فریش ہو جائیں اتنی دیر تک میں آپکا کھانا بھجوا
ہوں۔ اس کے ساتھ ہی فوزیہ باہر نکل گئی۔ آفاق حرکت میں آیا۔ نہا دھو کر ا
نے ڈریس چینج کیا اتنی دیر تک اسکا کھانا آگیا۔ پر سکون ماحول میں اس نے کھ
کھایا پھر وہ ایک کمرے میں آرام کرنے لگا تھا۔ دوسرے روز سے اس نے اپ
کام کی ابتدا کر دی تھی۔

دوپہر کے قریب عروج اپنے اسپتال کے آفس میں اکیلی بیٹھی اسپتال کے
اخراجات کے بل پر دستخط کر رہی تھی کہ صدف گھبرائی گھبرائی سی اسکے کمرے میں
داخل ہوئی اسکی حالت دیکھتے ہوئے عروج بے چاری پریشان ہوگئی تھی۔ جن بلوں
پر وہ دستخط کر رہی تھی اسکے اوپر اس نے پیپرویٹ رکھ دیا۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا بال
پوائنٹ بھی اس نے میز پر رکھا اور اپنی جگہ پر وہ کھڑی ہوگئی تھی۔

عروج نے دیکھا کہ صدف بے چاری عروج کے کمرے میں دائیں طرف جو
بڑے کا صوفہ رکھا تھا اس پر گری پڑی تھی۔ اسکے لالہ رخ چہرے پر آنسوؤں
کے حصار اور وصال و ہجر کے پرانے قصے کے طرح افسردگی تھی۔ اسکے تھرتھراتے
لب پیاس کے صحرا۔ اجلا چہرہ سالوں کے سفر اور گہری آنکھیں ساحلوں کی شام کا
منظر پیش کر رہی تھیں۔ وہ بے چاری موت کے سکوت محیط جیسی خوفزدہ' قطرہ
قطرہ آنسو گراتی شب ویران اور لمحہ لمحہ گزرتی رات کی طرح اداس ہو رہی تھی۔
لگتا تھا وہ انگاروں کی بھٹی' روح کی آگ اور کالی آندھی کے سنسناتے اور کسی
خوفزدہ شہر کی ویران رات سے نکل کر وہاں کمرے میں داخل ہوگئی ہو۔

اپنی بڑی بہن کی یہ حالت دیکھتے ہوئے عروج بے چاری سر سے لیکر پاؤں
تک خوف اور پریشانی سے کانپ کر رہ گئی تھی۔ طوفانی انداز میں وہ صدف کی
طرف گئی اسکے قریب صوفے پر بیٹھی اسکا جسم اس نے اپنی گود میں سمیٹا اسکے
چہرے پر اس نے ہاتھ پھیرا اسکی نبض دیکھی۔ اسکی پیشانی اور اسکا چہرہ چوما پھر
پوچھنے لگی آپی کیا بات ہے۔ صدف بے چاری ابھی تک کسی شکاری کے ہاتھوں
سے نکلنے والی فاختہ کی طرح خوفزدہ ڈری اور سہمی سہمی سی تھی۔ اس کی حالت
دیکھتے ہوئے عروج بے چاری پسی جا رہی تھی۔ پھر عروج نے صدف کو اپنے ساتھ

لپٹا لیا اور اسکا سر اپنے شانے پر رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

آپی کچھ بولیں تو سہی۔ اگر آپ نے اسی طرح خاموشی اختیار کیے رکھی تو میرے دل کی حرکت بند ہو جائے گی۔ میں آپ کے پاس یہیں بیٹھی ختم ہو جاؤں گی۔ عروج کی اس گفتگو پر صدف بے چاری چونک سی پڑی۔ عروج کی گود سے نکل کر وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔ پیشانی پر بکھرے بال اس نے انگلیاں پھیر کر درست کیے۔ اپنا پرس اس نے ایک طرف رکھ دیا پھر وہ عروج کی طرف دیکھتے ہوئے نرم سی آواز میں کہنے لگی۔

عروج میری بہن میں تو آج ایک انتہائی برے حادثے سے دو چار ہوئی ہوں۔ بڑی مشکل سے یوں جانو اپنی جان اور اپنی عزت بچا کر تمہارے کمرے میں آنے میں کامیاب ہوئی ہوں۔ صدف کے ان الفاظ سے عروج بے چاری کا چہرہ لال ہوگیا تھا۔ پوچھنے لگی آپی تفصیل کے ساتھ بتاؤ کیا ہوا۔

صدف تھوڑی دیر خاموش رہی کچھ سوچا پھر وہ کہنے لگی۔

دیکھو عروج میں جس آفس میں کام کرتی ہوں اس دفتر کے مالک شفیع صاحب انتہائی شفیق۔ مہربان اور نیک شخص ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے ان کے بیٹے ماجد نے بھی ان کے ساتھ دفتر میں کام کرنا شروع کیا۔ یہ لڑکا شروع سے مجھ پر نگاہ رکھتا تھا دبی دبی زبان میں کئی بار مجھے اپنے ساتھ شادی کرنے کا بھی پیغام دے چکا تھا میں نے ہر بار اسے دھتکار دیا اور اسکی گفتگو کو کوئی اہمیت نہ دی۔ جب تک اس کے باپ یعنی شفیع صاحب یہاں موجود تھے تو معاملہ آگے نہیں بڑھا تھا اور اس نے [illegible] آپ کو کسی حد میں رکھا ہوا تھا۔ کیونکہ شفیع صاحب انتہائی سلجھے ہوئے سنجیدہ انسان ہیں اور دوسروں کی عزت کو اپنی عزت کے برابر خیال کرتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے کچھ دن پہلے وہ حج پر جا چکے ہیں ان کے حج پر جانے کے بعد اس ماجد نے پر پرزے نکالنے شروع کیے۔

پہلے یہ یوں کرتا رہا کہ کبھی مجھے اپنے کیبن میں بلواتا۔ کبھی میرے لئے چائے منگواتا کبھی کافی آخر میں نے اسے ڈانٹ دیا کہ اگر کوئی نوٹ لکھانا ہو تو مجھے بلا لیا کرو۔ چائے کافی کے لیے میں ہرگز نہیں آیا کروں گی اور نہ ہی پیا کروں گی۔ اسکے بعد اس نے بڑی تیزی سے میرے قریب آنا چاہا۔ خواہ مخواہ مجھے اپنے کیبن میں بلاتا اپنے سامنے بٹھائے رکھتا جب میں کوئی نوٹ لینے کے لیے کہتی تو کہتا کون سی جلدی ہے بیٹھی رہیے۔ یہاں تک تو میں سب کچھ برداشت کرتی رہی لیکن آج تو اس نے انتہا کر دی۔

ہوا یوں کہ اس نے مجھے اپنے کیبن میں بلایا میں اسکے سامنے جا کر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے میرے لئے کافی منگوائی جو میں نے پینے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا میری طرف آیا اور اپنے دونوں ہاتھ بڑے بے باکانہ انداز میں میرے شانوں پر رکھ دیئے۔ غصے میں میں اٹھ کھڑی ہوئی اور اسکے ہاتھ جھٹک کر باہر آگئی وہ میرے پیچھے لپکا اور میرا بازو پکڑنا چاہا لیکن میں اسکے کیبن سے باہر نکلی اپنے کیبن میں آئی ضروری سامان لیا اور دفتر سے باہر نکل آئی۔ اتفاق سے دفتر سے نکلتے ہی مجھے ایک ٹیکسی مل گئی اور میں ادھر ہی چلی آئی وہ بھی آفس سے باہر نکلا اور کار میں بیٹھ کر میرا تعاقب کرنے لگا۔ اب جس وقت میں اسپتال کے سامنے ٹیکسی کی پے منٹ کر کے اسپتال میں داخل ہوئی تو اس نے بھی گاڑی اسپتال کے باہر کھڑی کی۔ میرے خیال میں وہ اسپتال میں داخل ہوا ہوگا اور مجھے تلاش کر رہا ہوگا۔ شاید وہ یہ نہیں دیکھ سکا کہ میں تمہارے کمرے میں داخل ہوگئی ہوں۔

عروج میری بہن یہ اگر اسی طرح میرے پیچھے پڑا رہا تو یہ مجھے بدنام کر دیگا اور پھر اگر میں نے اس سے شادی کی حامی نہ بھری تو ہو سکتا ہے یہ مجھے اٹھوا کر کہیں اور بھجوا دے اور میں اپنی زندگی اپنی جان اور عصمت تک سے ہاتھ دھو بیٹھوں۔ صدف کی اس گفتگو سے غصے اور غضبناکی میں عروج کا چہرہ تپتے ہوئے لوہے جیسا ہوگیا تھا۔ وہ پیچھے ہٹی اور نمبر ڈائل کیے دوسری طرف سے برکت کی آواز سنائی

دی۔ اسکی آواز سنتے ہی عروج بولی۔ برکت بھائی ذرا جلدی سے اسپتال آیئے آپکی سخت ضرورت پڑ گئی ہے۔

دوسری طرف سے برکت کی آواز سنائی دی۔

لگتا ہے عروج بہن بول رہی ہے میری بہن کیا ضرورت پڑ گئی کچھ اشارہ تو کرو عروج کہنے لگی برکت بھائی کیا بتاؤں صدف بہن جس آفس میں کام کرتی ہے اس کے مالک کا بیٹا گزشتہ کئی دنوں سے صدف کو تنگ کر رہا تھا آج اس نے آپی کے ساتھ بدتمیزی کرنا چاہی۔ آپی دفتر سے بھاگ آئیں اب وہ کار لیکر باجی کا پیچھا کرتے ہوئے اسپتال پہنچ گیا ہے۔ یہ سرمایہ داروں کے بگڑے ہوئے بیٹے نہ جانے دوسروں کی عزت کو اتنا ارزاں اور سستا کیوں خیال کرتے ہیں۔ میرے خیال میں اس نے آپی کو میرے کمرے میں داخل ہوتے نہیں دیکھا۔ اس لئے وہ آپی کو اسپتال میں تلاش کر رہا ہوگا۔ ایسے لوگ عموماً مسلح بھی ہوتے ہیں لہٰذا یہ کہیں آپی کو نقصان ہی نہ پہنچائے۔ برکت کی غراتی آواز سنائی دی۔

ایسے آوارہ گردوں اور بگڑے ہوئے نو دولتیوں کی ایسی تیسی۔ میں ابھی اسپتال آرہا ہوں اور اپنے چند بچے بچونگڑے بھی اسپتال میں پھیلا دیتا ہوں کہ اگر یہ گڑ بڑ کرنے کی کوشش کرے تو اس سے نپٹا جاسکے۔ عروج میری بہن۔ صدف کو میری طرف سے تسلی دو اور تم بھی مطمئن رہو فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اگر وہ تم دونوں بہنوں کے کمرے میں بھی آجاتا ہے تو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔ پھر دیکھنا کیسے اسکی گردن ناپتا ہوں اسکے ساتھ ہی برکت نے فون رکھ دیا۔ عروج نے بھی فون بند کر دیا تھا۔

عروج ٹیلیفون سے ہٹ کر پھر صدف کے پاس آکر بیٹھ گئی تھی اور اسے تسلی اور تشفی دینے لگی تھی برکت آندھی اور طوفان کی طرح اسپتال میں داخل ہوا۔ اس وقت تک ماجد اپنی گاڑی اسپتال کے باہر کھڑی کرنے کے بعد استقبالیہ پر صدف کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا اتنی دیر تک برکت بھی وہاں پہنچ گیا اور وہ استقبالیہ پر بیٹھے ہوئے ریسپشنٹ کو مخاطب کرکے پوچھنے لگا یہ صاحب کیا پوچھتے ہیں۔ اس پر استقبالیہ پر بیٹھے ہوئے لڑکے نے برکت کو مخاطب کرکے کہا یہ صدف سے متعلق مجھ سے معلومات حاصل کر رہے تھے۔ برکت چونکہ اس سے پہلے صدف کی کمپنی کے مالک شفیع صاحب اور انکے بیٹے ماجد سے مل چکا تھا لہٰذا برکت ماجد کو پہچان گیا لہٰذا براہ راست اسے مخاطب کرکے پوچھنے لگا۔

آپ صدف کا کیوں پوچھتے ہیں۔ اس پر ماجد نے بڑی بے اعتنائی سے برکت کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا میں اسکے متعلق پوچھ سکتا ہوں اسلئے کہ وہ ہمارے آفس میں کام کرتی ہے اور آج اطلاع دیئے بغیر ہی آفس سے چلی آئی ہے۔ اس پر برکت نے بڑی شائستگی سے ماجد کو مخاطب کرکے کہا۔

یہاں استقبالیہ کے سامنے بحث و تکرار کرنا اچھا نہیں آپ میرے ساتھ باہر آئیں میں تفصیل کے ساتھ آپ سے گفتگو کرتا ہوں۔ ماجد چپ چاپ برکت کے ساتھ ہولیا۔ برکت ماجد کو اسپتال کے گیٹ کے پاس کھڑے چوکیدار کے پاس لے جا کر اسے مخاطب کرکے کسی قدر خفگی میں کہنے لگا۔

دیکھ بگڑے ہوئے کتے کسی کی بیٹی کا تعاقب کرتے ہوئے آنا اور پھر غیروں سے اسکے متعلق معلومات حاصل کرنا شریفوں کا کام نہیں ہے۔ دیکھ جس لڑکی کا پیچھا کرتے ہوئے تو یہاں آیا ہے وہ مجسمہ شرافت ہے تمہاری کمپنی میں سروس کرنے جاتی ہے۔ کہانیوں اور داستانوں کو جنم دینے نہیں جاتی۔ لہٰذا جو کچھ آج تم نے کیا اس پر مٹی ڈالو یہاں سے نکل جاؤ اور آئندہ اگر اسکے پیچھے آنے کی کوشش کی یا اسکے ساتھ کسی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا تو یاد رکھنا پھر شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر تم اپنے آپ کو بھی پہچان نہیں سکو گے۔

برکت کی اس گفتگو سے غصے اور خفگی میں ماجد بھڑک اٹھا۔ اس نے پتلون کی جیب سے چھوٹا سا ایک پستول نکال لیا اور اسے برکت کی طرف تانتے ہوئے کہنے لگا۔ تم مجھے انتہائی بدتمیز۔ آوارہ پست اور ذلیل قسم کے انسان لگے ہو۔ اگر تم نے مجھے دھمکی دینے کی کوشش کی یا اکھڑے اکھڑے لہجے میں مجھ سے بات کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھو اس ریوالور میں اس وقت سات گولیاں ہیں ساتوں

ہی تمہارے سینے میں اتار کر تمہارے جسم کے اندر بھڑکتی ہوئی آگ کو ہمیشہ کے
لیے ٹھنڈا کردونگا۔

ماجد کی اسی گفتگو سے برکت کی حالت یکسر بدل کر رہ گئی۔ اسکی صحرا جیسی
آنکھوں میں چہار سو سناٹے تیرگی کے محرم راز جھکڑ وحشیانہ رقص کا جوش مارنے
لگے تھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے ماجد کی گفتگو نے برکت کے جسم کے سرد تر
خانے میں رقص کرتے بے شمار شرر روح اور جسم کی دیواریں گراتی پت جھڑ کی
آگ اور الم افروزیاں اور سلگنے کی تپش پیدا کرتی ہوئی تنہائیوں کی شام میں روح
کی چیخیں بھر کر رکھ دی گئی ہوں اس سے برکت کا چہرہ ایسا ہوگیا تھا جیسے امیدوں
کے سہارے توڑتی لپکتی خونیں زبان جیسے بے چین بھٹکتی پھرتی خواہش یا احساس
کے ویران کھنڈروں میں اسکے چہرے پر مردہ لمحوں کی روحوں اور ندامتوں کے تلخ
ذائقوں کے ان گنت رنگ بکھیر دیئے گئے ہوں۔

تھوڑی دیر تک بڑی مشکل سے برکت اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کرتا
رہا اس ماجد کے پستول تاننے اور پھر اسکی بے باکانہ گفتگو نے برکت کے اندر آگ
بھڑکا کر رکھ دی تھی۔

تھوڑی دیر تک برکت عجیب سے کھولتے انداز میں ماجد کی طرف دیکھتا رہا
اور برکت کے چہرے پر نمودار ہونے والی یہ تبدیلی دیکھتے ہوئے تھوڑی دیر کے
لیے ماجد بھی ہل کر رہ گیا تھا اسکے چہرے پر سرما کے ڈوبتے زرد چاند، گیلی لکڑی
کے دھوئیں رسوائی کے میلے آنچل رخ پر ڈھلکے عرق ندامت جیسی کیفیت طاری
ہوگئی تھی اسلئے کہ لمحوں کے اندر برکت وہ نہ رہا تھا جو اس نے پہلے دیکھا تھا شاید
اسکے اندر برکت نام کا انسان مرگیا تھا اور اس کے ضمیر کے اندر چھپ کر بیٹھا ہوا
رنگو جاگ اٹھا تھا جس نے اسکے چہرے پر دور دور تک غضب ناکیاں پھیلا دی
تھیں گو لمحہ بھر کے لیے ماجد برکت کی اس تبدیل ہوتی کیفیت سے خوفزدہ ہوگیا تھا
لیکن جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اس لئے کہ اسکے سامنے برکت نہتا
کھڑا تھا جبکہ اسکے ہاتھ میں سات گولیاں بھرا ریوالور تھا۔

اسکے ساتھ ہی برکت کی جلتی، حسرتوں کے انگاروں میں طعنہ دل کی کھولن
راکھ ہوتی امیدوں میں کڑوے کسیلے ذائقے جیسی آواز بلند ہوئی وہ ماجد کو
ب کرکے کہنے لگا تھا اپنے اس چھوٹے اور ننھے سے ریوالور پر اتراتے ہوئے
ل میرے موت کے پنجوں جیسے ہاتھ اپنے گریبان تک پہنچا دینے کا سامان کرتے
زرا اپنے پیچھے تو دیکھو۔ ایسا کرتے ہوئے اگر تمہارے عزم کی ساری امنگیں
وں کے سلسلوں اور شدت فراق اور ساری بے کل خواہش بے احساس
بدن اور اشکوں کی لہو رنگ سلگاہٹ میں تبدیل نہ ہوگئیں تو پھر کہنا۔

ماجد نے مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا بلکہ وہ اپنی نگاہیں برکت کے چہرے پر
ئے رہا ریوالور کا رخ اس نے برکت کی چھاتی کی طرف ہی رکھا۔

میں یہ نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور صدف کے تم کیا لگتے ہو بہرحال تمہیں
یہ بتادوں کہ میں تمہیں فلموں کا سا کردار ادا کرنے کی مہلت نہ دوں گا کہ تم
پیچھے دیکھنے کو کہو اور جب میں پیچھے دیکھوں تو تم مجھ پر ٹوٹ پڑو اور میرا
ور مجھ سے چھین لو اور مجھ پر قابو پانے کی کوشش کرو ایسے فلمی کردار کہیں
جاکر کرنا اور تم نے میرے ساتھ اس طرح کرنے کی کوشش کی تو میں اس
ل کے صحن میں تمہیں مار مار کر تمہارا چہرہ اور تمہارا حلیہ بگاڑ کر رکھ دوں گا۔

اس سے آگے ماجد کچھ نہ کہہ سکا اور پھر اچانک اسکی حالت سونی سونی
وں میں زندگی کی ویرانیوں آوارہ ہواؤں کے سرد جھونکوں اجاڑ ویران چٹیل
جذبوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی لگتا تھا اک صرف شعر اور اک حرف جادو
اسے تبدیل کرکے رکھدیا اور اس لیے کہ اسی لمحہ اسکی پشت کے پیچھے
کے آدمی نمودار ہوئے تھے اور انہوں نے ایک ساتھ اپنے پستول کی
ماجد کی پسلیوں پر رکھ دی تھیں اب جو ماجد نے اپنے دائیں بائیں اور پیچھے
کر دیکھا تو وہ صحرا کے زرد اور پیلے پتوں جیسا ہو کر رہ گیا تھا اسی لمحہ
انداز میں برکت نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور اسکے ہاتھ سے اس نے

ریوالور چھین لیا تھا۔

اسکے ساتھ ہی برکت برکت نہ رہا تھا رنگو بدمعاش بن گیا تھا دنیا بھر کی تخریب
اور ستم آرائیاں اسکے چہرے پر رقص کر رہی تھیں اور لمحوں کے اندر اندر بے
تاب ہواؤں کے گیت سے طوفانوں اور آندھیوں کا زمزمہ رقص کرتے سایوں میں
تلخی احساس کی آگ اور سوتے وحشت سے پیاس کے صحراء میں تبدیل ہو گیا پھر
اس کا دایاں ہاتھ حرکت میں آیا اور لگا تار الٹے سیدھے ہاتھ کے کئی طمانچے اس
نے ماجد پر دے مارے پھر وہ پوری درندگی میں غراتے ہوئے کہنے لگا تھا۔

حرام خور کمینے سور کی اولاد تم نے کیا سمجھ رکھا تھا کہ تم جس کی چاہے اس
بہن کا تعاقب کرتے پھرو کوئی تم سے پوچھنے والا کوئی تم سے باز پرس کرنے والا
نہیں ہے کیا تمہارے اپنے گھر پر تمہاری بہن اور تمہارے ایسے کوئی رشتے نہیں
ہیں انکا تعاقب کیوں نہیں کرتے ہو اور اگر نہیں کرتے ہو تو کسی اور سے کہو کہ
انکا تعاقب کرے تاکہ تمھیں ان دلی جذبات کا احساس ہو جو اوروں کی بہنوں کا
پیچھا کرتے ہوئے دوسروں کی بہنوں پر گزرتے ہیں۔

ماجد اپنے آپ کو انتہائی بے بسی کی حالت میں محسوس کر رہا تھا ایک بار پھر
برکت طوفانی انداز میں حرکت میں آیا اور ایک گھونسہ ایسی قوت اور ایسے زور کے
ساتھ اس نے ماجد کی ٹھوڑی کے نیچے مارا کہ ماجد پلٹیاں کھاتا ہوا ہسپتال کے
آنگن کے پکے فرش پر گر گیا تھا برکت پھر آگے بڑھا اسکا گریبان پکڑ کر اوپر اٹھایا
اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن سرمایہ دار کے بگڑے ہوئے بیٹے سرمایہ ہی سب کچھ نہیں ہے ہمت اور
جوانمردی بھی کچھ شے ہے تو اپنے اس پیسوں پر اتراتا پھر رہا تھا لیکن تو نے یہ نہ
جانا ہوتا کہ پستول تاننے کے بعد جو حالات پیدا ہونگے انھیں برداشت کرنے کی
بھی تمہارے اندر قوت اور ہمت ہے اسکے ساتھ ہی برکت نے ماجد کا پستول کھول
کر کے اس میں سے گولیاں نکال دیں اور خالی پستول اسے تھماتے ہوئے کہا اب
یہاں سے دفع ہو جا۔ جس راستے سے اس محلے میں داخل ہوا ہے اس راستے
سے نکل جا ورنہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

ماجد جیسے انسان کے لیئے یہ معاملہ سخت بے عزتی اور بدنامی کا باعث تھا اپنا
ریوالور لیتے ہی وہ تقریباً بھاگتا ہوا ہسپتال سے باہر نکلا اور کار اسٹارٹ کر کے چلا
گیا۔

ماجد کے پیچھے ہی پیچھے برکت بھاگتا ہوا ہسپتال کے استقبالیہ پر آیا نمبر ڈائل
کیے پھر وہ کسی سے کہنے لگا بچے میں برکت بول رہا ہوں ایک گاڑی کا نمبر نوٹ کرو
ساتھ ہی ساتھ برکت نے ماجد کی گاڑی کا نمبر لکھوا دیا تھا اسکے بعد وہ بڑی تیزی
سے کہنے لگا۔

سنو بچے اپنے سارے ساتھیوں کو سمجھا دو کہ اس گاڑی والا تمہارے پاس
سے گزرے تو اسے روکو پھر اسکے بعد اسے وہ مارو کہ یاد رکھے کہ یہ بدمعاشی کے
بچے کس محلے میں داخل ہوا تھا اسے ذرا مار لگانے کے بعد اسے کہو کہ واپس جاکر
ہسپتال کے صحن میں برکت نام کے شخص سے معافی مانگ کر آئے پھر اسے جانے
دیں گے۔

اور سنو بچے ہو سکتا ہے کہ تمہارے ناکے سے مار کھانے کے بعد یہ کسی
دوسرے ناکے سے بھاگنے کی کوشش کرے اور میرے پاس آکر معافی مانگنا پسند نہ
کرے لہٰذا سارے ناکے والوں سے کہہ دو کہ اس کو بھاگنے نہیں دینا دوسرے
ناکے والوں کو بھی اس کی گاڑی کا نمبر نوٹ کروا دو اور انھیں میرا پیغام پہنچا دو کہ
کسی ناکے سے بھی یہ بھاگنے کی کوشش کرے ہر ناکے والا اسے خوب مار مارے
اور پھر اسے میرے پاس معافی مانگنے کے لیئے بھیجے میں اسے احساس دلانا چاہتا ہوں
کہ بدی کا کیا انجام ہوتا ہے۔ سنو میرے بچو یہ آج ہمارے محلے کی ایک لڑکی کا
تعاقب کرتے ہوئے۔ یہاں تک پہنچا ہے کل کو یہ کوئی اور گل بھی کھلا سکتا ہے۔
تو اسے سزا دینا انتہائی ضروری ہوگیا ہے۔ اب تم لوگ چوکس ہو جاؤ وہ

تمہارے پاس پہنچنے ہی والا ہوگا اسکے ساتھ برکت نے فون بند کر دیا تھا۔

استقبالیہ سے ہٹ کر برکت ڈاکٹر عروج کے کمرے پر آیا دروازے پر اس نے دستک دی اندر سے عروج کی آواز آئی کون ہے جواب میں برکت بولا اور کہنے لگا میں آپکا بھائی برکت ہوں عروج کی آواز پھر سنائی دی برکت بھائی آپ باہر کیوں کھڑے ہیں اندر آئیں اسکے ساتھ ہی برکت دروازہ کھول کر اندر آیا برکت نے دیکھا کہ صدف اور عروج دونوں بہنیں صوفے پر بیٹھی ہوئی تھیں اور عروج صدف کو اپنے ساتھ لپٹائے اور اسکے بال درست کرتے ہوئے اسے تسلی اور تشفی دینے کی کوشش کر رہی تھی برکت اسکے قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا پھر بولا اور کہنے لگا۔

میری عزیز بہنو آج تم دونوں بہنوں کو پیار اور محبت میں اکٹھے بیٹھے دیکھ کر میرے دل میں کس قدر خوشیاں بسی ہیں میں اسکا کسی کو احساس نہیں دلا سکتا میری دعا ہے کہ تم سب بہنیں بھائی ہمیشہ خوش اور خرم رہو پھر برکت صدف کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔

صدف میری بہن تم اس قدر گھبرائی اور پریشان کیوں ہو ایسے بڑے بڑے بدمعاش تمہارا بھائی برکت پھونکوں سے اڑا دینے والا ہے اسکی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے اسے میں نے استقبالیہ سے پکڑا تھا وہ استقبالیہ سے تمہارے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا پھر صحن میں لے جا کر میں اسکی پٹائی لگانے لگا تھا کہ اس نے مجھ پر پستول تان لیا اس پر صدف بیچاری نے چونک کر پوچھا۔

پھر کیا ہوا برکت بھائی برکت نے مسکراتے ہوئے کہا ہونا کیا تھا میری بہن تو جانتی ہے کہ میں جہاں کہیں بھی جاتا ہوں آس پاس میرے ارد گرد کچھ بچے بچونگڑے ضرور رہتے ہیں لہٰذا جب اس نے مجھ پر پستول تانا تو میرے بچے بھی پیچھے سے نمودار ہوئے اور انہوں نے اسکی پسلیوں پر ایک ساتھ کئی پستول رکھ

...پھر میں نے ماجد سے پستول چھین لیا اور مار مار کر اسکی خوب مرمت کی ...محلے کے جنوبی ناکے کی طرف گیا ہے میں نے استقبالیہ سے ناکے والوں کو ...کر دیا ہے کہ یہ جونہی آئے اسے مار کر واپس بھیجو اور اسے کہو کہ پہلے برکت ...معافی مانگ کر آئے پھر جانے دیں گے اور دوسرے ناکے والوں کو بھی ایسی ...ت جاری کر دی گئیں ہیں اب جونہی یہ کسی بھی ناکے پر جائیگا وہ اسے مار ...واپس بھجوائیں گے اور دوبارہ یہ آکر مجھ سے معافی مانگے گا صدف میری ...آج اس ماجد کا تماشہ ہسپتال کے صحن میں دیکھنے والا ہوگا۔

برکت کی اس گفتگو سے صدف بڑی خوش اور مطمئن ہوئی تھی اسکے بعد ...ت پھر بولا اور کہنے لگا۔

صدف میری بہن تم نے محلے میں داخل ہوتے ہی ناکے پر ہر وقت پہرہ ...ے والے لڑکوں سے رابطہ کرنا تھا اور انہیں بتانا تھا کہ ایک شخص تمہارا تعاقب ...ا ہوا آرہا ہے اس پر صدف جھٹ بولی اور کہنے لگی۔

برکت بھائی پہلے میں نے بھی ایسا سوچا تھا کہ ناکے والے اپنے بھائیوں سے ...بلہ کروں اور انہیں بتاؤں کہ ایک شخص مجھے تنگ کرتا ہے اور میرا تعاقب کرتا ...رہا ہے لیکن پھر میں ایسا نہ کر سکی اس لئے کہ میں نے سوچا کہ اگر میں نے ایسا ...کیا تو اس طرح میرے بھائی آفاق اور بھائی آصف کی بے عزتی ہوگی کہ ان دونوں ...کی بہن اس قدر بے بس اور لاچار ہے کہ لوگ اسکا تعاقب کرتے ہوئے اسکے گھر ...تک پہنچ جاتے ہیں اس پر برکت توصیفی سے انداز میں صدف کی طرف دیکھتے ...ہوئے کہنے لگا۔

ہاں صدف میری بہن یہ تو تم نے ٹھیک کیا اور اس ماجد کے ساتھ جو تماشہ ...یں گے وہ بھی قابل دید ہوگا میری بہن اسکی وہ حالت کریں گے اسکی وہ مٹی ...یں گے کہ زندگی بھر نہ صرف یہ کہ اس حادثے کو یاد رکھے گا بلکہ آئندہ پھر ...بھی کسی لڑکی کا تعاقب کر کے اسکے گھر تک پہنچنے کی کوشش نہیں کریگا میری

بہنوں اب میں باہر ہسپتال کے صحن میں جاتا ہوں اس لئے کہ محلے کے بالکل پہرہ دینے والے لڑکے اب اسے مار مار کر واپس بھیجنے والے ہوں گے لہٰذا ہسپتال کے صحن میں رہنا ضروری ہے اسکے ساتھ ہی برکت اپنی جگہ سے اٹھا باہر نکل گیا تھا۔

برکت کے جانے کے بعد عروج نے اپنی بہن صدف کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

آپی جس وقت اس ماجد نے آپ کے ساتھ بدتمیزی کا مظاہرہ کیا تھا تو کیا بھائی نے اسکو منع کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اس پر صدف بیچاری بڑی بے بسی میں کہنے لگی۔

جنید صاحب آج چھٹی پر ہیں تبھی اس ماجد کو اس قدر حوصلہ ہوا ورنہ ان کے ہوتے ہوئے کبھی بھی یہ ایسا کرنے کی جرات نہ کرتا اور اگر کرتا تو وہ ضرور آگے بڑھ کر اسکا گریبان پکڑنے کی کوشش کرتے بھلے انکی سروس جاتی ہی رہتی لیکن اس ماجد کو وہ ایک بار سبق ضرور سکھاتے اس پر عروج کہنے لگی اچھا فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اب تو برکت بھائی اسے ایسا سبق دیں گے کہ یاد ہی رکھے گا اور ہاں آپی آج کے بعد نہ آپ نے کہیں نوکری کرنی ہے اور نہ کسی آفس میں کام کرنا ہے اور نہ ہی اسکے متعلق کچھ سوچنے کی ضرورت ہے آرام سے گھر رہ کر اپنے گھر اور اپنے بہن بھائیوں کی نگرانی کیجیے بس یہی آپ کی سب سے بڑی ڈیوٹی ہے۔

صدف بیچاری پریشان سی ہو کر کہنے لگی۔

پر سنو عروج ماموں آصف بھائی اور آفاق جب اس سروس کے چھوڑنے کی وجہ پوچھیں گے تو میں کیا بتاؤں گی اس پر عروج بولی اور کہنے لگی۔

صدف آپی میری بات مانیں تو میری زندگی کا راز جو ابھی تک راز ہی ہے ماموں اور آصف بھائی سے کہہ دیں انہیں بتائیں کہ میں انکے لئے ڈاکٹر ... بلکہ انکی بیٹی اور انکی بہن ہوں آپی میں تو ان رشتوں کو ترس گئی ہوں ... رہ کر اور پھر ثروت نے جب مجھ پر یہ انکشافات کیئے کہ میں آپ کی بہن ہوں تو میں یقین جانیں کہ ان رشتوں کو حاصل کرنے کے لیے ... تڑپ کر رہ جاتی تھی اس پر صدف مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

جس روز تم پہلے دن ہسپتال میں آئیں تھیں اور تمہارا ہم لوگوں سے ... ہوا تھا اور تم نے اپنی ماں کا نام طاہرہ بتایا اس روز میرے ذہن میں ایک ہلچل ضرور مچی تھی مجھے یہ خیال ضرور گزرا تھا کہ ہمارے ابو کی ایک بیٹی بھی تھی جو ثمینہ خاتون سے تھی یہ کہیں وہی نہ ہو لیکن پھر میرے ذہن ... بات آئی کہ آخر وہ اپنی ماں کا نام طاہرہ کیوں بتائے گی جبکہ وہ ثمینہ خاتون ... ہے پر میں کیا جانتی تھی کہ تم ہی ہماری سگی بہن ہو جسے ثمینہ خاتون نے ... ہی میں بدلی کر کے ہم سے جدا اور علیحدہ کر دیا تھا۔

سنو عروج میں آج ہی ماموں اور آصف بھائی کو تمہارے متعلق بتاؤں گی ... اس کمرے میں اکیلی ہی رہنا اور ہاں منی اس وقت ڈیوٹی پر تو نہیں اس ... بولی اور کہنے لگی۔

تھوڑی دیر قبل تک وہ ڈیوٹی پر ہی تھی میں نے خود اسے گھر بھیجا ہے کھانا ... تیار کرنے کے لئے اس پر صدف خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے ... لگی۔

اچھا وہ اس وقت باورچی خانے میں مصروف ہوگی میں یہاں سے اٹھ کر ... ماموں اور آصف بھائی کے پاس جاؤں گی اور ان پر ساری حقیقت

حالات واضح کردوں گی اور انہیں بتاؤں گی کہ کس طرح عروج ہماری بہن ہے اور کیسے اس ثمینہ خاتون نے اسے ہم سے جدا کیے رکھا میں سمجھتی ہوں کہ ماموں اور آصف بھائی دونوں ہی اس انکشاف پر خوش ہونگے اور ہاں عروج ابھی کچھ عرصہ کے لیے منی اور آفاق پر اس راز کو عیاں نہیں کرنا منی پر اس لیے نہیں کہ اسے یہ حقیقت حال جان کر بڑا دکھ ہوگا وہ بیچاری اس احساس ہی سے ماری جائے گی کہ وہ ماں سے ہماری سگی بہن نہیں بلکہ سوتیلی ہے اس لیے کہ ہماری ماں سے والہانہ نہیں بلکہ اندھا پیار اور محبت رکھتی تھی اب بھی تم دیکھو کہ ہفتے میں تین بار بلکہ چار بار یہ ماں کی قبر پر جاتی ہے اور تازہ پھول چڑھا کر آتی ہے اسے جب یہ خبر ہوگی کہ وہ ہماری طاہرہ کی نہیں بلکہ ثمینہ خاتون کی بیٹی ہے تو میں ابھی سے اس خیال سے ڈر جاتی ہوں کہ اس بیچاری کی کیا حالت ہوگی۔

اور آفاق پر اس راز کو ابھی اس لیے ظاہر نہ کرنا کہ ہم سب بہن بھائیوں میں آفاق ہی ابو کے سب سے زیادہ خلاف ہے وہ ابو کے خلاف یوں سمجھو کہ انتہا پسند ہے اسلیئے کہ امی سے اسکی محبت دیوانہ وار تھی میں شاید تمہیں پہلے بتا چکی ہوں کہ یہ دسویں تک امی کے پاس سوتا رہا ہے اور اگر امی کہیں رات کو اٹھ کر جاتیں تو اسکی نیند بھی اچاٹ ہو جاتی اور امی کے پیچھے پیچھے یہ بھی اٹھ جاتا امی نے جو ہم سب کے سامنے کسمپرسی اور محنت و مشقت کی زندگی بسر کی اسکے بعد جو انہیں ٹی بی ہوئی اور ٹی بی کے دوران انکا علاج ادھورا اور نامکمل رہا تو سارے واقعات ایک فلم کی طرح اس آفاق کے سامنے ہیں اور اپنی ماں ہی کی وجہ سے وہ ابو سے بات کرتا ہے اور نہ ان سے ملنا پسند کرتا ہے اور اسکی وجہ سے آج تک ہم بھی ابو سے نہ مل سکے اور نہ ہی سیدھے طریقے سے ان سے بات کر سکے لہذا عروج میری بہن فی الحال یہ راز منی اور آفاق پر ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے

عروج بولی اور کہنے لگی

ویسے آپی اس انکشاف پر میرے خیال میں ماموں کا تو سخت ردعمل نہیں ہوگا بلکہ انہیں خوشی ہوگی کہ میں انکی بھانجی ہوں پر آپی آصف بھائی کا کیا ردعمل ہوگا اس پر صدف بولی اور کہنے لگی اگر آصف بھائی کا سخت ردعمل ہوا تو میں انہیں سنبھال لوں گی اس لیے کہ وہ بڑے ٹھنڈے مزاج کے انسان ہیں معاملے کو خوب سوچکر پھر عمل کرتے ہیں آفاق ابھی جذباتی ہے اور اسکے جذباتی ہونے کے دو بڑی وجوہات ہیں اول یہ کہ ہم سب بہن بھائیوں میں امی کو وہ سب سے زیادہ لاڈلا اور پیارا تھا اسکے علاوہ چونکہ وہ سب سے چھوٹا بھائی ہے ہم دونوں بہنوں بھائی اور ماموں نے بھی ہمیشہ اسکی بات مانی ہے اور کبھی اسکا کہا نہیں ٹالا یوں سمجھو کہ ماں کے بعد ہم دونوں بہنوں بھائی اور ماموں نے بھی اسے بے حد لاڈلا اور پیارا رکھا ہے اسکے علاوہ تم وہ دیکھتی ہو کہ ہم سب بہن بھائیوں میں وہ سب سے زیادہ قد آور اعلیٰ شخصیت کا مالک اور خوبصورت ہے اور اس سے پیار کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے لہذا ماں بہن بھائیوں اور ماموں کے پیار نے کسی حد تک اسے خودسر اور اپنی بات منوانے والا بھی بنا رکھا ہے لیکن اسکے باوجود عروج وہ بڑا پیارا بڑا ہمدرد دکھ درد میں پس جانے والا بھائی ہے۔

سنو عروج جب ہماری امی فوت ہوئیں تو میں اور منی اکثر راتوں کو اٹھ کر روتی تھیں آصف بھائی بیچارے ان دنوں بیمار تھے ماموں کی بھی حالت ٹھیک نہیں تھی یہ آفاق ہی تھا بیچارہ آدھی رات کو اٹھتا تھا خود بھی روتا تھا اور ہمیں

تسلی دیتا تھا ہم دونوں بہنیں جانتی تھیں کہ یہ آفاق ہم سے بڑھ کر امی سے پیار کرتا ہے لیکن اس کے باوجود ماں کے بعد اس نے ہم دونوں بہنوں کے سر پر شفقت اور پیار کا ایسا ہاتھ رکھا کہ کبھی بھی اس نے ہمیں کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دی ہم دونوں بہنوں نے جب کبھی بھی کسی چیز کی فرمائش کی یا کسی چیز سے متعلق اپنی پسند کا اظہار کیا یہ آفاق شام ہونے سے پہلے وہ چیز ہم دونوں بہنوں کے سامنے لا رکھا کرتا تھا عروج یہ آفاق میرا ایسا بھائی ہے جس پر میں ہر جہت سے ہر سمت سے فخر کر سکتی ہوں اور پھر اس آفاق کی خوش قسمتی دیکھو کہ جہاں سندس اور سحر نے اسے محبت سے محروم کیا وہاں اللہ نے اس پر ایک مہربانی کی کہ اسے سدرہ جیسی منگیتر مل گئی میں سمجھتی ہوں کہ اس شہر میں سدرہ سے بہتر کوئی رشتہ ہمیں آفاق کے لیے مل ہی نہیں سکتا۔

صدف یہاں تک کہتے کہتے خاموش ہوگئی کیونکہ ہسپتال کے صحن میں ماجد کا تماشہ بھی دیکھنا چاہتی تھیں۔ دونوں بہنیں ایک دوسرے کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے دروازہ کھول کر باہر آئیں اور درورازے کے قریب ہی کھڑی ہوگئیں انہوں نے صحن کی طرف جانے کی کوشش نہیں کی انہوں نے دیکھا کہ برکت ہسپتال کے صحن میں کھڑا تھا جبکہ ہسپتال کے صدر دروازے سے ماجد اندر آیا اسکی قمیض پھٹی ہوئی تھی چہرے پر طمانچوں کے نشان تھے پھر وہ سیدھا برکت کے پاس آیا اور اسکے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا برکت بھائی اس محلے والے مجھے اس محلے سے نکلنے ہی نہیں دے رہے مجھے معاف کردو ان لوگوں کو بتاؤ کہ تم نے مجھے معاف کر دیا ہے آئندہ میں کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا اس پر برکت کہنے لگا دیکھ میں نے تجھے معاف کیا پر جس ناکے کی طرف سے تو نکلا ہے کہ اس ناکے کی طرف اب نہ جانا اب تو مشرق والے ناکے کی طرف سے باہر نکل جا اس طرح تیری جان آسانی سے چھوٹ جائیگی برکت کے ان الفاظ کے ساتھ ہی ماجد پھر تیزی سے باہر نکل گیا جبکہ برکت وہیں کھڑا رہا تھا صدف اور عروج بھی وہیں کھڑی ہو کر رونما ہونے والے واقعات کا انتظار کرنے لگی تھیں

تھوڑی دیر کے بعد ماجد لوٹ کر آیا اس بار اسکی حالت پہلے سے بھی ابتر تھی تھا کھا کر اسکی قیمض بھی پھٹی ہوئی تھی اور پتلون بھی داغدار ہو رہی تھی صحن کھڑے برکت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا برکت بھائی مجھے بچا دو یہ مشرقی ناکے والے بھی مجھے نہیں نکلنے دے رہے اور بڑا مارا ہے اس برکت نے بڑی ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

اچھا اگر مشرق والے نہیں نکلنے دے رہے تو ادھر مغرب کی طرف سے بھی راستہ ہے تو ادھر سے نکل جا وہاں تجھے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوگا ماجد جھٹ سے من آیا اور بڑی تیزی سے ایک بار پھر وہ نکل گیا تھا برکت وہیں کھڑا رہا صدف اور عروج بھی وہیں رک کر نمودار ہونے والے اگلے لمحوں کا انتظار کرنے لگیں۔

تھوڑی دیر بعد ماجد پھر لوٹا اب تو وہ گرتا پڑتا آرہا تھا یوں لگتا تھا کہ جیسے مار کھا کر اسکی بری حالت ہوگئی ہو اسکی قمیض جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی پتلون کے پائنچے پھٹ چکے تھے۔ گھٹنوں سے پتلون بھی پھٹی پھٹی سی دکھائی دینے لگی تھی لباس اسکا کیچڑ اور دھول سے اٹا ہوا تھا اس بار ماجد آکر گھٹنوں کے بل برکت کے پاؤں پر گر گیا پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے وہ کہنے لگا

برکت صاحب خدا کے لیے مجھے معاف کر دیں یہ محلّہ تو میرے لئے جیل بن گیا ہے میں جس طرف بھی جاتا ہوں مجھے اس طرف سے مار پڑتی ہے اور کے بھی مجھے کوئی باہر نہیں نکلنے دیتا ہر کوئی کہتا ہے کہ جب تک برکت تمہیں معاف نہیں کرتا تمہیں یہاں سے نکلنے نہیں دیا جائیگا برکت بھائی اس طرح تو مار کر یہ لوگ میرا خاتمہ کر دیں گے پھر ماجد نے برکت کے پاؤں پہلے سے بھی زیادہ زور سے پکڑ لیے اور کہنے لگا برکت بھائی صرف اس دفعہ معاف کر دیں آئندہ اگر میں کوئی ایسی حرکت کروں تو اپنے ماں باپ کا بیٹا نہیں صرف ایک بار

معافی دیکر مجھے اس محلے سے نکل جانے دیں پھر کبھی بھی میں اس طرح کی گری ہوئی حرکت نہیں کروں گا۔

اس پر برکت حرکت میں آیا اور کہنے لگا اچھا ٹھہرو اس کے ساتھ ہی برکت اسپتال کے استقبالیہ پر آیا اور محلے کے شمالی ناکے پر اس نے فون کیا جب دوسری طرف سے کسی کے بولنے کی آواز سنائی دی تو برکت خوش طبعی میں اسے مخاطب کرکے کہنے لگا۔

بچے میں برکت بول رہا ہوں۔ ایک گاڑی کا نمبر لکھو ساتھ ہی برکت نے ماجد کی گاڑی کا نمبر لکھا دیا پھر وہ کہنے لگا کہ اس گاڑی کے نمبر والا جب آئے تو اسے کچھ مت کہنا اسے شمالی ناکے سے نکل جانے دینا۔ اس سے پہلے تمہیں دوسرے ناکے والوں نے ضرور کہا ہوگا کہ اس گاڑی والے کو مار مار کر اسکا حلیہ بگاڑ دینا۔ لیکن تین ناکوں سے خوب پٹنے اور مار کھانے کے بعد اب یہ تمہارے ناکے کی طرف آئیگا اب تم اسے کچھ مت کہنا اور نکل جانے دینا۔ اسکے ساتھ ہی برکت نے فون رکھ دیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ماجد کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا۔

دیکھ میں نے شمالی ناکے پر فون کر دیا ہے اب تو شمال کی طرف نکل کے مال روڈ پر چڑھ جا تجھے کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ میں نے شمالی ناکے کے محافظوں کو ٹیلیفون کر دیا ہے۔ وہ تجھے دوسرے ناکے والوں کی طرح ماریں گے نہیں روکیں گے نہیں جانے دیں گے۔ اس پر ماجد چپ چاپ اٹھا بڑی شکرگزار آنکھوں سے اس نے برکت کی طرف دیکھا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔ ماجد کے جانے کے بعد برکت صدف اور عروج کی طرف آیا۔ اس وقت تک وہ دونوں بہنیں کمرے میں داخل ہو کر بیٹھ گئیں تھیں۔ برکت ان کے پاس کمرے میں آیا اور کھڑے کھڑے ان کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

میری عزیز بہنوں یہ ماجد کے ساتھ آج کا کھیل کیسا رہا۔ اس پر عروج ہنستے ہوئے کہنے لگی۔

برکت بھائی آپ نے اس بگڑے ہوئے سرمایہ دار کو خوب سبق سکھایا ہے۔ یہ لوگ شاید چاہتے ہیں کہ وہ دولت کے بل بوتے پر زندگی کی ہر شے کو خرید سکتے ہیں۔ خواہ وہ کسی کی بہو ہو۔ کسی کی بیٹی ہو۔ کسی کی عزت ہو کسی کی عصمت ہو۔ یہ لوگ یہ نہیں سوچتے کہ جو چیز اپنی دولت کے بل بوتے پر خرید رہے ہیں ایسی چیز وہ اپنے گھر پر بھی رکھتے ہیں اور کوئی انکا بھی خریدار اٹھ سکتا ہے۔ لہذا دوسروں پر میلی نگاہ ڈالنے سے پہلے اپنے گھر پر بھی نگاہ ڈالنی چاہیے۔ کہ جس شے پر میلی نگاہ ڈال رہا ہوں ایسی شے میرے اپنے گھر پر بھی ہے جو اوروں کی میلی نگاہ کا مرکز بن سکتی ہے۔ پھر آدمی کا برائی کی طرف جانے کو دل نہیں چاہتا۔

اور ہاں برکت بھائی آپ کے جانے کے بعد میں نے اور صدف باجی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میری اصلیت جس سے ابھی تک صدف باجی آگاہ ہیں اسے ماموں اور آصف بھائی پر عیاں کر دینا چاہیے۔ اس پر برکت فوراً بولا اور کہنے لگا۔

میں اس معاملے میں تم دونوں بہنوں سے کلی اتفاق کرتا ہوں۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ کام ابھی اور اسی وقت کرنا چاہیے۔ اسکے ساتھ ہی صدف اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی عروج تم اپنے کمرے میں ہی رہنا۔ میں ابھی جا کر ماموں اور بھائی آصف کو آگاہ کرتی ہوں اور میرے خیال میں تم سے ملنے کے لیے وہ ضرور تمہارے کمرے میں آئیں گے۔ اس کے بعد صدف باہر نکل گئی اور برکت بھی باہر چلا گیا۔ باہر نکل کر وہ اپنی لسی دھی کی دوکان میں جا بیٹھا تھا۔ صدف سیدھی گھر کی طرف چلی گئی تھی۔

○

عروج اپنے اسپتال کے کام میں بری طرح مصروف تھی کہ صدف اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ صدف کے چہرے پر اس وقت بڑی خوشی' شادمانی اور

طمانیت کھل رہی تھی۔ پھر وہ عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

عروج میری بہن میں نے ماموں اور آصف بھائی سے سارے حالات اور واقعات تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں۔ انہیں جان کر بے حد خوشی ہوئی ہے کہ تم ہماری سگی بہن ہو۔ یقین جانو آصف بھائی یہ جاننے کے بعد کہ عروج ہماری سگی بہن ہے۔ خوشی اور مسرت سے مغلوب ہو کر رو پڑے تھے۔

یہاں تک کہنے کے بعد صدف چند لمحے رکی پھر کہنے لگی۔

سنو عروج ماموں اور آصف بھائی تم سے ملنے کے لیے آ رہے ہیں۔ راستے میں وہ برکت بھائی کے پاس رک گئے ہیں۔ برکت بھائی انہیں خود ساتھ لیکر یہاں آئیں گے۔ بس اب وہ تھوڑی دیر تک تمہارے کمرے میں آنے والے ہوں گے۔

صدف کے اس انکشاف پر عروج بے چاری کی عجیب سی حالت ہوگئی تھی اسکے چہرے کے تاثرات سے ظاہر ہوتا تھا کہ گویا اسکے بچپن کی کچھ یادیں دل میں چبھتی ہواؤں کی گرم سانسوں کھوئی کھوئی سی حقیقتوں اور ستاروں بھری رات میں جھلمل کرتی خاموشی کی لہروں کی طرح جوش مارنے لگی ہوں۔ اسکے ماضی کی دل کی دھڑکنیں بھٹکی باتیں کھوئے کھوئے انداز بیتے برسوں کی گپھا سے نکل کر کوئل کی آوارہ کوک ٹھنڈے گیلے ساحل پر نیلے گلابی پتھروں سے ٹکراتی شدت بے کل اور شدت فراق میں تڑپتی لہروں کی طرح اپنی موجودگی اور اپنے ہونے کا پتہ دینے لگی تھیں۔

اپنے ماموں اور بھائی کے آنے کی خوشی میں عروج بے چاری نے کام کرنا بند کر دیا تھا ماموں اور بھائی کے آنے کے انتظار کی وجہ سے اس بے چاری کی حالت مٹیالے بادلوں کے پیچھے چپ چپ سلگ اٹھنے والے افق' افلاس کے دھبوں اور بیکاری اور ناتوانی سے شل ہاتھوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی وہ ابھی انہیں سوچوں میں غرق تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ دستک سنتے ہی عروج نے بڑی بے چینی سے

پوچھا کون؟

باہر سے آواز سنائی دی میں برکت ہوں۔ عروج بے چاری کھڑی ہوگئی۔ شاید وہ جان گئی تھی کہ برکت کے ساتھ اسکے ماموں اور بھائی بھی اندر آئیں گے۔ لہذا کرسی سے کھڑے ہونے کے بعد وہ کہنے لگی۔ برکت بھائی اندر آجایئے۔ اس کے ساتھ ہی برکت نے دروازہ کھولا اور وہ اندر آیا اور اسکے پیچھے پیچھے کرامت اللہ اور آصف بھی اس کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

اندر داخل ہونے کے بعد برکت ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ عروج کے کمرے کا دروازہ اس نے بند کر دیا تھا۔ پھر کرامت اللہ ذرا آگے بڑھا۔ اپنے دونوں بازو اس نے پھیلا دیئے اور عروج کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

میری بیٹی! میری بچی تو نے کیوں اتنا عرصہ اپنے کو ہم سے چھپائے رکھا۔ میں کیا جانتا تھا کہ ہمارے درمیان رہنے والی میری اپنی بہن کی بیٹی اور نشانی ہے۔

عروج میری بیٹی کاش تم نے یہاں آتے ہی بتا دیا ہوتا کہ تم میری مرنے والی عزیز اور محترم بہن طاہرہ کی کھوئی ہوئی اور گمشدہ نشانی ہو۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی بے چاری عروج بھاگ کر آگے بڑھی اور بری طرح وہ کرامت اللہ سے لپٹ کر پھوٹ پڑی اور رونے لگی تھی۔

کرامت اللہ بار بار عروج کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سر کو بوسہ دیتے ہوئے کہنے لگے میری بیٹی۔ میری بچی تو آخر تک اپنے آپ کو ہم سے راز میں اور اوجھل رکھ سکتی تھی اس لئے کہ لفظوں سے معنی کو تتلیوں سے رنگوں کو دل سے دھڑکن کو زندگی سے روح کو موت کے سوا کوئی علیحدہ نہیں کر سکتا۔ اب جب میری بیٹی۔ میری بچی تمہارے اور ہمارے درمیان اصل رشتہ طشت ازبام ہوگیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ تو ہمارے لیے نئے عہد کی بشارت بن کر آئی ہے۔ تیرے ملنے کی وجہ سے قسم خداوند کریم کی میں یوں محسوس کر رہا ہوں جیسے تو ٹوٹے خوابوں کے ویرانوں میں سحر کی پکار۔ گرد سفر میں زیست کی بشارت۔

سوکھے خشک خاروں میں بھولے بسرے لمحات' کشت بے رنگ میں آفاقی گنگناہٹ اور رنگوں کے لہو میں بہاروں کا لباس بن کر داخل ہو گئی ہو۔

میری بیٹی کاش آج تمہاری ماں اور میری بہن طاہرہ زندہ ہوتی تو دیکھ کر کیا خوش ہوتی کہ بچھڑے ہوئے کیسے ملتے ہیں۔ حالات جب دھوکہ دیکر علیحدہ کر دیتے ہیں قدرت انہیں کس طرح ملانے کا ذریعہ اور وسیلہ بن جاتی ہے۔

اپنے ماموں کرامت اللہ کے شانوں پر سر رکھ کر روتے ہی روتے عروج بیچاری نے کرامت اللہ کے پیچھے کھڑے اپنے بڑے بھائی آصف کی طرف دیکھا، بے چارہ حرف راز کی طرح چپ اور اداس کھڑا تھا جیسے اسکے ذہن کی منڈیر پر طوفان چڑھ گئے ہوں۔ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے وہ کھڑا رو رہا تھا جیسے دھرتی کی آنکھوں میں ایک نا ختم ہونے والا سیلاب امنڈ آیا ہو وہ بے چارہ اس وحشی اندھیروں کی زد میں آنے والے شاخ شاخ گھونسلوں اندھے کنوؤں کی گونج اور لمبی مسافتوں کی تھکن ' تپتے گردوں انگارہ زمین اور تشنہ و آشفتہ مسافر کی طرح انتہائی بے بسی اور بے کسی میں اپنی گردن جھکائے کچھ اس طرح رو رہا تھا کہ جیسے وہ ماضی میں کھو جانے والی اپنی یادوں کو تلاش کرتے کرتے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا ہو۔

عروج بے چاری اپنے بڑے بھائی کی یہ حالت زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکی پھر وہ کرامت اللہ سے علیحدہ ہوئی طوفانی انداز میں وہ آصف کی طرف بڑھی اور بری طرح اس سے لپٹ کر وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی۔

صدف جو اس سے پہلے بیچاری کرامت اللہ اور عروج کے ملنے پر اپنے منہ پر رومال رکھے دھیرے دھیرے رو رہی تھی وہ بھی عروج کے دھاڑیں مار کر رونے کی وجہ سے بری پھٹ پڑی تھی اور ہچکیوں اور سسکیوں میں رونے لگی تھی۔ قریب بیٹھا ہوا برکت اور اسکے قریب آیا اور ٹوٹتی پھوٹتی آواز میں وہ کہنے لگا۔

صدف میری بہن تو اپنے آپ کو سنبھال۔ ماموں کے ساتھ ناطے سے تو

بیٹی بڑے بھائی کے ناطے سے تو ایک بہن ہے اور چھوٹے بھائیوں کے لیے بہن کی حیثیت سے تو ایک ماں کا درجہ رکھتی ہے۔ اپنے آپ کو سنبھال۔ اٹھ بڑی بہن اپنی بہن کو تسلی دے۔ اسے تشفی دے اسے چپ کرا کہ یہ خوشی کا موقع ہے رونے کا نہیں۔ ہنسنے قہقہے لگانے اور مسکراہٹیں بکھیرنے کا موقع ہے بڑی بہن اٹھ اور اپنا فرض ادا کر کہ تو بڑی بہن ہے بڑی بہن ماں کی جگہ ہوتی ہے۔

برکت کی اس گفتگو سے صدف نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا اپنے آنسو اس نے پونچھ لیے پھر وہ آگے بڑھی آصف کے ساتھ لپٹی ہوئی عروج کو اس نے کان میں سرگوشی کی۔ عروج میری بہن۔ بہن بھائیوں کے ملنے کے لیے یہ خوشی اور مسرت کا موقع ہے اس خوشی اس مسرت کو اپنے آنسوؤں میں ضائع نہ کر۔ خود بھی سنبھل لو۔ بھائی کو بھی سنبھلنے کا موقع دو۔ اسے تسلی دو کہ یہ رونے کا نہیں میری بہن خوشیاں منانے کا موقع ہے۔

صدف کے تسلی دینے پر عروج بیچاری سنبھل گئی اپنے رومال سے پہلے اس نے اپنے آنسو خشک کئے پھر وہ آصف کے آنسو خشک کرتے ہوئے آنسوؤں میں بھیگی اور ایک انوکھی سی خوشی میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

آصف بھائی میں تو زیست کی شب گراں میں تہ خانوں کی تاریکی کی طرح آپ لوگوں کی خاطر سرگرداں رہی۔ بہن بھائیوں سے علیحدہ رہنے کے لیے میں نہ گنہگار تھی نہ مجرم میں تو کوچے کوچے میں ہانپتی اور کلی کلی سرپٹکتی ہواؤں کی طرح اس کوشش میں رہی کہ کسی طرح میری زندگی پر پڑا ہوا پردہ ہٹ جائے اور میرے بہن بھائیوں کو یہ خبر ہو جائے کہ میں ان کے لے ڈاکٹر عروج نہیں بلکہ ان کی سگی بہن ہوں۔ میرے بھائی آپ لوگوں سے ملنے اور آپ پر اپنی حقیقت ظاہر کرنے کے لیے میرے خون کے قطرے قطرے کی تمازت میں محبت اور رشتوں کے رنگوں کی قوسیں روز بنتیں تھیں اور روز مٹتی تھیں۔ پر میں نے تہیہ کر رکھا تھا

کہ کسی دن کسی موقع پر میں اپنے بہن بھائیوں کو ضرور بتاؤں گی کہ میں ان کے لیے اجنبی ڈاکٹر عروج نہیں بلکہ انکی اپنی ماں طاہرہ کی کوکھ سے جنم لینے والی انکی سگی بہن ہوں۔

اپنے آپ کو کسی قدر سنبھالنے کے بعد عروج نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور وہاں بیٹھی ہوئی لیڈی ورکر کو مخاطب کرتی ہوئی کہنے لگی۔ جب تک میں اجازت نہ دوں، کسی کو میرے کمرے میں نہ آنے دینا اور ہاں سلیم ڈرائیور کو میرا پیغام دو کہ میرے کمرے میں پانچ ٹھنڈی بوتلیں پہنچائے۔ لیکن جلدی اور فوراً اس کے ساتھ ہی عروج نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر دیا پھر اس نے اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑا اور جس کرسی پر بیٹھ کر وہ کام کر رہی تھی اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی آصف بھائی آپ یہاں بیٹھیے۔

اس پر آصف اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے تڑپ کر کہنے لگا۔

نہیں ڈاکٹر بہن میں یہاں کیسے بیٹھونگا۔ تم بیٹھو اپنا کام کرو۔ میں تمہارے سامنے بیٹھتا ہوں۔ اس پر عروج اٹھ گئی اور اس نے آصف کا بازو مضبوطی سے پکڑے رکھا اور کہنے لگی۔ آصف بھائی آج آپ یہیں بیٹھیں گے۔ یہ میری خواہش اور میری آرزو ہے میں آپکے سامنے بیٹھی ہوں قبل اس کے کہ آصف کچھ کہتا صدف بولی اور پیار بھری آواز میں کہنے لگی۔

آصف بھائی بیٹھ جائیں۔ جب عروج اتنی محبت اتنی چاہت سے کہہ رہی ہے تو آپ کیوں انکار کرتے ہیں۔ آصف بے چارے نے بڑے عجیب انداز میں تھوڑی دیر اپنی دونوں بہنوں صدف اور عروج کی طرف دیکھا پھر وہ بے چارہ آگے بڑھ کر عروج کی کرسی پر بیٹھ گیا جب کہ عروج آصف کے سامنے اپنی بہن کے پہلو میں بیٹھ گئی تھی۔

اسکے بعد عروج نے ہاتھ آگے بڑھا کر ٹیلیفون سیٹ اپنی طرف کھینچا جلدی جلدی نمبر ڈائل کیے ریسیور کان سے لگا کر وہ انتظار کرنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ریسیور پر جب رضوان صاحب کی آواز گونجی تو عروج بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔

پاپا آپ کیسے ہیں۔ دوسری طرف سے رضوان صاحب کی آواز سنائی دی میں ٹھیک ہوں بیٹے۔ اچھا کیا تم نے فون کرلیا میں تمہیں خود ہی فون کرنے والا تھا اس لیے کہ میں تمہیں ایک بری خبر سنانے والا ہوں۔ اس پر عروج سنجیدہ اور پریشان سی ہوگئی اور کہنے لگی پاپا میں نے تو آپ کو ایک اچھی خبر سنانے کے لیے فون کیا تھا آپ مجھے کون سے بری خبر سنانا چاہتے ہیں۔ پہلے آپ کہیئے جو کچھ کہنا چاہتے ہیں پھر میں آپکو ایک اچھی خبر سناؤں گی۔

جواب میں رضوان صاحب کہہ رہے تھے۔

بیٹی بری خبر جو میں تمہیں سنانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آنے والے پیر کو تمہاری ماما۔ اب میں اسے تمہاری ماں تو نہیں سوتیلی ماں کہہ کر پکار سکتا ہوں بہرحال ثمینہ خاتون اور اسکا بھتیجہ فرخ لندن سے لوٹ رہے ہیں فرخ نے شاید اپنا امپورٹ ایکسپورٹ کا معاملہ وہاں سیدھا کر لیا ہے۔ دیکھو بیٹی یہ ثمینہ خاتون اور فرخ آتے ہی میرے خیال میں تمہاری شادی کی بات کریں گے اس کے لیے کل ثمینہ نے مجھ سے بات کی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ فرخ اور عروج کی شادی میں اب قطعاً کسی قسم کی دیر نہیں ہوگی اور میرے خیال میں وہ آتے ہی تمہاری اور فرخ کی شادی کی تیاریوں میں لگ جائے گی بیٹی میں تمہیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ فرخ کوئی اچھا انسان نہیں ہے۔ جس وقت ثمینہ خاتون نے اس کے ساتھ تمہاری منگنی کی تھی اس وقت حالات کچھ اور تھے میں اس ثمینہ خاتون کے سامنے مکمل طور پر دبا ہوا تھا۔ اب حالات بدل چکے ہیں۔ تم اپنے بہن بھائیوں کے درمیان رہ رہی ہو اور اس بات کی مجھے بڑی خوشی ہے کہ کم از کم تمہاری بہن نے تو تمہیں قبول کر لیا ہے لیکن میں نے تمہیں کہا تھا کہ کم از کم صدف کو ہی میرے پاس لے کر آتیں۔ میں اس سے ملتا مجھے احساس ہوتا کہ تمہارے علاوہ بھی میرے بیٹے

اور میری بیٹیاں ہیں۔ کہو میری بچی اسے کب لیکر آؤ گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد رضوان جب خاموش ہوئے تو عروج بولی اور کہنے لگی۔

پاپا یہ تو میں آپ کو بتاؤں کہ صدف باجی کو میں آپکے پاس کب لیکر آرہی ہوں۔ پہلے جو اچھی خبر میں آپکو سنانا چاہتی ہوں وہ سنئے۔ اچھی خبر یہ ہے کہ صدف باجی نے ماموں اور آصف بھائی پر بھی انکشاف کر دیا ہے کہ میں انکی سگی بہن ہوں۔ پاپا اس انکشاف پر ماموں اور آصف بھائی دونوں ہی بے حد خوش ہیں اور اس وقت دونوں میرے آفس میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آصف بھائی کو میں نے اپنی کرسی پر بیٹھا رکھا ہے۔ صرف اپنے ضمیر اور اپنے دل کو یہ احساس دلانے کے لیے کہ آپ کے بعد میرے خاندان کا ایک سربراہ بھی ہے جو میرا بھائی ہے جس کے سائے میں جسکی حمایت میں میں ایک پرسکون زندگی بسر کرسکتی ہوں۔ پاپا برکت بھائی بھی اس وقت میرے آفس میں ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ پاپا جہاں تک ثمینہ خاتون اور اسکے بھتیجے کا تعلق ہے تو اب آپ کو اسکے متعلق فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔

رضوان صاحب کی ملول سی آواز سنائی دی۔

بیٹے فکر مند ہونے کی ضرورت ہے۔ ثمینہ خاتون کے ہاتھ یوں سمجھو کہ بڑے لمبے اور دراز ہیں یہ ایک انتہائی ظالم اور ستم گر خاتون ہے۔ اسکا جس خاندان سے تعلق ہے وہ قتل و غارتگری کو خوب پسند کرتا ہے پھر اسکے بھائی تم جانتی ہو کہ اچھے خاصے جاگیردار ہیں اور ثمینہ خاتون نے بھی ہماری جائیداد کا کافی حصہ نا صرف اپنے نام لکھا رکھا ہے۔ بلکہ مختلف اکاؤنٹس سے بھی یہ پیسے نکال کر اپنے نام جمع کرواتی رہی ہے۔ اب یہ کوٹھی جس میں میں رہ رہا ہوں یہ بھی ثمینہ خاتون ہی کے نام ہے اگر اس ثمینہ خاتون نے اپنے کچھ بندے اور بدمعاش بلا کر تمہاری شادی فرخ کے ساتھ زبردستی کرنا چاہی تو اسکے لیے ہمیں پہلے سے سوچنا پڑیگا اور اسکا سد باب کرنا ہوگا۔

عروج کے چہرے پر تھوڑی دیر کے لیے فکر مندی کے آثار نمودار ہوئے تھے اس موقع برکت بڑی گہری نگاہوں سے عروج کا جائزہ لے رہا تھا وہ پوچھنے لگا۔

کیا بات ہے آپ پریشان کیوں ہوگئی ہیں۔ عروج نے ہاتھ کے اشارے سے انکو تسلی دی پھر وہ فون پر کہنے لگی۔

پاپا آپ فکر مند نہ ہوں۔ ثمینہ خاتون اب میری مرضی کے خلاف زبردستی سے میری شادی نہیں کرسکتی۔ پاپا اب میں اور آپ سے اس ثمینہ خاتون کے مقابلے میں اکیلے نہیں ہیں۔ میرے اب تین بھائی ہیں۔ پاپا برکت آصف اور بھائی اور پھر آپ میرے والد میرے سربراہ زندہ ہیں۔ میرے ماموں ابھی زندہ ہیں بڑی دو بہنیں ہیں اور میرا رشتہ ان سب کی مرضی سے طے ہوگا اور پاپا میں آپ شاید بھول گئی کہ یہ رشتہ طے ہوچکا ہے پاپا ہمارے اسپتال میں تنویر نام کے ایک ڈاکٹر کام کرتے ہیں۔ صدف باجی نے میرا رشتہ ان کے ساتھ طے کر دیا ہے۔ اب میں کسی بھی صورت فرخ کے ساتھ شادی نہیں کرونگی اور اگر ثمینہ خاتون نے اس سلسلے میں زبردستی کرنا چاہی تو میں آپکو یقین دلاتی ہوں اسے ناکامی ہوگی۔

قریب بیٹھا ہوا برکت شاید ساری گفتگو سن چکا تھا وہ ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور عروج سے کہنے لگا۔

تھوڑی دیر کے لیے ریسیور مجھے دو میری بہن۔ میں رضوان صاحب سے خود بات کرتا ہوں۔ عروج نے ریسیور برکت کو تھما دیا۔ برکت بولا اور رضوان صاحب کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

میاں جی میں آپ اور عروج بہن کے درمیان ساری گفتگو سمجھ چکا ہوں۔ عروج اکیلی نہیں ہے یہ کسی کی بہن ہے کسی کی بیٹی ہے یہ مت خیال کیجئے کہ آپکا ٹھنڈا سایہ صرف اس کے سر پر اور یہ کہ آپکی موجودگی میں بھی اسکی سوتیلی ماں زبردستی اپنے بھتیجے فرخ کے ساتھ اسکی شادی کر دیگی۔ میاں جی میں سارے

حالات جانتا ہوں۔ میں عروج کا بھائی ہوں میرا نام برکت ہے اور اگر کسی نے ٹیڑھا کام کرنے کی کوشش کی تو میں اس کے لیے رنگو بدمعاش بھی بن سکتا ہوں آپ مطمئن رہیے۔ ثمینہ خاتون کے خواہ کتنے ہی بھائی آجائیں اور کتنی بھی بدمعاشی کا مظاہرہ کرلیں وہ برکت کی بہن عروج کو زبردستی فرخ کے ساتھ بیاہ نہ سکتے۔

اس موقع پر ہاتھ کے اشارے سے عروج نے برکت کو فون پر ہاتھ رکھنے کہا برکت نے فون پر ہاتھ رکھا تو عروج اسے مخاطب کرکے کہنے لگی۔ برکت بابا بابا کہہ رہے تھے کہ جس کوٹھی میں وہ رہ رہے ہیں وہ ثمینہ خاتون کے نام ہے میں چاہتی ہوں کہ بابا کی رہائش کا بھی کہیں بندوبست ہونا چاہیے جہاں وہ ثمینہ خاتون کی دست درازی سے محفوظ رہ کر پرسکون زندگی بسر کریں۔

اس پر برکت نے ریسیور سے ہاتھ اٹھایا اور کہنے لگا۔

میاں جی عروج مجھے بتا رہی تھی کہ جو آپ کی کوٹھی ہے وہ بھی ثمینہ خاتون کے نام ہے آپ فی الحال تو وہیں رہیے۔ ثمینہ خاتون کو وہاں آنے دیجئے۔ انکے بھتیجے فرخ کو بھی آنے دیجئے۔ پہلے انکا رد عمل دیکھئے اور اگر وہ شرافت کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اسی کوٹھی میں رہیئے اور اگر وہ بدمعاشی دکھاتے ہیں عروج کا رشتہ زبردستی فرخ کے ساتھ کرنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں تو آپ چپ چاپ باہر چلے آیئے اسکے بعد سارے کاموں کو ہم خود ہی نپٹالیں گے آپ کو کسی قسم کی زحمت اور پریشانی اٹھانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئیگی۔

جواب میں رضوان بولے اور کہنے لگے۔

برکت بیٹے تیری بڑی مہربانی تیرا بڑا شکریہ۔ تیرے بڑے احسانات ہیں مجھ پر جو میں کبھی بھی بھول اور فراموش نہ کرسکونگا۔ بیٹے فون ذرا عروج کو دو۔ اس کے ساتھ ہی برکت نے ریسیور عروج کو تھما دیا تھا۔ عروج پھر بولی اور کہنے لگی۔

بابا آپ نے ابھی کہیں جانا تو نہیں۔ دوسری طرف سے رضوان صاحب نے سنائی دی نہیں۔ بیٹی فی الحال گھر پر ہی ہوں بولو کیا بات ہے۔ عروج کہنے لگی بابا ذرا ماموں اور آصف بھائی سے تفصیل سے بات کروں پھر فون کرتی ہوں۔ اس کے ساتھ عروج نے ریسیور رکھ دیا تھا۔

ریسیور رکھنے کے بعد عروج کچھ دیر تک سوچتی رہی شاید وہ اپنے ماموں سے گفتگو کرنے کے لیے الفاظ جمع کر رہی تھی پھر وہ کچھ دیر کی سوچ بچار کے بعد بولی اور کہنے لگی۔

ماموں میں آپ سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ چند ہفتے قبل میرے صدف آپا اور منی کے رشتے کی بات چھڑی تھی یہ سارا کام ڈاکٹر ثروت اور انکے شوہر ریحان نے کیا تھا بعد میں میں نے ساری تفصیل برکت بھائی سے بھی کہی تھی آپ اور آصف بھائی سے اسکا ذکر نہیں کیا تھا کرامت اللہ بیچ میں بول پڑے اور کہنے لگے۔

دیکھ بیٹی تجھے اب کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہیں۔ برکت ڈاکٹر ثروت ان کے میاں ریحان میرے اور آصف کے ساتھ تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں۔ اور میں تم سب بہنوں پر یہ واضح کردوں کی جنید کی بڑی بہن تمہارے اسپتال میں کام کرنے والے تنویر کی ماں باپ اور استقبالیہ میں کام کرنے والے لڑکے شعیب کے والد بھی مجھ سے اور آصف سے مل چکے ہیں۔ ان تینوں گھرانوں نے تم تینوں کے رشتے کی استدعا کی تھی میں نے ان سے ہاں کر دی ہے۔ وہ جلد ہی شادی کرنے پر آمادہ ہیں۔ میں نے انہیں تاریخ نہیں دی نہ ہی اس فیصلے کا ذکر میں نے تم تینوں سے کیا۔ دیکھ میری بیٹی تم تینوں کا باپ ابھی زندہ ہے گو وہ تمہاری ماں کو طلاق دے چکا ہے۔ پھر بھی میری بیٹی اسکا تم پر تمہارا اس پر حق بنتا ہے۔ اس لئے کہ وہ تمہارا باپ ہے۔ ٹھیک ہے زندگی میں اس سے ایک غلطی ہوئی جس پر وہ ابھی پچھتا رہا ہے۔ غلطی میرے بچو ہر انسان سے ہوتی ہے۔ لہٰذا تمہارے باپ کی غلطی کوئی ایسی نہیں کہ ناقابل...

میرے بچو! تمہاری شادی کے لیے تاریخیں مقرر کرنا تمہارے باپ کا کام ہے۔ اس سلسلے میں آخری گفتگو اسی سے ہوگی۔ میں پہلے ہچکچاتے ہوئے عروج اور منی سے گفتگو نہیں کر رہا تھا۔ گو آصف کو میں نے اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور وہ اس بات پر آمادہ تھا کہ تمہارے پاپا سے اس سلسلے میں ضروری گفتگو کرنی چاہیے۔ عروج میری بیٹی آج کے انکشاف سے پہلے ہم نے تمہیں اپنی ہی بیٹی کہہ کر تمہاری شادی کا بندوبست کرنا چاہتے تھے لیکن آج جب صدف نے یہ انکشاف کیا کہ تم صدف آصف اور آفاق کی سگی بہن ہو۔ یقین جانو میری اور آصف کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہیں تھی میری بیٹی لیکن میرے بچوں مجھے ایک ڈر اور خدشہ بھی ہے اس انکشاف کا ذکر ابھی صوبیہ سے نہ کرنا۔ اسے ایک دھچکا اور ایک بڑا دکھ ہوگا جب اسے یہ معلوم ہوگا کہ وہ آصف آفاق اور صدف کی سگی بہن نہیں تو یقین جانو وہ بے چاری سخت پریشانی اور تکلیف سے دوچار ہوگی۔

بہرحال صوبیہ پر ابھی اس انکشاف کو ظاہر نہیں کرنا۔ تاہم آفاق پر یہ بات ظاہر کر دیں گے۔ اور جونہی وہ کراچی سے لوٹتا ہے میں اور آصف خود اس سے بات کریں گے۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ کسی غلط رد عمل کا اظہار نہیں کریگا۔ وہ اگر اپنی ماں سے جنون کی حد تک پیار کرنے والا لڑکا ہے تو باپ سے بھی ایسا ہی پیار کرتا ہے۔ لیکن چونکہ باپ کی طرف سے تھوڑی سی زیادتی تم لوگوں کی ماں سے ہوئی ہے لہٰذا وہ باپ کی طرف سے تھوڑی پراگندگی کا شکار ہے۔ جسے صاف کیا جاسکتا ہے۔ اور ہاں عروج میری بیٹی صدف نے مجھے بتایا تھا کہ جس عمارت میں ہم رہ رہے ہیں اسکے ساتھ جو تین عمارتیں وہ تم نے خرید کر صدف صوبیہ اور اپنے نام کروالی ہیں میری بیٹی۔ میری بچی مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے۔

عروج اپنے ماموں کی اس گفتگو کا جواب دینا چاہتی تھی کہ اس موقع پر برکت بولا اور کہنے لگا۔

عروج بہن میں تمہیں بتانا بھول گیا کہ آسرا والی ذیلی سڑک میں جو عمارت خرید کر تم نے اپنے نام لگوائی ہے اسکے سامنے سڑک کے دوسری طرف ایک شخص عمارت بنا رہے تھے یہ صاحب میرپور کے رہنے والے ہیں۔ خود بھی اور انکے بیٹے بھی عرصہ ہوا لندن میں کام کاج کرتے ہیں یہاں وہ جو عمارت تعمیر کر رہے ہیں اس میں وہ اسکول کھولنا چاہتے تھے۔ لیکن ارادہ اب ملتوی ہوگیا ہے۔ پہلے یہ صاحب مزنگ چنگی رہتے تھے۔ اسکول کھول کر وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ بہترین کنٹرول کر سکتے ہیں۔ لیکن اب ان صاحب نے مزنگ چنگی میں اپنا مکان بیچ دیا ہے۔ اور انہوں نے رہائش وحدت کالونی میں اختیار کرلی ہے۔ لہٰذا اسکول چلانے کا پروگرام انہوں نے کینسل کر دیا ہے شاید وہ وحدت کالونی میں ہی اسکول کھولیں۔ لہٰذا یہ جو عمارت اسکول کے لیے بنی ہوئی ہے یہ بھی اس وقت برائے فروخت ہے اگر اسے بھی لینا چاہو میری بہن یہ سنہری موقع ہے۔ عروج جھٹ بولی اور کہنے لگی۔

برکت بھائی آپ اس عمارت کی بھی بات کریں۔ اسکی بھی ڈیل فائنل کرنے کی کوشش کریں۔ پے منٹ جب چاہیں گے۔ میں پاپا سے کہہ کر دلوا دونگی۔ اور یہ عمارت میرے بھائی آصف کے نام پر ہونی چاہیے۔ یہ عمارت خریدنے کے بعد ہم چاروں بہن بھائی برکت بھائی آپ کے قریب ہی آپ کے ہمسائیہ میں خوشگوار زندگی کی ابتدا کرسکیں گے۔ جواب میں برکت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

جہاں تک اس عمارت کا تعلق ہے۔ اسکی بات عروج بہن میں آج ہی شروع کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اسے ایک دو روز میں فائنل کردونگا۔ میں ایک اور مشورہ بھی آپ لوگوں کو دینا چاہتا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ لوگ مجھ سے اتفاق کریں گے اور وہ یہ کہ آفاق تو اس وقت کراچی گیا ہوا ہے اسے رہنے دیں لیکن گا پر یہ بات ابھی سے واضح کردیں کہ عروج اسکی سگی بہن ہے اور یہ کہ تم لوگ اب اپنے والد سے اپنے تعلقات اچھے اور استوار کر رہے ہو۔ بعد میں بھی تو کسی نہ کسی روز صوبیہ پر اس بات کا انکشاف ہونا ہی ہے کہ وہ تم دونوں کی ماں سے

سوتیلی اور باپ سے سگی بہن ہے۔ کیوں نہ آج ہی اس پر انکشاف کر دیا جائے تاکہ جب تک اسکی شادی کا دن آئے اس وقت تک یہ اس دکھ اور غم کو بھلا کر پہلے کی طرح تمہارے ساتھ نارمل زندگی بسر کرنا شروع کر دے۔

عروج بولی اور کہنے لگی۔

میں تو اس کے لیے تیار ہوں پر اس سلسلے میں صدف بہن، آصف بھائی اور ماموں سے بھی مشورہ لیں۔ اس پر آصف بولا اور کہنے لگا میرے خیال میں برکت بھائی ٹھیک کہتے ہیں۔ منی کو ابھی سے بتا دینا چاہیے۔ بعد میں اسے کہیں یہ شکوہ اور گلا نہ ہو کہ ہم سب نے اسکے خلاف سازش کی ہے اور اسے حقیقت سے بے خبر رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس پر کرامت اللہ بولے اور کہنے لگے ٹھیک ہے اسے آج ہی بتا دو کہ عروج باپ سے اسکی سگی بہن ہے جبکہ ماں سے سوتیلی۔ اسے یہ بھی بتا دو کہ وہ طاہرہ کی نہیں بلکہ ثمینہ خاتون کی بیٹی ہے اور کس طرح اسکی ماں نے اسے خود تبدیل کر دیا تھا۔

اس پر عروج پھر بولی اور کہنے لگی کہ یہ کام صرف صدف باجی آپ ہی کر سکتی ہیں۔ اس لیے کہ وہ آپ ہی سے انتہا درجے کی مانوس ہے اسکی ہر بات مانتی ہے اور جب اس پر انکشاف کریں گے تو میرے خیال میں اسے کچھ زیادہ گلہ اور شکوہ بھی نہیں ہوگا۔ اس پر آصف بولا اور صدف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

صدف میری بہن تم ابھی جاؤ منی سے اس ساری حقیقت کا ذکر کرو اور اسے اپنے ساتھ لیکر یہیں آجاؤ۔ عروج پھر بولی اور کہنے لگی صدف باجی میں نے منی سے کھانا تیار کرنے کے لیے کہا تھا اسے کہیں کہ کھانا تیار نہ کرے۔ اسے حقیقت بتانے کے بعد یہیں لے آئیں۔ کھانا ہم سب لوگ آج یہیں کھائیں گے۔ میں پاپا کو بھی بلاتی ہوں۔ میرے خیال میں پاپا بھی آج یہیں ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گے تاکہ انہیں یہ احساس ہو کہ ثمینہ خاتون کے مقابلے میں اب وہ اکیلے نہیں ہیں بلکہ اسکے بیٹے اسکی بیٹیاں بھی اسکے ساتھ ہیں اور ثمینہ خاتون اپنے بھتیجے اور بھائیوں کے ساتھ مل کر بھی انکا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اگر انہوں نے ہمارے پاپا کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی عروج یہیں تک کہنے پائی تھی کہ برکت بیچ میں بول پڑا اور کہنے لگا اور اگر انہوں نے آپکے پاپا کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو وہ سارے کمینے خود نقصان میں پڑ جائیں گے۔ انہیں ایسی مار ماری جائے گی کہ زندگی میں پھر کسی کو ثمینہ خاتون کے کہنے پر پٹڑی سے اترنے کی کوشش نہ کریں گے۔

سب لوگوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا پھر صدف اٹھی اور منی کی طرف گئی تھی جبکہ عروج نے ہاتھ بڑھا کر پھر ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا نمبر ڈائیل کیے دوسری طرف سے جب رضوان صاحب کی آواز سنائی دی تو عروج بولی اور کہنے لگی پاپا میں عروج بول رہی ہوں اس پر رضوان نے بڑی بے چینی سے پوچھا بیٹی تم نے ماموں اور بھائی سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد کیا فیصلہ کیا۔ عروج مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

پاپا فیصلہ یہ ہوا کہ صوبیہ کو بھی ابھی اور اسی وقت اس حقیقت سے آگاہ کر دیا جائے گا۔ میرے متعلق بتانے کے لیے صدف بہن اسکی طرف چلی گئی ہے۔ پاپا آپ ایسا کیجیے کہ فی الفور گاڑی میں بیٹھیے اور یہاں اسپتال پہنچ جائیے۔ اس وقت ماموں آصف بھائی برکت بھائی میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ دوپہر کا کھانا آپ ہمارے ساتھ یہیں آکر کھائیں گے۔ آپ آئیں گے تو ہم کھانا منگوائیں گے اور یہ سارا کام میں ماموں اور آصف بھائی سے مشورہ کرنے کے بعد کر رہی ہوں پاپا آپ کتنی دیر تک پہنچ سکتے ہیں۔ جواب میں رضوان کی خوشیوں اور مسرتوں میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

بیٹی تم نے مجھے ایسی خوشخبری اور ایسی مسرت انگیز نوید سنائی ہے کہ اب تو میں سر کے بل بھی چل کر آسکتا ہوں۔ عروج میری بیٹی میں کیا بتاؤں۔ میری خوشی کی انتہا نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اپنی زندگی میں تمہاری ماں نے

طلاق دینے کے بعد جو کچھ میں نے کھویا تھا وہ آج میں نے پالیا ہے۔ کاش ثمینہ خاتون آج زندہ ہوتیں تو میں رضوان اسکے پاؤں پکڑ کر بھی اس سے معافی مانگ لیتا۔ یہاں تک کہتے کہتے رضوان صاحب کی آواز کچھ ڈوب گئی تھی۔ ان پر رقت طاری ہوگئی تھی۔ انکی حالت کا جائزہ لیتے ہوئے عروج بے چاری بھی افسردہ ہوگئی تھی۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد رضوان پھر بولے اور کہنے لگے

بیٹے ہنڈا سوک پہلے ہی تمہارے پاس ہے گھر میں اس وقت دو گاڑیاں کھڑی ہیں۔ ایک ٹویوٹا کرولا اور ایک پیجرو میرے خیال میں میری بیٹی یہ دونوں گاڑیاں بھی تمہارے اسپتال میں لا کھڑی کرنی چاہیے۔ اسکے علاوہ کچھ اکاؤنٹ میرے اور ثمینہ خاتون کے سانجھے ہیں۔ میں سارے اکاؤنٹ کی چیک بکیں بھی ساتھ لے آتا ہوں میری بیٹی ان سارے اکاؤنٹ سے رقم نکال کر تم بہن بھائیوں کے اکاؤنٹ میں ڈلواتے ہیں۔ اسکے علاوہ جو اکاؤنٹ صرف میرے نام پر ہیں ان سے بھی رقم نکلوا کر میری بیٹی بھائیوں کے اکاؤنٹ میں جمع کروانا چاہتا ہوں۔ سنو بیٹی چند دن تک ثمینہ خاتون اور اسکا بھتیجہ پہنچنے والے ہیں۔

بیٹی جس طرح ٹیلیفون پر مجھ سے بات ہوئی اسکے مطابق وہ دونوں ثمینہ خاتون اور فرخ والیا کراچی آئیں گے۔ میرے خیال میں فرخ نے لندن میں رہتے ہوئے پیسے کافی کمائے ہیں۔ چار پانچ مرتبہ اس نے گجرانوالہ سے اپنے بھائی کے ذریعے باورچی خانے میں استعمال ہونے والا اسٹین لیس سٹیل کا سامان کافی تعداد میں منگوایا تھا۔ میرے خیال میں وہ سامان اسکا وہاں اچھا بکا۔ اور پیسے خوب ملے تھے جسکی بناء پر ثمینہ خاتون اور فرخ فون پر بتا رہے تھے کہ وہ کراچی سے آتے ہوئے دو کاریں کراچی سے خریدیں گے اور کارگو کے ذریعے اسے لاہور بھجوائیں گے تاکہ جب تک وہ لاہور پہنچیں انکی کاریں بھی لاہور پہنچ جائیں۔ لہٰذا جب وہ دونوں دو کاریں ساتھ لیکر آرہے ہیں۔ تو گھر پر پہلے سے جو دو گاڑیاں ہیں ان پر انکا کیا

اس پر عروج فوراً بولی اور کہنے لگی۔

بابا جو آپ کا جی چاہتا ہے وہ کریں۔ پھر ایک گاڑی آپ خود لے آئیں اور میری گاڑی ڈرائیور سے کہیں وہ یہاں لے آئیگا۔ بابا جو گاڑی پہلے سے میرے پاس ہے میرے ہی پاس رہنے دیجئے۔ جو ٹویوٹا آپ لیکر آئیں گے۔ اسے آصف بھائی کی ملکیت سمجھا جائیگا۔ اور پیجرو میں اپنے چھوٹے بھائی آفاق کو دینا چاہتی ہوں۔ وہ ایک آرٹسٹ ہے اس نے اپنی بہنوں بھائی اور ماموں کی خدمت میں دن رات جدوجہد کی ہے۔ بابا جب میں اپنے چھوٹے بھائی کو یوں محنت کرتے ہوئے دیکھتی ہوں تو قسم خدا کی میں راتوں کو خوب روتی رہی ہوں کہ میرا چھوٹا بھائی صفدر محنت اور مشقت کرتا ہے جبکہ ہمیں دنیا کی ہر آسائش میسر ہے۔ اس پر رضوان روہانسی سی آواز میں کہنے لگے۔

بیٹے جو ہونا تھا وہ ہوچکا اب میں اپنے بچوں کو مزید محنت اور مشقت نہیں کرنے دونگا۔ بیٹی میں بس تھوڑی دیر تک پہنچا ہی پہنچا۔ اس کے ساتھ ہی رضوان صاحب نے فون بند کردیا تھا۔ عروج نے بھی مسکراتے ہوئے ریسیور سیٹ پر رکھا اور آصف بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

آصف بھائی ابو یہیں آرہے ہیں۔ میرے خیال میں اب ابو صحیح معنوں میں ثمینہ خاتون کو سزا دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس لیے انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے۔ انہیں یہ بھی احساس ہوگیا ہے کہ ثمینہ خاتون نے ان کے ساتھ دہوکہ اور فریب کیا ہے اور اب وہ اپنی ہر شے سے اسے محروم کردینا چاہتے ہیں۔ بس تھوڑی دیر تک ابو پہنچ جائیں پھر سب بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ اس کے بعد عروج نے برکت کی طرف دیکھا اور کہنے لگی برکت بھائی اب جبکہ ہم گھر کے سارے افراد جمع ہو رہے ہیں آپ بھی یہیں ہیں۔ میرے خیال میں گل بابا کو بھی بلانا چاہیے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں۔ اس پر برکت اپنی جگہ اٹھتا کھڑا ہوا

عروج میری بہن! اس سے بہتر اور کیا تجویز ہو سکتی ہے۔ گل بابا دوپہر کے
کھانے کے لیے گھر پہنچ چکے ہوں گے۔ میں ابھی سلیم ڈرائیور کو بھجواتا ہوں
انہیں بلا کر لاتا ہے۔ اسکے ساتھ برکت باہر نکلا سلیم ڈرائیور کو گل بابا کے بلانے
کے لیے گھر بھیج آیا تھا پھر وہ کمرے میں آکر بیٹھ گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک آپس میں بیٹھ کر گفتگو کرتے رہے اسکے بعد گل بابا بھی وہاں
پہنچ گئے برکت نے گل بابا کو سارے حالات تفصیل کے ساتھ سنا دیئے تھے گل
بابا یہ جان کر بے حد خوش ہوئے کہ رضوان صاحب سے بچے راضی ہو گئے ہیں
اور رضوان صاحب بھی وہاں پہونچنے والے ہیں۔ ابھی گل بابا کے ساتھ یہ گفتگو
جاری ہی تھی کہ صدف دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اسکے پیچھے پیچھے بیساکھیاں
ٹیکتی ہوئی صوبیہ بھی اندر آئی تھی۔

عروج نے غور سے صوبیہ کی طرف دیکھا اور جائزہ لیا۔ اسکی پلکیں بھیگی ہوئی
تھیں اسکے گال بتا رہے تھے کہ وہ بے چاری روتی رہی ہے۔ جونہی بیساکھیاں ٹیکتے
ہوئے صوبیہ آگے بڑھی۔ عروج اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر صوبیہ بے چاری
بارود کی طرح پھٹ پڑی عروج کے قریب آکر اس نے بیساکھیاں دونوں پھینک
دیں اور ایک طرح سے وہ عروج پر گر پڑی تھی۔ عروج نے اسے سہارا دیا پھر
دونوں بہنیں ایک دوسرے سے گلے مل کر ہچکیاں اور سسکیاں لیکر رونے لگی
تھیں۔ اس موقع پر کرامت' آصف گل بابا' برکت اور صدف کی بھی آنکھوں
میں آنسو امڈ آئے تھے۔ پھر صدف آگے بڑھی۔ دونوں بہنوں کو اس نے پیار
کرکے اور انکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے علیحدہ کیا صوبیہ کو صدف نے سہارا دیکر
عروج کے پاس بٹھایا عروج بھی اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ پھر صوبیہ بے چاری نے اپنے
آنسو پونچھے اور عروج کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

عروج میری عزیز بہن مجھے اس بات کا کوئی دکھ اور غم نہیں کہ بچپن میں مجھے
تبدیل کر دیا گیا تھا خدا کی قسم مجھے سب سے بڑا دکھ اور غم یہ ہوا ہے کہ میں

لبنہ خاتون کی کوکھ سے جنم لیا۔ کاش میں نے اپنی ماں طاہرہ کی کوکھ سے جنم لیا
ہوا۔ اس کے ساتھ ہی صوبیہ بے چاری کی گردن پھر جھک گئی تھی اور وہ
دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھیں۔ عروج تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی
آگے بڑھ کر وہ صوبیہ کو تسلی دینے لگی تھی۔ صدف بھی قریب آکر صوبیہ سے
لپٹ گئی اور اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکی تشفی کا باعث بننے لگی تھی۔

عروج اور صدف کے سمجھانے پر صوبیہ بے چاری کچھ سنبھل گئی تھی۔ اتنی
دیر تک عروج نے گھنٹی بجائی خاتون کارکن جب دروازہ کھول کر اندر آئی تو عروج
کہنے لگی ذرا سلیم ڈرائیور کو بلاؤ۔ تھوڑی دیر بعد سلیم ڈرائیور دروازہ کھول کر
اندر آیا۔ عروج نے اپنے پرس سے سو سو کے کئی نوٹ نکال کر سلیم کو تھماتے
ہوئے کہا سلیم میرے بھائی جس قدر افراد کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں انہیں گنو۔
ان میں ایک کا اضافہ کرو۔ کیونکہ پاپا بھی یہیں آرہے ہیں۔ اور پھر اسپتال میں
جس قدر عملہ اس وقت کام کر رہا ہے۔ ان سب کا کھانا آج ہمارے ذمہ ہوگا۔
سب کے کھانے کا انتظام کرو۔ اور ہاں ثروت اور ریحان بھائی کو بھی یہاں بھیج
دو۔ اور کھانے کا انتظام جلدی اور فی الفور کرو۔ اور ہاں میں نے بوتلیں منگوائی
تھیں۔ وہ فرج میں رکھوا دینا۔ اب زیادہ لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ کھانے کے بعد
اور بوتلیں منگوالیں گے۔ سلیم نے پیسے سنبھالے اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا
تب تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر ثروت اور اسکے میاں ڈاکٹر ریحان عروج کے کمرے میں
داخل ہوئے برکت کے قریب دونوں بیٹھ گئے۔ اس موقع پر برکت نے ان دونوں
میاں بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

آپ دونوں میاں بیوی کے لیے خوشخبری یہ ہے کہ عروج کا راز جواب تک
کھل رہا تھا اسکا انکشاف نہ صرف یہ کہ ماموں کرامت اور آصف بھائی پر
ہوا ہے۔ بلکہ صوبیہ کو بھی اس سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اس پر ریحان اور
ثروت دونوں کے چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہونے تھے۔ ریحان بولا اور کہنے

لگا یہ تو میں کہتا ہوں کہ بہت ہی اچھا ہوا ہے کیا خوب ہوتا اگر اس وقت آفاق
بھی یہاں ہوتا اور خود رضوان صاحب بھی یہاں ہوتے تو میں سمجھتا کہ اس پوری
داستان کی تکمیل ہوگئی ہے۔ اس پر برکت پھر بولا اور کہنے لگا۔

ریحان بھائی جہاں تک رضوان صاحب کا تعلق ہے۔ تو وہ تھوڑی دیر تک
یہاں پہنچنے والے ہیں۔ انہیں ہر چیز سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اور ہاں مسئلہ آفاق کا
تو اسکی بھی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ بڑا جذباتی لڑکا
ہے۔ ماں کے سلسلے میں وہ کسی کی بات سننے کا عادی نہیں ہے۔ میں آصف اور
ماموں کرامت مل کر اسے بھی سنبھال لیں گے۔ انشاء اللہ آپ لوگ دیکھیں گے
کہ ان خوشیوں میں وہ بھی برابر کا شریک ہوگا۔

برکت ابھی یہیں تک کہنے پایا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور رضوان
صاحب اندر داخل ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی کرامت، آصف، صدف عروج اپنی
جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ثروت ریحان اور گل بابا بھی کھڑے ہوگئے
تھے۔ صوبیہ بے چاری نے بھی اپنی بیساکھیاں سنبھال کر اٹھنے کی کوشش کرنے
لگی۔ لیکن رضوان تیزی سے آگے بڑھے۔ صوبیہ کو انہوں نے اپنے ساتھ لپٹا لیا
اور کہنے لگے میری بچی میری بیٹی تمہیں کھڑا ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہارا
باپ ہوں۔ میری بچی! میرے لیے تمہیں کھڑا ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ جو
سب لوگ کھڑے ہوئے ہیں یہ بھی انہوں نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔ صوبیہ
میری بچی میں نے آج تک تم دونوں بہنوں اور تمہارے دونوں بھائیوں کو کچھ
نہیں دیا۔ میری وجہ سے تم سسکتی ہوئی زندگی بسر کرتے رہے ہو۔ مجھے اس کا دکھ
اور افسوس ہے صوبیہ بے چاری پہلے ہی امنڈتے ہوئے بادلوں کی طرح برس رہی
تھی رضوان صاحب کی اس گفتگو سے گندھک اور کوئلے کے بارود کی طرح
پھٹ پڑی اور آگے بڑھ کر رضوان صاحب سے وہ لپٹ گئی اور دھاڑیں مار مار کر
وہ رونے لگی تھی۔ رضوان صاحب نے صوبیہ کو پیار کرکے اسے چپ کرایا۔ اسے
نشست پر بٹھایا۔ پھر وہ صدف کی طرف بڑھے صدف کی حالت بھی عجیب ہو
رہی تھی۔ بے چاری کی آنکھوں میں آنسو پہلے سے امڈے ہوئے تھے چیخیں مارتی
ہوئی وہ بھی اپنے باپ سے لپٹ گئی تھی۔ رضوان صاحب بھی بری طرح رو رہے
تھے آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں چہرے پر آنسو ڈھلک رہے تھے۔ صدف کو گلے
لگایا اور اسے تسلی اور تشفی دینے کے بعد رضوان صاحب نے عروج کے سر پر
ہاتھ پھیرا۔ پھر وہ کرامت اللہ اور آصف کی طرف آئے۔ آصف کو انہوں نے
گلے لگا کر اسکی پیشانی اسکا منہ اسکا سر گال اسکی ٹھوڑی اسکی گردن چومی پھر وہ بڑی
رقت آمیز آواز میں کہنے لگے۔

میرے بیٹے میرے بچے حالات نے ہمارے ساتھ بڑی ستم ظریفی کا مظاہرہ کیا
ہے۔ میں بڑا بدقسمت باپ ہوں۔ کہ اپنے دونوں بیٹوں سے آج تک جدا رہا۔
بیٹے باپ کا سہارا۔ بیٹے باپ کا ستون۔ بیٹے باپ کی لاٹھی ہوتے ہیں۔ لیکن میں
بدقسمت آج تک ان ستونوں ان سہاروں اور ان لاٹھیوں سے جدا رہا۔ بیٹے جو
کچھ ہوا۔ میں جانتا ہوں اس میں میری غلطی ہے اور میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔
تم میرے بڑے بیٹے ہو۔ تمہارے مجھ پر بڑے حق اور حقوق ہیں۔ صرف ایک
بار اپنی زبان سے کہو میرے بچے کہ تم مجھ سے ناراض نہیں اور کہ اب تمہیں مجھ
سے کوئی گلہ اور شکوہ نہیں۔ جواب میں آصف بے چارہ اپنی بھیگی ہوئی پلکیں
صاف کرتے ہوئے کہنے لگا۔

ابو اب ہمیں آپ سے کوئی گلہ یا شکوہ نہیں۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ
کو عروج بہن کی صورت میں ہمیں بے پناہ خوشیاں مل گئی ہیں۔ آصف سے ملنے
کے بعد رضوان صاحب آگے بڑھے اور کرامت اللہ کو ساتھ لپٹاتے ہوئے وہ کچھ
کہنا چاہتے تھے کہ کرامت اللہ نے انکے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگے۔
رضوان بھائی اب کچھ مت کہنا اب جبکہ تمہاری بیٹیاں اور تمہارا بیٹا آصف تم
سے راضی ہو چکے ہیں۔ تو تمہیں مجھ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں میں جانتا ہوں

کہ میری بہن کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی۔ لیکن اب میں ان بچوں کی خاطر ان ساری زیادتیوں کو فراموش کرچکا ہوں۔ رضوان تم جانتے ہو ۔ میری خوشیاں میرے دکھ میرے غم تمہارے ان بچوں سے منسلک تھے۔ جب تک یہ دکھی تھے رضوان میں بھی دکھی تھا۔ اب جبکہ یہ تمہیں قبول کرچکے ہیں۔ اور تمہاری موجودگی میں یہ خوشی محسوس کرتے ہیں تو قسم خدا کی ان کی وجہ سے میں بھی خوش ہوں۔ رضوان سنو! اب مجھے تم سے کوئی شکوہ کوئی گلہ نہیں میں خوش ہوں کہ اب تم اپنے بچوں اپنی بچیوں کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرو گے۔

رضوان علیحدہ ہو کر صدف کے پاس جا بیٹھے اور کہنے لگے۔ کاش اس موقع پر میرا بیٹا آفاق بھی ہوتا۔ میں سمجھتا کہ میری خوشیوں کی تکمیل ہوجاتی ۔

پھر رضوان صاحب نے عروج کی طرف دیکھا اور پوچھا

بیٹے جب سے آفاق کراچی گیا ہوا ہے تم نے اسکی خیر خبر بھی لی۔ ٹیلیفون کیا کیا ہوتا ہے۔ تاکہ اسکی خیریت کی خبر ہوتی۔ اور بیٹی میں تو کہتا ہوں ابھی اس سے ٹیلیفون پر بات کرو۔ اور اسکی غیر موجودگی میں جو حالات نمودار ہوئے ہیں سارے تفصیل کے ساتھ اسے بتاؤ اور اسے کہہ دو کہ اب اسے چھوٹے موٹے کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ فوراً گھر واپس آجائے میں جس قسم کا وہ کاروبار کرے گا میں اسے ویسا ہی کاروبار کرا دونگا اب بیٹے اسے جا کے ہوٹلوں میں تصویریں لگا سنریاں بنانے کی کیا ضرورت ہے اس پر عروج کہنے لگی۔

بابا میں آفاق بھائی کو ساری حقیقت فون پر کہہ تو دوں پر ڈرتی ہوں کہ کہیں ناراض ہی نہ ہوں کہ کہیں ناراض ہی نہ ہو جائیں پھر کہیں وہ کراچی سے واپس آنے سے ہی انکار نہ کر دیں۔ بابا ایسا کرکے میں اپنے عزیز اور پیارے بھائی کو کھونا نہیں چاہتی رضوان صاحب اسے تسلی دیتے ہوئے کہنے لگے تم بات تو کرو میری بیٹی میرے خیال میں وہ کسی غلط ردعمل کا اظہار نہیں کرے گا۔ اس موقع پر آصف بولا اور کہنے لگا۔

عروج میری بہن ابو ٹھیک کہتے ہیں تم آفاق کو فون کرو تم خود اس سے بات نہ کرنا بلکہ فون مجھے دو آج میں خود اس سے بات کرونگا اور مجھے یقین ہے کہ جو کچھ میں کہوں گا میرا چھوٹا بھائی ایسا ہی کرے گا آج تک اس نے میری بات ٹالنے کی کوشش نہیں کی اور مجھے امید ہے کہ وہ اس بار بھی میری بات کو ٹالے گا نہیں وہ ناراض ہونے کے بجائے مجھے امید ہے کہ خوش ہوگا جواب میں عروج کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور عروج کی خاتون کارکن اندر آئی اور عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

ڈاکٹر صاحب ڈاکیہ آیا ہے وہ کہہ رہا تھا کہ آفاق کے نام کی رجسٹری ہے عروج فوراً بولی اور کہنے لگی۔ ڈاکیے کو اندر ہی بھیجو دیکھتے ہیں کہ کیا رجسٹری ہے وہ خاتون باہر نکل گئی تھوڑی دیر تک ڈاکیہ اندر آیا عروج اسے مخاطب کرکے پوچھنے لگی۔ آفاق کے نام کی کیا رجسٹری ہے میرے بھائی جواب میں اس ڈاکیے نے ایک لمبا لفافہ نکال کر عروج کے سامنے رکھ دیا تھا۔ منی اور صدف بھی آگے بڑھ کر لفافے کو دیکھنے لگی تھیں اس موقع پر صدف نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

یہ تو پبلک سروس کمیشن کی طرف سے لفافہ ہے عروج جلدی کھولو میرا دل کہتا ہے کہ یہ آفاق کے اس امتحان کا رزلٹ ہے جو اس نے دیا تھا۔ اس موقع پر ڈاکیے نے رسید آگے کر دی اور ڈاکٹر عروج سے کہنے لگا ڈاکٹر صاحب یہاں آپ دستخط کر دیجئے۔ عروج کہنے لگی تھوڑی دیر رکو میرے بھائی میں دیکھ لوں کہ اس میں کیا ہے عروج نے جلدی جلدی لفافہ کھول کر اندر سے کاغذ نکالا عروج صدف اور سحریہ تینوں بہنیں ایک ساتھ وہ لیٹر پڑھنے لگی تھیں۔ پھر صدف نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آصف اور کرامت اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

آصف بھائی اور ماموں آفاق پبلک سروس کمیشن کے امتحان میں کامیاب ہوگیا بلکہ یہ اس کی تقرری کا لیٹر ہے اسے ایک مقامی کالج میں فائن آرٹ کا لیکچرار مقرر کر دیا گیا ہے۔ ماموں اور آصف بھائی آج میری خوشیوں کی کوئی انتہا نہیں

ہے خدا کی قسم اس وقت کے لیے تو میں لمحہ لمحہ ساعت ساعت انتظار کرتی تھی کہ کب میرے بھائی کا رزلٹ آئے اور کب اسے کوئی اچھی سی ملازمت مل جائے اس موقع پر عروج نے اپنے پرس سے سو کا ایک نوٹ نکالا اور ڈاکیے کو دیتے ہوئے کہا یہ بھائی اپنے پاس رکھ لو۔ تم میرے چھوٹے بھائی کے لیے ایک اچھی خوشخبری لے کر آئے ہو تم اس انعام کے حقدار ہو اس کے ساتھ ہی رسید بھی دستخط کرکے عروج نے ڈاکیے کو تھما دی تھی ڈاکیہ خوش خوش چلا گیا تھا۔

عروج سے باری باری وہ لیٹر لیکر رضوان آصف اور کرامت اللہ نے بھی پڑھا بعد میں وہ لیٹر برکت گل بابا' ڈاکٹر ریحان اور ثروت نے بھی دیکھا سب صدف عروج اور صوبیہ کو مبارکباد دینے لگے تھے۔ اس موقع پر عروج بولی اور کہنے لگی۔

اس ساری کارگزاری کی مبارکباد کی حقدار تو صدف اور صوبیہ بہن ہیں اس لیے کہ میں تو اب آکر اس دھارے میں شامل ہوئی ہوں۔ اس سے پہلے یہ دونوں بہنیں ہی اپنے ماموں اور بھائیوں کی خدمت کرتی رہی ہیں اور آج آفاق بھائی کو جو یہ مقام حاصل ہوا ہے وہ ان دونوں بہنوں ہی کی وجہ سے ہے۔

اس موقع پر عروج پھر بولی اور کہنے لگی۔

بابا میں آپکو یہ بتادوں کہ آفاق بھائی نے کراچی ایک محفوظ جگہ قیام کر رکھا ہے۔ بابا آپ سے میں نے کئی بار ایک سندس نام کی لڑکی کا ذکر کیا تھا۔ رضوان صاحب بولے اور کہنے لگے ہاں بیٹی جس نے میرے بیٹے کو محبت کا چکمہ دیا اور بعد میں اس کا دل توڑ کر رکھ دیا۔ عروج کہنے لگی ہاں بابا اب وہ صحیح معنوں میں آفاق کو پسند کرنے لگی ہے لیکن دیر کر دی۔ اب تو ہم اپنے بھائی کی منگنی سدرہ سے کرچکے ہیں۔ لیکن اب سندس بھی آفاق کی طرف مائل ہے۔ اس سلسلے میں اس نے سدرہ سے بھی بات کرلی ہے سدرہ کا کہنا ہے کہ اگر اسکے علاوہ آفاق سندس سے بھی شادی کرنا چاہے تو اسے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ کراچی میں آفاق کی رہائش کا سارا انتظام سندس نے ہی کیا ہوا ہے۔ جبکہ آفاق کو یہ بتایا گیا ہے کہ یہ سارا انتظام میں نے کیا ہے۔ سندس خود بھی اس وقت اسی کوٹھی میں رہ رہی ہے۔ جس میں آفاق کی رہائش کا انتظام کیا ہوا ہے۔ لیکن وہ چھپ چھپ کر وہاں رہ رہی ہے۔ آفاق کا سامنا نہیں کر رہی۔ صرف وہ آفاق کی دیکھ بھال اور اسکی نگہداشت کے لیے وہاں گئی ہے آپ پر یہ انکشاف اس لیے کیا ہے کہ ان سب باتوں کا علم ماموں۔ آصف بھائی برکت بھائی۔ ڈاکٹر ثروت اور ریحان بھائی اور گل بابا کو ہے۔ آپ کو اسکا علم نہیں تھا لہٰذا میں نے آپکو بھی اس حقیقت سے آگاہ کر دیا ہے۔

اس دفعہ آصف بولا اور کہنے لگا۔

عروج میری بہن تم کراچی آفاق کو فون کرو میں خود اس سے بات کرتا ہوں۔ عروج خوشی خوشی حرکت میں آئی۔ ریسیور اٹھا کر وہ نمبر ڈائیل کرنے لگی تھی۔ تھوڑی سی دیر بعد دوسری طرف سے آواز آئی میں فوزیہ بول رہی ہوں اس پر عروج کہنے لگی دیکھئے میں عروج بول رہی ہوں لاہور سے۔ ذرا سندس سے بات کرائیے۔ فوزیہ پھر کہنے لگی سندس میرے پہلو میں کھڑی ہوئی ہے۔ بس اس سے بات کریں۔ اس بار سندس کی آواز سنائی دی۔ عروج آپی کیا بات ہے کہنے عروج کہنے لگی پہلے یہ بتاؤ میرے بھائی کا کیا حال ہے۔ اس پر سندس بڑی رازداری سے کہنے لگی آپ کے بھائی ٹھیک ٹھاک ہیں۔ جس کمرے سے میں بول رہی ہوں اسکے ساتھ والے دو کمرے انکے تصرف میں ہیں رات کو جاکر کام کرتے ہیں دن کو آکر سو جاتے ہیں۔ انہیں ہر طرح کی آسائش ہے کھانے پینے ناشتے کا بہترین انتظام ہے۔ عروج آپی انکے متعلق آپ بالکل فکر مند نہ ہوں عروج پھر بولی اور کہنے لگی۔

سندس تم ایسا کرو اس فوزیہ کو بھیج کر آفاق کو ٹیلیفون پر بلاؤ آصف بھائی اس سے بات کرنا چاہتے ہیں اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں یہ بھی بتادوں کہ

آفاق پبلک سروس کمیشن کے امتحان میں پاس ہوگیا ہے اور ایک مقامی کالج میں فائن آرٹ کے لیکچرار کی حیثیت سے اسکا تقرر بھی ہوگیا ہے سندس نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا آپی اس سلسلے میں میں آپ کو بھی مبارکباد دیتی ہوں۔ عروج خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی تمہیں بھی مبارک ہو۔ اب ذرا آفاق کو بلاؤ آپی اب میں دوسرے کمرے میں جاتی ہوں کہیں آفاق مجھے دیکھ نہ لے۔ اس کے بعد میں فوزیہ کو بھیجتی ہوں وہ آفاق کو ٹیلیفون پر بلاتی ہے۔ سندس نے ریسیور رکھ دیا تھا اور عروج انتظار کرنے لگی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ریسیور پر آفاق ہیلو کہتے ہوئے بولا۔ تو عروج اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔ آفاق بھائی میں عروج بول رہی ہوں۔ آصف بھائی آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں اب میں ریسیور ان کو دیتی ہوں۔ آپ ان سے بات کریں اس کے ساتھ ہی ریسیور عروج نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے آصف کو تھمادیا تھا۔ پھر آصف بولا اور آفاق کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

انی! میں آصف بول رہا ہوں کہو تم کیسے ہو۔ جواب میں آفاق کی خوشیوں بھری آواز سنائی دی۔ آصف بھائی آپ بتائیں آپ کیسے ہیں ۔ میں یہاں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ فون ساتھ والے کمرے سے کر رہے ہیں۔ یا کہیں باہر سے۔ اس پر آصف پھر بولا اور کہنے لگا دیکھو انی میں اس وقت اسپتال میں ہوں اور اپنی چھوٹی بہن عروج کے دفتر سے بول رہا ہوں۔ دیکھو آفاق میں نے زندگی میں ہمیشہ تمہاری بات مانی ہے کبھی تمہارے کہنے کو ٹالا نہیں ہے۔ آج میں بھی تم سے ایک بات کہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اس گفتگو کے بعد جو میں چاہوں گا تم ویسا ہی کروگے۔ دوسری طرف سے آفاق کی آواز سنائی دی۔

آصف بھائی آج آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں بھلا کیوں کر آپکا کہا ٹال سکتا ہوں۔ اور کیوں آپکے خلاف کوئی فیصلہ کر سکتا ہوں۔ آصف بھائی آپ تو [illegible] چبانے والی راتوں چلچلاتے دنوں کی کٹھنائیوں' سنسان آرزوؤں اور دکھوں کے ویران صحراؤں میں چھوٹے بہن بھائی کے لیے روشنی کا مینار بہاروں کا لباس اور ہمیشہ امرت برساتا ہوا بادل ثابت ہوئے ہیں۔ آصف بھائی آپ تو آسمان کے جلا وطن فرشتوں کی طرح ہماری زندگی کی بے کل لہروں میں رس برساتا' سحاب موسموں کی گرد میں آپ ہمیشہ ہمارے لئے چاہتوں کی چھاؤں قرطاس وقت پر تبسم سے لکھے عروج اور فکر زوال میں گم یادوں کے آئینوں کی گرد میں ہمیشہ ہمارے لیے تاروں کے ہجوم کی طرح راستہ دکھانے والے ہی ثابت ہوئے ہیں۔ آصف بھائی آپکے احسان تلے ہم سب بہن بھائیوں کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ آپ وہ بھائی ہیں جو اپنا خون بیچ کر ہم بھائی بہنوں کی پرورش کا سامان کرتے رہے ہیں۔ پھر میں کیوں ایسا بدبخت ثابت ہونگا کہ آپکا کہا ٹالوں گا اور آپ کی بات نہیں مانوں گا۔

آفاق کی اس گفتگو سے آصف کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ اسکی حالت دیکھتے ہوئے صدف' عروج اور صوبیہ تینوں بہنیں بھی بے چین ہوگئیں تھیں پھر عروج بولی اور آصف کو مخاطب کرکے پوچھنے لگی۔

آصف بھائی آفاق کیا کہتا ہے۔ آصف نے ریسیور پر ہاتھ رکھ پھر سرگوشی میں کہنے لگا۔ بہت پیارا بھائی ہے۔ اس نے ایسی والہانہ فرمانبرداری سے بھرپور گفتگو کی ہے کہ میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو آگئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ریسیور سے آصف نے ہاتھ ہٹا دیا۔ پھر دوبارہ وہ آفاق کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

سنو آفاق! میں تم پر ایک عجیب و عزیب انکشاف کرتا ہوں اور وہ یہ کہ ڈاکٹر عروج جو آج تک ہم پر بڑی مہربان رہی ہیں اور ہر معاملے میں ہمارا اور ہماری بہنوں کا خیال رکھتی رہی ہیں وہ ہماری سگی چھوٹی بہن ہے اس پر دوسری طرف سے آفاق نے چونک کر پوچھا آصف بھائی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جواب میں آصف نے بڑی تفصیل کے ساتھ پیدائش کے وقت ثمینہ بیگم کی دھوکہ دہی اور عروج کا لندن سے لوٹ کر انکے پاس آکر اسپتال قائم کرنے کے سارے واقعات

تفصیل کے ساتھ بتا ڈالے تھے۔ آفاق سارے حالات اور واقعات خاموشی کے ساتھ تفصیل سے سنتا رہا۔ جب آصف کہہ کر خاموش ہوگیا تب بھی آفاق کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر تک فون پر خاموشی ہی طاری رہی اس پر آصف فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

آفاق تم خاموش کیوں ہوگئے ہو۔ کہاں کھو گئے ہو۔ بولتے کیوں نہیں۔ کیا تمہیں یہ جان کر خوشی نہیں ہوئی کہ عروج ہماری سگی بہن ہے۔ ہماری ماں کی نشانی ہے۔ دوسری طرف سے آفاق کی رقت آمیز اور روتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

آصف بھائی اگر عروج ہماری سگی بہن ہے تو اس نے آج تک اپنے آپ کو ہم سے چھپائے کیوں رکھا۔ اس نے کیوں اپنے آپ کو ہم پر ظاہر نہ کیا۔ کیا یہ سب ابا کی سازش تھی کہ وہ عروج کو استعمال کرتے ہوئے ہمارے ساتھ اپنے ٹوٹے ہوئے تعلقات کو استوار کرنا چاہتے تھے۔ اس پر آصف فوراً بولا اور کہنے لگا۔

نہیں آفاق ایسی بات نہیں ہے۔ بلکہ لندن میں اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس نے خود ان کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا تھا اور خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ رہنا پسند کریں گی۔ اور انکے اندر رہتے ہوئے آہستہ آہستہ انہیں پرکھے گی کہ وہ اسے قبول کرتے ہیں یا نہیں۔

آفاق میرے بھائی عروج بے چاری تو خود پسی پسی سی زندگی بسر کرتی رہی ہے وہ تو چاہتی تھی کہ لندن سے لوٹتے ہی ہم پر سارے انکشاف کر دیں اسلئے کہ لندن میں تعلیم حاصل کرتے تک اس کو خود نہیں پتہ تھا کہ اسکی اصل ماں ثمینہ خاتون ہے یا ہماری ماں طاہرہ۔ آفاق میرے بھائی تم ڈاکٹر ثروت کو جانتے ہو۔

ڈاکٹر ثروت کے والد ابو کی فرم میں ملازم تھے انکا انتقال ہوگیا ابو نے ہی ثروت کی پرورش کی اسے ڈاکٹر بنایا۔ ثروت اور عروج اکٹھی پڑھتی رہیں۔ عروج بیرون ملک چلی گئی اسکی غیر موجودگی میں ثمینہ خاتون اور ابا کی گفتگو سے ثروت کو پتہ چلا کہ عروج ثمینہ خاتون کی بیٹی نہیں بلکہ ہماری سگی بہن ہے جبکہ صوبیہ ثمینہ خاتون کی بیٹی ہے۔ ثمینہ خاتون نے بد دیانتی سے کام لیتے ہوئے صوبیہ کو ہماری ماں کی گود میں ڈال دیا تھا اور عروج پر خود قبضہ کر لیا تھا۔ نہ جانے یہ بیسویں صدی کی مائیں ایسی سنگدل کیوں ہوگئی ہیں کہ اپنے جگر گوشوں کو اپنے سے جدا کرکے دوسرے لوگوں کی گود میں ڈال دیتی ہیں اور دوسروں کا جگر گوشہ بخوشی قبول کرلیتی ہیں۔ ایسی مائیں اولاد کو کیا دیں گی۔ جو عیب دار اولاد کو قبول کرنے سے ہی انکار کر دیں۔

سنو آفاق بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ثمینہ خاتون نے اپنے بھتیجے فرخ کے ساتھ عروج کی منگنی کر رکھی ہے جبکہ عروج ہرگز فرخ سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ اب ابا کا کہنا ہے کہ ثمینہ خاتون اور فرخ چند دن تک لندن سے لوٹ رہے ہیں۔ فرخ اپنا کوئی کاروبار وہاں مستحکم کر رہا ہے اور وہ آتے ہی فرخ کی شادی عروج سے کرنے کی کوشش کرے گی جبکہ عروج کو یہ رشتہ ہرگز پسند نہیں ہے۔

اس رشتے کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ ثمینہ خاتون اور ابا کے درمیان تلخ کلامی بھی ہو بلکہ ہاتھا پائی اور جھگڑے تک آئے۔ ثمینہ خاتون تمہیں خبر نہیں ہوگی کہ بڑے لمبے ہاتھوں والی عورت ہے۔ اسکے بھائی جاگیردار ہونے کے ساتھ ساتھ بدمعاش بھی ہیں۔ لہٰذا وہ ابا کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم سب نے صلاح مشورہ کرنے کے بعد ابا سے بات کی ہے اور ابا اس کوٹھی میں نہیں رہیں گے بلکہ ہمارے پاس آجائیں گے۔ ہماری حفاظت میں اپنی زندگی کے بقیہ دن گزار دیں گے۔

سنو آفاق میں جانتا ہوں ابا سے غلطی ہوئی ہے لیکن غلطی کی یہ سزا تو نہیں دی جاسکتی کہ ہم ابا سے اپنا رشتہ ہی منقطع کر لیں ابا پر کوئی مشکل وقت آئے تو انہیں لوروں کے حوالے کرکے اذیت اور تکلیف میں دیکھ کر اطمینان سے زندگی

بسر کرتے رہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ ہمارے باپ ہیں ان سے غلطی ہوئی مگر تسلیم کرتا ہوں لیکن غلطی کی معافی بھی تو ہوتی ہے۔ میرے بھائی تم جانتے ہو کہ جب سے انہوں نے ہمیں تلاش کیا ہے وہ کئی بار ہمیں منانے آتے رہے ہیں اور وہ ہمیں کیوں منانے آتے رہے۔ کیا انکی کوئی غرض ہماری وجہ سے رکی ہوئی تھی یا ہم انکی ضرورت تھے۔ نہیں وہ باپ کی شفقت تھی جو جوش مارتی تھی وہ بے چارے روز نہیں تو کم از کم ہفتے میں ایک بار تو ہمیں ضرور منانے آیا کرتے تھے لہٰذا تم اس بات کا برا مت مانا کہ ہم نے ابا کے ساتھ کیوں صلح کر لی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد دونوں سمت خاموشی رہی تھوڑی دیر بعد آفاق بولا اور آصف کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

آصف بھائی ابا اس وقت کہاں ہیں۔ آصف فوراً بولا اور کہنے لگا اس وقت ہم سب لوگ عروج کے کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس وقت اس کمرے میں میں ہوں صدف ہے۔ عروج ہے۔ صوبیہ ہے۔ ابا ہیں ماموں ہیں۔ ڈاکٹر ثروت ہے ڈاکٹر ریحان ہیں۔ برکت بھائی ہیں۔ گل بابا ہیں اور کس کا پوچھتے ہو۔ دوسری طرف سے آفاق کی آواز پھر سنائی دی۔

آصف بھائی یہ جو آپ نے ابا کے ساتھ صلح کر لی ہے یہ معاملہ اتفاق رائے سے طے ہوا ہے کیا اس میں ماموں کی بھی رضا مندی شامل ہے اس پر آصف کہنے لگا۔

آفاق میرے بھائی یہ معاملہ سارے لوگوں کی رضامندی سے ہی طے ہوا ہے اس میں خود ماموں کی بھی مرضی شامل ہے بلکہ میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ ماموں نے ہی ہمیں صلح کرنے کی ترغیب دی ہے اور پھر برکت بھائی نے اس میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ لہٰذا مجھے امید ہے کہ تم اس فیصلے سے روگردانی نہیں کروگے۔ دوسری طرف سے آفاق کی آواز فوراً سنائی دی۔

آصف بھائی اگر یہ آپ سب لوگوں کا متفقہ فیصلہ ہے تو میں اس فیصلے سے روگردانی کروں گا۔ اور پھر اگر ثمینہ خاتون اسکے بھائیوں اور بھتیجوں کی طرف سے ہمارے ابا کو خطرہ ہے تو ابا کی حفاظت کرنا ہمارا فرض بنتا ہے آخر وہ ہمارے باپ ہیں۔ اگر انہوں نے ہماری ماں کو طلاق دی اور ہمیں چھوڑ دینے کے غلطی کی ہے تو ایسی غلطی ہم نہیں کریں گے۔ ہم ابا کو نہیں چھوڑیں گے۔ ان کی حفاظت کریں گے اور آصف بھائی آپ جیسا چاہیں گے میں ویسا ہی کرونگا۔ جواب میں آصف بلند آواز میں کہنے لگا۔ انی تیرے جیسے بھائی کی خیر ہو۔ اس موقعہ پر رضوان نے بڑی بے چینی سے پوچھا۔

آصف بھائی انی کیا کہتا ہے۔ آصف نے پھر ریسیور پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا انی کہتا ہے کہ اگر ابا کو ثمینہ خاتون اسکے بھائیوں اور بھتیجوں سے خطرہ ہے تو ہم خود ابا کی حفاظت کریں گے۔ کہہ رہا ہے کہ ابا سے اگر غلطی ہوئی ہے کہ انہوں نے ہماری ماں کو طلاق دی اور ہمیں چھوڑا تو ہم ایسی غلطی نہیں کریں گے۔ بلکہ ہم ابا کی حفاظت کریں گے۔ آصف کے منہ سے یہ الفاظ سنکر رضوان عروج، صوبیہ، صدف چاروں کے چہروں پر مسکراہٹ کھیل گئی تھی اس دوران آفاق کی آواز فون پر پھر سنائی دی۔ آصف بھائی آپ خاموش کیوں ہوگئے ہیں۔ بولتے کیوں نہیں۔ اور ہاں ذرا عروج سے میری بات کرائیے اس موقع پر رضوان نے پوچھا۔ آصف بیٹے آفاق کیا کہتا ہے۔ آصف نے پھر ریسیور پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا کہہ رہا ہے کہ عروج سے میری بات کرائیے اس پر عروج فوراً بولی اور کہنے لگی ہاں آصف بھائی میں ضرور اپنے بھائی سے بات کرونگی۔ اور ہاں آپ انہیں پبلک سروس کمیشن کے رزلٹ کا نہ بتائیے۔ یہ خوشخبری میں انہیں خود سناؤنگی۔ اس پر آصف نے ریسیور عروج کو دیا اور کہنے لگا اچھا تو خود ہی بات کر لو۔ عروج نے ریسیور لیا اور لرزتی لرزتی آواز میں کہنے لگی۔ آفاق بھائی آپ کیسے ہیں میں عروج بول رہی ہوں۔ دوسری طرف سے آفاق کی آواز سنائی دی۔

عروج تم بڑی چھپی رستم نکلیں۔ ہماری سگی بہن ہوتے ہوئے بھی تم نے

اپنے آپ کو ہم سے چھپائے رکھا۔ کم از کم جس روز تم لندن سے لوٹ کر اسپتال
میں آئیں تھیں۔ تم نے ہم پر اپنی مہربانیوں کی ابتدا کی تھی اس وقت ہی تم ہمیں
بتا دیتیں کہ تم ہماری بہن ہو تا کہ ہم کو یہ احساس ہوتا کہ ہم پر احسان کرنے
والی کوئی غیر نہیں بلکہ اپنی سگی بہن ہے۔ اس پر عروج اپنی بے پناہ خوشی کا اظہار
کرتے ہوئے کہنے لگی۔

آفاق بھائی آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن میں ڈرتی تھی کہ اگر میں نے اسی وقت
بتا دیا کہ میں آپ لوگوں کی بہن ہوں تو آپ لوگ یقین نہیں کریں گے اور ہو
سکتا ہے کہ آپ پاپا کی وجہ سے مجھ سے نفرت کرنا شروع کر دیں۔ اور کہیں اور جا
کر رہائش اختیار نہ کر لیں اور میں ساری عمر آپ لوگوں کو ڈھونڈھتی ہی نہ رہوں
بس اس خطرے اور خدشے کی وجہ سے میں نے فی الفور آپ لوگوں پر اپنا آپ
ظاہر نہیں کیا۔ میں چاہتی تھی کہ آہستہ آہستہ جب حالات درست ہو جائیں گے
اور آپ لوگ مجھ سے مانوس ہوجائیں گے پھر میں اپنا آپ آپ لوگوں پر ظاہر
کرونگی اور اللہ کا شکر ہے کہ میں اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی ہوں۔

اس بار دوسری طرف سے آفاق کی آواز سنائی دی۔

عروج میرے خیال میں اب ٹیلیفون پر یہ گفتگو بند کر دینا چاہیے میرے خیال
میں آپکا اسپتال کا بل بہت بڑھ جائے گا اس پر عروج قہقہہ لگاتے ہوئے کہنے لگی
نہیں۔ افی بھائی یہ کیسی بات کر رہے رہیں آپ۔ اب یہ اسپتال میرا نہیں آپ
دونوں بھائیوں اور صدف اور صوبیہ بہن کا بھی ہے۔ اب ہم تین بہنیں اور دو
بھائی ہیں۔ ہمارے سر پر ہمارے باپ کا ماموں کا بھی سایہ ہے۔ اور برکت بھائی
جیسا مہربان بھائی بھی ہمارے ساتھ ہے۔ ہاں آفاق بھائی میں آپ کو یہ دو
خوشخبریاں سناتی ہوں۔ آفاق کی آواز سنائی دی کہ ایک خوشخبری میں سن چکا ہوں
کہ آپ ہماری سگی بہن ہیں عروج کہنے لگی نہیں افی بھائی اس کے علاوہ دو
خوشخبریاں ہیں آفاق کی آواز سنائی دی پھر دیر کاہے کی ۔ جلدی سناؤ۔

عروج بولی۔

آفاق بھائی پہلی خوشخبری تو یہ ہے کہ آپ کے پبلک سروس کمیشن کے
کا رزلٹ آگیا ہے آپ پاس ہوگئے اور ایک مقامی کالج میں فائن آرٹ
لیکچرار کی حیثیت سے آپکا تقرر بھی ہوگیا ہے۔ آفاق کی خوشیوں میں ڈوبی ہوئی
سنائی دی۔ عروج بہن یہ تو واقعی حقیقی معنوں میں خوشخبری ہے میں آج تک
ادھر بھٹک بھٹک کر اپنے اور اپنی بہنوں کے لیے روزی کا سامان فراہم کرتا رہا
مجھے ایک ٹھکانہ مل جائیگا اور میں یکسوئی کے ساتھ اپنا مستقبل بنانے کی
کوشش کرونگا۔ اس پر عروج کہنے لگی آفاق بھائی اگر آپ کا رزلٹ نہ بھی آتا
تو بھی اب میں آپکو یہ چھوٹا موٹا کام کرنے نہ دیتی اپنے بھائی کے لیے کسی اچھے
بزنس کی ابتدا کرتی۔ اس پر آفاق خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا ہاں۔ وہ
ہاں بہن پھر ہونا ہی تھا اور ہاں دوسری خوشخبری کیا ہے عروج کہنے لگی۔

آفاق بھائی دوسری خوشخبری یہ ہے کہ یہ جو اسپتال ہے جسے میں چلا رہی
ہوں یہ تو میرے نام ہے اسکے سامنے والی بڑی عمارت جس میں ہم سب نے
رہائش اختیار کر رکھی ہے یہ آپکے نام ہے۔ اس عمارت کے ساتھ ہی آسرا کی
جو عمارت ہے وہ صدف باجی کے نام۔ اس سے اگلی عمارت صوبیہ کے نام
اور آسرا کی پاس جو ذیلی سڑک اندر جاتی ہے اس پر جو پہلی عمارت ہے وہ
نام ہے اور اس عمارت کے سامنے جو میرپور کے صاحب اسکول بنا رہے
تھے اب شائد اسکول بنانے کا ارادہ ملتوی کرچکے ہیں۔ برکت بھائی سے میں نے
کہا ہے کہ وہ اس عمارت کے مالک سے بات کریں اور ڈیل مکمل کریں۔ وہ
ہم آصف بھائی کے نام لگوا دیں گے اسطرح اس محلے اس کوچے میں ہم
بھائی بہن کو رہنے کا ایک ٹھکانہ مل جائیگا۔

اور ہاں آفاق بھائی میں آپکو روزانہ فون کرتی رہونگی۔ یہ بتایئے کہ جس نمبر
سے آپ بات کر رہے ہیں اس فون پر آپ کب سے کب تک مل سکتے ہیں۔

آفاق کہنے لگا میں رات کو ان دنوں کام کر رہا ہوں دن کو میں فارغ ہوتا ہوں
نو بجے سے لیکر شام سات بجے تک میں آپکو اس ٹیلیفون پر مل سکتا ہوں اور ہاں
عروج بہن آپ ذرا صدف باجی سے تو میری بات کروایئے۔ اس پر عروج نے
اشارے سے صدف کو اپنی طرف بلایا اور اسے ریسیور تھمایا اور کہنے لگی کہ آفاق
بھائی آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

صدف نے ریسیور سنبھالا پھر وہ بولی اور کہنے لگی افی میرے بھائی تم کیسے ہو
دوسری طرف سے آفاق کی مسکراتی ہوئی آوازا سنائی دی۔ صدف آپی یہ جو
کے ساتھ صلح کا نیا معاہدہ ہوا ہے کیا اس میں آپکی پوری طرح شمولیت اختیار
ہے اور کیا یہ معاہدہ آپکی رضا مندی اور خوشنودی سے طے پایا ہے۔ اور کیا آپ
اس معاہدہ پر خوش اور مطمئن ہیں۔ آفاق کے ان سارے سوالات پر صدف
دھیرے دھیرے مسکرائی پھر وہ کہنے لگی۔

سنو افی میرے بھائی! اس نئے معاہدے میں میری خوشنودی میری خوشی شامل
ہے اور اس نئے معاہدے پر میں مطمئن بھی ہوں اور اس میں میری رضا مندی
بھی شامل ہے اب تم مزید کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ آفاق ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے
کہنے لگا۔ صدف آپی اب مزید کیا پوچھنا ہے۔ جب آپ اس معاہدے سے خوش
ہیں تو آپکے چھوٹے بہن بھائی تو خوش ہی خوش ہیں۔ اسپر صدف بڑی رازدارانہ
سے کہنے لگی افی بھائی میری ایک بات مانو۔ اس وقت ابا ہمارے قریب بیٹھے
ہوئے ہیں اب جبکہ ہم پرانی اور پچھلی باتوں کو فراموش کر چکے ہیں اور نئے ولولے
کے ساتھ گھر کے سارے افراد کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرنے کا عہد کر
ہیں تو میرے بھائی ابا سے بات کرو ان کا دل خوش ہو جائیگا کہ میرا چھوٹا بیٹا
مجھ سے راضی ہے۔ آفاق فوراً کہنے لگا یہ کون سی بڑی بات ہے ابا کو فون دو
میں ان سے بات کرلیتا ہوں۔ آفاق کا جواب سنکر صدف خوش ہو گئی تھی اور
رضوان صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی ابا آپ آفاق سے بات کیجئے

بات کرنا چاہتا ہے رضوان مسکراتے ہوئے اٹھے ریسیور انہوں نے
لیا پھر وہ فون پر بولے اور کہنے لگے۔

آفاق بیٹے میں کوئی زیادہ تمہید نہیں باندھوں گا میں جانتا ہوں کہ چھوٹے
حیثیت سے تمہیں مجھ سے بے شمار شکوے اور گلے ہوں گے۔ اس لئے
ماں کے ساتھ تم ہی سب سے زیادہ پیار کرنے والے تھے۔ بیٹے میں جانتا
تمہاری ماں اور تم لوگوں کی طرف سے مجھ سے زیادتیاں اور غلطیاں ہوئی
میرے بیٹے ان سب کے لیے میں تم سب لوگوں سے معذرت خواہ ہوں۔
طرف سے آفاق کی ممنونیت سے بھری آواز سنائی دی

ابا اب جبکہ ہم سب گھر کے افراد مل بیٹھے ہیں اور ہم پر یہ بھی انکشاف
ہے کہ عروج ہماری سگی بہن ہے تو پھر آپ کو کسی قسم کی معذرت پیش
کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ بہرحال ہمارے باپ ہیں اور اولاد پر باپ کا
اور انکی عزت فرض ہے۔ جس سے ہم روگردانی نہیں کرسکتے آپ ہمیں
جو بار بار منانے آتے رہے ہیں ان دنوں اگر مجھ سے کوئی زیادتی ہوئی ہو
معذرت خواہ ہوں۔ رضوان مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔ بیٹے میں تمہارا
تم میرے بچے ہو بچے والدین کے ساتھ ایسی باتیں اور حرکتیں کرتے ہی
ہیں یہ بھی انکے پیار اور محبت کی نشانی ہے ۔ بیٹے اب جبکہ ہم سب ایک
میں سمجھتا ہوں تمہیں چھوٹے موٹے کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔
خیال ہے کہ تم کراچی والا کام دھندا ختم کرکے چلے آؤ۔ جواب میں آفاق
لگا۔

ابا آپ کی بات تو صحیح ہے لیکن میں ان لوگوں سے وعدہ کر چکا ہوں کہ لہٰذا
کو اب میں مکمل ہی کرکے آؤنگا۔ قبل اسکے کہ رضوان صاحب کچھ اور
نور سلیم دروازہ کھول کر اندر آیا اور عروج کی طرف دیکھتے دیکھتے ہوئے
ڈاکٹر بہن کھانا آگیا ہے بتایئے کہاں لگواؤں اس پر عروج کہنے لگی کھانا

استقبالیہ میں لگواؤ آج اسپتال کا سارا عملہ مل جل کر کھانا کھائیگا۔ اس کے ساتھ سلیم واپس چلا گیا۔ عروج نے اس بار رضوان صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

پاپا آپ ذرا فون مجھے دیں میں آفاق سے بات کرتی ہوں۔ رضوان صاحب نے ریسیور عروج کو تھما دیا عروج بولی اور کہنے لگی آفاق بھائی اب آپ آرام کریں ہمارا کھانا آگیا ہے۔ ہم سب مل جل کر کھانا کھانے لگے ہیں۔ آج اسپتال میں سب اور اسپتال کا عملہ ہماری طرف سے کھانا کھا رہا ہے اور یہ سب کچھ ہمارے خاندان کے سارے افراد کے مل جانے کی خوشی میں ہے اور ہاں آفاق بھائی سدرہ سے بھی فون پر کبھی کوئی بات ہوئی۔ اس پر آفاق گہری مسکراہٹ میں کہ لگا ہاں ۔ عروج بہن سدرہ سے تقریباً ہر روز فون پر بات ہوتی ہے۔ فون وہ ہی کرتا ہے اور کبھی کبھی دن میں دو بار بھی ٹیلیفون کر لیتی ہے۔ اسکے بعد عروج کہنے آفاق بھائی خدا حافظ۔ اب میں کل آپ سے بات کرونگی اس کے ساتھ ہی عروج نے ٹیلیفون بند کر دیا تھا۔ جوں ہی عروج نے فون رکھا رضوان صاحب عروج مخاطب کر کے کہنے لگے۔

عروج بیٹے ذرا آفاق کی منگیتر اور میری ہونے والی بہو کو تو بلاؤ میں دیکھوں کہ وہ کیسی ہے میرا خیال میں اگر تم تینوں بہنوں نے اسے آفاق کے لیے پسند کیا ہے تو وہ واقعی کوئی غیر معمولی لڑکی ہوگی۔ عروج بیٹی اسے بھی بلاؤ وہ بھی ہمارے ساتھ کھانا کھائے گی میں اسے دیکھ بھی لوں گا۔ اس پر عروج نے سدرہ کے نمبر ڈائیل کیے پھر وہ انتظار کرنے لگی تھی۔

دوسری طرف سے جب بیرسٹر صاحب کی آواز سنائی دی تو عروج کہنے لگی بیرسٹر صاحب میں آفاق کی بہن عروج بول رہی ہوں ذرا سدرہ سے بات کرائیں عروج نے سنا۔ بیرسٹر صاحب سدرہ کو آواز دینے لگے تھے تھوڑی دیر بعد سدرہ کی آواز فون پر سنائی دی وہ کہہ رہی تھی کہ عروج بہن میں سدرہ بول رہی ہوں

عروج کہنے لگی سدرہ میری بہن تمہارے لیے خوشخبری یہ ہے کہ میں آفاق کی سگی بہن ہوں۔ یہ ایک راز تھا جو انہیں دنوں طشت از بام ہوا ہے اور دوسری خبری یہ کہ تمہیں آفاق نے بتایا ہوگا کہ آفاق آصف بھائی صدف اور صوبیہ پہلے پاپا کے ساتھ ناراض تھے اب پاپا سے سب کی صلح ہوگئی ہے اور پاپا بھی اس وقت ہمارے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے ہیں آج پاپا کے ساتھ صلح ہونے کی خوشی میں ہم سب اسپتال کے عملہ کے ساتھ مل کر کھانا کھا رہے ہیں اس کھانے میں تم کو بھی دعوت دی جا رہی ہے۔ اس وقت میرے پاس میری بہنیں صوبیہ صدف ماموں کرامت اللہ صاحب۔ بھائی آصف ہمارے پاپا رضوان صاحب برکت اللہ کل بابا ڈاکٹر ثروت اور انکے شوہر ریحان بیٹھے ہوئے ہیں صرف تمہاری کمی محسوس کی جا رہی ہے لہٰذا کھانا شروع ہونے سے پہلے فوراً تم میرے اسپتال پہنچنے والی بات کرو۔

اس پر سدرہ تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی اس سے پہلے تو کبھی کسی نے نہیں بتایا کہ آپ آفاق کی سگی بہن ہیں جواب میں عروج قہقہہ لگاتے ہوئے کہنے لگی سدرہ میری بہن اس سے پہلے کسی کو نہیں پتہ تھا۔ یہ ایک راز ہے جو ملاقات پر تفصیل کے ساتھ تمہیں بتاؤنگی اس وقت تم فوراً اسپتال پہونچنے والی بات کرو۔ اور ہاں تم لوگوں نے ابھی دوپہر کا کھانا تو نہیں کھایا ہوگا اس پر سدرہ کہنے لگی نہیں ابھی تک ہم نے کھانا نہیں کھایا ہے عروج پھر بولی۔ بیرسٹر صاحب کو بھی ساتھ لے آؤ۔ لیکن جلدی آنا۔ میں بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ اسکے ساتھ عروج نے ٹیلیفون بند کر دیا تھا پھر وہ اس کمرے میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگی تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد سدرہ کی کار اسپتال کے صحن میں آکر رکی تھی پھر وہ اور بیرسٹر صاحب اس میں سے اترے اور سیدھے کار سے نکل کر وہ عروج کے کمرے میں داخل ہوئے۔ عروج نے بیرسٹر صاحب کا سب سے تعارف کرایا۔ آخر

میں بیرسٹر صاحب رضوان صاحب سے گلے ملے اور کہنے لگے شاید آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں بیرسٹر فصیح الدین ہوں۔ ان دنوں میں ریٹائیر ہوچکا ہوں۔ لیکن ریٹائر منٹ سے پہلے دو تین بار آپ سے ملاقات ہوچکی ہے۔ رضوان صاحب اس انکشاف پر بڑے خوش ہوئے دوبارہ بیرسٹر صاحب سے گلے ملے اور کہنے لگے آپ سے ملکر واقعی بے حد خوشی ہوئی اور مجھے اس انکشاف سے اور زیادہ خوشی ہوئی ہے کہ میرے بیٹے آفاق کی منیگتر سدرہ کے آپ نانا ہیں۔ عروج نے آگے بڑھ کر سدرہ کا اپنے باپ سے تعارف کرایا۔ رضوان صاحب نے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگے عروج صدف اور صوبیہ میری بچیوں میں آفاق کے لیے تمہارے انتخاب کی داد دیتا ہوں۔ قبل اسکے کہ رضوان صاحب مزید کچھ کہتے عروج بول اٹھی کہنے لگی۔ بابا کھانا کافی دیر کا آیا ہوا ہے۔ ٹھنڈا ہو رہا ہوگا اور اسپتال کا سارا عملہ ہمارا انتظار کر رہا ہوگا پہلے کھانا کھانا چاہیے۔ سب نے عروج کی بات سے اتفاق کیا پھر وہ کھانا کھانے کے لیے عروج کے کمرے سے نکل کر استقبالیہ کی طرف چل دیئے تھے۔

○

سب لوگ ابھی کھانا کھانے ہی میں مصروف تھے کہ اسپتال کے باہر کچھ لوگوں کے رونے، بین کرنے اور دھاڑیں مار مار کر رونے کی آوازیں سنائی دی تھیں۔ یہ آواز سنکر سب پریشان ہوگئے تھے۔ اس موقع پر برکت بولا اور سب کو مخاطب کرکے کہنے لگا آپ سب لوگ آرام سے کھانا کھائیں۔ میں خود جا کر دیکھتا ہوں کہ کیا ہوا ہے اسکے ساتھ ہی برکت تقریباً بھاگتا ہوا نکلا۔ اس نے دیکھا اسپتال کے قریب ہی چارپائی پر کسی کی لاش رکھی ہوئی تھی اور اس کے اردگرد محلے کے مرد۔ عورتیں مجمع کیے ہوئے تھے اور کچھ عورتیں بے چاری بین کرتی ہوئی رو رہی تھیں۔

لوگوں کے ہجوم میں سے ہوتا ہوا برکت اس چارپائی کے قریب گیا جب اس نے اس لاش پر پڑی ہوئی چادر کا کونا اٹھا کر اسکا چہرہ دیکھا تو برکت برکت نہ رہا اس لیے کہ لاش اس رفیق نام کے لڑکے کی تھی جو گل بابا سے اپنی بیوہ ماں کے نام خط لکھوایا کرتا تھا۔ اور جو محلے کی ایک نکل پالش کی ورکشاپ میں کام کرتا تھا۔

رفیق کی لاش دیکھتے ہوئے برکت بے چارے کی حالت کچھ اس طرح ہوگئی تھی جیسے اسکی روح کے دشت میں کوئی ساعت ازل نہ رہی ہو۔ جیسے اس کے بدن کے ریزے ریزے میں اجاڑ سناٹا اور دل کے ہر گوشے میں گونجوں کے لہراتے بھنور بھر گئے ہوں۔ پھر لگتا تھا اسکا جسم شل عضو عضو بوجھل ہوگیا ہو۔ وہ بے چارہ چارپائی کے قریب ہی گھٹنوں کے بل گر گیا پھر اپنے دونوں رانوں پر بری طرح ہاتھ مارتے ہوئے وہ بولا اور کہنے لگا۔

اے خدائے بحروبر یہ رفیق تو اپنی بیوہ ماں کے لیے رس برساتا ایک بادل تھا اپنی بیوہ ماں ۔ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کے لیے ایک آباد شہر تھا۔ اب کہر میں ڈوبے اس شہر کو اسکی بیوہ ماں اور اسکے چھوٹے بہن بھائی کیسے اور کیوں کر دیکھ سکیں گے۔

اے اللہ تیرا جلال کو بکو ہے تیرا جمال ہر سو ہے تو رات کے گلیم کو پھیلاتا ہے تو ہی دن کو نور کی برسات عطا کرتا ہے۔ تو ہی قوس تجلیات میں ستاورنگی حکایات رقم کرتا ہے۔

اے خداوندا اس بچے کی موت کی خبر پا کر اسکی بیوہ ماں اپنے دل کی تابندگی۔ جان کی شادابی کھو بیٹھے گی۔ اور موج اجل میں ڈوب مرے گی۔ اپنے اس بیٹے کی موت کی خبر پا کر اس کے لیے ہر شے کا ضمیر سو جائیگا۔ اس کے لیے سحر سحر میں فضائے خاک ہوگی اور افق افق میں وحشتوں کا رقص برپا ہوگا۔ اے اللہ اس بچے کی موت پر اس جہانِ حرف و صوت میں اسکے چھوٹے بہن بھائی بہن بھائیوں کے

دلوں کا رابطہ جتوں کا سلسلہ منقطع ہوجائیگا اور انکی گرمیٔ نبض حیات میں اجالا کا سرور اور مہ و انجم کا نور باقی نہ رہیگا۔

برکت جو رنگو بدمعاش کے روپ میں بڑے بڑے معرکے سر کرنے والا تھا اس رفیق کی موت پر بے چارہ اپنے دونوں رانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے واویلا کرنے لگا تھا۔ برکت کی یہ حالت دیکھتے ہوئے دوسرے لوگ بھی بری طرح آنسو بہانے لگے تھے۔

برکت نے جب واپس جانے میں دیر کی تو سب لوگ کھانا بھول گئے اور بھاگتے ہوئے اسپتال کے باہر آگئے۔ اتنی دیر تک برکت نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا پھر وہ عروج کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

ڈاکٹر بہن فتح گڑھ کی اس بیوہ ماں کا بچہ جسکا نام رفیق ہے اور جسکی آپ بات کرتی رہی ہیں مر گیا ہے۔ اسکی مرگ پر مجھے ایسا صدمہ اور افسوس ہوا ہے کہ میں کسی سے پوچھ نہیں سکا کیا ہوا ہے میں اس صدمہ کو برداشت نہیں کرسکا رفیق بے چارہ مرگیا ہے اس بچے کی بیوہ ماں اور چھوٹے بہن بھائی اس صدمے کو کیسے برداشت کرسکیں گے۔

برکت کے یہ الفاظ سنکر گل بابا بے چارہ پاگل سا ہوگیا تھا۔ دیوانہ وار وہ آگے بڑھا لوگوں کے ہجوم کو چیرتا ہوا وہ نعش کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

رفیق کی موت کا سنکر عروج صدف' صوبیہ' ڈاکٹر ثروت سب بے چاری بری طرح ہچکیاں اور سسکیاں لیکر رونے لگی تھیں۔ روتے روتے عروج آگے بڑھی اور ایک عورت کو مخاطب کرکے اس نے پوچھا میری بہن اس رفیق کو کیا ہوا۔ وہ عورت کہنے لگی۔

ڈاکٹر بہن' رفیق اپنی ورکشاپ کے کام کے سلسلے میں کہیں مال روڈ کے پار گیا ہوا تھا۔ مال روڈ پار کرتے ہوئے کسی کار والے نے اسے ٹکر مار دی۔ کار والا تو بھاگ گیا یہ بے چارہ مال پر گر کر تڑپتا رہا محلے کے کچھ لوگوں نے اسے سڑک پر

پڑے ہوئے دیکھ لیا اسے اٹھا کر اس طرف بھاگے۔ راستے میں محلے کے لوگوں نے چارپائی بستر اور چادر بھی مہیا کر دی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت زندہ تھا اور جب محلے کے بچے اسے چارپائی پر ڈالکر آپکی طرف لا رہے تھے پر لوگوں نے دیکھا راستے میں رفیق دم توڑ گیا تھا۔

عروج روتے ہوئے تیزی سے بڑھی۔ ریحان کے پاس آئی اسے مخاطب کرکے کہنے لگی ریحان بھائی آپ خود جا کر دیکھیں کیا واقعی رفیق ختم ہوچکا ہے۔ اس پر ریحان بے چارہ تیزی سے آگے بڑھا ہجوم کے اندر داخل ہوگیا تھا۔

بیرسٹر صاحب' رضوان صاحب اور آفاق کی منگیتر سدرہ تینوں ہی پریشان اور سہمے سہمے کھڑے تھے جب عروج ان کے نزدیک آئی تو رضوان نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

عروج میری بیٹی میری بچی یہ کس کی لاش ہے جس پر لوگ رو رہے ہیں اور تم سب بہنیں بھی رو رہی ہو۔ برکت اور گل بابا کی حالت بھی بری ہو رہی ہے اس پر عروج کہنے لگی بس بابا کچھ نہ پوچھیں یہ بچہ جو مرا ہے اسکا نام رفیق ہے۔ اسی محلے میں نکل پالش کی ایک ورکشاپ ہے اس میں کام کرتا تھا۔ بے چارہ سیالکوٹ کی ایک دور افتادہ سرحدی ریاست شکر گڑھ کا رہنے والا ہے۔ یہاں بے چارہ محنت مزدوری کرتا ہے اور کما کر اپنی بیوہ ماں اور یتیم بہن بھائیوں کو بھیجتا ہے ورکشاپ کے کسی کام کے سلسلے میں مال کے اس پار گیا ہوا تھا کہ واپسی میں مال پر کسی کار نے ٹکر ماری کار والا بھاگ گیا اور کہتے ہیں کہ رفیق اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

عروج کی یہ بات سنکر رضوان صاحب بیرسٹر صاحب اور سدرہ بے چاری بھی غمزدہ ہوگئے تھے اتنی دیر تک ریحان واپس آیا اور عروج کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔ عروج میری بہن رفیق واقعی ایکسپائر ہوچکا ہے۔ ریحان کی اس تصدیق پر عروج صدف ثوبیہ اور ڈاکٹر ثروت پہلے کی نسبت زیادہ ہچکیوں اور سسکیوں میں رونے لگی

تھیں۔ اسکی حالت دیکھتے ہوئے رضوان بیرسٹر صاحب اور سدرہ کی بھی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے تھے۔

دوسری طرف گل بابا بے چارہ رفیق کی لاش کے قریب جا کر بیٹھ گیا تھا۔ لاش کے چہرے سے اس نے چادر کا پلو اٹھایا۔ کچھ دیر تک وہ رفیق کے خون آلود چہرے کی طرف دیکھتا رہا اس موقع پر آنسو لگاتار گل بابا کی آنکھوں سے بہہ نکلے تھے اور وہ بے چارہ ضبط کی خاطر بری طرح اپنے ہونٹ کاٹنے لگا تھا۔ پھر گل بابا نے رفیق کی خون آلود پیشانی پر ایک بوسہ دیا۔ اسکے بعد وہ پیچھے ہٹا اور کہنے لگا۔

اے فرزند نیک خوا تو اپنے لواحقین کے لیے پانی میں ان گنت گوہر صدف اندر صدف تھا اپنی ماں کے لیے تو موجوں کے تلاطم میں پھولوں کا تبسم۔ سانسوں کی مناجات میں ایک سکوت و صدا تھا۔ اپنے بہن بھائیوں کے لیے تو فروز نصیب کے خیمہ ابرو باد میں صبح کی صدا اور بجلیوں کے سائبان میں طلوع خاور اور ویرانی بازار حیات میں حقیقتوں کی روشنی تھا۔

اپنی ماں کے لیے تو ستارہ ساز جہاں شعلہ جبیں تھا۔ اپنے بہن بھائیوں کے لیے تو انجم نگاہ اور خورشید بخت اور ایک فرشتہ تھا۔ تم ان سے دور رہ کر انکی روزی کا سامان کرتے رہے اور سحر پیکر بن کر انہیں آدمیت کا شرف دیتے رہے۔

تو اس کارواں وقت میں ان کے لیے نظر کی روشنی۔ قلب کی راحت تھا طلعت شمس و قمر میں ان کے لیے ایک جلوہ شام و سحر تھا۔ رفیق میرے بیٹے میرے بچے۔ تیرا یہ صبح زندگی سے شبستان عدم کی طرف سفر انہیں بے کراں و بے نشاں دکھوں میں ڈال دے گا۔ تیری وجہ سے سکھی پرندوں جیسے گیت گانے والی تیری ماں نحوست میں ڈوبی شام۔ زہر اگلتی ویرانیوں۔ موت کے طوفان اور غبار تلاش میں کھو کر رہ جائیگی۔ تمہارے کوچ کر جانے سے میرے بیٹے میرے بچے تمہارے بہن بھائیوں کے لیے وقت. کا سرور زندگی کا نحوس اور نبض دوراں میں خوشیوں کے لمحے ان کے لیے وقت کا ناسور بن کر رہ جائیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد گل بابا خاموش ہوگیا تھا اسکے ان الفاظ نے لاش کے اردگرد کھڑے مرد اور عورتوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ عورتیں بے چاری چیخیں مار مار کر رونے لگی تھیں اور دوسرے لوگ اپنے منہ کو ڈھانپے آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھوں کے ساتھ عجیب سے انداز میں اس بے بس لاچار بچے کی لاش دیکھے جا رہے تھے۔

تھوڑی دیر تک گل بابا رفیق کی لاش کے پاس گھٹنوں کے بل زمین کی ننگی پیٹھ پر بیٹھا رہا اسکی گردن غم و اندوہ میں جھکی رہی پھر اس نے آسمان کی طرف دیکھا دونوں ہاتھ دعائیہ انداز میں اٹھائے پھر غم۔ دکھ اور رقت میں ڈوبی ہوئی اسکی آواز خوب بلند ہو کر سنائی دی۔

اے خداوند میرے خدا۔ اے شعور اور لاشعور کے مالک
رازوں میں خوابوں میں سوچوں میں تفکرات میں
سانسوں میں یادوں میں۔ دھڑکنوں میں دعاؤں میں تو
روح کی حلاوت ہونٹوں کے خوش رنگ۔ تبسم میں تو
سانسوں کی مہک ہر آورش ہر معراج نظر میں تو
یادوں کے رنگ سوچوں کے نکھار۔ تیرے دم سے
الفاظ کی حوریں تخیل کی جل پریاں تیرے دم سے
پھولتی شفق ڈھلتی شب۔ تیرے دم سے
نظر نظر کی روشنی۔ نفس نفس کی نمکی تیرے دم سے
ترانہ سحر میں وظیفہ شب میں تو
غار حرا کے اجالے میں سینا کی تاریکیوں میں تو
قلب درویش میں ۔ نگاہ فقیر میں تو
آیات پُر نور اور باغوں کے برگ و ثمر میں تو
صفات و ذات کی ساری تجلیاں تیرے لیے

دہر کی رزاقی و ربوبیت تیرے لیے
نیک و بد سے بالا۔ الوہیت تیری
ماورائے گمان و قیاس۔ ذات تیری
ہر جہت میں بے جہت میں تو محیط
تو نور دائم
تیرے سوا سب کا مقدر زوال
تو لامکاں و لازماں
تیرا ادراک مشکل و محال
نیلے سمندر کا جاہ و جلال تیرے کن سے
ہر دشت ہر گلشن کا جمال تیرے دم سے
اجالوں' شراروں' ویرانوں میں تو
چاند رچے آبشاروں میں تو

اے خداوند میرے خدا اے کائنات کے مالک اے غفور الرحیم۔ اپنی ذات صفات اپنے حقوق و اختیارات کے طفیل مرنے والے اس بچے کی بیوہ ماں اور اسکے لاوارث بہن بھائیوں کی تو ہی حفاظت اور کفالت کرنا۔ اے خداوند تو ہی نیلگونی بے کراں آسمان میں بادلوں کے بادباں کھولتا ہے تو ہی خاک کو پستیوں سے اٹھا کر کمال عطا کرتا ہے۔ اللہ تو ہی ان ساری صفات کے طفیل اس بچے کے وابستگان کی نگہداری اور نگہبانی کرنا۔

یہاں تک کہنے کے بعد گل بابا کچھ اس انداز میں کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا جیسے اس کے دامن میں رفیق کے مرنے کے بعد کچھ نہ رہا ہو۔ لوگوں کے مجمع سے نکل کر وہ وہاں آیا جہاں برکت کھڑا تھا برکت کے پاس اب آسرا کے چیئرمین وقار صاحب اور محلے کے دوسرے سرکردہ لوگ بھی جمع ہوئے تھے۔ رضوان صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ پھر گل بابا روتی ہوئی آواز میں بولے اور

ے ان سرکردہ لوگوں کو مخاطب کرکے پوچھنے لگے۔

میرے مہمانو! اس کوچے اس محلے کے سرکردہ لوگو اس بچے کی لاش کب لاوارث کی طرح یوں ہی پڑی رہے گی۔ کیا ہم سب کو اس کے سنبھالنے کا انصرام نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر برکت بولا اور گل بابا کو مخاطب کرکے لگا۔

گل بابا آپ کی غیر موجودگی میں ہم نے ایک فیصلہ کیا ہے اور مجھے امید ہے آپ ہمارے فیصلے سے اتفاق کریں گے۔

برکت کی اس بات پر گل بابا نے چونک کر اسکی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

کیا فیصلہ کیا ہے تم نے برکت بیٹے برکت بولا اور کہنے لگا۔

گل بابا ہمارے اس قدر وسائل ہیں کہ رفیق کی لاش کو اس کی ماں کے پاس سکتے ہیں لیکن ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ اس لیے کہ رفیق کی لاش جب اس بیوہ ماں اور یتیم بچوں کے پاس پہنچے گی۔ تو وہ زندہ درگور ہو کر رہ جائیں گے۔ ان کے پاس ان کی جھولی میں کچھ نہ رہیگا۔ لہٰذا ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ رفیق کی لاش اسکے آبائی گاؤں نہیں بھجوایا جائے گا۔ بلکہ یہاں دفن کر دیا جائیگا اور آپ کا یہ ہوگا کہ ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ رفیق کے گھر پیسے بھی بھجواتے رہیں گے۔ جس طرح پہلے آپ اسے خط لکھ کر بھیجتے رہے ہیں ایسے ہی خط لکھ کر اسکی ماں کو بھجواتے رہیں گے تاکہ اس بیوہ ماں اور یتیم بہنوں اور بھائیوں کو یہ احساس کہ انکا بھائی زندہ ہے ملازمت کر رہا ہے انہیں خط لکھ رہا ہے اور باقاعدگی کے ساتھ انہیں خرچہ بھیج رہا ہے۔

برکت کی یہ گفتگو سنکر گل بابا کے چہرے پر خوشی نمودار ہوئی۔ وہ بولا اور لگا تم لوگوں نے جو فیصلہ کیا ہے میں اس سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ یہ بہترین فیصلہ ہے اس میں کچھ میرے اپنے دل کی پکار بھی شامل ہے میں میں تھوڑا سا اضافہ چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ رفیق کی ماں کو اسکی طرف سے یہ لکھا جائے کہ وہ اسکے چھوٹے بھائی کو بھی بھیج دے اس لیے کہ رفیق نے

اسکی ملازمت کا بھی بندوبست کر لیا ہے۔ اس پر برکت نے فوراً پوچھ لیا۔

چھوٹا بھائی جب یہاں پہنچے گا اور اسے یہ خبر ہوئی کہ رفیق یہاں نہیں بلکہ مر چکا ہے تو پھر اس پر کیا گزرے گی اور اسکی وجہ سے اسکی ماں کو بھی پتہ چل جائیگا۔ اس پر گل بابا کہنے لگا جب وہ بچہ یہاں آئیگا تو ہم اسے کہیں گے کہ نگل پالش کی فیکٹری کے اس مالک نے اپنی ایک فیکٹری فیصل آباد میں بھی کھول رکھی ہے اور یہ کہ رفیق چند ماہ تک وہاں کام کرے گا پھر وہ یہاں آجائیگا۔ اس دوران چھوٹا بچہ بھی کمانے لگ جائیگا اس کے بعد اگر اسکی ماں اور بہن بھائیوں کو اسکی اطلاع ہو بھی گئی تو اسے کسی نہ کسی طرح برداشت کر جائیں گے۔

برکت پھر بولا اور کہنے لگا۔

گل بابا ہم نے ایک فیصلہ اور بھی کیا ہے اور وہ یہ کہ آپ جانتے ہیں کہ جس فیکٹری میں رفیق کام کرتا تھا وہ ایک چھوٹی سی ورکشاپ ہے۔ جس کا مالک یہ آپ کے سامنے کھڑا ہے اور یہ بے چارہ بھی ملازموں کی تنخواہیں اور اپنا خرچہ بڑی مشکل سے برداشت کرتا ہے۔ لہذا ہم سب نے مشورہ کیا ہے کہ ہم سب ملکر ہر ماہ رفیق کے لیے پیسے جمع کیا کریں گے۔ یہ ڈاکٹر عروج کے ابا رضوان صاحب یہاں کھڑے ہیں ان دونوں باپ بیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہر ماہ رفیق کی آدھی تنخواہ وہ مہیا کریں گے۔ آدھی تنخواہ ہر ماہ وقار صاحب نے دینے کا اعلان کیا ہے اور جس قدر رقم وقار صاحب مہیا کیا کریں گے اتنی میں خود بھی دیا کرونگا اسکے علاوہ محلے کے اور بہت سے لوگوں نے بھی کچھ نہ کچھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اس طرح گل بابا آپ رفیق کی ماں کو یہ لکھ سکیں گے رفیق کی طرف سے کہ میری تنخواہ بڑھ گئی ہے اور اب میں پہلے کی نسبت ڈیڑھ سے دوگنی رقم بھجوایا کرونگا اس طرح اسکی ماں خوش اور مطمئن ہوجائے گی اور گل بابا اس سے بڑھ کر کوئی نیکی اور خیر کا کام نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ مسکین کی مدد اور یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنا ہمارے دین میں انتہا درجے کا ثواب ہے۔ برکت کی یہ گفتگو سن کر گل بابا خوش ہوئے تھے۔ اسکے بعد محلے کے سارے سرکردہ لوگوں سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد رفیق کی لاش کو محلے کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا تھا۔ تاہم اسکی ماں کو اسکی موت کی اطلاع نہ دی گئی تھی۔

رفیق کی تدفین کے بعد بیرسٹر صاحب اور سدرہ واپس چلے گئے تھے۔ برکت بھی اپنے کسی ذاتی کام کے سلسلے میں ریگل چوک کی طرف نکل گیا تھا۔ رضوان صاحب کرامت اللہ آصف صدف عروج اور صوبیہ ایک بار پھر عروج کے کمرے میں آکر بیٹھ گئے تھے۔ جبکہ ڈاکٹر ثروت اور اسکا شوہر ڈاکٹر ریحان بھی اسپتال کے روزمرہ کاموں میں لگ گئے تھے۔

رضوان صاحب نے اپنا بریف کیس کھولا اور اس میں سے تین چیک بک نکالیں پھر وہ اپنی بڑی بیٹی صدف کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگے۔

صدف میری بیٹی۔ میری بچی تم بہن بھائیوں میں سے بنک میں اکاؤنٹ کس کس کا چل رہا ہے۔ رضوان صاحب کی اس گفتگو سے عروج کے چہرے پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ صدف آہستہ سی آواز میں کہنے لگی۔

ابا اس سے پہلے صرف میرا ہی اکاؤنٹ تھا جو کچھ میں کماتی تھی اس اکاؤنٹ میں ڈالتی رہتی تھی۔ کچھ انی کماتا تھا وہ بھی اسی اکاؤنٹ میں ڈال دیتا تھا بعد میں صوبیہ نے جب یہاں سروس اختیار کی تو اسکا بھی اکاؤنٹ کھلوا دیا گیا۔ گھر کا خرچہ چونکہ میں اور انی دونوں بہن بھائی بھاگ دوڑ کر کے چلا لیا کرتے تھے لہذا صوبیہ کی تنخواہ اسکے اکاؤنٹ میں جمع ہوتی رہتی ہے لیکن ابا اسکے بعد انکشاف ہوا کہ آصف نے بھی اپنا ایک ذاتی اکاؤنٹ کھول رکھا تھا پر وہ اسکا ذکر انی نے ہم سے نہیں کیا تھا۔ وہ بے چارہ کچھ رقم ہمیں دیدیتا تھا اور کچھ پس انداز کر کے اپنے اکاؤنٹ میں اس نظریے سے ڈال کر دیا کرتا تھا کہ مجھے اپنی دو بہنوں کی شادی کرنی ہے اور اسکے لیے مجھے کچھ نہ کچھ پس انداز کرتا ہے ابا اس جیسا بھائی بلکہ اس جیسا مہربان شفیق اور سر پر ہاتھ رکھنے والا بھائی نہیں ملے گا۔

اس پر رضوان صاحب کہنے لگے۔

تو ٹھیک کہتی ہے میری بیٹی کرامت اللہ اور آصف کی بیماری کے بعد اس خاندان کو سنبھالنے اور آگے بڑھانے میں تمہارا اور افی کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اسکے بعد رضوان صاحب خاموش ہوگئے اور چیک کاٹنے لگے تھے۔ رضوان صاحب نے تین چیک کاٹ کر دستخط کیے پہلے ایک چیک انہوں نے صدف کے سامنے رکھا اور کہنے لگے بیٹی یہ رقم تم اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرا لینا کر اس چیک ہے۔ صدف نے چیک دیکھا اور کہنے لگی ابا اتنی بڑی رقم۔ رضوان صاحب مسکرا کر رہ گئے تھے منہ سے کچھ نہ کہا اور دوسرا چیک انہوں نے صوبیہ کے سامنے رکھ دیا تھا صوبیہ بھی چیک دیکھ کر چونک سی پڑی تھی پھر رضوان صاحب بولے اور کہنے لگے۔

میری دونوں بچیوں تمہارے مجھ پر بے شمار حقوق بنتے ہیں۔ آج تک تم دونوں بہنوں کو میں کچھ نہ دے سکا۔ خدا کی قسم جی چاہتا ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے تم دونوں بہنوں پر نچھاور کردوں۔ اس موقع پر عروج بولی اور کہنے لگی۔ بابا اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اپنی دونوں بہنوں کے چیک دیکھ سکتی ہوں۔

اس پر رضوان صاحب مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔

چیک تم دونوں دیکھ سکتی ہو بشرطیکہ چیکوں میں لکھی ہوئی رقم دیکھ کر تم رشک اور حسد میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ اس پر سب نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا پھر عروج کہنے لگی بابا یہ آپ نے کیا بات کہہ دی۔ اپنی بہنوں کی بہتری اور خوشحالی دیکھ کر میں کیوں رشک اور حسد کرونگی۔ خدا کی قسم میں تو اپنی روح اپنی جاں اپنے جسم کا ہر ذرہ اور خون کا ہر قطرہ بھی ان دونوں بہنوں پر نچھاور کر سکتی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی صدف اور صوبیہ دونوں نے اپنے اپنے چیک عروج کی طرف بڑھا دیئے تھے۔ عروج نے باری باری وہ دونوں چیک غور سے دیکھے وہ کہنے لگی۔

بابا مجھے اپنی بہنوں کے لیے آپ کی طرف سے یقیناً ایسے ہی سلوک کی امید تھی۔ آپ نے میری دونوں بہنوں کو اس قدر رقمیں دیکر میرا دل خوش کر دیا ہے؟

ن صاحب کہنے لگے بیٹی تم آج نہیں تو کل خود ہی صدف اور صوبیہ کو اپنے ے جانا اور انکے اکاؤنٹ میں یہ چیک جمع کروا دینا۔ اس کے بعد رضوان نے تیسرا چیک بھی صدف کے سامنے رکھ دیا۔ اور کہنے لگے میری بیٹی ی یہ چیک افی کے نام ہے۔ تمہیں افی کا اکاؤنٹ نمبر یاد ہوگا۔ یہ چیک اس اؤنٹ میں جمع کرا دینا۔ اس پر عروج نے لپک کر ہاتھ آگے بڑھایا آفاق کا یکھا اس میں رقم اتنی تھی جتنی ثوبیہ اور صدف کے چیکوں کو ملا کر بنتی ز جیبی انداز میں عروج کہنے لگی بابا آپ نے افی کا بھی حق خود ادا کیا۔ پھر نے وہ چیک صدف کے سامنے رکھ دیا تھا۔

اس کے بعد رضوان صاحب نے ایک اور چیک کاٹا اس میں بھی رقم اتنی ہی ی آفاق کے چیک میں تھی اور وہ چیک انہوں نے عروج کے سامنے رکھتے کہا۔ عروج میری بیٹی یہ چیک آصف کے نام ہے۔ اسکی رقم آفاق کے چیک ر ہے۔ مجھے امید ہے کہ آصف کے نام پر کوئی بنک اکاؤنٹ نہیں ہوگا۔ تم ے بھائی کو ساتھ لیکر جاؤ اسکا اکاؤنٹ کھلواؤ اور یہ رقم اس میں جمع کراؤ۔

آصف بولا اور کہنے لگا۔

با اسکی کیا ضرورت تھی۔ نہ ہی میرے نام کا کوئی بنک اکاؤنٹ ہے خداوند م ان تینوں بہنوں اور بھائی کو سلامت رکھے۔ یہی میرے لیے سب کچھ ں نے چیک لیکر اور اکاؤنٹ کھول کر کیا کرنا ہے۔ آصف کی یہ گفتگو سنکر روج اور صوبیہ کے چہروں پر پریشانیاں بکھر گئی تھیں۔ اس پر رضوان نے ہاتھ آگے بڑھا کر آصف کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

یسی کوئی بات نہیں میرے بیٹے تم میرے بڑے بچے ہو اور تمہارے میری سب سے زیادہ حقوق ہیں۔ تمہارا اکاؤنٹ کھلیگا اور یہ رقم تمہارے ائے گی۔ اس کے بعد رضوان نے کرامت اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے

کرامت بھائی آپ کے میرے بیٹوں میری بیٹیوں پر اس قدر احسانات کیا
جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کے ان احسانات کی بدولت ہی آج میں اپنے
بچوں کے اندر خوش و خرم بیٹھا ہوا ہوں۔ کرامت اللہ تم وہ فرشتہ ہو۔ جس نے
میرے بچوں کی پرورش کا سامان کیا۔ کرامت اللہ یہ چیک بکس سنبھالو۔ جس قدر
رقم تم پسند کرتے ہو لکھ لو۔ میں دستخط کیے دیتا ہوں۔ اسکے ساتھ ہی چیک بک
رضوان صاحب نے کرامت اللہ کے سامنے رکھ دی تھیں۔

کرامت اللہ چیک بک کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا پھر وہ چیک بک اس نے
دوبارہ رضوان کے سامنے رکھ دی اسکے بعد کمرے میں اسکی آواز کچھ ایسی بلند
ہوئی جیسے دور کہیں قطرہ قطرہ پانی گرنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ یا پتھروں پر گنگنا
بہتی ہوئی پانی کی کوئی دھار اپنے وجود کی خبر دیتی ہے۔ کرامت اللہ رضوان کو
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بھائی تیری بڑی مہربانی بڑا شکریہ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ تیرے اپنے بچوں
کے ساتھ راضی ہونے سے پہلے ہم تہ بہ تہ اندھیروں کی بے کراں وسعتوں، وقت
کے موسموں کا تمرد گرد و پیش کے آشوب اور جبر کی سلگتی آگ کے دھوئیں سے
نجات حاصل کرنے کی کشمکش میں مبتلا تھے۔

سنو رضوان اب تمہارے اپنے بیٹے بیٹیوں سے آملنے سے دوریوں اور
قربتوں کی جتیں مل گئی ہیں۔ مایوسیوں کے علم۔ اس کی پیاس' بے صدا آوازوں
کے عکس ہیولے بے حساب چاہتوں کی خوشبو خوشیوں کے ابلتے طوفان لذتوں کے
شرابور بکھری تحریکوں میں بدل گئے ہوں۔

رضوان بھائی میں اب کوئی رقم لینے کا محتاج نہیں ہوں۔ میری بہن کے ان
بچوں کو جب انکا باپ مل گیا تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھے دنیا بھر کی خوشیاں۔ دنیا بھر
کی راحتیں نصیب ہوگئی ہیں۔ اس لیے کہ میری ساری خوشیاں میرے سارے
سارے راحتیں انہیں ہی سے منسوب ہیں۔ میرا کیا ہے میں زندگی کے اپنے

ہ پر کھڑا ہوں جہاں انسان اپنی ذات کی تردید بھی کرتا ہے اور تائید بھی کرتا
یں اپنے شجرہ نسب کی کھوئی ہوئی نسل کا آخری فرد ہوں۔ عمر اور صحت کے
ے میں اب ایسے لوگوں میں شامل ہوگیا ہوں جو خود اپنے کندھوں پر اپنی
کے خدشات اٹھائے پھرتے ہیں۔

سنو رضوان بھائی ایک تو عمر کا تقاضا دوسرے جو مجھے بیماری لگ گئی ہے اس
ہ سے میری زیست کی ناؤ۔ میری حیات راکھ کے کھیت اور دھول کھلیان
ہے۔ میں خوش ہوں کہ تم اپنی اولاد میں آشامل ہوئے ہو۔ اور تمہارے ایسا
ے ان بہن بھائیوں کے درد کے رشتے زندہ حقیقت اور مسافر نواز درختوں
رح شاداب ہوگئے ہیں۔ تمہارے ان میں آنے سے پہلے یہ بے چارے ساگر
کے دھارے اور خاک بسر گلستان کی طرح تھے لیکن تمہارے انکے اندر آنے
کی خوشیاں بارونق بستی اور بے رنگ خوابوں کی اندر نمواور ہونے والے
ل آشنا رنگوں جیسی ہو کر رہ گئی ہے۔

رضوان بھائی مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ تمہارے دونوں بیٹے تمہاری تینوں
ں جب میرے سامنے ہنستے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھے دنیا بھر اور زندگی کی
خوشیاں نصیب ہوگئی ہوں۔ میں نے رقم لیکر کیا کرنا ہے یہ بچے میری ایسی
ت میری ایسی دیکھ بھال کرتے ہیں کہ آج تک قسم خدا کی مجھے یہ احساس ہی
ہوا کہ یہ میرے ذاتی بچے نہیں ہیں۔ اللہ انہیں خوش رکھے اور تمہارا سایہ
قائم و دائم رہے بس تم اپنے بچے بچیوں کی خدمت کرو ویسی میری بھی خدمت
میں ان ہی کے دم سے زندہ ہوں۔ یہ خوش تو میں خوش یہ ملول ہیں تو میں
اب سے محروم ترین انسان ہوں۔

کرامت اللہ کی اس گفتگو کے جواب میں رضوان کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ
نا کی کارکن خاتون اندر آئی اور صدف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی ڈاکٹر!
خاتون اور ایک لڑکی آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ اس پر صدف نے اس خاتون
نا کی طرف غور سے دیکھا پھر پوچھا کہ وہ کون ہیں۔ اس پر خاتون کارکن
تو ان سے نہیں پوچھ سکی کہ وہ کون ہیں تاہم ان میں سے ایک جو

بڑی عمر کی ہے اسکا نام سائرہ ہے اور جو لڑکی قسم کی ہے اسکا نام سحر ہے انہوں نے اپنے نام بتائے ہیں اور دونوں شکل اور چہرے سے ماں بیٹی لگتی ہیں۔ صدف نے ہاتھ کے اشارے سے اس خاتون کارکن کو وہیں رکنے کے لیے کہا وہ اپنے بابا رضوان صاحب سے کچھ پوچھنا چاہتی تھی کہ اس دوران عروج بول پڑی اور صدف سے پوچھنے لگی۔

آپی یہ سائرہ خاتون کون ہیں۔ اس پر صدف جھٹ بولی اور کہنے لگی ہماری سگی خالہ ہے اسکے ساتھ سحر بھی آئی ہے میری سمجھ میں کچھ کچھ بات آ رہی ہے کہ یہ دونوں ماں بیٹی کس مطلب کے لیے آئی ہیں۔ اس پر عروج پوچھنے لگی کس خاطر آئی ہیں۔ صدف کہنے لگی میرا خیال ہے چونکہ اس سحر کو طلاق ہو گئی ہے لہذا یہ اپنی ماں کو ساتھ لیکر آئی ہے تاکہ آفاق کے ساتھ اپنے ٹوٹ جانے والے رشتے کو استوار کر سکے۔ اس پر عروج برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی ایسا کبھی اور ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جب ایک بار میرے بھائی آفاق کو ترک کر کے اذیت میں ڈال چکے ہیں۔ تو پھر چاہے اب یہ سارا خاندان بھی قدموں میں آ جائے ہم ان سے صلح نہیں کریں گے۔ پھر عروج نے ذرا رکتے ہوئے اپنے بابا کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ بابا اس سلسلے میں آپکا کیا خیال ہے رضوان کہنے لگے جو تم بہن بھائیوں کا خیال ہے وہی میرا بھی خیال ہے۔

اس پر عروج نے اپنے ماموں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

ماموں آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں۔ اسپر کرامت اللہ بولے اور کہنے لگے۔ یہ لوگ اب اس قابل نہیں رہے کہ انکے ساتھ ہم اپنا تعلق اور رابطہ استوار کریں۔ بہرحال انہیں اندر بلاؤ دیکھیں وہ کیا کہتی ہیں۔ اس پر صدف اٹھی اور اسپتال کی اس خاتون کارکن کو مخاطب کر کے کہنے لگی ان دونوں ماں بیٹی کو اندر ہمارے پاس بھیج دو۔ تھوڑی دیر ہی بعد اس کمرے میں سحر اور اسکی ماں داخل ہوئیں۔ رضوان کو اس کمرے میں دیکھتے ہوئے سائرہ پھولی نہ سمائی جا رہی

تھی۔ رضوان کو دیکھتے ہی وہ پوچھنے لگی رضوان بھائی آپ یہاں۔ اس پر رضوان کہنے لگے میرے رابطے میرے بچوں کے ساتھ استوار ہو گئے ہیں۔ آپ لوگ اب مجھے اپنے بچوں کے پاس اٹھتے بیٹھتے دیکھیں گے۔ پھر رضوان نے ہاتھ کے اشارے سے خالی نشستوں کی طرف سائرہ اور اسکی بیٹی سحر کو بیٹھنے کا اشارہ دیا۔ اسکے بعد وہ دونوں ماں بیٹی کرامت اللہ کے قریب بیٹھ گئیں تھیں۔

کمرے میں تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی اسکے بعد صدف کی خالہ سائرہ کی آواز کمرے میں بلند ہوتی سنائی دی۔

رضوان بھائی میری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت آپ اور کرامت اللہ دونوں ہی موجود ہیں۔ میں دراصل اپنی کوتاہیوں اپنی غلطیوں کی معافی مانگنے کے ساتھ ساتھ انکا ازالہ کرنے کے لیے آئی ہوں۔ میں کوئی زیادہ تمہید نہیں باندھوں گی۔ جو کہنا چاہتی ہوں وہ براہ راست کہوں گی اور وہ یہ کہ رضوان بھائی شاید آپ کو بھی خبر ہو کہ آفاق ابھی بچہ ہی تھا کہ اسکی منگنی سحر کے ساتھ ہی کر دی گئی تھی۔ کرامت بھائی تو بہرحال ان سارے حالات سے اچھی طرح واقف ہیں۔

پھر اسے ہماری بدقسمتی بدبختی سمجھئے کہ بعد میں یہ منگنی توڑ دی گئی اور ہم نے غلطی کا ارتکاب کرتے ہوئے سحر کی شادی کسی اور جگہ کر دی لیکن ہمیں اپنی غلطی کی سزا خوب ملی اور وہ یہ کہ سحر کو طلاق ہو گئی۔ اب میں اس لیے حاضر ہوئی ہوں کہ آپ لوگوں سے منگنی توڑنے کی غلطی کی معافی مانگوں اور ٹوٹے ہوئے اس پرانے رشتے کو پھر سے استوار کرنے کی التجا کروں۔

یہاں تک کہنے کے بعد سائرہ خاموش ہو گئی۔ کمرے میں بھی خاموشی طاری رہی کسی نے اسکی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر سائرہ پھر بولی اور پوچھنے لگی کرامت اللہ بھائی آپ کوئی جواب نہیں دے رہے کرامت فوراً بولا اور کہنے لگا۔

میرے بولنے یا نہ بولنے سے کیا ہوتا ہے۔ اب حالات تبدیل ہو چکے ہیں پہلے صورت کچھ اور تھی اب بچوں کا باپ انکے اندر موجود ہے اس موضوع پر اور

اس سلسلے میں تم براہ راست رضوان بھائی سے بات کرو۔ جب تک یہ بچے اور انکا باپ ایک دوسرے سے ناراض تھے۔ اس وقت تک میں بے شک انکا ذمہ دار تھا میں نے اس ذمہ داری کو قبول کر لیا اور نبھایا بھی اور ان بچوں نے بھی میری ہر بات کو تسلیم کیا لیکن اب جو کچھ تم نے کہنا ہے رضوان بھائی سے کہو۔

اس پر رضوان فوراً بولے اور کہنے لگے۔

یہ ناممکن ہے کرامت اللہ بھائی مجھے نہ آفاق کی منگنی کا پتہ ہے اور نہ اسکے توڑنے جانے کی وجوہات کا علم ہے۔ اور پھر کرامت بھائی ان بچوں پر جو آپکے احسانات ہیں انہیں نہ فراموش کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ بھلایا جاسکتا ہے۔ اسکے علاوہ سائرہ اور آپ دونوں سگے بہن بھائی ہیں۔ مزید یہ کہ طاہرہ اور سائرہ دونوں کے آپ بڑے بھائی ہیں آپ ہی بہتر طور پر اسے جواب دے سکتے ہیں۔

رضوان کے یہ جواب دینے کے بعد کرامت اللہ تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر وہ سائرہ کی طرف دیکھتے ہوئے سرما کے اولوں کی طرح برس پڑا۔

سائرہ بیگم تم ہمیشہ بے وقت کی راگنی الاپنے کی عادی ہو۔ تم وہ ہو جس نے اپنی سگی بہن طاہرہ کی زندگی کو دھاگوں کے لچھوں اور ریشم کے تانوں کی طرح الجھا کے رکھ دیا۔ تو اپنی سگی بہن کے لیے انسانی تخلیق کی جگہ انسانی تفریق بنی۔ اپنی سگی بہن طاہرہ کے قرب کے احساس رشتوں کی نرم آنچ اور اسکی نازک حسین سوچوں میں تو نے دکھتی رگ کا زہر موج طوفان میں گھری شب کی تاریکی قدم قدم نا امیدیاں اور سانس سانس بے چینیاں کھڑی کیں۔ سائرہ بیگم تو طاہرہ کے لیے زخموں کی جراحت برے وقت کی قید و زندان اور لمحوں کے بدترین مقتل جیسی ثابت ہوئی۔

اپنی ماں کی موت کے بعد یہ بچے بڑی مشکل سے شب غم سے نکل کر طلوع صبح نصیب ہوئے ہیں کیا تو پھر انہیں اپنی نگاہ برہم کا شکار کرنا چاہتی ہے۔ ایک

عرصے بعد انہیں اپنے باپ سے ملکر روح دل کی شادابی حاصل ہو رہی ہے کیا تو انکی حالت بساط کائنات میں حقیر ذروں جیسی کرنا چاہتی ہے۔ پر دیکھ سائرہ خاتون میں اب تجھے ان بچوں کے لیے رات کے نبض میں نفرتوں کی آگ دلوں کے ثمر اور باغ میں زخموں کے گلستان کھڑے کرنے کی اجازت نہیں دونگا۔

سن سائرہ بیگم تو ستم زانی کی نوید بے حسی کی سرد لاش اور محرومی کا پیغام ہے۔ یہ بچے بے چارے ابتک پتھر کوٹ کر ریت کرتے رہے ہیں۔ وقت کی بدترین چٹانیں الٹ کر اپنی زندگی کے دن بسر کرتے رہے ہیں۔ اب تو پھر انکے لیے اندھے ظلم کی آگ بھڑکانا چاہتی ہے۔ پھر خون دل میں قلم ڈبو کر انکے پرانے زخم کریدنے پر تلی ہوئی ہے ہرگز نہیں میں تمہیں انکے لئے کسم کا پھول جیٹھ کی دھوپ اور تھکن سے چور جذبہ نہیں بننے دونگا۔ سائرہ بیگم اب ان بچوں کے برے دن گزر گئے اب تک یہ بے چارے اپنے باپ سے دور تھے اب تم دیکھتی ہو رضوان انکے اندر موجود ہے۔ اب یہ ان بچوں کا ذمہ دار ہے۔ اب تو انکے لیے ناسوگی اور اضمحلال کی بدترین خبر اور موسموں کے شکوؤں کا پیغام نہیں بن سکتی۔

سائرہ بیگم تیری بہتری اسی میں ہے کہ تو یہاں سے اٹھ کر چلی جا۔ تیرے احسان جو اس سے پہلے ہم پر ہیں میرے خیال میں وہی کافی ہیں۔ اس پر سائرہ پھر بولی اور کہنے لگی کرامت بھائی آپ پہلے میری بات تو سنیں۔ میں ابھی اپنی بات مکمل نہیں کرنے پائی۔ آپ بڑے بھائی ہیں۔ بہن کے ساتھ ایسا سخت رویہ تو نہ رکھیں۔ اس پر کرامت اللہ بڑی طرح بھڑک اٹھا اور کہنے لگا۔

سائرہ بیگم تو میری عزیز انتہائی مخلص بہن طاہرہ کی بڑی بہن تھی تو نے اسکے لیے کیا کیا تو اسکے لیے بڑی بہن کے بجائے فضاؤں میں بارش سے پہلے کی گھری گھٹن اور حبس کا موسم بن کر رہ گئی تھی۔ سائرہ بیگم تونے ہمارے اعتقاد کی زنجیروں کو توڑا۔ اپنی چھوٹی بہن کے لیے تو دکھ کی جھیل کا ایک کنارہ ثابت ہوئی

اور تونے یہیں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تیرے غرور کے شعلوں میں تیرے دست خزان اور زندگی کی ویرانیاں مزید آگے بڑھی اور انہیں آفاق کے نظر و قلب کی ہر سمت ہر جہت دکھ ہی بھر کر رکھ دیئے۔ آخر تو نے اس معصوم کو اسکی معصومیت کی اتنی بڑی سزا کیوں دی۔ کیا تو سمجھتی تھی کہ وہ تیرے سامنے پسماندگی کا ایک کشکول ہے جسے تو توڑ دیگی۔ ہرگز نہیں میں انکا ماموں سر پر تھا اور دیکھ آج وہی بچے جنہیں تو دھتکارتی رہی ہے اس قابل ہوچکے ہیں کہ تجھے اور تیرے بچوں اور بچیوں کو دھتکار سکیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد کرامت اللہ دم لینے کو رکا پھر وہ کہتا چلا گیا تھا سائرہ بیگم تیرا تعلق لہو میں نہائی ہوئی نسل سے تو نہ تھا پتہ نہیں کیوں تو بے ضمیر کی صف میں جا کھڑی ہوئی۔ دیکھ طاہرہ کے یہ بچے اور بچیاں اب تاریک راتوں کے ظلم اور گردش ایام کی تحریروں سے نکل چکے ہیں۔ اب یہ بچے اپنی بقا کی جنگ جیت چکے ہیں اب یہ تیری ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اور اب تو یہ بھی دیکھتی ہے کہ یہ بچے اپنے باپ سے بھی راضی ہوگئے اور اب انکے باپ کا دست شفقت بھی انکے سر پر ہے ایسی صورت میں سائرہ بیگم تیری ان بچوں کی نگاہ میں کیا قدر رہے گی۔

سائرہ بیگم تو طاہرہ کے ان بچے اور بچیوں کے لیے اب ٹوٹا ہوا رشتہ اور میرے لئے اب بھولا نام اور بھولا ناطہ ہے۔ تو نے خود ہمارے ساتھ ناراضگی کی ماضی کی زنجیریں توڑ دیں۔ خون کے رشتوں اور مٹی کی تقدیروں کو خود خراب کیا۔ سائرہ بیگم تو ہمارے خاندان میں نحوست کا پھول ثابت ہوئی۔ تیری بد سرشت تیری کھردری زبان میری عزیز اور مخلص بہن طاہرہ کو بھی لے ڈوبی۔ پر دیکھ اب میں تجھے طاہرہ کے بیٹوں اور بیٹیوں کے لیے درد و فراق کے دن بونے نہ دونگا۔ انکی زندگی کو لہو لہو نہ کرنے دوں گا تجھے ہرگز اجازت نہ دونگا کہ تو انکے سامنے دریدہ یادوں کے قافلے اور نئے سرابوں کے سلسلے کھڑے کرے۔

کمرے میں بیٹھے ہوئے سب افراد نے دیکھا کہ کرامت اللہ کی اس گفتگو سے سائرہ کی خالی آنکھوں میں سیاہی پھیلنے لگی تھی۔ اور سحر کی حالت ایسی ہوگئی تھی کہ جیسے اس کے چہرے پر ان گنت جراحتیں۔ آنکھوں میں آنسو اور ہونٹوں پر آہیں جم کر رہ گئی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد سائرہ نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور پھر کرامت اللہ کو مخاطب کرکے کہنے لگی۔

کرامت بھائی اگر ان بچے اور بچیوں کے باپ رضوان صاحب انکے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھ چکے ہیں۔ تو جس کام کے سلسلے میں میں حاضر ہوئی ہوں اس سلسلے میں میں پھر آپ سے نہیں رضوان بھائی سے ہی بات کرونگی۔ اس پر کرامت اور زیادہ بھڑک اٹھا اور کہنے لگا۔ سائرہ بانو میں تمہیں کہتا ہوں کہ اسی وقت اٹھو اور اپنی بیٹی سحر کو لیکر یہاں سے نکل جاؤ تم نے مزید کوئی گفتگو کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھو میرے ہاتھوں بے عزتی کرا بیٹھو گی۔ اس پر سائرہ بھی بھڑک کر کہنے لگی کیوں کرامت بھائی کیوں بے عزتی کرا بیٹھوں گی۔ میں ان بچوں کی خالہ ہوں اور حق رکھتی ہوں کہ ان کے سلسلے میں اپنے بھائی رضوان سے بات کروں۔ اس پر کرامت اللہ نے پوری قوت سے چلاتے ہوئے کہا۔

سائرہ میں کہتا ہوں کہ یہاں سے دفع ہو جاؤ تمہارا ان بچوں پر کوئی حق نہیں میں کہتا ہوں کہ آفاق کی زندگی برباد کرنے کے ساتھ ساتھ طاہرہ کی موت کی تم ذمہ دار ہو اس سے آگے کرامت اللہ بے چارہ کچھ نہ کہہ پایا تھا کہ اسے کھانسی کا ایسا ہولناک اور طویل دورہ پڑا کہ کھانس کھانس کر وہ دوہرا ہوگیا تھا اسکی حالت دیکھتے ہوئے عروج تڑپ کر آگے بڑھی ایک طرح سے وہ کرامت سے لپٹ گئی پھر وہ انکی چھاتی ملنے لگی تھی صدف بھی بے چاری بھاگ کر آگے بڑھی اور کرامت اللہ کو سنبھالتے ہوئے انکی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے لگی تھی۔ کرامت اللہ کی حالت دیکھتے ہوئے صوبیہ بے چاری کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے تھے طوفانی انداز میں پھر وہ بیساکھیوں کے بل کھڑی ہوتی ہوئی بڑی تیزی سے آگے بڑھی اور کرامت

اللہ کے پاس جاکر جھکی اور بڑے پیار سے اسکے کان میں کہنے لگی۔

ماموں میرے پیارے ماموں۔ آپ کیوں اپنے آپ کو ہلکان کرتے ہیں۔ جو کچھ یہ کہتی ہیں کہنے دیں۔ اب یہ آفاق کے لیے سحر کا رشتہ لیکر آئی ہے۔ اب وقت گزر چکا ہے سورج غروب ہوچکا ہے ان کے لئے۔ اب انہیں ہمارے ہاں سے کیا حاصل ہوگا۔

کرامت اللہ کی بری حالت ہوتے دیکھ کر عروج بے چاری سے نہ رہا گیا۔ اس موقع پر اس نے سائرہ کی طرف دیکھا اسے مخاطب کرکے کہنے لگی۔

دیکھئے اب آپ ماموں سے اس موضوع پر گفتگو کرنے کی کوشش نہ کریں آپ دیکھتی نہیں انکی حالت کیسی خراب ہو رہی ہے اور پھر میں آپ سے یہ بھی کہہ دوں کہ ہم نے آفاق بھائی کی منگنی کر دی ہے اب ہمیں ان کے لیے کسی بھی رشتے کی ضرورت نہیں ہے اس سلسلے میں جس قدر بھی گفتگو کریں گی آپ کو مایوسی ہوگی اس لیے کہ آپ ایک بار میرے بھائی آفاق سے سحر کو چھین چکی ہیں اب پھر سحر کو آپ میرے بھائی کے پلے باندھنا چاہتی ہیں میرا بھائی کوئی اتنا گرا پڑا تو نہیں ہے کہ ایسی گری پڑی چیز کو اپنے گلے لگالے پلیز آپ جائیے اس موضوع پر میرے پاپا اور ماموں سے گفتگو نہ کیجئے۔

عروج کی اس گفتگو پر سائرہ نے تھوڑی دیر تک اسے پریشان نگاہوں سے دیکھا پھر وہ اپنے پہلو میں بیٹھی ہوئی اپنی بیٹی سحر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی یہ کون ہے میری بیٹی اس پر سحر بولی اور کہنے لگی اماں جس قدر میں معلومات حاصل کر سکی ہوں یہ ڈاکٹر عروج ہے اسکی ہمارے کزنز پر بڑی مہربانیاں ہیں اس پر سائرہ نے عروج کی طرف دیکھا اور اور کہنے لگی۔

ڈاکٹر عروج میں جانتی ہوں کے میری بہن کے بچوں پر تمہارا بہت عمل دخل ہے اور یہ کہ ان پر تمہاری بڑی مہربانیاں ہیں لیکن اس کے باوجود میں تم سے کہوں کہ سحر کے لیے آفاق کا رشتہ مانگنا میرا حق بنتا ہے میں انکی رشتے دار ہوں اور یہ ہمارا ذاتی معاملہ اور یہ کہ اور ڈاکٹر عروج تمہیں اس ذاتی معاملے میں دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

اپنی خالہ کی یہ گفتگو سن کر عروج کا چہرہ غصے میں سرخ ہوگیا تھا پھر وہ برس پڑی اور کہنے لگی

سنو خالہ سائرہ میں تمہارے لئے اجنبی نہیں ہوں میں تمہاری بہن طاہرہ کی چھوٹی بیٹی عروج ہوں مجھے فخر ہے کہ میری ماں طاہرہ تھیں اور آفاق دونوں جڑواں بہن بھائی ہیں اور میں اس سے صرف پانچ منٹ بڑی ہوں یاد رکھنا اگر میرے بھائی میری بہنوں پر کوئی فیصلہ مسلط کرنے کی کوشش کی یا ان سے متعلق کوئی غلط بات کی تو یاد رکھنا مجھ سے زیادہ برا پیش آنے والا کوئی نہ ہوگا۔ سائرہ آنٹی میں رضوان صاحب اور طاہرہ کی بیٹی ہوں اجنبی نہیں ہوں کرامت میرے ماموں ہیں سوتیلے نہیں سگے۔ اگر میرے متعلق مزید معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں تو میرے پاپا رضوان صاحب آپ کے سامنے بیٹھے ہیں ان سے پوچھ لیں۔

کرامت اللہ کی حالت زیادہ بگڑتی جا رہی تھی اسکا سانس ٹوٹتا جا رہا تھا لہٰذا عروج فوراً بولی اور کہنے لگی آنٹی آپ سحر کو لیں اور فوراً یہاں سے چلی جائیں ورنہ یاد رکھیے ہم سب بہن بھائی سختی اور بدتمیزی پر بھی اتر سکتے ہیں عروج جب خاموش ہوئی تو اس بار صدف بولی اور کہنے لگی آنٹی آپ پلیز یہاں سے چلی جائیے اب آپ کے ساتھ ہمارا کوئی سروکار نہیں آپ کے ساتھ ہمارا کوئی رشتہ نہیں اب آپ ہمیں آفاق آصف بھائی سب کو بھول جائیے اس لئے کہ آپ ہمارے لیے مرگئیں ہم آپ کے لئے مرگئے صدف کی یہ گفتگو سن کر سائرہ مایوس سے انداز میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی سحر بھی کھڑی ہوگئی پھر وہ ماں بیٹی اس کمرے سے نکل کر چلی گئی تھیں۔

کرامت اللہ کی بگڑتی ہوئی حالت اور اکڑتی ہوئی سانس دیکھتے ہوئے عروج بیچاری گھبرا سی گئی تھی صدف اور صوبیہ کی حالت بری ہوگئی تھی آصف بھی اپنی

جگہ سے اٹھ کر کرامت اللہ کو سنبھالنے لگا تھا رضوان صاحب بھی اٹھے اور
کرامت کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے تھے عروج لپک کر فون کے پاس آئی نمبر
ڈائیل کئے پھر وہ کسی سے کہنے لگی۔

ایمرجنسی والوں سے کہو کہ فوراً اسٹریچر لیکر میرے کمرے میں پہونچیں فوراً
جلدی بڑا ایمرجنسی کیس ہے اسکے ساتھ ہی عروج نے فون رکھ دیا اور بڑی بے
چینی سے انتظار کرنے لگی تھی تھوڑی دیر بعد دو میل نرس آگے پیچھے اسٹریچر
اٹھائے کمرے میں داخل ہوئے عروج کے کہنے پر دونوں نے کرامت کو اٹھا کر
اسٹریچر پر لٹا دیا پھر عروج انہیں مخاطب کرکے کہنے لگی انہیں فی الفور ایمرجنسی میں
لیکر چلو اور سنو اس وقت ڈیوٹی پر کون کون ڈاکٹر ہیں اس پر اسٹریچر اٹھانے والوں
میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

ڈیوٹی پر اس وقت ڈاکٹر ثروت ڈاکٹر ریحان اور یورولوجسٹ ڈاکٹر تنویر
صاحب ہیں اور وہ سب اس وقت ایمرجنسی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

عروج بیچاری گھبرائی سی آواز میں کہنے لگی چلو میرے ساتھ انہیں جلدی سے
ایمرجنسی میں لے چلو عروج اسٹریچر کے ساتھ ساتھ ہولی تھی رضوان صدف صوبیہ
آصف بھی کمرے سے نکل کر عروج ہی کے پیچھے ہولئے تھے۔

کرامت اللہ کو اسٹریچر پر ڈالکر ایمرجنسی میں لایا گیا وہاں ڈاکٹر تنویر ڈاکٹر
ریحان اور ڈاکٹر ثروت بیٹھے ہوئے تھے کرامت اللہ کو اسٹریچر پر لیٹے اور اسکے پیچھے
پیچھے عروج صدف صوبیہ رضوان اور آصف کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر ریحان اور
ثروت پریشان ہوکر کھڑے ہوگئے تھے ڈاکٹر تنویر بھی کھڑا ہوگیا تھا پھر ریحان نے
کرامت اللہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عروج سے پوچھا۔

عروج میری بہن!

کیا ہوا ماموں کو؟

اس پر عروج روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی ہماری ایک آنٹی عرصہ ہوا وہ ہم

سے ناراض تھیں وہ آگئی تھیں انکے ساتھ ماموں کی تلخ کلامی ہوگئی تھی بس وہیں
سے ماموں کی سانس اکھڑ گئی اس پر ڈاکٹر تنویر فوراً حرکت میں آیا اسٹریچر اٹھانے
والوں کی مدد سے کرامت اللہ کو اسٹریچر سے اٹھا کر ایمرجنسی کی ایک میز پر لٹا دیا گیا
پھر ڈاکٹر تنویر نے کرامت اللہ کے منہ میں انہیلر لگا کر اس میں دو انجکشن بھی
دے دیئے تھے اور سب لوگ کرامت اللہ کے پاس کھڑے ہوئے اسے تسلی دینے
لگے تھے۔

کوئی آدھ گھنٹے کے بعد کرامت اللہ کی طبیعت کچھ بحال ہوئی اس پر سب
کے دم میں دم آیا رضوان ڈاکٹر ثروت کے قریب آئے اور بڑی راز داری میں
اس سے پوچھنے لگے ثروت میری بیٹی میری بچی کیا یہ تنویر وہی ہے جس کا رشتہ تم
لوگ عروج سے کے ساتھ طے کر رہے ہو اس پر ثروت نے مسکراتے ہوئے
اثبات میں سرہلا دیا تھا رضوان صاحب پھر بولے اور کہنے لگے بیٹے ذرا آگے بڑھ
کر میرا اس سے تعارف بھی کراؤ ثروت فوراً آگے بڑھی ڈاکٹر تنویر کے پاس گئی
اور پھر اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگی ڈاکٹر تنویر ان سے ملئے یہ رضوان صاحب
ہیں عروج صدف صوبیہ آصف اور آفاق بھائی کے ابا۔

اس پر ڈاکٹر تنویر فوراً آگے بڑھا اور دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر رضوان
صاحب سے بڑی خوش طبعی میں مصافحہ کیا پھر وہ بولا اور کہنے لگا آپ سے مل کر
بے حد خوش ہوئی میں نے سن رکھا تھا کہ آپ لوگوں میں پہلے کچھ ناراضگی اور
غلط فہمی تھی اب جو آپ سب کے ساتھ کھڑے دکھائی دے رہے ہیں تو لگتا ہے
کہ یہ ساری غلط فہمیاں دور ہوچکی ہیں اگر ایسا ہے تو میں آپ سب لوگوں کو
مبادکباد دیتا ہوں

رضوان نے تنویر کی پیٹھ تھپتھپائی پھر بڑی نرمی بڑی شفقت میں کہنے لگے۔

بیٹے تمہارا اندازہ درست ہے ہم اب جدائی اور علیحدگی کے کڑے دور کو
بہت پیچھے چھوڑ آئے ہیں میں خوش قسمت ہوں کہ آج میں سب کے سامنے

اپنے بچوں کے اندر موجود ہوں۔

رضوان کی اس گفتگو پر ڈاکٹر تنویر تھوڑی دیر تک کھڑا مسکراتا رہا پھر اپنے قریب ہی کھڑی عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آپ کے ماموں کی طبیعت فی الحال تو بحال ہوگئی ہے لیکن میں اب بھی ان کی طبیعت سے مطمئن نہیں ہوں آپ نے ایک بار بتایا تھا کہ آپ کے ماموں کو دمہ ہے لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ یہ صرف دمہ نہیں ہے آپ انکے ایکسرے نکلوایئے پھر انکی بیماری صحیح ڈائیگنوز ہوسکے گی قریب کھڑے ڈاکٹر ریحان نے بھی تنویر کی اس تجویز پر اتفاق کیا تھا اس پر عروج حرکت میں آئی ایک میل نرس کو بھیج کر اس نے ٹرالی منگوائی کرامت اللہ کو اس میں بیٹھا کر ایکسرے روم کی طرف لیجایا گیا تھا ایکسرے لینے کے بعد کرامت اللہ کو پھر بیڈ پر لٹا دیا گیا تھا تھوڑی دیر بعد جب ایکسرے ڈاکٹر تنویر کے پاس لائے گئے تو ڈاکٹر تنویر ریحان ثروت اور عروج کچھ دیر تک ان ایکسرے کو بڑے غور سے دیکھتے رہے پھر ڈاکٹر تنویر بولا میرے خدشات بالکل درست ثابت ہوئے ہیں فی الحال میں کچھ کہتا نہیں یہ ایکسرے لے کر میں میو اسپتال جاتا ہوں کہ وہاں میرے جاننے والے اسپشلسٹ ہیں ان سے مشورہ کرنے کے بعد پھر کوئی آخری فیصلہ کیا جائیگا اس پر قریب بیٹھا ہوا ریحان بولا اور کہنے لگا ہاں ڈاکٹر تنویر آپ ٹھیک کہتے ہیں میں بھی آپکے ساتھ چلتا ہوں اس پر عروج بولی اور کہنے لگی اگر آپ لوگ کہیں تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں اس پر ریحان بولا اور کہنے لگا نہیں میری بہن آپکے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں ہے میں اور تنویر ہو آتے ہیں اسکے ساتھ ہی تنویر اور ریحان دونوں وہاں سے نکل گئے تھے۔

کرامت اللہ کو بیڈ پر ہی لیٹا رہنے دیا گیا تھا اس پر کچھ غنودگی طاری ہو رہی تھی اس موقع پر عروج بولی اور رضوان کو مخاطب کر کے کہنے لگی بابا ماموں کو اب آرام کرنے دیجئے میں ایک میل نرس کی ڈیوٹی یہاں لگا دیتی ہوں آپ میرے ساتھ میں چل کر بیٹھئے اسکے ساتھ ہی عروج حرکت میں آئی ایک میل نرس کو کرامت اللہ کے پاس بیٹھا دیا گیا جبکہ رضوان آصف صدف اور صوبیہ عروج کے کمرے میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔

○

برکت نے اپنی گاڑی روشن کے پینٹنگ ہاؤس کے سامنے روکی تھی اور جونہی وہ گاڑی سے نکلا اندر کام میں مصروف روشن نے اسے دیکھ لیا تھا للذا وہ کام چھوڑ کر تقریباً بھاگتا ہوا باہر آیا گاڑی سے اتر کر برکت چند قدم ہی پینٹنگ ہاؤس کے دروازے کی طرف بڑھا تھا کہ روشن نے پینٹنگ ہاؤس سے باہر نکل کر برکت کا استقبال کیا اور بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

برکت بھائی خدا کا شکر ہے کہ آپ میرے پینٹنگ ہاؤس کی طرف آئے ہیں تو یہ خیال کر رہا تھا کہ اب جبکہ آفاق کراچی گیا ہوا ہے تو آپ ادھر کا رخ ہی نہیں کریں گے بہرحال آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے ادھر آنے کی زحمت کی اس پر برکت آگے بڑھا اور روشن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بڑی شفقت سے کہنے لگا۔

روشن بھائی یونہی ادھر سے گزر رہا تھا کہ سوچا آپ سے بھی ملتا چلوں ذرا یہ تو بتایئے کہ اس کے بعد تو ان بدمعاشوں نے جھگڑا نہیں کیا جو آفاق سے دشمنی کی وجہ سے ادھر کا رخ کیا کرتے تھے اس پر روشن نے ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا برکت بھائی اب وہ کیسے اور کیونکر ادھر کا رخ کریں گے اس دن جو آپ نے انہیں سزا دی تھی میرے خیال میں انکے لیے کافی ہے اور پھر برکت بھائی آپکا تو نام ہی کافی ہے پھر کیوں وہ ادھر کا رخ کریں گے اسکے بعد روشن نے برکت بھائی کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا۔

برکت بھائی آئیں اندر بیٹھتے ہیں چائے کا ایک کپ پیتے ہیں اس پر برکت کہنے لگا نہیں روشن بھائی اب میں جاؤں گا میں تو بس آپکا پتہ کرنے آیا تھا روشن

بضد ہوگیا اور برکت کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہنے لگا نہیں برکت بھائی آپ کو
ایک کپ چائے تو میرے ساتھ پینا ہی ہوگی اسکے ساتھ ہی برکت کو تقریباً گھسیٹتا
ہوئے روشن اندر لے گیا روشن کے پینٹنگ ہاؤس میں کام کرنے والے دوسرے
آرٹسٹ بھی برکت کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے باری باری اسکے پاس آئے اور
اس سے مصافحہ کیا روشن کے کہنے پر پہلے ہی انہوں نے چائے منگوائی تھی برکت
نے سب کے ساتھ بیٹھ کر چائے کا ایک کپ پیا تھوڑی دیر تک ان کے ساتھ
گپ شپ کی پھر وہ وہاں سے نکلا گاڑی میں بیٹھ کر جب وہ شملہ پہاڑی کے
چکر لگانے کے بعد ایجرٹن روڈ کی طرف جانے لگا تو اس نے ایک دم گاڑی کو فٹ
پاتھ کے قریب لاتے ہوئے بریک لگا کر گاڑی کو روک دیا تھا۔

اس نے دیکھا طیبہ نام کی لڑکی جسے اس نے میکلیوروڈ پر مانگتے ہوئے دیکھا
اور جس کی عزت اور جان اس نے بدمعاشوں سے چھڑائی تھی وہ ایک ویگن
اترا کر ایبٹ روڈ کے سامنے کچی آبادی کی طرف ہولی تھی برکت جلدی جلدی
سے نکلا اور تقریباً بھاگتا ہوا طیبہ نام کی اس لڑکی کا تعاقب کرنے لگا تھا۔

اس کے قریب جا کر برکت نے دھیمی سی اور آہستہ سی آواز میں اسے پکارا
اپنا نام سن کر طیبہ رک گئی تھی جونہی اس نے مڑ کر اپنے پیچھے اور قریب برکت
دیکھا اسکی حالت یکسر ہی تبدیل ہوگئی تھی اسکے ہونٹوں کی نرمی ڈوبتے کلی
سایوں روشن رنگ لہر جیسی اسکی پیشانی درد کے بوجھ نزع کے عالم اور سنولائی
شام کے تنہائیوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی اسکی آنکھوں کے اندر یاس کی بکھرا
تاریکیاں حسرت کے گھمبیر اندھیروں اور رینگتے خیالوں کے ہجوم جوش مارنے
تھے کہ اس کے چہرے پر اداسی کا غبار اور فکر کے تاروں کا ایک طوفان اٹھا
ہوا تھا۔ اسکی تیزی سے بدلتی ہوئی حالت دیکھتے ہوئے برکت نے اسے پھر مخاطب
کیا اور کہنے لگا۔

میری بہن کیا تم نے مجھے پہچانا نہیں۔ اس پر خوف زدہ لہجہ میں طیبہ کہنے

پہچان تو چکی ہوں آپ نے مجھے ایک بار میکلوروڈ پر بدمعاشوں سے بچایا تھا۔
لیکن میں یہ بھی جانتی ہوں کہ آپ ان بدمعاشوں سے بھی بڑے بدمعاش ہیں جن
سے آپ نے میری جان اور عزت بچائی تھی۔ اس پر طیبہ کو مخاطب کرتے ہوئے
برکت بڑی ہمدردی اور نرمی میں کہنے لگا۔

طیبہ میری بہن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس شہر کے بڑے بڑے بدمعاش
میرے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں اور لوگ مجھے شہر کا سب سے بڑا بدمعاش سمجھتے
ہیں لیکن میری بہن اس وطن کے لیے تمہاری جیسی بہنوں کے لیے دیس کی ماؤں
اسکی بیٹیوں اسکے جیالوں اور دیس کے وفاداروں اس کے معماروں اسکے
محافظوں اسکے جانثاروں اسکے چاہنے والوں کے لیے تو میں بدمعاش نہیں۔ انکے
لیے تو اگر مجھے ایک ہزار بار مرنا پڑے تو میں اس سرزمین کے لیے مروں۔ مجھے
ایک ہزار بار پیدا ہونا پڑے تو میں اس دھرتی کے لیے پیدا ہوں۔

میری بہن میں بدمعاش بدمعاشوں کے لیے ہوں۔ آدمیت کا ضمیر کھونے
والے شیطانی گروہوں رقابتوں کا اندھیرا پھیلانے والوں زندگی کی تمازت چھیننے
والوں وطن کی یکجہتی پر ضرب لگانے والوں کے لیے ہوں۔

برکت کے ان الفاظ سے طیبہ کی حالت کچھ بدل گئی تھی۔ اسکے چہرے پر
بزرگی اور معتبر ہستی کا ثبات آگیا تھا۔ اس کی بشارتیں نکہت و فرحت اسکی
آنکھوں میں رقص کرنے لگی تھیں۔ اور پہلے کی طرح اسکی حالت رگوں میں
رقصاں لہو کی لہر اور ترنگ جیسی جاذب نظر نیلی بار کے گیت جیسی پرکشش اور دل
کی آباد بستی جیسی پر رونق ہوگئی تھی پھر اسنے کسی قدر رقصاں قہقہے اور دلپسند
لہجے میں برکت کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

بھائی میرے اگر میں آپکی بات پر اعتبار کر بھی لوں تو آپ مجھے کیا کہنا چاہیں
گے برکت پھر بولا اور کہنے لگا جب میری بہن تم مجھے بھائی کہہ ہی چکی ہو تو میری
بات غور سے سنو۔ میرا نام برکت ہے اور میں انشاء اللہ تمہارے لئے بابرکت ہی

ثابت ہونگا۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں اور جو کچھ میں تم سے کہنا چاہتا ہوں
اس میں تمہاری ہی بھلائی تمہارا ہی فائدہ تمہاری ہی عزت اور تمہاری ہی
ہے اس پر طیبہ کو مزید حوصلہ ہوا اور وہ کہنے لگی برکت بھائی کیا میں کب
ساتھ اس سڑک کے فٹ پاتھ پر باتیں اور گفتگو کرتے ہوئے اچھی لگتی ہوں
اس پر برکت فوراً بولا اور کہنے لگا۔

بہن میری اگر تم برا محسوس نہ کرو اور زحمت نہ سمجھو تو وہ سامنے
پہاڑی کے چوک اور ایجرٹن روڈ کے اتصال پر میری گاڑی کھڑی ہے وہاں
چلو۔ گاڑی میں بیٹھ کر میری بات سنو۔ جو میں کہتا ہوں اسکے بعد جو تم کہو گی
اس پر عمل کیا جائیگا اس پر طیبہ بڑی جرات مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے
چلئے پھر میں سنتی ہوں آپ کیا کہتے ہیں۔ برکت پلٹا اور اپنی گاڑی کی طرف
دیا۔ جبکہ طیبہ بھی اسکے پیچھے پیچھے ہو لی تھی۔

گاڑی کا دروازہ برکت نے کھولا اور اپنے پیچھے آتی ہوئی طیبہ کو اس
مخاطب کرتے ہوئے کہا طیبہ میری بہن تم اسٹیرنگ پر جاؤ جبکہ میں پچھلی نشست
بیٹھتا ہوں تاکہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے تمہیں یہ احساس نہ ہو کہ میں تمہیں
لے بھاگوں گا اس پر طیبہ نے ایک پرسکون قہقہہ لگایا کہنے لگی برکت بھائی
جبکہ آپ مجھے کئی بار بہن کہہ چکے ہیں اور میں آپکو بھائی پکار چکی ہوں تو اب
آپ پر اعتماد اور بھروسہ کرتی ہوں اور پچھلی نشست پر بیٹھتی ہوں جو کچھ کہنا
آپ کہیں۔ طیبہ کے کہنے پر برکت اسٹیرنگ پر بیٹھ گیا جبکہ پچھلی نشست پر
دروازہ کھول کر بیٹھ گئی تھی پھر برکت کہنے لگا۔

میری بہن پہلے یہ کہو تم کہاں سے آرہی ہو۔ اس پر طیبہ نے
کہنے لگی برکت بھائی جس وقت آپ نے مجھے ان غنڈوں اور بدمعاشوں سے
تھا اس وقت بھی شاید میں نے آپ سے کہا تھا کہ میری ایک بیوہ اور بیمار ماں
اپنی بیوہ اور بیمار ماں کے لیے میں شروع میں بھیک مانگ کر زندگی بسر کرتی

ہوگا آپ نے مجھے سو روپے کا ایک نوٹ دیا تھا وہ بھی میں نے اپنی ماں کی
لگا دیا تھا۔ پر میری ماں وقت اور حالات کا شکار ہو کر مر گئی اسکے بعد محلے
عورتوں نے مجھ پر مہربانی کی وہ ایک دوا ساز ادارے میں بوتلیں صاف
ملازم تھیں مجھے بھی انہوں نے وہاں رکھوا دیا۔ اب میں تھوڑی دیر پہلے
بس سے اتر کر سامنے والی کچی آبادی کی طرف جا رہی تھی اب جبکہ میری
مرچکی ہے۔ محلے والوں کی بڑی مہربانی میں اپنے اسی کچے مکان میں رہتی ہوں
صرف ایک کمرے اور کوٹھری پر مشتمل ہے۔

طیبہ جب خاموش ہوئی تو برکت کہنے لگا۔

طیبہ بہن جو کچھ تم نے کہنا تھا کہہ چکیں۔ اب جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں
غور سے سنو۔

دیکھ میری بہن۔ ایک خاندان میرا جاننے والا ہے۔ یوں سمجھو اس خاندان
افراد مجھے بھی اپنے خاندان کا ایک حصہ اور فرد خیال کرتے ہیں۔ وہ خاندان
باپ تین بہنوں اور دو بھائیوں پر مشتمل ہے۔ بڑی بہن کا نام صدف ہے پہلے
ملازمت کرتی تھی اب اس نے وہ ملازمت ترک کر دی ہے۔ اس لئے کہ
حالات اب بہت اچھے ہیں پہلے یہ لوگ اپنے باپ سے ناراض تھے انکا باپ
شہر کا بہت بڑا سرمایہ دار ہے وہ اپنے باپ سے کیوں ناراض تھے یہ لمبی کہانی
یہ بات تمہیں خود ہی پتہ چل جائے گی۔ صدف کے بعد ایک بہن ہے جس
کا نام ... ہے وہ ڈاکٹر ہے۔ پچھلے دنوں وہ لندن سے لوٹی ہے۔ میرے محلے میں
میموریل اسپتال کے نام سے اس نے بہترین اور ماڈرن قسم کا ہسپتال شروع
کیا ہے اور تیسری بہن کا نام صوبیہ ہے جبکہ بھائیوں میں سے بڑے کا نام آصف
چھوٹے کا نام آفاق ہے۔ آفاق فائن آرٹ کا ایم ایس سی ہے وہ کراچی گیا ہوا
ہے بڑا بھائی میٹرک ہے اور وہ گاڑیوں کی ڈینٹنگ پینٹنگ کا کام کرتا ہے پر
سال اسکے پتے میں کچھ خرابی ہو گئی تھی اسکا آپریشن ہوا اور اسکا پتہ نکال دیا

گیا۔ کچھ ڈاکٹروں نے اسے کہا تھا کہ اسے جگر کا کینسر ہے جگر سے جو نالی معدے
کی طرف جاتی ہے اسکے اوپر ایک اور نالی لگا کر اسکا آپریشن کیا گیا تھا پہلے تو
اسکی زندگی سے بالکل مایوس تھا۔ دیکھ میری بہن اسکی بہنوں کو بھی پتہ نہیں کہ
اسکے بھائی کو کینسر ہے صرف میں اور ثروت نام کی ایک لیڈی ڈاکٹر جانتے ہیں
کہ ڈاکٹر نے اسے کینسر بتایا تھا لیکن میرا دل کہتا ہے کہ اسے کینسر نہیں ہے اس
لئے کہ اسکی صحت اب پہلے سے بہت اچھی ہوگئی ہے۔ آپریشن کے بعد وہ چل
پھر نہیں سکتا تھا اسے سہارے کی ضرورت ہوتی تھی۔ لیکن اب وہ چلنے پھرنے لا
ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ بھاگنے دوڑنے کے قابل ہوگیا ہے وزن بھی اٹھانے لا
ہے۔

طیبہ میری بہن۔ آصف کی بہنوں کی خواہش ہے کہ ان کے بڑے بھائی
بے اولاد نہیں مرنا چاہیے۔ وہ اپنے بڑے بھائی کی شادی کسی شریف لڑکی سے کر
چاہتی ہیں۔ میری خواہش یہ ہے کہ تم اس سے شادی کرلو۔ اسطرح تمہیں رہنے
کا ایک باعزت اور پر سکون ٹھکانا مل جائیگا۔ آصف کے نام اسی محلے کے اندر ایک
تین منزلہ عمارت ہے اسکے علاوہ اب یہ خاندان اپنے باپ سے راضی ہوچکا ہے
اور اس کے باپ نے ایک بہت بڑی رقم اپنے بیٹے کے نام بھی منتقل کی ہے
دیکھ میری بہن اگر آصف زیادہ دیر تک تیرے ساتھ نباہ نہ بھی کرسکا تب بھی
اسکی موت کے بعد اپنی موجودہ زندگی سے اعلیٰ زندگی بسر کر سکے گی۔ میں بھی ا
محلے میں رہتا ہوں اور اس محلے میں تو باعزت اور پر سکون زندگی بسر کر سکے گی۔
میری بہن تیرا اس سلسلے میں کیا جواب ہے۔ بس یہی وہ بات ہے جو میں تم
کہنا چاہتا تھا اور جس مقصد کے لیے میں تمہیں یہاں لے کر آیا ہوں۔

طیبہ کہنے لگی

بھائی اس سے پہلے آپ کی گفتگو سے جو آپ پر میرا اعتماد اور بھروسہ ہوا
اسے مزید تقویت ملی ہے۔ میں بے حد خوش ہوں کہ آپ مجھے ایک نئ
ے کے لیے یہاں لے کر آئے ہیں۔ جس کچی آبادی میں میں رہتی ہوں
بھائی وہاں بھی میری عزت محفوظ نہیں۔ گلی کوچوں کے لوگ مجھے اکیلا جان
ورتے ہیں۔ میں رات کو اپنے ہمسایہ کے گھر سوتی ہوں اس لئے کہ اکیلی
ر رات کو ہر کوئی میرے دروازے پر دستک دیتا ہے۔

برکت بھائی میری حالت ان دنوں اس ماں جیسی ہے جو اپنے بچوں کو تلاش
تے کرتے تھک گئی ہو۔ میں ان چڑیوں جیسی زندگی بسر کر رہی ہوں جو شکاریوں
کر بار بار سہم جاتی ہوں۔ برکت بھائی یہ معاشرہ اور اسکے افراد میرے
اکیلی تنہا اور بے بس لڑکیوں کی جھولی میں کربناک حقیقتوں زندگی کے عذاب
کی آگ اور سلگتی خواہشوں کے سوا کچھ نہیں ڈالتا۔

برکت نے دیکھا یہاں تک کہنے کے بعد طیبہ خاموش ہوگئی تھی۔ تھوڑی دیر
اس کے ہونٹ سلے سلے سے رہے۔ وہ یادوں کے بیابان جیسی چپ۔ ٹوٹی
ہی ملول اور دکھ کے گیتوں میں خاک ہوتے چہرے کے رنگ کی طرح افسردہ
ی بیٹھی رہی پھر اسکی کانپتی اور لرزتی ہوئی آواز برکت کو سنائی دی۔

برکت بھائی آپکی اس گفتگو سے پہلے میں اپنے آپ کو اس معاشرے اس
کے اندر سنسان رات ویران لمحہ سلگتی دوپہر اور بے وقت آنسو سے زیادہ
نہیں دیتی تھی۔ لیکن آپکی اس گفتگو کے بعد میں یہ محسوس کرنے لگی ہوں
معاشرے میں ابھی ایسے لوگ موجود ہیں جو میرے جیسی لڑکیوں کے پاسبان
بن کر کھڑے ہوسکتے ہیں۔ برکت بھائی جس شخص کے ساتھ آپ مجھے بیاہنے
رکھتے ہیں کیا وہ مجھے کسی دھوکے اور فریب میں تو نہیں ڈالیں گے۔ اس پر
ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔

طیبہ میری بہن تو جانتی ہے کہ رنگو نام سے میں شہر کا سب بڑا بدمعاش مانا
ہوں چھوٹے موٹے بدمعاش میرا نام سن کر ہی لرز جاتے ہیں جس خاندان
کے سے میں تمہیں بیاہنے کا ارادہ رکھتا ہوں وہ بالکل میرے سامنے رہتے

ہیں انکے ساتھ ہی میرے انتہائی گہرے برادرانہ تعلقات ہیں وہ خاندان انتہائی شریف اور باعزت ہے اور تم بھی انکے ساتھ باعزت اور شریفانہ زندگی بسر کرو گی۔ اسکی میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں۔ اور اگر کسی نے تمہارے ساتھ دھوکہ فریب کرنے کی کوشش کی تو سن رکھو برکت ایک بھائی کی حیثیت سے تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور اسکا ہاتھ تمہارے سر پر ہوگا۔ میری بہن قسم خدا کی جو کچھ میرے پاس ہے اس میں سے جو کچھ مانگو گی میں تمہارے حوالے کر سکتا ہوں۔ بس میری ایک خواہش ہے کہ تو واپس اپنی اس کچی آبادی کی طرف جانے کی بجائے ابھی میرے ساتھ چلو میں ان لوگوں سے تمہارا تعارف کرانا چاہتا ہوں وہ تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔

اس پر طیبہ بڑے اعتماد اور وثوق سے کہنے لگی۔

برکت بھائی اب جبکہ آپ مجھے اپنی بہن کہہ چکے ہیں تو بہن کی حیثیت سے میں آپ جیسے بھائی پر پورا بھروسا اور اعتماد کرنا چاہتی ہوں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ جو کچھ آپ کرنا چاہتے ہیں کریں اسکے ساتھ ہی برکت نے بے پناہ خوشی اظہار کرتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

-O-

عروج کے دفتر میں رضوان' صدف' عروج' آصف اور ثوبیہ اکٹھے بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک صدف نے گفتگو کا رخ بدلا اور اپنے پہلو میں بیٹھی ہوئی عروج کو وہ مخاطب کرکے کہنے لگی۔

عروج میری بہن آج صبح آصف بھائی کہہ رہے تھے کہ پچھلے کئی روز سے ان کی پیٹھ میں درد کی ٹیسں اٹھتی ہے کسی دن دونوں بہنیں وقت نکال کر بھائی کو میو ہسپتال لیکر چلیں اس سے پہلے بھی میں کئی بار انہیں اسی ڈاکٹر کے پاس لے کر دکھا چکی ہوں۔ جس نے آپریشن کیا تھا۔ انکا نام اقبال ہے اور انہوں نے بھی کہا تھا کہ گاہے گاہے آصف کو مجھے دکھاتے رہا کریں۔ اس طرح وہ دوا بدل بدل کر دیتے رہتے ہیں جن سے انہیں کچھ افاقہ رہتا ہے۔ عروج شکوہ کرنے کے سے انداز میں کہنے لگی۔

اگر آصف بھائی کو تکلیف تھی درد تھا تو انہوں نے پہلے کیوں نہیں بتایا اس پر صدف نے تیز نگاہوں سے آصف کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ آصف بھائی میں عروج کو بتادوں؟ اس پر آصف نے بھی گھورتے ہوئے کہا نہیں کیا ضرورت ہے عروج نے فوراً دخل اندازی کی اور پوچھنے لگی کیا بتانا ہے آپی۔ جواب میں صدف کہنے لگی۔

عروج بات یہ ہے کہ یہ سوال میں نے بھی آصف بھائی سے کیا تھا کہ جب کچھ درد اٹھتا ہے تو آپ اسی وقت کیوں نہیں بتا دیتے۔ اس پر یہ کہنے لگے کہ عروج کہیں یہ نہ کہنے لگ جائے کہ اس پر ساری ذمہ داریوں کا بوجھ ڈال کر رکھ دیا گیا ہے۔

اس انکشاف پر عروج نے تھوڑی دیر تک تیز نگاہوں سے گھورتے ہوئے آصف کی طرف دیکھا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی جس کرسی پر آصف بیٹھا ہوا تھا اسکے پیچھے جا کھڑی ہوئی اپنی باہیں اس نے آصف کے گلے میں ڈالی پھر اپنا منہ اسکے سر پر رکھتے ہوئے وہ بڑے پیار سے کہنے لگی۔ آصف بھائی میں آپکی بہن ہوں کوئی اجنبی ڈاکٹر تو نہیں ہوں۔ اگر بہنیں بھائیوں کی دیکھ بھال اور غمخواری نہیں کریں گی تو پھر کون کرے گا۔ خدا کی قسم میں عروج تو آپ اور انی کے لیے اپنی جان تک بھی قربان کرسکتی ہوں۔ اس پر آصف نے بھی بڑے پیارے انداز میں گھوم کر عروج کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگا نہ میری بہن تمہارے بھائی تجھ سے اتنی بڑی قربانی نہیں مانگتے۔

عروج پھر بولی اور آصف سے کہنے لگی۔

آصف بھائی میرے خیال میں اٹھیں میں ابھی میو ہسپتال لے کر چلتی ہوں اس پر آصف کہنے لگا اوہو ایسی جلدی بھی کیا ہے کوئی ایمرجنسی تو نہیں چھڑ گئی۔

کل چلیں گے۔ اس موقع پر صدف بولتے ہوئے کہنے لگی ہاں عروج ٹھیک ہے کل میں اور تم دونوں بھائی کو لیکر اسپتال چلیں گے۔ اس پر رضوان بولے اور کہنے لگے۔ نہیں نہیں میری بچی میری بیٹی یوں کیسے ہوسکتا ہے۔ اب تم لوگوں کے باپ کا سایہ تم پر موجود ہے۔ میرے ہوتے ہوئے تم لوگ کیوں اتنی زحمت اٹھاؤ گے۔ اگر تم دونوں بہنیں ساتھ جانا ہی چاہتی ہو تو میں خود جاؤنگا تم دونوں بہنیں بھی ساتھ چلنا میں خود اپنے بیٹے کو ڈاکٹر کو دکھاؤنگا۔ اس کی بیماری کا وہاں جائزہ بھی لونگا اور اسکے علاج میں اگر کوئی کمی رہ گئی ہے تو اسے پوری کرنے کی بھی کوشش کرونگا۔ میری بچیو اب ایسے کام کرنے میں میرا ہی دلی سکون اور میری خوشنودی حائل ہے۔

رضوان کی گفتگو سن کر صدف، عروج اور صوبیہ کے علاوہ آصف کے چہرے پر بھی پرسکون مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ پھر آصف کہنے لگا۔ ابا ٹھیک کہتے ہیں کل سب مل کر ہسپتال چلیں گے آج جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور پھر بات یہ ہے کہ یہاں تک کہتے کہتے آصف رک گیا تھا کیونکہ ہسپتال کا ایک چوکیدار اندر آیا اور عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میڈم ایک بوڑھا شخص اور اسکے ساتھ ایک عورت ہسپتال کے باہر کھڑے ہیں لگتا ہے وہ کسی دور کے گاؤں سے آئے ہیں برکت بھائی کا پوچھ رہے ہیں۔ جبکہ برکت بھائی اس وقت اپنے گھر پر نہیں ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا وہ کون ہیں تو اس شخص کا کہنا تھا کہ وہ برکت بھائی کا چاچا ہے اور اسکے گاؤں سے آیا ہے۔ اس پر عروج فوراً اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی بولی۔ اگر آنے والا وہ شخص برکت کا چاچا ہے تو تم نے اسے باہر کیوں کھڑا کر دیا۔ جاؤ اسے فوراً لیکر یہاں آؤ اس پر چوکیدار بھاگتا ہوا باہر چلا گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ چوکیدار لوٹا اسکے ساتھ ایک بوڑھا اور اسکے ساتھ تھما کے سن کی ایک عورت تھی۔ بوڑھے کے ہاتھ میں کپڑوں کی ایک گٹھری تھی۔ ر عورت خالی ہاتھ تھی۔ جب وہ عروج کے کمرے میں آئے تو عروج نے اپنی ے اٹھ کر انکا استقبال کیا پھر وہ اس بوڑھے کو مخاطب کرکے کہنے لگی۔

اگر آپ برکت بھائی کے چچا ہیں تو آپکا نام یقیناً رحمت ہوگا اس لئے کہ ت نے مجھے آپکا نام پہلے سے بتا رکھا ہے اور اگر یہ لڑکی جو آپ کے ساتھ ہے پ کی بیٹی ہے تو اسکا نام یقیناً شکیلہ ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی برکت بھائی کی نتظر رہی ہوگی۔

عروج کی یہ گفتگو سن کر اس بوڑھے کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ئی تھی جبکہ اس لڑکی کے چہرے پر بھی حیا میں ڈوبی ہوئی سرخی اور تبسم بکھر گیا ا پھر عروج آگے بڑھی اس بوڑھے کا ہاتھ پکڑ کر اس نے دونوں باپ بیٹی کو ایک ست پر بٹھایا اسکے بعد بوڑھا ہاتھ میں پکڑی ہوئی گٹھری کو اپنے سامنے رکھتے ئے کہنے لگا۔

بیٹی میں نہیں جانتا تو کون ہے پر جو کچھ تو نے کہا ہے وہ ٹھیک اور درست ے میں برکت کا چاچا رحمت ہوں اور یہ اسکی منگیتر شکیلہ ہے برکت ایسا گم سم کہ اس نے نہ مجھے نہ اس شکیلہ کو اپنا ٹھکانہ بتایا یہ تو لاہور سے کچھ لوگ نے جاتے رہے تو انکی زبانی مجھے پتا چلا کہ وہ یہاں رہتا ہے ابھی میں پوچھتے پوچھتے ہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہوسکا ہوں۔ بوڑھے کے خاموش ہو جانے پر عروج لا اور کہنے لگی۔

آپ چونکہ برکت بھائی کے تایا ہیں لہٰذا ہم بھی آپکو تایا ہی کہہ کر پکاریں تایا بات یوں ہے کہ میرا نام عروج ہے یہ جو سامنے بیٹھے ہیں یہ میرے والد انکا نام رضوان ہے۔ انکے ساتھ میرے بھائی بیٹھے ہوئے ہیں ان کا نام آصف ہے یہ میری بڑی بہن ہیں انکا نام صدف ہے اور یہ میری دوسری بڑی بہن ہے انکا نام صوبیہ ہے۔ یہ اسپتال جس میں آپ بیٹھے ہوئے ہیں یہ ہماری ہی ملکیت ہے برکت بھائی کا گھر اسپتال کے سامنے ہے اور وہ عمارت ساری برکت بھائی

کی ہے برکت بھائی نے یہ عمارت خرید رکھی ہے۔ اور انہوں نے یہاں دودھ دہی کا کاروبار شروع کر رکھا ہے۔ اسکا شہر سے باہر اپنا باڑا ہے جہاں سے دودھ یہاں آتا ہے اور بکتا ہے جس سے برکت بھائی کو خوب آمدنی ہوتی ہے برکت بھائی اس وقت باہر گئے ہوئے ہیں بہرحال آپ فکر مند نہ ہوں ہمارا گھر یوں سمجھیں کہ برکت ہی کا گھر ہے اسکے ساتھ ہی عروج نے گھنٹی بجائی اور جب ایک خاتون کارکن اندر آئی تو عروج نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

فوراً کسی کو بھیجو اور اچھے سے ہوٹل سے دو کھانے لیکر آئے بہت اچھے کھانے اور جلدی اسکے ساتھ وہ خاتون کارکن باہر نکل گئی تھی۔

اس خاتون کارکن کے جانے کے بعد عروج نے پھر برکت کے تایا کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگی۔

تایا اس برکت نے اپنے سارے حالات ہمیں پوری تفصیل کے ساتھ بتا رکھے ہیں۔ لیکن ایک بات وہ آج تک ہم سے چھپاتے رہے ہیں ہم ان سے اکثر پوچھتے ہیں کہ جب انہوں نے اس قدر قتل کیے اور انہیں پھانسی کی سزا ہوئی تو وہ پھانسی کی سزا سے کیسے بچ گئے۔ اس پر برکت کا تایا مسکراتے ہوئے کہنے لگا بیٹی! وہ یوں بچ گیا کہ قتل کرنے کے بعد اس کو واقعی پھانسی کی سزا ہوئی تھی لیکن اس کی خوش قسمتی کے جب اس کی پھانسی پر عمل درآمد کرنے کا وقت آیا تو حکومت تبدیل ہوگئی اور نئی حکومت نے سارے مجرموں کی سزائیں معاف کر دیں تھیں لہٰذا اسی معافی میں برکت بھی آگیا اور اسکی بھی گلو خلاصی ہوگئی تھی اس پر عروج گہرے سکون کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی تایا اب میں سمجھی کہ یہ برکت کیسے بچے اور کس طرح انہیں پھانسی کی سزا سے معافی ہوئی۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد عروج پھر بولی اور کہنے لگی۔

تایا کیا آپ نے شکیلہ کی شادی کہیں کر دی ہے۔

رحمت بیچارا دکھ سے کہنے لگا۔

بیٹی اسکی شادی کہاں کرنی ہے برکت جب جیل چلا گیا اور اسے پھانسی کی سزا ہوئی تو میں اسکی زندگی سے مایوس ہوگیا تھا۔ ان دنوں میں نے اس شکیلہ کی شادی کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ یہ کہتی تھی کہ اگر برکت نہ رہا تو سمجھ لیں میں بھی ختم ہوگئی لیکن جب برکت کو پھانسی سے رہائی مل گئی تو یہ بیچاری بڑی خوش تھی لیکن برکت اس سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا اسے ڈر تھی کہ رہائی کے بعد بدمعاش اسکے پیچھے پڑ جائیں گے اور اسے ٹھکانے لگا دیں گے جسکی وجہ سے یہ بیچاری بیوہ ہو جائے گی اس لئے وہ اس سے شادی کرنے سے کتراتا رہا اور یہ لڑکی بھی ایسی عزم کی پکی ہے کہ شروع سے ہی اس نے ارادہ کر رکھا تھا کہ شادی کرنی ہے تو برکت سے ورنہ نہیں اسی انتظار میں دیکھ لو اب تک یہ لڑکی کی ویسی بیٹھی ہوئی ہے شادی نہیں کرتی کئی بار کہہ چکا ہوں نہیں مانتی اسکی مرضی اب میں اسکے ساتھ زور اور جبر تو کر نہیں سکتا۔

رحمت کی اس گفتگو کے جواب میں عروج کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ ہسپتال کا ملازم کھانا لے آیا۔ عروج نے خود اٹھ کر اس سے کھانا لیا اور رحمت اور شکیلہ کے سامنے چن دیا اور کہنے لگی تایا آپ پہلے دونوں باپ بیٹی کھانا کھائیں پھر گفتگو ہوگی رحمت اور شکیلہ دونوں نے شکر گزار نگاہوں سے عروج کے طرف دیکھا پھر دونوں باپ بیٹی خاموشی سے کھانا کھانے لگے تھے۔

○

برکت نے گل بابا کے کمرے کے سامنے آکر اپنی گاڑی روکی تھی پھر اس نے دروازہ کھولا باہر نکلا پھر اس نے پچھلی نشست کا دورازہ کھولا اور طیبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا طیبہ میری بہن باہر آؤ۔ طیبہ فوراً باہر آگئی برکت نے گاڑی کے دونوں دروازے بند کر دیے اور گل بابا کے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے اس سے کہنے لگا میری بہن میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ طیبہ چپ چاپ اس کے ساتھ ہو گئی۔

طیبہ کو لیکر برکت گل بابا کے کمرے میں داخل ہوا اندر گل بابا اکیلا بیٹھا اپنی لکھائی پڑھائی کے کام میں مصروف تھا برکت کے ساتھ طیبہ کو دیکھتے ہوئے گل بابا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے دونوں کو ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا لیکن برکت گل بابا کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ برکت کی طرف دیکھتے ہوئے طیبہ بھی نیچے بیٹھ گئی تھی برکت بولا اور گل بابا کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

گل بابا میں نے ایک بار طیبہ نام کی لڑکی کا آپ سے ذکر کیا تھا اس پر گل بابا فوراً اسکی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔ ہاں طیبہ نام کی وہ لڑکی جسے ایک بار تم نے لکشمی چوک کے قریب غنڈوں کے ہاتھوں سے بچایا تھا اور تم اسکی شادی ڈاکٹر عروج کے بھائی آصف سے کرنا چاہتے تھے اس پر برکت مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

گل بابا آپ کی یادداشت بڑی تیز ہے۔ وہ طیبہ نام کی لڑکی جس کا میں نے ذکر کیا تھا اس وقت آپ کے سامنے بیٹھی ہے گل بابا نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا بڑی شفقت سے اس نے طیبہ کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر وہ کہنے لگا میری بیٹی میری بیٹی میں تجھے اپنے اس کمرے میں خوش آمدید کہتا ہوں برکت مجھے تمہارے حالات تفصیل کے ساتھ سنا چکا تھا اس پر طیبہ مدھم سی آواز میں بولی اور کہنے لگی۔ گل بابا راستے میں برکت بھائی آپ سے متعلق بھی مجھے تفصیل سے بتا چکے ہیں میں آپکی اس پذیرائی کا شکریہ ہے ادا کرتی ہوں۔

برکت پھر بولا اور کہنے لگا۔

گل بابا میں طیبہ کی شادی کا اہتمام آصف سے کرنا چاہتا ہوں طیبہ کی شادی میں اسی طرح دھوم دھام سے کرونگا گل بابا جیسے کوئی اپنی سگی بہن کی کرتا ہے تم جانتے ہو میری بہن لوگوں نے قتل کر دی تھی اب میں طیبہ ہی کو اپنی بہن جان کر اپنے دل کا ارمان پورا کرونگا۔ گل بابا طیبہ ابھی آپکے پاس بیٹھی ہے میں ذرا اسپتال میں عروج اور انکے والد رضوان سے بات کرتاہوں۔ ابھی میں طیبہ کو انکے پاس لیکر نہیں جاؤنگا۔ طیبہ شادی سے پہلے تک میرے گھر میں میری بہن کی حیثیت سے رہے گی شادی کے بعد یہ اپنے گھر میں منتقل ہوگی یہ اس وقت یہیں بیٹھی ہے میں ذرا عروج سے بات کرکے آتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی برکت وہاں سے نکل گیا تھا۔

○

برکت جس وقت عروج کے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا عروج کے عین سامنے اس کا تایا رحمت اور اسکے ساتھ اسکی بیٹی اور برکت کی منگیتر شکیلہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی برکت کے چہرے پر گہری خوشیاں پھیل گئی تھیں۔ برکت کو دیکھتے ہی رحمت بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے تھے برکت بھاگ کر آگے بڑھا اور بری طرح ایک معصوم اور بچھڑے ہوئے بچے کی طرح وہ اپنے تایا سے لپٹ گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک دونوں ایک دوسرے سے لپٹے رہے پھر برکت علیحدہ ہوا اور اسکی آمد پر اپنی جگہ سے کھڑی ہو جانے والی شکیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی نرمی سے پوچھا شکیلہ تم کیسی ہو۔ جواب میں شکیلہ نے گردن جھکا دی اور دھیمی سی آواز میں کہا ٹھیک ہوں۔

برکت بیٹھ گیا اور اپنے تایا اور شکیلہ کو بھی اس نے بیٹھنے کا کہا پھر اس نے پوچھا تایا کیسے آنا ہوا اور میرا ٹھکانہ آپ نے کیسے تلاش کر لیا۔ اس پر رحمت بولا اور دکھ سے کہنے لگا۔

بیٹے بات یہ ہے کہ اپنے گاؤں کی جن گلیوں کی دھول اور ٹھنڈے گہرے نم تالابوں میں کھیل کر جوان ہوا اب ان میں رہنا مشکل ہوگیا ہے تونے گاؤں کے جس چودھری کو ختم کیا تھا اسکے دونوں بیٹوں اور بیٹی کو اسکی نانی اپنے ہاں لے گئی تھی۔ اب وہ جوان ہو کر لوٹ آئے ہیں۔ اور چودھری کا بڑا بیٹا گاؤں میں واپسی کے بعد میرے لئے فنا کا نقش زمین کا زخم، حقارت بھری ٹھوکر، درد کی زنجیر،

مجبوری کا قصہ اور بربادی کی اذیتی داستان بنتا چلا جا رہا ہے۔

رحمت کے خاموش ہونے پر برکت نے غصیلی اور زہر بھری آواز میں پوچھا کیا کہتا ہے وہ بدبخت رحمت پھر بولا اور کہنے لگا۔

برکت میرے بیٹے میرے بچے زخم بھر جائیں پر داغ تو باقی رہ جاتے ہیں۔ دوریاں فاصلے ضرور بڑھاتی ہیں پر یادیں تو نہیں مٹا سکتیں تونے چونکہ اس کے باپ کو قتل کیا تھا جواب میں اب وہ میری پسلیوں کا نیزہ' میرے دل کی سلگاہٹ' میری آنکھوں کا اداس آنسو اور میرے ذہن کی تھکن بننے کی کوشش کرتا جا رہا ہے وہ چاہتا تو مجھے قتل بھی کرسکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اس پر برکت بولا اور اپنی پوری قہرمانی میں کہنے لگا۔

تایا یہ مت خیال کرنا میں تم لوگوں کو بھول گیا تھا اپنی بستی اور آس پاس کے گاؤں سے آنے والے لوگوں سے میں تم سب کی خیر خیریت پوچھا کرتا تھا۔ اگر چوہدری کا وہ بیٹا جو جوان ہو کر تم پر ہاتھ اٹھاتا تو قسم خداوند کی میں اسکے ہاتھ ہی نہیں کاٹتا بلکہ اسکی پوری نسل کو ختم کر دیتا۔ تاکہ اس نسل کا کوئی آنے والا فرد پھر اس معاشرے کے لیے زہریلا سانپ بن کر نہ اٹھتا کہو تایا وہ کیا کہتا تھا تجھ سے کیا مانگتا ہے۔

رحمت بیچارا کچھ دیر تک گردن جھکا کر سوچتا رہا پھر وہ کہنے لگا۔

بیٹے تو جانتا ہے میرے باپ اور تیرے دادا کی اس گاؤں میں صرف ۲۵ بیگھے زمین ہے ہم صرف دو بھائی تھے ایک میں ایک میرا چھوٹا بھائی اور تیرا باپ ہم دونوں بھائیوں میں اگر زمین تقسیم ہوتی تو ہر ایک کے حصے میں 12/ 1,2 بیگھے زمین آتی ہے جس سے بمشکل ایک خاندان کی گزر بسر ہوتی ۔ میرے چھوٹے بھائی اور تیرے باپ نے مجھ پر یہ مہربانی کی کہ ساری زمین اس نے میرے حوالے کر دی اور خود بیچارا رنگ سازی کا کام کرنے لگا۔ اس نے دوسری بڑی مہربانی یہ کی کہ اپنے دونوں بیٹوں کو اس نے میری دونوں بیٹیوں کے ساتھ

بیاہنے کا فیصلہ کر لیا لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا گاؤں کے چودھری اور جاگیرداروں کی بدمعاشی اور اوباشی کی وجہ سے میرا بھائی میرا بھتیجا اور میری بھتیجی مارے گئے پھر تو نے تو اپنے دشمنوں سے خونیں انتقام لیا وہ بھی سب کی نگاہوں کے سامنے ہے برکت بیٹا ان سب حوادث کا نتیجہ یہ ہے کہ تمہارے ہاتھوں مرنے والے گاؤں کے چودہری اور جاگیردار کا بیٹا اب میرا اس گاؤں میں رہنا ہرگز پسند نہیں کرتا یوں جانو کہ اس نے مجھے گاؤں بدر کر دیا ہے اس نے مجھے اپنی ہی زمین جوتنے سے بھی منع کر دیا تھا میں ہل چلانے جب زمین پر گیا تو اس کے آدمی میرے بیل روک کھڑے ہوئے۔

تو جانے میں تنہا اور اکیلا تھا کوئی میرے ساتھ نہ تھا تو اس بستی میں میرا کوئی سہارا نہ تھا۔ اس لیے اپنے آپ کو شکیلہ کو ان بدمعاشوں کے اندر ذلیل و خوار کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سو میں ناکام و نامراد دامن جھاڑ کر خالی ہاتھ ادھر چلا آیا ہوں۔

بیٹے جس وقت تو نے اپنے مرنے والے باپ بھائی اور بہن کا انتقام لینے کی خاطر ایک قاتل اور بدمعاش کا راستہ اختیار کیا تھا اس وقت میں نے تمہاری مخالفت کی تھی اور میں نے تمہیں صلح امن اور آشتی کا راستہ اختیار کرنے کی تلقین کی تھی اب میں سمجھتا ہوں میں نے اس وقت تمہارے ساتھ ایسا سلوک کر کے قطعاً غلطی کی تھی۔

بیٹے معاشرے کے یہ ٹھیکدار یہ چودھری یہ جاگیردار اپنے سے کم تر کو جینے کا حق ہی نہیں دیتے اپنے سے کم زور اور پست انسان سے یہ ایسا سلوک کرتے ہیں کہ اسکے منہ میں بھی انگلی ڈال کر اسکا نوالہ چھیننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر خداوند قدوس نے رزق اپنے ہاتھ میں نہ لے رکھا ہوتا تو یہ دنیاوی معاشرے میں خدا بننے والے رزق کی تقسیم کو بھی محدود کرکے رکھ دیتے میرے بیٹے عمر بھر کی مشقت کر کے گاؤں سے نکلتے وقت وہ رقم میں نکال کر لے آیا ہوں اسکے

ساتھ ہی بوڑھے رحمت نے اپنے سامنے رکھی ہوئی پوٹلی اٹھا کر برکت کی گود میں رکھ دی اور پھر کہنے لگا۔

برکت بیٹے یہ میری زندگی بھر کی پونجی ہے اور اس میں وہ کپڑے اور زیور بھی ہیں جو میں نے شکیلہ کی شادی کے لیے بنا رکھے تھے اب جبکہ میں گاؤں بدر ہونے کے بعد دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوں تو تیرے پاس آیا ہوں بیٹے۔ میرا کوئی اپنا بیٹا ہوتا تو شاید میں تمہیں یہ زحمت نہ دیتا۔ اس بیکسی کے دور میں میں تم سے التماس کروں گا کہ اب بھی کچھ نہیں گیا تم شکیلہ سے شادی کر لو میں سمجھوں گا۔ جو کچھ میں نے کھویا ہے وہ پالیا ہے۔

دیکھ بیٹے! گاؤں کے جاگیردار کا بیٹا شکیلہ کی چھوٹی بہن کلثوم کے شوہر نادر پر بھی زور ڈال رہا ہے کہ وہ کلثوم کو طلاق دے دے وہ جاگیردار ایک طرح سے ہمیں ہر طرف سے ذلیل اور رسوا کرنا چاہتا ہے۔ میں نادر سے کہہ آیا ہوں کہ میں برکت کے پاس لاہور جا رہا ہوں میری واپسی تک وہ کلثوم کو طلاق نہ دے میں اپنے بیل اور بھینس بھی اسکے حوالے کر آیا ہوں گو نادر دور کے گاؤں کے رہنے والا ہے پھر بھی بہرحال چوہدری چوہدری ہی ہے۔ وہ مختلف ذرائع سے نادر پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ کلثوم کو طلاق دی دے جائے ابھی تک یہ سیلاب یہ طوفان رکا ہوا ہے۔ اب دیکھیں چند دن بعد کیا صورتحال سامنے آتی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد بوڑھا رحمت بیچارا بڑی بے بسی سے اور بے کسی میں خاموش ہوگیا تھا اسکی گفتگو سے سامنے بیٹھے برکت کی گردن جھکی ہوئی تھی لیکن اسکی حالت کچھ اسطرح ہوگئی تھی۔ جیسے مقدر کے خالی دامن میں وحشی آندھیاں حصار شب میں تاریک ضرابوں کے عفریت وادی مرگ میں شب کے سفاک عناصر جوش مارنے لگے ہوں اور ان دیکھے دیاروں کے سفر میں بڑھتے بیکل سائے بڑی تیزی سے اپنی جسامت بڑھانے لگے ہوں۔

تھوڑی دیر تک برکت صدیوں کے انتظار جیسی درد کی روشنی جیسا چپ بیٹھا رہا تھا۔ تاہم اسکے چہرے سے غضب کی آندھیوں کے شور غصے کی اجنبیت کے زہر اور انتقام کی خراشوں کی جلن کو خوب دیکھا جاسکتا تھا پھر اس نے اپنی گردن سیدھی کی پر شوکت لہجے توانا آواز اور بارعب انداز میں وہ بولا اور اپنے تایا کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

اس موقع پر برکت کی آواز اور اس کے لہجے میں عظمتوں کی دنیا‘ مخصوص صوتی فضا اور عظمت و شکوہ کی ترجمانی پنہاں تھی پھر کمرے میں اسکی آواز گونجی۔

تایا دل‘ دودھ اور موتی ایک بار پھٹنے کے بعد جڑتے نہیں انکے دل میں میری طرف سے اور میرے دل میں ان کی طرف سے پہلے ہی خونیں میل جمی ہوئی ہے اب وہ پھر اگر موت و نیستی کا کھیل میرے ساتھ کھیلنا چاہتے ہیں تو میں انہیں بتاؤں گا کہ اس کھیل میں کسی کی ہار کسی کی جیت بھی ہوگی۔

تایا شاید میرے ہاتھوں مرنے والا جاگیردار کا بیٹا جو اس وقت چھوٹا تھا نہیں جانتا میں کون ہوں کس دیار میں ہوں جب اسکے سامنے اپنے انتقام کی شمع روشن کرکے آؤں گا تو تایا تم دیکھنا کہ چوہدری کے اس نوخیز اور جوان بیٹے کی حالت بھی میں ظلمات کی رہگزر دوری کے اجاڑ جنگل میں ملول اور تنہا کھڑے درخت اور رات کو جاگنے کی جلن اور جدائیوں کی ہواؤں جیسی بنا کر رکھ دوں گا تایا گھنگرو اس وقت گھنگرو کہلاتا ہے جب وہ چھنکتا ہے برسات اس وقت برسات کہلاتی ہے جب بادل برستا ہے بدمعاش اسی وقت بدمعاش کہلاتا ہے جب بدمعاشی کا اظہار کرتا ہے جب میں برکت کے خول سے نکل کر رنگو کا روپ دھار کر اپنی پوری بدمعاشی سے جاگیردار کے اس بیٹے کے سامنے تقدیر کا سفیر بن کر آؤں گا تو اس پر برائی کے ایسے زخم لگاؤں گا کہ وہ اپنے ہاتھوں کی لکیروں تک بدلتی ہوئی محسوس کریگا۔

برکت جب خاموش ہوا تو عروج بولی اور کہنے لگی۔

برکت بھائی فی الحال آپ کچھ نہیں کریں آپ مجھے بہن کہتے ہیں اور بہن کی

حیثیت سے آپ کو میری بات بھی ماننا ہوگی آپ دیکھیں کہ آپ کے تایا اور شکیلہ کس کسمپرسی کی حالت میں آپ کے پاس پہنچے ہیں یہ بیچارے وہاں زمین اور جاگیرداروں کے ساتھ جدوجہد کرتے ہوئے تھک چکے ہیں اب انہیں آرام اور سکون کی ضرورت ہے برکت بھائی سب سے پہلے آپ اور شکیلہ کی شادی ہوگی اسکے بعد سوچا جائیگا کہ تمہارے گاؤں کے اس جاگیردار سے کس طرح نجات حاصل کی جاتی ہے اور برکت بھائی یہ فیصلہ آخری فیصلہ ہے اس میں کوئی رودبدل نہیں ہوگا اور اگر آپ نے اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ کر لیا تو پھر میں یہ خیال کروں گی کہ آپ مجھے اپنی بہن نہیں سمجھتے اس پر برکت بیچارا تڑپ سا اٹھا اور کہنے لگا

ڈاکٹر بہن آپ کیسی باتیں کرتی ہیں آپ جیسی بہن کے لیے تو میں سب کچھ قربان اور نچھاور کر سکتا ہوں اس پر عروج بولی اور کہنے لگی اچھا اگر یہ بات ہے تو اس جاگیردار کے خلاف قدم اٹھانے سے پہلے آپ مجھ سے ضرور مشورہ کریں گے اور یہ کام آپ شکیلہ کے ساتھ شادی سے پہلے نہیں کریں گے جواب میں برکت مسکرا دیا پھر کہنے لگا ڈاکٹر بہن جیسا تم کہو گی ویسا ہی کروں گا اور ہاں میں تم لوگوں کو ایک اچھی خبر تو بتانا بھول ہی گیا تھا۔

اس بار صدف نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا برکت بھائی کیسی اچھی خبر برکت کہنے لگا۔

تم تینوں بہنوں رضوان صاحب اور آصف کے لیے ایک بہت اچھی خبر ہے صدف میری بہن تمہیں یاد ہوگا کہ ایک بار میں نے تمہارے اور عروج کے سامنے کہا تھا کہ میں نے آصف کی شادی کے لیے ایک لڑکی تلاش کر رکھی ہے لیکن یہ لڑکی بیچاری کہیں کھو گئی تھی اور میں اسکا ٹھکانہ نہیں جان سکا اور میں نے ایک بار غنڈوں کے ہاتھوں سے اسکی جان اور عزت بچائی تھی آج وہ پھر مجھے ملی ہے اور میں اسے اپنے ساتھ لیکر آیا ہوں اور اس وقت میں اسے گل بابا کے کمرے میں بٹھا کر آیا ہوں میں نے سوچا پہلے آپ لوگوں سے بات کر آؤں پھر اس لڑکی کو یہاں لیکر آؤں گا اس پر عروج اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی۔

میں ابھی اسے دیکھ کر آتی ہوں عروج کی طرف دیکھتے ہوئے صدف بھی اٹھ کھڑی ہوگئی تھی برکت پھر بولا اور کہنے لگا۔

نہیں ڈاکٹر بہن یوں نہیں پہلے میری بات سنیں اس سلسلے میں رضوان صاحب سے بھی مشورہ کریں آصف کی مرضی بھی اور اسکی مشاورت کو بھی مدنظر رکھیں پھر کوئی فیصلہ کریں میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ وہ لڑکی بڑی غریب ہے پہلے وہ اپنی بیوہ ماں کے ساتھ ایپٹ روڈ کر قریب ایک کچی آبادی میں رہتی تھی پھر اسکی ماں فوت ہوگئی اب وہ اکیلی وہاں اس چھوٹی سی کوٹھڑی میں رہتی ہے اور کسی دوا ساز ادارے میں کام کرکے گزر بسر کرتی ہے میں روشن کے پیکنگ ہاؤس میں روشن سے ملنے کے لیے گیا تھا وہاں میں نے اسے ویگن سے اترتے دیکھا پس میں نے اسکا تعاقب کیا تفصیل کے ساتھ اس سے گفتگو کی اور اسے یہاں لے آیا وہ لڑکی غریب ضرور ہے لیکن انتہائی خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ سیرت کی بھی اعلیٰ اور ارفع ہے آگے جو آپ لوگوں کی مرضی۔

اس بار رضوان صاحب بولے اور کہنے لگے۔

برکت بیٹے اگر وہ لڑکی شکل کی اچھی ہے تو شادی میں غربت کو آڑے نہیں آنا چاہیے اگر یہ شادی ہو جائے تو دو فائدے ہوں گے اس سے میرے بیٹے کو زندگی کا ساتھی مل جائیگا اور اس لڑکی کو پرسکون زندگی بسر کرنے کے لیے اور رہنے کے لیے ٹھکانہ مل جائیگا۔ رضوان صاحب کی گفتگو سن کر برکت خوش ہوا اور کہنے لگا بس میں بھی یہی چاہتا تھا کہ آصف کی شادی ہو جائے اور اس بیچاری کو ٹھکانہ مل جائے گا اس بار رضوان پھر بولے اور کہنے لگے۔

صدف عروج صوبیہ میری بیٹیو میری بچیو تم تینوں بہنوں کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے عروج اور صوبیہ نے ایک بار ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر انکی نگاہیں صدف پر جم گئی تھیں اسکے بعد عروج بولی اور کہنے لگی بابا ہماری بڑی بہن اس

وقت ہمارے لیے ماں کا درجہ رکھتی ہے وہ آپ کے سامنے بیٹھی ہے جو فیصلہ بڑی بہن کرے گی وہ ہمارے لئے قابل قبول ہو گا۔ اس پر صدف مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

بابا ہمیں وہ لڑکی منظور اور قبول ہے میں کہتی ہوں اس لڑکی کو آج ہی بلا کر آصف بھائی سے نکاح پڑھا لیا جائے زیادہ دھوم دھڑکے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر برکت بولا اور کہنے لگا۔

نہیں صدف بہن یوں نہیں ہو گا گو شادی سادگی سے ہو تو وہی اچھی ہوتی ہے زیادہ دھوم دھڑکے کروفر اور شان و شوکت کے اظہار اور نمود کا میں خود بھی قائل نہیں ہوں لیکن اس بے کس اور لاچار لڑکی کی شادی میں سادگی سے نہیں چاہتا ہوں اور پھر میں اسے یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ اگر میں نے اسے بہن کہا ہے تو ملک اور ولیس میں رائج ساری رسمیں اس کی شادی کے لیے پوری کر سکتا ہوں میں اسے صرف یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ وہ لاچار ہے بے سہارا اور بے بس نہیں ہے لہٰذا میری بہنو! شادی کی رسومات جو رائج ہیں وہ کی جائیں گی لڑکی میرے ہاں سے میری بہن کی حیثیت سے رخصت ہو گی اور شادی کے لیے آپ دیکھیں گی کہ میں بہترین انتظام کو انصرام کروں گا صدف پھر بولی اور کہنے لگی۔

برکت بھائی آپ جو چاہیں انتظامات کریں ہمیں اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں لیکن میں چاہتی ہوں کہ یہ شادی جلدی ہونا چاہیے۔ ایک دو دن کے اندر ہی اندر بس۔ ایک عرصہ ہوا ہم نے کوئی خوشی نہیں دیکھی آصف ہمارے بڑے بھائی کی شادی ہو گی تو میں سمجھوں گی مجھے دنیا بھر کی خوشیاں مل گئیں ہیں۔ اس موقع پر آصف بیچارہ بڑی شفقت بڑی محبت میں اپنی چھوٹی بہن صدف کی طرف دیکھے جا رہا تھا اور بڑے غور سے اسکی بات کو سن رہا تھا اس بار رضوان بولے اور پوچھنے لگے۔

برکت بیٹے تم کب تک اس شادی کے لیے تیار ہو سکتے ہو برکت کہنے لگا

جب آپ چاہیں میرے لئے شادی کے لیے دو تین دن کافی ہیں سارا انتظام کر سکتا ہوں اس پر عروج بولی اور کہنے لگی برکت بھائی شادی ایک نہیں ہو گی دو شادیاں ہونگی آپ اور آصف بھائی اور دونوں کی شادیاں اکٹھی ہوں گی جہاں نئی آنے والی لڑکی آپ کے ہاں سے آپکی بہن کی حیثیت سے وداع ہو گی وہاں شکیلہ بہن ہمارے پاس رہے گی اور ہمارے پاس سے وداع ہو کر آپ کے پاس جائے گی اس بار برکت نے توصیفی انداز میں عروج کی طرف دیکھا وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اسکا تایا رحمت بولا اور کہنے لگا

آپ لوگ بڑے عظیم ہیں میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ شہر جا کر میں اور میری بیٹی کی کچھ اس قدر پزیرائی ہو گی۔ بہرحال آپ سب لوگ مل کر جو بھی فیصلہ کریں گے وہ مجھے اور میری بیٹی شکیلہ کو منظور اور قبول ہو گا۔ اس موقع پر رضوان بولے اور کہنے لگے۔

عروج میری بیٹی اگر یہ شادیاں دو ایک روز میں ہی ہونی ہیں تو پھر فون پر آفاق سے بات کرو۔ اسے کہو کہ جس کام کے لیے وہ کراچی گیا ہے اسے چھوڑ چھاڑ کر وہ یہاں آجائے۔ کوئی ضرورت نہیں وہ کام کرنے کی۔ خواہ مخواہ میں اکیلا وہ وہاں جا کر پڑا ہوا ہے اور ہمیں بھی فکر میں ڈالا ہوا ہے۔ یہاں آجائے ایک تو کالج میں اسکی تقرری کے احکامات آئے ہوئے ہیں۔ اپنا کالج جوائن کرلے اگر نہیں کرنا چاہتا تو جس قسم کا وہ بزنس چاہتا ہے میں اسے شروع کروائے دیتا ہوں۔ جواب میں عروج کہنے لگی بابا اس لڑکی کو دیکھ لیں پھر میں اپنے بھائی سے بات کرتی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی برکت اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا آپ لوگ بیٹھیں۔ میں اس لڑکی اور گل بابا دونوں کو لیکر آتا ہوں اسکے ساتھ ہی برکت اٹھ کر کمرے سے نکل گیا تھا۔

برکت گل بابا کے کمرے میں داخل ہوا اندر گل بابا اپنے سامنے بیٹھی ہوئی لبر کو صدف۔ اور اسکے خاندان کے متعلق تفصیل سے بتا رہا تھا۔ برکت جب

اندر آیا تو گل بابا مسکراتے ہوئے برکت سے کہنے لگا۔ برکت طیبہ کے کہنے پر اسے میں نے تمہارے اور آصف کے خاندان کے سارے حالات تفصیل کے ساتھ سنا دیئے ہیں۔ تم دونوں کے حالات جان کر یہ بے چاری بڑی متاثر ہوئی ہے۔

اسپر برکت بولا اور کہنے لگا گل بابا آپ بھی اٹھیے۔ طیبہ بھی میرے ساتھ چلے گی۔ سب لوگ ڈاکٹر عروج کے کمرے میں جمع ہیں۔ میں اسے وہاں لے جا کر سب کا تعارف کرواؤں گا۔ تاکہ اسے یہ احساس ہو کہ اس دنیا میں یہ اکیلی اور بے بس نہیں ہے۔ بلکہ اس پر کسی شفیق اور مہربان بھائی کا ہاتھ بھی شامل حال ہے۔ اس پر گل بابا بولا اور کہنے لگا۔

برکت تھوڑی دیر بیٹھو۔ کئی روز سے میں تم سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ پر نہ جانے میں اکثر یہ بات پوچھنے سے بھول جاتا تھا۔ برکت طیبہ کے قریب گل بابا کے سامنے بیٹھ گیا اور پوچھنے لگا۔

پوچھو گل بابا کیا پوچھتے ہو گل بابا بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ بیٹے۔ گزشتہ کئی ماہ سے اجالا نام کی جو خاتون اس آسرا میں آکر رہنے لگی ہے اسکے بیٹے کے نام سو روپے کا منی آرڈر آتا ہے تو اسکے بیٹے کو جانتا ہے جسکا نام عمران ہے اور میرے پاس وہ بے چارہ اکثر آتا جاتا رہتا ہے۔ پہلی بار جب اسکے نام پر منی آرڈر آیا تو میں چونکا اسلئے کہ تم جانتے ہو کہ میں نے اسے اسکے ابا کے نام خط لکھ کر دیا تھا اور اس نے پوچھا کہ میرا ابا کہاں رہتا ہے تو میں نے اسے کہا تھا کہ خدا کے پاس تو اس نے کہا تھا پھر خدا کے نام مجھے خط لکھ دیں کہ میرے ابا کو واپس بھیجا جائے تاکہ وہ میرے پاس آکر رہے۔ اس خط کے بعد برکت میں نے خداوند کے نام اس بچے کو کئی خط لکھ دیئے پھر ان خطوط کے جواب میں تم دیکھتے ہو کہ منی آرڈر آتے رہے اور منی آرڈر کی سلپ پر ان خطوط کا جواب بھی تحریر ہوا کرتا تھا جس ایڈریس سے پہلی بار منی آرڈر آیا تھا وہاں جا کر میں نے پتہ کیا تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ خالی مکان تھا جس کے پتے سے منی آرڈر آیا تھا۔

دیکھو برکت پھر یوں ہوا کہ جب تیزی کے ساتھ منی آرڈر آنا شروع ہو گئے تو منی آرڈر پر لکھے ہوئے پتے بھی تبدیل ہوتے چلے گئے۔ میں نے ہر جگہ جا کر پتہ کیا لیکن جہاں سے منی آرڈر آتا تھا ان لوگوں نے لاعلمی کا اظہار کر دیا۔ برکت میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اگر تمہیں معلوم ہو تو بتاؤ کہ یہ منی آرڈر کہاں سے آتے ہیں۔ اس لئے کہ جس روز میں نے عمران کو خداوند کے نام خط لکھ کر دیا تھا اس وقت میرے پاس صرف تم ہی موجود تھے میں سمجھتا ہوں کہ تم اس بھید کو ضرور جانتے ہوگے۔

گل بابا کی اس گفتگو سے برکت سنجیدہ ہو گیا پھر کہنے لگا۔

گل بابا آپ نے ایک بڑا اہم مسئلہ کھڑا کر دیا ہے جو کچھ آپ نے پوچھا میں اسکا جواب تو دے سکتا ہوں لیکن اس کے ساتھ شرط یہ ہے کہ میں آپ کو پوری تفصیل بتاتا ہوں پر پہلے وعدہ کریں کہ اس کا آپ کسی سے ذکر نہیں کریں گے۔ گل بابا برکت کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے کہنے لگے کہ تم کہو برکت کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہارا راز راز نہیں رکھوں گا۔ برکت کہنے لگا کہ یہ بات نہیں یہ جو کچھ آپ سے کہنا چاہتا ہوں اسکی تشہیر نہیں چاہتا۔ گل بابا آگے بڑھے اور اپنے برکت کے گھٹنے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

برکت کچھ سوچتے بولا اور پھر کہنے لگا۔

گل بابا بات دراصل یوں ہے کہ جس روز آپ نے خدا کے نام پر عمران کو لکھا تھا وہ خط میں نے بھی پڑھا تھا وہ خط پڑھ کر میں آپ کے پاس بیٹھ کر بظاہر خاموش ہی رہا تھا لیکن گھر جا کر مجھے جب اس خط کے الفاظ۔ اسکی بے بسی اور اسکے اندر لکھا ہوا پیغام یاد آتا تھا تو میں زار قطار روتا تھا۔ گل بابا آپ جانتے ہیں میں کسی دور میں بڑی بے بسی اور لاچارگی کی زندگی بسر کر چکا ہوں۔ اور ہر وہ بچے جسے میں بے بس اور لاچار دیکھتا ہوں وہ مجھے اپنا بیتا اور گزرا ہوا زمانہ یاد دلا

دیتا ہے۔ لہذا اس سے مجھے ہمدردی اور ایک طرح کی محبت ہو جاتی ہے۔ جس وقت آپ نے خدا کے نام عمران کو خط لکھ کر دیا تھا اسی وقت ہی میں نے ارادہ لیا تھا کہ میں اس بچے کے خطوط کا جواب دیا کرونگا۔ اور اسے معقول رقم بھی بھجوایا کرونگا تاکہ یہ بچہ خوش اور پرسکون رہے۔

گل بابا اس وقت آپ کے یہاں اٹھنے کے بعد میں نے محلے کے پوسٹ مین سے رابطہ قائم کیا پوری تفصیل کے ساتھ اسے اس بچے کے متعلق بتایا اور اسے کہا کہ میں اس بچے کو ہر ماہ باقاعدگی سے منی آرڈر بھیجنا چاہتا ہوں اس نے میرے اس کام کی بڑی تعریف کی اور سارے کام خود کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ اب وہ منی آرڈر بھی خود بھرتا ہے پتے وغیرہ بھی خود ہی تحریر کرتا ہے اور جا کر ڈاکخانے سے منی آرڈر بھی خود ہی کراتا ہے۔ گل بابا جہاں میں نے عمران کے لیے نیکی کا کام کیا ہے وہاں وہ پوسٹ مین بھی اس نیکی کے کام میں برابر کا شامل ہے۔

برکت یہیں تک کہنے پایا تھا کہ گل بابا اپنی جگہ سے اٹھ کر آگے بڑھا اور برکت سے وہ لپٹ گیا تھا۔ پھر کمال رقت میں ڈوبی ہوئی آواز میں گل بابا کہنے لگا۔

برکت میرے عزیز۔ میرے بیٹے تمہاری شخصیت کا پورا نکھار اب میرے سامنے آیا ہے۔ تم یقیناً آندھیوں کے شب خون میں حسن و نکھی اجاڑ ریگزاروں میں طروات اور نہری طوفانوں کی یورش میں خوابوں کی سی جنت خزاں کی زخم خوردہ یلغار میں امرت کے چشمے اور اذیت بھری حیات میں محبت کا بھرم اور عقیدتوں کے پھول نچھاور کرنے والے جوان ہو۔ برکت مجھے تم جیسے ہمزاد تم جیسے دمساز پر فخر ہے۔ جسے بظاہر لوگ بدمعاش سمجھتے ہیں۔ پر جو باطن میں انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے امن کی لوریاں گانے والا ہے۔ برکت تمہارے اس نیک جذبے اور کارخیر کو میں زندگی بھر فراموش نہیں کرسکونگا۔

جواب میں برکت گل بابا کو اپنے ساتھ لپٹا کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا گل بابا میں نے کیا کیا ہے جو کچھ میرے پاس ہے یہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے اور میں اسی

اللہ کی خوشنودی میں اس میں سے خرچ کردیتا ہوں۔ کسی پر کوئی احسان نہیں کرتا اب آپ میرے ساتھ چلئے۔ وہاں سب لوگ بیٹھے ہوئے ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ اور طیبہ کو بھی ہم اپنے ساتھ لے چلیں۔ گل بابا کہنے لگا۔

سنو برکت طیبہ مجھے اپنے سارے حالات تفصیل کے ساتھ سنا چکی ہے اور جس طرح اور جن حالات میں تمہاری دو ملاقاتیں ہوئیں وہ بھی مجھے بتا چکی ہے اور میں تمہارے اور آصف کے سارے حالات تفصیل کے ساتھ بتا چکا ہوں۔ یہ بڑی اچھی اور پیاری بچی ہے۔ اسے یہاں رہنے کو ایک محفوظ اور پروقار ٹھکانہ مل جائیگا چلو اب اسے ساتھ لے کر اسپتال چلیں۔ ساتھ ہی گل بابا اور برکت طیبہ کو لیکر اسپتال کی طرف ہو لئے تھے۔

برکت گل بابا اور طیبہ عروج کے کمرے میں داخل ہوئے۔ طیبہ بے چاری شرمائی شرمائی لجائی لجائی سی تھی۔ گردن جھکائے برکت کے پیچھے پیچھے وہ اس کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ طیبہ کا بازو پکڑ کر برکت نے عروج کے پاس بٹھا دیا پھر وہ بولا اور کہنے لگا۔

طیبہ میری بہن۔ یہ جوان جو اس وقت تمہارے بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے اسکا نام آصف ہے اس کے پہلو میں آصف کے والد رضوان صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ تمہارے پہلو میں ڈاکٹر عروج ہے یہ آصف کی سب سے چھوٹی بہن ہے تمہارے بائیں طرف صوبیہ ہے یہ آصف کی درمیانی بہن ہے۔ اور تمہارے سامنے صدف ہے یہ آصف سے چھوٹی بہن ہے اور سب سے بڑی بہن ہے انکا سب سے چھوٹا ایک بھائی ہے جس کا نام آفاق ہے اور وہ اس وقت کراچی گیا ہوا ہے۔ ان کے ماموں بھی ہیں۔ وہ اس وقت اسی اسپتال میں داخل ہیں ان سے بھی میں تمہارا تعارف کراتا ہوں۔

برکت مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ڈاکٹر تنویر اور ڈاکٹر ریحان اس کمرے میں داخل ہوئے تنویر کے اندر آتے ہی عروج بڑی تیزی سے لپک کر اسکی طرف بڑھی

اور بڑی بے چینی اور بے تابی سے ان سے پوچھا۔ ایکسرے رپورٹ کیسی ہے۔ اس پر ڈاکٹر تنویر اور ریحان دونوں خالی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ عروج بھی اپنی نشست پر بیٹھ گئی پھر تنویر بولا اور کہنے لگا۔

رپورٹ اچھی اور حوصلہ افزا نہیں ہے۔ میں اور ڈاکٹر ریحان دونوں تفصیل کے ساتھ اسپشلسٹ سے گفتگو کرکے آئے ہیں اسے ایکسرے دکھائے ہیں اسکی فائنل رپورٹ یہ ہے کہ ماموں کو دمہ نہیں ہے۔ بلکہ ان کا دل بڑھا ہوا ہے اور بڑھا ہوا دل پھیپھڑوں کے ساتھ ٹکراتا ہے۔ جس سے نمی پیدا ہوتی ہے اور اس نمی کی وجہ سے انکو کھانسی ہوتی ہے۔ جسکی بنا پر یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ انہیں دمہ ہے انہیں یہ دمہ ہرگز نہیں۔

اس وقت جبکہ اپنے ہی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو یہ بھی بتادوں کہ دل بڑھنے کی وجہ سے ماموں کے دل کے پٹھے بھی کمزور ہوچکے ہیں۔ ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ پٹھے کمزور ہو جانے کے بعد ان کا دل کسی بھی وقت کام کرنا بند کرسکتا ہے۔ لہذا انکے متعلق احتیاط کی ضرورت ہے۔ انہیں محنت مشقت نہ کرنے دی جائے نہ ہی یہ زیادہ سیڑھیاں اتریں بلکہ اپنے بستر پر مکمل آرام کریں اب جبکہ ماموں اس وقت ہمارے اندر نہیں ہیں میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ ہروقت کوئی نہ کوئی دن میں بھی اور رات کے وقت بھی ان پر نگرانی کرتا رہے۔ اس لئے کہ انکا دل کسی بھی وقت کام کرنا بند کرسکتا ہے۔

یہ رپورٹ سنکر آصف صدف' عروج' صوبیہ ' رضوان ' برکت اور گل بابا بے چارے حیران و پریشان ہو کر رہ گئے تھے۔ ڈاکٹر ثروت بھی دکھی دکھائی دینے لگی تھی۔ اس موقع پر صدف بے چاری رو دینے والی تھی کہ عروج نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

آپی فکر کی کوئی ایسی بات نہیں ماموں کی جب تک زندگی ہے وہ ہمارے ساتھ ہیں اور جب انکی زندگی نہ ہوئی ہم میں سے کوئی بھی انہیں روک نہ سکے گا۔ کیا ہم میں سے کوئی اپنی ماں کو مرنے سے روک سکا۔ جسکا وقت آیا ہوا ہے اس نے یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ اور ایک روز سب نے ہی کوچ کرجانا ہے۔ کیا آگے کیا پیچھے۔ یہ تو ایک کاروان ہے جو رواں ہے کوئی پہلے پڑاؤ کرلیتا ہے کوئی چند دن بعد پڑاؤ کرتا ہے۔ بہرحال چلے سب ہی نے جانا ہے۔

عروج جب خاموش ہوئی تو رضوان بولے اور کہنے لگے۔

اگر کرامت کی حالت ایسی ہی نازک ہے تو میرے خیال میں ہمیں آصف کی شادی میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ تاکہ انکا ماموں کم ازکم آصف کی خوشیاں دیکھتا جائے اس پر برکت نے دخل اندازی کی اور کہنے لگا۔

رضوان صاحب میں اس سلسلے میں آپ سے اتفاق نہیں کرتا۔ جہاں تک میرا خیال ہے کہ آپ آصف صدف عروج اور صوبیہ چاروں کی شادی ایک ساتھ کردیں آپ کو اس سلسلے میں کوئی زحمت بھی نہیں اٹھانا پڑے گی۔ اللہ کا دیا آپ کے پاس سب کچھ ہے بس اللہ کا نام لے کر چاروں کی شادی کردیں۔ اس طرح آپ اپنے ایک بہت بڑے بوجھ اور فرض سے سبکدوش ہوجائیں گے۔ اس پر رضوان بولنے اور کہنے لگے۔

برکت بھائی آپکی تجویز بھی بہت اچھی ہے اگر سب کی کرنی ہے تو آفاق کو بھی کیوں پیچھے رکھاجائے۔ اسے بھی ساتھ ملایا جائے پھر میں سب بہن بھائیوں کے فرض سے ہی کیوں نہ سبکدوش ہو جاؤں۔ پھر رضوان صاحب نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ڈاکٹر تنویر کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگے۔ ڈاکٹر بیٹے تمہارا کیا خیال ہے اگر میں ایک دو ہفتے کے اندر اندر عروج کی شادی کرنا چاہوں تو کیا تم لوگ اس کے لیے تیار ہو جاؤ گے۔ اس پر تنویر نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہماری طرف سے آپ کسی قسم کی فکر نہ کریں آپ جیسا چاہیں گے ہم ویسا ہی کریں گے۔ ویسے میں ایک تجویز پیش کروں ۔ پہلے آصف بھائی صدف اور صوبیہ کی شادیاں کیجئے انکی شادی کے سلسلے میں گھر کے کچھ افراد ایسے بھی ہونے چاہیں جو

شادی کے سلسلے میں بھاگ دوڑ اور شاپنگ کر سکیں اور اس کام کے لیے عروج اور آفاق دونوں بہن بھائی کافی ہوں گے۔ ان تینوں شادیوں کے بعد آپ کسی بھی وقت عروج اور آفاق کی شادی ایک ساتھ کرسکتے ہیں۔

اس موقع پر عروج اپنی جگہ سے اٹھی اپنا منہ رضوان صاحب کے کان کے قریب لے گئی پھر وہ کہنے لگی پاپا ڈاکٹر تنویر ٹھیک کہتے ہیں پہلے میری دونوں بڑی بہنیں اور بڑے بھائی کی شادی کا انتظام کیا جائے۔ میری اور میرے بھائی آفاق کی بعد میں بھی ہو جائے گی۔ ہم دونوں سب سے چھوٹے بہن بھائی ہیں اور پھر ہمیں اپنی دونوں بہنوں اور بڑے بھائی کی شادی کے سلسلے میں ہمیں بھاگ دوڑ اور تیاریاں بھی کرنا پڑیں گی۔ یہ سارے کام میں اور آفاق دونوں بہن بھائی ملکر نپٹالیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد عروج پھر اپنی جگہ آکر بیٹھ گئی۔ رضوان صاحب نے کچھ سوچا پھر وہ کہنے لگے۔ برکت بیٹے اور ثروت میری بٹی تم دونوں کے ذمے میں ایک کام لگا رہا ہوں تم دونوں جنید اور شعیب اور انکے گھر والوں سے بات کرو وہ کب تک شادیوں کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ اور جو بھی وہ متفقہ طور پر تاریخ دیں وہی تاریخ شادی کی طے کر دی جائے۔ پہلے آصف صدف اور صوبیہ کی شادی ہو گی انکی شادی نپٹانے کے بعد پھر آفاق اور عروج کی شادی کی کوئی تاریخ مقرر کی جائے گی۔ جواب میں ثروت بولی اور کہنے لگی۔ میاں جی آپ فکر نہ کریں۔ میں کل ہی برکت بھائی کے ساتھ حرکت میں آتی ہوں جنید اور انکے گھر والوں سے بھی بات کرتی ہوں۔ شعیب اور انکے اہل خانہ سے بھی بات کرتی ہوں پھر دونوں گھرانوں کے مشورے کے بعد ہم آپ کو بتا دیں گے کہ کس تاریخ کو آپ شادی کا انتظام کرسکتے ہیں۔

اس گفتگو کے بعد عروج بولی اور کہنے لگی۔ آصف بھائی صدف اور صوبیہ بہن کا شادیوں کا معاملہ تو طے ہوگیا اب بات رہ گئی برکت بھائی اور میری بہن شکیلہ کی شادی کی۔ اس معاملے میں کیا کرنا ہے۔ اس پر برکت بولا اور کہنے لگا ڈاکٹر بہن ہماری شادی کا کیا ہے اب میری وہ عمر تو نہیں رہی کہ آدمی سج دھج کے سہرے باندھ کر شادی کرے۔ میری شادی تو جب تم لوگ چاہوگی۔ اسی روز نپٹا دی جائے گی اس کے لئے کچھ زیادہ تگ و دو اور انتظام بھی نہیں کرنا پڑے گا۔

اس پر عروج فوراً بولی اور رضوان صاحب کو مخاطب کرکے کہنے لگی۔

پاپا اگر یہ بات ہے تو پھر آج شام سے پہلے پہلے یہ شادی ہو جائے۔

رضوان بولے اور کہنے لگے بٹی تم کوئی فکر نہ کرو۔ جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہوگا۔ میں اور بھی ایک معاملہ طے کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت جبکہ یہاں کوئی بھی پرایا نہیں بیٹھا ہوا۔ برکت میرا بیٹا ہے گل بابا اپنے بڑے بھائی کی جگہ ہیں تنویر اب بیٹوں کی جگہ ہے ثروت اور ریحان پہلے ہی میرے بچوں جیسے ہیں۔ عروج بیٹے میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چند یوم تک ثمینہ خاتون اور اسکا بھیتجہ فرخ پہنچنے والے ہیں پہلے یہ طے کرو کہ انہیں ایئرپورٹ پر ریسیور کرنے کون جائے گا اور انہیں یہ کون بتائے گا کہ عروج کی شادی فرخ سے نہیں ڈاکٹر تنویر کے ساتھ طے پائی ہے۔

دوسری بات یہ میری بٹی کہ پجیرو اور ایک کار تو میں یہاں لے آیا ہوں اور گھر پر صرف ایک کار ہے میرے خیال میں وہ ثمینہ خاتون کے لیے کافی ہے اور ہاں مجھے یاد آیا عروج۔ گھر کا جو ڈرائیور میرے ساتھ کار لے کر آیا ہے اسے کہو کہ واپس چلا جائے۔ وہ خواہ مخواہ باہر کار میں بیٹھا ہوا میرا انتظار کر رہا ہوگا۔ اور ہاں ثمینہ خاتون اور فرخ کو ائرپورٹ پر ریسیور کرنے کے لیے نہ میرے اور نہ تمہارے جانے کی ضرورت ہے یہ سارا کام ثروت بڑی خوش اسلوبی سے کرے گی۔

رضوان صاحب کے خاموش ہونے پر عروج پھر بولی اور ثروت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

ثروت میری بہن تم جا کر ڈرائیور سے کہو کہ گھر چلا جائے۔ اور پاپا جو پجیرو

اور کار لیکر آئے ہیں انہیں اپنے ڈرائیورں سے کہہ کر اسپتال کے پارکنگ ایریا میں کھڑا کر دیں۔ ثروت اٹھ کر بے چاری باہر چلی گئی تھی۔

ثروت کے جانے کے بعد ڈاکٹر تنویر بولا اور عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا میرے خیال میں ماموں کو آپ لوگ کچھ دن اسپتال میں ہی رہنے دیں گھر کی نسبت اسپتال میں انکی بہتر نگہداشت اور نگرانی ہوسکے گی۔ اور کسی بھی میل نرس کی ڈیوٹی لگا دیں جو انکی دیکھ بھال کرے گا۔ تنویر کی اس تجویز کے جواب میں عروج بولی اور کہنے لگی۔

آپ کی تجویز ٹھیک ہے میں اس سے اتفاق بھی کرتی ہوں پر ماموں کو ایمرجنسی کی بجائے اوپر ایئرکنڈیشنڈ کمرے میں منتقل کرتے ہیں اور اسپشلسٹ نے جو دوائیاں تجویز کی ہیں انکے مطابق انکا علاج کرتے رہتے ہیں۔ آپ کا کہنا درست ہے کہ گھر کی بجائے یہاں انکی بہتر نگہداشت ہوسکے گی۔

عروج کے خاموش ہو جانے پر رضوان بولے اور کہنے لگے۔

عروج میری بیٹی جس کمرہ میں کرامت اللہ کو منتقل کرو اسی میں ایک بیڈ میرے لئے بھی لگوا دینا میں خود اسکے ساتھ رہوں گا اسکی نگہبانی اور نگہداشت میں خود کروں گا یہ شخص میرے خاندان کا سب سے بڑا محسن سب سے بڑا پاسبان ہے۔ یہ نہ ہوتا تو نہ جانے میرے بچوں پر کیا بیتتی۔ لہذا میں اسکی بیماری کے دوران اسکی دیکھ بھال اسکی نگہداشت خود کروں گا۔ جواب میں عروج مسکراتے ہوئے کہنے لگی یہ بھی ٹھیک ہے پاپا۔ ثمینہ خاتون جب پوچھے گی تو ہم کہہ دیں گے کہ پاپا کی طبیعت ناساز تھی وہ اسپتال میں داخل ہیں اور ایئرپورٹ تمہیں ریسیو کرنے نہیں آسکے۔

اس موقعہ پر رضوان صاحب کو کوئی خیال آیا اور وہ صوبیہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

ثوبیہ میری بیٹی۔ میری بچی تمہاری ماں ثمینہ خاتون کے متعلق جو ہم گفتگو کر رہے ہیں تو میری بیٹی میری بچی برا مت ماننا میں اسے خوب جانتا ہوں تم اسکی طبیعت اسکی سرشت اور اسکی فطرت سے واقف نہیں۔ اس پر ثوبیہ کسی قدر غضبناک سی آواز میں بولی اور کہنے لگی۔

ابا میرا اس عورت سے کیا واسطہ کیا تعلق۔ وہ صرف مجھے جنم دینے کی گنہ گار ہے وہ عورت ماں کیسے کہلا سکتی ہے۔ جس نے اپنی بچی کو جنم دے کر اپنی ذات سے جدا کرکے رکھ دیا ہو۔ ابا میری ماں مرچکی ہے میری ماں وہی تھی جو صدف عروج آصف بھائی اور انی کی ماں تھی۔ اس ثمینہ خاتون کو میں اپنی ماں تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہوں اور ایسی خاتون کو میں اپنی ماں تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہوں۔ اور ایسی خاتون سے میرا کیا رشتہ ابا جسے میں نے دیکھا تک نہیں۔ میری ماں جس نے مجھے اپنی گود میں کھلایا،میری ماں جس نے مجھے اپنی چھاتیوں کا دودھ پلایا۔ وہ مرچکی ہے اور مرنے والی اس ماں پر میں اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں تک فخر کرتی رہوں گی۔

ثوبیہ کا جواب سن کر صدف۔ عروج' رضوان اور آصف کے چہروں پر مسکراہٹ کھیل گئی تھی پھر عروج نے باری باری ثوبیہ اور صدف کے کان میں کچھ کہا جسکے جواب میں وہ دونوں مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں عروج بولی اور سب کو مخاطب کرکے کہنے لگی۔

میں طیبہ کو لیکر صدف آپی اور ثوبیہ کے ساتھ ماموں کی طرف جاتی ہوں۔ طیبہ کا تعارف ماموں سے کراتی ہوں ماموں اسے دیکھ کر بڑے خوش ہوں گے۔ اور پھر انہیں یہ اطلاع بھی کرنی ضروری ہے کہ ہم عنقریب آصف کی شادی کرنے والے ہیں۔ اسکے ساتھ ہی صدف' عروج اور صوبیہ طیبہ کو اپنے ساتھ لیکر کمرے سے نکلیں اور ایمرجنسی کی طرف ہولیں تھیں۔

چاروں اس بیڈ کے پاس گئے جس پر کرامت اللہ لیٹا ہوا تھا اسکی طبیعت اب بحال ہوچکی تھی اور اسکے چہرے پر کچھ بشاشت بھی تھی۔ صدف عروج اور صوبیہ

کو اپنی طرف آتا دیکھ کر کرامت اللہ کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ تینوں قریب آئیں کرامت اللہ سے انہوں نے سلام کیا۔ کرامت اللہ نے سلام کا جواب دیا پھر قریب آکر صدف بولی اور طیبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

ماموں یہ جو لڑکی ہمارے ساتھ ہے اسکا نام طیبہ ہے اسکی شادی ہم آصف بھائی کے ساتھ کر رہے ہیں۔ کرامت اللہ نے چونک جانے کے انداز سے میں طیبہ کی طرف دیکھا پھر انکے چہرے پر گہری خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ انہوں نے طیبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا میری بیٹی میری بچی ذرا آگے آؤ۔ طیبہ آگے ہوئی تو کرامت اللہ نے اٹھ کر اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔ کہنے لگا میری بیٹی خدا تمہیں آصف کے ساتھ ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔ اس پر عروج بولی اور کہنے لگی۔

ماموں آپ کچھ دن اسپتال میں ہی رہینگے گھر نہیں جائیں گے۔ آپ کو نگرانی اور نگہداشت کی ضرورت ہے۔ آپ کو ہم اوپر کی منزل میں ایرکنڈ کیشنڈر کمرے میں منتقل کر رہے ہیں۔ پاپا خود آپ کے ساتھ رہیں گے اسطرح آپ اکیلا پن محسوس نہیں کریں گے۔ کرامت اللہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ میری بیٹی جو چاہے کرو۔ میں تو اب تم لوگوں کے بھروسے پر ہوں۔ میرا کیا ہے۔ عروج پھر بولی اور کہنے لگی ماموں ہم تھوڑی دیر تک پھر آتے ہیں۔ اور آپ کو اوپر منتقل کرتے ہیں اسکے ساتھ ہی وہ طیبہ کو لیکر واپس چلی گئیں تھیں۔

کمرے میں واپس آکر چاروں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئیں تھیں۔ عروج ایک بار پھر بولی اور کہنے لگی۔ برکت بھائی اس وقت آپ تایا اور شکیلہ کو لیکر گھر چلیں۔ ہم سب ملکر آپکی شادی کا اہتمام کرنے لگے ہیں۔ اور آج شام سے پہلے ہی پہلے آپ کا نکاح شکیلہ آپا سے پڑھا دیا جائے گا۔ اس طرح آپ آج شام سے ہی ایک اچھے اور وفادار شوہر کی سی زندگی بسر کرنا شروع کریں گے۔ عروج کی اس گفتگو سے سب نے قہقہہ لگا کر اپنی خوشی کا اظہار کیا تھا جواب میں برکت بولا اور

ہنے لگا۔

عروج میری بہن تمہاری تجویز ٹھیک ہے میں تایا ابو اور شکیلہ کو لیکر گھر جاتا ہوں لیکن میں طیبہ کو بھی ساتھ لیکر جاؤں گا۔ جب تک اسکی شادی نہیں ہوتی یہ پنے بھائی کے گھر رہے گی اور یہ اپنے بھائی کے گھر ہی سے شادی کے روز وداع ہوگی اور یہ محلّہ دیکھے گا کہ برکت اپنی منہ بولی بہن کی شادی کس اہتمام کے ساتھ رتا ہے۔ اسکے ساتھ ہی برکت اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تایا رحمت شکیلہ اور طیبہ کو لیکر وہ اپنے گھر کی طرف جانے لگا کہ دروازے کے قریب ہی وہ رک گیا ار گل بابا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ گل بابا آپ بھی میرے ساتھ آیئے رات کا کھانا ہم سب مل کر کھائیں گے اس کے ساتھ ہی گل بابا اٹھ کر برکت کے ساتھ ہو لیا تھا۔

اسی روز بڑے اہتمام کے ساتھ برکت اور شکیلہ کا نکاح پڑھا دیا گیا تھا۔ کرامت اللہ کو اوپر کی منزل میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ اس کمرے میں رضوان کے لے بھی ایک بیڈ لگا دیا گیا تھا اسطرح اس خاندان نے نئے سرے سے خوشگوار ندگی کی ابتدا کی تھی۔

○

دوسرے روز رضوان صدف اور عروج آصف کو میو اسپتال لے کر گئے عروج نے کار ایمرجنسی کے قریب روکی پھر وہ پچھلی نشست پر آصف کے ساتھ بیٹھی ہوئی صدف کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

آپی آپ گاڑی میں ہی بیٹھی رہے میں اور پاپا آصف بھائی کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں انکا چیک اپ کراتے ہیں۔ اور جو انہیں درد ہوتی ہے۔ اس سے متعلق ڈاکٹر سے مشورہ کرتے ہیں اور جو بھی دوائی تجویز کرتے ہیں وہ لیکر ہم جلد

ہی لوٹ آئیں گے۔ ہماری غیر موجودگی میں آپ فکر مند نہ ہونا۔ صدف نے
مسکراتے ہوئے اثبات میں سرہلا دیا۔ اس پر رضوان عروج' آصف باہر آئے اور
پھر تینوں ایمرجنسی کی طرف ہولئے تھے۔

آصف کا چیک اپ کرانے اور ڈاکٹر سے دوائیاں تجویز کرانے کے بعد
رضوان اور عروج اپنی کار کی طرف لوٹے۔ آصف کو دکھانے میں انکا کوئی زیادہ
وقت نہ لگا تھا اس لئے کہ اسپتال میں عروج کے کئی جاننے والے ڈاکٹر تھے۔ جن کی
بناء پر انکا کام جلدی ہوگیا تھا جب دونوں باپ بیٹی آصف کو لیکر اپنی کار کے پاس
آئے تو تینوں ایک طرح سے دنگ رہ گئے اور انکے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگی
تھیں۔

انہوں نے دیکھا کہ پچھلی نشست کے دونوں شیشے آدھے کھلے ہوئے تھے اور
نشست پر صدف نیم مردہ سی حالت میں پڑی ہوئی تھی وہ خاموشی میں ڈوبے گھر
پردیس کی بے مہر گزر گاہ جیسی چپ' زخم بے دوا چاک بے رفو جیسی ویران چاندنی
کی راکھ' لہو کی اوس جیسی مایوس کن اور عنکبوت وہم اور دنیا بھر کی گہری
ناامیدیوں کی طرح پریشان حال دکھائی دے رہی تھی۔

اسکی حالت سے یہ لگتا تھا جیسے شہر کی ساری نا آسودگیاں اسکے چہرے پر لا
دی گئی ہوں یا کہ یہ اسکی ذات کا لبادہ زنجیر روز شب میں الجھ کر رہ گیا ہو اسکے
چہرے پر آنسوؤں کی بہتی دھاریں جو اب خشک ہوچکی تھیں نمایاں طور پر دیکھی
جاسکتی تھیں۔ اسکا چہرہ یوں دکھائی دیتا تھا جیسے سحر کی گود سے کسی نے سورج نکال
کر تیرگی کی چادر میں چھپی ان گنت نراش تنہائیاں بھر دی ہوں۔

صدف کی حالت دیکھتے ہوئے عروج بے چاری سرد ویرانیوں میں زخم زدہ
کرتی ہواؤں خشک کنویں ضبط کے غلاف میں سوچوں کے طوفان اور موت کی فضا
میں سسکتے لمحوں جیسی مایوس کن ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر وہ بے چاری اپنی بڑی بہن
کی حالت دیکھتے ہوئے تڑپ سی گئی۔ پیاس کی ماری اندھی ہرنی جیسی گھبراہٹ کا

شکار ہوتے ہوئے آگے بڑھی اور سوکھے پتوں کی سی آواز میں وہ صدف کو مخاطب کرتے ہوئے
چیخنے لگی۔

آپی کیا ہوا آپ کو آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے یہ آپ کے چہرے پر
آنسوؤں کی خشک دھاریں کیوں دکھائی دے رہی ہیں۔ صدف نے عروج کی اس
بات کا کوئی جواب نہ دیا اور وہ گاڑی کی پچھلی نشست پر ویسے کی ویسے بے سدھ
پڑی رہی لگتا تھا وہ بے ہوش پڑی ہوئی ہو اور اسے کسی چیز کا احساس تک نہ ہو۔
اپنی بڑی بہن کی یہ حالت دیکھتے ہوئے عروج بے چاری کی حالت پہلے ہی بری ہو
رہی تھی پھر اسے جو احساس ہوا کہ وہ بے ہوش پڑی ہوئی ہے۔ تو وہ سسکیاں
جن پر وہ اس سے پہلے قابو پاتی رہی تھی بے قابو ہوگئیں۔ بے چاری گاڑی کے
ساتھ ٹیک لگا کر اپنا منہ ڈھانپتے ہوئے سک سک کر رو دی تھی۔

دونوں کو صدف اور عروج کی حالت دیکھتے ہوئے خود رضوان بھی بوڑھے پیپل جیسے
ویران خاموش پیڑوں جیسے اداس مٹی کے ڈھیر جیسے افسردہ ہوگئے تھے۔ پھر بھی وہ
ذہن میں پڑنے والی گہری چوٹ اور ویرانے میں چھڑا ہے کے دکھیا گیت کی طرح
عروج کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگے

عروج میری بیٹی میری بچی تم ڈاکٹر ہو اپنی بڑی بہن کی یہ حالت دیکھتے ہوئے
نادانوں بچوں کی طرح سسکیاں لے لے کر رونا شروع کر دو گی اس پر میری
بیٹے آصف کی کیا حالت ہو گی تم ڈاکٹر ہو اپنی بہن کو سنبھالو اور دیکھو اسے
میرے بیٹی میں تو ایک عرصے بعد اپنے بچوں سے ملا ہوں ان کے بغیر میں اب
ناحق مرجاؤں گا

رضوان کے سمجھانے پر عروج اپنے آپ کو سنبھالنے لگی تھی چہرے سے ہاتھ

اٹھا کر اس نے ایک بار اپنے بڑے بھائی کی طرف دیکھا اور بے چاری کٹ اٹر
پس کر رہ گئی تھی اس نے دیکھا آصف بے چارہ ویران ٹیلوں سے لپٹ کر روئے
گزرتے لمحوں کی طرح غمگین مفلس کے جھونپڑے آلام کے مہیب سایوں جیسا
بے رونق ستاروں کے قافلوں کی تلاش میں بگولوں کے ہمسفر کسی مسافر کی طرح
مضطرب دکھائی دے رہا تھا اپنے بڑے بھائی کے چہرے سے نگاہیں ہٹا کر عروج نے
پھر صدف کی طرف دیکھا وہ بے چاری ابھی تک اس آوارہ بدلی کی طرح پڑی تھی
جسے پانی کی تلاش ہو وہ ابھی تک آندھی میں بجھتے دروازوں کی سی آوازوں جیسی
متحیر اور بجھتی بے شور سی رات میں جنگل میں بلند ہونے والی کسی صدا کی طرح
غمگین سی پڑی تھی اب عروج فیصلہ کن انداز میں حرکت میں آئی اور کار کا پچھلا
دروازہ اس نے کھولا صدف کے پہلو میں بیٹھ گئی اس کی نبض دیکھی استھوسکوپ
لگا کر اس کا جسمانی جائزہ لیا پھر وہ رضوان اور آصف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے
لگی

کسی بہت بڑے صدمے اور غم کی وجہ سے آپی بے ہوش ہو گئی ہے نہ جانے
انہیں کیا ہوا ہے ایسی حالت ان کی پہلے تو کبھی نہ ہوئی تھی پھر عروج نے اپنا ہاتھ
آگے بڑھایا اور صدف کا ناک پکڑا اس نے اس کی سانس بند کی جس پر صدف
ایک جھرجھری سی لی اور آنکھیں کھول دی تھیں تھوڑی دیر تک وہ عجیب
حیرت اور اضطرابی سی کیفیت میں رضوان آصف۔ عروج کی طرف باری باری دیکھتی
رہی۔ لگتا تھا کسی غم اور دکھ کی وجہ سے وہ بے چاری بجھ کر رہ گئی ہو۔ پھر
عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

عروج میری بہن ۔ مجھے گھر لے چلو اور کراچی میں آفاق سے میری بات کرا
عروج نے محسوس کیا کہ صدف کی آواز یوں بلند ہوئی تھی جیسے خاموشی کا شیشہ ا
کراتے لمحوں میں طفل معصوم کی آواز جگر کو لہو کرتے انداز میں بند کمرے
بھٹکتی آرزوؤں اور بے حال ہوتی گونجتی صداؤں کی طرح بلند ہوئی ہو۔ عروج

کچھ سوچا پھر وہ صدف کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

آپی پہلے یہ تو بتائیے آپ کو ہوا کیا۔ یہ آپ نے اپنی حالت کیا بنالی تھی
گاڑی کی پچھلی نشست پر آپ بے ہوش پڑی تھیں اور یہ آپ کے گالوں پر آپ
کے آنسوؤں کی دھاریں کیوں خشک ہو چکی ہیں۔ ہوا کیا تھا آپ کو۔ کسی نے کچھ
کہا آپ سے۔ کسی نے آپ سے زیادتی کی۔ اس پر صدف پھر اکھڑے اکھڑے
سے لہجے میں کہنے لگی۔

عروج میری بہن۔ میں کہہ تو چکی ہوں مجھے گھر لے چلو۔ اور کراچی میں افی
سے میری بات کراؤ۔ عروج اگر تم نے دیر کی تو سمجھنا تمہاری بڑی بہن خشک پتوں
کی طرح بکھر بکھر کر ختم ہو جائے گی۔

صدف کی یہ بات سن کر بے چاری عروج پھر رونے لگی تھی۔ اس پر رضوان
آگے بڑھے اور صدف کے گال سہلانے کے بعد بڑے پیارے انداز میں اس کے
سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگے۔

صدف میری بیٹی۔ میری بچی تمہیں کیا دکھ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ تم جو کچھ
ٹیلیفون پر افی سے کہنا چاہتی ہو میری بچی میری پیاری بیٹی مجھ سے کہو۔ میں تمہارا
باپ ہوں۔ مجھ سے تم کیا چھپانا چاہتی ہو۔ میری بچی۔ تم سب بہن بھائی ہی تو
میری نسلوں کی دولت۔ میری کشتی کے ساحل۔ میری محنت۔ میری جستجو کا حاصل
میری ذات کے شجر کا ثمر ہو۔ میری بچی تم بہن بھائی ہی تو میری امیدوں کے تنہا
ویرانوں میں میرا سرمایہ حیات اور رات کے سایوں میں سورج کا اجالا اور زمین
کے سینے پر برستی رات میں تم میرے لئے آزادی صبح کا پیغام ہو۔ میری بچی۔ میری
بیٹا کہو کیا بات ہے تمہارے ساتھ اس کار میں بیٹھے بیٹھے کیا معاملہ پیش آیا ہے۔
میری بیٹی مجھ سے کہو کیا بات ہے۔ اس پر صدف بولی اور کہنے لگی۔

ابا مجھے پہلے گھر لے چلیں میں آفاق سے بات بھی کروں گی اور آپ کو بھی
بتاؤں کہ مجھے کیا ہوا ہے۔ اس پر رضوان عروج کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگے

چلو گھر چلیں میں پیچھے بیٹھ کر صدف کو سنبھالتا ہوں آصف بیٹے تم آگے بہن کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ آصف اگلا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا وہ ملول اور پریشان تھا جبکہ رضوان صاحب پچھلی نشت پر بیٹھ کر صدف کو تسلی اور تشفی دینے لگے تھے۔ عروج نے بھی گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

صدف کے کہنے پر عروج نے گاڑی گھر کے سامنے رکوائی تھی۔ پھر صدف نے اگلی نشست پر بیٹھے ہوئے آصف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ آصف بھائی آپ اوپر جا کر آرام کریں میں افی سے بات کرنے کے بعد آپ کے پاس آتی ہوں۔ آفاق بے چارہ شائید صدف کی حالت پر اندر ہی اندر سلگ رہا تھا۔ یا یہ کہ وہ صدف کے ساتھ پیش آنے والے اس حادثے اور واقعہ سے ناواقف تھا۔ لہٰذا اس نے دروازہ کھولا اور چپ چاپ، اوپر کی منزل میں اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

عروج نے گاڑی اسٹارٹ کی اور اسپتال کے کمپاؤنڈ میں لا کھڑی کی تھی پھر وہ نیچے اتری، اتنی دیر تک رضوان اور صدف بھی گاڑی سے اتر چکے تھے۔ عروج رضوان اور صدف کو لے کر اپنے کمرے کی طرف چل دی تھی۔ ریسپشن کے سامنے سے گذرتے ہوئے صدف رکی اور صوبیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ صوبیہ میری پیاری بہن عروج کے کمرے میں آؤ۔ صوبیہ صدف کی یہ حالت دیکھتے ہوئے لرز اور کانپ کر رہ گئی تھی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں گالوں پر آنسوؤں کی خشک دھاریں صاف طور پر دکھائی دے رہی تھیں۔ گھبراہٹ اور پریشانی میں صوبیہ بے چاری اپنی بیساکھیاں سنبھال کر اٹھی اور صدف کے پیچھے پیچھے ہولی تھی۔۔

سب سے آخر میں کمرے میں داخل ہو کر جوں ہی صوبیہ نے دروازہ بند کیا صدف بیچاری پلٹی۔ بری طرح وہ صوبیہ سے لپٹ گئی پھر وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی۔ صوبیہ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے۔ صدف کو روتے دیکھ کر وہ بے چاری بھی سسک سسک کر رونے لگی تھی۔ پھر اس نے صدف کے گالوں پر بہتے آنسو اپنے رومال سے صاف کئے اور پوچھنے لگی۔

صدف میری بہن کیا ہوا مجھے بھی تو کچھ بتاؤ تم کیوں روتی ہو۔ آخر کیا ہوا تمہیں اپنی دونوں بہنوں کو گلے مل کر روتے دیکھ کر عروج بے چاری پگھل کر رہ گئی تھی صدف کے وہ نزدیک آئی اسے اپنے ساتھ لپٹایا پھر ایک صوفے پر اسے بٹھاتے ہوئے وہ پوچھنے لگی آپی لگتا ہے آپ میرا بھی ہارٹ فیل کر دیں گی بتائیے تو سہی کیا ہوا آپ کو۔ کچھ میں بھی تو جانوں مجھے بھی تو کچھ خبر ہو میری بہن کیا ہوا ہے۔ اتنی دیر تک رضوان بھی صدف کے پاس بیٹھ گئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگے بتاؤ میری بچی۔ کیا ہوا تمہیں۔ اس پر صدف بے چاری نے ایک بار بڑی بے بسی سے باری باری۔ صوبیہ عروج اور رضوان کی طرف دیکھ پھر وہ کہنے لگی۔

ابا ہماری بدقسمتی۔ آصف بھائی کو کینسر جیسی موذی مرض لاحق ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔ صدف کے اس انکشاف پر صوبیہ بے چاری ویران راہگزر۔ اداسی کے غبار۔ علاج و مداروے سے باہر مرض۔ مفلس کی جوانی اور بیوہ کے شباب جیسی غم زدہ ہو کر رہ گئی تھی۔ اب وہ شاید صدف کے رونے کا مطلب سمجھ چکی تھی۔ تاہم رضوان صاحب اور عروج کے چہرے پر کسی قسم کے تاثرات نہ تھے۔ وہ اس لئے کہ دونوں باپ بیٹی آصف کی اس بیماری سے پہلے ہی آگاہ اور واقف تھے۔

رضوان بولے اور صدف کو مخاطب کر کے پوچھنے لگے۔ صدف۔ میری بیٹی۔ میری بچی کیا یہی اطلاع تم ٹیلیفون پر افی کو دینا چاہتی ہو۔ اس پر صدف نے جب اثبات میں سرہلایا تو رضوان فکر گیر سی آواز میں کہنے لگے۔

بیٹی۔ آفاق بے چارہ اپنے کام کے سلسلے میں دن رات بھاگا پھر رہا ہوگا۔ پھر اسے یہ اطلاع دے کر پریشان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ اطلاع ملتے ہی وہ بے

چارہ گھر کی طرف دوڑ پڑے گا اور جس کام کے لئے گیا ہوا ہے اس میں دلچسپی نہیں لے گا۔ جس کی وجہ سے ہو سکتا ہے جس پارٹی کے ساتھ اسنے معاہدہ کیا ہوا ہے وہ پارٹی وہ معاہدہ ہی ختم کر دے۔ جواب میں صدف بولی اور کہنے لگی۔

ابا اس موضوع پر اگر میں نے آفاق سے بات نہ کی تو میرے ذہن کا بوجھ ویسے کا ویسا ہی رہے گا۔ اور لگتا ہے کہ میں نے زیادہ دیر تک برداشت کیا تو میرا سر پھٹنے کے قریب پہنچ جائے گا۔ اپنی بہن کی یہ حالت دیکھتے ہوئے عروج فوراً حرکت میں آئی اور کراچی کے نمبر ڈائیل کرنے لگی تھی۔ دوسری طرف صوبیہ نے صدف کا دل بہلانے کی خاطر پوچھا۔

صدف آپی۔ آخر آپ کو ہسپتال میں کس نے بتایا کہ بھائی کو کینسر ہے۔ اس پر صدف پھر بولی اور کہنے لگی۔

ثوبیہ میری بہن۔ ابا اور عروج بھائی کو ڈاکٹر کے پاس لے گئے تھے مجھے کار ہی میں بٹھا کر چھوڑ گئے تھے۔ جن دنوں بھائی میو ہسپتال کے وارڈ میں داخل تھے ان دنوں چونکہ میرا وارڈ میں بہت آنا جانا تھا لہٰذا کچھ نرسیں میری واقف ہو گئی تھیں میں کار میں بیٹھی ہوئی تھی کہ میری جاننے والی دو نرسیں وہاں سے گذریں۔ انہوں نے مجھ سے ہسپتال میں آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے کہا کہ بھائی کے درد رہتا ہے اسے دکھانے کے لئے لائے ہیں۔ اس پر ان میں سے ایک نے مجھ پر انکشاف کیا کہ آصف بھائی کو جگر کا کینسر ہے لیکن ڈاکٹروں نے اس وقت ہمیں نہیں بتایا تھا کہ ہم لوگ پریشان نہ ہوں۔ اس نرس نے کہا تھا اس کا ذکر کسی اور سے نہ کیجئے گا۔ اور یہ کہ میں اس لئے بتا رہی ہوں تاکہ آپ اپنے بھائی سے متعلق محتاط رہیں اور معقول علاج کروا سکیں۔ صدف کی یہ گفتگو سن کر صوبیہ بے چاری بھی رونے لگی تھی۔ اتنی دیر تک عروج نمبر ملا کر انتظار کرنے لگی تھی پھر دوسری طرف سے سندس کی آواز سنائی دی ۔ اس کی آواز سنتے ہی عروج بولی اور کہنے لگی۔

سندس میں عروج بول رہی ہوں تم کیسی ہو۔ سندس نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر بہن شکر ہے خدا کا ۔ تم نے بھی ٹیلیفون تو کیا ہے۔ آفاق کا آپ بالکل فکر نہ کریں وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ میں ان پر نگاہ رکھے ہوئے ہوں۔ ان کی ہر ضرورت ہر مانگ کا خیال رکھتی ہوں۔ اس پر عروج بے چاری پھر غمگین سی آواز میں کہنے لگی ذرا آفاق کو بلا دو۔ ایک اہم موضوع پر صدف باجی اس سے بات کرنا چاہتی ہیں۔ دوسری طرف سے سندس کی چونکتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

عروج بہن کیا بات ہے۔ آپ کا لہجہ کچھ الجھا الجھا سا اور آواز پھٹی سی سنائی دے رہی ہے اس پر عروج بے چاری رو دینے کے سے انداز میں کہنے لگی۔

سندس میری بہن کچھ مت پوچھو۔ مصیبت آن پڑی ہے۔ دوسری طرف سے سندس کی پریشان سی آواز سنائی دی۔ کیسی مصیبت ڈاکٹر بہن۔ ذرا تفصیل سے کہو۔ عروج کہنے لگی۔

سندس میری بہن۔ بات یوں ہے کہ گذشتہ چند روز سے آصف بھائی کے درد تھا آج انہیں ہم میو اسپتال دکھانے کے لئے لے گئے۔ صدف آپی کو میں نے کار میں ہی بیٹھا رہنے دیا۔ جبکہ میں اور پاپا آصف کو لے کر گئے۔ اس دوران ہماری بدقسمتی کہ آپی کی جاننے والی چند نرسیں وہاں سے گذریں انہوں نے اسپتال آنے کی وجہ پوچھی۔ آپی نے وجہ بتائی۔ ان میں سے ایک نرس نے آپی پر یہ انکشاف کر دیا کہ آپ کے بھائی کو کینسر ہے لہٰذا اس کا خیال رکھیں اور علاج کرائیں لیں اس انکشاف نے آپی کو پریشان کر رکھا ہے۔ اور آپی اسی سلسلے میں آفاق سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔ اس پر سندس بے چاری پریشان کن لہجے میں بولی اور کہنے لگی۔

اس سلسلے میں آفاق سے بات کرنے کی کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ کراچی میں بے چارے پریشان ہوں گے ان دنوں وہ بہت پر سکون ہیں اور بڑی دل جمعی کے

ساتھ اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اس پر عروج بولی اور کہنے لگی سندس بہن تمہارا کہنا ٹھیک اور درست ہے لیکن جو حالت اس وقت آپی کی ہو رہی ہے میں جانتی ہوں۔ آپی اور صوبیہ دونوں اس وقت میرے سامنے بیٹھی رو رہی ہیں۔ صوبیہ بے چاری کو تو اب پتہ چلا ہے صدف آپی کی حالت بہت بری ہو رہی ہے۔ آفاق سے بات کرنا بہت ضروری ہے۔

ہو سکتا ہے آفاق سے بات کرنے کے بعد ان کی ذہن کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے۔ اور یہ سکون محسوس کریں۔ سندس شائد معاملے کی نزاکت کو سمجھ گئی تھی لہٰذا وہ کہنے لگی۔

عروج بہن۔ آپ تھوڑی دیر کے لئے رکئے میں فوزیہ کو بلاتی ہوں خود دوسرے کمرے میں جاتی ہوں پھر فوزیہ۔ آفاق کو بلا کر لاتی ہے۔ سندس نے ریسیور میز پر رکھ دیا پھر وہ فوزیہ کے کمرے میں گئی اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ فوزیہ بھاگی بھاگی آفاق کے کمرہ میں آئی۔ آفاق بھائی جلدی کیجئے آپ کا فون ہے۔ آفاق نے رسالہ رکھ دیا۔ بھاگتے بھاگتے فوزیہ کے پیچھے دوسرے کمرے میں داخل ہوا ریسیور اس نے اٹھایا اور بولا میں آفاق بول رہا ہوں۔

دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ انی میرے پیارے بھائی میں عروج بول رہی ہوں پہلے صدف آپی سے بات کرو اس کے بعد میں اور ابا تم سے بات کریں گے اس کے بعد ہی عروج نے اپنے سامنے بیٹھی ہوئی صدف سے کہا آپی آپ بھی آئیں آفاق اس وقت لائین پر ہے اس سے بات کر لیں صدف تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھی۔ آگے بڑھ کر اس نے عروج سے ریسیور لے لیا پھر وہ آفاق کو مخاطب کرتے ہوئے روتی اور بین کرتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

انی۔ میرے بھائی۔ ہم لٹ گئے۔ ہم برباد ہو گئے۔ تقدیر کے لب ہمارے خلاف جنبش میں آچکے ہیں۔ آتش فشاں کے دہانے ہمارے لئے کھل گئے ہیں۔ انی ہم سب کے بے نور چہروں پر ساری تدبیریں دم توڑ رہی ہیں۔ ہماری تعبیریں رنگوں - تجزیئیں سر ابھارنے لگی ہیں۔ اس پر آفاق نے گھبرائی آواز میں پوچھا۔ صدف آپی۔ پہیلیاں مت بجھاؤ تم کیوں رو رہی ہو۔ کیا بات ہے کسی نے تمہیں کچھ کہا ہے۔ اس پر صدف پھر روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

انی میرے بھائی۔ کسی نے مجھے کیا کہنا ہے ہمارے تو منہ پر تقدیر نے ہی طمانچہ دے مارا ہے۔ انی۔ آصف بھائی کو کینسر ہے۔ دوسری طرف صدف سے یہ انکشاف سن کر آفاق کے ہونٹوں پر قفل سا لگ گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ بے چارہ اپنے ہونٹ کاٹ کاٹ کر اپنے آپ کو ضبط کرتا رہا۔ جس کمرے میں وہ ٹیلیفون اٹینڈ کر رہا تھا اس کے ساتھ والے کمرے میں دروازہ تھوڑا سا کھول کر سندس پردے کی اوٹ میں آفاق کو برابر دیکھے جا رہی تھی۔

اس ہولناک انکشاف پر آفاق تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر اس کے منہ سے دھکتی ہوئی آواز نکلی جیسے تاریکیوں میں ڈوبے کسی زندان میں کسی قیدی کے نالے کی آواز گونج اٹھی ہو۔ یا افق پر عیاں ہونے والی کالی کالی بدلیوں سے کوئی مجبور اور بے بس پرندہ سسکارتے ہوئے گزرا ہو۔ آپی یہ تم نے کیا بات کہہ دی ہے۔ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ آصف بھائی کو کینسر ہے۔

جواب میں صدف بولی اور کہنے لگی۔

انی گذشتہ کئی دن سے آصف بھائی اپنے درد کی تکلیف کا اظہار کر رہے تھے۔ آج میں عروج اور ابا انہیں لے کر اسپتال گئے۔ ابا اور عروج انہیں ایمرجنسی میں لے گئے میں کار میں ہی بیٹھی رہی۔ انی تمہیں یاد ہوگا جس وارڈ میں بھائی داخل تھے اس میں لمبے قد کی گورے رنگ کی ایک نرس تھی جو ہمارے بھائی کا بڑا خیال رکھتی تھی۔ تمہاری اور میری بھی خیر خیریت اکثر پوچھتی رہتی تھی۔ اس نے مجھے جب گاڑی میں دیکھا تو مجھ سے وہ ملی پوچھنے لگی میں اسپتال کیوں آئی ہوں۔ میں نے کہا بھائی کے تکلیف ہے اسے اسپتال لائے ہیں۔ اس پر اس نے مجھ پر انکشاف کیا کہ آصف بھائی کو جگر کا کینسر ہے لیکن ڈاکٹروں نے اس وقت

نہیں بتایا تھا تاکہ مریض پر اس کا کوئی برا اثر نہ ہو۔ افی میرے بھائی یہ ایک ایسی بیماری ہے جس کا کوئی علاج کوئی مداوا نہیں ہے۔

صدف تھوڑی دیر تک خاموش رہی۔ شاید وہ آفاق کی طرف سے کچھ سننا چاہتی تھی لیکن آفاق تو جیسے خاموشیوں کے گہرے ساگر میں ڈوب گیا تھا اس کی سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی تاہم لگتا تھا اس بے چارے کا منہ ہی کسی نے سی دیا ہو۔ اس پر صدف بے چاری ایک بار پھر اذیت و کرب کے زیر و بم میں ایک سسکتی ہوئی دلدوز ہچکی اور چیخ کی طرح بولی اور کہنے لگی۔

افی۔ میرے بھائی۔ ہم سب کا بڑا بھائی آصف اپنا خون بیچ کر ہم سب کی پرورش کرتا رہا ہے وہ ہمارے لئے نئے ساحلوں کا ملاح۔ نئی منزل کا رہنما اور اندھیرے کنوئیں کے اندر نئی جستجو اور اجالوں کی وسعت بن کر رہا ہے۔ افی مجھے یوں محسوس ہونے لگا ہے جیسے موت کی بھوکی نگاہیں میرے بھائی پر جم گئی ہیں۔ جیسے زندگی کی زنجیر توڑ کر مرگ ہمارے بھائی کو ہم سے چھیننے لگی ہے۔ افی آصف بھائی کو کچھ ہو گیا تو میں دوسروں کو تو نہیں جانتی لیکن میں صدف دکھ کے نیزے کی انی اور موت و مصیبت بھرے دنوں کا شکار ہو کر رہ جاؤں گی۔

اتنا کہنے کے بعد صدف ایک بار پھر خاموش ہو گئی تھی۔ شاید وہ آفاق کو بولنے کا موقع دینا چاہتی تھی۔ لیکن صدف بے چاری پس کر رہ گئی اس لئے کہ دوسری طرف آفاق کچھ بولنے کے بجائے ہچکیوں اور سسکیوں میں رونے لگا تھا۔ آفاق کو روتے سن کر صدف بھی بے چاری بارود کی طرح پھٹ پڑی تھی اور زور زور سے رونے لگی تھی۔ ریسیور اس نے میز پر رکھ دیا تھا وہ نشست پر گر سی گئی اور اپنا سر تھام کر زور زور سے رونے لگی تھی۔ صدف کی یہ حالت دیکھتے ہوئے صوبیہ بیساکھیوں کے سہارے آگے بڑھی ریسیور اس نے اٹھایا اور کہنے لگی۔

افی۔ میرے بھائی میں ثوبیہ بول رہی ہوں۔ لیکن ثوبیہ بے چاری بھی اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکی جونہی اس نے بھی ٹیلیفون پر آفاق کو ہچکیاں اور سسکیاں لیتے ہوئے سنا اس نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ بیساکھیاں اس کے ہاتھوں سے گر گئی اور وہ بے چاری بڑی بے بسی کے عالم میں فرش پر گر گئی تھی۔ عروج اٹھ کر آگے بڑھی اور صوبیہ کو سنبھالنے لگی تھی اتنی دیر تک رضوان صدف کے قریب آئے اس کا سرچوما اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھتے ہوئے کہنے لگے۔

صدف میری بیٹی۔ میری بچی۔ تم کیوں رنج و غم سے اپنے آپ کو ہلکان کرتی ہو۔ کیوں دکھ اور الم کو اپنے دل میں گھر کرنے دیتی ہو۔ میری بیٹی میری بچی زندگی کے اس سمندر میں اب تو اکیلی نہیں ہے۔ تیرا باپ تیرے ساتھ ہے۔ تیری بہنیں۔ تیرا ماموں۔ تیرا چھوٹا بھائی تیرے ساتھ ہے۔ پھر تو کیوں مظلوم کے آنسو۔ زندان کی طرف جانے والی راہوں کی طرح اداس ہوتی ہے۔ میری بیٹی۔ میری بچی۔ میرے ہوتے ہوئے تو کیوں اپنے آپ کو آنسو کے کنوئیں میں ڈبوتی ہے۔ اس سے آگے رضوان بے چارے بھی کچھ نہ کہہ پائے تھے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ اور آواز ڈوب کر رہ گئی تھی دوسری طرف عروج بے چاری خود بھی رو رہی تھی اور ہچکیاں لیتی ہوئی صوبیہ کو بھی سنبھالا دے رہی تھی۔

ثوبیہ کو سنبھالتے سنبھالتے عروج نے رضوان کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

پاپا! آپ آپی کو سنبھالیے میں خود افی سے بات کرتی ہوں۔ رضوان آگے بڑھ کر صدف کو تسلی دینے لگے۔ گری ہوئی ثوبیہ کو فرش پر ہی بٹھانے کے بعد عروج بے چاری ٹیلیفون کی طرف لپکی۔ ریسور اس نے اٹھایا اور جب اس نے ٹیلیون پر آفاق کو ہچکیاں اور سسکیاں لیتے ہوئے سنا تو وہ بے چاری بھی پس کر رہ گئی تھی۔ دوسری طرف سندس بے چاری دوسرے کمرے میں پردے کے پیچھے کھڑی ہو کر آفاق کو روتے ہوئے دیکھ کر خود بھی رو رہی تھی۔ اور اپنے منہ پر ہاتھ رکھے وہ اپنی سسکیوں اور ہچکیوں کو بڑی مشکل سے روکنے میں کامیاب ہو رہی تھی۔ عروج بولی اور روتی ہوئی آواز میں آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

انی۔ میرے عزیز۔ میرے پیارے بھائی۔ میں تمہاری بہن عروج بول رہی ہوں۔ انی رو مت میرے بھائی۔ تمہارے رونے سے ہم بہنوں کی کیا حالت ہوگی۔ تم ہمارے لئے تو ایک ستون اور روشنی کا مینار ہو۔ اگر ۔ اگر تم ہی میرے بھائی یوں روتے رہے۔ تو ہم تینوں بہنیں تو زندہ لاش بن کر رہ جائیں گی۔ عروج نے آفاق کو کافی سمجھایا پر اس کی ہچکیاں اور سسکیاں تھیں کہ رکنے کا نام ہی نہ لیتی تھیں۔ پھر عروج نے رضوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پاپا آپ خود آفاق سے بات کریں۔ وہ ٹیلیفون پر بری طرح رو رہا ہے۔ کسی کی بات ہی نہیں سنتا۔ رضوان بے چارہ تڑپ کر آگے بڑھا۔ ریسیور انہوں نے عروج سے لے لیا پھر وہ بڑی نرم اور شفقت بھری آواز میں آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

آفاق میرے بیٹے۔ میرے بچے میں تمہارا باپ رضوان بول رہا ہوں۔ تم تو اپنے باپ کا جوان سہارا ہو میرے بچے۔ رونا تو ہمیں چاہئے تھا اور تم کو ہمیں دلاسہ دیتے ہوئے چپ کرانا چاہتے تھے جب تم ہی میرے بچے بارود کی طرح پھٹ پڑو گے تو ہم تو غم اور دکھ کی آگ میں ہی جل کر رہ جائیں گے۔ میرے بچے میرے بیٹے۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ میری بات غور سے سنو۔

رضوان صاحب کے اس طرح سمجھانے پر آفاق نے اپنے آپ کو کچھ سنبھالا۔ پھر بڑی مشکل سے ضبط کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔ کہیں آبا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ اس پر رضوان پھر بولے اور کہنے لگے۔

انی۔ میرے بیٹے۔ میرے بچے۔ تمہاری تینوں بہنیں عروج کے دفتر میں بیٹھی اس وقت رو رہی ہیں۔ عروج میرے سامنے میز کے قریب کھڑی آنسو بہا رہی ہے۔ میز کے سامنے کرسی پر سر جھکائے بیٹھی صدف رو رہی ہے۔ اور تمہارے ساتھ دو لفظوں کی گفتگو کر کے صنوبیہ بے چاری فرش پر گر پڑی اور ابھی تک فرش پر بیٹھی رو رہی ہے۔ میرے بیٹے خود اپنی بہنوں سے بات کرو انہیں تسلی دو۔ تمہارے تسلی دینے سے وہ سنبھل جائیں گی بیٹے تم ان کے بھائی ہو وہ تمہاری طرف سے تسلی چاہتی ہیں اور بیٹے آصف کو ہم یوں تو نہیں چھوڑ دیں گے ۔ جہاں تک مجھ سے ہو اہیں اس کا علاج کراؤں گا۔ بیٹے میں اپنی جان تک فروخت کر دوں گا لیکن اپنے بیٹے کا کچھ نہ کچھ کر کے رہوں گا۔ جواب میں آفاق بولا اور کہنے لگا۔

ابا آپ کسی سے بات کریں کسی ہسپتال میں جائیں کسی کلینک میں جائیں ان سے کہیں کہ میرا جگر نکال کر میرے بھائی کو لگا دیں۔ اب اپنے بھائی کو کسی بھی صورت موت کا شکار ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکوں گا۔ اس پر رضوان خفگی میں کہنے لگے بیٹے ایسی بدشگونی کی باتیں نہیں کرتے۔ اس پر عروج نے تڑپ کر پوچھا انی کیا کہتا ہے پاپا۔ جواب میں رضوان صاحب مایوسی میں کہنے لگے۔ کہتا کیا ہے بیٹے کہتا ہے ابا آپ کسی ہسپتال اور کلینک میں جائیں اور ان سے کہیں کہ میرا جگر نکال کر میرے بڑے بھائی کو لگا دیں اس پر صدف عروج اور صنوبیہ بے چاری اور بری طرح رونے لگیں تھیں۔

سنو انی بیٹے میں یہاں کوشش کرتا ہوں مختلف ڈاکٹروں سے مشورہ کرتا ہوں اس بیماری کے اسپشلسٹوں سے بھی ملتا ہوں۔ تم بھی کراچی میں بھاگ دوڑ کرو اس بیماری کے جو اسپیشلسٹ ہیں ان سے ملو کوئی بے چارے دیسی دوائیاں دینے والے بھی ہوں گے ان سے بھی بات کرو شاید اللہ میرے بیٹے کو کسی نہ کسی بہانے اس روگ اس بیماری سے نجات دے دے اور سنو اپنی بہنوں سے بات کرو انہیں تسلی دو تمہارے سمجھانے پر یہ رونا بند کریں گی اس پر آفاق اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے بولا اور کہنے لگا۔ ذرا میری ان سے باری باری بات کرائیں۔ میں انہیں سمجھاتا ہوں ابا آپ بے فکر رہیں اس پر ریسیور رضوان نے عروج کو تھما دیا اور کہنے لگے میری بیٹی میری بچی لو بھائی سے بات کرو۔

عروج نے جونہی ریسیور کان سے لگایا دوسری طرف سے آفاق کی آواز سنائی دی۔ عروج میری بہن صبر سے کام لینا میں جانتا ہوں تم میری بڑی صابر میری بڑے

پختہ عزائم رکھنے والی بہن ہو تم ڈاکٹر ہو تم اپنے آپ کو ضبط اور قابو رکھنے کے طریقے جانتی ہو۔ اپنے ساتھ صدف اور ثوبیہ کو بھی سنبھالا دینا ان کے دل چھوٹے ہیں اور پھر زندگی میں جو انہوں نے دکھ اور تکلیفیں دیکھیں ہیں انہوں نے ان دونوں کو کچل مسل کر رکھا ہوا ہے اپنے گھر کی چھوٹی سی تکلیف پر بھی وہ بے چاری پریشان ہو جاتی ہیں۔

آفاق کی اس گفتگو پر عروج نے واقعی اپنے آپ کو سنبھالا پھر وہ بڑے عزم کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

انی میرے بھائی تم فکر مند نہ ہو۔ اور سنو جس طرح پاپا نے کہا ہے اس طرح چند روز میں کراچی میں بھائی کے علاج کے لئے جدوجہد کرو جلد ہی میرے بھائی تم گھر لوٹ آؤ۔ اب کراچی میں زیادہ دن قیام کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ صدف ثوبیہ کو تسلی دو اس کے ساتھ ہی ٹیلیفون اٹھا کر عروج صوبیہ کے قریب لے گئی اور ریسور اس کے کانوں سے لگا دیا دوسری طرف سے آفاق کی آواز پھر سنائی دی۔

منی میری بہن اب رونا بند کر دو دیکھ میری بہن دکھ تکلیف سب کو ملتی ہے ہم تو وہ بہن بھائی ہیں جو بچپن سے ہی ایسے دکھ اور تکلیف جھیلتے چلے آئے ہیں۔ جس طرح پہلی تکلیفیں مٹ گئی ہیں اسی طرح میرے اللہ کو منظور ہوا تو یہ بھی تکلیف جاتی رہے گی۔ اور ہمارا بھائی ہمارے درمیان زندہ و سلامت رہے گا منی دیکھو میری اچھی میری پیاری بہن ذرا مجھے بول کے دکھاؤ اور بولنا بھی مسکراتے ہوئے جس طرح تم عام زندگی میں میری بات مانتے ہوئے مسکرا دیتی تھیں آفاق کی اس بات پر صوبیہ کے چہرے پر واقعی آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی ہلکی سی مسکراہٹ کھل گئی پھر وہ کہنے لگی انی میرے بھائی میں ٹھیک ہوں تم فکر مند نہ ہونا اور ہاں جس طرح عروج بہن نے کہا ہے چند دن وہاں بھائی کے علاج کے لئے جستجو کرنے کے بعد تم جلد گھر لوٹ آنا اب گھر میں پہلے کی نسبت تمہاری زیادہ ضرورت ہے۔

اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا۔ ذرا ٹیلیفون صدف آپی کو دو۔ اس پر صوبیہ نے عروج سے کہا انی کہتا ہے صدف سے میری بات کرواؤ اس پر عروج نے ٹیلیفون اٹھایا اور ریسور صدف کو تھماتے ہوئے کہا آپی لیں بھائی سے بات کریں۔

صدف نے اپنے بکھرے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیر کر انہیں درست کیا اب وہ اپنے آپ کو کسی قدر سنبھال چکی تھی ریسور اس نے تھاما اور لرزتی کانپتی آواز میں وہ کہنے لگی انی میرے بھائی میری آواز سن رہے ہو۔ جواب میں آفاق کہنے لگا سن رہا ہوں آپی آپ تو بڑی بہن ہیں بڑی بہن تو ماں کی جگہ ہوتی ہے ماں تو گھروں کے بجھتے دیوں کو روشنی عطا کرتی ہے ماں تو ہر سانس سے گھر میں نئی خوشبو بکھیرتی ہے تم کیسی ماں ہو خود روتی ہو دوسروں کو بھی رلاتی ہو۔ اس پر صدف بولی اور کہنے لگی تم نے مجھے کونسی تسلی دی ہے انی تم جب رو پڑے تو پھر میرے لئے بات کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ لہٰذا میں نے ریسیور رکھ دیا آفاق کی آواز پھر سنائی دی۔

اچھا ان سب باتوں کو بھول جاؤ۔ اب ہم سب نے ملکر اپنے بھائی کی اس بیماری کے خلاف جنگ کرنی ہے مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ ہم اپنے بھائی کو اس دہلیز پر نہ کھڑا ہونے دیں گے جو موت کی وادیوں کی طرف جاتی ہے۔ ہم اپنے بھائی کو اس راہ کا شکار نہ ہونے دیں گے جو مرگ کے صحراؤں میں گم ہو جاتی ہے۔ صدف میری بہن ہم سب بہن بھائی مل کر کائنات کی اقلیدس میں اپنے بھائی کے لئے آزادی کے قدموں کی طرح صحت اور خوشحالی کی علامت بن کر رہ جائیں گے۔

آفاق کی ان باتوں سے صدف کو کچھ تسلی ہوئی تھی لہٰذا وہ بولی تم ٹھیک کہتے ہو ہم سب بہن بھائی آصف کے لئے اپنی جان تک لٹا دیں گے اور ہاں انی تم

کراچی میں چند اچھے معالجوں سے ملو اور ان سے اس بیماری کے علاج کے لئے مشورہ کرو ہو سکتا ہے ہمارے بھائی کے علاج کی کوئی راہ نکل آئے دیسی علاج کرنے والا کوئی ملے تو اس سے بھی بات کرو ہو سکتا ہے کوئی چیز میرے بھائی کی صحت کا باعث بن جائے آفاق کہنے لگا آپی تم فکر مت کرو میں آج ہی سے اپنے کام کی ابتدا کروں گا میں مختلف اسپشلسٹوں سے ملوں گا۔ دیسی علاج کرنے والوں سے بھی مشورہ کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ کوئی نہ کوئی راہ ضرور نکل آئے گی۔

صدف کی آواز آفاق کو پھر سنائی دی۔

سنو آفاق اس بھاگ دوڑ کے لئے تمہیں پیسوں کی ضرورت تو ہوگی سنو میں عروج سے بات کرتی ہوں وہ تمہیں مزید پیسے بھجوانے کا بندوبست کرتی ہے اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا آپی مزید پیسے بھجوانے کی کیا ضرورت ہے اس پر صدف ڈانٹ دینے کے انداز میں کہنے لگی۔ کیوں ضرورت نہیں ہے ضرورت ہے میرے بھائی تم مختلف ڈاکٹروں سے ملو گے۔ اسپشلسٹوں سے ملو گے وہ مفت تو تمہاری بات نہیں سنیں گے آخر تم سے فیس لیں گے صدف یہیں تک کہنے پائی تھی کہ عروج قریب آئی اور ریسور صدف سے لیتے ہوئے کہنے لگی باجی مجھے دیں میں خود بھائی سے بات کرتی ہوں صدف نے ریسور عروج کو تھما دیا تھا عروج بولی اور کہنے لگی۔

افی میرے بھائی تم ایسا کرو فوزیہ کو بلاؤ میں اس سے بات کرتی ہوں وہ تمہیں پانچ ہزار روپیہ دیں گے وہ رقم تم ان سے لے لینا بھائی کے علاج کے لئے جو تم مختلف ڈاکٹروں سے کنسلٹ کرو گے تو اس سلسلے میں وہ تم سے فیس نہیں لیں گے لہذا تمہارے پاس رقم ہونی چاہیے۔ اور ہاں افی میں یہاں سے فوزیہ کے نام پانچ ہزار کا ڈرافٹ آج یا کل بنوا کر بھیج دوں گی تم فکر مند مت ہونا۔ اب تم ایسا کرو مزید گفتگو بند کرو جا کے اپنے کمرے میں آرام کرو فوزیہ کو بلاؤ میں اس سے بات کرتی ہوں اور ہاں ان سے پانچ ہزار روپے وصول کر لینا جواب میں آفاق کہنے لگا اچھا میری بہن جیسا تم کہتی ہو میں ویسا ہی کروں گا اس موقع پر رضوان بولے اور عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

کیا ہوا عروج میری بیٹی میری بچی فون بند نہیں کرنا آفاق سے کہنا مجھ سے بات کرے اس پر عروج بولی اور کہنے لگی افی بابا تم سے بات کرنا چاہتے ہیں میں ریسور انہیں دیتی ہوں لو ان سے بات کرو اس کے ساتھ ہی ریسور عروج نے رضوان کو تھما دیا تھا رضوان ریسور سنبھالتے ہوئے بولے اور کہنے لگے۔

افی میرے بیٹے میں اس موقع پر تمہیں دو اچھی خبریں اور ایک بری خبر سنانا چاہتا ہوں اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا ابا آصف بھائی کو کینسر ہو گیا ہے اس سے بڑھ کر ہمارے لئے کیا بری خبر ہو سکتی ہے اس پر رضوان کہنے لگے۔

میرے بیٹے میرے بچے فی الحال تم آصف کی بیماری کو بھول جاؤ اللہ پاک میرے بیٹے کو شفا دے گا بری خبر جو میں تمہیں سنانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ چند دنوں تک تمہاری سوتیلی ماں ثمینہ خاتون اور اس کا بھتیجا فرخ لندن سے لوٹ رہے ہیں ثمینہ خاتون عروج کی شادی فرخ سے جلدی کر دینے پر زور دے گی جبکہ عروج کی شادی ہم نے ڈاکٹر تنویر کے ساتھ طے کر دی ہے اس پر شاید ثمینہ پرزے نکالے اور اپنے بدمعاش بھائیوں کو بیچ میں لا کر ہم پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کرے جواب میں آفاق بولا اور کہنے لگا۔

ابا یہ عروج بہن کی زندگی اور موت کا سوال ہے میں جانتا ہوں فرخ کو عروج پسند نہیں کرتی اور وہ ڈاکٹر تنویر کو پسند کرتی ہے لہذا اس کی شادی ڈاکٹر تنویر سے ہوگی۔ اس سلسلے میں آپ کسی قسم کا دباؤ قبول کرنے سے انکار کر دیں اگر اپنے بھائیوں کے ذریعے ثمینہ خاتون بدمعاشی کرنے کی کوشش کرتی ہے تو آپ سارے کھیل کی اطلاع برکت بھائی کو کر دیں وہ سب کچھ خود ہی سنبھال لیں گے اس پر رضوان مطمئن انداز میں کہنے لگے۔

بیٹے تم مطمئن رہو برکت ابھی ابھی یہاں سے اٹھ کر گیا ہے اسے میں نے

سارے حالات سے آگاہ کر دیا ہے اور اسے کہا ہے کہ ثمینہ خاتون اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر جس کو جی چاہے لے آئے وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اس پر آفاق خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا ہاں ابا برکت بھائی جو کہتے ہیں وہ کر گزرنے کا عزم بھی رکھتے ہیں رضوان پھر بولے اور کہنے لگے۔

آفاق میرے بیٹے ثمینہ خاتون کے آنے کی یہ تو بری خبر ہے اب میں تمہیں دو اچھی خبریں سناتا ہوں پہلی اچھی خبر یہ ہے کہ آج ہی گاؤں سے برکت کا تایا اور اس کی بیٹی شکیلہ آئے ہیں تایا کا نام رحمت اور اس کی بیٹی کا نام شکیلہ ہے یہ وہی شکیلہ ہے جو کبھی برکت کی منگیتر ہوا کرتی تھی۔ اور جب برکت نے قتل و غارتگری کی تو اس کے بعد اس کی شادی شکیلہ سے نہ ہو سکی تھی اب آج شام برکت کا شکیلہ کے ساتھ نکاح ہے اس کے تایا کو اس کے گاؤں کے جاگیردار نے 25 بیگھ زمین سے محروم کر کے نکال دیا ہے۔ برکت آج ہی اس جاگیردار سے انتقام لینے کے لئے روانہ ہونا چاہتا تھا۔ لیکن ہم نے اس کو روک دیا ہے۔ اور آج شام اس کی شادی کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

آفاق میرے بیٹے دوسری خوشخبری یہ ہے کہ برکت نے آصف کے لئے ایک لڑکی تلاش کر لی ہے۔ میں تو چاہتا تھا آصف کا نکاح بھی آج ہی اس لڑکی سے ہو جاتا لیکن بیٹے تمہارے بھائی کے نکاح اور شادی میں تمہاری شمولیت بہت ضروری ہے۔ لہٰذا سب نے مل کر یہ مشورہ کیا ہے کہ اب آفاق اکیلے کی نہیں بلکہ اس کے ساتھ صدف اور صوبیہ کی بھی شادی ہوگی۔ لہٰذا میں نے ڈاکٹر ثروت اور ریحان کو کہہ دیا ہے کہ وہ جنید اور شعیب کے گھر والوں سے بات کر کے صدف اور صوبیہ کی شادی کے لئے تاریخ پکی کریں۔ میرے بیٹے۔ میرے بچے چند دنوں تک یہ تاریخ بھی طے ہو جائے گی۔ اور پھر اس کے بعد آصف صدف اور صوبیہ کی شادی کر دیں گے۔ ان شادیوں کے بعد میرے بیٹے میں تمہاری اور عروج کی شادی ایک ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ میں تو تم پانچوں بہن بھائیوں کی شادی ایک ساتھ ہی کرنا چاہتا تھا لیکن برکت کہنے لگا کہ نہیں۔ پہلے آصف صوبیہ اور صدف کی کریں۔ اور آفاق اور عروج کو رہنے دیں تاکہ یہ دونوں بہن بھائی مل کر اپنی دونوں بڑی بہنوں اور بھائی کی شادی کے سارے انتظامات کریں۔ اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا۔ ابا برکت بھائی ٹھیک کہتے ہیں۔ میں اور عروج بہن دونوں مل کر اپنے بڑے بھائی اور بہنوں کی شادی کا انتظام اور اہتمام کریں گے۔ ساتھ ہی رضوان نے ریسیور عروج کو تھما دیا تھا۔

عروج بولی اور کہنے لگی انی میرے بھائی اب تم آرام کرو۔ تم ٹیلیفون فوزیہ کو دو۔ میں اس سے بات کرتی ہوں۔ اس پر آفاق نے ریسیور میز پر رکھ دیا۔ اور زور زور سے وہ فوزیہ کو آواز دینے لگا۔ ساتھ والے کمرے سے فوزیہ اندر آئی تو آفاق بولا اور کہنے لگا۔ عروج بہن آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں اس کے ساتھ ہی آفاق اس کمرے سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

آفاق کے اس کمرے سے نکلتے ہی ساتھ والے کمرے سے آندھی اور طوفان کی طرح سندس نمودار ہوئی اور ریسور اس نے فوزیہ سے لے لیا اور کہنے لگی لاؤ میں خود بات کرتی ہوں۔ اس پر فوزیہ نے چپ چاپ ریسیور اسے تھما دیا۔ سندس بولی اور کہنے لگی ہاں عروج آپی کیا بات ہے۔

عروج بولی اور کہنے لگی۔ سندس میری بہن میں آج یا کل تمہارے نام کا پانچ ہزار روپے کا ڈرافٹ بھیجنے کی کوشش کرتی ہوں۔ تم ایسا کرو کہ اپنے ان لڑکوں سے پانچ ہزار روپیہ لے کر آفاق کو دلوا دینا۔ وہ آصف بھائی کی بیماری کے سلسلے میں کچھ ڈاکٹروں سے کنسلٹ کرے گا اس سلسلے میں اسے پیسوں کی ضرورت ہوگی۔ شاید وہ آج یا کل سے ہی ڈاکٹروں سے ملنا شروع کر دے لہٰذا اگر اسے پانچ ہزار روپیہ دے دیا جائے تو اچھا ہوگا۔ میں آج یا کل ڈرافٹ یہاں سے روانہ کر دوں گی۔ اس پر سندس گلوں اور شکووں سے بھرپور آواز میں کہنے لگی

عروج بہن آپ کیسی اجنبیوں۔ ناآشناؤں جیسی گفتگو کرتی ہیں میرے یہاں ہوتے ہوئے آپ آفاق کی طرف سے کیوں فکر مند ہوتی ہیں۔ میرے پاس سب کچھ ہے میں کافی بڑی رقم لے کر یہاں آئی ہوئی ہوں۔ آپ کو ڈرافٹ بھیجنے کی ضرورت نہیں ۔ میں اپنے پاس سے آفاق کو فوزیہ کے ذریعے رقم دے دیتی ہوں۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔ اگر آپ نے پانچ ہزار روپئے کا ڈرافٹ بھیجوایا تو میں آپ سے بالکل بولنا تک ترک کر دوں گی۔ اس پر عروج مسکراتے ہوئے کہنے لگی اچھا سندس میری بہن تم خوش رہو۔ خدا کرے کہ تمہیں آفاق کی طرف سے خوشیاں اور آفاق کی محبت نصیب ہو۔ اور تم اور سدرہ دونوں ایک ساتھ مل کر آفاق کی خوشیوں میں شریک ہو سکو۔ اچھا اب میں فون بند کرنے لگی ہوں اس کے ساتھ ہی عروج نے ریسیور رکھ دیا دوسری طرف سے سندس نے بھی فون بند کر دیا تھا۔

عروج نے ٹیلیفون بند کیا ہی تھا کہ آصف کمرے میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہی صدف بے چاری تڑپ کر کھڑی ہو گئی اور فکر مندی میں پوچھنے لگی آصف بھائی۔ آپ یہاں۔ اس پر آصف مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ میری بہن تو فکر مند نہ ہو۔ اس کمرے میں بیٹھ کر جو تم نے گفتگو کی ہے وہ باہر کھڑا ہو کر میں ساری سن چکا ہوں۔ میرا دل وہاں اکیلے میں نہیں لگ رہا تھا۔ اب میں اوپر ماموں کے پاس جانے لگا ہوں۔ عروج بہن۔ میں یہیں ماموں اور ابا کے پاس رہوں گا۔ وہاں اکیلے میں میرا دل نہیں لگتا۔ اور ہاں ۔ صدف تم بھی سنو۔ تم نے کیا یہ خواہ مخواہ گھر میں ایک طوفان کھڑا کر دیا ہے۔ فون کر کے تم نے آفاق کو بھی پریشان کر دیا ہو گا۔ وہ بے چارہ بھی پتا نہیں کراچی میں کیسے دن کاٹے گا۔ صدف تم مجھ سے چھوٹی ہو۔ لیکن اپنے دوسرے بہن بھائیوں سے تو بڑی ہو۔ تمہارا کام ہے دوسرے بہن بھائیوں کو تسلی دینا۔ نہ کہ انہیں بھی واویلے میں مبتلا کرنا۔ بہرحال یہ تم نے جو میری بیماری کی اطلاع آفاق کو کر دی ہے یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔

آصف کی اس گفتگو سے صدف کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا پھر وہ پوچھنے لگی آصف بھائی آپ کو اپنی بیماری کی کیسے خبر ہوئی۔ اس پر آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ تو نادان اور احمق ہے صدف۔ جس روز میں اسپتال سے ڈسچارج ہوا تھا اس روز ہی مجھے ایک میل نرس نے بتایا تھا کہ میں کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلا ہوں اور یہ کہ مجھے جگر کا کینسر ہے۔ اور سنو۔ شاید یہ بات تمہارے لئے نئی ہو کہ میری اس بیماری کا علم ماموں کو بھی ہے۔ لیکن میں اور ماموں نے کمال رازداری سے کام لیتے ہوئے اس بیماری کو تم سب بہن بھائیوں سے چھپائے رکھا۔

میں نے نفسیاتی اور ذہنی طور پر اس بیماری کو اپنے قریب تک نہیں آنے دیا۔ میں نے ہمیشہ ذہنی طور پر یہی سوچا کہ یہ کینسر کی بیماری نہیں ہے میں بالکل ٹھیک ہوں اور یہ کہ مجھے ٹھیک ہو کر اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کے لئے کوئی کام کاج کرنا ہے۔ بس اسپتال سے نکلنے کے بعد یہی ایک بات اپنے دل میں ٹھانے رکھی۔ پہلے مجھے خدشہ تھا کہ اس بیماری کی وجہ سے میری صحت بحال ہونے کے بجائے دن بدن گرنا شروع ہو جائے گی لیکن قدرت کو شاید میری بے بسی اور میری لاچارگی پر رحم آگیا اور اب تم لوگ دیکھتے ہو کہ اسپتال سے نکلتے وقت جو میری صحت تھی اس سے اب میری صحت کئی گنا بہتر اور اچھی ہے۔ پہلے میں چلنے سے بیزار تھا۔ اب میں صرف چل پھر ہی نہیں سکتا۔ بھاگ دوڑ بھی سکتا ہوں۔ چھوٹا موٹا وزن بھی اٹھا سکتا ہوں۔

اور ہاں عروج میری بہن۔ میں تم سے بھی ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ اپنے کمرے میں بیکار پڑے پڑے میرا وقت نہیں گزرتا۔ اس طرح خواہ مخواہ ہی میرا دھیان اپنی بیماری کی طرف چلا جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہسپتال میں مجھے کوئی ملازمت دے دیں اس طرح دن بھر میں اسپتال میں کام میں مصروف رہ کر اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ مشغول رکھوں گا۔ اس طرح کم سے کم میرا دھیان اپنی بیماری کی طرف نہ جائے گا۔ اور اس طرح ہو سکتا ہے میری صحت

پہلے سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ بحال ہو جائے۔ اس پر صدف گلوں اور شکووں سے بھرپور آواز میں کہنے لگی۔

آصف بھائی یہ تو اچھی بات نہیں کہ آپ کو اپنی بیماری کا علم تھا۔ ماموں کو بھی آپ نے بتا دیا۔ مجھ سے صوبیہ سے آفاق سے آپنے چھپا کے رکھا۔ مجھے تو آج اچانک اسپتال میں میری اس جاننے والی نرس نے بتایا جو آپ کے اسپتال میں داخلے کے دوران میری واقف ہو گئی تھی۔ آپ کی بیماری کا تو سن کر میں اپنے حواس کھو بیٹھی تھی۔ آصف بھائی۔ ماموں کی طرح آپ نے ہم دونوں بہنوں اور بھائی کو بھی اس روز ہی بتا دیا ہوتا تو شاید اب تک ہم بھی اس بیماری کو فراموش کر کے نارمل ہو چکے ہوتے۔

صدف جب خاموش ہوئی تو عروج بولی اور کہنے لگی۔

آصف بھائی اگر آپ کو اپنی بیماری کا پتہ چل گیا ہے تو ماموں کے پاس جانے سے پہلے آپ میرے ساتھ انمول اسپتال چلئے۔ واپس آکر میں آپ کی بیڈنگ کا انتظام بھی ماموں کے کمرے میں کر دوں گی وہاں ٹیلیفون کی ایک ا یکسٹینشن بھی لگوا دونگی۔ اسطرح اس کمرے میں آپ، پاپا اور ماموں اچھا وقت گذار سکیں گے

اس کے بعد عروج نے رضوان صاحب کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

پاپا آپ بھی اٹھیں۔ میرے ساتھ چلیں۔ صدف بہن اور ثوبیہ دونوں یہیں رہتی ہیں۔ میں اور آپ آصف بھائی کو لے کر انمول اسپتال چلتے ہیں کینسر کے لئے یہ اسپتال خوب جانا پہچانا اور مشہور ہے۔ رضوان فوراً" اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے بیٹی پھر دیر کا ہے کی چلو چلیں۔ اس کے ساتھ ہی رضوان اور عروج دونوں اپنی نشستوں سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھے۔ آصف بے چارے نے کچھ بھی نہ کہا اور چپ چاپ اپنے باپ اور بہن کے ساتھ ہو لیا تھا۔

عروج سے ٹیلیفون پر بات کرنے کے بعد سندس اور فوزیہ دونوں ساتھ والے کمرے کی طرف چلی گئیں۔ دونوں ایک ساتھ صوفے پر بیٹھ گئیں۔ سندس بے چاری کچھ سنجیدہ سنجیدہ تھی اس پر فوزیہ نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیا بات ہے سندس۔ یہ ڈاکٹر عروج نے کیا کوئی بری خبر سنا دی۔ اس پر سندس کہنے لگی۔

سنو۔فوزیہ۔ آفاق کے بڑے بھائی کو کینسر ڈیکلیئر ہو گیا ہے۔ اس کی بہن اس سے بات کر رہی تھی۔ میں نے دیکھا جس وقت آفاق بات کر رہا تھا تو یہ بری طرح رو رہا تھا اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔ اسے روتا دیکھ کر فوزیہ میں بھی بڑا روئی ہوں۔ ان بے چاروں نے اب تک بڑی دکھیا زندگی بسر کی ہے۔ اب کہیں جا کے ان کے حالات باپ سے صلح ہو جانے کی وجہ سے بہتر اور درست ہوئے ہیں۔

اور ہاں فوزیہ۔ ڈاکٹر عروج کہہ رہی تھی وہ پانچ ہزار روپے کا ڈرافٹ بھیج رہی ہے اور اس ڈرافٹ کے آنے سے پہلے آفاق کو پانچ ہزار روپیہ دیدیا جائے وہ شاید بے چارہ اپنے بھائی کے علاج کے سلسلے میں یہاں کراچی کے مختلف اسپشلسٹوں سے کنسلٹ کریگا۔ اور اس کے لئے اسے رقم کی ضرورت تو پیش آئیگی۔ فوزیہ اس سلسلے میں تمہیں میرا ساتھ دینا ہو گا۔ میرے خیال میں رقم ملنے کے بعد آفاق ضرور باہر جائیگا اور اس بیماری سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹروں سے صلاح مشورہ کریگا۔ میری بہن تو یہ کام کرنا کہ مجھے ساتھ لیکر اس کا تعاقب کرنا۔ میں دیکھوں گی یہ کہاں کہاں جاتے ہیں ان پر نگاہ رکھونگی تاکہ یہ کسی دشواری اور مصیبت میں مبتلا نہ ہوں اور ہاں تعاقب کرنے سے پہلے ان سے بات کرو اور کہو کہ انہیں اگر کہیں جانا ہو تو ہم انہیں گاڑی میں لے جاتے ہیں۔ اور اگر وہ مان گئے تو میں پہلے کی طرح پچھلی نشست پر بیٹھ جاؤنگی تم اگلی نشست پر انہیں بٹھا لینا۔ اور جہاں وہ کہیں گے انہیں لے چلیں گے۔ اور اگر وہ نہ مانیں تو پھر ہم دونوں بہنیں انکا تعاقب کریں گے۔

اس پر فوزیہ نے بڑی فرمانبرداری کے سے انداز میں اپنے سر کو خم کرتے

ہوئے کہا۔ سندس میری بہن جیسا تم چاہو گی ایسا ہی ہو گا۔ ہاں آفاق بھائی اگر کینسر کے علاج کے لئے مشورہ کرنا چاہتے ہیں تو ایک پروفیسر ہیں۔ این۔ای۔ڈی یونیورسٹی میں۔ وہ بھی کینسر کی دوا دیتے ہیں۔ سنا ہے وہ کوئی جڑی بوٹی تجویز کرتے ہیں جس سے کم از کم خون کا کینسر ٹھیک ہو جاتا ہے۔

فوزیہ کی اس گفتگو سے سندس کے چہرے پر رونق آ گئی اور وہ کہنے لگی۔
فوزیہ میری بہن اگر یہ بات ہے تو پھر تو این۔ای۔ڈی یونیورسٹی کے اس پروفیسر کا ذکر آفاق سے ضرور کرنا۔ وہ ان سے ملیں گے اور ان سے وہ دوا لینے کی کوشش کریں گے۔ ہو سکتا ہے اس سے ہی اسکے آصف بھائی کو اس بیماری سے نجات مل جائے۔ اور ہاں فوزیہ رکو میں تمہیں رقم دیتی ہوں یہ جا کر تم آفاق کو دے آؤ اور ہاں ان سے این۔ای۔ڈی یونیورسٹی کے ان پروفیسر کا بھی ذکر کرنا جو کینسر کی دوا دیتے ہیں۔

اسکے ساتھ ہی سندس اپنی جگہ سے اٹھی لوہے کی الماری کا پٹ اس نے کھولا پھر چھوٹے والے دراز میں چابی گھما کر وہ نوٹ گننے لگی تھی۔ باقی نوٹ اس نے دراز ہی میں رکھ دیے۔ دراز کو اس نے لاک کیا۔ الماری کو بند کیا پھر وہ فوزیہ کے پاس آئی اور کہنے لگی۔

فوزیہ میری بہن یہ رقم لو اور جا کر آفاق کو دے آؤ۔ اس کے ساتھ ہی سندس نے پانچ پانچ سو کے بارہ نوٹ فوزیہ کی گود میں رکھ دیے تھے۔ فوزیہ نے نوٹ گنے اور تیز نگاہوں سے سندس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی تم تو پانچ ہزار کہہ رہی تھی یہ تو چھ ہزار ہیں۔ سندس مسکرائی پھر بڑے پیارے انداز میں کہنے لگی تمہارا کہنا درست ہے۔ ڈاکٹر عروج نے پانچ ہزار ہی کہا تھا لیکن ایک ہزار میں اپنے پاس سے آفاق کو دے رہی ہوں۔ گویہ ساری رقم بھی میں اپنے پاس سے دے رہی ہوں اور آفاق سے میں واپس نہیں لونگی لیکن یوں سمجھو کہ ان پانچ ہزار کے اندر یہ ایک ہزار مزید میرا پیار شامل ہے۔ اب تم اٹھو جاؤ یہ رقم اسکے حوالے کر کے آؤ۔ اس کے ساتھ ہی فوزیہ نے نوٹ سنبھالے اور کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

فوزیہ جب آفاق کے کمرے کے دروازے پر آئی تو اس نے دیکھا کہ آفاق بے چارہ صوفے پر گردن جھکائے گہری سوچوں میں کھویا ہوا تھا۔ فوزیہ نے دروازے پر انگلی مارتے ہوئے کھٹکا کیا۔ آفاق نے جب چونک کر اس کی طرف دیکھا تو فوزیہ خوشگوار لہجے میں کہنے لگی۔ آفاق بھائی میں اندر آ سکتی ہوں۔
آفاق اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا بڑے نرم لہجے میں کہا فوزیہ بہن آپ آئیں نا تشریف لائیں۔ پھر اس نے اپنے سامنے والے صوفے کی طرف اشارہ کیا بیٹھیے۔ فوزیہ کہنے لگی نہیں بھائی۔ میں بیٹھوں گی نہیں۔ میں آپ کو رقم دینے آئی ہوں۔ ڈاکٹر عروج کے ساتھ ٹیلیفون پر میری بات ہوئی تھی اور انہوں نے آپکو رقم دینے کے لئے کہا تھا۔ اسکے ساتھ ہی فوزیہ نے نوٹ آفاق کی طرف بڑھا دیے تھے۔ آفاق نے نوٹ گنے۔ تعجب سے فوزیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
فوزیہ بہن ڈاکٹر عروج نے تو پانچ ہزار کا ذکر کیا تھا جبکہ آپ مجھے چھ ہزار دے رہی ہیں۔ اس پر فوزیہ کہنے لگی۔ آفاق بھائی مجھے تو انہوں نے چھ ہزار کہا تھا۔ آفاق فوراً بولا اور کہنے لگا پر مجھ سے تو وہ پانچ ہزار کا ذکر کر رہی تھیں۔
فوزیہ کہنے لگی اچھا آپ چھ ہزار رکھیں جب وہ ڈرافٹ بھیجیں گی میں خود ہی ان سے بات کر لوں گی۔ اس موضوع پر فوزیہ شاید مزید کچھ سننے کے لئے تیار نہ تھی اسلئے کہ آفاق مزید جب کچھ کہنے لگا تو فوزیہ فوراً بول پڑی اور کہنے لگی۔
آفاق بھائی مجھے ڈاکٹر عروج کی زبانی یہ جان کر بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہے کہ آپ کے بھائی کو کینسر ڈیکلیئر ہو گیا ہے۔ آفاق بھائی۔ کراچی شہر میں این۔ای۔ڈی یونیورسٹی میں ایک پروفیسر ہیں وہ کینسر کی دوا دیتے ہیں اور سنا گیا ہے کہ ان کی اس دوا سے بلڈ کینسر تو یقینی طور پر ٹھیک ہو جاتا ہے۔ آفاق بھائی۔ میرے خیال میں اپنے بھائی کی بیماری کے سلسلے میں این۔ای۔ڈی یونیورسٹی کے

انہی پروفیسر صاحب سے ملیں۔ ہو سکتا ہے اس دوا سے ہی آپ کے بھائی کو اللہ میاں شفا دیدے فوزیہ کی اس گفتگو سے آفاق نے پر امید لہجے میں کہا۔

فوزیہ میری بہن۔ میں بھائی کی اس بیماری کے سلسلے میں مختلف اسپشلسٹوں سے بات کرنے کے لئے نکلنے لگا ہوں کیا آپ مجھے اس پروفیسر کا نام لکھ کر نہیں دے سکتیں جو کینسر کی دوا دیتے ہیں۔ میں یہاں سے سیدھا ان کے پاس یونیورسٹی میں جاتا ہوں۔ یونیورسٹی ابھی کھلی ہو گی۔ لہٰذا میں ان سے وہیں مل لیتا ہوں ہو سکتا ہے کہ انکی دوا ہی میرے بھائی کے لئے شفا بن جائے۔ اس پر فوزیہ تیزی سے باہر جاتے ہوئے کہنے لگی۔

آفاق بھائی آپ تھوڑی دیر کے لئے رکئے۔ میں ان کا پتہ لا کر دیتی ہوں ابا کے کمرے میں ان کا پتہ لکھا ہوا ہے آپ تھوڑی دیر تک رکئے۔ اس کے ساتھ ہی فوزیہ تقریباً بھاگتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد فوزیہ پلٹی اور ایک کاغذ اس نے آفاق کو تھما دیا۔ اس کاغذ پر جلی حروف میں لکھا تھا۔

”حاجی عبدالکریم۔بی۔ایس۔سی۔بی ایڈ۔جی۔ای۔ایم آئی ای۔ اسٹنٹ پروفیسر۔ این۔ای۔ڈی۔ یونیورسٹی آف انجینیرنگ اینڈ ٹیکنالوجی۔ کراچی“

وہ پتہ اچھی طرح پڑھنے کے بعد کاغذ آفاق نے اپنی جیب میں ڈال لیا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور چلتا ہوا کہنے لگا فوزیہ بہن آپکی بڑی مہربانی میں پہلے اسی ایڈریس پر جاتا ہوں اس کے بعد میں چند اور اسپیشلسٹ ڈاکٹروں اور کینسر کا علاج کرنے والے ڈاکٹروں سے مشورہ کرونگا۔ اسکے ساتھ ہی آفاق اپنے کمرے سے نکل گیا تھا۔

آفاق کے جانے کے بعد فوزیہ بھاگی بھاگی سندس کے کمرے میں آئی اور بڑی تیزی سے کہنے لگی۔ سندس میری بہن آفاق تو گیا۔ سندس نے بڑی پریشانی میں پوچھا کہاں گئے۔ فوزیہ کہنے لگی این۔ای۔ڈی یونیورسٹی میں ایک پروفیسر ہیں جو کینسر کی دوائی دیتے ہیں انکا ایڈریس میں نے آفاق بھائی کو دیا ہے۔ میرے خیال میں پہلے وہ انہی کے پاس جائینگے اس پر سندس خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ بیوقوف تم نے انہیں یہ تو پیش کش کی ہوتی کہ آفاق بھائی میں تمہیں اپنی گاڑی میں لے چلوں۔ تم انتہائی احمق اور نالائق ہو۔ اس پر فوزیہ فوراً مڑی اور بھاگتی ہوئی کہنے لگی اچھا میں ان سے پوچھ کر ابھی لوٹتی ہوں۔ شاید وہ میری بات مان جائیں۔

آفاق ابھی کوٹھی کے بیرونی گیٹ کے پاس ہی پہونچا تھا کہ اسے فوزیہ نے آواز دی۔ بھئی ذرا ٹھہریئے گا۔ آفاق بھائی آفاق فوراً رک گیا۔ فوزیہ اس کے پاس آئی اور بڑی نرمی اور ہمدردی میں کہنے لگی۔ آفاق بھائی اگر آپ نے جانا ہی ہے تو وہاں تک جانے کے لئے آپکو کنوئنس کا بڑا پرابلم ہو گا۔ میں گاڑی نکالتی ہوں میں خود آپکو لے کر چلتی ہوں اس پر آفاق بڑے ممنون سے لہجے میں کہنے لگا نہیں فوزیہ بہن آپکی بڑی مہربانی جو آپ نے پہلے ہی مجھ پر احسان کئے ہیں وہ کیا کم ہیں۔ میں چلا جاؤں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ سامنے مین روڈ سے مجھے منی بس مل جائے گی اس سے میں سبزی منڈی جاؤں گا۔ سبزی منڈی سے B- 9 سیدھی یونیورسٹی جاتی ہے میں اس سے یونیورسٹی جا کر پروفیسر صاحب سے دوائی لے لونگا آپ بے فکر رہیں۔ اس کے ساتھ ہی آفاق مڑا اور کوٹھی سے باہر نکل گیا تھا۔

فوزیہ پھر سندس کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ دیکھ سندس۔ تیری طرح یہ آفاق بھی بہت ضدی اور ہٹ دھرم ہے۔ میں نے ان سے بہت کہا کہ آفاق بھائی میں آپکو ساتھ لیکر چلتی ہوں لیکن وہ نہیں مانے۔ فوراً رخ موڑ کر چل دیے۔ انکی عادتیں سندس برا نہ ماننا بالکل تمہارے جیسی ہیں۔ تم بھی ان جیسی ہٹ دھرم اور ضدی ہو۔ دونوں جب ملو گے خوب نباہ ہو گا۔ اس پر سندس فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور جو نجا ٹائپ برقعہ وہ اپنے ساتھ لیکر آئی تھی وہ پہنتے ہوئے۔ فوزیہ سے کہنے لگی بکواس نہ کرو فوراً تیار ہو گاڑی نکالو میں برقعہ پہن کر آتی ہوں۔ انکا تعاقب کرتے ہیں۔ فوزیہ بے چاری بھاگتی ہوئی اپنے کمرے کی

طرف چلی گئی تھی۔ سندس نے جلدی جلدی نجا ٹائپ برقعہ پہنا۔ پاؤں کی چپل تبدیل کی پھر وہ گاڑی کے پاس آکر کھڑی ہو گئی تھوڑی دیر تک فوزیہ بھی باہر آ گئی۔ گاڑی فوزیہ نے اسٹارٹ کی اور کوٹھی سے باہر نکل گئی مین روڈ کی طرف آ کر انہوں نے دیکھا اگلے بس اسٹاپ پر آفاق کھڑا ہوا تھا لہٰذا انہوں نے کار وہیں روک لی۔ اور انتظار کرنے لگیں تھیں۔

تھوڑی ہی دیر بعد لانڈھی سے جی مارکیٹ جانے والی ایک بس آ گئی تھی۔ ہاتھ دیکر آفاق نے بس کو روکا پھر وہ پچھلے دروازے سے بس میں بیٹھ گیا تھا۔ جب وہ بس تھوڑا سا آگے نکلی تو فوزیہ بھی کار کو مین روڈ پر لائی اور بس کا اس نے تعاقب شروع کر دیا تھا۔

لیاقت اسپتال سے آگے سبزی منڈی کے چوک کے قریب فوزیہ نے گاڑی فٹ پاتھ کے قریب روک دی تھی اس لئے کہ آفاق بھی وہاں اتر گیا تھا۔ پھر وہ چوک کراس کرتا ہوا سبزی منڈی کی طرف والے بس اسٹاپ کے قریب کھڑا ہو گیا تھا۔ جبکہ فوزیہ کار کو وہیں روکے رہی اور دونوں بس اسٹینڈ پر کھڑے آفاق پر نگائیں جمائے دیکھتی رہیں۔

تھوڑی ہی دیر بعد بس نمبر B-9 آ گئی تھی سرخ رنگ کی چھکڑا قسم کی بس تھی۔ آفاق لپک کر اس میں بیٹھ گیا۔ فوزیہ نے بھی گاڑی اسٹارٹ کی اور اس بس کے پیچھے پیچھے ہو لی تھی۔

یونیورسٹی کے بس اسٹاپ پر آفاق اتر گیا تھا۔ فوزیہ نے گاڑی دور ہی روک لی تھی۔ آفاق یونیورسٹی کے مین گیٹ کی طرف بڑھا۔ سیکوریٹی کیبن کے پاس اس نے اپنے پارٹی کیولر لکھوائے اپنا شناختی کارڈ وہاں جمع کیا پھر وہ یونیورسٹی کی عمارت کی طرف چل دیا تھا۔ اس کے بعد فوزیہ بھی حرکت میں آئی اور وہ بھی گاڑی کو گیٹ کے اندر لے جا کر آفاق کے پیچھے پیچھے ہو لی تھی۔ یونیورسٹی کے احاطے میں آگے جانے والی سڑک پر باغیچے کے قریب دائیں طرف مڑتے ہوئے جب آفاق یونیورسٹی کی عمارت میں داخل ہوا تو فوزیہ نے فوراً پارکنگ ایریا میں گاڑی کھڑی کر دی پھر وہ دوسرے راستے سے کیمسٹری ڈپارٹمنٹ کی طرف بڑھنے لگی تھی۔ جب وہ کیمسٹری ڈپارٹمنٹ کے چیئرمین کے آفس کے قریب گئیں تو انہوں نے دیکھا دفتر کے اندر آفاق کسی سے بات کر رہا تھا وہ پروفیسر عبدالکریم کا ہی پوچھ رہا تھا۔ فوزیہ اور سندس ایک ستون کے پیچھے کھڑی ہو کر اس پر نگائیں جمائے رہیں۔ اس دوران ایک چپڑاسی قسم کا شخص آفاق کے قریب آیا اور آفاق کو کہنے لگا آپ نے شاید حاجی صاحب سے کینسر کی دوائی لینا ہو گی۔ آپ میرے ساتھ آیئے میں آپکو ان کے کمرے تک لے جاتا ہوں آفاق چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا۔ تھوڑا فاصلہ رکھ کر سندس اور فوزیہ بھی اس کا تعاقب کرنے لگیں تھیں۔

کیمسٹری بلاک کے آفس سے تھوڑا مغرب کی طرف جانے کے بعد جو بلاک را سیڑھیاں اتر کر نیچے آتے ہیں وہ چپڑاسی ان بلاکوں میں سے ایک کے برآمدے ں ہوتا ہوا آفاق کے ساتھ آگے بڑھنے لگا تھا۔ اس بلاک کے آخری کمرے پر وفیسر حاجی عبدالکریم کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی لیکن دروازے کو باہر سے تالا لگا ہوا تھا۔ اس پر مایوسانہ انداز میں وہ چپڑاسی آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے ا۔ پروفیسر صاحب تو یہاں نہیں ہیں۔ ویسے میں بتاؤں کہ آج سے یونیورسٹی میں سم گرما کی چھٹیاں ہو چکی ہیں۔ حقیقت میں تو یونیورسٹی آج بند ہے لیکن کچھ لاس کے امتحان ہو رہے ہیں لہٰذا یہ چہل پہل آپکو صرف امتحان کی وجہ سے ہی ظر آ رہی ہے۔ میرے خیال میں پروفیسر صاحب آج نہیں آئے آپ کے لئے ہی ہے کہ آپ واپس چیئرمین کے آفس جائیں وہاں سے حاجی صاحب کے گھر پتہ لیں اور گھر جا کر ان سے آپ مل لیں آفاق کو اس شخص کی یہ بات پسند ئی تھی۔ لہٰذا وہ واپس چل دیا فوزیہ اور سندس اسے واپس آتا دیکھ کر دو مختلف ونوں کے پیچھے چھپ کر کھڑی ہو گئیں تھیں وہ چپڑاسی جو آفاق کو لے کر آیا تھا ہ کسی کام کے سلسلے میں دوسری طرف نکل گیا تھا۔

آفاق پھر کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ کے چیئرمین کے آفس میں داخل ہو گیا تھا۔ ایک صاحب پہلے ہی کمرے میں میز پر کام میں بری طرح مصروف تھے۔ آفاق ان کے سامنے آیا اور التجا آمیز لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

جناب مجھے پروفیسر حاجی عبدالکریم کے گھر کا پتہ چاہئے اس پر میز پر کام میں مصروف اس شخص نے عینک اتار کر میز پر رکھ دی قلم بھی اس نے میز پر رکھے کاغذوں پر جما دیا گھورتے ہوئے آفاق کی طرف دیکھنے لگا پھر وہ کہنے لگے بھائی میاں ہم کسی پروفیسر کے گھر کا پتہ نہیں دیتے لہٰذا آپ زحمت نہ کیجئے جب وہ یہاں آئیں تو ان سے مل لیں اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا جناب برا نہ مانئے گا یونیورسٹی میں چھٹیاں ہو چکی ہیں اگر وہ پوری چھٹیاں یہاں نہ آئے تو میں انہیں کہاں تلاش کرونگا مجھے ان سے بے حد ضروری کام ہے اس پر وہ صاحب بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے دیکھئے میرا اور اپنا وقت ضائع نہ کیجئے اور جائیے اس پر آفاق فیصلہ کن انداز میں بولا اور کہنے لگا۔

دیکھئے صاحب میں بڑی مجبوری کے تحت آپ سے گزارش کر رہا ہوں کہ مجھے انکا ایڈریس چاہئے دیکھئے جس میز پر آپ بیٹھے ہوئے ہیں اس میز پر اگر میں ہوں اور آپ میری جگہ ہوں اور مجھ سے آ کے آپ یہ کہیں کہ آپ کے بھائی کینسر ہے اس کینسر کے سلسلے میں پروفیسر حاجی عبدالکریم سے دوائی لینا چاہتے ہیں آپ مجھ سے کیا توقع رکھتے ہیں مجھے آپ کو حاجی عبدالکریم کے گھر کا پتا دے دینا چاہئے یا نہیں۔

آفاق کی اس گفتگو پر اس شخص نے تیز اور کھا جانے والی نگاہوں سے آفاق کی طرف دیکھا پھر اپنی کرسی سے وہ اٹھا ساتھ والی الماری سے اسنے ایک رجسٹر نکالا شاید اس میں سارے پروفیسروں کے گھر کے ایڈریس تھے۔ تھوڑی دیر ورق گردانی کرتا رہا پھر میز پر رکھا ایک کاغذ اٹھایا اس پر کچھ لکھا اور وہ کاغذ آفاق کو تھماتے ہوئے کہنے لگا یہ پروفیسر عبدالکریم کا ایڈریس ہے آپ گھر جا کر ان سے ل

کتے ہیں اس کے ساتھ ہی وہ شخص پھر اپنے کام میں لگ گیا تھا۔

آفاق نے وہ کاغذ لے کر اس پر لکھا ہوا ایڈریس پڑھا لکھا تھا۔ 20 / 424 یڈرل بی ایریا کراچی 55950 فون نمبر 684016 کاغذ پر لکھا ہوا۔ وہ پتہ دیکھ کر فاق کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ بکھر گئی تھی کاغذ تہہ کر کے اس نے جیب ں ڈالا پھر وہ خوش کن لہجے میں کہنے لگا صاحب آپکی بڑی مہربانی شکریہ۔ اسکے اتھ ہی وہ اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

آفاق جس وقت گیلری میں سے ہوتا ہوا یونیورسٹی کی عمارت سے باہر جا رہا ا۔ تو سندس اور فوزیہ جو کیمسٹری کے بلاک کے ایک طرف کھڑی دوسری لڑکیوں ے اندر آ کر کھڑی ہو گئی تھیں۔ وہ بھی آہستہ آہستہ ذرا فاصلہ رکھ کر گیلری میں فاق کا تعاقب کرنے لگی تھیں آفاق جب بائیں طرف مڑتا ہوا یونیورسٹی کے مین یٹ کی طرف چلا گیا تو سندس اور فوزیہ پارکنگ ایریا میں گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی یں تھوڑی دیر تک وہ وہیں بیٹھی رہیں اتنی دیر تک مین گیٹ سے آفاق نے اپنا ناختی کارڈ واپس لیا اور باہر آ کر سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر نیم کے چھوٹے ے درخت کے نیچے بیٹھ گیا تھا شاید وہ بس کا انتظار کرنے لگا تھا۔

اتنی دیر تک یونیورسٹی کے مین گیٹ سے فوزیہ کی کار نمودار ہوئی اور بالکل ار فوزیہ نے آفاق کے قریب آ روکی دروازے سے اس نے سر باہر نکالا اور فٹ اتھ پر بیٹھے ہوئے آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی آفاق بھائی آپ یہاں فوزیہ کو کھتے ہوئے آفاق فوراً اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

جس پروفیسر کا فوزیہ بہن آپ نے ایڈریس دیا تھا اس سے ملنے آیا تھا وہ آج ئے نہیں ہیں یونیورسٹی والے کہہ رہے تھے کہ یونیورسٹی میں چھٹیاں ہو گئی ہیں لہٰذا میں نے یونیورسٹی والوں سے پروفیسر صاحب کا ایڈریس لیا ہے اب میں انکے گھر فیڈرل بی ایریا جا رہا ہوں اس پر فوزیہ نیچے اتری اور بڑے نرم لہجے میں پھر آفاق کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

آفاق بھائی میں اپنی کزن کو لینے یونیورسٹی آئی تھی آپ کار میں بیٹھئے میں خود
آپ کو فیڈرل بی ایریا لیکر چلتی ہوں اس پر آفاق فوراً کہنے لگا۔
فوزیہ بہن آپ کیوں زحمت کرتی ہیں۔ آپ جائیں آپکی کزن خواہ مخواہ میں
بوریت محسوس کریں گی میں چلا جاؤں گا یہاں سے منی بس مل جاتی ہے اس سے
میں مسن اسکوائر تک چلا جاؤں گا وہاں سے کسی دوسری گاڑی میں فیڈرل بی ایریا
کی طرف نکل جاؤں گا آپ جائیں وقت ضائع نہ کریں اس پر فوزیہ جم گئی اور
کہنے لگی۔

دیکھئے آفاق بھائی میں یوں جانے کی نہیں میں نہ ہی آپ کو منی اور نہ ہی
کسی اور بس میں جانے دوں گی چپ کر کے گاڑی میں بیٹھیے یونیورسٹی سے جو
آپ نے پروفیسر عبدالکریم کا ایڈریس لیا ہے وہ مجھے دے دیں میں خود وہاں تک
پہنچتی ہوں۔ فوزیہ کے اصرار کرنے پر آفاق آگے بڑھا اتنی دیر تک فوزیہ نے
دروازہ کھول دیا آفاق اندر بیٹھا فوزیہ نے دروازہ بند کیا پھر وہ اسٹیئرنگ پر بیٹھ کر
گاڑی اسٹارٹ کر چکی تھی۔

فیڈرل بی ایریا میں داخل ہونے کے بعد مختلف سڑکوں پر سے ہوتی ہوئی اور
راستے میں کئی ایک سے پروفیسر عبدالکریم کے ایڈریس سے متعلق پوچھتی ہوئی
فوزیہ نے گاڑی کو مکان نمبر 424/20 کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔ مکان کے سامنے
ایک چھوٹا سا گراؤنڈ تھا جس کے اندر لڑکے اس وقت کرکٹ کھیل رہے تھے۔
گاڑی کھڑی کرنے کے بعد فوزیہ نے آفاق سے کہا آفاق بھائی آپ نیچے اتر کر
کریں اور پروفیسر صاحب سے ملیں وہ کینسر کی دوائی سے متعلق کیا کہتے ہیں۔

آفاق نیچے اترا مکان کے باہر مکان نمبر کی لگی ہوئی تختی کو تھوڑی دیر بغور
دیکھا پھر اس نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا تھا تھوڑی دیر بعد بیس بائیس کے سن کا ایک
لڑکا باہر نکلا اسے دیکھتے ہی آفاق بولا اور کہنے لگا۔

مجھے پروفیسر کریم صاحب سے ملنا ہے اس پر لڑکا بولا۔ میرا نام ندیم ہے میں
بر کریم صاحب کا بیٹا ہوں یونیورسٹی میں چونکہ چھٹیاں ہو چکی ہیں لہٰذا میرے
چند دنوں کے لئے بہاولپور جا چکے ہیں کہئے ان سے آپ کو کوئی کام ہے اس
ذرا بڑی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

بھائی میاں کسی نے بتایا تھا کہ پروفیسر صاحب کینسر کی دوائی دیتے ہیں میں
سلسلے میں میں حاضر ہوا تھا اس پر وہ لڑکا بولا اور کہنے لگا۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ میرے والد کینسر کی دوائی دیتے ہیں لیکن مجھے اس
م یاد نہیں کوئی جڑی بوٹی ہے جو کبھی وہ خود جنگل سے لوگوں کو لا دیتے ہیں
بھی اسکا نام لوگوں کو وہ لکھ دیتے ہیں وہ جا کے لوگ آرام باغ سے حاصل کر
ہیں اس پر آفاق پھر بولا اور کہنے لگا۔

مجھے چند روز تک لاہور چلے جانا ہے کیا کوئی اور شخص نہیں جو مجھے اس
بوٹی سے متعلق بتا سکے یا اسکا نام ہی بتا دے ہو سکتا ہے میں کسی سے حاصل
اس پر وہ لڑکا بولا اور کہنے لگا یونیورسٹی میں ایک اور بھی پروفیسر ہیں ان کا
نبیل ہے اور وہ میرے ابا کے کولیگ ہیں وہ بھی اس بوٹی سے متعلق جانتے
آپ میرے ساتھ اندر آئیے میں انہیں فون کرتا ہوں اور ان سے اس جڑی
سے متعلق پوچھ لیتے ہیں آفاق چپ چاپ اس لڑکے کے ساتھ مکان میں
ہو گیا۔

وہ لڑکا آفاق کو لیکر ڈرائنگ روم میں داخل ہوا پھر کسی کے ٹیلیفون کے نمبر
نے ڈائل کئے جب دوسری طرف سے کسی کی آواز سنائی دی تو وہ لڑکا کہنے لگا
صاحب ایک بے چارہ بڑا ضرورت مند ہے اس نے لاہور واپس چلے جانا
ابا بہاولپور جا چکے ہیں وہ کینسر بوٹی حاصل کرنا چاہتا ہے جبکہ ہمیں تو اس کا
یاد نہیں آپ کو پتا ہے ابا ہی لوگوں کو لا کر یا لکھ کر دیتے ہیں آپ کو تو یاد
یہ ان سے بات کر لیں اور انہیں بتا دیں کہ یہ بوٹی کہاں سے مل سکتی ہے
کیا نام ہے اس کے بعد اس لڑکے نے ریسیور آفاق کو پکڑاتے ہوئے کہا

پروفیسر جمیل سے بات کر لیں یہ بھی N.E.D یونیورسٹی میں لیبارٹری کے انچارج ہیں آفاق نے رسیور اس سے لے لیا مؤدب سی زبان میں ہیلو کہہ کر گفتگو کی ابتدا کی۔

دوسری طرف سے پروفیسر جمیل کی آواز سنائی دی اور انہوں نے آفاق کا نام پوچھا آفاق کہنے لگا پروفیسر صاحب میرا نام آفاق ہے اس پر انکی آواز پھر سنائی دی وہ کہنے لگے۔

اگر تمہاری میری ملاقات یونیورسٹی میں ہوتی تو میں تم کو وہ بوٹی دکھاتا اور تم جتنی چاہے اس میں سے جڑ سے اکھاڑ کر حاصل کر لیتے لیکن یونیورسٹی بند ہو چکی ہے اور میں نے یونیورسٹی جانا بند کر دیا ہے بہر حال فکر مند نہ ہوں پہلے یہ کہو کہ تمہارے عزیز یا رشتہ دار کو جس کے لئے تم دوائی لینا چاہتے ہو کون سا کینسر ہے۔ جواب میں آفاق کہنے لگا۔

پروفیسر صاحب وہ میرے بڑا بھائی ہیں نام انکا آصف ہے اور انہیں جگر کا کینسر ہے دوسری طرف سے پروفیسر جمیل کی آواز پھر سنائی دی۔

جو جڑی بوٹی میں آپ کو بتانے لگا ہوں اس کا جگر کے کینسر پر تو اس سے پہلے کوئی تجربہ نہیں کیا گیا لیکن بلڈ کینسر کے لئے وہ بے حد مفید اور ایک طرح سے مجرب دوا ثابت ہوئی ہے بہر حال آپ یہ اپنے بھائی کو پلا کر دیکھیں مجھے امید ہے کہ یہ اپنا اثر ضرور دکھائے گی۔

دیکھو جہاں تم بیٹھے ہو یہاں سے اٹھ کر آرام باغ کی طرف چلے جاؤ آرام باغ مسجد سے تھوڑا آگے جو ذیلی سڑک ہمدرد دواخانے کو جاتی ہے اس کے سامنے لیاقت روڈ پر فٹ پاتھ کے اوپر بوٹیاں بیچنے والے بیٹھتے ہیں ان کے پاس جا اور انہیں کہو کہ مجھے کینسر بوٹی درکار ہے اگر وہ نہ سمجھیں تو انہیں کہنا مجھے ایک جڑی بوٹی چاہئے جسے ڈامو اور جوماسا کہہ کر پکارا جاتا ہے یہ تینوں نام ایک جڑی بوٹی کے ہیں اسے کینسر بوٹی بھی کہتے ہیں ڈامو بھی کہتے ہیں جوماسا بھی کہتے ہیں اگر تمہارا کہیں پنجاب کے دیہات کی طرف جانا ہوا ہو تو دیہات میں ایک بوٹی ہوتی ہے جسے اوٹ کٹارا کہہ کر پکارتے ہیں بس یہ کینسر بوٹی ڈامو اور جوماسا بھی اس اوٹ کٹارا سے ملتا جلتا ہے یہ وہاں سے جڑی بوٹی خشک نہیں بلکہ تروتازہ اور ہری حاصل کرنا اسے اچھی طرح کوٹ لینے کے بعد اسے پانی میں ابالنا ہے خوب ابالنے کے بعد جب دیکھو کہ اس کی جڑوں رگ ریشوں اور شاخوں سے اس کا اثر نکل گیا ہے تو پھر اس پانی کو چھان لینا ہے پھر وہ پانی مریض کو دن میں تین بار دو دو چمچے پلانا ہے یہ کر کے دیکھو مجھے امید ہے کہ یہ دوا ضرور اپنا اثر دکھائے گی۔

اس کے علاوہ ایک ہومیوپیتھک دوا بھی لکھ لو یہ دوا ہے کیڈمیم CADMIUM-200 یہ دوا بھی جو سڑک آرام باغ میں ہمدرد دواخانے کو جاتی ہے اس سے مل جائے گی اس سڑک پر ہومیوپیتھی دوائیوں کی بہت سی دکانیں ہیں اس سڑک پر جانا یہ دوائی لینا یہ مائع ہے اور اس کے تین یا چار قطرے ہفتے میں ایک بار مریض کو پلانے ہیں اس کے علاوہ مریض کو مکو کا ساگ بھی خوب کھلاؤ یہ بھی اس بیماری کے لئے بڑا مفید ہوتا ہے تمہیں اس کے علاوہ مزید کسی وضاحت کی ضرورت ہو تو پروفیسر کریم صاحب کا فون نمبر تمہارے پاس ہو گا فون کر کے پروفیسر صاحب نہ ہوئے تو انکے اہل خانہ مجھ سے پوچھیں گے میں آپکو بتا دونگا۔

آفاق نے پروفیسر جمیل کا شکریہ ادا کیا اور ریسور اس نے اس لڑکے کو واپس تھما دیا تھا۔ اس لڑکے نے بھی پروفیسر صاحب کا شکریہ ادا کیا اور ریسور ٹیلیفون سیٹ پر رکھ دیا تھا۔ پھر آفاق کھڑا ہو گیا اور اس لڑکے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بھائی میرے آپ کی بڑی مہربانی بڑا شکریہ آپ نے میری خاطر اتنی زحمت اٹھائی اب مجھے اجازت دیں میں جاؤں گا وہ لڑکا اٹھ کھڑا ہوا آفاق کے ساتھ اس نے مصافحہ کیا پھر آفاق ڈرائنگ روم سے نکل کر واپس آیا اسے آتا دیکھ کر فوزیہ نے کار کا اگلا دروازہ کھول دیا تھا۔ آفاق بیٹھا دروازہ بند کیا اس موقع پر فوزیہ بولی اور اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

آفاق بھائی کیا بنا۔ آفاق کہنے لگا۔

فوزیہ بہن پروفیسر کریم صاحب تو بہاولپور گئے ہوئے ہیں یونیورسٹی میں چونکہ چھٹیاں ہو چکی ہیں لہٰذا وہ شاید گرمیوں کی چھٹیاں منانے چلے گئے ہیں تاہم ان کے بیٹے سے بات ہوئی ہے اس نے ایک اور صاحب پروفیسر جمیل صاحب سے فون پر میری بات کروائی ہے انہوں نے مجھے بوٹی کا نام لکھوا دیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے مجھے ایک ہومیوپیتھک دوا بھی لکھوائی ہے۔ اب میں آرام باغ کی طرف جاؤں گا اور وہاں سے وہ بوٹی حاصل کرنے کی کوشش کرونگا۔ اس پر فوزیہ بولی اور کہنے لگی۔

اس کا مطلب ہے اب ہمیں آرام باغ کی طرف چلنا چاہئے۔ آفاق بڑی عاجزی اور انکساری سے کہنے لگا۔

نہیں فوزیہ بہن ایسا نہیں ہے دیکھئے آپ مجھے کسی ایسی جگہ اتار دیں جہاں میں آسانی سے آرام باغ کی طرف جا سکوں اس کے بعد آپ گھر لوٹ جایئے مجھے دیر ہو جائے گی آرام باغ سے وہ بوٹی حاصل کرنے کے بعد میں رمپا پلازہ اور تاج میڈیکل سینٹر جاؤنگا اور وہاں چند اسپشلسٹوں سے بھی اس بیماری سے متعلق کنسلٹ کرونگا۔ اس پر فوزیہ پھر بولی اور کہنے لگی۔

آفاق بھائی میں اور میری کزن بھی فارغ ہی ہیں ہم نے کوئی جا کے ایٹم بم نہیں بنانا میں آپ کو اکیلے نہیں چھوڑ کر جاؤں گی آپ کے ساتھ ہی جاؤں گی پہلے یہاں سے آرام باغ چلتے ہیں اس کے بعد رمپا پلازہ اور تاج میڈیکل سینٹر کی طرف جائیں گے۔ جواب میں آفاق کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ فوزیہ نے گاڑی سٹارٹ کر دی تھی۔

پہلے وہ آرام باغ گئے وہاں سے پروفیسر جمیل کی بتائی ہوئی ایک کلو کینسر بوٹی انہوں نے حاصل کی پھر ہومیوپیتھی دواخانوں سے وہ مائع دوا بھی حاصل کی جو پروفیسر جمیل نے لکھائی تھی اسکے بعد وہ بند روڈ میں رمپا پلازہ پر آئے سندس اور فوزیہ عمارت سے باہر گاڑی کھڑی کر کے گاڑی کے اندر ہی بیٹھی رہیں جبکہ آفاق نے چند ڈاکٹروں سے اس عمارت میں صلاح و مشورہ کیا اس کے بعد وہ تاج میڈیکل سینٹر کی طرف گئے وہاں بھی اس نے کئی ایک لیور اسپیشلسٹ ڈاکٹروں سے مشورہ کیا پھر کچھ ڈاکٹروں نے آفاق کو یہ مشورہ بھی دیا کہ اس سلسلے میں ڈاکٹر منظور زیدی سے ملا جائے جو کراچی میں کینسر کے اسپیشلسٹ خیال کئے جاتے ہیں۔ آخر میں آفاق ڈاکٹر منظور زیدی سے بھی ملا انہوں نے مشورہ دیا کہ جب تک مریض سامنے نہ ہو کچھ نہیں کہا جا سکتا ساتھ ہی انہوں نے آفاق کو یہ بھی تجویز پیش کی کہ مریض اگر لاہور میں ہے تو پھر بہتر ہے کہ اسے لاہور کے انمول ہسپتال میں یا کراچی کے نوری ہسپتال میں ڈاکٹر قزلباش کو دکھایا جائے۔

اب چونکہ شام ہونے والی تھی لہٰذا آفاق نے کہیں اور جانا پسند نہ کیا اب تک اس نے جس قدر ڈاکٹروں اور اسپشلسٹوں سے مشورہ کیا تھا ان سب نے تقریباً" دو دو سو روپیہ اس سے اپنی فیس وصول کی تھی سوائے ڈاکٹر منظور زیدی کے جنہوں نے اس کی ساری گفتگو بڑی ہمدردی سے سنی اسے اچھا خاصا وقت بھی دیا اور پھر اسے لاہور کے انمول اور کراچی کے نوری ہسپتال کی تجویز پیش کرنے کے بعد وہ خود اٹھ کر باہر آئے اور اپنے اسٹاف کو انہوں نے آفاق سے فیس نہ لینے کے لئے کہا اور دوبارہ اندر چلے گئے تھے ڈاکٹر منظور زیدی کا یہ رویہ دیکھتے ہوئے آفاق بے حد متاثر ہوا ایک بار پھر وہ دروازہ کھول کر ان کے سامنے آیا سلام کرتے ہوئے تہہ دل سے انکا شکریہ ادا کیا پھر وہ انکے ہاں سے نکل گیا تھا لفٹ کی جانب جانے کے بجائے وہ سیڑیوں کے ذریعے ہی تاج میڈیکل سینٹر سے نیچے اترا باہر گاڑی میں سندس اور فوزیہ اس کا انتظار کر رہی تھیں آفاق دروازہ کھول کر اندر بیٹھا اور فوزیہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

فوزیہ بہن آج آپ اور آپکی کزن نے میرے لئے بڑی زحمت اٹھائی اب جب کہ آپ نے اس قدر کر دیا ہے تو ایک زحمت مزید اٹھایئے اور وہ یہ کہ مجھے

یہاں سے لیجا کر ہوٹل میٹروپول کے پاس اتار دیجئے آگے پھر میں جس ہوٹل میں کام کر رہا ہوں اس میں خود ہی چلا جاؤں گا اس پر فوزیہ بولی اور کہنے لگی آفاق بھائی میرے خیال میں تو ہمارے ساتھ گھر چلیئے۔ آج کی رات آپ آرام کیجئے آپ نے کافی بھاگ دوڑ کی ہے اس پر آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

نہیں فوزیہ بہن۔ میں رات کو اپنے کام پر جاؤں گا۔ دو تین راتیں لگا کر میں اپنے حصہ کا بقیہ کام ختم کرونگا۔ اس کے بعد میں واپس چلا جاؤں گا۔ اس پر فوزیہ جھٹ بولی اور کہنے لگی۔

آفاق بھائی اگر آپ نے دو تین دن میں واپس چلے جانا ہے تو پھر مجھے اپنا ٹکٹ دیجئے گا میں آپکو سیٹ بک کروا دونگی ۔ پی۔ آئی۔اے میں ہمارے کچھ جاننے والے ہیں۔ انکے ذریعے میں آپکو سیٹ لے دونگی۔ فکر نہ کیجئے۔ اس پر آفاق نے پھر فوزیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

میں کل دن کے وقت اپنا ٹکٹ آپ کے حوالے کر دونگا۔ میں لاہور سے ریٹرن ٹکٹ لیکر آیا ہوں۔ اگر آپ سیٹ بک کروا دیں تو آپ کی بڑی مہربانی ہو گی۔ اس طرح میرا وقت بچ جائیگا اور مجھے بھاگ دوڑ بھی نہ کرنا پڑیگی۔ فوزیہ نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔ گاڑی فوزیہ نے میٹروپول ہوٹل کے قریب لا روکی تھی۔ آفاق نیچے اترا۔ اور فوزیہ کا ایک بار پھر اس نے شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد اسے شاید کوئی خیال گذرا اس لئے وہ فوزیہ کو دوبارہ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

فوزیہ بہن۔ میں آپکو ایک زحمت دے رہا ہوں۔ میں تو اب ہوٹل جاؤں گا اور اپنے کولیگ کے ساتھ کام کرونگا۔ ڈگی میں وہ جڑی بوٹی ہے جو ڈاکٹر جمیل نے لکھوائی تھی وہ ایک کلو کے قریب ہے۔ اسے نکال کر آپ میرے کمرے میں رکھ دیجئے گا۔ میں کل آ کے اس کا کچھ بندوبست کرونگا۔ اس پر فوزیہ پوچھنے لگی۔

ویسے آفاق بھائی اسے بنانا کیسے ہے۔ آفاق کہنے لگا اسے پہلے اچھی طرح کوٹ کر باریک کرنا ہے۔ پانی میں ابال کر اس کا رس نکالنا ہے۔ اس جڑی بوٹی
جب سارا رس نکل جائے تو پھر اسے چھان کر کسی برتن میں ڈال لینا ہے اور جڑی بوٹی کا ابلا ہوا پانی دن میں تین بار دو دو تین تین چمچ پلانا ہے۔ فوزیہ پھر بولی اور کہنے لگی۔

اور وہ جو آپ نے ہومیوپیتھک کی دوا لی تھی وہ کہاں ہے۔ آفاق کہنے لگا وہ میری جیب میں ہے۔ فوزیہ کہنے لگی پھر وہ بھی مجھے دیدیں۔ میں گھر لے جاؤنگی آپ کے کمرے میں رکھ دونگی۔ آفاق نے جیب سے شیشی نکال کر فوزیہ کو تھما دی تھی پھر اس نے فوزیہ کا شکریہ ادا کیا۔ الوداعی انداز میں اپنا ہاتھ فضا میں لہرایا اس کے ساتھ ہی فوزیہ نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

مہران ہوٹل کراس کرنے کے بعد پچھلی نشست پر بیٹھی ہوئی سندس حرکت میں آئی اور فوزیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی کم بخت یہاں گاڑی روکو مجھے اگلی نشست پر آنے دو۔ فوزیہ نے فوراً گاڑی فٹ پاتھ کے قریب روک دی۔ پچھلی نشست سے سندس اتر کر اگلی نشست پر آئی۔ تنجا ٹائپ برقعہ اتار کر اس نے تہ کر کے اپنی گود میں رکھ لیا تھا۔ پھر وہ فوزیہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی اب فوزیہ نے گاڑی پھر اسٹارٹ کر دی تھی۔

تھوڑی دیر کے سکوت کے بعد سندس پھر بولی اور کہنے لگی۔

فوزیہ تم نے اپنا کردار اور رول کمال کا ادا کیا ہے۔ تمہاری سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ تم نے آفاق کو میری شناخت نہیں ہونے دی۔ اور پھر جو تم اسے لیکر آرام باغ۔رمپا پلازہ اور تاج میڈیکل کمپلیکس کی طرف لے گئی ہو یہ بھی تمہارا کمال ہے اور سب سے بہترین رول جو تم نے ادا کیا ہے وہ یہ ہے کہ تم نے خود ہی اس سے لاہور کے لئے سیٹ بک کرانے کی پیش کش کی۔ اب تم ایک بات غور سے سننا فوزیہ۔

اور وہ یہ کہ جونہی آفاق تمہیں اپنا ٹکٹ دے۔ میں بھی اپنا ٹکٹ تمہارے حوالے کر دونگی۔ تمہارے اور تمہارے ابا کے پی۔آئی۔اے میں جاننے والے

بہت ہیں۔ انہیں سے کسی ایک سے مل کر تم دونوں کے لئے سیٹ بک کرا لینا۔ اور ہاں سیٹ جمبو کی لینا۔ میرے خیال میں کراچی سے لاہور گیارہ بجے کے قریب جمبو کی ایک فلائیٹ جاتی ہے۔ اسی میں سیٹ لینے کی کوشش کرنا۔ جس روز آفاق نے لاہور روانہ ہونا ہو گا اس سے ایک روز پہلے تم اسے بتا دینا کہ تمہاری کزن بھی لاہور جانا چاہتی ہے لہٰذا آفاق سے کہنا کہ راستے میں اسکا خیال رکھے۔ پھر جس روز لاہور جانا ہو گا تم خود ہمارے ساتھ چلنا پی۔آئی۔اے کے کسی ملازم یا ایر پورٹ سیکورٹی سے ملکر ایر پورٹ میں داخل ہونا میں اپنا یہی تنجا ٹاپ برقعہ پہنے رہونگی تم مجھے اور آفاق کو ایک طرف کھڑا کر دینا۔ کاؤنٹر کی طرف تم خود جانا۔ ہمارا سامان بھی خود بک کرانا ہمارے بورڈنگ کارڈ بھی خود ہی لینا۔ ہاں کوشش کرنا کہ میری اور آفاق کی سیٹ ایک ساتھ ہو۔

فوزیہ تم نے جمبو میں کئی بار کراچی سے لاہور اور لاہور سے کراچی سفر کیا ہو گا۔ تم نے دیکھا ہو گا کہ اکانومی کلاس کے اگلے دروازے کے قریب کم از کم دو دو نشستیں دو سیٹوں والی ہوتی ہیں یہ نشستیں کھڑکیوں کے قریب ہوتی ہیں بس انہیں دو نشستوں میں سے ایک دو سیٹ میرے اور آفاق کے لئے حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ تم جانتی ہو کہ جمبو جٹ میں جو سائیڈوں والی یعنی کھڑکیوں والی ہوتی ہیں وہ تین تین سیٹوں کی ہوتی ہیں اور بیچ میں جو لمبی سیٹیں ہوتی ہیں وہ چار چار نشستوں کی ہوتی ہیں۔ لہٰذا تم یہ دو سیٹیں ہی میرے اور آفاق کے لئے حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ اس پر فوزیہ نے گھورتے ہوئے سندس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

خاتون یہ تو بالکل معمولی کام ہے۔ یہ بندی تو آپ کے لئے اپنی جان تک نچھاور کرنے کے لئے تیار ہے۔ تم بالکل مطمئن اور بے فکر رہو۔ کل تم دونوں کی سیٹیں بک ہوں گی میں خود تمہارے ساتھ جاؤں گی اور خود تم دونوں کو ایک ہی یٹ لے کر دوں گی اب آگے تمہارا کام ہے جہاز میں آفاق کے ساتھ بیٹھ کر

ے راضی کرتی رہو یا اس کی نفرت میں کمی کرتی رہو۔ فوزیہ کا یہ جواب سن کر ندس نے تھوڑی دیر کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ بولی اور کہنے لگی۔

فوزیہ میری بہن مجھے ایک اور بات یاد آ گئی۔ یہ جو جڑی بوٹی آفاق نے ام باغ سے حاصل کی ہے اسے کوٹ کر اور ابال کر ہی دوائی بنانی ہے۔ کیوں نا ں بہنیں یہ کام خود کر ڈالیں۔ تمہارے یہاں لوہے کا ہاون دستہ بھی ہے۔ اس اس جڑی بوٹی کو کوٹتے ہیں پھر اسے ابالنے کے بعد اور نیتمار کے پلاسٹک کے ٹے ٹین میں بھر دیتے ہیں اور پھر اسے فرج میں ٹھنڈا کرنے کے بعد کل ہی TC کے ذریعے ڈاکٹر عروج کو بھجوا دیتے ہیں ساتھ میں میں تفصیل بھی لکھ دونگی یہ دوائی کیسے استعمال کرنی ہے۔ اسلئے کہ یہ جڑی بوٹی کانٹے دار ہے اور جن لی ہے انہوں نے اسے کئی اخباروں میں لپیٹنے کی بعد پلاسٹک میں ڈالا ہے۔ اس کے کانٹے پلاسٹک کے لفافے کو چیر کر باہر آئے ہوئے ہیں۔ راستے میں ن اسے کہاں کانٹوں سمیت اٹھاتا پھرے گا۔ اور اگر اسے ابال کر مائع صورت ڈھال لیں تب بھی ہم اسے ہوائی جہاز میں اپنے ساتھ نہیں جا سکتے۔ اس لئے مائع چیز پی۔آئی۔اے والے اپنے ساتھ لے جانے ہی نہیں دیتے۔ لہٰذا اس ں کو تیار کر کے میں اور تم اسے سے ڈاکٹر عروج کو بھجوا دیتے ہیں۔ فوزیہ نے ں کی اس تجویز کو پسند کیا پھر وہ دونوں خاموش رہیں اس لئے کہ وہ اپنی ش گاہ کی طرف جانے والی سڑک کا موڑ مڑ گئی تھیں۔

صدف اور ثوبیہ عروج کے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ رضوان اور عروج ف کو لیکر واپس آئے جوں ہی وہ کمرے میں داخل ہوئے صدف بے چاری جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی پھر اس نے بڑی جستجو میں رضوان کی طرف دیکھتے ئے پوچھا ابا انمول اسپتال والے بھائی سے متعلق کیا کہتے ہیں۔ اس پر رضوان ے کرسی پر بیٹھ گئے۔ صدف بھی بیٹھ گئی۔ عروج بھی صدف کے برابر جا بیٹھی نوان بولے اور کہنے لگے۔

بیٹی اہسپتال والوں کی رپورٹ تو بڑی حوصلہ افزا ہے۔ انہوں نے آصف سے مختلف سوال کیئے کہ تمہیں بھوک لگتی ہے یا نہیں۔ پہلے کی نسبت تم بحالی محسوس کرتے ہو یا کمزوری محسوس کرتے ہو اور بھی انہوں نے بہت سے سوال کیے۔ ان سارے سوالوں کے لب لباب میں انہوں نے یہ کہا کہ یہ کینسر نہیں ہے آصف نے انہیں یہ بھی بتایا کہ مجھے بھوک لگتی ہے اور بہت کھانے کو دل کر ہے۔ اس پر ہسپتال والوں کا کہنا ہے کہ یہ کینسر نہیں ہو سکتا اور وہ مزید کہہ رہ تھے کہ اگر تم لوگوں کو شک ہو تو جو آپریشن ہوئے ہیں انہیں کھول کر ہم سار اپریشن اور وہ جو معدے کو جانے والی نالی ہے جس کے اندر کینسر کا شک کیا جا ہے اسے دیکھنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ دے سکیں گے فی الحال ہم نے وہ آپریشن نہ کروانے کا ہی فیصلہ کیا ہے۔ اور ہاں صدف بیٹی ہم آج شام کی فلائیٹ سے اسلا آباد جا رہے ہیں۔ میں عروج اور آصف بیٹا۔ اس پر صدف نے چونک کر پوچھا کیوں جواب میں عروج کہنے لگی۔

صدف میری بہن وہاں اسلام آباد میں نوری ہسپتال ہے۔ اس میں ایک ڈاکٹر قزلباش ہے جو کینسر کا بہترین سرجن اور اسپشلسٹ خیال کیا جاتا ہے آج صبح جب ہم بھائی کو دکھانے کے لئے میو ہسپتال گئے تو ڈاکٹر اقبال جنہوں نے بھائی کا آپریشن کیا تھا ان سے میں نے طویل بلکہ تفصیل کے ساتھ گفتگو کی تھی۔ ان سے میں نے پوچھا کہ میں اگر بھائی کو کہیں اور دکھانا چاہوں تو مجھے کہاں کہاں جانا چاہئے۔ انہوں نے بتایا تھا کہ یا تو انمول ہسپتال میں دکھایئے یا اسلام آباد نوری ہسپتال میں ڈاکٹر قزلباش کو دکھایئے۔ لہٰذا ہسپتال سے واپسی پر میں اپنی۔ ابا اور آصف بھائی کی P.I.A کی سیٹیں بک کروا آئی ہوں۔ اور آج شام ہی ہم یہاں سے اسلام آباد روانہ ہو جائیں گے اس لئے کہ یہاں سے ہم نے واپسی کا ٹکٹ لینے کے ساتھ ساتھ واپسی کی سیٹیں بھی بک کروا لی ہیں۔

اور آج شام ہی ہم یہاں سے اسلام آباد روانہ ہو جائیں گے۔ رات ہم وہیں رہیں گے اور کل بھائی کو دکھانے کے بعد ہم شام تک لوٹ آئیں گے اس لئے کہ یہاں سے ہم نے واپسی کا ٹکٹ لینے کے ساتھ ساتھ واپسی کی سیٹیں بھی بک کروا لی ہیں۔

تھوڑی دیر سکوت کے بعد عروج پھر بولی اور کہنے لگی۔

آپی چلیں گھر چلیں وہاں تیاری کریں ابا کو بھی ساتھ لے چلتے ہیں اس پر رضوان بولے اور کہنے لگے بیٹی جو گاڑی اور پجیرو میں لے کر آیا ہوں ان دونوں کی ڈگیوں میں میرا سارا سامان بھرا ہوا ہے۔ وہ تو کسی سے نکلوا کے رکھواؤ تاکہ آج شام تمہارے ساتھ جانے کے لئے میں اپنا سامان ٹھیک کروں۔ اس پر عروج بولی اور کہنے لگی۔

ابا میں آپ کا سامان تو ابھی ڈگیوں سے نکال کر اوپر پہنچاتی ہوں میری صلاح ہے کہ فی الحال آپ ماموں کے ساتھ نہ رہیں۔ ان کے ساتھ کسی کو بھی ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے اس طرح ان کا باتیں کرنے کو جی چاہے جس سے ان کی صحت پر برا اثر پڑے۔ پھر میل نرس ان کے پاس باری باری ڈیوٹی دیتے رہیں گے اور ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھیں۔ گے آپ اپنا سامان فی الحال ماموں کرامت کے کمرے میں رکھوایئے۔ پھر اسلام آباد سے لوٹنے کے بعد فیصلہ کریں گے کہ آپکو کہاں اور کس جگہ قیام کرنا ہے۔ اس پر رضوان بولے اور کہنے لگے۔

بیٹے میرا نکتہ نظر بھی سمجھنے کی کوشش کرو۔ ثمینہ خاتون آ رہی ہے اس کے آنے تک مجھے ہسپتال میں ہی کرامت اللہ کے کمرے میں رہنا چاہئے۔ ثروت جب اسے ایر پورٹ پر رسیو کرنے جائے گی تو یقیناً" وہ اس سے میرا پوچھے گی۔ لہٰذا میں ثروت سے کہہ دونگا کہ وہ اسے کہے کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ لہٰذا میں ہسپتال میں ایڈمٹ ہوں۔ اس طرح اسے ہمارے بارے میں کسی طرح کا کوئی شک اور شبہ نہیں ہو گا۔ پھر وہ فی الفور ہمارے خلاف حرکت میں نہیں آ سکے گی۔ آہستہ آہستہ اگر اسے بعد میں خبر ہو جاتی ہے تو پھر ہم معاملات کو سنبھال لیں گے۔ اتنی دیر تک میرا بیٹا بھی کراچی سے لوٹ آئے گا تو پھر ہم سب مل کر دیکھیں گے کہ یہ ثمینہ خاتون ہمارا کیا بگاڑتی ہے۔ عروج کچھ کہنے کے بجائے کمرے سے باہر نکل گئی تھوڑی دیر بعد لوٹی اور رضوان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

بابا دونوں گاڑیوں کی ڈگیوں سے آپکا سارا سامان نکلوا کر فی الحال میں نے ماموں اور آصف بھائی کے کمرے میں بھجوا دیا ہے۔ اسلام آباد سے واپسی کے بعد پھر آپ بھلے ماموں ہی کے ساتھ رہیے گا۔ عروج کا یہ فیصلہ سن کر رضوان خوش اور مطمئن ہو گئے تھے۔ پھر عروج نے صدف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ باجی کافی ٹائم ہو گیا ہے میرے خیال میں اب گھر چلیں۔ کھانے کی تیاری کریں۔ مجھے تو بھوک بھی لگی ہوئی ہے۔ اس پر سب اٹھ کھڑے ہوئے اور ہسپتال سے نکل کر گھر کی طرف جا رہے تھے۔

این۔ای۔ڈی یونیورسٹی۔ مختلف ہسپتالوں اور ڈاکٹروں کے پاس جانے کے تیسرے روز آفاق رات کو ہوٹلوں میں کام کرنے کے بعد فوزیہ کی رہائش گاہ میں داخل ہوا۔ آج وہ معمول سے کچھ زیادہ ہی سویرے لوٹ آیا تھا۔ جوں ہی وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا اسنے دیکھا ایک ضعیف بوڑھا اس کے کمرے میں رکھے ہوئے میز پر پھولوں کا ایک گلدستہ سجا رہا تھا۔ دروازے پر کھڑے ہو کر آفاق نے تھوڑی دیر تک اس بوڑھے کو دیکھتا رہا۔ جب وہ بوڑھا پلٹا تو وہ بھی کمرے میں داخل ہوا اور بوڑھے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ تو جناب آپ ہیں جو ہر روز میرے کمرے میں تازہ پھولوں کا گلدستہ رکھتے ہیں۔ وہ بوڑھا ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔

لگتا ہے آپ پہلے کی نسبت کچھ سویرے ہی لوٹ آئے ہیں۔ جہاں تک ان پھولوں کا تعلق ہے تو وہ میں ہی آپ کے کمرے میں روز رکھتا ہوں۔ میں اس کوٹھی میں مالی کا کام کرتا ہوں۔ آج آپ کچھ جلدی ہی لوٹ آئے ہیں ورنہ یہ گلدستہ تو میں آپ کے آنے سے پہلے ہی سجا دیا کرتا ہوں۔ آفاق آگے بڑھا جیب سے اس نے دس دس کے تین نوٹ نکالے اور اس بوڑھے کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ کہنے لگا بابا یہ رکھ لو تمہاری بڑی مہربانی کہ تم میرے کمرے میں پھولوں کا گلدستہ سجاتے رہے ہو۔

اس پر وہ بوڑھا چند قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہنے لگا نہیں۔ صاحب آپ یہ رکھیں۔ میں نے کیا کرنے ہیں۔ میری اکیلی جان ہے میرا کچھ اتنا خرچہ بھی نہیں ہے۔ اور پھر میری ہر ضرورت کو یہ کوٹھی والے بہترین انداز میں پورا کرتے ہیں اور میں نے اپنی زندگی میں پس انداز بھی کر رکھا ہے۔ پھر میں کچھ زیادہ جوڑنے اور پس انداز کرنے کا قائل بھی نہیں ہوں اور نہ مجھے اس کی ضرورت ہے اور پھر یہ کہ میری ایک اکیلی جان ہے مجھے کہاں لے جانا ہے کس کو دینا ہے سب کچھ یہیں رہے گا۔ اب تو میں اپنی زندگی کے آخری سالوں کو گھسیٹتا چلا جا رہا ہوں۔

اس بوڑھے کی یہ گفتگو سن کر آفاق کسی قدر شش و پنج اور ایک طرح کی الجھن میں پڑ گیا تھا۔ آگے بڑھا اور اس بوڑھے کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھنے لگا کیوں بابا تم اکیلے کیوں ہو۔ یہ روپے لینے سے تم کیوں انکار کرتے ہو۔ اس پر وہ بوڑھا دکھ سے کہنے لگا۔ صاحب یہ ایک لمبی کہانی ہے کیا کریں گے آپ سن کے۔ آفاق ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور سامنے والی ایک کرسی پر بوڑھے کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ بابا اس کرسی پر بیٹھو۔ مجھے اپنے پورے حالات

تفصیل کے ساتھ سناؤ تمہارے حالات سن کر مجھے دلی سکون ہو جائے گا۔ آفاق کے کہنے پر وہ بوڑھا کرسی پر بیٹھ گیا۔ آفاق پھر بولا اور اسے کہنے لگا۔ بابا کو تمہارے کیا حالات ہیں۔ تمہارے بیوی بچے اگر ہیں تو وہ کہاں ہیں۔ کیا وہ اس کوٹھی کے سرونٹ کواٹر میں رہتے ہیں یا کہیں اور تم نے انہیں رہائش دے رکھی ہے۔ آفاق کی اس گفتگو پر وہ بوڑھا بے چارہ غم زدہ ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا۔ پھر وہ دوبارہ کچھ اسطرح بولا جیسے کوئی اداس لہجے میں بڑی غمزدہ کہانی سنانے لگا ہے۔

صاحب۔ میرے حالات سن کر آپ کیا کریں گے۔ مجھ پر جو کچھ بیتی ہے وہ تو زندگی کے دھوپ کی طرح چبھتے لمحوں میں اور خواہشوں کی طرح سسکتی لہروں جیسے ہے۔ صاحب میں تو اس درخت کی طرح ہو کر رہ گیا ہوں جو منحوس سایوں کی غلاظت میں کھڑا ہو۔ جس کی نہ پتیاں ہوں نہ شاخیں اور جو جڑوں سے بھی محروم ہو کر ہواؤں اور بارشوں کی مار میں گر جانے کا انتظار کر رہا ہو۔ صاحب یوں سمجھئے کہ زندگی موت اور مصیبت کے مہینوں اور نحوست کے سالوں میں بسر ہو رہی ہے آفاق پھر بولا اور کہنے لگا۔

بابا یوں نہیں کھل کر کہو۔ میں تم سے کچھ تفصیل کے ساتھ سننا پسند کرونگا اس پر وہ بوڑھا کہنے لگا صاحب آپ مجبور کرتے ہیں تو میں سنائے دیتا ہوں۔

میں بدایوں شہر کا رہنے والا ہوں۔ پاکستان جب بنا تو ہجرت کر کے اس مقدس اور پاک سرزمین کی طرف آیا۔ لاہور میں والٹن میں جو مہاجر کیمپ لگا تھا اس میں چند روز بسر کئے۔ گھر کے جتنے افراد تھے وہ تو راستے میں ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھوں کٹ مرے تھے صرف ایک بیٹی اور بیٹا میرے ساتھ بچے تھے۔ لیکن شاید قدرت کو ابھی ہمارے درمیان جدائیوں کے مزید ماہ وسال کھینچنے تھے لہٰذا یہاں پہنچنے کے بعد ہم پر یہ حادثہ اور یہ آفت گذری کہ وہ بیٹی اور بیٹا بھی مجھ سے جدا ہو گئے۔ نہ جانے وہ کیسے اور کہاں کھو گئے کہ بس کچھ خبر نہ ہوئی۔

پھر صاحب میں نے کچھ عرصہ بیٹی اور بیٹے کو تلاش کیا پر ناکامی ہوئی تب مجھے کچھ جاننے والے بھی مل گئے تھے جو ہجرت کر کے یہاں آئے تھے ان کے ساتھ میں یہاں کراچی چلا آیا۔ انڈیا میں سائیکل مرمت کرنے کا کام کرتا تھا اور میں سائیکل کا اچھا کاریگر تھا۔ یہاں کراچی آکر بھی میں نے یہی دھندہ شروع کر دیا اور چار پیسے کی آمدنی شروع ہو گئی۔ رفتہ رفتہ میرا کام چل نکلا اس لئے کہ لوگوں کے پاس سائیکل بہت تھے اب تو سائیکلوں کی جگہ موٹر سائیکل نے لے لی ہے لہٰذا سائیکل سڑکوں پر دکھائی ہی نہیں دیتا۔ بس رفتہ رفتہ جو میرا کام چل نکلا تو میں پہلے فٹ پاتھ پر بیٹھ کر کام کرتا تھا پھر میں نے اپنی باقاعدہ دوکان کھول لی۔ کام بڑھتا چلا گیا۔ آمدنی زیادہ ہوتی گئی یہاں تک کہ میں نے اپنا ایک مکان بھی بنا لیا۔ پھر مزید ترقی یوں ہوئی کہ میں نے ایک بنگالی عورت سے شادی کر لی اس سے میرے بچے بھی ہوئے اور زندگی بھرپور اور بڑی پر سکون گذرنے لگی۔ تاہم میرے دل اور میرے ذہن سے میرے وہ دونوں بچے نہ نکلے تھے۔ جو پاکستان میں داخل ہونے کے بعد مجھ سے بچھڑ گئے تھے۔

اس کے بعد صاحب میری بدبختی کا زمانہ شروع ہوا۔ وہ یوں کہ 1971ء کی جنگ کے بعد جب بنگلہ دیش بنا تو میرے برے حالات کی ابتدا ہوئی۔ میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ جو مکان میں نے بنایا تھا وہ میں نے اپنی بیوی کے نام کرا دیا تھا۔ مجھے یہ نہیں خبر تھی کہ یہی بیوی بعد میں مجھے دھوکہ دیگی جب بنگلہ دیش بنا تو اس عورت نے وہ مکان بیچ دیا کچھ جمع جتھہ میں نے کیا ہوا تھا وہ سارا اس نے سمیٹا اور اپنے بچوں کو لیکر بنگلہ دیش چلی گئی۔ بس میں ویسے کا ویسا ہی رہ گیا جس طرح 1947ء میں میں انڈیا سے پاکستان میں وارد ہوا تھا گویا ایک بار میں 1947ء میں اجڑا دوسری بار میں 1971ء کے بعد اجڑا۔ اس کے بعد صاحب پھر دوکان پر بیٹھنے کو دل نہیں کرتا تھا بس تھوڑا بہت کما کر اپنی گذر بسر کر لیتا تھا اور دوکان ہی میں سو رہتا تھا یوں کچھ عرصہ گذر بسر ہوتی رہی۔ پھر آہستہ آہستہ سائیکل کا کام ختم ہوتا چلا

گیا۔ میرے پاس سرمایہ بھی نہیں تھا جو دوکان کو بڑھاتا اسلئے کہ بیوی میری لوٹ کھسوٹ کر ہر چیز لے کے چل دی تھی۔ پھر یہ مندی بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک میں نے سائیکل کا دھندہ بھی چھوڑ دیا۔ دوکان بھی بیچ کھائی اس کے بعد میں اس کوٹھی میں مالی کی حیثیت سے ملازم ہو گیا۔ بس گذشتہ کئی سالوں سے یہاں مالی کا کام کر رہا ہوں یہ کوٹھی والے بڑے اچھے لوگ ہیں۔ رہنے کو سرونٹ کوارٹر ملا ہوا ہے۔ کھانا یہاں سے ملتا ہے۔ تنخواہ بھی مجھے معقول دیتے ہیں میں ضرورت کے وقت ان سے پیسے لے لیتا ہوں باقی انہی کے پاس جمع رہنے دیتا ہوں میں کہاں رکھوں۔ کہاں جمع کراتا پھروں۔ اور پھر یہ بڑے اچھے اور شریف لوگ ہیں۔ ہر مہینے مجھے بتاتے رہتے ہیں کہ تمہارے ہمارے پاس اتنے پیسے جمع ہو گئے ہیں۔ وہ بوڑھا یہیں تک ہی کہنے پایا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے آفاق کہنے لگا۔

بابا جب تم بدایوں سے لاہور وارد ہوئے تھے تو جو بیٹا تمہارے ساتھ تھا اس کا نام کیا تھا۔ سنو میں لاہور کا رہنے والا ہوں۔ ہمارے محلے میں ایک شخص ہے اس کی بھی کہانی تمہارے ساتھ ملتی جلتی ہے۔ وہ بھی اپنے باپ اور بہن کے ساتھ پاکستان آیا تھا اور یہاں وہ اپنی بہن اور باپ سے بچھڑ گیا۔ اس کا نام تو انیس الرحمان ہے۔ لیکن ہم محلے والے اسے دلہا بھائی کہہ کر پکارتے ہیں۔ وہاں بڑے بازار میں اس کی مٹھائی۔ پکوڑوں اور سموسوں کی دوکان ہے۔ اس کا کام خوب چلتا ہے۔ اس کے سموسے اور پکوڑے اس قدر بکتے ہیں کہ اس نے اس کام کے لیے کئی ملازم رکھے ہوئے ہیں۔ اس کی اپنی کار ہے۔ بیوی بچے ہیں اور بڑی خوشحال زندگی بسر کرتا ہے۔ اس پر وہ بوڑھا چونک پڑا اور کہنے لگا۔

صاحب نام تو میرے بیٹے کا بھی انیس الرحمان ہی تھا پر کیا تم بتا سکو گے کہ اس کی بہن کا کیا نام ہے۔ اس پر آفاق کہنے لگا۔ بابا میں یہ تو نہیں جانتا کہ اس کی بہن بھی ہے یا نہیں۔ لیکن دولہا بھائی کا نام انیس الرحمان ہی ہے۔ دیکھو بابا میری بہن کا ٹیلیفون آتا رہتا ہے اب جو اس کا ٹیلیفون آیا تو میں پوری تفصیل بتاؤنگا۔

یہاں تک کہتے کہتے آفاق رک گیا اس لئے کہ فوزیہ کمرے میں داخل ہوئی۔ فوزیہ کو دیکھتے ہی وہ بوڑھا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور باہر نکلنے لگا تھا کہ آفاق نے پھر اسے مخاطب کر کے کہا۔

بابا تم فکر مت کرو جوں ہی میری بہن کا فون لاہور سے آیا۔ تفصیل دریافت کرونگا اور انیس الرحمان کے متعلق تمہیں بتاؤنگا کہ وہ تمہارا بیٹا ہے کہ نہیں۔ بوڑھا جب باہر چلا گیا تو فوزیہ نے پوچھا یہ کس بیٹے کی بات کر رہے ہیں آفاق بھائی جواب میں اس بوڑھے کے ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی وہ تفصیل کے ساتھ آفاق نے فوزیہ کو سنا دی تھی۔ اس پر فوزیہ کہنے لگی۔

آفاق بھائی یہ بوڑھا واقعی بڑا دکھی ہے اگر آپ کے ذریعے سے اس کا بچھڑا ہوا بیٹا اور بیٹی مل جائیں تو میں کہتی ہوں یہ زندگی بھر کے دکھ درد بھول جائے گا۔ اور ہاں آفاق بھائی میں آپ سے یہ کہنے آئی تھی کہ جو جڑی بوٹی آپ آرام باغ سے لائے تھے اسے ہم نے اپنے ہاون دستے میں خوب کوٹ کر پھر اسے ابال کر پھر نتھار کر ایک پلاسٹک کے ٹین میں بند کر کے ٹی سی ایس کے ذریعے لاہور ڈاکٹر عروج کو بھجوا دیا ہے اس پر آفاق چونک سا پڑا اور پوچھنے لگا۔

پر فوزیہ بہن آپ نے پہلے تو اس کا ذکر نہیں کیا میں تو یہ سمجھا تھا کہ آپ نے اس جڑی بوٹی کو کہیں سنبھال کر رکھا ہو گا۔ آفاق مزید کچھ کہنے لگا تھا کہ ساتھ والے کمرے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی تھی فوزیہ کہنے لگی آفاق بھائی میں ابھی اسے اٹینڈ کر کے آتی ہوں اس کے ساتھ ہی فوزیہ بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔

فوزیہ جب دوسرے کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا ٹیلیفون پر سندس بات کر رہی تھی فوزیہ جب قریب گئی تو سندس بڑی راز داری میں کہنے لگی جاؤ فوزیہ آفاق کو بلا کر لاؤ ڈاکٹر عروج کا فون ہے میں دوسرے کمرے میں جاتی ہوں اس کے ساتھ ہی سندس نے ریسیور ٹیبل پر رکھ دیا اور خود دوسرے کمرے میں پردے کے پیچھے جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ فوزیہ پھر بھاگتی ہوئی باہر نکلی آفاق کے

کمرے کے دروازے پر آئی اور کہنے لگی آفاق بھائی جلدی آئیے آپ کی لاہور سے کال ہے ڈاکٹر عروج بول رہی ہیں۔ آفاق فوراً اٹھ کھڑا ہوا بڑی تیزی سے چلتا ہوا وہ دوسرے کمرے میں گیا ریسیور اٹھایا اور بولا میں آفاق بول رہا ہوں۔

دوسری طرف سے آواز آئی افی بھائی میں عروج بول رہی ہوں آپ کیسے ہیں۔ آفاق مسکراتے ہوئے کہنے لگا بس میں ٹھیک ہوں آپ لوگ کیسے ہیں عروج کہنے لگی بس ہم لوگ ٹھیک ہیں میں اس وقت ہسپتال سے نہیں گھر سے بول رہی ہوں ابا بھی میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں آصف بھائی بھی یہیں ہیں صدف اور منی بھی میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں آفاق بولا اور کہنے لگا۔

سنو عروج میری بہن میں نے یہاں مختلف ڈاکٹروں سے مشورہ کیا ہے عروج بیچ میں بول پڑی اور کہنے لگی آفاق بھائی جو آپ نے دوائی بھجوائی تھی وہ ہمیں مل گئی ہے اور وہ ہم بھائی کو تین مرتبہ دن میں دو دو چمچ پلا رہے ہیں آفاق پھر بولا اور کہنے لگا۔

عروج میری بہن میں نے یہاں مختلف ڈاکٹروں سے مشورہ کیا لیکن یہاں جو کینسر کے اسپیشلسٹ ہیں وہ ڈاکٹر منظور زیدی ہیں ان کا مشورہ مجھے بے حد پسند آیا ہے ان کا کہنا ہے کہ جب تک مریض کو دیکھا نہ جائے اس وقت تک کچھ نہیں کہا جا سکتا اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ چونکہ آپ کے بھائی لاہور میں ہیں لہٰذا انہیں آپ دو جگہ دکھا سکتے ہیں ایک لاہور میں انمول ہسپتال اور دوسرا انہوں نے کہا تھا کہ اسلام آباد میں نوری ہسپتال ہے وہاں ڈاکٹر قزلباش اس بیماری کے بڑے ماہر اور اسپیشلسٹ خیال کئے جاتے ہیں اس پر عروج بولی اور کہنے لگی بھائی کراچی میں رہتے ہوئے یہ آپکی بہترین کار گزاری ہے۔ لیکن یہاں ذرا اپنی بہن کی بھی کار گزاری دیکھئے گا۔ جس وقت ہمیں پتا چلا کہ بھائی کو کینسر ہے تو میں اور ابا بھائی کو انمول ہسپتال لے گئے انہوں نے بھائی کا معائنہ کیا ان سے کچھ سوالات بھی پوچھے جن کے نتیجے میں انہوں نے اپنا یہ تاثر دیا کہ انہیں کینسر نہیں

ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر مزید آپ لوگ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ جو آپریشن ہوا وہاں سے ہم ایک بار پھر کھول کر دیکھیں گے لیکن ہم نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا سنو بھائی اسی روز میں اور ابا نے اسلام آباد جانے کا ارداہ کیا اسی روز شام کے وقت میں ابا اور آصف بھائی اسلام آباد چلے گئے رات ہم نے بھائی کو وہاں نوری ہسپتال میں ڈاکٹر قزلباش کو دکھایا انہوں نے بھی معائنہ کیا طرح طرح کے سوالات بھی کئے بھائی سے اور وہ بھی اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ بھائی کو کینسر نہیں ہے انکا کہنا تھا کہ اگر انہیں کینسر ہوتا تو جسطرح انکو بھوک لگتی ہے اسطرح انکو بھوک نہ لگتی اور جس طرح یہ زور دار انداز میں آجکل کھانا کھا رہے ہیں ایسے یہ کھانا نہ کھاتے بہر حال بھائی میرے انمول ہسپتال اور نوری ہسپتال کے ڈاکٹروں نے جو کچھ بتایا ہے اس سے ہماری حوصلہ افزائی ہوئی ہے اور مجھے بھی یقین ہے افی بھائی کہ ہمارے بھائی کو کینسر نہیں ہے۔

دوسری طرف سے آفاق نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

عروج میری اچھی بہن اگر یہ معاملہ ہے تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ ہم بڑے خوش قسمت ہیں اگر ہمارے بھائی کو کینسر نہیں ہے تو پھر سمجھو کہ ہماری خوشیوں کی انتہا نہیں ہے اس پر عروج پھر بولی اور کہنے لگی۔

افی بھائی اب آپ جلدی آ جائیں ہم نے آصف بھائی صدف آپی اور ثوبیہ کی شادی کا بندوبست بھی کر لیا ہے جونہی آپ آئیں گے بھائی ہم تینوں بہن بھائیوں کی شادی کی تاریخ مقرر کر دیں گے اور ہاں بھائی برکت بھائی نے پہلے سے آصف بھائی کے لئے ایک لڑکی تلاش کر رکھی تھی وہ لڑکی انہیں مل گئی ہے وہ آجکل برکت بھائی کے ہاں ہی رہ رہی ہے اور برکت بھائی اس کی شادی اپنی جگہ آصف بھائی کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ ادھر چونکہ یہ علم نہ ہو سکا کہ ... سب سے برکت بھائی کے تایا رحمت اور انکی بیٹی شکیلہ بھی یہاں آئے ہوئے ہیں سب سے بڑی خوشخبری یہ ہے کہ برکت بھائی اور شکیلہ کی شادی ہو چکی

ہے۔ اور اب وہ اپنی بیوی اور تایا کے ساتھ ہی اپنے گھر میں رہ رہا ہے اور جس
لڑکی کے ساتھ آصف بھائی کی شادی ہونی ہے وہ بھی ان ہی کے پاس رہ رہی ہے۔
اس پر آفاق بولا اور کہنے لگا۔

بس عروج بہن میں بھی دو تین روز تک پہنچنے والا ہوں عروج پھر بولی اور
کہنے لگی بھائی پرسوں ثمینہ خاتون اور ان کا بھتیجا بھی لندن سے پہنچ رہے ہیں۔
شاید وہ یہاں پہنچنے کے بعد گڑ بڑ کریں لہذا آپ ان سے پہلے ہی پہلے یہاں پہنچ
جائیں اس پر افاق بولا اور کہنے لگا ان گڑ بڑ کرنے والوں کی ایسی تیسی تم فکر مند نہ
ہونا میری بہن میں پرسوں گھر پہنچنے کی کوشش کرونگا اور ہاں عروج میری بہن مجھے
ایک بات پوچھ کر بتانا عروج کہنے لگی وہ کیا؟ آفاق پھر بولا۔

میری بہن ہمارے محلے میں جو مٹھائی پکوڑوں اور سموسوں کی دکان ہے اسکا
جو مالک دولہا بھائی ہے اسکے متعلق مجھے تفصیل سے بتانا جو کچھ میں پوچھنے لگا ہوں۔
برکت بھائی سے کہنا وہ خود ہی دولہا بھائی سے پوچھ کر بتائیں گے دولہا بھائی سے یہ
پوچھنا ہے کہ کیا اس کی بہن کا نام اجالا ہے اور اگر وہ بدایوں کا رہنے والا ہے تو
اس کے باپ کا کیا نام ہے اور ہاں کیا اسکی بہن بھی ہے جسکا نام اجالا ہو اور جو
بدایوں کی رہنے والی ہو اس پر عروج چونک پڑی اور کہنے لگی بھائی یہ تم کیسی باتیں
کر رہے ہو اجالا نام کی ایک لڑکی تو ان دنوں آسرا میں رہ رہی ہے وہ بھی بدایوں
کی رہنے والی ہے اس کا ایک بیٹا بھی ہے جس کا نام عمران ہے پھر بھائی میرے تم
یہ ساری تفصیل کیوں پوچھ رہے ہو۔
جواب میں آفاق پھر بولا اور کہنے لگا۔

عروج میری بہن یہ فوزیہ لوگ جن لوگوں کے یہاں میں رہ رہا ہوں انکا
ایک مالی ہے اس کے نام کا مجھے پتا نہیں ذرا ہولڈ کریں میں پوچھ کر بتاتا ہوں اس
پر قریب ہی کھڑی فوزیہ بولی اور کہنے لگی آفاق بھائی ہمارے مالی کا نام حفیظ ہے یہ
بے چارہ انڈیا کے شہر بدایوں کا رہنے والا ہے پاکستان جب بنا تو یہ ہجرت کر کے
لاہور آیا وہاں اس کا ایک بیٹا اور بیٹی اس سے بچھڑ گئے تھے بیٹے کا نام انیس اور
بیٹی کا نام اجالا تھا اس پر عروج بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

آفاق میرے بھائی تم نے ایک بہت بڑا معرکہ سر کیا ہے یہاں ہمارے آسرا
میں جو اجالا نام کی لڑکی رہتی ہے اس کا عمران نام کا ایک بیٹا ہے وہ بھی بدایوں شہر
کی رہنے والی ہے وہ جب آسرا میں داخل ہوئی تھی تو میری موجودگی میں داخل
ہوئی تھی اور اس نے مجھے اپنی ساری داستان سنائی تھی اس کا بھی کہنا تھا کہ وہ
اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ بدایوں شہر سے ہجرت کر کے لاہور آئی یہاں اس کا
بھائی اور باپ اس سے بچھڑ گئے اب اس نے مجھے اس وقت اپنے بھائی اور باپ کا
نام تو نہیں بتایا تھا لیکن میرا دل کہتا ہے بلکہ مجھے پختہ یقین ہے کہ یہ اجالا اسی مالی
کی بیٹی ہے جن کا نام انیس ہے یہ ضرور اس اجالا کا بھائی اور مالی کا بیٹا ہے آفاق
تم ایسے کرو ٹیلیفون بند کر دو میں برکت بھائی کو بلاتی ہوں وہ پہلے دولہا بھائی سے
تفصیل کے ساتھ بات کرتا ہے میں بھی برکت بھائی کے ساتھ جاتی ہوں اور اگر یہ
انیس اور اجالا واقع مالی بابا کی اولاد ہوئے تو ہم تمہیں فون کرتے ہیں اس کے
ساتھ ہی عروج نے ٹیلیفون بند کر دیا تھا۔ جبکہ آفاق اپنے کمرے میں جا کر دوبارہ
عروج کے فون آنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

ٹیلیفون بند کرنے کے بعد عروج اپنے سامنے بیٹھے رضوان کو مخاطب کر کے
کہنے لگی پاپا آفاق نے ایک نیا ہی انکشاف کیا ہے جن لوگوں کے ہاں اس نے قیام
کر رکھا ہے انکے ہاں ایک مالی ہے اس کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی اپنے بچپن میں
انڈیا سے پاکستان آنے کے بعد کھو گئے تھے آفاق کو شک ہے کہ ہمارے محلے کا
مٹھائی کی دکان والا دولہا بھائی اور آسرا میں رہنے والی ایک لڑکی اجالا اسکے بچے
ہیں دولہا بھائی کو بھی نہیں پتا کہ اسکی بہن آسرا میں زندگی بسر کر رہی ہے میں
برکت بھائی کے پاس جاتی ہوں اور انہیں بھیجتی ہوں کہ اس سلسلے میں وہ دولہا
بھائی سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کر کے آئیں اس کے بعد ہم اجالا سے بات

کریں گے اس پر رضوان کہنے لگے چلو بیٹی میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں اس لمحہ صدف بھی بولی اور کہنے لگی۔

ابا میں بھی چلوں گی شکیلہ اور طیبہ سے مل آؤنگی صوبیہ بھی کہہ رہی تھی کہ کسی دن ان سے ملنے چلیں گے لہٰذا ہم دونوں بہنیں بھی چلیں گے اس کے بعد صدف نے اپنے بھائی آصف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا آصف بھائی آپ بھی چلیں ہروقت کمرے میں اپنے آپ کو بند کئے رکھتے ہیں آپکی ہوا خوری ہو جائیگی عروج نے اس تجویز کو پسند کیا پھر وہ چاروں بہن بھائی اور رضوان صاحب اپنے اس کمرے سے نکل کر نیچے اترے اور برکت کے گھر کی طرف ہو لئے تھے۔

سب جب برکت کے گھر کے سامنے گئے تو دکان پر بیٹھے ہوئے برکت کے ملازم نے انکشاف کیا کہ برکت' شکیلہ اور طیبہ تو گل بابا کے پاس گئے ہیں جبکہ تایا رحمت اندر پڑا سو رہا ہے اس پر وہ سب پلٹے اور گل بابا کے کمرے کی طرف ہو لئے گل بابا کے پاس اس وقت شکیلہ اور طیبہ بیٹھی ہوئی تھیں جونہی وہ سب اندر داخل ہوئے وہ دونوں کھڑی ہو گئیں آصف کو دیکھتے ہوئے طیبہ بے چاری سمٹ کر گل بابا کے پیچھے ہو گئی تھی۔ گل بابا نے بھی کھڑے ہو کر بڑی خوش دلی سے انکا استقبال کیا سب گل بابا کے پاس بیٹھ گئے پھر عروج نے گل بابا کو مخاطب کر کے پوچھا گل بابا برکت بھائی کہاں گئے۔

گل بابا کہنے لگے بیٹے تھوڑی دیر میرے پاس بھی بیٹھ جاؤ میں آج آپ سب لوگوں کو کڑک قسم کی چائے پلاتا ہوں برکت بھی آ جاتا ہے وہ ذرا آسرا کے چیئرمین وقار صاحب سے بات کرنے گیا ہے سب لوگ گل بابا کے سامنے بیٹھ گئے تھے گل بابا نے اپنے سامنے اشتہارات اور اسٹیکر کے ڈھیر پھیلا رکھے تھے۔ اس پر رضوان صاحب نے انہیں مخاطب کر کے پوچھا۔

گل بابا یہ کیا چیز ہے جن کی آپ گنتی کر کے ڈھیر لگا رہے ہیں اس پر گل بابا کہنے لگے رضوان صاحب یہی میری زندگی کا مقصد ہے عروج اور دوسرے بچوں کو

خبر ہے کہ میں جو کچھ کماتا ہوں اسکے اسٹیکر اور اشتہار چھپوا کر شہر میں لگاتا رہتا ہوں بس یہ ہی میری زندگی کا مقصد ہے اس پر رضوان بولے اور کہنے لگے کیا میں بھی یہ اشتہارات اور اسٹیکر دیکھ سکتا ہوں اس پر گل بابا نے بڑی خوش طبعی سے کہا کیوں نہیں اس کے ساتھ ہی رضوان نے پہلے بڑا اشتہار اٹھایا اور پڑھنے لگے اس میں لکھا تھا۔

"تعصب ذلت کی ایک موت ہے صوبائی ازم نفرت کا پرچار' قومیتوں کی تقسیم ایک جہنم اور دین سے دوری بربادی کی دعوت ہے آؤ اس موت کو زیر کریں نفرت کے اس آشوب اور وحشت کو مٹا دیں۔

تباہی کے اس جہنم کو روک دیں آؤ ان عذابوں کو ٹال دیں نفرت کے اس دوزخ کو ٹھنڈا کر دیں آؤ باہمی تعصب کو مٹا کر زمین پر اپنی یکجہتی کی زین کس دیں آؤ قومیتوں کے پرچار کو روک کر آسمان پر مل جل کر کمند ڈالیں۔

جو لوگ ہمارے اندر نفرت پھیلاتے ہیں ہمیں قومیتوں اور صوبائی ازم کی بیماری اور روگ میں مبتلا کرتے ہیں ان کے سامنے پتھر کی دیوار انکے سامنے فولاد کی چٹانیں بن جائیں۔

آؤ وحدانیت کے فرزندو! دین کے سرد ہوتے الاؤ اور مدھم ہوتی آتش نفس کو بھڑکائیں اخوت کے ایک نئے انقلاب اور یکجہتی کی نئی روشنی کی طرف اپنی سوچوں کو دراز کریں۔

ہم سب اس دیس کے ستارے ہیں آؤ مل کر اپنی دھرتی کو روشن کریں صدیوں کے سفر کو مختصر کریں اس دیس اس وطن کے لئے قربان ہونے اور جان دینے کا وقت آئے تو بے قرار امنگ اور موج ساحل گر کی طرح اپنا سب کچھ اس پر نچھاور کر دیں۔

آؤ پنجابی پٹھان' سندھی بلوچی' کی تقسیم کو فراموش کر کے صرف پاکستانی بنیں ہر دھر کی تقدیر کے مالک بن کر نور برساتا مہربن کر اپنے دیس سے بھوک

جہالت اور ظلمت کی چادر چاک کریں۔

او نکلتی چاندنی تیرہ و تارہ فضاؤں سرابوں کے طویل سلسلوں جوادث کی رو میں عزم کے پتوار تھام کر چٹانوں کا انداز اپنا کر چراغ محبت طوفانوں میں روشن کرنے کے لئے نئے ساحلوں کے ملاح بن کر نئے جستجو کے ناخدا بن کر اپنے دیس کے راستوں پر ستارے لٹائیں محنت کے پسینے کی کرامات سے اپنے چاہتوں کے صفحے کے سب سے اوپر اپنے وطن کا نام تحریر کریں۔

امن گزیدہ دکھ کے ویران لمحوں میں امیدوں کے چراغ مسکراہٹوں کی کرنیں کھڑی کر دیں سمندروں کا جلال جوہر کی صلابت' دعاؤں کے تازہ کنول کی طرح تند حقارت کے سناٹوں میں اٹل طوفانوں میں تاریخ کی گھور گھٹاؤں میں اپنے وطن کی عظمت اپنے دیس کی سربلندی کی تحریریں رقم کریں۔

اشتہار پڑھنے کے بعد رضوان صاحب نے ایک طرف رکھ دیا پھر گل بابا کے سامنے پڑے ہوئے اسٹیکر میں سے انہوں نے ایک اسٹیکر اٹھایا اور اسے پڑھنے لگے۔

اسٹیکر کا عنوان تھا "پھر اللہ نے تم کو جائے پناہ مہیا کر دی"

یاد کرو وہ وقت جب تم تھوڑے تھے زمین میں تم کو بے زور سمجھا جاتا تھا۔ تم ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں مٹا نہ دیں پھر اللہ نے تم کو جائے پناہ مہیا کر دی اپنی مدد سے تمہارے ہاتھ مضبوط کئے اور تمہیں اچھا رزق پہنچایا۔ کہ شاید تم اس کے شکر گزار بنو نیچے بریکٹ میں لکھا ہوا تھا سورۃ الانفال۔

ایک اسٹیکر پڑھ چکنے کے بعد رضوان صاحب نے دوسرا اسٹیکر اٹھایا۔ اس اسٹیکر کے اوپر کے حصے میں پاکستان کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ بائیں ہاتھ پر جلی حروف میں پاکستان زندہ باد لکھا ہوا تھا۔ کراچی کی جگہ پاکستان کا علم نصب تھا۔ لاہور کی جگہ مینار پاکستان دکھائی دے رہا تھا۔ پشاور کی طرف درہ خیبر اور کوئٹہ کی طرف کوہستانی سلسلوں کے جانباز محافظ دکھائے گئے تھے اور کشمیر کی طرف روشنی کی ایک جگمگ

تی دکھائی گئی تھی پھر اس نقشے کے نیچے بہترین تحریر رقم تھی لکھا تھا۔

"خوشی کے ہر موقع پر اپنی قومیت کا اظہار اس طرح کیجئے کہ ہم صرف سچے مسلمان اور پکے پاکستانی ہیں"

اشتہار اور دونوں اسٹیکر پڑھ چکنے کے بعد رضوان صاحب بڑی ارادتمندی اور عقیدت میں تھوڑی دیر تک گل بابا کی طرف دیکھتے رہے پھر کہنے لگے۔

گل بابا میں آپکی جدوجہد آپکے خیالات کی قدر کرتا ہوں یقینا" آپ جیسے لوگ ہی ملک کی یکجہتی کو قائم رکھنے والے ہیں ایسے لوگ ہی ملک کی بے لوث خدمت کرتے ہیں ورنہ ہمارے سیاست دان تو خدا کی پناہ صرف کرسی کی خاطر بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور انکے سامنے کوئی بھی مدعا کوئی مقصد نہیں ہے جواب میں گل بابا بولا اور کہنے لگا۔

رضوان صاحب ہمارے سیاستدان لوگ لالچ اور حرص میں پڑے ہوئے ہیں وہ صرف اقتدار کی کرسی کے بھوکے ہیں ملک کی لوٹ کھسوٹ کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اگر ملک کی خدمت کرنے کا جذبہ ہو تو کرسی اور اقتدار کے بغیر بھی ملک کی خدمت کی جا سکتی ہے اس کے لئے میں اپنے دیس کی چند مثالیں بھی پیش کر سکتا ہوں۔

پہلی مثال ستار ایدھی کی ہے دیکھ لیں ستار ایدھی کے پاس نہ کوئی اقتدار ہے نہ کرسی ہے لیکن کراچی سے لیکر پشاور تک وہ ملک اور ہر شہری کی بے لوث خدمت کرتا ہے۔ ہر شہر میں جگہ جگہ اس کی ایمبولینس رواں دواں ہیں جو اس کے خلوص اسکی دیانت داری اس کی وطن پروری کا کھلا ثبوت ہیں اگر ستار ایدھی جیسا مسکین اور بے سہارا انسان اقتدار اور کرسی کے بغیر ملک کے عوام کی خدمت کر سکتا ہے تو یہ سیاستدان کیوں نہیں کر سکتے یہ صرف عوام کو مروا کر اپنے اقتدار کا راہ سیدھی کرنا چاہتے ہیں اس کے علاوہ ان کے سامنے کوئی مقصد' کوئی مدعا نہیں ہے۔

ملک کے اندر خدمت کی دوسری مثال انصار برنی ہے آپ اس شخص کو دیکھیں- اس نے اپنا وقت اپنی جان اپنی قوتیں اپنے ذہن کی طاقتیں گویا کہ ہر شے اپنے وطن کی خدمت کے لئے قربان کر رکھی ہے جہاں کہیں بھی کوئی بے بس کوئی مجبور اپنی مجبوری اور بے بسی کے تحت مدد کے لئے پکارتا ہے انصار برنی ایک بھائی ایک غم گسار ایک چارہ ساز کی طرح پہنچتا ہے بغیر کسی معاوضے بغیر کسی بوجھ اور لالچ کے خدمت کرتا ہے کیا کروڑوں اور اربوں میں کھیلنے والے سیاستدان اس طرح عوام کی خدمت نہیں کر سکتے یہ صرف عوام میں سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ عوام ہمارے ساتھ ہے یہ سب جھوٹے اور سب مکرو فریب پر مبنی دعوے کرتے ہیں اور یہ عوام کو گمراہ کرنے اور انہیں استعمال کر کے اور ان کے جسموں کی سیڑھی بنا کر اور ان پر پاؤں رکھ کر اقتدار حاصل کرنے کے حربے ہیں-

تیسری مثال کراچی کی ایک فرم اے-بی مرزا- اینڈ کمپنی کی ہے یہ فرم ایکسپورٹ آف مین پاور کا کام کرتی ہے لیکن جس کو یہ باہر بھیجتی ہے اس سے ایک پائی وصول نہیں کرتی- میرے بھائیو- میری بیٹیو تم جانتے ہو کہ باہر بھیجنے والے اے بی-مرزا کی دیانتداری اور وطن دیس سے محبت ہے کہ وہ اپنے ہموطنوں کو بغیر کچھ لئے بغیر معاوضے کے باہر بھیجتے ہیں- اس سے بڑھ کر دیس اور اہل وطن کی کیا خدمت ہو سکتی ہے- میں سمجھتا ہوں ان سیاستدانوں کو ستار ایدھی- انصار برنی اور اس کے بعد اے بی- مرزا سے سبق سیکھنا چاہئے کہ اگر یہ لوگ اپنے محدود وسائل کے اندر رہ کے- اگر یہ لوگ اپنی فرم کے اوپر قرضوں کا بوجھ برداشت کر کے بھی دیانت داری اور خلوص کے ساتھ اہل وطن کی خدمت کرتے ہیں تو ایسی ہی خدمت سیاستدان بھی کر سکتے ہیں- ان کو ایسا کرتے ہوئے کوئی مرگی یا بیماری نہیں لگ سکتی-

چوتھی مثال میں ان سیاستدانوں کو لاہور کی دو کمپنیوں پاپولر اور پی-پی- اے کی دیتا ہوں- یہ دونوں کمپنیاں بھی ایکسپورٹ آف مین پاور کا کام کرتی ہیں- لیکن جس کو باہر بھیجتی ہیں اس سے کچھ نہیں لیتیں- اے بی- مرزا اینڈ کمپنی کی طرح یہ بھی بحکومت کی مقرر کی ہوئی فیس پر اکتفا کرتے ہیں- اگر یہ اے بی مرزا اینڈ کمپنی والے- پاپولر والے- پی پی اے والے پاکستانی ہو کر اپنے عوام کی بے لوث خدمت کر سکتے ہیں تو کیا یہ سیاستدان جنکو کرسی کا نشہ چڑھا ہوا ہے اپنے کروڑوں اور اربوں روپے میں سے تھوڑی سی رقم خرچ کر کے ان لوگوں کی طرح عوام کی خدمت نہیں سکتے- یقیناً" کر سکتے ہیں اگر یہ کرنا چاہیں- لیکن یہ ایسا نہیں چاہتے- یہ تو کرسی حاصل کریں گے بعد اپنی پارٹی والوں کو اپنے عزیز و اقارب کو نوازنا چاہتے ہیں- لوٹ کھسوٹ کرنا چاہتے ہیں- ووٹر کو یہ بالکل بھول جاتے ہیں کہ اس سے ہمارا کچھ رشتہ بھی تھا- اور یہ غریب ووٹر ہی ہمیں یہ کرسی دلانے والا ہے- جب انہیں کرسی ملتی ہے تو کرسی کے نشے میں اس راستے کو بھول جاتے ہیں جس راستے سے ہو کر یہ اقتدار تک پہنچتے ہیں-

میرے بھائیو- میری بہنو میری بیٹیوں یہ ہمارے سیاستدان جب عوام کے پاس ووٹ لینے جاتے ہیں تو انہیں یہ احساس دلاتے ہیں جیسے یہ انہیں آسمان کی طرف لے اڑیں گے اور یہ کہ یہ بہت مخلص ہیں اور لوگوں کو صدیوں کی نیند سے بیدار کر کے جگنو کی مشعلوں اور چمکتے ستاروں سے جا ملائیں گے- ووٹ لیتے وقت ووٹروں کو یوں تسلی اور تشفی دیتے ہیں جیسے ان کی زندگی کو یہ گلستان اور ناکستان بنا دیں گے یا انکی حیات کو ستاروں میں غوطہ زن کر دینگے- امن کی لمبی لمبی بشارتیں دیتے ہیں- خوشحالی کی امیدیں دلاتے ہیں ایک لہر ایک ترنگ ایک بے نام کیف میں ایسے ایسے وعدے کرتے ہیں جس سے لوگ بے چارے انکے دھوکے ان کے فریب میں آ جاتے ہیں-

لیکن ان کا ہر وعدہ ان کی ہر امید ایک کھوکھلا پن ایک سطحی تموج ہے ان کے سارے وعدے اتھلے جذبے ہیں- جب یہ ووٹ لیکر اقتدار حاصل کر لیتے ہیں

تو پھر کربناک حقیقت بن کر ووٹر کے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں۔

ووٹ دینے والے انھیں یوں تلاش کرتے پھرتے ہیں جیسے وہ اپنی بکریاں گنوا بیٹھے ہوں۔ اسلئے کہ کامیاب ہونے کے بعد پھر یہ ووٹر کا نام اور پتہ اور اس کے گھروں کا راستہ تک فراموش کر دیتے ہیں۔

سنو بھائیو' بہنو' خواہشوں سے لبریز وعدے کرنے والے یہ سیاستدان عجیب انسان ہیں۔ انکے قول و فعل میں تضاد ہے۔ انکے ظاہر و باطن میں بڑا بعد ہے۔ یہ سیاستدان عوام کے دل سے روح میں اترنے کی کوشش کر کے انہیں اپنانے اور انہیں اپنا بننے کی کوشش نہیں کرتے۔ بلکہ یہ لوگ عوامی لیڈر ہونیکا دعویٰ کر کے جھوٹے وعدے جھوٹی امیدوں پر عوام کو مروا کے انکی لاشوں پر اقتدار حاصل کر کے اپنا مطلب نکالتے ہیں۔ یہ ہمارے سیاستدان کب تک جھاگ کے مانجھی بن کر ریت کی ناؤ چلاتے رہینگے۔ کب تک کاٹھ کے گھوڑے۔ سیپ کے ہاتھی۔ چلاتے رہینگے۔ کب تک اپنے عوام کیلئے راکھ کے کھیت۔ دھول کی کھلیاں کھڑے کرتے رہینگے۔

یہ بنگلوں اور کوٹھیوں کے ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھنے والے سیاستدان کیا جانیں غریب آدمی کے کیا مسائل ہیں ان کی کیا مانگ اور ان کی کیا ضرورتیں ہیں یہ اپنے فارغ اوقات میں لندن۔ پیرس اور نیویارک کے چکر لگانے والے اور عوام کو دھوکے میں ڈالنے والے سیاستدان عوام کے مسائل ان کے دکھ درد کو کیا جانیں۔

یہ سیاستدان عوامی ہونے کا دعویٰ کر کے جن عوام سے ووٹ لیتے ہیں انہیں کے خالی دامنوں میں تلخیاں۔ محرومیاں۔ کڑا انتظار اور خوف بھرتے ہیں۔ انہیں پرانا بوسیدہ کمبل جان کر پھینک دیتے ہیں۔ اور کبھی سلاخوں کے پیچھے بھی ڈالتے ہیں۔ یہ جن لوگوں کے ووٹ سے اقتدار حاصل کرتے ہیں انہیں کو بھوک اور مہنگائی کی بیڑیوں میں جکڑتے ہیں۔ انہیں کو مایوسی اور نا مرادی کی زنجیریں

پہناتے ہیں۔

یہاں تک کہتے کہتے گل بابا خاموش ہو گئے تھے اس لئے کہ برکت کمرے میں داخل ہوا تھا۔ گل بابا کے خاموش ہونے پر رضوان بولے اور کہنے لگے۔

گل بابا آپ کی باتیں ایسی ہیں۔ قسم خدا کی جی چاہتا ہے یہیں بیٹھا رہوں اور آپکی باتیں سنتا رہوں۔ آپ کی باتوں میں دھوکے باز سیاستدانوں کے لئے زہر وطن کیلئے خلوص اور محبت اور اپنے عوام اور شہریوں کے لئے نہ ختم ہونے والی چاہتوں کا ایک سلسلہ ہے۔ گل بابا اب تو میں روز آپ کے پاس آؤں گا اور آپکی اچھی اچھی باتوں سے مستفید ہوں گا۔ قبل اس کے کہ رضوان صاحب کی باتوں کا جواب گل بابا پھر بولے اور کہنے لگے۔

رضوان صاحب! ہمارے لوگوں میں دین سے محبت اور قومی جذبے کا بڑا فقدان ہے۔ یہ ملک ایک گاڑی کی مانند ہے۔ پنجابی اس گاڑی کا پٹرول' پشتون اس گاڑی کے پہیے' سندھی سٹیرنگ' بلوچ بیٹری اور مہاجر اس کا مکینک ہے۔ ہر ملک ہر خطے کی اپنی ایک زبان ہے۔ عرب عربی بولتے ہیں۔ ترک ترکی' ہندوستانی ہندی انگریز انگریزی' فرانس کے رہنے والے فرانسیسی۔ ایک ہم ہیں جو ابھی تک اپنی قومی زبان سیدھی نہیں کر سکے۔ ہمارے حکمرانوں کو چاہیے کہ اردو کا نام بدل کر اس کا نام پاکستانی رکھ دیں تاکہ اقوام عالم میں یہ ایک قوم کی حیثیت سے ہماری پہچان بن سکے۔ گل کے خاموش ہونے پر برکت بولا اور کہنے لگا۔

رضوان صاحب ابھی آپ نے کیا دیکھا ہے۔ آپ گل بابا کے پاس بیٹھیں پھر دیکھیں گل بابا کیسے کیسے معرکے سرزد کرنے والے اور کس قدر وطن کے مخلص اور عوام کے شیدائی ہیں رضوان پھر بولے اور کہنے لگے گل بابا یہ جو آپ اشتہار چھپاتے ہیں اس پر آپکا خرچہ تو کافی اٹھتا ہوگا۔ گل بابا کہنے لگے بس رضوان صاحب یہ اپنا تین منہ کا آگردان ہے صبح لیکر اٹھتا ہوں اس میں دوکان دوکان لوبان کی دھونی دیتا ہوں لوگ کچھ نہ کچھ دیدیتے ہیں بس اسی سے

میں یہ اشتہار اور اسٹکر چھپواتا ہوں اور عوام کی خدمت کرتا رہتا ہوں۔ رضوان بولے اور عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگے عروج میری بچی میری طرف سے دس ہزار کا ایک چیک کاٹ کر گل بابا کو دیدو تاکہ یہ اپنے کام کی رفتار تیز کر سکیں۔

رضوان صاحب کے اس اعلان سے برکت' آصف' صدف ثوبیہ 'عروج شکیلہ' طیبہ اور گل بابا سب ہی بہت خوش ہوئے۔ پھر عروج برکت کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

برکت بھائی میں تو ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں آپکی طرف آئی تھی۔ پہلے میں گھر گئی وہاں سے پتہ چلا آپ لوگ سب گل بابا کی طرف گئے ہوئے ہیں یہاں آئی تو پتہ چلا آپ وقار صاحب کی طرف گئے ہوئے ہیں۔ آپ بیٹھیں اور غور سے میری بات سنیں برکت فوراً عروج کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہو میری بہن کیا کہنا ہے۔

عروج بولی اور کہنے لگی۔

برکت بھائی تھوڑی دیر پہلے آفاق سے میری بات ہوئی ہے۔ کراچی میں جن لوگوں کے یہاں اس نے قیام کر رکھا ہے وہاں حفیظ نام کا ایک شخص مالی کا کام کرتا ہے۔ انہی کا کہنا ہے کہ وہ حفیظ ہمارے یہاں آسرا کی عمارت میں رہنے والی اجالا نام کی لڑکی اور دولہا بھائی کا باپ ہے وہی دولہا بھائی جو محلے میں مٹھائی۔ پکوڑوں اور سموسوں کی دوکان کرتے ہیں اور جن کا اصلی نام انیس الرحمان ہے۔ آفاق کہہ رہا تھا کہ وہ حفیظ جو مالی کا کام کرتا ہے اس کے بیٹے کا نام انیس الرحمان۔ بیٹی کا نام اجالہ تھا۔ بنیادی طور پر وہ بدایوں کے رہنے والے تھے وہاں سے ہجرت کر کے لاہور آئے۔ یہاں اس کا بیٹا اور بیٹی اس سے بچھڑ گئے اور وہ کراچی جا کر کام کرنے لگا۔ یہی حالات مجھے اجالا نے بھی بتائے تھے۔ آپ بھی برکت بھائی موجود تھے۔ جس وقت وہ آسرا میں داخلہ لینے کے لئے آئی تھی۔ اب میں چاہتی ہوں کہ آپ اس اجالا اور دولہا بھائی سے رابطہ قائم کریں اگر یہ واقعی اس حفیظ کی اولاد ہیں تو پھر ان تینوں کو آپس میں ملانا چاہئے بہت بڑا ثواب کا کام ہے۔

عروج کے اس انکشاف پر برکت خوش ہوا اور کہنے لگا۔

عروج میری بہن میں ابھی وقار صاحب سے کہہ کر اجالا کو یہیں بلواتا ہوں آپ اس سے بات کریں جبکہ میں خود دولہا بھائی کی طرف جاتا ہوں اس سے بات کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی برکت اٹھ کر گل بابا کے کمرے سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد اجالا اپنے بیٹے عمران کے ساتھ گل بابا کے کمرے میں داخل ہوئی بڑی شائستگی میں اس نے وہاں بیٹھے ہوئے سب لوگوں سے سلام کیا پھر وہ عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ڈاکٹر عروج آپ نے مجھے بلایا ہے۔ عروج نے اپنے قریب ہی اشارہ کرتے ہوئے اسے بیٹھنے کو کہا جس پر اجالا بیٹھ گئی۔ پھر عروج اس سے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

اجالا میری بہن جس وقت تم آسرا میں داخلہ لینے کے لئے آئی تھیں تو تم نے مجھے اپنی داستان سنائی تھی۔ تم نے کہا تھا کہ تمہارا تعلق بدایوں سے ہے اور پاکستان میں داخل ہونے کے بعد تم اپنے باپ اور بھائی سے بچھڑ گئیں تھیں۔ کیا تمہارے باپ کا نام حفیظ اور تمہارے بھائی کا نام انیس الرحمان تھا۔ عروج کے اس انکشاف پر اجالا چونک سی پڑی اور کہنے لگی ڈاکٹر عروج آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ میرے باپ کا نام حفیظ اور بھائی کا نام انیس الرحمان تھا کیا آپ لوگوں کو ان دونوں کی کچھ خبر ملی ہے۔ اس پر عروج بے پنا خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ بس یہیں بیٹھی رہو میری بہن اب تم پرسکون زندگی بسر کر سکو گی۔ ہم تم سے تمہارے بھائی کو بھی ملائیں گے اور تمہارے باپ کو بھی ملائیں گے۔ اس پر اجالا نے بے چینی اور بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

کیا آپ مجھے بتا سکیں گی کہ میرا بھائی اور میرا باپ کہاں ہیں اس پر عروج پھر

بولی اور کہنے لگی۔

جہاں تک میری بہن تمہارے بھائی اور باپ کا تعلق ہے تو باپ ان دنوں کراچی میں ہے لیکن ہم جلد ہی اسے یہاں لانے کا انتظام کریں گے اور جہاں تک تمہارے بھائی کا تعلق ہے وہ تھوڑی دیر تک پتہ چل جائیگا کہ وہ تمہارا بھائی ہے کہ نہیں جس شخص کو ہم تمہارا بھائی سمجھ رہے ہیں وہ ان دنوں لاہور ہی میں ہے برکت بھائی اسے لینے گئے ہیں تھوڑی دیر تک پتہ چل جائیگا کہ وہ تمہارا بھائی ہے کہ نہیں۔

اجالا پھر بولی اور کہنے لگی۔

ڈاکٹر عروج اگر مجھ بے بس اور حالات کی ماری ہوئی عورت کو اپنا باپ اور بھائی مل جائیں تو میں سمجھوں گی کہ اب تک جو کچھ میں نے کھویا ہے وہ مجھے مل گیا ہے۔ اجالا بے چاری یہیں تک کہنے پائی تھی کہ برکت کمرے میں داخل ہوا اس کے ساتھ دولہا بھائی بھی تھا برکت اپنی پہلی والی نشست پر بیٹھ گیا دولہا بھائی کو بھی اس نے پاس بٹھا لیا پھر وہ عرج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

عروج میری بہن میں دولہا بھائی سے تفصیل کے ساتھ بات کر کے اسے ساتھ لے آیا ہوں دولہا بھائی کا کہنا ہے کہ اس کے باپ کا نام حفیظ اور بہن کا نام اجالا تھا اس پر اجالا کھڑی ہو گئی برکت پھر بولا اور انیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا یہ جو خاتون کھڑی ہوئی ہے اس کا نام اجالا ہے یہی تمہاری بہن ہے۔ اگر تمہیں شک ہو تو اس سے متعلق سوال کر سکتے ہو۔ انیس الرحمان بھی اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک انیس نے بڑے غور سے اجالا کو دیکھا پھر پوچھنے لگا کہ میری بہن میں اور تم کہاں سے جدا ہوئے تھے۔ اجالا بے چاری رو پڑنے والی تھی کہنے لگی بدایوں سے ہجرت کرنے کے بعد جب ابا کے ساتھ میں اور میرا بھائی والٹن کے کیمپ میں آئے تو یہاں حالات نے نہ جانے کیا تیر مارا کہ ہم اپنے ابا سے علیحدہ ہو گئے۔ پھر اس وقت سے ابتک بس قسمت میں دھکے ہی دھکے لکھے ہوئے

تھے۔ اس کے ساتھ ہی انیس الرحمان بے چارہ بھاگ کر آگے بڑھا اور اجالا کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے اس کا سر چوم لیا۔ اور کہنے لگا اجالا میری پیاری میری اچھی بہن تم ہی میری برسوں کی بچھڑی ہوئی بہن ہو۔ دونوں بہن بھائی ایک دوسرے سے گلے مل کر خوب روئے۔ جیسے وہ برسوں کی دھول۔ برسوں کی بے بسی اور لاچارگی کو آنسوؤں کے ذریعے دھو ڈالنا چاہتے ہیں۔

دونوں بہن بھائی علیحدہ ہوئے ایک ساتھ ہی وہ بیٹھ گئے اس کے بعد انیس الرحمان نے عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ڈاکٹر بہن اب جبکہ ہم دونوں بہن بھائی مل گئے ہیں ہمیں کراچی میں اپنے باپ کا بھی پتہ بتایئے تاکہ میں انہیں جا کر لے آؤں۔ اس پر عروج نے گل بابا سے کاغذ اور قلم مانگا اور گل بابا نے فوراً" کاغذ اور قلم عروج کو مہیا کر دیا۔ عروج نے اس پر فوزیہ لوگوں کا ایڈریس لکھا اور انیس الرحمان کو تھماتے ہوئے کہا۔ دولہا بھائی اس کوٹھی میں تمہارا باپ بے چارہ مالی کا کام کرتا ہے۔ انیس الرحمان نے وہ کاغذ لیا تہہ کر کے جیب میں ڈالا پھر وہ کہنے لگا ڈاکٹر بہن میں آج ہی کراچی روانہ ہوں گا اور خود اپنے باپ کو وہاں سے لیکر آؤں گا اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنی بہن کو اپنے گھر لے کر جاؤں میرے گھر والے میری بہن کو دیکھ کر بے حد خوش ہونگے۔ اب تک یہ بے چاری پریشانیوں میں زندگی بسر کرتی رہی ہے۔ میں اس کی خدمت کرونگا اور اسے زندگی کی آسائشیں فراہم کرونگا۔ اس پر عروج بولی اور کہنے لگی آپ بہن سے تو مل لئے اور بھانجے سے ملے ہی نہیں۔ یہ جو اجالا کے پاس لڑکا بیٹھا ہے اس کا نام عمران ہے یہ اجالا کا بیٹا اور آپکا بھانجہ ہے انیس الرحمان بے چارہ پھر آگے بڑھا عمران کو بری طرح اپنے ساتھ لپٹا کر پیار کرنے لگا تھا۔ پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی بہن اور بھانجے کو اپنے ساتھ گھر لے گیا تھا۔

جس روز گیارہ بجے کی فلائیٹ سے آفاق اور سندس نے کراچی سے لاہور روانہ ہونا تھا اس روز فوزیہ صبح ہی صبح آفاق کے کمرے میں آئی اور کہنے لگی آفاق بھائی میں آپ سے کچھ بات کہنا چاہتی ہوں یا یوں سمجھئے کہ آپ لاہور جاتے جاتے میرا ایک کام بھی کریں۔ اس پر آفاق کہنے لگا کہو میری بہن کیا کام ہے۔ فوزیہ کہنے لگی آپ میری کزن کو جانتے ہیں جو ہروقت برقعہ پہنے رہتی ہے اس کے ماں باپ نے ان دنوں لاہور قیام کر رکھا ہے اور یہ ان کے پاس جانا چاہتی ہے میں نے آپ ہی کی فلائیٹ میں اس کی بھی سیٹ بک کرا دی ہے۔ آپ کی مہربانی ہوگی اگر آپ اسے بھی ساتھ لے جائیں اور راستے میں اس کا خیال رکھیں۔ ائیرپورٹ پر اسے لینے کے لئے بہت سے لوگ آجائیں گے آپ بے فکر رہیں۔ صرف راستے میں اس کا خیال رکھئے گا میں ایک اور بات آپ سے کہوں کہ وہ بڑی حساس لڑکی ہے۔ میری گزارش ہے کہ کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے اس کی دل شکنی ہو۔ اس پر آفاق بڑی عاجزی میں کہنے لگا

فوزیہ میری بہن آپ کیوں فکر مند ہوتی ہیں۔ آپ کی کزن میری کزن ہے۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔ میں راستے میں اس کا خیال رکھوں گا۔ جس چیز کی ضرورت ہوئی وہ اسے فراہم کروں گا۔ اور اپنے ساتھ لاہور لے کر جاؤں گا۔ اگر اسے کوئی نہ لینے کے لیے آیا تو اسے گھر لے جاؤں گا اور اس کے گھر والوں کو فون کر کے بلا لوں گا یا اگر وہ کہے گی تو خود اسے اس کے گھر چھوڑ کر آؤں گا۔ اس پر فوزیہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

آفاق بھائی آپ کی بڑی مہربانی بہت بہت شکریہ۔ مجھے آپ سے ایسی ہی امید تھی۔ اب آپ اپنا ٹکٹ مجھے دے دیں میں آپ دونوں کو خود ائیرپورٹ چھوڑ کر آؤں گی ائیرپورٹ سیکورٹی میں ہمارے کچھ جاننے والے ہیں ان کے ذریعے سے میں خود آپ دونوں کے ساتھ اندر داخل ہوں گی اور خود آپ کو بورڈنگ کارڈ لے کر دوں گی۔ اس پر آفاق اٹھا اور اپنا ٹکٹ نکال کر اس نے فوزیہ کو تھما دیا تھا۔

فوزیہ نے ٹکٹ لیا پھر پوچھا کیا آپ کی تیاری مکمل ہے۔ اس پر آفاق کہنے لگا میرا سارا سامان تیار ہے بس اب کوچ کرنا ہے۔ اس پر فوزیہ کہنے لگی ہمیں کچھ دیر پہلے ہی جانا چاہیے بس میں آدھے گھنٹے تک آتی ہوں پھر یہاں سے روانہ ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی فوزیہ پھر کمرے سے نکل گئی تھی۔

کوئی آدھ گھنٹے کے بعد فوزیہ اپنی گاڑی میں آفاق اور سندس کو لے کر ائیرپورٹ کی طرف روانہ ہوئی۔ آفاق اگلی نشست پر فوزیہ کے برابر بیٹھا تھا۔ سندس پچھلی نشست پر تھی وہ اسی طرح تنجا ٹائپ برقعہ پہنے ہوئے تھی۔ تین نمبر ٹرمینل کے سامنے والے پارکنگ ایریا میں فوزیہ نے گاڑی پارک کر دی تھی پھر وہ سامان لے کر ائیرپورٹ میں داخل ہوئے۔ فوزیہ نے اپنے جاننے والے سیکورٹی اسٹاف سے بات کی پھر وہ آفاق اور سندس کو لے کے ائیرپورٹ میں داخل ہوئی اس لئے کہ اس فلائیٹ کے مسافروں کے داخلے کا وقت ہو چکا تھا۔ فوزیہ نے آفاق اور سندس دونوں کو ایک طرف کھڑا کر دیا سندس چونکہ تنجا ٹائپ برقعے میں پوری طرح چھپی ہوئی تھی اس لئے آفاق بے چارہ اسے پہچان نہ سکا تھا۔ فوزیہ خود ان کے سامان کے ساتھ کاؤنٹر پر گئی اور دونوں کا سامان بک کروایا پھر کاؤنٹر والے کو ٹکٹ تھماتے ہوئے وہ کہنے لگی پلیز آپ یہ مہربانی کیجئے گا کہ اگلے حصے میں دو سیٹیں کھڑکی کے قریب دے دیجئے گا۔ کاؤنٹر والے نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ٹکٹ تھام لئے پھر وہ بورڈنگ کارڈ بنانے لگا تھا۔ کاؤنٹر سے فارغ ہو کر اور کچھ ٹیگ لے کر فوزیہ آفاق کے پاس آئی اور کہنے لگی آفاق بھائی یہ دونوں ٹکٹ اور بورڈنگ کارڈ ہیں یہ اپنے پاس رکھ لیں۔ بہتر ہے اپنے بریف کیس میں رکھ لیں۔ آفاق نے ٹکٹ اور بورڈنگ کارڈ لے کر اپنے بریف کیس میں رکھ لئے۔ اس نے بورڈنگ کارڈ پر سندس کا نام بھی نہ پڑھا تھا۔ ورنہ شاید اسے پتہ چل جاتا کہ تنجہ ٹائپ برقعے میں سندس ہے۔ فوزیہ نے سندس کے پرس اور آفاق کے بریف کیس کو ٹیگ بھی لگا دیئے تھے۔ اس کے بعد فوزیہ ان دونوں کو

لے کر لابی کی طرف گئی۔ لابی میں اس نے آفاق کو باتوں میں مصروف رکھا۔ بریف کیس کھولنے کا موقع ہی نہ دیا کہ کہیں وہ بورڈنگ کارڈ سے سندس کا نام ہی نہ پڑھ لے۔ جب فلائیٹ جانے کا وقت ہوا تو فوزیہ نے ان دونوں کو لائین میں کھڑا کر دیا آگے آفاق رہا۔ سندس اس کے پیچھے کھڑی ہو گئی دونوں بورڈنگ کارڈ پیش کرتے ہوئے آفاق سندس کے ساتھ اندر چلا گیا گاڑی میں بھی وہ قریب قریب ہی کھڑے ہوئے تھے جہاز کے سامنے بنی ہوئی قطار میں بھی سندس آفاق کے پیچھے رہی آفاق ہی نے وہاں بھی سندس کا بورڈنگ کارڈ پیش کیا اس کے بعد دونوں جہاز میں داخل ہوئے آفاق نے ابھی تک نہ ہی سندس سے بات کی تھی اور نہ اسے مخاطب کیا تھا جہاز میں سوار ہوتے ہی دونوں بورڈنگ کارڈ اس نے دروازے کے قریب کھڑی ہوئی ائیر ہوسٹس کے حوالے کر دیئے ائیر ہوسٹس ان دونوں کے ساتھ ہی اور جہاز کے اگلے حصے میں کھڑکی کے قریب دو سیٹوں والی نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی یہ آپ دونوں کی سیٹ ہے آفاق کھڑکی کے قریب بیٹھ گیا اور دوسری سیٹ پر چپ چاپ سندس بیٹھ گئی تھی دونوں خاموش تھے بالکل چپ اجنبی اور ناآشناؤں کی طرح آفاق کھڑکی سے باہر ائیرپورٹ کا منظر دیکھ رہا تھا جبکہ سندس نے اگلی نشست کے بیگ میں رکھا ہوا ایک میگزین نکالا اور اپنے چہرے پر میگزین رکھنے کے بعد وہ پڑھنے لگی تھی شاید اس طرح وہ جہاز کے اڑنے سے پہلے وہ آفاق کو یہ نہیں پتہ چلنے دینا چاہتی تھی کہ وہ سندس ہے، یہاں تک کہ تھوڑی دیر بعد جہاز ٹیک آف کر گیا۔

جہاز کے اڑنے کے پندرہ منٹ بعد جب ائیر ہوسٹس لوگوں میں لنچ تقسیم کرنے کی تیاریاں کر رہی تھی اس وقت سندس اپنی سیٹ سے اٹھی اور باتھ کی طرف چلی گئی۔

باتھ میں جانے کے بعد سندس نے نیجا ٹائپ برقعہ اتار کر تہہ کر لیا تھا پھر وہ باہر نکلی جب وہ اپنی سیٹ کے قریب آئی تو آفاق اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا سندس نے اس کی طرف دھیان دیئے بغیر اپنی سیٹ کے اوپر والا خانہ کھولا اور اپنا تہہ کیا ہوا برقعہ اس نے اپنے اس خانے میں رکھ دیا تھا جس میں پہلے ہی آفاق کا بریف کیس پڑا ہوا تھا پھر وہ چپ چاپ آفاق کی طرف دیکھے اور اس کی طرف دھیان دیئے بغیر اپنی نشست پر بیٹھ گئی آفاق تھوڑی دیر تک اسے تیز اور سخت نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر اس نے مدھم اور رازدارانہ سی سرگوشی کی۔

تو یہ فوزیہ کی کزن تم ہو اب میں سمجھا کہ کیا چکربازی ہے گویا تم ہی فوزیہ کی کزن کی حیثیت سے کار میں اس کے ساتھ گھومتی رہی ہو سندس تم یوں ہاتھ دھو کر کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو ایسا کرنے سے تمہیں کیا حاصل ہو گا خوامخواہ میں میرے ذہنی انتشار اور دلی دباؤ کا باعث بن رہی ہو۔

یہاں تک کہنے کے بعد آفاق جب خاموش ہوا تو مدھم دھیمی سی آواز میں سندس بولی اور کہنے لگی۔

میں آپ کے لئے ذہنی انتشار اور دلی دباؤ کا باعث نہیں بننا چاہتی میں تو آپ کے ذہن آپ کے دل کا سکون بننا چاہتی ہوں لیکن آپ ہیں کہ مجھے کوئی انتہائی گھٹیا اور ذلیل مخلوق سمجھ کر دھتکار رہے ہیں میں مانتی ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے میں تسلیم کرتی ہوں لیکن وہ معاملہ کچھ اس قدر بھیانک بھی نہ تھا کہ آپ ساری عمر مجھے اس کی سزا دیتے رہیں اور میری اس غلطی کو معاف کر کے پہلے جیسے تعلقات بحال اور استوار نہ کریں۔ غلطی اور کوتاہی ہر انسان سے ہوتی ہے میں بھی چونکہ جنس انسان ہی سے ہوں لہذا مجھ سے بھی غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔

آفاق آپ جانتے ہیں کہ میں نے کبھی آپ سے جھوٹ نہیں بولا یہ درست ہے کہ میں نے سحر کی خاطر آپ کو بیوقوف بنایا لیکن اس کی سزا مجھے یہ ملی کہ میں خود بے سکون ہو گئی میرا وہ دل جو سحر کی وجہ سے آپ کے لئے انتہا درجے کی نفرت رکھتا تھا اب اسی دل میں آپ کے لئے محبت کے سوا کچھ نہیں آفاق محبت

تو خوشی اور مسرت کا چرچا ہے رنج سفر کی تھکان میں پھلوں سے لدا اور پرندوں سے بھرا ایک پیڑ ہے۔

میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں کہ میری حصار ذات میں میرے قرب کے لمس میں میری تنہائی میری مناجات میرے ہونٹوں کے زاویوں میں صرف آپ ہی کا نام ہے میری نظر نظر میں قدم قدم میں سلگتی زندگی کے ہر آنچل اور زندگی کی ہر ہلچل میں صرف آپ ہی کا تخیل ہے۔

اس زندگی کی کراہتی سسکیوں میں گھٹی فضاؤں میں آپ میرے لئے امرت برساتا بول اور تمناؤں کا بادل ہیں۔ ظلمتوں کے سفر اور حیات کی اذیتوں میں امرت کا چشمہ اور خوابوں کی جنت ہیں۔ جدائی کے زخموں زندگی کی آنکھوں کی بے بسی میں آپ میرے لئے وصال کا میگھ اور خوشحالی کا گیت ہیں ہاتھوں کی لکیروں کی تقدیر اور ستاروں کی گردش میں آپ میرے لئے امن کی بشارت اور چاہت کا سندیس ہیں۔

میں آپ کو کیسے یہ یقین دلاؤں کہ میری عارض اور جوانی کا نکھار آپ ہیں میرے لئے تو آپ ستاروں کا ایک قافلہ اور لوح ازل پر کرنوں سے لکھا اک حرف محبت ہیں خدا کے لئے مجھ سے میری محبت چھین کر مجھے آنسوؤں کی لکیر درد کا ستارہ سسکتا لمحہ اور اشکوں کا طوفان نہ بنایئے اگر آپ اسی طرح میری محبت کا جواب نفرت اور بیزاری سے دیتے رہے تو پھر میں ایک روز سسکیاں بھرتے ستاروں اور گلیوں میں دھکے کھاتے خزاں کے مارے خشک پتوں کی طرح مٹ کر رہ جاؤں گی۔ آفاق نے سندس کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا تھا اتنی دیر تک ایک ایئر ہوسٹس ان کے پاس سے گزری آفاق نے اشارے سے اس کو اپنے پاس بلایا جب وہ قریب آئی تو آفاق نے اسے دھیمی اور رازدارانہ سی آواز میں مخاطب کر کے کہا یہ جو لڑکی میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے یہ نہ جانے کون ہے میں اسے جانتا تک نہیں یہ اپنی گفتگو اور باتوں سے مجھے تنگ کرنے لگی ہے آپ کی مہربانی مجھے کہیں اور نشست دلا دیں اور یہاں پر اس لڑکی کے ساتھ کسی اور خاتون کو لا کر بٹھا دیں وہ ایئر ہوسٹس جہاز کے اندر ادھر ادھر سیٹوں کی طرف دیکھنے لگی تھی وہ آفاق سے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ سندس اپنی جگہ سے اٹھی اپنا منہ اُس کے کان سے قریب لے گئی پھر راز داری میں کہنے لگی۔

آپ ان کی باتوں میں نہ آئیے گا دراصل یہ میرے شوہر نئی نئی شادی ہوئی ہے ہم میں کچھ ناراضگی ہے اس لئے اس ناراضگی کے باعث یہ اپنی سیٹ بدلنا چاہتے ہیں آپ کی مہربانی ان کی سیٹ نہ تبدیل کیجئے گا اتنا کہنے کے بعد سندس اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی ایئر ہوسٹس نے تھوڑی دیر تک مسکرا کر آفاق کی طرف دیکھا پھر وہ دھیمی سی آواز میں کہنے لگی دیکھئے آپ دونوں کی نئی نئی شادی ہوئی ہے ان دنوں میں چھوٹی موٹی اونچ نیچ ہو ہی جاتی ہے اسے برداشت کیجئے اپنی بیوی ہی کے پاس بیٹھئے آپ کو نشست تبدیل کرنے کی کیا ضرورت ہے اس پر آفاق فوراً بولا اور ایئر ہوسٹس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ آپ سے جھوٹ کہہ رہی ہے غلط بیانی سے کام لے رہی ہے یہ میری بیوی نہیں ہے اس نے کہیں کہ یہ ثبوت دے کہ یہ میری بیوی ہے اس پر سندس ایئر ہوسٹس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی ذرا ان کی جیب میں دیکھئے میرا اور اپنا دونوں ہی بورڈنگ کارڈ ان کی جیب میں ہیں اس پر ایئر ہوسٹس نے ہاتھ آگے بڑھا کر آفاق کی جیب سے دونوں بورڈنگ کارڈ نکالے انہیں غور سے دیکھا اور دوبارہ وہ بورڈنگ کارڈ آفاق کی جیب میں ڈالتے ہوئے کہنے لگی صاحب آپ یقیناً اپنی بیوی کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں آپ کا اور اس کا بورڈنگ کارڈ آپ کی جیب میں ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ یقیناً آپ کی بیوی ہے ناراضگی میں اتنا بڑا قدم تو نہیں اٹھاتے اور پھر ذرا اپنی بیوی کی طرف غور سے دیکھئے میں آپ سے حلفیہ کہتی ہوں کہ کم از کم اپنی مختصر سی زندگی میں میں نے اتنی خوبصورت اور پر کشش لڑکی نہیں دیکھی اتنا کہہ کر وہ ایئر ہوسٹس آگے چلی گئی تھی اس ایئر

ہوسٹس کے جانے کے بعد آفاق نے سندس کو کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھا
اپنی جیب سے اس کا بورڈنگ کارڈ نکال کر اس کی گود میں رکھ دیا پھر وہ کہنے لگا
تمہیں شرم نہیں آتی تم اس ایئر ہوسٹس کو میری بیوی بتا رہی تھیں اس سے
تمہیں اتنا بڑا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم
اس قدر پستی میں گر جاؤ گی اس پر سندس بیچاری مغموم سے لہجے میں کہنے لگی۔

میں پستی میں نہیں اتر رہی بلکہ آپ ہی مجھے ایک آوارہ اور ناقابل نفرت بلی
سمجھ کر دھتکار رہے ہیں جب میں آپ کے سامنے کئی بار اپنی غلطی تسلیم کر چکی
ہوں آپ کے معاملے میں مجھ سے زیادتی ہوئی مجھے معاف کر دیجئے میں آپ سے
قسمیہ اور حلفیہ کہتی ہوں کہ میں اپنے دل کی گہرائیوں سے آپ سے ٹوٹ کر محبت
اور پیار کرتی ہوں وہ جو زندگی میں ایک بار آپ کے ساتھ زیادتی ہوئی وہ معاف
کر دیجئے۔ اس کے ساتھ ہی سندس بیچاری حرکت میں آئی جھکی اور جہاز کے اندر
ہی اس نے آفاق کے دونوں پاؤں پکڑ لئے تھے آفاق نے دیکھا اس لمحہ سندس کی
آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تھے اور اس کے چہرے پر دور دور تک کرب ہی
کرب دکھائی دے رہا تھا آفاق نے نیچے جھک کر اپنے پاؤں چھڑا لیے تھوڑی دیر
تک اس نے غور سے سندس کی طرف دیکھا پر اسے کچھ کہا نہیں چند لمحوں کی
خاموشی کے بعد سندس پھر بولی اور کہنے لگی اگر آپ میری غلطی کو معاف نہیں
کرتے مجھ سے جو زیادتی ہوئی اسے فراموش نہیں کرتے اور میرے خلاف آپ
نے جو اپنے دل میں نفرت بھری ہے اسے پہلی جیسی محبت میں تبدیل نہیں ہونے
دیتے تو پھر میں سمجھوں گی میری بدقسمتی میری بدبختی ہے ایسی صورت میں مجھے
آپ سے کوئی شکوہ کوئی گلہ نہیں ہوگا اور میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ جس
روز سدرہ سے آپ کی شادی ہو گی اس روز ایک طرف سے سدرہ دلہن کی
صورت میں آپ کے گھر کی طرف آ رہی ہو گی دوسری طرف میری لاش دفن
کرنے کے لئے آپ کے گھر سے قبرستان کی طرف جا رہی ہو گی اگر آپ چاہتے
ہیں کہ میں آپ کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا کفارہ خودکشی کر کے ہی ادا کروں تو
خدا کی قسم آپ کی خوشی اور خوشنودی کی خاطر میں خودکشی بھی کر گزاروں گی اور
آپ کے سکون کی خاطر میں اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر دوں گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد سندس بیچاری خاموش ہو گئی اس کی آنکھوں سے
آنسو بہتے رہے اور آفاق اسے عجیب طرح سے دیکھتا رہا وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایئر
ہوسٹس ان کے سامنے کھانے کے ٹرے سرو کرنے لگی تھی سندس بیچاری نے
رومال سے اپنے آنسو پونچھ لئے۔ کھانے کی ٹرے اس کے سامنے ویسے کی ویسے
ہی پڑی رہی جبکہ آفاق لنچ لینے لگا تھا لنچ میں چاول اور مرغی کا گوشت اور میٹھے میں
چار کونوں میں کٹے ہوئے کیک تھے پلاسٹک کی تھیلی کھول کر آفاق نے چمچ نکالا اور
مرغی کا شوربہ چاولوں میں ملا کر کھانے لگا تھا اس نے آدھے چاول کھانے کے بعد
ایک بار غور سے سندس کی طرف دیکھا اس کے سامنے کھانے کی ٹرے پڑی تھی
اس کی آنکھیں بند تھیں سر نشست کی پشت پر ٹکا ہوا تھا اور اب اس کی آنکھوں
کے اندر گہری نمی پھوٹ رہی تھی اس پر آفاق نے پہلی بار اسے نرمی میں مخاطب
کیا۔ کھانا تو کھاؤ کھانے کے ساتھ تمہاری کیا ناراضگی ہے۔

آفاق کے ان الفاظ پر سندس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اس کی
آنکھوں میں ایک چمک امید کی ایک روشنی تھی آفاق پھر بولا اور کہنے لگا میں نے
کہا کھانا تو کھاؤ کھانے سے کیا ناراضگی ہے آفاق کے کہنے پر سندس نے اپنی
آنکھیں خشک کر لیں فوراً ہی وہ حرکت میں آئی پلاسٹک کی تھیلی کھول کر اس نے
چمچ نکالا اور کھانا کھانے لگی تھی۔

جب ایئر ہوسٹس دونوں کے سامنے سے لنچ کی پلاسٹک کی ٹرے اٹھا کر چلی گئی
تو وقت گزارنے کے لئے آفاق اخبار پڑھنے لگا تھا آگے پیچھے کے مسافر بھی سب
اخبار پڑھ رہے تھے اس موقع پر سندس بیچاری آفاق کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی
جہاں آفاق اخبار پڑھ کر وقت گزارنا چاہتا تھا وہاں سندس اس سے گفتگو کر کے

اس کے ساتھ اپنا معاملہ درست کرنے کا تہیہ کیے ہوئے تھی۔

تھوڑی دیر تک جب آفاق پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ اخبار پڑھتا رہا اور سندس کی طرف اس نے کوئی دھیان نہ دیا تب سندس بولی اور کہنے لگی۔

آفاق آپ کی نفرت اور بے توجہی کی وجہ سے میں اپنی اس زندگی سے قطرہ قطرہ گرنے والے پانی کی طرح بیزار ہو چکی ہوں کیا آپ مجھے کوئی ایسا طریقہ بتا سکتے ہیں جس سے میں آپ کے دل سے اپنے لئے نفرت اور بیزاری کو مٹا سکوں اس پر آفاق نے اخبار تہہ کر دیا اور دھیمی راز دارانہ سی آواز میں اسے کہنے لگا۔

سنو سندس کیا تم اس بات کو تسلیم کرو گی کہ مجھے تم سے پرخلوص محبت تھی لیکن تم نے اپنے غرور کی وجہ سے میری محبت کا مذاق اڑایا مجھ سے روندی ہوئی پیلی پرانی گھاس جیسا سلوک کیا اور خود اپنے ہاتھوں سے محبت کے اس جذبے کو جو بڑی مشکل سے پیدا ہوتا ہے تم نے نفرت کے کالے سمندر میں پھینکا۔

تم اس بات کو تسلیم کرو گی کہ میرے دل میں تمہارے لئے محبت کی روشنی تھی اور تمہارے ساتھ جینے کی ہوس تھی لیکن تم نے ہر چیز کو برباد کر دیا جس طرح روح پرانے جسموں کے جنگلے توڑ کر نکل جاتی ہے ایسے ہی تو نے بھی نفرت کی شام بن کر میرے جذبات پر یلغار کی میری اس محبت کا مذاق اڑایا چاہتوں کو مسمار کیا اب میرے پاس کیا رکھا ہے سندس اب میں بھری جھولی والا بادل نہیں ہوں میں اس خشک بدلی جیسا ہوں جو کہیں برس گئی ہو اب تم اپنی ذات کو میری ذات کے ساتھ سلگاؤ گی تو کیا پاؤ گی اب میں اپنی ذات اپنی چاہتوں اپنی محبتوں اپنی توجہ اور اپنے جذبات کے علاوہ اپنی ذات کی ہر شے کو سدرہ کے ساتھ منسوب کر چکا ہوں وہ میری حیات کا ایک سنگ میل ہے میری زندگی کی منزل مقصود اور کائنات میں بکھرتے وقت کے اندر میری ذات کا ہدف اور مقصود ہے سنو سندس میں نے تو تمہیں اپنی بیدار آنکھوں میں محبت کی روشنی جینے کی گلابی خوشبو چاہت کی ہوس پیش کی تھی لیکن تم نے میرے سارے جذبات میری ساری چاہتوں کا

مذاق اڑایا سندس بیچاری بڑے غور سے آفاق کی بات سنتی رہی آفاق تھوڑی دیر خاموش رہا پھر کہنے لگا۔

سنو سندس کیا تم نے کبھی کسی خشک پیلے پتے کو کسی درخت سے گرتے دیکھا ہے اس پر سندس نے بڑے غور سے آفاق کی طرف دیکھا پھر وہ مدھم دھیمی ٹوٹتی بکھرتی سی آواز میں کہنے لگی ہاں دیکھا ہے آفاق پھر بولا۔

اگر دیکھا ہے تو پھر سنو جس طرح درخت سے پیلا پتہ گرتا ہے اور جدائی کے تیر کا شکار ہوتا ہے ایسے ہی میرے اور تمہارے درمیان جدائی پھیل گئی ہے وہ پتہ درخت سے اس لئے گرتا ہے کہ اس کے اور درخت کے درمیان یک جہتی اور موافقت ختم ہو کر رہ جاتی ہے پس میرے اور تمہارے درمیان محبت کی جو موافقت اور چاہت کی یک جہتی تھی اسے تو نے خود اپنے ہاتھوں سے ختم کر دیا لہٰذا میں تمہاری ذات سے خشک پیلے پتے کی طرح گر کر علیحدہ ہو گیا ہوں اب تم پھر اپنی ذات کے ساتھ اس پیلے پتے کو لگانا چاہو تو یہ ناممکن ہے۔

دیکھو سندس میں اب سدرہ کو پوری طرح اپنی توجہ کا مرکز بنا چکا ہوں ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ایک دوسرے پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہیں لہٰذا میں اس کی محبت کو دھوکہ نہیں دوں گا اس کے اعتماد اس کے بھروسے کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا سنو سندس نفرت کا بیج جو تم نے بویا تھا اس کی فصل بھی اب تم کو ہی کاٹنا ہو گی اپنے راستے میں جو کانٹے تم نے بوئے تھے وہ کانٹے تمہیں ہی سمیٹ کر اپنی زندگی کے راستے کو صاف اور واضح کرنا ہو گا لہٰذا میری مانو تو اپنی دنیا کی طرف واپس لوٹ جاؤ میرے پاس تمہارے لئے کچھ نہیں رکھا فرحان سے شادی کر کے خوشگوار زندگی کی ابتداء کر لو آفاق کی اس تجویز پر سندس بیچاری نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی اور وہ کہنے لگی ہرگز نہیں آفاق ایسا نہیں ہو سکتا میں مر سکتی ہوں خودکشی کر سکتی ہوں اپنی اس دنیا میں لوٹ نہیں سکتی فرحان سے شادی بھی نہیں کر سکتی آپ سے ایک تعلق

اور محبت کے حوالے سے اب مجھے فرحان سے نفرت ہو چکی ہے میں اب اس کا
نام تک سننا پسند نہیں کرتی۔

سندس کہتے کہتے خاموش ہو گئی اس لئے کہ جہاز کے لینڈ کرنے کا اعلان ہو
گیا تھا پھر تھوڑی ہی دیر بعد جہاز لینڈ کر گیا مسافر جب باہر نکلنا شروع ہوئے تو
آفاق اپنا بریف کیس اور سندس اپنا پرس لے کر ایک دوسرے کے آگے پیچھے باہر
نکلے بیگیج بیلٹ کے پاس جا کر بھی وہ اکٹھے ہی کھڑے رہے تاہم سامان کے لئے
ٹرالی دونوں نے علیحدہ ہی لی تھی آفاق کا سامان پہلے آگیا تھا لہٰذا اس نے اپنا سامان
ٹرالی میں رکھا اور پھر اس نے سندس کا انتظار نہیں کیا تھا۔

جب وہ ٹرالی چلاتا ہوا ائرپورٹ سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا رضوان صاحب
بھاگتے ہوئے اس کی طرف آئے تھے پھر وہ آفاق سے لپٹ کر اس کا چہرہ پیشانی
چومنے لگے تھے پھر وہ بڑی شفقت سے کہنے لگے آفاق میرے بیٹے میرے ساتھ آؤ
تمہاری بہنیں اور سدرہ بھی تمہیں ریسیو کرنے کے لئے آئی ہے آفاق سامان کی
ٹرالی کے ساتھ رضوان صاحب کے پیچھے پیچھے چل دیا ائیرپورٹ سے باہر جو مختلف
اشیاء کے اسٹال ہیں ان میں سے ایک اسٹال کے پاس آفاق نے دیکھا عروج
صدف صوبیہ سدرہ کھڑی ہوئی تھیں ان کے قریب آکر آفاق نے ٹرالی روک دی
سب سے پہلے سدرہ آئی اور آفاق کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی کیسے ہیں آپ۔
آفاق نے مسکراتے ہوئے کہا بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں اس کے بعد صدف صوبیہ
اور عروج نے اس کا احوال پوچھا آخر میں عروج کہنے لگی سندس کہاں ہے اس پر
آفاق نے تیز نگاہوں سے عروج کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگا۔

میری بہن سندس سے میرا کیا تعلق میرا کیا واسطہ میں کیا جانوں وہ کہاں ہے
ویسے عروج میری بہن آپ نے اچھا نہیں کیا مجھے آپ نے یہ بتایا تھا کہ میری
رہائش کا سارا انتظام آپ نے وہاں کیا ہے جبکہ یہ سارا انتظام تو سندس نے کیا
تھا اس پر عروج کہنے لگی انی میرے بھائی میں نے آپ کے ساتھ دھوکہ نہیں کیا

بس یہ سندس کی خواہش تھی وہ ایسا کرنا چاہتی تھی وہ سارے انتظام تمہارے لئے
خود کرنے کا ارادہ رکھتی تھی لہٰذا میں نے اپنے حوالے سے اپنے نام سے اسے ایسا
کرنے کی اجازت دے دی اور اس میں صرف میری ہی مرضی شامل نہیں تھی اس
میں آپی اور صوبیہ کی رضامندی بھی شامل تھی بلکہ اس سلسلے میں میں نے خود
سدرہ سے بھی مشورہ لیا تھا اور سدرہ نے بھی ایسا کرنے کی اجازت دے دی تھی
لہٰذا میرے بھائی میں نے اپنی طرف سے ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا آفاق میرے
بھائی تمہارے اور سندس کے سارے حالات سدرہ جانتی ہے لہٰذا اگر تم کسی موقع
پر اپنی زندگی میں سندس کو ساتھی بناؤ تو سدرہ کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں
ہو گا اس پر آفاق بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا نہیں عروج میری بہن ایسا
نہیں ہو سکتا میں دو کشتیوں کا سوار بننا نہیں چاہتا میرے لئے بس یہ سدرہ ہی کافی
ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں میری ساری مصیبتوں ساری دشواریوں ساری
الجھنوں اور اذیتوں کو اپنی جھولی میں سمیٹ کر میرے لئے سکون اور اطمینانی کے
راستے کھول دیئے ہیں۔

یہاں تک کہتے کہتے آفاق خاموش ہو گیا اس لئے کہ سندس بھی اپنے سامان
کی ٹرالی کے ساتھ وہاں پہنچ گئی تھی پھر سب نے مل کر دونوں کا سامان گاڑیوں میں
رکھ دیا تھا تین کاریں لائی گئی تھیں ایک عروج کی ایک رضوان صاحب کی اور
ایک سدرہ کی عروج نے سندس کو اپنے ساتھ بٹھا لیا صوبیہ اور صدف رضوان
صاحب کے ساتھ بیٹھیں جبکہ آفاق کا سامان بھی خود سدرہ نے ہی اٹھا کر اپنی کار
میں رکھا تھا اور پھر آفاق سدرہ ہی کی کار میں بیٹھا اس کے بعد وہ گھر کی طرف
روانہ ہو گئے تھے۔

○

روز آفاق کراچی سے واپس لوٹا تھا اس کے دوسرے روز ہی آصف۔ صدف

اور صوبیہ کی شادی کے لئے تاریخ مقرر کر دی گئی تھی۔ اسی روز ڈاکٹر ثروت اپنے شوہر ریحان کے ساتھ ثمینہ خاتون اور فرخ کو ریسیو کرنے ائیرپورٹ گئیں تھی۔ دونوں میاں بیوی لوگوں کے جمگھٹے سے ذرا پیچھے رہ کر انتظار کرتے رہے۔ پھر اچانک ایک خاتون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ثروت کہنے لگی ثمینہ خاتون آگئیں۔ آپ ادھر ہی کھڑے رہیں میں اسے ادھر ہی لے کر آتی ہوں اس کے پیچھے اس کا بھتیجہ بھی ہے۔ ثروت بھاگی بھاگی گئی تھوڑی ہی دیر بعد وہ ایک خوب قد آور اور گورے رنگ کی خاتون کو اپنے ساتھ لے کر آئی وہ ثمینہ خاتون تھی اس کے پیچھے پیچھے اس کا بھتیجہ فرخ بھی تھا۔ ان دونوں کا تعارف ثروت نے ریحان سے کرایا۔ اس کے بعد ثمینہ خاتون نے حیرت سے ثروت کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

یہ تم دونوں میاں بیوی ہی ہم دونوں کو ریسیو کرنے آئے ہو۔ رضوان کہاں ہیں۔ اس پر ثروت کہنے لگی وہ کچھ بیمار ہیں۔ عروج کے اسپتال میں ان دنوں داخل ہیں ورنہ وہ ریسیو کرنے کے لئے ضرور آتے۔ اس پر ثمینہ کسی قسم کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی چلو پہلے گھر چلتے ہیں وہاں سے نہا دھو کر ڈریس چینج کر کے پھر میں ہسپتال چلوں گی رضوان سے بھی ملوں گی اور وہاں میں عروج سے بھی مل لوں گی۔ ثروت اور ریحان نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور سامان انہوں نے گاڑی میں رکھا۔ پھر وہ انہیں لے کر ائیرپورٹ سے نکل گئے تھے۔

رضوان۔ آصف۔ آفاق۔ صوبیہ۔ عروج۔ سدرہ اور سندس ہسپتال کی اوپر کی منزل میں کرامت اللہ کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے وہ لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ تھوڑی ہی دیر بعد گل بابا۔ برکت۔ شکیلہ اور طیبہ بھی اس کمرے میں داخل ہوئے۔ شاید وہ سب کرامت اللہ کی بیمار پرسی کرنے آئے تھے۔ برکت اور گل بابا آصف کے قریب بیٹھ گئے جبکہ طیبہ اور شکیلہ صدف اور عروج کے

درمیان جا کر بیٹھ گئیں تھیں۔ کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے رضوان بولے اور عروج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگے بیٹے کسی سے کہہ کر کمرے میں تین کرسیاں اور منگوا لو۔ ایک نشست کی جگہ ہے۔ تین کرسیاں اور منگوا لو۔ اس لئے کہ تھوڑی دیر تک ثمینہ خاتون۔ فرخ۔ ڈاکٹر ریحان اور ثروت یہاں پہونچنے والے ہیں۔ میری بیٹی ثمینہ خاتون اور فرخ کے آنے کے بعد جو بھی ڈرامہ ہو گا وہ بھی قابل دید ہو گا۔ اس پر عروج مسکراتی ہوئی کھڑی ہوئی اور اسپتال کے ایک کارکن سے اس نے اس کمرے میں مزید کرسیاں لگانے کو کہا پھر وہ اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر تک وہ کارکن کچھ اور کرسیاں کمرے میں لگا گیا تھا۔

سب باری باری کرامت اللہ سے گفتگو کر کے اسے تسلی دیتے ہوئے اس کا دل خوش کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ کمرے میں آگے پیچھے ڈاکٹر ریحان۔ ثروت۔ ثمینہ خاتون اور فرخ داخل ہوئے۔ سب کو رضوان نے بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ بیٹھ گئے تب ثمینہ خاتون بولی اور رضوان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ثروت نے تو مجھے بتایا تھا آپ بیمار ہیں۔ لہذا ائیرپورٹ پر آپ نہیں آسکے۔ یہ بھی کہ آپ کی بیماری کی وجہ سے عروج بھی مصروف ہو گی لہذا وہ بھی ائیرپورٹ نہیں آسکی۔ لیکن میں تو دیکھتی ہوں کہ آپ دونوں باپ بیٹی بالکل ٹھیک۔ ہیں۔ اس پر رضوان بولے اور کہنے لگے۔ خدا نہ کرے میں اور میری بیٹی بیمار ہوں ہم باپ بیٹی ٹھیک ہیں لیکن تم دیکھتی ہو میرا بھائی بیمار پڑا ہے بس اس کی وجہ سے میں ائیرپورٹ لینے نہ آسکا۔ اس پر ثمینہ خاتون اور فرخ نے بڑے غور سے بستر پر لیٹے ہوئے کرامت اللہ کی طرف دیکھا پھر بڑی حیرت اور استعجاب میں ثمینہ خاتون نے رضوان سے پوچھا یہ آپ کے کون سے بھائی ہیں۔

اس پر رضوان کہنے لگے

سنو ثمینہ خاتون اور فرخ جس قدر کمرے میں لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان سے

پہلے میں تم دونوں کا تعارف کراتا ہوں۔ اس پر صوبیہ فوراً ہی بولی اور کہنے لگی ابا
آپ رہنے دیں۔ میں خود ثمینہ خاتون کا سب لوگوں سے تعارف کراتی ہوں۔ اس
پر رضوان کی طرف دیکھتے ہوئے ثمینہ خاتون پوچھنے لگی یہ لڑکی کون ہے۔ رضوان
کے بولنے سے پہلے ہی صوبیہ کہنے لگی میں کون ہوں یہ سب کچھ تعارف میں ہی
آجائے گا آپ پہلے میری بات تو سنیں۔ پھر تھوڑی دیر رک کر صوبیہ تعارف
کراتے ہوئے کہنے لگی۔

یہ جو رضوان صاحب ہیں میرے ابا ہیں۔ جو چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں یہ
میرے ماموں کرامت اللہ ہیں۔ میرے ابا کے قریب میرے بڑے بھائی آصف ہیں
ان کے پاس میرے چھوٹے بھائی آفاق ہیں۔ آگے ہمارے منہ بولے بھائی
برکت۔ اور ہمارے انکل گل بابا ہیں۔ اس سے آگے ڈاکٹر ریحان اور ثروت بیٹھے
ہوئے ہیں ان دونوں کو آپ اچھی طرح جانتی ہیں اب لیڈیز کی طرف آئیں۔
لیڈیز کی لائین میں پہلی میری بڑی بہن صدف ہیں پھر میرے منہ بولے بھائی
برکت کی بیوی شکیلہ اس کے ساتھ میرے بڑے بھائی آصف کی منگیتر طیبہ پھر
میری بہن عروج اس کے بعد میرے چھوٹے بھائی آفاق کی منگیتر سدرہ اور سب
سے آخر میں یہ ہماری ایک پیاری پیاری بہن سندس بیٹھی ہوئی ہے۔ ثمینہ خاتون
اب آپ یہ جاننا چاہیں گی کہ میں کون ہوں اور ابا کے بجائے میں کون ہوتی ہوں
تعارف کرانے والی۔ تو سنو ثمینہ خاتون۔

میرا نام صوبیہ ہے۔ میں ایک بدقسمت ماں کی بدبخت اور برے نصیب کی
بیٹی ہوں جس نے دھوکہ دہی کا خونی ناٹک کھیلتے ہوئے مجھے بے بس آہوں۔ مجبور
آنسوؤں کی طرح اس سنسار کے سنسان ویرانوں میں راہ کا بے مصرف پتھر'
ٹھٹھری بسانند' وقت کی کالی ساعت' لفظوں کی ٹھنڈی راکھ اور نفرت کی بدترین
فصل سمجھ کر اپنے آپ سے علیحدہ کر دیا۔

لیکن ثمینہ خاتون وہ خداوند جس نے کوہ سینا کے لپکتے ہوئے شعلوں سے مدین
سے آنے والے ایک مسافر کو عصا اور ید بیضا کا کلیم بنا دیا۔ وہ خدا جس نے غار
حرا کی تاریکیوں میں لفظ اقرا سے دنیا کے افضل ترین رسول کے اجلے شفاف سینے
میں ختم نبوت کی شمع روشن کی۔ وہ اللہ وہ خدا مجھ پر بڑا مہربان ہوا اس نے مجھے
سناٹوں کی خاموشی میں مرنے نہیں دیا۔ لفظوں کی بھول بھلیوں میں آنسوؤں کی
رم جھم نہیں ہونے دیا۔ اس خداوند نے میری زندگی کی رات کو اندھا میری
زیست کے دن کو کائنات کا واہمہ نہیں بننے دیا۔ اس خدا نے مجھے لہو بھرے
آنچلوں کے پرچم کی طرح ہوا میں اڑا کر جھیر جھیر ہونے سے بچا لیا۔

سنو ثمینہ خاتون۔ وہ خدا چاہے تو غلام امام بن جاتے ہیں۔ رند پارسا ہو
جاتے ہیں۔ رہزن رہبر بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ثمینہ خاتون۔ اس خدا نے
میری بھی ایسی ہی حالت کی۔ مجھے جنم دینے والی نے مجھے اپاہج اور معذور جان کر
اپنے آپ سے جدا کر دیا۔ حالانکہ میں نے اس کی کوکھ سے جنم لیا تھا۔ اور مجھے
کسی اور کی گود میں ڈال دیا۔ پر وہ گود میرے لئے ماتا کی گود ثابت ہوئی۔ وہ
خاتون جس کی جھولی میں مجھے ڈالا گیا تھا کاش میں نے اس کی کوکھ سے جنم لیا
ہوتا۔ لیکن ثمینہ خاتون مجھے فخر ہے کہ میں نے اس خاتون کا دودھ پیا جس کی ذات
اور جس کی عصمت اور جس کے صبر پر میں فخر کر سکتی ہوں۔

یہاں تک کہنے کے بعد صوبیہ نے کھا جانے والی نگاہوں سے ثمینہ خاتون کی
طرف دیکھا۔ ثمینہ خاتون کی نگاہیں اس موقع پر ایک مجرم کی طرح پشیمانی کے عالم
میں جھکی ہوئی تھیں۔ شاید فرخ بھی اس راز سے واقف اور آگاہ تھا۔ وہ بھی
گردن جھکائے بیٹھا تھا۔ اس پر صوبیہ پھر بولی اور کہنے لگی۔ ثمینہ خاتون کھیتوں کو
جب آگ لگتی ہے تو دھواں ضرور اٹھتا ہے۔ شہروں میں جب لہو بہتا ہے تو تعفن
اور کھرا ہوتا ہے۔ تم نے جو جرم کیا تھا اس کے لئے آج تمہارے پاس پشیمانی
اور پچھتاوے کے سوا کچھ نہ رہے گا۔ اس لئے کہ نفرت کی فصل اگانے والے خود
ہی اس کے سنگ کٹ جاتے ہیں۔ ظلم کی آگ بھڑکانے والے خود بھی اس میں

جل جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو غصے اور نفرت کی بجلیاں دوسروں پر گراتے ہیں وہ خود بھی وحشت برساتی برق کا شکار ہو جاتے ہیں۔

سن ثمینہ خاتون۔ میں وہ بدنصیب لڑکی ہوں جس نے تمہاری کوکھ سے جنم لیا اس کے باوجود میں تمہیں اپنی ماں تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہوں۔ ہاں مجھے مرتے دم تک اس بات کا دکھ اور افسوس ہو گا کہ میں نے تمہاری کوکھ سے جنم لیا۔ اور اپنی موت تک میں اس بات پر فخر کرتی رہوں گی کہ میں نے طاہرہ خاتون کی کوکھ سے جنم نہ لینے کے باوجود اس کی ماتا اور پیار بھری گود میں پرورش پائی۔ اس کی پاکیزہ اور طاہر چھاتیوں کا دودھ پیا۔ سن ثمینہ خاتون۔ اتنا ہی تعارف کافی ہے یا مزید کچھ کہوں۔ ثمینہ خاتون اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی پھر آہستہ آہستہ وہ صوبیہ کی طرف بڑھتے ہوئے کہنے لگی۔ مجھے معاف کر دو بیٹی۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ تم نے میری کوکھ سے جنم لیا۔ تم ہی میری بیٹی ہو۔ اور میں نے تمہیں تبدیل کرنے کی غلطی کی۔ اس پر صوبیہ زہر بھرے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنی ایک بیساکھی اپنے سامنے تلوار کی طرح کرتے ہوئے وہ کھردری اور بے رحم آواز میں کہنے لگی۔ وہیں کھڑی رہو ثمینہ خاتون۔ میری طرف بڑھنے کی کوشش نہ کرنا۔ میرا تمہارا کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے۔ میری ماں طاہرہ تھی سو وہ مر چکی ہے۔ اب میری دو بہنیں ہیں صدف اور عروج دو بھائی ہیں آصف اور آفاق۔ اور میں خوش قسمت ہوں کہ میرے باپ کا سایہ بھی مجھ پر سلامت ہے۔ میں خوش قسمت ہوں کہ میرا ماموں کرامت بھی زندہ ہے ثمینہ خاتون ان کے علاوہ کسی فرد کسی ہستی کی خدا کے بعد مجھے ضرورت محسوس نہیں کرتی۔ لہٰذا تم یہاں سے جا سکتی ہو۔

تھوڑی دیر تک صوبیہ خاموش رہی پھر وہ دوبارہ کہنے لگی۔

سنو ثمینہ خاتون۔ جانے سے پہلے میں تم پر یہ بھی انکشاف کر دوں کہ میری بہن عروج کی شادی تمہارے بھتیجے فرخ کے ساتھ ہرگز ہرگز نہیں ہو گی۔ اس پر فرخ زہریلے سانپ کی طرح اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

تم کون ہوتی ہو میرے اور عروج کے رشتے کے درمیان دیوار بننے والی۔ تم کون ہوتی ہو اس رشتے کو توڑنے والی۔ یہ رشتہ برسوں کا طے ہے۔ اور کوئی اس کو منقطع کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اگر کسی نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو پھر نہ وہ زندہ رہے گا نہ یہ عروج۔ فرخ کی یہ گفتگو سن کر آصف اور آفاق دونوں کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا۔ پھر آفاق کسی ڈس لینے والے ناگ کی طرح اٹھا اور فرخ کے سامنے آتا ہوا کہنے لگا یہ بدمعاشی اور اوباشی کی گفتگو کہیں اور جا کر کرنا۔ تم کیا سمجھتے ہو عروج کا کوئی سرپرست اس کا کوئی بازو اس کا کوئی سہارا اس کا کوئی بھائی نہیں ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تم زبردستی عروج سے اپنی مرضی پوری کروا لو گے۔ سنو۔ میں عروج کا بھائی ہوں اور اگر تم نے اپنی حد سے بڑھنے کی کوشش کی تو میں تمہاری یہیں کھڑے کھڑے کی ہڈیاں توڑ کر اس کمرے سے باہر پھینک دوں گا۔

اس پر فرخ آہستہ آہستہ آفاق کی طرف بڑھتے ہوئے کہنے لگا

میں دیکھتا ہوں کہ عروج کا بھائی کیسے میرے سامنے اپنا دفاع کر سکتا ہے۔ میرا جب ایک ہی مکا تیری کنپٹی پر پڑا تو تو کاغذ کی ناؤ کی طرح اچھلتا ہوا اس کمرے کے دروازے سے باہر پڑا ہو گا۔ قبل اس کے کہ فرخ آفاق کے نزدیک جاتا عروج نے قہر برساتی ہوئی آواز میں کہا۔

اگر میرے بھائی کے ساتھ ہاتھا پائی کرنے کی کوشش کی تو سن رکھو فرخ اس کمرے میں تم اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ جو کچھ میری بہن صوبیہ نے کہا ہے وہ درست ہے نہ میرا ثمینہ خاتون سے کوئی رشتہ ہے نہ تم سے۔ میں اپنے پاپا کی بیٹی ہوں۔ میری ماں طاہرہ خاتون مر چکی ہے بس۔ اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتی تم دونوں ابھی اور اسی وقت اس کمرے سے نکل جاؤ۔ لیکن فرخ نے عروج کی اس بات کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔ وہ آفاق کی طرف بڑھا۔ جوں ہی وہ

آفاق کی طرف بڑھا آفاق کسی زہریلے درندے کی طرح حرکت میں آیا اس نے اپنے دونوں ہاتھ فرخ کی گردن پر ڈال کر اسے اس طرح اچکتے ہوئے اوپر اٹھایا کہ فرخ کے پاؤں زمین چھوڑ گئے تھے۔ وہ ہوا میں معلق ہو گیا تھا اس موقعہ پر آفاق فرخ کے منہ پر ضرب لگانا چاہتا تھا کہ برکت بڑی تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر قریب آیا فرخ کو اس نے آفاق سے چھڑالیا بیچ میں وہ حائل ہوا پھر اس نے ایسی قوت اور زور کے ساتھ ایک گھونسہ فرخ کے مارا کہ فرخ پلٹیاں کھاتا ہوا کمرے کے دروازے کے قریب جاگرا تھا۔ پھر قہر بھرے انداز میں غراتے ہوئے برکت کہنے لگا۔

آئندہ اگر تم نے رضوان صاحب کی کسی بیٹی یا بیٹے کے منہ لگنے کی کوشش کی تو یاد رکھو جس طرح بیل کی ناک میں سوراخ کر کے اسے نتھ ڈالی جاتی ہے جس طرح اونٹ کے نتھنے کو چیر کر اس میں نکیل ڈالی جاتی ہے ایسے ہی میں بھی تیرے ناک میں نتھ اور نکیل ڈال کر رکھ دوں گا۔ تو یہاں سے دفع ہو جا۔ دوبارہ یہاں آنے کی کوشش کی تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ برکت کے خاموش ہونے پر رضوان بولے اور ثمینہ خاتون کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

ثمینہ خاتون تم بھی اٹھو اور اس فرخ کے ساتھ تم بھی یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ آج کے بعد میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ وہ کوٹھی جو تمہارے نام ہے وہ تمہاری ہے۔ آج کے بعد یوں سمجھنا جیسے میں نے تمہیں طلاق دے دی ہو۔ تمہارا میرے ساتھ میرا تمہارے ساتھ کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ اب تم یہاں بیٹھو مت۔ اٹھو فرخ کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔ ثمینہ خاتون غصے اور غضبناکی میں اپنی جگہ سے اٹھی پھر وہ فرخ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

ثمینہ خاتون اور فرخ کے جانے کے بعد برکت بولا کہنے لگا میرے بھائیو میری بہنوں میں دو ایک روز کے لیے اپنے آبائی گاؤں جاؤں گا۔ اس سلسلے میں میں نے اپنے تایا۔ شکیلہ اور طیبہ سے بھی مشورہ کرلیا ہے اور وہ میرے جانے پر رضامند ہو چکے ہیں۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ گاؤں میں ہماری پچیس بیگھ زمین ہے وہ چھوڑی نہیں جا سکتی۔ آج کل تو لوگ آدھے مرلے کیلئے بھی قتل کر دیتے ہیں تو ہم پچیس بیگھ زمین کیسے اور کیونکر چھوڑ دیں۔ اس پر عروج بولی اور کہنے لگی۔

برکت بھائی یہ تایا اور شکیلہ نے آپ کو جانے کی کیسے اجازت دے دی۔ آپ وہاں جا کے لڑائی جھگڑا کریں گے۔ دنگا فساد ہو گا قتل وغارتگری ہوگی۔ آپ یہاں کیسی پرسکون زندگی تایا۔ شکیلہ اور طیبہ کے ساتھ گذار رہے ہیں۔ کیوں پھر قتل وغارتگری میں پڑتے ہیں۔ اسپر برکت مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

میری بہن میں اکیلا نہیں جارہا۔ میرے ساتھ کچھ ساتھی بھی ہیں۔ اور میں تم لوگوں سے وعدہ کر کے جا رہا ہوں کہ میں وہاں دنگا فساد نہیں کروں گا۔ لڑائی جھگڑا بھی نہیں کروں گا قتل وغارتگری بھی نہیں کرونگا۔بس طریقے اور اخلاق کی حدود میں رہ کر میں مرنے والے چودھری کے بیٹے سے بات کرونگا اور اسے اس بات پر مجبور کرونگا کہ وہ پچیس بیگھ زمین ہماری ہے ہماری رہے گی اور یہ کہ وہ اس پر زبردستی قبضہ نہیں کر سکتا۔ میں کوشش کرونگا کہ وہ زمین کسی کو ٹھیکے پر دے آؤں۔ فروخت بھی نہیں کرونگا۔ اسپر عروج بولی اور کہنے لگی ہاں برکت بھائی اگر آپ ایسا کریں تو ہمیں آپ کے جانے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ برکت مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

میں آپ لوگوں سے یہی بات کرنے آیا تھا۔ اب میں چلتا ہوں۔ میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کرونگا۔ اسکے ساتھ ہی برکت۔ شکیلہ اور طیبہ وہاں سے چلے گئے تھے۔ انکے جانے کے تھوڑی دیر بعد ہسپتال کا ایک کارکن اندر آیا اور سندس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سندس بی بی نیچے ڈاکٹر عروج کے کمرے میں آپکا فون ہے۔ آپکی امی آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔ سندس تقریباً بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی

عروج کے کمرے میں جاکر سندس نے ریسیور اٹھایا اور خوش کن آواز میں

اس نے ہیلو پکارا۔ دوسری طرف سے اسکی ماں عظمیٰ کی آواز سنائی دی۔

سندس میری بیٹی۔ میری بچی۔ تو کراچی سے لوٹ بھی آئی ہے اور مجھے ملنے نہیں آئی۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ تو کل کی آئی ہوئی ہے۔ میری بچی ابھی تک تو اپنی ماں کے پاس نہیں آئی۔ اور ہاں جس کام کے لیے تو گئی تھی اسکا کیا بنا۔ اسپر سندس بے چاری مایوسانہ سے انداز میں کہنے لگی۔

ماما اس سلسلے میں آفاق کے ساتھ کھل کر میری گفتگو ہوئی ہے وہ مجھ سے پہلے جیسی بے زاری اور نفرت کا اظہار تو نہیں کرتے لیکن کھل کر وہ میرے ساتھ تعلقات رکھنے پر بھی رضا مند نہیں ہیں۔ دراصل ماما آپسے کیا کہوں۔ ان کے ساتھ میرا رویہ ہی کچھ ایسا رہا ہے کہ مجھے ان سے ایسے ہی رد عمل اور جواب کی توقع رکھنی چاہیے۔ بہرحال یہاں آنے کے بعد ماما سدرہ کے ساتھ میری تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوئی ہے۔ اس نے مجھے یقین دلایا ہے کہ وہ خود بھی آفاق کو میری طرف مائیل کرنے کی کوشش کریگی۔ اسکا کہنا ہے کہ ہم دونوں ملکر آفاق کی رفاقت میں خوش کن زندگی بسر کرسکتی ہیں۔ ماما آج یا کل مجھے امید ہے کہ حالات ہمارے حق میں اس سدرہ کی وجہ سے کروٹ ضرور لیں گے یہ اچھی لڑکی ہے اور میرے ساتھ وہ ایک بہن کی طرح محبت اور ہمدردی رکھتی ہے۔ اسپر عظمیٰ بولی اور کہنے لگی۔

بیٹے تمہاری گفتگو پہلے کی نسبت کچھ حوصلہ افزا ہے۔ تاہم تم گھر کب آؤگی اور ہاں میں تم سے یہ کہوں کہ تمارے پاپا امریکہ جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں جب تک آفاق مکمل طور پر تماری طرف مائیل نہیں ہوتا تم پاپا کے ساتھ امریکہ چلی جاؤ وہاں چند مہینے رہو۔ اس دوران وہ ہو سکتا ہے سدرہ کے باعث آفاق کی زندگی میں ایک انقلاب برپا ہو جائے اور وہ تمہیں قبول کرنے پر رضامند ہوجائے۔ اسپر سندس کہنے لگی۔

ماما اس سلسلے میں میں سدرہ سے بات کرونگی۔ اب میں اس پر پورا بھروسہ

اور اعتماد کر سکتی ہوں اسلئے کہ وہ دلی طور پر میرے ساتھ ہے۔ اگر اسنے مجھے مشورہ دیا کہ مجھے امریکہ چلے جانا چاہئے تو میں پاپا کے ساتھ چند ماہ کیلئے چلی جاؤنگی۔ ہو سکتا ہے میری غیر موجودگی میں سدرہ کوشش کرکے حالات میرے حق میں کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اور ہاں ماما میں تھوڑی دیر تک آپکے پاس آتی ہوں دو دن آپکے پاس رہونگی پھر میں یہاں لوٹ آؤنگی اسلئے کہ آفاق کے بڑے بھائی اور دونوں بہنوں کی شادی ہے اور مجھے اسمیں بڑی سرگرمی سے حصہ لینا ہے۔ اسکے ساتھ ہی سندس نے فون بند کر دیا تھا۔

سندس جونہی عروج کے کمرے سے نکلی اسے سدرہ دکھائی دی' اسے دیکھتے ہی وہ کہنے لگی۔

اچھا سندس میری بہن میں جا رہی ہوں اور تمہاری ماما کا فون تھا وہ کیا کہتی ہیں۔ اسپر سندس سدرہ کے ساتھ ساتھ اسپتال کے پارکنگ ایریا کی طرف جاتے ہوئے کہنے لگی۔

ماما گلا شکوہ کر رہی تھیں کہ میں کل کی کراچی سے آئی ہوئی ہوں اور ان سے ملنے نہیں گئی دوسری بات کہ پاپا چند ماہ کیلئے امریکہ جا رہے ہیں۔ وہ کہہ رہی تھیں کہ اگر آفاق تمہاری طرف مائیل نہیں ہوتے تو تم چند ماہ کیلئے پاپا کے ساتھ امریکہ چلی جاؤ ہو سکتا ہے تمہاری غیر موجودگی میں معاملات کچھ درست ہی ہو جائیں۔ سدرہ میری بہن اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے۔

اسپر سدرہ نے تھوڑی دیر کچھ سوچا پھر وہ کہنے لگی۔

تمہاری ماما درست اور ٹھیک ہی کہتی ہیں۔ ابھی بات نئی نئی ہے۔ اور ان حالات میں میں آفاق پر زور اور بوجھ نہیں ڈال سکتی کہ وہ تمارے ساتھ اپنے تعلقات کو درست کر لیں اسلئے کہ ابھی میری انکے ساتھ منگنی ہے میں انکی بیوی نہیں ہوں۔ مگر سندس میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتی ہوں کہ جب میری انکے ساتھ شادی ہوگئی اور میں انکی بیوی بن گئی تب میں ان پر اپنا پورا زور ڈالونگی اور

آہستہ آہستہ انھیں اس بات پر آمادہ کر لوں گی کہ میرے ساتھ وہ تمہیں بھی اپنی
رفاقت میں قبول کر لیں۔ اور مجھے امید ہے کہ ایک دن ایسا ضرور آئیگا کہ میں
تمہارے لیے بھی آفاق کی رفاقت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤنگی۔ فی الحال
میرا تمہارے لیے یہی مشورہ ہے کہ پاپا کے ساتھ امریکہ چلی جاؤ۔ تمہاری غیر
موجودگی میں آفاق کے ساتھ میری شادی ہو جائیگی اسکے بعد میں انھیں تمہارے
حق میں کرنے کے کام کی ابتدا کردونگی۔

جواب میں سندس کسی قدر اطمینان کا ظہار کرتے ہوئے کہنے لگی تم ٹھیک
کہتی ہو سدرہ۔ میں پاپا کے ساتھ چند ماہ کیلئے امریکہ چلی جاؤں گی خدا کرے
تمہاری اور آفاق کی شادی جلدی ہو جائے اور تم آفاق کو میرے حق میں کرنے
میں کامیاب ہو جاؤ۔ اسکے ساتھ ہی دونوں پارکنگ ایریا میں آئیں اپنی اپنی گاڑی
میں وہ بیٹھیں۔ سدرہ اپنے گھر چلی گئی جبکہ سندس اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئی
تھی۔

○

سورج ابھی ابھی غروب ہوا تھا۔ فضاؤں میں تاریکیاں پھیل گئیں تھیں۔
برکت ٹویوٹا ہائی لکس میں اپنے آبائی گاؤں میں داخل ہوا۔ اسکے ساتھ اسکے دس
کے قریب مسلح ساتھی بھی تھے۔ جبکہ وہ خود فرنٹ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور اسکا
ایک ساتھی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ گاڑی جب گاؤں کے جاگیردار کی حویلی کے
قریب آکر رکی اور برکت گاڑی سے نیچے اترا تو گاڑی کی ہیڈ لائیٹ کی روشنی میں
گاؤں کے ایک شخص نے برکت کو پہچان لیا وہ برکت کے قریب آیا اور بڑی
ہمدردی اور پیار میں کہنے لگا۔

اللہ جھوٹ نہ بلوائے تو تم برکت ہو۔ وہی برکت جس نے اس گاؤں کے
بدمعاش جاگیردار کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس پر برکت مسکراتے ہوئے
کہنے لگا۔ میرے بھائی تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں ہی برکت ہوں۔ اسپر وہ
شخص پھر بولا اور کہنے لگا۔

اب گاؤں کے حالات بالکل تبدیل ہو چکے ہیں۔ برکت نے اسکی بات کو ٹوکتے
ہوئے کہا۔ کیسے تبدیل ہوگئے ہیں۔ جو جاگیردار میرے ہاتھوں مارا گیا تھا اسکے بعد
اسکا بیٹا جو جاگیردار بنا ہے تو اسنے تو میرے چچا اور اسکی بیٹی کو گاؤں سے ہی نکال
دیا ہے۔ اور اسنے اور اسکے ساتھیوں نے میرے چچا کو اپنی زمین جوتنے سے بھی
روک دیا ہے۔ اسپر وہ شخص مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

برکت میرے بھائی جاگیردار کا وہ بیٹا جس نے تمہارے چچا اور چچازاد بہن کو
گاؤں سے نکالا اور جس نے تمہارے چچا کو زمین جوتنے سے روک دیا تھا وہ بھی
کوئی ہفتہ بھر ہوا مرگیا ہے۔ جس روز تمہارا چچا گاؤں سے گیا تھا اسکے چند ہی روز
بعد ظالم جاگیردار کو دل کا دورہ پڑا اور علاج مہیا ہونے سے پہلے ہی وہ یہاں سے
گزر گیا۔ اب باقی اسکا ایک بھائی اور بہن بچتے ہیں۔ جاگیردار کی موت کے بعد
اسکے بچے اپنی نانی کے یہاں چلے گئے تھے۔ جاگیردار کا جو بیٹا مرگیا ہے وہ جاہل اور
ان پڑھ تھا۔ لیکن باقی بچنے والا بھائی اور بہن دونوں ہی ڈاکٹر ہیں۔ دیکھو جاگیردار
کی حویلی میں جو گلی والا کمرہ ہے جس میں روشنی ہو رہی ہے اسمیں وہ دونوں بہن
بھائی اس وقت بیٹھے ہیں اس گاؤں ہی نہیں بلکہ آس پاس کے سارے گاؤں کے
ضرورتمند لوگوں کا وہ مفت علاج کرتے ہیں۔ اگر میری بات کا تمہیں یقین نہ ہو تو
جاؤ اس کمرے میں جاکر دیکھ لو وہ دونوں بہن بھائی اس وقت وہاں بیٹھے ہیں۔ میں
بھی ابھی ان سے مل کے دوائی لیکر آرہا ہوں۔ اور وہ ایسے اچھے انسان ہیں کہ
مریض کا معائنہ اور تشخیص کرنے کے ساتھ ساتھ جو دوائی ہو سکے وہ بھی اپنے
پاس سے مفت ہی دیتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ جاگیردار کے گھر میں اسکی یہ بیٹی
اور بیٹا فرشتے پیدا ہوئے ہیں۔ جس طرح جاگیردار لوگوں کو لوٹ کھسوٹ کرتا تھا

اس کے برخلاف یہ دونوں بہن بھائی لوگوں کا دل جیتنے میں لگے ہوئے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ شخص رکا پھر برکت کو مخاطب کرکے کہنے لگا اگر تمہیں میری باتوں پر شک ہو تو میں تمہیں ان دونوں بہن بھائی کے پاس لیکر چلتا ہوں برکت چپ چاپ اسکے ساتھ ہو لیا اور گاڑی چلانے والے اپنے ساتھی کو اشارے سے گاڑی آگے لانے کو کہا۔ برکت کے ساتھیوں نے گاڑی عین اس کمرے کے سامنے لا کھڑی کی جس میں روشنی ہو رہی تھی۔ اور پھر وہ شخص برکت کو لیکر اس کمرے میں داخل ہوا برکت نے دیکھا اس کمرے میں کچھ مریض بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ایک ڈاکٹر اور ایک لیڈی ڈاکٹر بڑی سرگری سے مریضوں کا معائنہ کر رہے تھے۔ برکت جب اس شخص کے ساتھ اندر داخل ہوا تو وہ شخص ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹر کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

یہ شخص جو میرے ساتھ ہے اسکی طرف غور سے دیکھو یہ برکت ہے اس گاؤں کا بیٹا۔ اور اسکے تایا رحمت کو تمہارے بڑے بھائی نے اسکی بیٹی شکیلہ کے ساتھ گاؤں سے نکال دیا تھا۔ اس انکشاف پر ان دونوں بہن بھائی نے برکت کی طرف دیکھا۔ پھر بھائی کھڑا ہوا آگے بڑھ کر اس نے برکت کو گلے لگایا پھر وہ کہنے لگا۔

برکت ہمیں فخر ہے کہ تم اس گاؤں کے بیٹے ہو۔ ہم دونوں بہن بھائی جانتے ہیں کہ تم نے ہمارے باپ کو قتل کیا تھا لیکن اس میں صریحا ہمارے باپ کی غلطی تھی۔ باپ کی موت کے بعد جب ہمارا بڑا بھائی جاگیردار بنا تو ہم نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ ایک اڑیل انسان تھا ہماری بات کو اس نے نہیں مانا اور تمہارے تایا اور اس کی بیٹی کو نکال باہر کیا۔ جب وہ ایسا کر رہا تھا تو اس وقت بھی ہم دونوں بہن بھائیوں نے اسے سختی سے منع کیا لیکن اس نے ہماری بات نہیں مانی اور اللہ تعالیٰ نے اسے یہ سزا دی کہ جس روز تمہارے چچا کو اس گاؤں سے نکالا گیا اسکے چند ہی روز بعد وہ دنیا سے چل بسا۔ حالانکہ ہم دونوں بہن بھائی اسے سنبھالنے اور علاج کرنے کی پوری کوشش کی تھی لیکن جب خداوند قدوس کسی کو بلاتے ہیں تو اسکے سامنے ساری تدبیرن اور سارے علاج بیکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔

برکت بھائی تم اور تمہارا خاندان حق پر تھے۔ للذا تمہاری جیت ہوئی جبکہ ہمارا باپ اور بڑا بھائی غلطی پر تھے۔ للذا ان دونوں کو اپنی غلطی کی سزا ملی۔ برکت بھائی ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہم دونوں بہن بھائی اپنے باپ اوز بھائی کا راستہ اختیار نہیں کریں گے۔ اگر تم اس گاؤں میں رہنا چاہو تو تمہاری حیثیت اس گاؤں میں گاؤں کے ہر دل عزیز بیٹے جیسی ہوگی۔ ہماری تم سے التجا ہے کہ تم بھی اس گاؤں میں آؤ۔ اپنے چچا کو بھی لاؤ اپنی چچا زاد بہن شکیلہ کو بھی لاؤ۔ شکیلہ سے شادی کرو اور پر امن زندگی بسر کرو۔ ہم دونوں بہن بھائی پڑھے لکھے ہیں۔ ڈاکٹر ہیں۔ ہم دشمنیوں کی ابتدا کرنے والے اور پرانے جھگڑوں کو تازہ کرنے والے نہیں۔ ہم نے پرانی دشمنیوں پر مٹی ڈال دی ہے اور تم دیکھتے ہو ہم تو اپنے گاؤں کے علاوہ اردگرد کے گاؤں کے لوگوں کی بھی خدمت کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں۔ برکت بھائی آؤ بیٹھو۔ ہمارے یہاں کھانا کھاؤ پھر جو کہنا ہے وہ کہنا اسپر برکت بولا اور کہنے لگا ڈاکٹر بھائی میرے پاس کہنے کو اب کچھ رہا ہی نہیں۔ میں تو اس غرض سے آیا تھا کہ تمہارے بڑے بھائی سے بات کرتا کہ ہماری زمین ہمیں جو تنے دو ورنہ دنگا اور فساد اور ہوگا۔ اسلئے کہ باہر ٹویوٹا وین کھڑی ہے اسمیں میرے دس مسلح جوان بیٹھے ہوے ہیں۔ لیکن جو سلوک تم نے میرے ساتھ کیا ہے یوں سمجھو کہ بھرے بازار میں مجھے کھڑا کرکے میرے جذبات کو میرے ارادوں کو نیلام کرکے رکھ دیا۔ بھائی میرے اب جبکہ تم لوگوں نے مجھے اس قدر پیار دیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ گاؤں ایک بار پھر میرا گاؤں ہوگیا ہے اسکے بعد برکت نے لیڈی ڈاکٹر کی طرف دیکھا اور اور کہنے لگا۔ ڈاکٹر بہن میں تم دونوں بہن بھائی کے جذبے کی قدر کرتا ہوں مین جانتا ہوں تمہارا باپ میرے

ہاتھوں مارا گیا تھا۔ پھر برکت نے ان دونوں کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے اور کہنے لگا تمہارے باپ کے سلسلے میں میں تم دونوں بہن بھائی سے معافی مانگتا ہوں لیکن میں قسمیہ کہتا ہوں جو کچھ ہوا وہ تمہارے باپ کی زیادتی کی وجہ سے ہوا۔ اگر میرے باپ کو قتل نہ کیا جاتا میری بہن کو برسرعام برہنہ کرکے نہ پھرایا جاتا میرے بھائی کو نہ قتل کیا جاتا تو میں کیوں اوردوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگتا۔ اسپر وہ لیڈی ڈاکٹر پر خلوص لہجے میں کہنے لگی۔

برکت بھائی ہم جانتے ہیں تم نے جو ہمارے باپ کو قتل کیا اسمیں تم حق پر تھے۔ اور ہمارا باپ غلطی پر تھا۔ برکت بھائی تم گاؤں میں اپنے گھر آؤ۔ گھر کو آباد کرو اپنے تایا رحمت کو بھی لاؤ۔ شکیلہ کو بھی لاؤ۔ سب یہاں رہو۔ اپنی زمین جوتو اور پرسکون زندگی بسر کرو۔ برکت نے تھوڑی دیر تک دونوں بہن بھائی کو بڑے غور سے دیکھا پھر وہ چند قدم پیچھے ہٹا۔ فوجی انداز میں دونوں بہن بھائیوں کو سلیوٹ کیا پھر وہ کہنے لگا میں تم دونوں بہن بھائیوں کو سلام کرتا ہوں۔ خدا کی قسم تمہاری عظمت کو تمہاری صداقت کو اور تمہارے اخلاق کو۔ تمہاری فراخدلی کو سلام کرتا ہوں۔ میری بہن میرے بھائی میں رکوں گا نہیں۔ تمہاری بڑی فراخدلی ہے کہ میری زمین تم واپس کرتے ہو۔ میں اپنی یہ زمین تایا کی چھوٹی بیٹی کے میاں نادر کے حوالے کرونگا وہی اس زمین کو جوتے گا اور میں اور میرا تایا اور شکیلہ ابھی لاہور میں ہی رہینگے۔ میں نے شکیلہ سے شادی کر لی ہے۔ لاہور میں میرا اچھا کاروبار ہے۔ میرے بھائی اور بہن اگر تمہارا لاہور کبھی آنا ہو تو اپنے بھائی برکت کے یہاں ضرور آنا۔ پھر برکت نے لیڈی ڈاکٹر کے سامنے پڑا ہوا بال پوائنٹ اٹھایا ایک خالی کاغذ لیا اور اس پر اپنا پتہ لکھتے ہوئے کہا۔ یہ میرا پتہ ہے کبھی تم دونوں بہن بھائیوں میں سے کوئی لاہور آئے تو میرے یہاں ضرور آنا اور وہاں قیام کرنا۔ میرا گھر یقیناً تمہار اپنا ہی گھر ہوگا۔ اسکے بعد ایک بار پھر فوجی انداز میں برکت نے انھیں سلیوٹ کیا اور کہنے لگا۔

آج یہاں آکر مجھے یہ تمیز اور امتیاز ہوا ہے کہ پڑھے لکھے اور جاہل اور ان پڑھ لوگوں میں کیا فرق ہے۔ تمہارا بڑا بھائی ان پڑھ تھا لہٰذا اس نے اپنے باپ کا راستہ اختیار کیا۔ تم دونوں بہن بھائی پڑھ گئے ہو لہٰذا تم نے شرافت اور شائستگی کا راستہ اختیار کیا۔ جس میں بنی نوع انسان کیلئے امن اور بھلائی پنہاں ہے۔ میرے بہن بھائیو میں ایک بار پھر تمہیں سلام کرتا ہوں اب میں جاتا ہوں اس لیے کہ مجھے راستے میں ایک اور بھی کام ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان دونوں بہن بھائیوں کے منع کرنے کے باوجود برکت وہاں سے چلا گیا تھا۔

رات کی تاریکی میں برکت ایک اور گاؤں میں داخل ہوا اور ایک گھر کے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک جوان نے جب دروازہ کھولا تو برکت کو دیکھتے ہی وہ اس سے لپٹ گیا اور پوچھنے لگا برکت بھائی تم کب آئے۔ برکت کہنے لگا میں اپنے گاؤں سے ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں۔ تم کیسے ہو نادر۔ اتنی دیر تک گھر کے اندر سے نادر کی بیوی اور برکت کے تایا رحمت کی چھوٹی بیٹی کلثوم بھی نکل آئی تھی۔ برکت کو دیکھتے ہی وہ خوشی سے دیوانی سی ہوگئی تھی پھر وہ بھاگ کر برکت سے لپٹ گئی اور کہنے لگی۔ برکت میرے بھائی تم کیسے ہو اور رات کے اس وقت خیریت تو ہے۔ برکت کہنے لگا دیکھ کلثوم میری بہن ضد نہ کرنا میں رکونگا نہیں اس لیے باہر کھڑا ہوں۔ یہ جو گاڑی کھڑی ہے میری ہے اور اسمیں میرے دس مسلح جوان بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اپنے گاؤں سے ہو کر آرہا ہوں۔ اس پر نادر بے چینی سے پوچھنے لگا۔

کیا پھر کسی سے جھگڑا کرکے یا کسی کو قتل کرکے تو نہیں آرہے۔ اسپر برکت بڑے پیار سے نادر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

نادر میرے بھائی نہ میں کسی سے جھگڑا کرکے آرہا ہوں نہ کسی کو قتل کرکے آرہا ہوں۔ گاؤں کا چودھری جو میرے ہاتھوں مارا گیا تھا اسکے بیٹے نے گاؤں کے جاگیردار کی حیثیت سے انت اٹھا دی تھی۔ لیکن خدا کا شکر کہ جاگیردار کا وہ بیٹا

اپنی موت آپ مرگیا اب اس گاؤں جاگیردار کا دوسرا بیٹا اور بیٹی رہتے ہیں دونوں ڈاکٹر ہیں وہ لڑائی جھگڑے میں پڑتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے میرے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا میں ان سے ملا ہوں اور وہ دونوں چونکہ ڈاکٹر ہیں لہٰذا اپنے ہی گاؤں میں ہی نہیں بلکہ دوسرے گاؤں کی بھی خدمت کرتے ہیں۔ اسپر نادر کہنے لگا۔ ہمیں جاگیردار کے بیٹے کے مرنے کی خبر ہے اور وہ دونوں بہن بھائی جو لوگوں کے ساتھ سلوک کر رہے ہیں اس سے بھی ہم آگاہ ہیں یہ دونوں بہن بھائی اچھے ہیں اور لوگ انھیں پسند بھی کرتے ہیں۔ اور تم نے معاملہ کیا طے کیا ہے۔ اس پر برکت پھر بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ نادر میرے بھائی تایا اور شکیلہ دونوں میرے پاس لاہور پہنچ چکے ہیں۔ میں تمہیں یہ اچھی خبر سناؤں کہ میں شکیلہ کے ساتھ شادی کر چکا ہوں تایا اور شکیلہ دونوں وہاں بہت خوش اور مطمئن ہیں۔ وہ دونوں وہاں میرے پاس ہی رہینگے۔ رہی گاؤں والی زمین تو نادر وہ میں تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ آج سے وہ پچیس بیگھ زمین تم دونوں میاں بیوی کی ہے۔ تم اسے جو تو اور جو بھی اسکی آمدنی ہو وہ تمہاری ہے۔ کھاؤ پیو اور مزے اڑاؤ۔ اچھا اب مجھے اجازت دو میں جاتا ہوں۔

اسپر کلثوم آگے بڑھی اور برکت کا بازو پکڑتے ہوئے کہنے لگی۔ برکت میرے بھائی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرا بھائی اپنی بہن کے گھر آئے اور بہن اسے یوں ہی جانے دے۔ نہیں۔ ایسا ناممکن ہے۔ برکت نے پیار سے کلثوم کے سر پر ہاتھ رکھا پھر کہنے لگا۔

کلثوم میری پیاری بہن۔ میرا جانا بڑا ضروری ہے۔ شہر میں کچھ ایسے مسائل ہیں کہ میری وہاں موجودگی بہت ضروری ہے۔ میری بہن اب جب کہ گاؤں کے جاگیرداروں سے صلح ہوگئی ہے۔ دشمن مارے گئے ہیں تعلقات درست ہوگئے ہیں۔ تو تم بے فکر رہو۔ میں تایا ابو اور شکیلہ کے ساتھ اپنے گاؤں ہی نہیں تم سے بھی ملنے آتا رہونگا۔ اسپر کلثوم نے برکت کا ہاتھ چھوڑ دیا اور پوچھنے لگی برکت بھائی پکا وعدہ ہوا۔ اسپر برکت نے ایک بار پھر کلثوم کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا۔ کلثوم میری بہن۔ تیرے بھائی برکت نے کبھی کوئی کچا وعدہ بھی کیا ہے۔ اب مجھے اجازت دو میں جاتا ہوں اسکے ساتھ ہی برکت نے ہاتھ فضا میں لہرا کر نادر اور کلثوم کو الوداع کہا گاڑی میں بیٹھا پھر وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

دوسرے روز شام کے قریب برکت جب اپنے گھر کے قریب آیا تو اس نے دیکھا طاہرہ میمور-ل اسپتال کے سامنے لوگوں کا ایک جمگھٹا تھا اور کسی عورت اور بچوں کے زور زور سے رونے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اپنے گھر کے سامنے برکت نے گاڑی کو روک دیا۔ شاید وہ اپنے ساتھیوں کو راستے میں ہی کہیں اتار آیا تھا۔ گاڑی سے اتر کر وہ لوگوں کے ہجوم کی طرف بھاگا اور ایک شخص کو مخاطب کر کے اس نے پوچھا۔ یہ کیا ہوا میرے بھائی یہ شور کیسا ہے۔ خیریت تو ہے۔ اس پر وہ شخص برکت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

برکت بھائی وہ رفیق جو ایکسیڈنٹ میں مرگیا تھا اس کی ماں اس کی بہن اور بھائی آئے ہیں ہم لوگوں نے اس کے بیٹے کو چونکہ ملازمت کے لئے یہاں بلایا تھا اس کی ماں اکیلے ہی بیٹے کو نہ بھیجنا چاہتی تھی اور وہ رفیق سے بھی ملنا چاہتی تھی لہٰذا وہ خود ہی اپنے دوسرے بیٹے کو چھوڑنے یہاں آئی ہے اور ساتھ ہی اپنے دوسرے بچوں کو بھی لے آئی ہے۔ لیکن یہاں محلے میں آکر اسے کسی نے خبر کر دی ہے کہ اس کا بیٹا رفیق مرچکا ہے۔ لہٰذا وہ بیچاری رو رہی ہے بین کر رہی ہے۔ واویلا کر رہی ہے۔ اس پر برکت بے چارہ اداس ہوگیا لوگوں کے ہجوم سے ہوتا ہوا وہ آگے بڑھنے لگا تھا۔

برکت جب قریب گیا اس نے دیکھا۔ گل بابا۔ رضوان صاحب۔ صدف۔ فوزیہ۔ آصف۔ آفاق۔ صوبیہ سب مل کر رفیق کی ماں۔ اس کے بھائیوں اور بہنوں کو دلاسہ دے رہے تھے برکت بھی قریب آگیا۔ رفیق کی ماں کے سامنے آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میری بہن میرا نام برکت ہے۔ شاید میرا ذکر رفیق نے اپنے کسی خط میں کیا

ہو۔ میری بہن تو فکرمند کیوں ہوتی ہے۔ رفیق اللہ میاں کی امانت تھا جو اس نے صاحب۔ گل بابا۔ برکت اور رضوان صاحب سے صلاح و مشورہ کرنے کے

لے لیا جتنا دکھ تجھے ہے اپنے بیٹے کا۔ خدا کی قسم اتنا ہی اس محلے والوں کو بھی۔ رفیق کی ماں اور اس کے بچوں کے اخراجات کے علاوہ ان کی تعلیم کا بھی

ہے۔ تو جانتی ہے تیرا بیٹا مرچکا ہے۔ لیکن یہ محلے والے تجھے تیرے بیٹے کی تنخواہ بست کر دیا تھا۔

سے دوگنی رقم تجھے روانہ کرتے رہے ہیں۔ میری بہن تو اب اس محلے میں اجنبی رفیق کی ماں اور اس کے بچوں کو سیٹ کرانے کے بعد عروج برکت کے پیچھے

اور پرائی نہیں ہے۔ تو اب واپس نہیں جائے گی۔ اپنے بچے اور بچیوں کے ساتھ ئی تھی اسے اسپتال میں لایا گیا۔ رضوان۔ آصف۔ آفاق۔ صدف صوبیہ۔

یہیں رہے گی ہم تمہیں رہنے کا ٹھکانہ مہیا کریں گے۔ تیرے بچوں کی تعلیم کا بھی بابا۔ رحمت شکیلہ اور طیبہ بھی اسپتال میں جمع ہو گئے تھے۔ رفیق کی ماں کے

بندوبست کریں گے۔ بس میری بہن تو ایک کام کر۔ صبر کر۔ میں جانتا ہوں تیرا بیٹا نے دھونے کی وجہ سے محلے کے لوگ جو اسپتال میں جمع ہو گئے تھے وہ بھی

رفیق تیری زندگی کا سرمایہ تھا جو تجھ سے چھین لیا گیا ہے لیکن اب صبر کے سوا اپنے گھروں کو چلے گئے تھے۔ اس موقع پر عروج نے برکت کی طرف دیکھتے

میری بہن کوئی چارہ نہیں۔ اپنے آپ کو بھی سنبھال اور اپنے ان روتے بلکتے ئے پوچھا۔

ہوئے بچوں کی طرف دیکھ۔ انہیں تو ہی چپ کرائے گی تو یہ سنبھلیں گے ورنہ یہ برکت بھائی۔ رفیق کی ماں کے رونے دھونے کی وجہ سے تو ایک الجھن میں

تیری طرف دیکھتے ہوئے یوں ہی روتے رہیں گے۔ برکت جب خاموش ہوا تو پاس تھی اور گفتگو کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ یہ بتائیے کہ آپ گاؤں میں اپنا

ہی کھڑا ہوا گل بابا رفیق کی ماں کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ طہ کیسے طے کر کے آئے ہیں۔ اس پر برکت مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

میری بیٹی۔ میری بچی۔ میں گل بابا ہوں۔ وہی گل بابا جو تیرے بیٹے رفیق کے عروج میری بہن۔ وہ کام میری توقع کے خلاف بڑے اچھے طریقے سے طے پا

کہنے پر تجھے خط لکھتا تھا۔ میری بیٹی صبر کر۔ یہ نہ جان تو ایک پرائے محلے میں ہے اہے۔ گاؤں کے چودھری کا بیٹا جس نے تایا کے ساتھ جھگڑا کیا تایا کو زمین

تو اپنوں میں لوٹ کر آئی ہے۔ اس محلے میں ہم تیری رہائش کا بندوبست کریں نے سے منع کروا دیا۔ اور جس نے تایا کا گاؤں میں رہنا دوبھر کر دیا تھا میرے

گے۔ تجھے دربدر کی ٹھوکریں نہیں کھانے دیں گے۔ میری بچی تو صبر کر۔ میں جانتا نے سے پہلے ہی اپنی موت مرچکا تھا۔ اس کی ایک بہن اور ایک بھائی ہے۔

ہوں جو زخم تیرے لگا ہے وہ ایک عرصے تک مندمل نہیں ہونے پائے گا۔ لیکن ں ہی ڈاکٹر ہیں۔ وہ پڑھے لکھے ہونے کی وجہ سے شرافت کی زندگی بسر کرتے

میری بچی صبر کے سوا اور چارہ بھی تو کوئی نہیں۔ لڑائی جھگڑے میں نہیں پڑتے۔ گاؤں کے اندر ہی انہوں نے اپنا کلینک کھول

برکت۔ گل بابا اور رضوان صاحب کے علاوہ۔ وقار صاحب اور محلے کے ہے لوگوں کا علاج میں نے سنا ہے وہ مفت کرتے ہیں اور دوائیاں بھی اپنے

دوسرے لوگوں کے سمجھانے پر رفیق کی ماں سنبھل گئی اپنے بچوں کو بھی اس نے سے لوگوں کو مہیا کرتے ہیں۔ میں نے ان کے ساتھ بات چیت کی انہوں نے

چپ کرایا پھر محلے کے سرکردہ لوگ حرکت میں آئے اور آسرا کی عمارت میں برکت بھائی اپنی زمین بھی سنبھالو اپنا مکان بھی سنبھالو اور آکر گاؤں کے اندر

انہیں تین کمروں کا ایک پورشن مہیا کر دیا گیا تھا۔ محلے کے لوگوں میں آسرا کے ناکے ایک بیٹے کی طرح رہو۔ ان کی گفتگو سے میں بے حد خوش ہوا ہوں

ے معاملہ نپٹانے کے بعد میں رات ہی کے وقت نادر اور کلثوم کے پاس چلا

گیا۔ میں نادر کے ذمہ لگا آیا ہوں کہ وہ پچیس بیگھ زمین اب تمہاری ہے اس کو جوتو اور اس کی آمدنی سے مستفید ہو۔ یہاں تک کہنے کے بعد برکت جب خاموش ہوا تو اس کا تایا رحمت بولا اور کہنے لگا۔

بیٹے یہ تو تو نے کمال کا کام کر دکھایا۔ اب میں خوشی اور سکون محسوس کرتا ہوں کہ میری چھوٹی بیٹی کلثوم بھی اپنے گھر خوش ہے۔ اور بڑی بیٹی شکیلہ بھی اپنی کامیاب ازدواجی زندگی گزارنے لگی ہے۔ کیونکہ اب تک جو تکلیفیں اور کلفتیں اٹھائی ہیں میں سمجھوں گا میں نے کچھ نہ کھویا۔ بلکہ میں تو یہ کہوں کہ میرے بچوں کی زندگیاں ہی سنور گئیں ہیں۔ اب میں پرسکون موت مر سکوں گا۔ برکت کی اس کاروائی سے سب ہی لوگوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد آصف۔ صدف اور صوبیہ کی شادیوں سے متعلق گفتگو ہونے لگی تھی۔ جو کچھ سامان خریدا جانا تھا اس کی لسٹیں بنائی گئیں۔ سارے انتظامات برکت۔ آفاق اور عروج کے ذمے لگائے گئے۔ اس کے چند ہی روز بعد آصف۔ اور طیبہ کی۔ صدف اور جنید کی اور صوبیہ اور شعیب کی شادیاں ہو گئیں تھیں۔ شادی کے بعد آصف۔ صدف اور صوبیہ ان عمارتوں میں منتقل ہو گئے تھے جو عروج نے ان کے لئے خریدی تھیں۔

رضوان صاحب آصف کی بیماری کی وجہ سے اس کے ساتھ رہنے لگے تھے

دوسری طرف کرامت اللہ اپنی بیماری کی وجہ سے ابھی تک اسپتال ہی میں رہ رہا تھا۔ آصف۔ صدف اور صوبیہ کی شادیوں کے بعد رضوان صاحب نے ایک مہینے کا وقفہ ڈال کر عروج اور آفاق کی بھی شادیوں کی تاریخ مقرر کر دی تھی۔

ایک روز آفاق اور عروج دونوں بہن بھائی صبح کا ناشتہ کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ اسپتال کا ایک میل نرس بھاگتا ہوا ان کے کمرے میں داخل ہوا اور عروج کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

ڈاکٹر آپ کے ماموں کرامت اللہ کا انتقال ہو گیا ہے اس پر عروج بے چاری جو ناشتے کے بعد چائے پی رہی تھی اس کے ہاتھ سے کپ گر کر ٹوٹ گیا اور بدحواسی میں وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور اس میل نرس سے پوچھنے لگی کیسے اور کیا ہوا۔ اس پر وہ میل نرس کہنے لگا۔ رات کو ان پر میری ڈیوٹی تھی۔ رات چار بجے کے قریب وہ بیڈ سے خود اٹھے۔ باتھ میں گئے اور واپس آکر سو گئے میں نے ان پر نگاہ رکھی۔ صبح میں نے انہیں جگانا چاہا تھا کہ ان کا منہ ہاتھ دھلاؤں وہ بولے نہیں۔ پھر جب میں نے ان کے اوپر سے چادر ہٹائی تو میں نے دیکھا وہ ختم ہو چکے تھے ان کا جسم اکڑ چکا تھا۔ میں فوراً آپ کی طرف نہیں آیا بلکہ میں نے ان کے جسم کو گرم پانی سے غسل دے کر ان کے اکڑے ہوئے اعضا کو درست کر دیا اب آپ کو اطلاع دینے آیا ہوں۔ یہ خبر سن کر عروج بے چاری رونے لگی تھی۔ اپنے ماموں کی موت کی خبر سن کر اور بہن کو روتے دیکھ کر آفاق کی آنکھوں میں بھی آنسو امڈ آئے تھے۔ پھر اس نے ہمت کی اور عروج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

عروج میری بہن تم ماموں کی لاش کے پاس جاؤ۔ میں سب کو ماموں کے مرنے کی اطلاع دیتا ہوں۔ عروج بے چاری آفاق کے کہنے پر میل نرس کے ساتھ تقریباً بھاگتی ہوئی اسپتال کی طرف چلی گئی تھی۔ جبکہ آفاق بھی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دوسرے کمرے کی طرف گیا۔ پھر اس نے سدرہ کو ماموں کے مرنے کی اطلاع دی پھر وہ بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ شاید وہ اپنے باپ اور بہن بھائیوں کو اس کی اطلاع کرنا چاہتا تھا۔

اسپتال میں آتے ہی عروج نے لاش اسپتال کی اوپر کی منزل سے اتروا لی تھی پھر اسے اسپتال کے سامنے والی عمارت میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد رضوان۔ آصف۔ صدف۔ جنید۔ صوبیہ۔ شعیب۔ گل بابا۔ برکت۔ شکیلہ تایا رحمت محلے کے دیگر لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے اور رونے دھونے لگے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد سدرہ اور سندس بھی وہاں پہونچ گئیں تھیں۔ سندس گو اپنے گھر گئی ہوئی تھی۔ شاید سدرہ نے اسے آفاق کے ماموں کے مرنے کی اطلاع کر دی تھی۔

صدف۔ صوبیہ اور عروج کی رو رو کر حالت بری ہو گئی تھی۔ جبکہ رضوان۔ آصف اور آفاق ان تینوں کو تسلی دے رہے تھے۔ پھر اسی روز ظہر کی نماز کے قریب کرامت اللہ کو طاہرہ کی قبر کے قریب دفن کر دیا گیا تھا۔

آفاق نے لیکچرار کی حیثیت سے کالج جوائین کر لیا تھا۔ سدرہ اسے روز گھر سے کالج اور کالج سے گھر بڑی باقاعدگی کے ساتھ لے جانے اور لانے لگی تھی۔ ایک روز آفاق کا کالج کے باہر سدرہ کو کافی دیر انتظار کرنا پڑا۔ تاہم وہ کالج کے باہر انتظار کرتی رہی۔ کچھ دیر بعد آفاق کالج سے نکلا۔ کار کا دروازہ کھول کر جب وہ سدرہ کے پہلو میں بیٹھ گیا تو سدرہ نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیا بات ہے آج آپ نے اتنی دیر کر دی۔ میں کافی دیر سے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ اس پر آفاق نے کہنے لگا۔

دراصل بات یہ ہے کہ مجھے خیال نہیں رہا۔ چھوٹی سی ایک میٹنگ تھی۔ مجھے چاہئے تھا کہ میٹنگ سے پہلے تمہیں بتا دیتا تاکہ تم چلی جاتیں۔ اس پر سدرہ فوراً ہی بولی اور کہنے لگی۔ چلی کیوں جاتی۔ آپ مجھے بتا دیتے تو مجھے فکر تو نہ ہوتا میں آرام سے انتظار کر سکتی تھی کہ میٹنگ ختم ہو گی تو آپ کو ساتھ لے لوں گی بہرحال آج کسی سنیک بار میں چلتے ہیں۔ ہلکی پھلکی ریفریشمنٹ کرتے ہیں اور اس کے بعد سدرہ نے آفاق کے جواب کا انتظار کئے بغیر کار اسٹارٹ کر دی تھی۔ تھوڑا سا آگے جا کر سدرہ پھر بولی اور کہنے لگی۔

آفاق آج سندس مجھے کالج ملنے آئی تھی۔ وہ کافی دیر تک میرے پاس بیٹھ کر گفتگو کرتی رہی۔ وہ پرسوں اپنے پاپا کے ساتھ امریکہ جا رہی ہے اس نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ میں آپ کو ساتھ لے کر ائیرپورٹ آؤں تاکہ ہم دونوں اسے الوداع کہیں۔ ائیرپورٹ پر اس کے پاپا کے کچھ جاننے والے ہیں پرسوں جن کی ڈیوٹی ہے اس کے پاپا نے ان سے بات کر لی ہے سندس مجھ سے کہہ رہی تھی کہ میں آپ کو ساتھ لے کر ضرور ائیرپورٹ پر آؤں۔ اس نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا تھا کہ آپ میرے ساتھ چلیں اور یہ کہ میں اور آپ دونوں لابی میں سندس کے ساتھ بیٹھیں۔ اور سندس جب لابی سے نکل کر ائیرپورٹ میں داخل ہو تو ہم اسے الوداع کہیں۔ وہ ایسا چاہتی ہے کہ امریکہ روانگی کے ساتھ کم از کم وہ یہ احساس اپنے ساتھ لے کر جانا چاہتی ہے کہ آپ اس سے ناراض اور خفا نہیں ہیں۔ وہ بے چاری بڑی دکھی ہو رہی تھی۔ میرے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ اور بار بار منت کرنے کے انداز میں وہ کہتی تھی کہ آفاق کو ائیرپورٹ لے کر ضرور آنا۔ سدرہ جب خاموش ہوئی تو آفاق کہنے لگا۔

سنو سدرہ اب تم میری زندگی کا ایک ساتھی شریک سفر ہو میں تم پر یہ واضح کردوں کہ یہ سندس اب میرے لیے کسی کشش کسی تاثیر کا باعث نہیں بن سکتی میرے لئے وہ ازل اور ابد کا حجاب' لہو کی دلدل' سکوت مرگ پاتال کا سیلہ اندھیرا۔ تاریک لمحوں کی کوکھ میں اداس بھرا گمبھیر دن اور رت جگوں کا ایک زخم ہے۔

سنو سدرہ سندس کی ذات میں اب میرے لئے کوئی محبت کی نشانی حسن کی تاثیر نہیں ہے۔ میری ذات اور میرے جذبات کے لیے یہ سندس خون میں نہائی ہوئی بہار بے تعلقی کی گرد وقت کے فاصلوں کی کڑی دھوپ کی گونج میں وحشت بھری تنہائی ہے اس سندس نے میرے جسم اور روح کو زخمی کیا ہے۔ میری ذات کی پہچان میں اس نے اداس پتوں کی زرد رت کا آوارہ سفر بھرا ہے۔

سنو سدرہ یہ سندس میرے دل کی عدالت میں آگ کا پھول وہموں کا گولا ثابت ہوئی ہے ۔ جس طرح نفرت اور محبت نالہ و ماتم خوشی و انباط ہجر و فراق۔

وصل و وابستگی خزاں رت اور فصل بہار۔ جبر کی ارزانی اور ظلم کی بہتات اکٹھے نہیں ہو سکتے اس طرح میں اور سندس بھی آپس میں مل نہیں سکتے۔ وہ میرے لئے آگ کا بادل اور خون کی ایک برسات ہے۔ اس کے علاوہ میری اس کی کوئی پہچان نہیں۔ اس نے آج جانا ہے یا کل۔ پرسوں جانا ہے یا ترسوں میں نہیں جانتا۔ میں ہرگز ائیرپورٹ پر اسے سی آف کرنے نہیں جاؤں گا۔ جب میں اس سے تعلق ہی نہیں رکھنا چاہتا اس سے سارے رابطے۔ سارے سلسلے ہی میں نے منقطع کر لئے ہیں تو پھر میں اسے کیوں اپنے ذات کے قرب کا دھوکہ دیتا رہوں نہیں ہرگز نہیں۔ میں اسے ائیرپورٹ سی آف کرنے نہیں جاؤں گا۔

سدرہ نے اندازہ لگایا کہ آفاق کا لہجہ لحہ بہ لحہ دکھی ہوتا جا رہا تھا۔ پھر قریب ہی ایک اسنیک بار آگیا تھا اس نے مزید گفتگو نہیں کی۔ کار اسنیک بار کے سامنے اس نے روک دی پھر وہ آفاق کو لے کر اسنیک بار میں داخل ہو گئی تھی۔

○

آفاق کو گھر چھوڑنے کے بعد سدرہ اپنے گھر داخل ہوئی اس نے ڈریس تبدیل کیا ہوا تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ بیرسٹر صاحب نے آواز دی۔ سدرہ بیٹی جلدی آؤ سندس کا فون ہے۔ سدرہ تقریباً بھاگتی ہوئی آئی۔ ریسیور اس نے بیرسٹر صاحب سے لے لیا۔ پھر اس نے ہیلو پکارا۔ جواب میں سندس کی آواز سنائی دی۔

سدرہ میری بہن میں کئی بار تمہیں ٹیلیفون کر چکی ہوں۔ بیرسٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ آج تم نے واپسی میں دیر کر دی ہے۔ اس پر سدرہ کہنے لگی ہاں سندس میری بہن آج کچھ دیر ہو گئی تھی۔ میں اور آفاق ذرا ایک اسنیک بار میں بیٹھ گئے تھے۔ اس پر سندس نے پوچھا میرے متعلق تم نے آفاق سے گفتگو کی۔

اس پر سدرہ بے چاری سندس کا دل رکھنے کی خاطر کہنے لگی۔

ہاں سندس میں نے کھل کر آفاق سے بات کی ہے تم بے فکر رہو۔ میں اور آفاق تمہیں ائیرپورٹ پر سی آف کرنے آئیں گے۔ اور سندس تم فکرمند مت ہونا۔ میں تمہیں پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ شادی سے پہلے تمہارے متعلق آفاق سے بات نہیں کرنا چاہتی۔ اب میری اور آفاق کی شادی میں چند ہی دن باقی ہیں۔ اس کے بعد میں کھل کر تمہارے متعلق آفاق سے گفتگو کروں گی۔ فکرمند نہ ہونا۔ میں آفاق کو ائیرپورٹ تمہیں سی آف کرنے کے لیے لاؤں گی۔ سندس خوش ہو گئی تھی۔ اس نے سدرہ کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اس نے فون بند کر دیا تھا۔

دوسرے روز دن کے بارہ بجے کے قریب جس وقت عروج اپنے دفتر میں اکیلی بیٹھی اسپتال کے کام میں بری طرح مصروف تھی کہ ثمینہ خاتون اندر آئی عروج اسے دیکھتے ہوئے چونکی پر جواب میں ثمینہ خاتون بڑی نرمی بڑی ملائمت اور شفقت اور پیار میں کہنے لگی بیٹی میری طرف اجنبیوں کی طرح کیوں دیکھتی ہو میں آخر تمہاری ماں ہوں تمہیں پالا ہے۔ ٹھیک ہے تم نے میری کوکھ سے جنم نہیں لیا۔ پر میں نے اپنے خون سے تمہاری پرورش تو کی ہے اس کے ساتھ ہی ثمینہ خاتون نے دروازے کے اندر سے کنڈی لگاتے ہوئے کہا میں آج تمہارے ساتھ تنہائی میں چند باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ اس پر عروج بولی اور کہنے لگی اگر آپ تنہائی میں بات کرنا چاہتی ہیں تو دروازے کو کنڈی لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی دوران ثمینہ خاتون مزید حرکت میں آئی اور عروج کے پشتی دروازے کا پردہ اٹھا کر اس نے دروازے کی کنڈی کھول دی تھی کنڈی کا کھلنا تھا کہ طوفانی انداز میں فرخ اندر آیا اس کے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول تھا جو اس نے عروج کی کنپٹی پر رکھ دیا۔ پھر اس نے بری طرح غراتے ہوئے کہا خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھ جاؤ پشتی دروازے کے ساتھ میری کار کھڑی ہے آرام سے اس میں جا کر بیٹھ جاؤ۔ اگر تم نے چوں چرا کرنے کی کوشش کی یا اپنی مدد کے لیے کسی کو پکارا یا ذرا سی بھی آواز نکالی تو یاد رکھنا کہ اس کنپٹی میں کئی گرم گرم گولیاں اتار کر رکھ دوں گا۔

عروج بے چاری نے بڑی بے بسی میں ادھر ادھر دیکھا جب اس نے اندازہ لگایا کہ سامنے کا کمرہ بند ہے پستول کی نالی اس کی کنپٹی پر رکھی ہوئی ہے تو اس نے اپنے آپ کو انتہائی لاچار پایا چپ چاپ اپنی جگہ سے وہ اٹھی فرخ کے آگے آگے وہ پشتی دروازے سے باہر نکلی۔ دروازے کے قریب ہی ایک گاڑی کھڑی تھی۔ فرخ نے دھکا دے کر عروج کو پچھلی نشست پر گرا دیا پھر اس نے پستول تانے رکھا اس دوران ثمینہ خاتون بھی کمرے سے نکل کر پچھلی نشست پر عروج کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔ فرخ نے پستول ثمینہ خاتون کو تھماتے ہوئے کہا آنٹی یہ پستول تھامیں۔ میں گاڑی چلاتا ہوں۔ اگر یہ راستے میں ذرا بھی چوں چرا کرے تو اس کے سر میں ساری گولیاں اتار دینا۔ نا رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اگر یہ ہماری نہیں ہو سکتی تو کسی اور کی بھی نہیں ہو گی۔ اس کے ساتھ ہی فرخ اگلی نشست پر بیٹھا اور گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے وہ اسپتال سے باہر لے گیا تھا۔

فرخ بڑی تیزی سے گاڑی چلاتا ہوا مال روڈ پر چڑھنے کے لئے جب محلے کی آخری نکڑ پر آیا تو اس نے دیکھا سامنے سڑک پر دو گاڑیاں کچھ اس طرح کھڑی تھیں کہ انہوں نے ساری سڑک کو بلاک کر دیا تھا۔ ثمینہ خاتون نے اپنے پستول کی نالی سے برابر عروج کو کور کئے رکھا فرخ نے تین چار بار زور سے ہارن دے کے اگلی گاڑی والوں کو راستہ صاف کرنے کے لئے کہا لیکن اس کے بار بار ہارن دینے پر بھی اگلی گاڑیوں میں کوئی ہلچل پیدا نہ ہوئی تھی۔ اس دوران فرخ چونک سا پڑا تھا۔ اس لئے کہ پشت کی طرف سے دو گاڑیاں اور بھی آئیں اور وہ بھی اس طریقے سے اس کے پیچھے کھڑی ہو گئیں تھیں کہ پشت کی طرف سے بھی اس کے لئے سڑک بلاک کر دی گئی تھی۔

صورت حال دیکھتے ہوئے فرخ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اس دوران ایک دھماکہ سا ہوا۔ گولی چلنے کی آواز سنائی دی تھی اور پورا ماحول لرز کر رہ گیا تھا۔ کس نے گولی چلائی تھی کسی کو خبر نہ ہوئی تھی پر گولی اس کار کے ٹائیر میں آکر

لگی تھی جس میں عروج اور ثمینہ خاتون بیٹھی ہوئی تھیں۔ ٹائیر میں گولی لگنے سے ایک تو ٹائیر کے پھٹنے کی آواز دوسری گولی کی آواز دونوں آوازوں نے مل کر ایک بھیانک پن پیدا کر دیا تھا۔ اسی بھیانک پن میں ثمینہ خاتون دہشت زدہ سی ہو گئی تھی اس کا پستول والا ہاتھ لرزنے کانپنے لگا تھا۔ عروج نے اس موقع سے فوراً فائدہ اٹھایا وہ حرکت میں آئی۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے اس نے ثمینہ خاتون کا پستول والا ہاتھ پکڑا پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے ثمینہ خاتون سے پستول چھین لیا تھا۔ جس سے ثمینہ خاتون رعشہ کے مریض کی طرح لرزنے اور کانپنے لگی تھی۔ عین اس موقع پر سامنے والی گاڑیوں کی اوٹ سے برکت اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ نمودار ہوا۔ برکت کو دیکھتے ہی فرخ لرز کانپ گیا تھا۔ بھاگ کر وہ گاڑی کی پچھلی نشست کی طرف آیا۔ شاید وہ ثمینہ خاتون سے اپنا پستول حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن وہاں تو انقلاب آچکا تھا۔ گاڑی میں ثمینہ خاتون بیٹھی لرز اور کانپ رہی تھی جبکہ پستول عروج کے ہاتھ میں تھا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے فرخ کو بڑی مایوسی ہوئی اتنی دیر میں برکت اس کے سر پہ پہنچ گیا پھر برکت نے اسے سر کے بالوں سے پکڑا اور تین چار طمانچے جو اس نے فرخ کے منہ اور دو گھونسے اس کی گردن پر مارے فرخ بڑی بے بسی کی حالت میں اپنی گاڑی کے پھٹنے والے ٹائیر کے قریب گر گیا تھا۔

برکت نے پھر اسے بالوں سے پکڑ کر اٹھایا اور کہنے لگا۔

بے ایمان کی اولاد حرام زادے کمینے تم کیا خیال کرتے تھے کہ تم ہماری بہن اور محلے کی اس بیٹی کو یوں ہی بڑی آسانی سے اٹھا کر لے جاؤ گے۔ یاد رکھو اس محلے میں داخل ہونا آسان ہے لیکن یہاں سے کوئی جرم کر کے نکلنا بہت مشکل ہے۔ دیکھ چوہا بڑی آسانی سے لوہے کے پنجرے میں داخل ہو جاتا ہے لیکن داخل ہونے کے بعد وہ اس میں سے نکل نہیں پاتا۔ اپنی موت ہی کا انتظار کرتا ہے۔ تو کیا سمجھتا تھا کہ ہماری بہن کو یوں آسانی سے اغوا کر کے لے جائے گا۔ ہم تو

تیری پسلیاں توڑ کر رکھ دیں گے اس کے بعد برکت پر گویا جنون طاری ہو گیا تھا۔ اس نے گھونسوں۔ اور لاتوں سے لگاتار فرخ کی پٹائی کرنا شروع کر دی تھی۔ فرخ کو پٹتے دیکھ کر ثمینہ خاتون بھی باہر آگئی تھی۔ اور وہ برکت کی منتیں کرتے ہوئے فرخ کو معاف کر دینے کے لئے کہہ رہی تھی لیکن برکت لگاتار فرخ کو مارتا پیٹتا رہا۔

آخر عروج نے دخل اندازی کی آگے بڑھی اور برکت کو کہنے لگی

برکت بھائی لعنت بھیجیں آپ اس پر۔ اس کمینے نے جو حرکت کی ہے اس کی سزا اسے خوب مل گئی ہے۔ میرے خیال میں اب اگر یہ انسان کا بچہ ہوا تو کسی بری نیت سے اس محلے میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کرے گا ثمینہ خاتون نے دیکھا کہ مار کھانے کے بعد فرخ کی ناک اور منہ سے خون بہنے لگا تھا عروج کی بات مانتے ہوئے برکت نے فرخ کو مارنا بند کر دیا پھر برکت نے بڑے قہر بھرے انداز میں ثمینہ خاتون کی طرف دیکھا۔ ثمینہ خاتون سمجھی کہ شاید اب برکت اس پر بھی ہاتھ اٹھائے گا لہٰذا وہ پناہ لینے کی خاطر عروج کے پیچھے کھڑی ہو گئی بیٹی تجھے ماں کے اس رشتے کا واسطہ جو میرے اور تمہارے درمیان تھا۔ کہ ایک بار مجھے فرخ کے ساتھ یہاں سے نکل جانے دو۔ اگر میں اپنے باپ کی بیٹی ہوئی تو کبھی ادھر کا رخ نہیں کروں گی۔ اس پر برکت پھر بولا اور کہنے لگا۔

سنو ثمینہ خاتون۔ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تم بڑی دست دراز اور تعلقات والی ہو۔ تمہارے بھائی جاگیردار اور بدمعاش ہیں۔ اگر تم ان سے کام لینا چاہتی ہو تو ان پر میرا نام ظاہر کر دینا۔ انہیں کہنا کہ محلے میں برکت نام کا ایک جوان ہے جو شریف آدمی کے لئے برکت ہے پر بدمعاشوں کے لئے وہ رنگو بدمعاش ہے۔ تم اپنے بھائیوں سے رنگو کا ذکر کر دینا۔ پھر دیکھنا کہ تمہارے بھائیوں کے سر سے ملے کر پاؤں تک پسینے نہ چھوٹ جائیں تو مجھے انسان کا بچہ مت کہنا۔ دوبارہ کسی بری نیت سے اگر تم نے اس محلے کا رخ کیا تو پھر یہاں سے دفع ہو جانے والی بات

کرو۔ اس پر عروج حرکت میں آئی اور پستول برکت کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ کہنے لگی برکت بھائی یہ پستول ہے جس کی مدد سے انہوں نے مجھے اسپتال سے اغوا کیا۔ برکت نے گولیاں نکال کر پستول کار کے اندر پھینک دیا اور پھر قہر بھرے انداز میں فرخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ فرخ فوراً گاڑی میں بیٹھنے لگا ثمینہ خاتون بھی گاڑی میں بیٹھنے لگی تھی پھر برکت کے اشارے پر سامنے والی دونوں گاڑیاں ہٹا دی گئیں تھیں اور فرخ بڑی تیزی سے اپنی جان بچا کر اس محلے سے نکل گیا تھا۔ پھر برکت نے عروج کو اپنی گاڑی میں بٹھایا اور وہ اسے واپس اسپتال کی طرف لے جارہا تھا۔

○

سبز رنگ کی ایک ٹویوٹا کار ایر پورٹ کے باہر آکر رکی تھی ڈرائیور فوراً نیچے اتر کر گاڑی کے پچھلے دروازے بڑی تیزی سے باری باری کھولے اور پچھلی نشست سے سندس اور اس کی ماں باہر آئیں جبکہ اگلی نشست کا دروازہ کھول کر سندس کے باپ مقصود باہر نکلے تھے۔ پھر ڈرائیور نے جلدی جلدی گاڑی کے دروازے بند کئے ڈگی کھول کر کچھ سامان باہر نکالا پھر بھاگ کر وہ ایئرپورٹ کے اندر ایک ٹرالی لے آیا۔ سامان اس نے ٹرالی میں رکھا اور ایئرپورٹ کے اندر لے جانے لگا تھا۔ عظمیٰ سندس اور مقصود اس کے پیچھے ہو لئے تھے۔ ایئرپورٹ کی انٹری کے پاس جاکر مقصود نے کلائی کی گھڑی سے ٹائم دیکھا پھر وہ سندس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگے۔

بیٹے مسافر تو اندر جانا شروع ہو گئے ہیں۔ میرے خیال میں ہم کچھ دیر یہاں بیٹھ جاتے ہیں۔ شائد اتنی دیر تک آفاق اور سدرہ آ جائیں۔ لہٰذا انہیں ہم اپنے ساتھ ہی اندر لے جائیں گے۔ سندس نے اپنے باپ کی اس تجویز سے

اتفاق کیا پھر وہ تینوں بنچ پر بیٹھ گئے تھے جبکہ ڈرائیور سامان کی ٹرالی کے پاس ہی کھڑا رہا تھا۔

وقت تیزی سے گذرتا جا رہا تھا جبکہ آفاق اور سدرہ کے آنے کے دور دور تک نشانات نہ تھے ۔ جوں جوں وقت گذرتا جا رہا تھا۔ سندس کی نظر میں اداسیاں نفس نفس میں مایوسیاں بڑھتی جا رہی تھیں ۔ وہ بے چاری ایئرپورٹ کے پارکنگ ایریا کی طرف دیکھتے ہوئے لحہ بہ لحہ خزاں کے اداس نغموں آوارہ حال طیور ۔ نسلوں اور صدیوں کی آہ و بکا ۔ بوجھ تلے گردنوں اور ہتھکڑی لگی کلائیوں اور بدنصیبی کے سایوں جیسی ہوتی جا رہی تھی اس کی اشک آلود آنکھوں میں المناک گھٹن اور ویران و بے کیف سی کیفیت بڑھتی چلی جا رہی تھی کافی دیر انتظار کرنے کے بعد مقصود پھر بولے اور کہنے لگے۔

کافی ٹائم ہو گیا ہے سندس بیٹی ۔ میرے خیال میں [illegible] ان ہو جانا چاہئے ۔ میں ان سیکیورٹی والوں کو آفاق اور سدرہ کے [illegible] بتا دیتا ہوں یہ انھیں آنے دیں گے یہ سب میرے جاننے والے ہیں ۔ اپنے باپ کی اس گفتگو سے سندس کی حالت عجیب ہو گئی تھی ۔ وہ تو پہلے ہی لٹی سی بیٹھی تھی اب جو مقصود نے ان ہونے کے لئے کہا تو وہ بے چاری پامال ثمر ردندے ہوئے پھول جیسی ہو گئی تھی اور یاس اور ناامیدی میں اس کے ہونٹ بری طرح پھڑکنے لگے تھے ۔ مقصود اور عظمیٰ دونوں اپنی بیٹی کے خدوخال سے ناآسودگی واضح طور پر دیکھ رہے تھے تاہم دونوں نے اس موقع پر کچھ نہ کہا۔

پھر عظمیٰ بولی اور کہنے لگی اچھا آپ دونوں باپ بیٹی اندر جائیں میں اب جاتی ہوں اس کے ساتھ ہی عظمیٰ نے آگے بڑھ کر سندس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

بیٹے میں تمہاری بدحالی اور تمہاری طبیعت کے اضطراب کو [illegible] رہی ہوں ۔ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنا اور بہتر حالات کی توقع میں مستقبل کا انتظار کرنا ۔ جی نہ چھوڑنا میری بیٹی اس طرح تمہاری حالت دیکھتے ہوئے تمہارے پاپا کی

بھی حالت بری ہو گئی ہے پھر عظمیٰ علیحدہ ہوئی ۔ ایک بار پھر سندس کو پیار کیا پھر وہ ڈرائیور کو لیکر کار کی طرف چلی گئی تھی ۔ جبکہ سامان کی ٹرالی مقصود نے پکڑ لی تھی۔ ایئرپورٹ انٹری کے پاس آ کر انھوں نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ ایک انسپکٹر بھاگ کر آگے بڑھا بڑی عقیدت سے اس نے مقصود سے ہاتھ ملایا ۔ مقصود اسے مخاطب کر کے کہنے لگے۔

دیکھو بھائی میاں میرا ایک بیٹا اور بیٹی ایئرپورٹ کے اندر مجھ سے ملنے آئینگے بیٹے کا نام آفاق اور بیٹی کا نام سدرہ ہے۔ تم ایسا کرنا جب وہ آئیں تو مجھے لابی میں اطلاع کر دینا ۔ میں انھیں اپنے ساتھ اندر لے جاؤں گا ۔ انسپکٹر نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا دیا ۔ جبکہ مقصود سندس کو لیکر اندر داخل ہو گئے تھے۔

دونوں باپ بیٹی نے جلدی جلدی سامان چیک کرنے والی مشین کی بیلٹ پر اپنا لگیج رکھا پھر دوبارہ ٹرالی میں سامان رکھنے کے بعد وہ کاؤنٹر پر گئے بک کرانے والا سامان بک کرا لینے کے بعد بورڈنگ کارڈ حاصل کئے مقصود اپنے بریف کیس اور سندس نے اپنے بیگ کے ساتھ ٹیگ باندھے ۔ پھر وہ لابی میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔

کافی دیر تک وہ لابی میں بیٹھ کر آفاق اور سدرہ کا انتظار کرتے رہے لیکن انھوں نے نہ آنا تھا نہ آئے ۔ آخر جہاز کی روانگی کے لئے مسافروں کو جہاز کی طرف جانے کے لئے اناؤنسمنٹ ہوئی تو باپ بیٹی اٹھ کر لائین میں کھڑے ہو گئے تھے پھر وہ اندر چلے گئے۔ سندس بے چاری مزید الجھی جا رہی تھی اپنے باپ کے ساتھ وہ بس میں بیٹھ گئی اور بس جہاز کی طرف روانہ ہو گئی تھی ۔

وہ ایئربس تھی جس میں ان باپ بیٹی نے روانہ ہونا تھا۔ دونوں باپ بیٹی کو جہاز کے دائیں طرف والی تین سیٹوں میں سے دو سیٹیں ملی تھیں ۔ سندس اپنا بیگ اور مقصود صاحب کا بریف کیس اوپر رکھنے کے بعد کھڑکی کے پاس اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی ۔ جبکہ مقصود اس کے ساتھ بیٹھ گئے تھے ۔ جہاز میں جب کافی مسافر سوار ہو گئے تو ایک صاحب مقصود کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر آپ برا نہ

ماں یں تو درمیان والی سیٹوں میں سے ایک پر آ جائیں۔ دراصل میرے ساتھ دو لیڈیز ہیں اور بیچ والی سیٹوں میں مرد بیٹھے ہوئے ہیں اچھا نہیں لگتا۔ میں دونوں لیڈیز کو آپ کی بچی کے ساتھ بیٹھا دیتا ہوں اور آپ درمیانی سیٹ میں میرے ساتھ آ جائیں۔ آپ کے ساتھ یہ جو تیسری سیٹ ہے یہ بھی ہماری ہے۔ لہٰذا اس کے سلسلے میں کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ اس پر مقصود نے سندس کی طرف دیکھا۔ سندس کہنے لگی کوئی بات نہیں بابا آپ چلے جائیں یہاں میرے ساتھ لیڈیز آ جائینگی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مقصود مسکراتے ہوئے درمیان والی سیٹ میں بیٹھ گئے جبکہ وہاں سے دو خاتون اٹھ کر سندس کے پاس آ کر بیٹھ گئیں تھیں سندس بے چاری لگاتار گول شیشے میں سے باہر دیکھے جا رہی تھی اب بھی اسے امید تھی کہ شائد آفاق اور سدرہ اس سے ملنے کے لئے آجائیں۔

جہاز ٹیک آف کرنے کے لئے حرکت میں آیا تو سندس نے بڑے دکھ اور غمگین لہجے میں اپنے کو مخاطب کر کے کہا میں بھی کیا زمانے کے لئے عبرت بن گئی ہوں۔ اس موقعہ پر سندس بے چاری پس سی گئی تھی۔ اس کے چہرے پر مفلسوں کی بے زری کا سا اضطراب۔ طغیانی کے تلاطم اور شورش کی طرح غموں کا ہجوم جوش مارنے لگا تھا۔ پھر جہاز نے ٹیک آف کیا اور وہ فضاؤں کے بحر کی وسعتوں میں بلند سے بلند تر ہونے لگا تھا۔

گول شیشے میں سے سندس بے چاری نے نیچے شہر کی لمحہ بہ لمحہ مدھم ہوتی عمارتوں۔ سبزے اور باریک لکیر کی طرح نظر آتی سڑکوں کی طرف دیکھا پھر اس نے محسوس کیا زمین آہستہ آہستہ ہیولا اور آسمان نیلم ہوتا جا رہا تھا آفاق سے یہ جدائی۔ یہ علیحدگی اور جہاز کا فضاؤں میں اڑنا اور نیچے زمین کا لمحہ بہ لمحہ دور ہونا سندس پر کچھ ایسا گراں گزرا کہ وہ بے چاری شیشے کی طرف منہ کرتے ہوئے اپنے ساتھ بیٹھنے والی دونوں عورتوں سے منہ چھپاتی ہوئی پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ اس کی حالت سے لگتا تھا جیسے اس کی روح موت کی تاریکیوں میں کھو گئی

ہو۔ زندگی کے جمال کی بربادی میں دل اور جذبات کی پامالی بھی ہو کر رہ گئی ہو۔ کچھ دیر تک وہ روتی رہی۔ پھر ہچکیاں اور سسکیاں لیتی آواز میں اس نے اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے دکھ بھری آواز میں اس نے کہا۔ جب قطرے سے قطرے کی جدائی ہو گئی۔ پھر کیسی موج کیسی صدف۔ کیسا دریا کیسا گہر اس کے آگے سندس بے چاری کچھ نہ کہہ پائی تھی اس کی آواز ڈوب گئی تھی اس کے آنسو اس کی آنکھوں میں آتشناک ہو گئے تھے۔ اس کے خیالات کی دنیا مسمار ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ بے چاری اس جدائی اور علیحدگی پر کچھ اس طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی جیسے اسے ذلت و پستی موت اور نیستی کے کفن میں لپیٹ کر اس کی روح کو اس کے جسم سے کسی نے علیحدہ کرنا شروع کر دیا ہو۔ جہاز لمحہ بہ لمحہ فضاؤں کے اندر بلند ہوتا ہوا زمین سے دور بادلوں میں کھوتا جا رہا تھا۔ سندس کے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ بچاری آشیانوں کے اس متلاشی جیسی ہو کر رہ گئی جس کی کوئی قدر کوئی فکر کرنے والا نہ رہا ہو۔

ختم شد

اسلم راہی ایم اے
A 18 گلستان رفیع
ملیر۔ 15۔ کراچی